جہنّم

اور

جہنم میں لے جانیوالے اعمال

جہنم کا تفصیلی تعارف اور جہنم میں
لے جانے والے اعمال اور ان سے بچنے کا تفصیلی جائزہ

جہنّم

اور

جہنم میں لے جانیوالے اعمال

تالیف

مولانا محمد ھارون معاویہ

فاضل جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی
واستاد مدرسہ عربیہ قاسم العلوم میرپور خاص

پسند فرمودہ

حضرت مولانا مفتی عبدالمجید دینپوری مدظلہم
رئیس دارالافتاء واستاذ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوریؒ ٹاؤن کراچی

دارالاشاعت
اردو بازار ایم اے جناح روڈ
کراچی پاکستان 2213768

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی

طباعت : اگست ۲۰۰۶ء علمی گرافکس

ضخامت : ۷۳۵ صفحات

قارئین سے گزارش

اپنی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس بات کی نگرانی کے لئے ادارہ میں مستقل ایک عالم موجود رہتے ہیں۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

﴿........ ملنے کے پتے ....﴾

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت القلم مقابل اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد
مکتبۃ المعارف محلہ جنگی۔ پشاور

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
بیت العلوم 20 نابھہ روڈ لاہور
مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور
مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا۔ ایبٹ آباد

کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

﴿جدہ میں ملنے کا پتہ﴾ مرکز عبداللہ بن مسعود لتحفیظ القرآن الکریم۔ العزیزیۃ، جدۃ فون نمبر: 009662 2871522

﴿انگلینڈ میں ملنے کے پتے﴾

Azhar Academy Ltd.
London
Tel : 020 8911 9797, Fax : 020 8911 8999

Islamic Books Centre
119-121, Halli Well Road
Bolton BL 3NE, U.K.

﴿امریکہ میں ملنے کے پتے﴾

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6665 BINTLIFF, HOUSTON,
TX-77074, U.S.A.

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212, U.S.A

اجمالی خاکہ

اجمالی فہرست

جہنم میں لے جانے والے پچاس اعمال کا بیان

جہنم سے متعلق بیس متفرق مضامین

تفصیلی فہرست

شراب نوشی کرنا

تکبر کرنا

جہنم سے متعلق بیس متفرق مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دعائیہ کلمات

ازاستاذ العلماء حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالمجید دین پوری صاحب مدظلہ
رئیس دارالافتاء واستاذ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ
علامہ محمد یوسف بنوریؒ ٹاؤن کراچی

برادر عزیز ''مولوی محمد ہارون معاویہ زادہ علما وعملا'' کی چند تصنیفات دیکھنے کا موقع ملا، عزیز موصوف کے ملکۂ تقریر سے تو ان کے زمانۂ طالب علمی سے واقف تھا، اب ان کے ملکۂ تحریر کو دیکھ کر بے انتہاء مسرت ہوئی، ماشاءاللہ قلم میں روانی، مضامین میں سلاست اور انداز کی ندرت لائق تبریک ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کی خدمت کو قبول فرمائے اور ان کے لئے، ان کے اساتذہ کے لئے اور ان کے والدین کے لئے ذریعہ نجات بنائے، آمین۔

(مولانا مفتی) عبدالمجید دین پوری (صاحب مدظلہ)

انتساب

میں اپنی اس کتاب کا انتساب
اپنے ہر اس مسلمان بھائی بہن کے نام کرتا
ہوں جو بُرے اعمال سے بچ کر اپنے لئے جہنم سے
بچنے کا سامان پیدا کرنے کی کوشش کرے، اور اعمال صالحہ کو اپنی
زندگی کا جزولاینفک بنا کر جنت کا طلبگار بن کر رہے،
اور ہر اس مسلمان کے نام جو اس کتاب کا
خود بھی مطالعہ کرے اور دوسروں کو
بھی اس کی تلقین کرتا رہے۔
محمد ہارون معاویہ

عرض مؤلف

محترم قارئین! میری نئی کتاب ''جہنم اور جہنم میں لے جانے والے اعمال'' آپ کے ہاتھوں میں ہے، جسے میں نے عین قرآن وحدیث کو سامنے رکھ کر ترتیب دیا ہے، اگر چہ اس کے لئے میں نے اپنے اکابر کی کتابوں سے استفادہ کیا ہے، لیکن کوشش کی ہے کہ مستند حوالہ جات کے ساتھ بات نقل کی جائے، اور یہ میں کھلے دل کے ساتھ اقرار کرتا ہوں کہ یہ کوئی میری ذاتی تصنیف یا تخلیق نہیں ہے، بلکہ اس کتاب میں میری حیثیت چند بکھرے ہوئے مضامین کو جمع کر کے ایک تالیف کی صورت دینے کی حد تک ہے، اور اس میں، میں کس حد تک کامیاب ہوا ہوں، اس کا فیصلہ میں اپنے پیارے اور قابل احترام قارئین پر چھوڑتا ہوں، اور امید کرتا ہوں کہ اگر اس کتاب میں کوئی بات آپ کو اچھی لگے تو مجھ ناچیز کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں گے، اور اگر کوئی خامی یا غلطی اور کوئی نقص وکمزوری سامنے آئی تو ایک کمزور اور گناہ گار انسان سمجھتے ہوئے معاف کر دیں گے۔

بہر حال میں نے اپنی اس کتاب کو تین ابواب پر تقسیم کیا ہے، پہلا باب ''جہنم کا تفصیلی تعارف اور اس کے عذابوں وسزاؤں کے تفصیلی بیان'' سے متعلق ہے، اس باب میں، میں نے تفصیل سے قرآن وحدیث کی روشنی میں جہنم کے بارے میں مضامین ترتیب دیئے ہیں، امید ہے انشاء اللہ اس باب کے مطالعے کے بعد آپ کو جہنم کے بارے میں کافی حد تک معلومات حاصل ہو جائیں گی۔

دوسرا باب ''جہنم میں لے جانے والے پچاس اعمال'' سے متعلق ہے، اس میں میں نے جہنم میں لے جانے والے پچاس اعمال کو تفصیل سے لکھا ہے، یوں تو اگر چہ سارے ہی بُرے اعمال جہنم میں لے جانے والے ہیں، لیکن چونکہ ہمیں جہنم کا ڈر وخوف پیدا کرنے کے لئے ایک

نمونہ پیش کرنا ہے، اس لیئے میں نے ذخیرہ احادیث سے وہ احادیث تلاش کی جن میں رسول اللہ ﷺ نے بُرے اعمال گنوائے کہ ان ان بُرے اعمال کی وجہ سے جہنم میں جانا پڑے گا، لہٰذا اس طرح کی پچاس احادیث کو سامنے رکھ کر پچاس اعمال اس باب میں ترتیب دیئے گئے۔

اور تیسرا اور آخری باب ''جہنم میں لے جانے والے اعمال سے متعلق بیس متفرق مضامین'' کے بارے میں ہے، اس باب میں میں نے مختلف مضامین ترتیب دیئے ہیں امید ہے کہ انشاءاللہ ان مضامین کا مطالعہ بھی آپ کے لیئے فائدے سے خالی نہیں ہوگا۔

البتہ اس کتاب میں ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کے تمام عنوانات میں پہلا لفظ ''جہنم'' ہے اور اس طرح اسی قافیے کا لحاظ کرتے ہوئے تمام عنوانات مرتب کیئے گئے اور اگر ان کے ضمن میں کسی دوسرے عنوان کو لایا گیا تو پھر اسی عنوان کا لحاظ کرتے ہوئے آنے والے ہر عنوان میں اسی لفظ کو استعمال کیا گیا، بہر حال باذوق حضرات کے لیئے انشاءاللہ یہ حسن ترتیب خوشی کا باعث ہوگی۔

علاوہ ازیں انشاءاللہ اس کتاب کے ساتھ ہی بندے کی ایک کتاب اور بنام ''جنت اور جنت میں لے جانے والے اعمال'' طبع ہوگی، اس کتاب کو بھی اسی انداز میں ترتیب دیا گیا ہے، اس کتاب کا معالعہ بھی آپ کے لیئے سودمند ہوگا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کے تمام احکام پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

اور میں اپنے اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی بارگاہ قدسی میں دست بدعا ہوں کہ وہ ذات پاک اس کتاب کو میری پہلی کتابوں کی طرح مفید اور کارآمد بنادے اور ہم سب کو خلوص نیت کے ساتھ دین کی اشاعت کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

آخر میں ضروری ہے کہ اپنے پُرخلوص معاونین کا شکریہ ادا کرتا چلوں، جو قدم قدم پر میرے معاون ومحسن بنتے ہیں، اور جن کے خصوصی مشورے میرے لیئے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتے ہیں، جن میں میرے مدرسے ''مدرسہ عربیہ قاسم العلوم میر پور خاص'' کے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ صاحب اور مہتمم حضرت مولانا عبدالوہاب صاحب اور دیگر اساتذہ میں حضرت مفتی کریم داد صاحب، حضرت مولانا محمد عمران سردار صاحب، اور اسی طرح ہمارے مدرسے کے استاذ الحدیث

اور مکتبہ یوسفیہ کے مالک برادر کبیر جناب حضرت مولانا محمد یوسف کھوکھر صاحب کہ جن کے مشورے بھی میرے لئے مفید ہوتے ہیں، علاوہ ازیں انکا دیگر ضرورت کی کتابوں کی صورت میں مجھ پر خاص احسان ہوتا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ انکے مکتبے کے دروازے میرے لئے ہر وقت کھلے رہتے ہیں، ضرورت کی ہر کتاب مجھے ان سے دستیاب ہو جاتی ہے، میری دل سے ان کے لئے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں دونوں جہانوں کی خوشیاں نصیب فرمائے، آمین۔

ان کے علاوہ بھی میں دیگران تمام احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں، کہ جنہوں نے اس کتاب کی ترتیب سے لے کر کمپوزنگ تک میرے ساتھ کسی بھی قسم کا تعاون کیا، خصوصاً دارالاشاعت کراچی کے مالک جناب خلیل اشرف عثمانی صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جنہوں نے میری پہلی کتاب ''مثالی نوجوان'' سے لیکراب تک کی اس تیرہویں کتاب کو اہتمام کے ساتھ شائع کر کے میری حوصلہ افزائی فرمائی، اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کو دونوں جہانوں کی شادمانیاں نصیب فرمائے۔ آمین!

اور تمام قارئین سے بھی درخواست ہے کہ وہ مجھے، میرے والدین، اساتذہ کرام کو اپنی خصوصی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں، اور اگر آپ کو اس کتاب میں کوئی خامی اور کمزوری نظر آئے تو ضرور آگاہ فرمائیں آپ کا بہت شکریہ ہوگا۔ آپ کے ہر مشورے کا دلی خیر مقدم ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رضا عطا فرمائے۔ آمین!

والسلام

آپ کا خیر اندیش

محمد ہارون معاویہ

فاضل جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی

ساکن میر پور خاص سندھ

پہلا باب

جہنم کا تفصیلی تعارف اور اس کی سزاؤں کا تفصیلی بیان

قابل احترام قارئین ہماری نئی کتاب ''جہنم اور جہنم میں لے جانے والے اعمال'' آپ کے ہاتھوں میں ہے، اس کتاب کو ہم نے تین ابواب میں تقسیم کیا ہے، پہلے باب میں تفصیل سے قرآن وحدیث کی روشنی میں جہنم کا تعارف اور اس کی سزاؤں کو ذکر کیا جا رہا ہے، دوسرے باب میں جہنم میں لے جانے والے بچاس اعمال ذکر کئے جائیں گے کہ جن اعمال کی بدولت انسان جہنم میں جا گرتا ہے اور اسی طرح تیسرے باب میں جہنم ہی سے متعلق بیس متفرق مضامین پیش کئے جا رہے ہیں جن میں مختلف مضامین کی روشنی میں جہنم کے بارے میں وضاحت کی گئی ہے۔

چنانچہ اب پہلے باب کو شروع کیا جاتا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر انسان جہنم کی ہولنا کیوں اور اس کی سختیوں وسزاؤں کو اپنے سامنے رکھے تو کوئی بعید نہیں کہ انسان بہت سے گناہوں سے بچ جائے اور گناہوں سے بچ کر جہنم سے چھٹکارا حاصل کر لے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: ﴿فمن زحزح عن النار وادخل الجنة فقد فاز﴾

ترجمہ: جسے جہنم سے دور کیا گیا اور جنت میں داخل ہوگا تو پس تحقیق کہ وہی کامیاب ہے۔''

تو معلوم ہوا کہ جہنم سے بچنے میں ہی کامیابی ہے، دنیا میں کامیابی چاہے نہ ملے لیکن اخروی زندگی میں جہنم سے چھٹکارا ملکر ابدی کامیابی مل جائے یہی سب سے بڑی خوش نصیبی ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو جہنم سے بچ کر جنت میں جانے والا بنائے، آمین۔

بہر حال اب ہم اپنی تمہید کو سمیٹتے ہیں اور اصل کتاب کی طرف آتے ہیں، لیجئے ملاحظہ کیجئے:۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

جہنم کے دروازے

قرآن شریف میں دوزخ کے دروازوں کے متعلق فرمایا ہے۔

وَ ان جھنّمَ لموعدُ ھُم اَجمعینَ لھَا سبعةُ ابوابِ ط لکلِّ بابٍ منھُم جزء" مّقسوم . ''اور ان سب سے جہنم کا وعدہ ہے جس کے سات دروازے ہیں۔ ہر دروازے کے لیے ان لوگوں کے الگ الگ حصے ہیں''۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ کے سات دروازے ہیں جن میں سے ایک اس کے لیے ہے جو میری امت پر تلوار اٹھائے۔ (بحوالہ ترمذی شریف)

اوپر معلوم ہوا کہ دوزخ کے سات دروازے ہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: لھَا سبعةُ ابوابِ ط لکلِّ بابٍ منھُم جزء" مّقسوم . اس آیت کی تفسیر میں مؤلف بیان القرآن قدس سرہٗ لکھتے ہیں کہ بعض نے کہا ہے کہ ابواب سے سات طبقے مراد ہیں۔ جن میں مختلف قسم کے عذاب ہیں جو جس عذاب کا مستحق ہوگا اسی طبقہ میں داخل ہوگا۔ چونکہ ہر طبقہ کا دروازہ علیحدہ علیحدہ ہے اس لیے سات دروازوں سے تعبیر فرمایا اور بعض نے فرمایا کہ سات دروازے ہی مراد ہیں اور مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ دوزخ میں داخل ہونے والوں کی کثرت کی وجہ سے ایک دروازہ کافی نہ ہوگا۔ اس لیے سات دروازے بنائے گئے ہیں۔

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ آپ نے سبعةُ ابوابِ (سات دروازوں) کے متعلق ہاتھوں سے اشارہ کر کے فرمایا کہ دوزخ کے دروازے اس طرح ہیں یعنی اوپر نیچے ہیں۔ اور حضرت عکرمہ کا قول نقل کیا ہے کہ سات دروازوں سے سات طبقے مراد ہیں۔ (بحوالہ تفسیر ابن کثیر)

اس ارشاد سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ نیچے اوپر جہنم کے سات طبقے ہیں۔ اور ہر طبقہ کا علیحدہ علیحدہ دروازہ ہے۔ اور قرآن کریم کی آیت: انّ المنفقینَ فی الدّرکِ الاسفلِ منَ النّار ط بلاشبہ منافقین دوزخ کے سب سے نیچے کے طبقہ میں جائیں گے''۔

سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ جہنم کے متعدد طبقے ہیں۔

تفسیر روح المعانی میں سورۂ نساء کی آیت بالا کی تفسیر کرتے ہوئے جہنم کے سات طبقات کے نام اس طرح بتائے ہیں۔

(۱) جہنم۔(۲) لظیٰ۔(۳) حطمہ۔(۴) سعیر۔(۵) سقر۔(۶) جحیم۔(۷) ھاویہ۔

نیز درمنثور میں بھی ابن جریج سے یہی ترتیب نقل کی ہے۔

علامہ صاوی نے بھی آیت بالا کی تفسیر کرتے ہوئے مذکورہ بالا ترتیب لکھی ہے۔اور ساتھ ہی ہر طبقہ میں جانے والوں کی تعیین بھی کی ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں جہنم گنہگار قوموں کے لیے، لظیٰ نصاریٰ کے لیے، حطمہ یہود کے لیے، سعیر صائبین کے لیے، سقر مجوسی (یعنی آتش پرستوں) کے لیے، جحیم مشرکین کے لیے، اور ہاویہ منافقین وفرعون اور اس کے لشکر کے لیے۔

بعض حضرات نے طبقات کی ترتیب میں اور رہنے والوں کی تعیین میں اختلاف بھی نقل کیا ہے۔اسی لیے صاحب روح المعانی نے آیت کریمہ **لکلِّ بابٍ منهم جزء" مّقسوم** ط کے ذیل میں لکھ دیا ہے کہ **"وَ بالجملة فى تعين اهلها كترتيبها اختلاف فى الروايات"**۔

اور اس ترتیب وتعین کے جاننے پر کوئی حکم شرعی موقوف نہیں ہے، تاکہ اس کے لیے کدوکاوش کی جائے، ہر طبقہ میں عذاب ہی عذاب ہے۔**اعاذنا اللّٰهُ من دار العذاب والدخول فى ابوابها و طبقاتها.** (بحوالہ احوال جہنم)

جہنم کی گہرائی

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے (جہنم کی گہرائی بیان کرتے ہوئے) فرمایا۔اگر ایک پتھر جہنم میں ڈالا جائے تو دوزخ کی تہہ میں پہنچنے سے پہلے ستّر سال تک گرتا چلا جائے گا، اور حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں بیٹھے ہوئے تھے، ہم نے کسی چیز کے گرنے کی آواز سنی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ یہ (آواز) کیا ہے؟ ہم نے عرض کیا اللہ اور اُس کا رسول ہی خوب جانتے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا! یہ ایک پتھر ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے جہنم کے منہ پر (تہہ میں گرنے کے لیے) چھوڑا تھا اور وہ ستر سال تک گرتے گرتے اب دوزخ کی

تہہ میں پہنچا ہے، یہ اس کے گرنے کی آواز ہے۔ (بحوالہ الترغیب والترہیب)

جہنم کی دیواریں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دوزخ کو چار دیواریں گھیرے ہوئے ہیں۔ جن میں ہر دیوار کا عرض چالیس سال چلنے کی مسافت رکھتا ہے۔ (بحوالہ ترمذی شریف)

یعنی دوزخ کی دیواریں اتنی موٹی ہیں کہ صرف ایک یوار کی چوڑائی طے کرنے کے لیے چالیس سال خرچ ہوں۔

جہنم کا اپنے رب سے شکایت کرنا

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جہنم نے اپنے رب سے شکایت کی کہ میرے ایک حصہ نے دوسرے حصہ کو کھالیا ہے' پس اللہ تعالیٰ نے اس کو دو سانس لینے کی اجازت دی' ایک سانس سردی کے موسم میں' اور ایک سانس گرمی کے موسم میں' پس سردی میں اس کا سانس لینا زمہریر ہے اور گرمی کے موسم میں اس کا سانس لینا لُو ہے''۔

تشریح...... دوزخ کا بارگاہ الٰہی میں شکایت کرنا بزبانِ حال بھی ہوسکتا ہے اور اپنے حقیقی معنی پر بھی محمول ہوسکتا ہے' اور اس کو حقیقی معنی پر محمول کرنا زیادہ راجح ہے۔ مگر یہ چیز ہمارے ادراک سے باہر ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح کرتی ہے' لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں:

خاک و باد وآب و آتش زندہ اند
بامن و تو مردہ باحق زندہ اند

اور ''میرے ایک حصہ نے دوسرے حصہ کو کھالیا ہے'' اس سے دوزخ کی گرمی اور تپش کی شدت مراد ہے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سردی اور گرمی کا نظام دوزخ کے سانس لینے سے وابستہ ہے۔ جب کہ اس کا ظاہری سبب سورج کے خط استوا سے قریب یا بعید ہونا ہے' دراصل کائنات میں جو سلسلہ اسباب کارفرما ہے اس کی بعض کڑیاں تو عام لوگوں کے لیے بھی ظاہر ہیں' اور

بعض ایسی مخفی ہیں کہ جو انسانی عقل سے بھی ماوراءہیں اس لیے یہ کہنا صحیح ہوگا کہ گرمی وسردی کا سلسلہ اسباب آفتاب تک محدود نہیں، بلکہ یہ سلسلہ آگے بڑھ کر دوزخ کے سانس لینے تک پہنچتا ہے۔

جہنم والوں کا کھانا اور اس کی مختلف قسمیں

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخیوں پر بھوک مسلط کر دی جائے گی جس کی اذیت اس عذاب کے برابر ہوگی جس میں وہ پہلے سے مبتلا ہوں گے چنانچہ وہ بھوک سے بے تاب ہو کر کھانے کی فریاد کریں گے، اور ان کی فریادرسی "ضریع" کے کھانے سے کی جائے گی جو نہ فربہ کرے، نہ بھوک کو دفع کرے۔ پس وہ دوبارہ کھانے کی فریاد کریں گے، اب ان کی فریادرسی ایسے کھانے سے کی جائے گی جو گلے میں اٹک جائے۔ اس وقت ان کو یاد آئے گا کہ دنیا میں جب ان کے گلے میں کوئی چیز پھنس جاتی تھی تو وہ پینے کی کسی چیز کے ذریعے اسے حلق سے اتارا کرتے تھے۔ چنانچہ پانی کی التجاء کریں گے، تب ان کو کھولتا ہوا پانی زنبوروں کے ذریعے پکڑایا جائے گا، پس جب گرم پانی کے وہ برتن ان کے منہ کے قریب پہنچیں گے تو ان کے چہروں کے گوشت کو بھون ڈالیں گے اور جب وہ پانی ان کے پیٹ میں داخل ہوگا تو ان کے پیٹ کے اندر کی چیزوں (انتڑیوں وغیرہ) کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گا۔ پس وہ بے تاب ہو کر کہیں گے کہ دوزخ پر مقرر فرشتوں کو پکارو، جب فرشتوں کو پکاریں گے تو فرشتے جواب دیں گے کہ کیا تمہارے پاس تمہارے رسول واضح دلائل لے کر نہیں آئے تھے؟ (اور انہوں نے تمہیں تمرد و سرکشی کے چھوڑنے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کی تلقین نہیں کی تھی؟) وہ کہیں گے جی ہاں! رسول تو ہمارے پاس ضرور آئے تھے (مگر ہم نے ان کو جھوٹا سمجھا اور ان کی بات نہ مانی) فرشتے کہیں گے، پھر تم پڑے پکارتے رہو (اب تمہاری چیخ و پکار بے سود ہے، کیونکہ تم نے انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں کفر کیا) اور کافروں کی پکار محض رائیگاں ہے۔

اب وہ آپس میں کہیں گے کہ داروغہ جہنم، مالک، کو پکارو، چنانچہ وہ مالک دراوغہ جہنم کو پکاریں گے کہ: "اے مالک! اپنے رب سے کہو کہ وہ ہمارا فیصلہ کر دے (یعنی ہمیں موت دے دے) مالک ان کو جواب دے گا کہ (نہیں! بلکہ) تم ہمیشہ اسی حالت میں رہو گے (موت کو موت

آ چکی ہے، اس لیے اب کسی دوزخی کو موت نہیں آئے گی)۔ امام اعمشؒ فرماتے ہیں کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ دوزخیوں کے مالک کو پکارنے اور مالک کے (مذکورۃ الصدر) جواب دینے کے درمیان ہزار سال کا وقفہ ہوگا (یعنی ہزار سال تک وہ مالک کو پکارتے رہیں گے، اور ہزار سال کے بعد جواب ملے گا تو یہ کہ: بک بک مت کرو۔ تم پر موت نہیں آئے گی بلکہ تم کو ہمیشہ اسی حالت میں رہنا ہے) مالک داروغۂ جہنم کا مایوس کن جواب سن کر وہ آپس میں کہیں گے کہ اب اپنے رب ہی کو بلا واسطہ پکارو، کیونکہ تمہارے رب سے بہتر تو کوئی نہیں۔ چنانچہ وہ التجاء کریں گے:

''اے ہمارے پروردگار! ہماری بدبختی ہم پر غالب آ گئی اور کوئی شک نہیں کہ ہم گمراہ رہے۔ اے ہمارے پروردگار! ہمیں اس دوزخ سے نکال دے اگر دوبارہ ہم نے وہی کیا جو پہلے کرتے تھے تو ہم بڑے ظالم ہوں گے''۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب وہ ہر طرف سے مایوس ہو کر گدھے کی طرح آواز نکالنے اور حسرت و ویل پکارنے لگیں گے۔ (بحوالہ ترمذی شریف)

جہنم کے کھانے کی ایک قسم ضَرِیع''، یعنی آگ کے کانٹے

سورہ غاشیہ میں ارشاد فرمایا ہے کہ :تسقٰی من عینٍ اٰنیۃٍ ط لیسَ لھُم طعام'' الا مِن ضَرِیعٍ ط لا یسمنُ وَلا یغنیِ من جوعٍ ط

''دوزخیوں کو کھولتے ہوئے چشمے کا پانی پلایا جائے گا اور سوائے جھاڑ کانٹوں والے کھانے کے ان کے لیے کچھ کھانا نہ ہوگا جو نہ طاقت دے گا نہ بھوک دور کرے گا''۔

صاحب مرقاۃ لکھتے ہیں کہ ضریع حجاز میں ایک کانٹے دار درخت کا نام ہے جس کی خباثت کی وجہ سے جانور بھی پاس نہیں پھٹکتے ہیں۔ یہاں ضریع سے آگ کے کانٹے مراد ہیں۔ جو ایلوے سے کڑوے، مردہ سے زیادہ بدبُو دار اور آگ سے زیادہ گرم ہوں گے اور جن کو بہت زیادہ کھانے کے بعد بھی بھوک دور نہ ہوگی۔ (بحوالہ مرقاۃ جلد اول)

جہنم کے کھانے کی ایک قسم غِسلِین (زخموں کا دھوون)

سورہ حاقہ میں ارشاد ہے کہ :فلیسَ لہُ الیومَ ھھُنا حمیم'' وّ لا طعام'' الا من

غسلینِ لا لا یأکلہ' الا الخاطئونَ ۔

''آج اس کا کوئی دوست نہیں، اور نہ کچھ کھانے کو ہی ہے، سوائے زخموں کے دھوون کے جسے صرف گنہگار کھائیں گے''۔

جہنم کے کھانے کی ایک قسم زَقُّوم'' (سینڈھ)

سورۂ دُخان میں فرمایا: انّ شجرۃَ الزّقومِ طعامُ الاثیم ° کالمھلِ ج یغلِی فی البطونِ کغلیِ الحمیمِ ط

''بیشک گنہگار کی غذا پگھلے ہوئے تانبے جیسے زقوم کا درخت ہے جو پیٹوں میں گرم پانی کی طرح کھولے گا''۔

سورہ واقعہ میں فرمایا ہے: ثمّ انکم ایّھا الضّالّونَ المکذبونَ لاٰ کلونَ من شجرۃٍ من زقومٍ لا فما لئونَ منھا البطونَ ۵ فشٰربونَ علیہِ منَ الحمیمِ ۵ فشٰربونَ شربَ الھیمِ ۵ ھذَا نذلھُم یومَ الدّینِ ط

''پھر اے جھٹلانے والے گمراہ لوگو! تم زقوم کے درخت کھاؤ گے اور اس سے اپنے پیٹ بھر لو گے، پھر اوپر سے کھولتا ہوا پانی پیو گے، جیسے پیاسے اونٹ پیتے ہیں۔ قیامت کے روز اس طرح ان کی مہمانی ہوگی''۔

سورہ صافات میں فرمایا: انّھا شجرۃٌ تخرجُ فی اصلِ الجحیمِ ۵ طلعھا کانّہ' رءوسُ الشیٰطین ط

''بلاشبہ وہ (زقوم) ایک درخت ہے جو دوزخ کی جڑ میں سے نکلتا ہے۔ اس کے پھل ایسے ہیں جیسے سانپوں کے پھن''۔

فائدہ:۔ زقوم کا ترجمہ سینڈھ کیا جاتا ہے جو مشہور کڑوا درخت ہے، لیکن یہ صرف سمجھانے کے لیے ہے کیونکہ وہاں کی ہر چیز کڑواہٹ اور بدبو وغیرہ میں یہاں کی چیزوں سے کہیں زیادہ بدتر ہے، کیا ہی برا منظر ہوگا جب کہ اس درخت سے کھائیں گے، اور پھر اوپر سے کھولتا ہوا پانی پیئں گے اور وہ بھی تھوڑا بہت نہیں بلکہ پیاسے اونٹوں کی طرح خوب پیئں گے۔ اعاذَنَا اللّٰہُ تعالیٰ من

الزّقومِ وَ الحميمِ وَ سائرِ انواعِ عذابِ الجحيمِ ط

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اگر زقوم کا ایک قطرہ بھی دنیا میں ٹپکا دیا جائے تو وہ یقیناً تمام دنیا والوں کی غذائیں بگاڑ ڈالے، اب بتاؤ کہ اس کا کیا حال ہوگا جس کی خوراک ہی زقوم ہوگی۔ (بحوالہ الترغیب والترھیب)

حاکم کی روایت میں ہے کہ خدا کی قسم اگر زقوم کا ایک قطرہ دنیا کے دریاؤں میں ڈال دیا جائے تو وہ یقیناً تمام دنیا والوں کی غذائیں کڑوی کر دے۔ تو بتاؤ، اس کا کیا حال ہوگا۔ جس کا کھانا زقوم ہوگا۔ (بحوالہ ترمذی شریف)

جہنم والوں کا پینا اور اس کی مختلف قسمیں

جہنم کے پینے کی ایک قسم غسّاق

سورہ نبأ میں ارشاد ہے: لا یذُوقون فیھا برداً وّلا شراباً الا حمیمًا وّ غسّاقًا.

''وہ اس دوزخ میں کھولتے ہوئے پانی اور غسّاق کے علاوہ کسی ٹھنڈک اور پینے کی چیز کا مزہ تک نہ چکھ سکیں گے''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر غسّاق کا ایک ڈول دنیا میں ڈال دیا جائے تو تمام دنیا والے سڑ جائیں۔ غسّاق کیا چیز ہے؟ اس کے متعلق اکابر امت کے مختلف اقوال ہیں۔ صاحب مرقاۃ نے چار قول نقل کیے ہیں۔

۱۔ دوزخیوں کی پیپ اور ان کا دھوُن مراد ہے۔

۲۔ دوزخیوں کے آنسو مراد ہیں۔

۳۔ زمہریر یعنی دوزخ کا ٹھنڈک والا عذاب مراد ہے۔

۴۔ غسّاق سڑی ہوئی اور ٹھنڈی پیپ ہے جو ٹھنڈک کی وجہ سے پی نہ جا سکے گی (مگر بھوک کی وجہ سے پینی پڑے گی)۔ بہر حال غسّاق بہت ہی بری چیز ہے جو بہت زیادہ بدبودار ہے۔ اللھمَّ اعذنَا منہُ۔ (بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

جہنم کے پینے کی ایک قسم مَاءٍ کَالمُھلِ (کیٹ)

سورہ کہف میں فرمایا: وَان یستغیثُوا یغاثُوا بمآءٍ کالمُھلِ یشوِی الوجوہَ ط بئس الشرابُ وَ ساءَت مُرتفقاً ط

''اوراگر (پیاس سے تڑپ کر) فریاد کریں گے توان کوایسا پانی دیا جائے گا۔ جوتیل کی تلچھٹ (کیٹ) کی طرح ہوگا جو چہروں کو بھون ڈالے گا۔ کیا ہی برا پانی ہے۔ اور دوزخ کیا ہی بری جگہ ہے''۔

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کے لفظ'' کالمھل'' کی تفسیر میں فرمایا کہ وہ روغن زیتون کی تلچھٹ کی طرح ہوگا پس جب اس کے پاس (یعنی دوزخی کے) قریب لایا جائے گا تو اس کے چہرے کی کھال اس میں گر پڑے گی نیز دوزخ کے پردوں (سرادق النار) کے بارے میں فرمایا کہ یہ چار دیواریں ہوں گی ہر دیوار کی موٹائی چالیس سال کی مسافت کے برابر ہوگی''۔ نیز فرمایا کہ غساق کا ایک ڈول دنیا میں ڈال دیا جائے تو تمام اہل دنیا بدبودار ہو جائیں۔ (بحوالہ ترمذی شریف)

جہنم کے پینے کی ایک قسم مَاءٍ صدِیدٍ (پیپ کا پانی)

سورہ ابراہیم میں ارشاد ہے: وَ یسقٰی من مّآءٍ صَدیدٍ ٥ لا تیجرّعہ' وَلا یکادُ یسیغہ' وَیأتیہِ الموتُ من کلّ مکانٍ وّ ما ھوَ بمیّتٍ ٥ (سورۃ ابراہیم)

''اور دوزخی کو پیپ کا پانی پلایا گائے گا جس کو وہ گھونٹ گھونٹ کر کے پئے گا اور اس کو گلے سے مشکل سے اتار سکے گا۔ اور اس کو ہر طرف سے موت (آتی ہوئی) نظر آئے گی۔ مگر وہ مرے گا نہیں''۔ یعنی ہر طرف سے طرح طرح کے عذاب دیکھ کر سمجھے گا کہ اب میں مرا، اب مرا، مگر وہاں موت نہ ہوگی کہ مرکر ہی پاپ کٹ جائے، اور عذاب سے رہائی ہو سکے۔

''حضرت امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کریمہ:

وَیسقٰی من مّآءٍ صَدیدٍ تیجرّعہ' (ابراہیم:١٦)

''اور اس کو دوزخ میں ایسا پانی پینے کو دیا جائے گا جو کہ پیپ لہو (کے) مشابہ ہوگا جس کو

گھونٹ گھونٹ کر کے پیوے گا" کی تفسیر میں فرمایا کہ یہ پانی دوزخی کے منہ کے قریب کیا جائے گا وہ اس سے گھن کرے گا پھر جب اس کے منہ سے لگایا جائے گا تو اس کے چہرے کو بھون دے گا اور اس کے سر کا چمڑا اگر جائے گا پھر جب وہ اسے پئے گا تو وہ اس کی انتڑیوں کو کاٹ ڈالے گا حتیٰ کہ اس کے پچھلے راستے سے نکل جائیں گی حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں:

وَسقُوا ماءً حمیماً فقطعَ امعآءَ ھُم (محمد:۱۰)

"اور کھولتا ہوا پانی ان کو پینے کو دیا جاوے گا سو وہ ان کی انتڑیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا"۔ نیز فرماتے ہیں: وَان یستغیثُوا یغَاثُو ا بمآءِ کالمُھلِ.

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہنم میں کھولتا ہوا پانی کافروں کے سروں پر ڈالا جائے گا۔ پس وہ سروں سے نفوذ کر جائے گا۔ یہاں تک کہ جب پیٹ تک پہنچے گا تو پیٹ کے اندر کی تمام انتڑیوں کو بہا لے جائے گا' یہاں تک کہ وہ دوزخی کے قدموں سے نکل جائیں گی اور یہی صہر ہے جس کو قرآن کریم کی اس آیت میں بیان فرمایا ہے:

یصھرُ به مَا فی بطونھِم وَ الجلودِ (الحج:۲۰)

"اس سے ان کے پیٹ کی چیزیں (انتڑیاں) اور (ان کی کھالیں سب گل جاویں گی)"۔ پھر دوبارہ۔ سہ بارہ اس کے ساتھ یہی معاملہ کیا جائے گا۔

جہنم کے پینے کی ایک قسم حَمیم" (کھولتا ہوا پانی)

سورہ محمد میں ارشاد فرمایا: وَ سقُوا ماءً حمیماً فقطعَ امعآءَ ھُم ط

"اور دوزخیوں کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جو ان کی آنتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گا"۔

جہنم کی ایک سزا دوزخ کا ایندھن

قرآن حکیم میں ارشاد ہے: یـآ یّھا الّذینَ امنوا قوُاانفسکُم وَ اھلیکم نارًا وقودھَا النّاسُ وَ الحجارۃُ. "اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ

جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں"۔

فائدہ:۔ پتھروں سے کیا مراد ہے؟ اس کے متعلق حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ پتھر دوزخ کا ایندھن ہیں وہ کبریت (یعنی گندھک) کے پتھر ہیں جو اللہ تعالیٰ نے قریب والے آسمان میں اس دن پیدا کیئے تھے جس دن آسمان وزمین پیدا فرمائے تھے۔ پھر فرمایا۔ یہ پتھر کفار (کے عذاب) کے لیے تیار کیئے فرمائے ہیں۔ (بحوالہ ترغیب والترھیب)

ان پتھروں کے علاوہ مشرکین کی وہ مورتیاں بھی دوزخ میں ہوں گی جن کی وہ پوجا کرتے تھے چنانچہ سورہ انبیاء میں ہے۔

انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم ط انتم لھا واردون ط

"اے مشرکو! بیشک تم اور تمہارے وہ معبود جن کی خدا کے سوا پوجا کرتے ہو سب کے سب اس میں داخل ہوگے"۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس روز دوزخ کو لایا جائے گا۔ جس کی باگیں ستر ہزار ہوں گی اور ہر باگ پر ستر ہزار فرشتے مقرر ہوں گے، جو اس کو کھینچ رہے ہوں گے۔ (بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

حافظ عبدالعظیم منذری رحمۃ اللہ علیہ نے الترغیب والترھیب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد نقل فرمایا ہے کہ بالفرض اگر اس وقت فرشتے دوزخ کی باگیں چھوڑ دیں تو ہر نیک و بد کو اپنے نرغہ میں لے لے۔ (الترغیب)

جہنم کی زنجیروں کی لمبائی

سورہ حاقّہ میں ارشاد فرمایا: خذوہُ فغلوہُ ° ثمّ الجحیمَ صلّوہُ ° ثمّ فی سلسلۃِ ذرعھا سبعونَ ذراعًا فاسلکوہُ ط

"(فرشتوں کو حکم ہوگا کہ) اس کو پکڑو پھر اس کو طوق پہنادو پھر دوزخ میں داخل کردو پھر ایسی زنجیر میں جکڑ دو جس کی پیمائش ستر گز ہے"۔

حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ بیان القرآن میں لکھتے ہیں کہ اس گز کی مقدار خدا کو معلوم

ہے کیونکہ یہ گز وہاں کا ہوگا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر رانگ کا ایک حصہ زمین کی طرف آسمان سے چھوڑ دیا جائے تو رات کے آنے سے پہلے زمین تک پہنچ جائے جو پانچ سو سال کی مسافت ہے اور اگر رانگ کا وہ حصہ دوزخی کی زنجیر کے سرے سے چھوڑ اجائے تو دوسرے سرے تک پہنچنے سے چالیس سال تک چلتا رہے گا۔ (بحوالہ تفسیر ابن کثیر)

اس سے معلوم ہوا کہ دوزخیوں کے جکڑنے کی زنجیریں آسمان اور زمین کے درمیانی فاصلہ سے بھی لمبی ہوں گی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ یہ زنجیریں اس کے جسم میں پرو دی جائیں گی۔ پائخانے کے راستے ڈالی جائیں گی، پھر اس کے منہ سے نکالی جائیں گی پھر اسے آگ میں اس طرح بھونا جائے گا جیسے سیخ میں ٹڈی بھونی جاتی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

''حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھوپڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر اس کھوپڑی کی مثل سیسے کا گولہ آسمان سے زمین پر پھینکا جائے تو رات سے پہلے زمین پر آرہے گا، حالانکہ یہ پانچ سو سال کی مسافت ہے اور اگر یہی سیسے کا گولہ زنجیر کے سرے سے پھینکا جائے اور چالیس سال تک دن رات چلتا رہے تب بھی اس کی انتہا کو (یا فرمایا کہ اس کی تہ تک) نہیں پہنچے گا''۔ (بحوالہ ترمذی شریف)

تشریح: قرآن کریم میں دوزخ کی ان زنجیروں کا ذکر ہے جن میں جہنمیوں کو جکڑا جائے گا، قرآن کریم میں اس زنجیر کی پیمائش ستر گز فرمائی گئی۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں کہ خود اس گز کی لمبائی کتنی ہوگی۔ آخرت کے امور کا قیاس اور اندازہ دنیا کے کسی پیمانے سے نہیں کیا جاسکتا۔ الغرض اس حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ جو چیز پانچ سو سال کی مسافت صرف ایک دن میں رات سے پہلے طے کرسکتی ہے وہی چیز دوزخی زنجیر کی مسافت کو چالیس برس میں بھی طے نہیں کرسکتی۔ اس سے اس کے طول کا کچھ اندازہ ہوسکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیسے کے گولے کا ذکر بطور خاص اس لیے فرمایا کہ سیسہ نہایت وزنی دھات ہے، اور چیز جتنی زیادہ وزنی ہو اسی قدر سرعت سے نیچے کو گرتی ہے۔ خصوصاً جب کہ گولے کی شکل میں ہو تو اس کی رفتار اور بھی تیز ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

جہنم کے سانپ بچھو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیشک جہنم میں بڑی لمبی گردنوں والے اونٹوں کے برابر سانپ ہیں۔(جن کے زہریلے مادہ کی حقیقت یہ ہے کہ)ایک بار جب ان سے ایک سانپ ڈسے گا،تو دوزخی چالیس سال تک اس کی سوزش محسوس کرتا رہے گا۔(پھر فرمایا)اور بیشک دوزخ میں پالان سے لدے ہوئے خچروں کی طرح بچھو ہیں(جن کے زہریلے مادہ کی حقیقت یہ ہے کہ ایک بار جب ان میں سے ایک بچھو ڈسے گا تو دوزخی چالیس سال تک اس کی سوزش محسوس کرتا رہے گا۔ (بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

قرآن شریف میں ہے زِدنا هُم عذاباً فوقَ العذابَ(یعنی ہم ان کے لیے عذاب پر عذاب بڑھادیں گے اس شرارت کے بدلے جو وہ کرتے تھے)۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ آگ کے عام عذاب کے علاوہ ان کے لیے یہ عذاب بڑھادیا جائے گا۔کہ ان پر بچھو مسلط کیے جائیں گے جن کے لیے بڑے دانت لمبی لمبی کھجوروں کے برابر ہوں گے۔ (بحوالہ الترغیب والترھیب)

سورۂ مدثر میں ارشاد ہے:علیهَا تسعةَ عشرَ ؕ ''دوزخ پر انیس فرشتے مقرر ہوں گے''۔

فائدہ:۔ان انیس میں سے ایک مالک ہے اور باقی خازن ہیں اور گو دوزخیوں کو سزا دینے کے لیے ان میں سے ایک فرشتہ بھی کافی ہے،مگر مختلف قسم کے عذاب دینے اور عذاب کے انتظام کے لیے ۱۹ فرشتے مقرر ہیں جن کے متعلق سورہ تحریم میں ہے۔

علیهَا ملٰئکة غِلاَظ شدَاد لّا یعصونَ اللّٰهَ مَا امرهُم وَ یفعلونَ مَا یؤ مرونَ ؕ ''اس پر سخت اور مضبوط فرشتے مقرر ہیں۔جو اللہ کی(ذرا)نافرمانی اس کے حکم میں نہیں کرتے اور جو حکم ہوتا ہے وہی کرتے ہیں''۔

بیان القرآن میں درمنثور سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ پر مقرر شدہ فرشتوں میں سے ہر ایک کی تمام جنات وانسانوں کی برابر قوت ہے۔

جہنم کا سانس

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب سخت گرمی ہو تو ظہر کی نماز پڑھا کرو۔ کیونکہ گرمی کی سختی دوزخ کی تیزی کی وجہ سے ہوتی ہے (پھر فرمایا کہ) دوزخ نے اپنے رب کی بارگاہ میں شکایت کی کہ (میری تیزی بہت بڑھ گئی ہے حتیٰ کہ میرے کچھ حصے دوسرے حصوں کو کھائے جاتے ہیں لہٰذا مجھے اجازت دی جائے، کہ کسی طرح اپنی گرمی ہلکی کروں) چنانچہ رب العلمین نے اس کو دو مرتبہ سانس لینے کی اجازت دی ایک سانس سردی کے موسم میں اور ایک گرمی کے موسم میں لہٰذا سب سے زیادہ سخت گرمی جو تم محسوس کرتے ہو دوزخ کی گرمی کا اثر ہے (جو سانس کے ساتھ باہر آتی ہے) اور سب سے زیادہ سخت سردی جو محسوس کرتے ہو دوزخ کے سرد حصہ کا اثر ہے۔

(بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ دوپہر کو روزانہ دوزخ دہکایا جاتا ہے۔

یہاں پہنچ کر ذرا چشم عبرت کھولئے کہ اس دنیا کی معمولی سردی اور گرمی کو انسان برداشت نہیں کر سکتا، جو دوزخ کے سانس سے پیدا ہوئی ہے۔ پھر بھلا دوزخ کی اصل گرمی اور سردی کیسے برداشت کریگا۔ **فاعتبروا یا اولی الابصار**. کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ کروڑوں انسان ایسے ہیں جو اس دنیا کی معمولی سردی اور گرمی سے بچنے کا تو اہتمام کرتے ہیں مگر دوزخ سے بچنے کا ان کو کچھ دھیان نہیں۔

جہنم کی آگ اور اندھیری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ کو ایک ہزار برس تک دھونکایا گیا۔ تو اس کی آگ سرخ ہوگی پھر ایک ہزار برس تک دھونکایا گیا تو اس کی آگ سفید ہوگئی، پھر ایک ہزار برس تک دھونکایا گیا تو اس کی آگ سیاہ ہوگئی، چنانچہ دوزخ اب سیاہ ہے۔ اندھیری رات کی طرح تاریک ہے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ اس کی لپٹ سے اس میں روشنی نہیں ہوتی۔ یعنی ہمیشہ اندھیرا ہی رہتا ہے، بخاری و مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری یہ آگ (جس کو تم جلاتے ہو) دوزخ کی آگ کا ستروا‌ں حصہ ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا (جلانے کو تو)

یہی بہت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا (ہاں اس کے باوجود) دنیا کی آگوں سے دوزخ کی آگ گرمی میں ۶۹ درجہ بڑھی ہوئی ہے۔ (بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخیوں میں سب سے ہلکا عذاب اس شخص پر ہوگا۔ جس کی دونوں جوتیاں اور تسمے آگ کے ہوں گے جن کی وجہ سے ہانڈی کی طرح اس کا دماغ کھولتا ہوگا وہ سمجھے گا کہ مجھے ہی سب سے زیادہ عذاب ہو رہا ہے۔ حالانکہ اس کو سب سے کم عذاب ہوگا۔ (بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن ایک ایسے دوزخی کو جو دنیا میں تمام انسانوں سے زیادہ لذت اور عیش میں رہا تھا پکڑ کر ایک مرتبہ دوزخ میں غوطہ دیا جائے گا پھر اس سے پوچھا جائے گا۔ اے ابن آدم کیا تو نے کبھی نعمت دیکھی ہے، کیا کبھی تجھے آرام نصیب ہوا ہے؟ اس پر وہ کہے گا خدا کی قسم اے رب نہیں! (میں نے کبھی آرام نہیں پایا) پھر فرمایا کہ قیامت کے دن ایک ایسے جنتی کو جو دنیا میں تمام انسانوں سے زیادہ مصیبت میں رہا تھا اسے پکڑ کر جنت میں غوطہ دیا جائے گا پھر اس سے پوچھا جائے گا۔ اے ابن آدم کیا کبھی تو نے مصیبت دیکھی ہے؟ کیا کبھی تجھ پر سختی گزری ہے؟ وہ کہے گا۔ خدا کی قسم اے رب مجھ پر کبھی سختی نہیں گزری اور میں نے کبھی مصیبت نہیں دیکھی۔

جہنم میں جہنمیوں کے داخلے کی کیفیت

قرآن شریف کی آیات میں دوزخیوں کے داخلہ کی کیفیت کئی جگہ بیان کی گئی ہے جن میں یہ بھی ہے کہ دوزخی پیاس کی حالت میں جہنم رسید کئے جائیں گے، اور دوزخ میں جانے سے پہلے دروازے پر کھڑا کر کے ان سے فرشتے سوال و جواب بھی کریں گے، ذیل کی آیات سے یہ مضامین خوب واضح طور پر سمجھ میں آجاتے ہیں۔

سورہ صافات میں ارشاد ہے:۔

احشُرُ وا الذینَ ظلموا وَاَزْواجھُم وَما کانُوا یعبدونَ من دونَ اللّٰہِ فاھدوھُم الیٰ صراطِ الجحیم ° وَقفو ھُم انّھُم مسئولونَ مالکم لاتناصرونَ ° بَل ھُم الیومَ

مستسلمونَ (سورۃ صافات)

(فرشتوں کو حکم ہوگا کہ) جمع کرو ظالموں کو اور ان کے ہم مشربوں کو اور ان کے معبودوں کو جن کی وہ لوگ خدا کو چھوڑ کر پوجا کرتے تھے۔ پھر ان سب کو دوزخ کا راستہ دکھاؤ (اور پھر حکم ہوگا اچھا ذرا) ان کو ٹھہراؤ ان سے سوال کیا جائے گا۔ (چنانچہ سوال ہوگا) کہ اب تم کو کیا ہوا ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے (اس پر بھی وہ ایک دوسرے کی کچھ مدد نہ کریں گے) بلکہ سب کے سب سر جھکائے کھڑے رہیں گے۔

سورہ مریم میں ارشاد فرمایا:۔وَ نسوقُ المجرِمینَ الیٰ جھنّمَ وِردًا . (سورۃ مریم)
"اور ہم مجرموں کو دوزخ کی طرف پیاسا ہانکیں گے"۔

سورہ قمر میں فرمایا:۔ یومَ یسحبون فِی النارِ علیٰ وُجوھِھِم ذوقوا مسَّ سقرَ ط
(سورۃ قمر)

"جس روز مجرمین منہ کے بل جھنم میں گھسیٹے جائیں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ دوزخ کی آگ کا مزہ چکھو"۔

سورہ شعراء میں فرمایا:۔فکبکبُوا فیھَا ھُم وَا لغاو'نَ ط وَ جنودُ ابلیسَ اجمعونَ
"پھر وہ (مشرکین) اور گمراہ لوگ اور ابلیس کا لشکر سب کے سب دوزخ میں اوندھے منہ ڈال دیئے جائیں گے"۔

سورہ رحمٰن میں فرمایا:۔ یعرفُ المجرمونَ بسیمٰھُم فیؤخذُ بالنّوَا صی وَالاقدامِ
"مجرم لوگ اپنے حلیہ سے پہچانے جائیں گے (کیونکہ ان کے چہرے سیاہ اور آنکھیں نیلی ہوں گی) پھر ان کے سر کے بال اور پاؤں پکڑ لیے جائیں گے (اور ان کو گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا)"۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول اس آیت شریفہ کی تفسیر میں یوں نقل کیا گیا ہے کہ مجرم کے ہاتھ اور پیر موڑ کر اکٹھے کر دیئے جائیں گے۔ پھر لکڑیوں کی طرح توڑ مروڑ دیا جائے گا۔ (اور جہنم میں جھونک دیا جائے گا)۔ (بحوالہ احوالِ جہنم)

جہنم والوں کا پل صراط سے گزر کر جہنم میں گرنا

دوزخ کی پشت پر پل قائم کیا جائے گا۔ جس کو پل صراط کہتے ہیں، تمام نیک اور بدلوگوں کو اس پر ہو کر گزرنا ہوگا۔ قرآن حکیم میں ہے۔

وَ ان مّنکُم الّا وَارِدُھا کانَ علیٰ ربّکَ حتماً مَّقضیاً ؕ (سورۃ مریم)

''اور تم میں ایسا کوئی بھی نہیں جس کا اس دوزخ پر گزر نہ ہو (قیامت کے دن)''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ کی پشت پر پل صراط قائم کیا جائے گا۔ اور میں نبیوں میں سب سے پہلے اپنی امت کو لے کر اس پر سے گزروں گا اور اس دن صرف رسول ہی بولیں گے۔ اور ان کا کلام صرف یہ ہوگا۔ اللھُمّ سَلِّم سَلِّم (اے اللہ سلامت رکھ سلامت رکھ) پھر فرمایا کہ جہنم میں سعدان کے کانٹوں کی طرح مڑی ہوئی کیلیں ہیں جن کی بڑائی اللہ ہی کو معلوم ہے وہ کیلیں پل صراط پر چلنے والوں کو بداعمالیوں کی وجہ سے گھسیٹ کر دوزخ میں گرانے کی کوشش کریں گی جس کے نتیجہ میں بعض لوگ ہلاک ہو کر (دوزخ میں) گر جائیں گے۔ اور کبھی نہ نکل سکیں گے، یہ کافر ہوں گے، اور بعض کٹ کٹا کر دوزخ میں گر جائیں گے۔ اور پھر نجات پا جائیں گے، (یہ فاسق ہوں گے) دوسری روایت میں ہے کہ بعض مؤمن پلک جھپکنے میں گزر جائیں گے، اور بعض بجلی کی طرح گزر جائیں گے، اور بعض ہوا کی طرح اور بعض پرندوں کی طرح اور بعض تیز گھوڑوں اور اونٹوں کی طرح اور بعض تیزی کے ساتھ دوڑنے کی طرح اور بعض پیدل چلنے کی طرح اور بعض (بچہ کی طرح) گھسٹتے ہوئے گزر جائیں گے ان رفتاروں میں بعض سلامتی کے ساتھ نجات پا جائیں گے۔ اور بعض (کیلوں سے) چھل چھلا کر چھوٹ جائیں گے اور بعض دوزخ میں اوندھے منہ دھکیل دیئے جائیں گے۔ (بحوالہ الترغیب والترھیب)

حضرت کعبؓ فرماتے تھے کہ جہنم اپنی پشت پر تمام لوگوں کو جما لے گی، جب سب نیک و بد جمع ہو جائیں گے تو اللہ جلّ شانہٗ کا ارشاد ہوگا کہ تو اپنے کو پکڑ لے جنتیوں کو چھوڑ دے۔ چنانچہ جہنم بُروں کا نوالہ کر جائے گی، جن کو وہ اس طرح پہچانتی ہوگی جیسے تم اپنی اولاد کو پہچانتے ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

حاصل یہ ہے کہ جنت والے پار ہو کر جنت میں پہنچ جائیں گے جن کے لیے جنت کے دروازے کھلے ہوئے ہوں گے اور دوزخی دوزخ میں جھونک دیئے جائیں گے، جس کو اللہ جل شانہٗ نے یوں بیان فرمایا۔ ثمّ ننجّی الذینَ اتقوا وّ نذرُ الظالمینَ فیها جثیاً ط

''پھر ہم ان کو نجات دیں گے جو ڈرا کرتے تھے اور ظالموں کو اس دوزخ میں ایسی حالت میں رہنے دیں گے کہ گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے''۔

جہنم والوں کا داخلے کے وقت ایک دوسرے پر لعنت کرنا

دوزخی آپس میں یہاں بڑی محبتیں رکھتے تھے، اور ایک دوسرے کے اکسانے اور پھسلانے پر کفر و شرک کے کام کیا کرتے تھے، لیکن جب سب اپنے کردار بد کا نتیجہ دوزخ میں جانے کی صورت میں دیکھیں گے تو ایک دوسرے پر لعنت کی بوچھاڑ کریں گے

سورہ اعراف میں ارشاد ربانی ہے۔ کلّما دخلت امةٌ لعنت اختها حتّٰی اذا ادّارکوا فیها جمیعًا قالت اخراهُم لاُولٰهُم ربّنا هؤلاءِ اضلّو نا فاٰتِهِم عذاباً ضعفًا من النّارِ ط (سورۃ اعراف)

''جس وقت بھی کوئی جماعت داخلِ دوزخ ہوگی اپنی جیسی دوسری جماعت کو لعنت کرے گی یہاں تک کہ جب سب اس میں جمع ہو جائیں گے، تو پچھلے لوگ پہلے لوگوں کی نسبت کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ان لوگوں نے گمراہ کیا تھا۔ سو ان کو دوزخ کو عذاب دوگنا دیجیے''

جہنم میں جانے والوں کی تعداد

رسول اللہ صلی الہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کو خطاب کر کے فرمائیں گے اے آدم! وہ عرض کریں گے۔ لبیکَ وَ سعدیکَ وَالخیرُ کلّه' فی یدیکَ (میں حاضر ہوں اور حکم کا تابع ہوں اور ساری بہتری آپ ہی کے ہاتھ میں ہے) اللہ جل شانہٗ فرمائیں گے (اپنی اولاد میں سے) دوزخی نکال دو۔ وہ عرض کریں گے دوزخی کتنے ہیں؟ ارشاد ہوگا کہ فی ہزار ۹۹۹ ہیں۔ یہ سن کر اولاد آدم کو سخت پریشانی ہوگی اور (رنج و غم کی وجہ سے) اس وقت بچے بوڑھے ہو جائیں گے، اور حاملہ عورتوں کا حمل گر جائے گا، اور لوگ حواس باختہ ہو جائیں گے اور

حقیقت میں بے ہوش نہ ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب سخت ہوگا۔ (جس کی وجہ سے بدحواسی ہو جائے گی)۔ یہ سن کر حضرات صحابہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ وہ ایک جنتی ہم میں سے کون ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں خوش ہو جاؤ کیونکہ یہ تعداد اس طرح ہے کہ ایک تم سے اور ایک ہزار یاجوج ماجوج ہیں۔ (بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

مطلب یہ ہے کہ یاجوج ماجوج کی تعداد بہت زیادہ ہے اگر تم میں اور ان میں مقابلہ ہو تو تم میں سے ایک شخص کے مقابلہ میں ایک ہزار آئیں گے اور چونکہ وہ بھی آدم ہی کی نسل ہیں ان کو ملا کر فی ہزار ۹۹۹ دوزخ میں جائیں گے۔

جہنم میں عذاب کے مختلف طریقے

دوزخ کی آگ اور اس کی سخت گرمی، سانپ، بچھو کھانے پینے کی چیزیں، اندھیرا یہ سب کچھ عذاب ہی عذاب ہوگا مگر یہ جو کچھ اب تک ذکر کیا گیا۔ دوزخ کے عذاب کا تھوڑا سا حصہ ہے قرآن وحدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان طریقوں کے علاوہ بھی بہت سے طریقوں سے عذاب دیا جائیگا جن میں سے چند ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔

جہنم میں صَھْر (گرم پانی سر پر ڈالا جائیگا)

سورہ حج میں ارشاد فرمایا: یصبُّ من فوقِ رؤسِهِمُ الحميم ط يصهرُ به مافى بطونهِم وَالجلودُ (سورۃ حج)

"ان کے سروں پر جلتا جلتا پانی ڈالا جائے گا۔ جس کی تیزی سے ان کے پیٹ میں سے اور کھال میں سے سب کچھ گل کر باہر نکل آئے گا"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بیشک کھولتا ہوا پانی ضرور دوزخیوں کے سروں پر ڈالا جائے گا۔ جو ان کے پیٹوں میں پہنچ کر ان تمام چیزوں کو کاٹ دے گا جو ان کے پیٹوں کے اندر ہیں اور آخر میں قدموں سے نکل جائیگا۔ اس کے بعد پھر دوزخی کو ویسا ہی کر دیا جائیگا جیسا تھا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ آیت میں جو لفظ "یصھر" ہے اس کا یہی مطلب ہے۔ (بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

جہنم میں مَقَامِع (گرز)

سورہ حج میں ارشاد فرمایا:۔ وَلهُم مّقامعُ من حديدٍ ط كلّمآ اردُوا ان يخرجُو منها من غمّ اعيدُوا فيها وَذوقوا عذابَ الحريقِ ط (سورۃ حج)

''اور دوزخیوں (کے مارنے) کے لیے لوہے کے گرز ہیں وہ لوگ جب بھی دوزخ کی گھٹن سے نکلنا چاہیں گے پھر اسی میں دھکیل دیئے جائیں گے۔ اور ان سے کہا جائے گا کہ جلنے کا عذاب چکھتے رہو۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ دوزخ کا لوہے والا ایک گرز زمین پر رکھ دیا جائے تو اگر اس کو تمام جنات اور انسان مل کر اٹھانا چاہیں تو نہیں اٹھا سکتے۔ (بحوالہ الترغیب والترھیب)

اور ایک روایت میں ہے کہ جہنم کا لوہے کا گرز اگر پہاڑ پر مار دیا جائے تو وہ یقیناً ریزہ ریزہ ہو کر راکھ ہو جائے گا۔

جہنم میں کھال پلٹ دی جائے گی

سورہ نساء میں ارشاد فرمایا: كلّما نضجتْ جلودُهم بدّ لنهُم جلودًا غيرَها ليذوقو العذابَ۔ (سورۃ النساء)

''جب بھی ان کی کھالیں جل جائیں گی ہم ان کو دوسری کھالیں بدل دیں گے، تا کہ عذاب چکھتے رہیں''۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ روزانہ ستر ہزار مرتبہ آگ جلائے گی۔ ہر مرتبہ جب آگ جلائے گی تو کہا جائے گا۔ جیسے تھے ویسے ہی ہو جاؤ چنانچہ وہ ویسے ہی ہو جائیں گے۔ (بحوالہ تفسیر ابن کثیر)

جہنم میں صَعُود (آگ کا پہاڑ)

سورہ مدثر میں ہے: سَارهقه' صَعودًا ط ''عنقریب میں اس کو صعود پر چڑھاؤں گا۔ (جو دوزخ میں آگ کا پہاڑ ہے)''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ 'صَعُود'' ''آگ کا پہاڑ ہے جس پر دوزخی کو

ستر سال تک چڑھایا جائے گا، پھر ستر سال تک اوپر سے گرایا جائے گا (یعنی ستر سال گرتے گرتے نیچے پہنچے گا، اور ہمیشہ اس کے ساتھ ایسا ہی ہوتا رہے گا۔ (بحوالہ مشکوۃ شریف)

جہنم میں طوق

اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے: انّا اعتدنَا للکٰفرینَ سلاسلَ وَاغللاً وّسعیرًا .

''اور ہم نے کافروں کے لیے زنجیریں، طوق اور دہکتی آگ تیار کر رکھی ہے''۔

سورہ مؤمن میں ہے: فسوفَ یعلمونَ اذالاغلٰلُ فی اعناقِھِم وَالسّلٰسلُ یسحبونَ فی الحمیمِ ط ثمّ فی النّارِ یسجرونَ.

''ان کو عنقریب معلوم ہو جائیگا جب کہ طوق ان کی گردنوں میں ہوں گے اور (ان طوقوں میں) زنجیریں (پروئی ہوئی ہوں) گی۔ اور اس طرح وہ گھسیٹتے ہوئے گرم پانی میں لے جائے جائیں گے، پھر آگ میں جھونک دیئے جائیں گے''۔

ابن ابی حاتم کی ایک مرفوع حدیث ہے کہ ایک جانب سے سیاہ بادل اٹھے گا جسے دوزخی دیکھیں گے، ان سے پوچھا جائے گا۔ تم کیا چاہتے ہو؟ وہ دنیا پر قیاس کر کے کہیں گے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ یہ بادل برسے! چنانچہ اس میں طوق اور زنجیریں اور آگ کے انگارے برسنے لگیں گے جن سے طوقوں و زنجیروں میں اور اضافہ ہو جائے گا۔ (بحوالہ تفسیر ابن کثیر)

جس کھولتے پانی میں دوزخی ڈالے جائیں گے اس کے متعلق حضرت قتادہؓ فرماتے تھے کہ گنہگار کے بال پکڑ کر اس پانی میں غوطہ دیا جائے گا تو اس کا تمام گوشت گل کر گر جائے گا۔ اور ہڈیوں کے ڈھانچے اور دو آنکھوں کے سوا کچھ نہ بچے گا۔

جہنم میں گندھک کے کپڑے

سورۃ ابراہیم میں ارشاد ہے: سرابیلھُم من قطرانٍ وّ تغشیٰ وُجوھھُم النّارُ لا ہ

''ان کے کرتے گندھک کے ہوں گے، اور ان کے چہروں پر آگ لپٹی ہوئی ہوگی''۔

فائدہ:۔ حضرت حکیم الامت رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ چیڑ کے تیل کو قطران کہتے ہیں (جس کا ترجمہ گندھک کیا گیا ہے) اور اس کے کرتوں کا مطلب یہ ہے کہ سارے بدن کو قطران

لپٹی ہوگی تاکہ اس میں جلدی اور تیزی کے ساتھ آگ لگ سکے۔ (بیان القرآن)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "قطران" پگھلے ہوئے تانبے کو کہتے ہیں دوزخیوں کے لباس اس تانبے کے ہوں گے جو سخت گرم آگ جیسے ہوں گے۔

(بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میت پر چیخ پکار کر کے رونے والی عورت اگر موت سے پہلے توبہ نہ کرے گی تو قیامت کے دن اس حال میں کھڑی کی جائے گی کہ اس کا ایک کرتا قطران (گندھک یا پگھلے ہوئے تانبے) کا ہوگا اور ایک کھجلی کا ہوگا، یعنی اس کے جسم پر خارش پیدا کر دی جائے گی۔ اور اوپر سے قطران لپیٹ دیا جائے گا۔ (بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

سورہ حج میں ارشاد ہے :فالّذینَ کفرُو اقطّعَت لهُم ثیاب من نّارِ.

"سو جو لوگ کافر تھے ان کے (پہننے کیلیے) آگ سے کپڑے تراشے جاویں گے"۔

جہنم کے داروغہ کے طعنے

قسم قسم کی جسمانی تکلیفوں اور مختلف عذاب کے طریقوں کے علاوہ ایک بہت بڑی روحانی اذیت دوزخیوں کو یہ پہنچے گی کہ دوزخ کے دروغہ ان کو طعنے دیں گے۔

سورہ الم سجدیہ میں ارشاد ہے:وَ قیلَ لهُم ذُوقوا عذابَ النّارِ الذی کنتم بهٖ تکذّبونَ

"اور ان سے کہا جائے گا۔ اب چکھو اس آگ کا عذاب جس کو تم جھٹلاتے تھے"۔

سورہ احقاف میں ہے:اَذهبتُم طیّبٰتکُم فی حیاتکُمُ الدّنیا وَاستمتعتُم بهَا فالیومَ تجزونَ عذابَ الهونِ بما کنتُم تستکبرونَ فی الارضِ بغیرِ الحقِّ وَ بما کنتُم تفسقُونﹰ (سورۃ احقاف)

"تم نے دنیا کی زندگی میں اپنے مزے پورے کر لیے انہیں تو حاصل کر چکے۔ آج تم ذلت کے عذاب کی سزا پاؤ گے۔ اپنی اس اکڑ کے بدلے کہ تم خواہ مخواہ زمین میں بڑے بنتے تھے اور خدا کی نافرمانی کرتے تھے"۔

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے پانی طلب فرمایا۔ چنانچہ آپ کی خدمت میں شہد میں ملایا ہوا پانی پیش کیا گیا آپ نے نہیں پیا۔ اور فرمایا ہے تو بہت اچھا مگر (نہیں پیونگا کیونکہ) میں قرآن شریف پڑھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے خواہشات پر عمل کرنے والوں کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ان سے آخرت میں کہا جائے گا کہ تم نے دنیا کی زندگی کے مزے اڑا لیے۔ لہٰذا میں ڈرتا ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری نیکیوں کے بدلے میں لذتیں مل جائیں۔

جہنم کی آگ کا دنیا کی آگ ستر واں حصہ ہے

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ تمہاری یہ آگ جس کو تم روشن کرتے ہو جہنم کی آگ کا ستر واں حصہ ہے، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ: جلانے کو تو یہی آگ کافی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ دوزخ کی آگ اس دنیا کی آگ سے انسٹھ گنا بڑھائی گئی ہے کہ ان ستر گنوں میں سے ہر حصہ اس کی تپش کے برابر ہے"۔

تشریح:۔ مطلب یہ کہ جلانے کو دنیا کی آگ بھی کافی تھی، مگر دنیا کی آگ کا دوزخ کی آگ سے کوئی مقابلہ نہیں۔ گویا دنیا کی آگ دوزخ کی آگ سے انسٹھ درجے ٹھنڈی ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اگر دوزخیوں کے سامنے دنیا کی یہ آگ ظاہر ہو جائے تو راحت حاصل کرنے کے لیے دوڑ کر اس میں گھس جائیں۔ اعاذنا اللہ منھا۔

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ تمہاری یہ آگ جہنم کی آگ کا ستر واں حصہ ہے، اس کے ستر حصوں میں سے ہر حصہ کی تپش اس آگ کی تپش کے برابر ہے"۔ (بحوالہ ترمذی شریف)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جہنم کی آگ کو ایک ہزار سال تک دھکایا گیا، یہاں تک کہ وہ سرخ ہو گئی۔ پھر ایک ہزار سال تک دھکایا گیا، یہاں تک کہ سفید ہو گئی، پھر ایک ہزار سال تک دھکایا گیا، یہاں تک کہ سیاہ ہو گئی، پس اب وہ کالی سیاہ تاریک ہے"۔

تشریح: دوزخ کا سیاہ اور تاریک ہونا زیادہ وحشت وعذاب کا موجب ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنت اور دوزخ پیدا ہو چکی ہیں، قیامت کے دن پیدا نہیں کی جائیں گی، اہل حق کا یہی عقیدہ ہے۔ (بحوالہ دنیا کی حقیقت)

جہنم میں نہ موت آئے گی اور نہ عذاب ہلکا ہوگا

قرآن حکیم میں ارشاد ہے: لا يفتّرُ عنهُم وَهُم فيه مبلسونَ ط (سورۃ الزخرف)

''ان کا عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا۔ اور وہ اس میں مایوس پڑے رہیں گے''۔

دوسری جگہ ارشاد ہے: لا يقضىٰ عليهِم فَيموتُوا وَلا يخفّفُ عنهُم من عذابهَا .

''نہ تو ان کی قضا آئے گی کہ مر ہی جائیں اور نہ دوزخ کا عذاب ہی ان سے ہلکا کیا جائے گا''۔ (سورۃ فاطر)

یعنی دوزخ میں یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ عذاب میں پڑے پڑے موت ہی آ جائے اور عذاب سے بچ جائیں بلکہ وہاں بے انتہا تکلیف ہونے پر بھی زندہ رہیں گے، حدیث میں ہے کہ جب جنتی جنت میں پہنچ جائیں گے اور دوزخی دوزخ میں جا چکیں گے (اور دوزخ سے نکل کر کوئی جنت میں جانے والا باقی نہ رہے گا) تو دوزخ اور جنت کے درمیان (مینڈھے کی صورت میں) موت لائی جائے گی۔ اس کے بعد ایک پکارنے والا پکارے گا کہ اے اہل جنت اب موت نہ آئے گی اور اے اہل دوزخ اب موت نہ آئے گی۔ اس اعلان کے سننے سے اہل جنت کی خوشی میں اضافہ ہوگا۔ اور اہل دوزخ کا رنج اور بڑھ جائے گا۔

جہنم کا غیظ وغضب چیخنا چلانا

سورہ ملک میں ارشاد فرمایا: وَلِلّذينَ كفرُوا بربّهِم عذابُ جهنّمَ ط وَبئسَ المصيرُ ط اذآ القوا فِيها سمعُوا لها شهيقًا وّ هىَ تفورُ تكادُ تميّزُ من الغيظِ ط (سورۃ ملک)

''اور جو لوگ اپنے رب کا انکار کرتے ہیں۔ ان کے لیے دوزخ کا عذاب ہے اور وہ بری جگہ ہے جب یہ لوگ اس میں ڈالے جائیں گے تو اس کی ایک بڑی زور کی آواز سنیں گے اور وہ اس طرح جوش مارتا ہوگا جیسے ابھی غصہ کی وجہ سے پھٹ پڑے گا''۔

حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ بیان القرآن میں لکھتے ہیں کہ یا تو اللہ تعالیٰ اس میں ادراک (سمجھ) اور غصہ پیدا کر دے گا۔ مغضوبینِ حق پر اس کو بھی غصہ آئے گا اور یا مثال دے کر سمجھانا مقصود ہے کہ ایسے معلوم ہوگا جیسے دوزخ کو غصہ آرہا ہے۔

سورہ فرقان میں ارشاد ہے اِذا رَاَتھُم من مّکانٍ بَعیدٍ سمعوا لھَا تغیّظًا وّ زفیرًا ° وَاذآ القو منھَا مکانا ضیقًا مقرّنینَ دعوا ھنَا لکَ ثبورًا ط (سورۃ فرقان)

''جب وہ (دوزخ) ان کو دور سے دیکھے گا تو وہ دیکھتے ہی اس قدر غضب ناک ہو کر جوش ماریگا، کہ وہ لوگ (دور ہی سے) اس کا جوش وخروش سنیں گے اور جب وہ اس کی کسی تنگ جگہ میں ہاتھ پاؤں جکڑ کر ڈال دیئے جائیں گے تو وہاں موت ہی موت پکاریں گے''۔

فائدہ:۔ ابھی جہنم دوزخیوں سے سوسال کے فاصلے پر ہوگا کہ اس کی نظریں ان پر پڑیں گی اور انکی نظریں اس پر پڑیں گی، وہ دیکھتے ہی پیچ وتاب کھائے گا۔ اور جوش وخروش سے آوازیں نکالے گا۔ جن کو وہ سن لیں گے۔ اور جب اس میں دھکیل دیئے جائیں گے تو موت کو پکاریں گے، یعنی دنیا میں کسی مصیبت کے وقت کہتے ہیں، ہائے مر گئے، ابن ابی حاتم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اِذا رَاَتھُم کو تلاوت فرما کر کہا کہ جہنم کے لئے دو آنکھیں ثابت فرمائیں۔

(بحوالہ تفسیر ابن کثیر)

اگرچہ دوزخ بہت بڑی جگہ ہے لیکن عذاب کے لیے دوزخیوں کو تنگ جگہوں میں رکھا جائے گا۔ بعض روایات میں خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی تفسیر منقول ہے کہ جس طرح دیوار میں کیل گاڑی جاتی ہے اس طرح دوزخیوں کو دوزخ میں ٹھونسا جائے گا۔ (تفسیر ابن کثیر)

جہنم کی صدا ھَلْ مِنْ مَّزِیْد

سورہ قٓ میں فرمایا: یومَ نقولُ لجھنّمَ ھلِ امتلأتِ وَتقولُ ھل من مّزیدٍ ط

''جس دن ہم کہیں گے، دوزخ سے کیا تو بھر چکی؟ وہ کہے گی کیا کچھ اور بھی ہے''؟۔

حدیث شریف میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جہنم میں دوزخی ڈالے جاتے رہیں گے، اور دوزخ ھل من مزید (کیا اور بھی ہے) کہتا جائے گا۔ اور سب

دوزخی داخل ہو جائیں گے۔ جب بھی نہ بھرے گا حتیٰ کہ اللہ رب العزت اس پر اپنا قدم رکھ دیں گے، جس کی وجہ سے دوزخ سمٹ جائے گی اور یوں عرض کریگا قط قط بعزتک و کرمک (بس بس آپ کی عزت اور کرم کا واسطہ دیتا ہوں)۔ (بحوالہ مشکوۃ شریف)

دنیا میں دستور ہے کہ صبر کرنے سے مصیبت کے بعد راحت نصیب ہوتی ہے مگر دوزخ کے عذاب کے بارے میں ارشاد ہے کہ: اصلوھا فاصبرُوآ اولَا تصبرُوا سواء" علیکم انّما تجزونَ مَا کنتُم تعملونَ ط (سورۃ طور)

"دوزخیوں سے کہا جائے گا اس میں داخل ہو جاؤ پھر صبر کرو یا نہ کرو تمہارے حق میں دونوں برابر ہیں جیسا کہ تم کرتے تھے ویسا ہی تمہیں بدلہ دیا جایگا"۔

سورہ ہمزہ میں ارشاد ہے: نارُ اللّٰہ الموقدۃُ الّتِی تطّلعُ علَی الافئدۃِ ط انّھا علَیھِمۡ مّؤصدۃ فِی عمدِ مّمدّدۃِ ۔

"(حطمہ) سلگائی ہوئی اللہ کی وہ آگ ہے جو دلوں پر چڑھی ہوئی ہوگی وہ آگ ان پر لمبے لمبے ستونوں میں بند کردی جائے گی"۔

دنیا میں کسی کو آگ لگتی ہے تو دل تک پہنچنے سے پہلے ہی اس کی روح نکل جاتی ہے۔ لیکن دوزخ میں چونکہ موت ہی نہ آئے گی۔ اس لیے سارے بدن کے ساتھ دلوں پر بھی چڑھی بیٹھی ہوگی اور خوب جلائے گی۔ آگ بند کردی جائے گی یعنی دوزخیوں کو دوزخ میں بھر کر آگے سے دروازے بند کردیئے جائیں گے، کیونکہ اس میں ان کو ہمیشہ رہنا ہوگا۔ نکلنا تو نصیب ہی نہ ہوگا۔ لمبے لمبے ستونوں کا مطلب یہ ہے کہ آگ کے اتنے بڑے شعلے ہوں گے جیسے ستون ہوتے ہیں، اور دوزخی اس میں بند ہوں گے۔ (بیان القرآن)

جہنم کی آگ سے دنیا کی آگ ڈرتی ہے

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"تمہاری یہ آگ جہنم کی آگ کا سترواں حصہ ہے اگر یہ دو مرتبہ پانی سے نہ بجھائی جاتی تو تم اس سے نفع نہ حاصل کرسکتے۔ یہ آگ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی ہے کہ وہ اس کو دوبارہ جہنم میں نہ

ڈالے"۔ (بحوالہ ترمذی شریف)

اس مضمون کی ایک حدیث حاکم نے بھی مستدرک میں روایت کی ہے، ابورجاء کہتے ہیں جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے آگ کی طرف وحی فرمائی اگر تو نے ان کو تکلیف دی تو میں تجھے بڑی آگ میں دوبارہ پھینک دوں گا تو یہ تین دن تک بے ہوش ہو کر گر پڑی اس عرصہ میں لوگ اس سے کوئی نفع نہ حاصل کر سکے۔ (ابن ابی الدنیا)

ابوعمران الجونی فرماتے ہیں ہمیں عبداللہ بن عمروؓ کی یہ بات پہنچی کہ انہوں نے جب آگ کی آواز سنی تو فرمایا مجھے بھی تو ان کو کہا گیا یہ آپ نے کیا کہا؟ تو فرمایا مجھے قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہ آگ جہنم کی بڑی آگ سے اس بات سے پناہ مانگ رہی ہے کہ دوبارہ نہ اس میں لوٹا دی جائے۔ (تو میں نے بھی دعا کی کہ مجھے بھی اس آگ سے پناہ عطا فرمائی جائے)

امام اعمش حضرت مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ تمہاری یہ آگ جہنم کی آگ سے پناہ مانگتی ہے۔ (ترمذی شریف)

جہنم والوں کی زبان

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک کافر اپنی زبان کو ایک فرسخ اور دو فرسخ تک کھینچ کر باہر نکال دے گا۔ جس پر لوگ چل کر جائیں گے۔

ف: ایک فرسخ ۳ میل کا ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ کافر کی زبان اتنی لمبی ہو جائی گی۔

(بحوالہ مشکوۃ شریف)

جہنم والوں کے جسم

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دوزخ میں کافر کے دونوں مونڈھوں کے درمیان کا حصہ تین دن کے راستے کی برابر لمبا ہوگا جبکہ کوئی تیز رفتار سوار چل کر جائے اور کافر کی ڈاڑھ احد پہاڑ کی برابر ہوگی اور اس کی کھال کی موٹائی تین دن کے راستہ کے برابر ہوگی۔

ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ کافر کی ڈاڑھ قیامت کے دن احد پہاڑ کے برابر ہوگی اور اس کی ران بیضا پہاڑ کی برابر ہوگی اور دوزخ میں اس کے بیٹھنے کی

جگہ تین دن کے راستہ کی برابر لمبائی چوڑی ہوگی جتنی دور مدینہ سے ربذہ گاؤں ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ دوزخی کے بیٹھنے کی جگہ اتنی لمبی ہوگی جتنا مکہ اور مدینہ کے درمیان کا فاصلہ ہے۔

ف: بعض روایات میں ہے کہ کافر کی کھال کی موٹائی ۴۲ ہاتھ ہوگی۔ اور مسلم شریف کی روایت میں گزر چکا ہے کہ تین دن کی مسافت کے برابر ہوگی۔ مگر یہ کوئی اشکال کی بات نہیں کیونکہ مختلف کافروں کی مختلف سزائیں ہوں گی، کسی کو کم کسی کو زیادہ، بعض روایات میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے بعض شخص دوزخ میں اتنے بڑے کر دیئے جائیں گے کہ ایک ہی شخص جہنم کے پورے ایک کو بھر دے گا۔ (بحوالہ الترغیب والترھیب)

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو، دوزخ کتنا چوڑا ہے ؟ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا۔ ہاں خدا کی قسم تم نہیں جانتے، بے شک دوزخی کے کان کی لو اور مونڈھے کے درمیان ستر ۷۰ سال چلنے کا راستہ ہوگا، جس میں خون اور پیپ کی وادیاں (نالے) جاری ہوں گی۔

جہنم والوں کی بدصورتی

سورۃ یونس میں فرمایا: والذین کسبو السیأت جزاء سیئۃ م بمثلھاو تر ھقھم ذلہ ط ما لھم من اللہ من عاصم ج کانما اغشیت وجوھھم قطعا من الیل مظلما.

(سورۃ یونس)

اور جن لوگوں نے برے کام کئے بدی کی سزا اس برائی کے برابر ملے گی اور ان پر ذلت چھا جائے گی، ان کو اللہ (عذاب) سے کوئی نہ بچا سکے گا، (ان کی بدصورتی کا یہ عالم ہوگا کہ) گویا ان کے چہرے پر اندھیری رات کے پرت کے پرت لپیٹ دیئے گئے ہیں۔

اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کی دوزخیوں کے چہرے انتہائی سیاہ ہونگے حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا۔ اگر دوزخیوں میں سے کوئی شخص دنیا کی طرف نکال دیا جائے تو اس وحشی صورت کے منظر اور بدبو کی وجہ سے دنیا والے ضرور مر جائیں گے، اس کے بعد حضرت عبداللہ بہت روئے۔ (بحوالہ مشکوۃ شریف)

سورہ مؤمنون میں ہے۔ تلفح وجوههم النار و هم فيها كالحون .
آگ ان کے چہرے کو جھلستی ہوگی اور اس میں ان کے منہ بگڑے ہوں گے۔
رسول اللہ ﷺ نے "کالحون" کی تفسیر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ دوزخی کو آگ جلائے گی، جس کی وجہ اس اس کا اوپر کا ہونٹ سکڑ کر بیچ سر تک پہنچ جائے گا، اور نیچے کا ہونٹ لٹک کر ناف تک پہنچ جائے گا۔

جہنم والوں کے آنسو

حضرت انسؓ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت صحابہؓ سے فرمایا۔ اے لوگو روؤ اور رونہ سکو تو رونے کی صورت بناؤ کیونکہ دوزخی دوزخ میں اتنا روئیں گے کہ ان کے آنسوان کے چہروں میں نالیاں سی بنادیں گے، روتے روتے آنسو نکلنے بند ہوجائیں گے۔ تو خون بہنے لگے گا۔ جس کی وجہ سے آنکھیں زخمی ہوجائیں گی۔ حاکم نے مستدرک میں مرفوعاً حدیث نقل کی ہے کہ بلا شبہ دوزخ والے اس قدر روئیں گے کہ اگر ان کی آنسوؤں میں کشتیاں چھوڑ دی جائیں تو ان آنسوؤں میں چلنے لگیں۔ اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ آنسوں کی جگہ خون سے روئیں گے۔

جہنم والوں کی چیخ وپکار

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فاما الذين شقوا ففى النار لهم فيها زفير و شهيق خالدين فيها جولوگ شقی ہیں وہ دوزخ میں اس حال میں ہوں گے کی گدھوں کی طرح چیختے چلاتے ہوں گے۔

قاموس میں ہے کہ زفیر گدھے کی شروع کی آواز کو کہتے ہیں اور شهيق اس کی اخری آواز کو کہتے ہیں۔

اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: ولو ان للذين ظلموا ما فى الارض جميعا و مثله معه لا فتدوا به من سوء العذاب يوم القيمه. (سورۃ زمر)
اور اگر ظلم (یعنی شرک وکفر کرنے والوں کے پاس دنیا بھر کی تمام چیزیں ہوں تو وہ لوگ قیامت کے دن سخت عذاب سے چھوٹ جانے کے لئے (بے تامل) اس سب کو دینے لگیں۔

سورہ معارج میں ارشاد ہے:۔

یود المجرم لو یفتدی من عذاب یو مئذ ببنیه ط وصاحبته و اخیه ط و فصیلته التی تؤیه ط ومن فی الارض جمیعا ثم ینجیه کلا.

اس روز مجرم یہ تمنا کرے گا کہ آج کے عذاب سے چھوٹ جانے کے لئے اپنے بیٹوں اور بیوی اور بھائی اور کنبہ کو جن میں وہ رہتا تھا اور تمام زمین کے چیزوں کو اپنے بدلے دیدے اور پھر یہ بدلہ اسکو بچالے یہ ہرگز نہ ہوگا۔

سورہ مائدہ میں ارشاد فرمایا۔**ان الذین کفر وا لو ان لهم ما فی الارض جمیعا و مثله معه لیفتدوا به من عذاب یوم القیمة ماتقبل منهم ولهم عذاب الیم** (سورۃ مائدہ)

یقیناً جولوگ کافر ہیں اگران کے پاس تمام دنیا کی چیزیں ہوں اور اتنی چیزوں کے ساتھ اتنی چیزیں اور بھی ہوں تا کہ وہ ان کو دے کر قیامت کے دن کے عذاب سے چھوٹ جائیں تب بھی وہ چیزیں اس سے ہرگز قبول نہ کی جائیں گی اور ان کو دردناک عذاب ہوگا۔

قرآن حکیم میں فرمایا گیا ہے کہ جنتی دوزخیوں کے حال پر ہنسیں گے، سورہ مطففین میں ہے:۔**فا لیوم الذین اٰمنو ا من الکفا ر یضحکو ن علی الار آئک ینظرون**

آج ایمان والے کافروں پر ہنستے ہوں گے، مسہریوں پر بیٹھے (ان کا حال دیکھ رہے ہوں گے۔

تفسیر درمنثور میں حضرت کعبؓ سے روایت ہے کی ہے کہ جنت میں کچھ دریچے اور جھروکے ایسے ہوں گے، جس سے اہل جنت اہل دوزخ کو دیکھ سکیں گے، اوران کا برا حال دیکھ کر بطور انتقام ان پر ہنسیں گے، جیسا کہ دنیا میں مؤمنوں کو دیکھ کر خدا کے مجرم ہنستے تھے اور کنکھیوں کے اشاروں سے ان کا مذاق اڑاتے تھے اور گھروں میں بیٹھ کر بھی دل لگی کے طور پر ایمان والوں کا تذکرہ کیا کرتے تھے۔ **قال اللہ عزو جل ان الذین اجرمو ا کانو من الذین امنوا یضحکون** ط

سورہ مؤمنون میں ہے کہ اللہ جل شانہ دوزخیوں سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمائیں گے، کہ **انه کان فریق من عبادی یقولون ربنا امنا ، فا غفرلنا و ارحمنا و ا نت خیر**

الرا حمین فا تخذ تموهم سخريا حتی انسو کم ذکری و کنتم منهم تضحکو ن انی جزیتهم الیوم بما صبرو آ انهم هم الفا ئزون.

بے شک میرے بندوں میں سے ایک گروہ تھا جو یوں کہتا تھا اے ہمارے رب ہم ایمان لے آئے سو تو ہم کو بخشدے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب رحم کرنیوالوں میں سے بہتر رحم فرمانے والا ہے۔ سوتم نے ان کا مذاق بنالیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے تم کو میری یاد بھلادی اور تم ان کی ہنسی کیا کرتے تھے۔ بے شک آج میں نے ان کو ان کے صبر کا بدلہ دیا کہ وہی کامیاب ہوئے۔

دنیا میں کفار و مشرکین اہل ایمان کو دیکھ کر ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ کبھی ان کی تنگ دستی کا مذاق اڑاتے۔ اور کبھی ان کے کپڑوں کو دیکھ کر تمسخر کرتے۔ اور کبھی ان کی عبادت کا ٹھٹھہ کرتے تھے، اہل ایمان کا مذاق بنانے میں ایسے لگے کہ اللہ تعالیٰ کو بالکل ہی بھول گئے۔ یہ نہ سوچا کہ ہمارے کفر کا کیا انجام کیا ہوگا؟ دنیاوی مال ومتاع میں مست رہے موت کے بعد کیلئے فکر مند ہوتے تو ایمان کی دولت نصیب ہو جاتی۔ کفر پر رہے کفر پر مرے لہذا جہنم رسید ہوئے۔ اہل ایمان اپنی تنگدستی پر صابر رہے کافروں کے مذاق اڑانے پر بھی صبر کیا۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو کامیاب اور جنت کی نعمتوں سے مالا مال فرمایا دنیا میں کافروں نے مؤمنین کا مذاق بنایا وہاں جنتی کافروں کا مذاق اڑائیں گے۔

دنیا میں کا کفار اہل ایمان کا مذاق بناتے تھے اور ان کا ٹھٹھہ کرتے تھے، جب دوزخ میں پہنچیں گے تو ان بارگاہ ربانی کے مقربوں کو اپنے ساتھ نہ دیکھ کر حیرت زدہ ہوں گے، جیسا کہ سورہ ص میں فرمایا۔ وقالو ا مالنا لانر یٰ رجا لا کنا نعدهم من الاشر ا ر اتخذنٰهم سخريا ام ذاغت عنهم الابصار ط

اور دوزخی کہیں گے کہ کیا بات وہ لوگ ہمیں دکھائی نہیں دیتے جن کو ہم برے لوگوں میں شمار کیا کرتے تھے، کیا ہم نے ان لوگوں کی (غلطی سے) ہنسی کر رکھی تھی یا ان کے دیکھنے سے آنکھیں چکرا رہی ہیں۔

یعنی جب کہ وہ لوگ یہاں نظر نہیں آتے تو اس کے متعلق یہی کہا جا سکتا ہے کہ ہم ان کو برا سمجھنے اور ان کا مذاق بنانے میں غلطی پر تھے۔ اور وہ حقیقت میں اچھے لوگ تھے جو آج یہاں نہیں

ہیں، یا یہ وہ ہیں مگر ہماری آنکھیں چوک گئی ہیں، وہ لوگ دیکھنے میں نہیں آرہے ہیں۔ پھر جب جنتی اپنے بالا خانوں سے دیکھ کر ان کی مذاق بنائیں گے، تب ان کو پتہ چلے گا کہ وہ تو بڑے کامیاب نکلے۔ (بحوالہ احوال جہنم)

جہنم والوں کا گمرہ کرنیوالوں پر غصہ

جو لوگ گمراہ کرنیوالے تھے ان پر دوزخیوں کو غصہ آئے گا اور ان سے کہیں گے کہ:۔ **انا کنا لکم تبعا فهل انتم مغنون عنا من عذاب الله من شیء ط.**

ہم تمہارے تابع تھے تو کیا تم خدا کے عذاب کا کچھ حصہ ہم سے ہٹا سکتے ہو۔

وہ جواب دیں گے۔ **لو هد انا الله لهد ینٰکم ط سوآء علینا اجزعنآ ام صبر نا ما لنا من محیص.** (سورۃ ص)

(تمہیں کیا بچائیں، ہم تو خود ہی نہیں بچ سکتے، اگر اللہ ہم کو بچنے کی کوئی راہ بتاتا تو تم کو بھی وہ راہ بتا دیتے ہم سب کے حق میں دونوں صورتیں برابر ہیں خواہ ہم پریشان ہوں خواہ صبر کریں، ہمارے بچنے کی کوئی صورت نہیں۔

وہ فرطِ بغض اور شدتِ غیظ کی وجہ سے گمراہ کرنیوالوں کے بارے میں بارگاہ خداوندی میں عرض کریں گے۔ **ربنا ارنا الذین اضلنا من الجن و الانس نجعلهما تحت اقدامنا لیکو نا من الاسفلین ط**

اے ہمارے پروردگار ہمیں وہ شیطان اور انسان دکھا دے جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا، ہم ان کو پیروں کے نیچے کچل ڈالیں گے، تا کہ وہ خوب ذلیل ہوں۔

سورہ احزاب میں فرمایا **یوم تقلب وجوههم فی النار یقولو ن یلیتنا اطعنا الله و اطعنا الرسو لا ط وقالوربنا انا اطعنا سا دتنا و کبرآء نا فا ضلو نا السبیلا ط ربنا اٰتهم ضعفین من العذاب و العنهم لعنا کبیرا ط** (سورۃ احزاب)

جس روز ان کے چہرے دوزخ میں الٹ پلٹ کئے جائیں گے، وہ یوں کہتے ہوں گے۔ اے کاش ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور ہم نے رسول کی اطاعت کی ہوتی اور بارگاہ خداوندی

میں یوں عرض کریں گے اے ہمارے رب بیشک ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی بات مانی سوانہوں نے ہم کوراستہ سے ہٹا کر گمراہ کردیا۔اے ہمارے رب انکودوہرا عذاب دیجے اوران پر بڑی لعنت کیجئے۔

دوزخی عذاب سے پریشان ہوکر معروضات اور گذارشات کی سلسلہ جنبانی شروع کریں گے،چنانچہ داروغہ ہائے دوزخ سے کہیں گے کہ۔**ادعو ا ربکم یخفف عنا یوما ًمن العذاب** تم اپنے پروردگار سے دعا کروکہ کسی ایک دن ہم سے عذاب ہلکا کردے۔

وہ جواب دیں گے،**اولم تک تأ تیکم رسلکم با لبینٰت** ترجمہ(کیا تمہارے پاس تمہارے پیغمبر معجزات لے کر نہیں آئے تھے)اوردوزخ سے بچنے کا طریقہ نہیں بتلاتے تھے؟......

اس پر دوزخی جواب دیں گے کہ **بلیٰ** یعنی آئے تو تھے لیکن ہم نے ان کا کہنانہ مانا فرشتے جواب میں کہیں گے۔ **فا دعو ا وما دعؤُا الکفرین الا فی ضلٰل** ط

(توپھر ہم (تمہارے لئے دعانہیں کرسکتے) تم ہی دعا کرلو(اوروہ بھی بے نتیجہ ہوگی) کیونکہ کافروں کی دعا(آخرت میں)بالکل بے اثر ہے،

اس کے بعد مالک یعنی دوزخ کے افسر کی جناب میں درخواست پیش کر کے کہیں گے،**یا ملک لیقض علینا ربک** ۔(یعنی اے مالک(تم ہی دعا کروکہ)تمہارا پروردگار(ہم کوموت دے کر ،ہمارا کام تمام کردے۔

وہ جواب دیں گے،**انکم ما کثون** ط تم ہمشہ اسی حال میں رہوگے(نہ نکلوگے،نہ مرو گے)

حضرت اعمشؒ فرماتے تھے کہ مجھے روایت پہنچی ہے کہ مالک علیہ السلام کے جواب اور دوزخیوں کی درخواست میں ہزار برس کی مدت کا فاصلہ ہوگا۔

اس کے بعد کہیں گے کہ آؤ اپنے رب سے(براہ راست) ہی درخواست کریں،اوراس سے دعا کریں کیونکہ اس سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے۔چنانچہ عرض کریں گے۔**ربنا غلبت علینا شقو تنا وکنا قوما ًضالین** ط **ربنا اخر جنا منھا فا ن عد نا فا نا ظلمون**

اے ہمارے رب واقعی ، ہماری بدبختی نے ہم کوگھیر لیا تھا اور ہم گمراہ لوگ تھے،اے

ہمارے رب ہم کو اس سے نکال دیجئے پھر ہم اگر دوبارہ (ایسا) کریں تو ہم بیشک ظالم ہیں۔

اللہ جل شانہ، جواب فرمائیں گے۔ **اخسئو افیھا و لا تکلمون**

(اسی میں پھٹکارے ہوئے پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو)

حضرت ابودرداءؓ فرماتے تھے کہ اللہ جل شانہ، کے اس ارشاد پر ہر قسم کی بھلائی سے ناامید ہو جائیں گے اور گدھوں کی طرح چیخنے چلانے اور حسرت وُاویلا میں لگ جائیں گے۔

(ترمذی شریف)

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ ان کے چہرے بدل جائیں گے، صورتیں مسخ ہو جائیں گی۔ حتیٰ کہ بعض مؤمن شفاعت لے کر آئیں گے، لیکن دوزخیوں میں سے کسی کو پہچانیں گے نہیں۔ دوزخی ان کو دیکھ کر کہیں گے کہ میں فلاں ہوں مگر وہ کہیں گے کہ غلط کہتے ہو ہم تم کو نہیں پہچانتے۔ اخسئوا فیھا کے جواب کے بعد دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جائیں گے، اور اسی میں سڑتے رہیں گے۔ (بحوالہ تفسیر ابن کثیر)

والذین کفرواو کذبو ا با یتنا اولئک اصحا ب النا ر ھم فیھا خا لدون ط

(بحوالہ احوال دوزخ)

دوسرا باب

جہنم میں لے جانے والے پچاس اعمال کا بیان

قابل احترام قارئین! یہ باب ہماری کتاب ''جہنم اور جہنم میں لے جانے والے اعمال'' کا دوسرا باب ہے، اس باب میں ہم نے جہنم تک پہنچانے والے پچاس اعمال کو ترتیب دیا ہے، اگرچہ سارے ہی برے اعمال جہنم میں گرانے کا ذریعہ ہیں لیکن اگر سارے ہی برے اعمال کو ذکر کیا جائے تو چونکہ کتاب کی ضخامت بہت زیادہ بڑھ جائے گی اس لئے ہم نے فقط پچاس پر اکتفا کیا ہے، گویا کہ بطور نمونہ یہ اعمال ذکر کر دیئے گئے تا کہ ہمارے دل میں ان سمیت تمام بُرے اعمال سے بچنے کا جذبہ پیدا ہو، بے شک ہم جہنم تک پہنچانے والے بُرے اعمال سے بچیں گے تو انشاءاللہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہمیں جہنم سے بھی بچنے کی توفیق دے گا۔

بہر حال اب ہم اپنی تمہید کو سمیٹتے ہیں اور اصل کتاب کو شروع کرتے ہیں، ہمیں اللہ کی ذات سے قوی امید ہے کہ اگر ان پچاس برے اعمال کو توجہ کے ساتھ پڑھ لیا جائے تو برائی کی قباحت ونفرت ہمارے دل میں بیٹھ جائے گی اور اس طرح دیگر بُرے اعمال سے بچنا بھی آسان ہو جائے گا، انشاءاللہ۔ تو محترم قارئین لیجئے ان پچاس اعمال کو ملاحظہ کیجئے:۔

ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جہنم اور جہنم تک پہنچانے والے تمام اعمال سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یا رب العالمین۔

جہنم میں لے جانے والا پہلا عمل

شرک کرنا

شرک کی دو قسمیں ہیں (۱)۔ شرک اکبر (۲)۔ شرک اصغر۔ پہلے ہم شرک اکبر کے بارے میں کچھ لکھتے ہیں اور اس کے بعد شرک اصغر کے بارے میں لکھیں گے انشاء اللہ۔

یاد رکھیئے اللہ تعالیٰ اپنی ذات، صفات، حقوق اور اختیارات میں یکتا اور تنہا ہے۔ ان چاروں انواعِ توحید میں اللہ تعالیٰ کا نہ کوئی شریک ہے اور نہ حصہ دار۔ لہٰذا جس کسی نے کسی بھی شکل میں جن، فرشتے، نبی، رسول، ولی، بزرگ یا کسی دوسری چیز کو اللہ تعالیٰ کے برابر، اس کا ساتھی یا اس کی صفات یا حقوق یا اختیارات میں حصہ دار سمجھ لیا تو اس نے ''شرک اکبر'' کا ارتکاب کیا۔

شرک اللہ کی ذات کو انتہائی ناپسند ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ۔ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہٖ ویغفر ما دون ذٰلک لمن یشآء . (سورۂ نساء)

''اللہ بس شرک کو معاف نہیں کرتا، اس کے ماسوا دوسرے جس قدر گناہ ہیں وہ جس کے لئے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے''۔

دوسری جگہ ارشادِ ربانی ہے کہ۔ ''جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا، اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے''۔ (سورۂ مائدہ)

ان الشرک لظلم عظیم ''سچی پکی بات یہ ہے کہ شرک بہت بڑا ظلم ہے''۔

ان آیات سے ثابت ہوا کہ جو آدمی حالتِ شرک میں اس دنیا سے کوچ کر جائے وہ جہنم میں جائے گا، جنت اس پر حرام ہے اور اس کی بخشش قطعاً ناممکن ہے۔ معاملے کی اہمیت کو مزید واضح کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے متعدد مقامات پر انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر کر کے فرمایا ہے کہ اگر ان برگزیدہ ہستیوں سے بھی شرک سرزد ہو جاتا (جو یقیناً محال تھا) تو ان کی ساری محنتیں ضائع ہو

جاتیں اور وہ مجرموں کے کٹہرے میں کھڑے نظر آتے۔ چنانچہ اٹھارہ بڑے بڑے انبیاء ورسل کا تذکرہ ایک ہی مقام پر کر کے فرمایا کہ۔ **ولو اشر کوا لحبط عنھم ما کانوا یعملون ○**

(سورۂ انعام)

''لیکن اگر کہیں (بفرض محال) ان پیغمبروں نے بھی شرک کیا ہوتا تو ان کا سب کیا کرایا غارت ہو جاتا''۔ امام رسل، سید اولین و آخرین، خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ کو جو بجا طور پر بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر کے مقام پر فائز ہیں، براہِ راست مخاطب کر کے فرمایا کہ۔

''تمہاری طرف اور تم سے پہلے گزرے انبیاء علیہم السلام کی طرف یہ وحی بھیجی جا چکی ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو یقیناً تمہارا عمل ضائع ہو جائے گا اور تم خسارے میں رہو گے''۔

(سورۂ زمر)

احادیث رسول ﷺ کا مطالعہ کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ جب بھی آپ ﷺ نے ''تباہ کن'' گناہوں کا تذکرہ فرمایا تو سب سے پہلے ''شرک'' ہی کا ذکر کیا۔ ارشاد ہے کہ۔

جناب نبی اکرم ﷺ نے صحابہ اکرامؓ سے دریافت فرمایا کہ ''کیا میں تم کو سب سے بڑے گناہ نہ بتادوں؟'' آپ ﷺ نے یہ بات تین دفعہ دہرائی۔ ہم نے عرض کیا ''ضرور ضرور! آپ ﷺ فرمائیں''۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا''۔ (یہ بات کرتے ہوئے) آپ ﷺ ٹیک لگائے ہوئے تھے اٹھ کر بیٹھ گئے اور مسلسل فرمانے لگے۔ خبردار ہو جاؤ اور توجہ سے سن لو کہ جھوٹی گواہی دینا اور جھوٹ بولنا۔ آپ ﷺ نے یہ بات اتنی بار دہرائی کہ ہم دل میں تمنا کرنے لگے کہ اے کاش آپ ﷺ خاموشی اختیار فرمالیں۔ (بخاری شریف)

ایک موقع پر آپ ﷺ نے بڑے بڑے گناہ اور ان میں بھی سب سے پہلے شرک کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ۔

''سات تباہ کن اور ہلاکت خیز گناہوں سے بچو۔ صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! وہ کون کون سے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ۔'' (۱)۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا (۲)۔ جادو کرنا (۳)۔ جس جان کو اللہ نے حرام ٹھہرایا ہو اُسے ناحق قتل کرنا (۴) یتیم کا مال کھانا (۵)۔ سود کھانا (۶)۔ جنگ سے فرار ہونا (۷) اور پاک دامن سیدھی سادھی

اور مؤمن خواتین پر زنا کا الزام لگانا"۔ (بخاری شریف)

ان بڑے بڑے اور تباہ کن گناہوں میں سب سے زیادہ خطرناک شرک ہے، جس کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث مبارکہ ہے کہ۔ایک صحابیؓ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کبائر کون کون سے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "وہ سات ہیں۔اُن میں سب سے بڑا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا ہے اور کسی جان کو ناحق قتل کرنا"۔ (سنن نسائی)

شرک کے خطرناک ہونے کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ مشرک کے لئے جنت حرام ہے اور اس کی بخشش کا دروازہ بند ہے، جبکہ دوسرے گناہوں کے مرتکب اپنی اپنی سزا پانے کے بعد بالآخر بخشش کے امیدوار ہوں گے اور ان کے لئے جنت میں داخلہ کا امکان ہے۔کتاب و سنت کی روشنی میں جماعت اہل سنت کا یہی متفقہ عقیدہ ہے۔

انسان اشرف المخلوقات ہے، دنیا جہاں کی ہر نعمت وآسائش اس کی خدمت کے لئے ہے اور اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ خدائے وحدہ لاشریک کی خالص عبادت کرے۔لیکن اس مقام عظیم سے جب وہ گرتا ہے تو نہ وہ اپنے اس مقام اور عظمت کا پاس رکھ سکتا ہے اور نہ ہی اسے کہیں سے سکھ اور چین نصیب ہوتا ہے کبھی تو شیاطین انس وجن کے ہتھے چڑھ جاتا ہے اور مختلف آستانوں، مزاروں اور درباروں پر اپنی ناک رگڑ رگڑ کر اپنے مقامِ رفیع کو قتل کر رہا ہوتا ہے۔کبھی توہمات کا شکار ہو کر پتھروں، ستاروں اور درختوں میں اپنی قسمت تلاش کرتا ہے اور کبھی مادہ پرستی کی لعنت میں گھر کر ظاہری مال ودولت اور دنیا کی چمک دمک کے حصول میں پاگل ہو رہا ہوتا ہے۔کبھی وہ ذات پرستی میں اس قدر آگے بڑھ جاتا ہے کہ "انا ربکم الاعلیٰ" کا نعرہ لگا دیتا ہے اور کبھی الحاد و دہریت کا شکار ہو کر خود اپنا حاکم و مالک بن بیٹھتا ہے۔موجودہ زمانے کے مختلف نظام ہائے زندگی، بے دین جمہوریت، سوشلزم اور ملوکیت و بادشاہت اس کج فکری کی پیداوار ہیں۔یہ سارے کے سارے نظام "الحکم للہ" سے انکار یا شرک کا نمونہ ہیں۔ہاں البتہ انبیاء ورسل یا خلفاء راشدین کا معاملہ خالصتہً رضائے الٰہی کے تابع اور عین رضائے خداوندی کے مطابق ہونے کی وجہ سے یکسر مختلف ہے۔ہر جگہ دھکے کھانے اور مختلف تجربات کرنے کی وجہ سے انسان اپنے مقام میں ترقی کرنے کی بجائے مسلسل تنزل، انحطاط اور پستی میں گرتا چلا جاتا ہے، لیکن پھر بھی اس کو کہیں

سے سکون، امن اور آشتی نصیب نہیں ہوتی۔ اس کیفیت کا نقشہ اللہ تعالیٰ نے بہت خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے۔ فرمایا کہ۔

"اور جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرے تو گویا وہ (عظمتوں اور بلندیوں کے) آسمان سے گر گیا اب یا تو اسے پرندے اچک لے جائیں گے یا ہوا اس کو لے جا کر پھینک دے گی جہاں اس کے چیتھڑے اڑ جائیں گے"۔ (سورۂ حج)

یہ ہے شرک کی حقیقت اور نتائج لیکن انسان ہے کہ اس سے باز آنے اور اسے چھوڑنے کے لئے قطعاً تیار نہیں۔ اسی لئے اسے کسی کل چین و آرام میسر نہیں۔

شرک کی دوسری قسم ہے شرک اصغر اور شرک اصغر میں مندرجہ ذیل کام شامل ہیں۔ (۱)۔ ریا کاری (۲)۔ غیر اللہ کے نام کی قسم کھانا (۳)۔ بدشگونی کرنا (۴)۔ دم اور تعویذ کی بعض صورتیں۔

شرک اصغر کی چند صورتیں

(۱)۔ ریا کاری

ریا کاری کا مطلب یہ ہے کہ کوئی انسان اس نیت اور ارادے سے اللہ کی عبادت کرے کہ لوگوں میں اس کی نیکی مشہور ہو جائے تا کہ اسے مالی منفعت حاصل ہو یا لوگوں میں اس کا مقام بلند ہو، یا کم از کم اس کی تعریف ہی کریں۔

ریا کار کی علامتیں

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ریا کار کی تین علامتیں ہیں۔

(۱)۔ عبادت کے معاملے میں تنہائی میں بہت سست ہو۔

(۲)۔ جب لوگوں کے ساتھ ہو تو دلچسپی اور لگن کا مظاہرہ کرے۔

(۳)۔ اگر کوئی تعریف کر دے تو نیکی اور زیادہ کرے اور اگر کوئی اعتراض کر دے تو نیکی سے کنارہ کش ہو جائے۔

ریا کار کی نہ صرف نیکی اس کے کسی کام نہیں آئے گی بلکہ اس کا ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت بھی مشتبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ''اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور دکھ دے کر اس شخص کی طرح خاک میں نہ ملا دو جو اپنا مال محض لوگوں کو دکھانے کو خرچ کرتا ہے نہ وہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور نہ آخرت پر۔ اس کے خرچ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چٹان تھی جس پر مٹی کی تہہ جمی ہوئی تھی۔ اس پر جب زور کا مینہ برسا تو ساری مٹی بہہ گئی اور صاف چٹان رہ گئی۔ ایسے لوگ اپنے نزدیک خیرات کر کے کماتے ہیں اس سے کچھ بھی ان کے ہاتھ نہیں آتا اور کافروں کو سیدھی راہ دکھانا اللہ کا دستور نہیں ہے''۔ (سورۂ بقرہ)

''ایک موقع پر اللہ تعالیٰ نے ریا کاری کو شیطان کی دوستی کا نتیجہ قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ۔ اور وہ لوگ بھی اللہ کو ناپسند ہیں جو اپنے مال محض لوگوں کو دکھانے کے لئے خرچ کرتے ہیں اور درحقیقت نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ روزِ آخرت پر۔ سچ یہ ہے کہ شیطان جس کا رفیق ہوا اسے بہت ہی بری رفاقت میسر آئی''۔ (سورۂ نساء)

ریا کار کو دنیا میں ضرور شہرت اور عزت مل جاتی ہے۔ کیونکہ اس کا مقصد ہی یہی ہوتا ہے۔ لیکن روزِ محشر بڑی بدنامی سے واسطہ پڑے گا۔ آپ ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ۔

''جو آدمی شہرت کے لئے نیک کام کرے گا (روز قیامت سب کے سامنے) اللہ تعالیٰ اس کو بدنام اور رسوا کر دیں گے اور جو آدمی دکھلاوے کے لئے نیک کام کرے گا (روزِ قیامت اللہ تعالیٰ سب کے سامنے) اس کی حقیقت کا پردہ فاش کر دیں گے''۔

ریا کاروں کی رسوائی اور ذلت کی ایک شکل یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اُن کے ریا کارانہ کام قبول کرنے سے صاف انکار کر دیں گے، جس کی تفصیل رسول اکرم ﷺ نے اس طرح بیان کی ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ حصے داری کے معاملے میں، میں سب سے زیادہ بے نیاز ہوں، جس نے کسی کام میں میرے ساتھ کسی دوسرے کو شریک بنایا تو میں اس کو اس کے شرک سمیت چھوڑ دوں گا''۔

اگر معاملہ یہاں تک ہوتا تو قدرے غنیمت تھا لیکن صورتِ حال کی سنگینی کا اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ شہید، عالم دین اور سخی جیسے جلیل المرتبت لوگوں کو بھی، اگر وہ ریا کار ہوں تو اُن کی

ریا کاری کی وجہ سے قصوروار ٹھہرا کر مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا کر دیا جائے گا۔ اُن کے سارے نیک اعمال مٹی میں ملا دیئے جائیں گے اور اُن کو اوندھے منہ جہنم رسید کر دیا جائے گا۔

(۲) غیر اللہ کے نام کی قسم کھانا

اللہ تعالیٰ کی ذاتِ گرامی یا اس کے اسماء وصفات کے علاوہ کسی بھی چیز کی قسم کھانا شرعاً جائز نہیں۔ اگر قسم کھانے والا اس تصور اور یقین کے ساتھ غیر اللہ کی قسم کھاتا ہے کہ اگر میں نے جھوٹ بولا یا غلط بیانی کی تو جس ہستی کی قسم کھا رہا ہوں وہ مجھے مافوق الفطرت طریقے سے نقصان پہنچا سکتی ہے تو اس کا ایمان باللہ ختم ہو جاتا ہے اور وہ حدودِ ایمان سے نکل کر شرکِ اکبر کی گھاٹیوں میں گر جاتا ہے۔

اور اگر یہ قسم محض جذبۂ احترام کے ساتھ کھائی جائے تو بھی شرک اصغر ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں جن جن ناموں سے قسم کھائی جاتی تھی رسول اکرم ﷺ نے اُن سب سے منع فرما دیا۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ۔ ''اللہ تعالیٰ تمہیں باپ دادا کے نام کی قسم کھانے سے روک رہے ہیں، جس کسی کو قسم کھانی ہو وہ اللہ کے نام کی قسم کھائے ورنہ خاموش رہے''۔ (بخاری شریف)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے کہ۔ ''نہ بتوں کے نام کی قسم کھاؤ اور نہ باپ دادا کے نام کی قسم کھاؤ''۔ (مسلم شریف)

ایک بار حضرت عمرؓ نے اپنے باپ کے نام کی قسم کھائی۔ نبی ﷺ نے سنا تو انہیں مخاطب کر کے فرمایا کہ۔ ''اپنے باپ کے نام کی قسم نہ کھاؤ کیونکہ جس نے اللہ کے علاوہ کسی بھی ذات کی قسم کھائی اُس نے شرک کیا''۔ (بخاری ومسلم)

اسی طرح بیت اللہ شریف یعنی خانہ کعبہ کی قسم کھانا بھی منع ہے۔ ایک حدیث مبارکہ میں یوں ہے کہ۔ ''حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے سنا کہ ایک آدمی خانہ کعبہ کی قسم کھا رہا تھا تو فرمایا اللہ کے بجائے کسی اور کی قسم مت کھاؤ۔ میں نے رسول اکرم ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ ''جس نے اللہ کے علاوہ کسی چیز کی قسم کھائی اس نے کفر کیا یا اس نے شرک کیا''۔ (ترمذی شریف)

رسول اکرم ﷺ نے علی الاطلاق اللہ تعالیٰ کے نام کے علاوہ کسی بھی چیز کی قسم کھانے کو

شرک قرار دیا ہے فرمایا ہے کہ۔ ''جس نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی بھی چیز کی قسم کھائی اس نے شرک کیا''۔

اور اگر کبھی بھولے سے بھی کسی مسلمان کے منہ سے ایسی قسم نکل جائے جس میں شرکِ حقیقی کا اندیشہ ہوتو فوراً کلمہ توحید ادا کر کے تجدید ایمان کر لے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ۔

''جس نے لات وعزّیٰ نامی بت کی قسم کھائی وہ فوراً لا الہ الا اللہ کہہ لے۔ (تجدید ایمان کر لے۔ (بخاری شریف)

لہٰذا دیوی دیوتا، رزق، دودھ، اولاد، والدین، پیر، پیغمبر اور اہل مزار کی قسم کھانے والوں کو فوراً تجدید ایمان کر لینا چاہیئے۔

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ کی روشنی میں یہ بات واضح اور ثابت ہو جاتی ہے کہ کسی حیوان، نعمت، دودھ، پھل، رزق، اولاد، باپ، دادا، بزرگ، جن، فرشتے، بیت اللہ، ولی، نبی یا رسول کی قسم کھانا شرعاً جائز نہیں۔ صرف اللہ تعالیٰ کی ذاتِ گرامی یا اس کے اسماء وصفات کی قسم کھائی جا سکتی ہے۔ قرآن کریم کی قسم کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ صحابہ کرامؓ غیر اللہ کی قسم کھانے سے کس قدر پرہیز کرتے تھے اس کی حقیقت حضرت عمرؓ کے اس قول سے معلوم ہو سکتی ہے کہ۔

''قسم بخدا جب سے رسول اللہ ﷺ نے غیر اللہ کی قسم کھانے سے منع فرمایا اس وقت سے نہ تو میں نے خود کبھی جان بوجھ کر غیر اللہ کی قسم کھائی اور نہ کسی دوسرے کی کھائی ہوئی قسم کو بطورِ نقل بیان کیا''۔

اور اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ۔ ''مجھے یہ بات قبول ہے کہ میں اللہ کے نام کی جھوٹی قسم کھالوں لیکن یہ برداشت نہیں کہ غیر اللہ کے نام کی سچی قسم کھاؤں''۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایسا اس لئے فرمایا کہ کیونکہ اللہ کے نام کی جھوٹی قسم کھانا اگرچہ بڑا گناہ ہے لیکن بہر حال شرک نہیں ہے، جبکہ غیر اللہ کے نام کی قسم کھانا شرک ہے۔

(۳) بدشگونی کرنا

نادانی، لاعلمی اور جہالت انسان کو مختلف وہموں اور وسوسوں میں دھکیل دیتی ہے چنانچہ وہ

ایسی ایسی حرکتیں کرتا ہے کہ بالآخر اسلام کے آخری کنارے تک پہنچ جاتا ہے یا عملاً کفر وشرک کے اندھے کنوئیں میں گر جاتا ہے۔ انہی لایعنی حرکتوں میں سے ایک ہے "بدشگونی کرنا"۔ یعنی اگر کسی کام کے دوران یا انجام پر کسی ایسی صورتِ حال سے واسطہ پڑ جائے جو دل پسند نہ تھی تو مختلف قسم کی بدشگونیوں کا شکار ہو جاتا ہے اور سارے نقصان یا تکلیف کو بدشگونی کے گلے باندھ دیتا ہے۔ حالانکہ امرِ واقعہ یہ ہے کہ نفع ہو یا نقصان، ہر چیز اللہ کے حکم اور اس کی رضا سے آتی ہے، جبکہ بدشگونی کرنے والا اپنے اعتقاد میں نفع ونقصان کا مالک اور مختار اللہ تعالیٰ کی بجائے اس مخصوص چیز کو سمجھ بیٹھتا ہے جس کے ذریعے وہ بدشگونی پکڑ رہا ہوتا ہے۔ اسی لئے شریعت نے بدشگونی کرنے کو شرک قرار دیا ہے۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ۔ "الطیرۃ شرک الطیرۃ شرک، الطیرۃ شرک"۔ (ابوداؤد)

"بدشگونی شرک ہے، بدشگونی شرک ہے، بدشگونی شرک ہے"۔

ایک دوسرے موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ۔ "جس کسی کو بدشگونی نے اپنی ضرورت پر جانے سے واپس کر دیا اس نے شرک کیا"۔ (مسند احمد)

اور اگر کبھی کسی کام کے دوران ایسی صورت پیش آ ہی جائے جس سے انسان کبیدہ خاطر یا ذہنی الجھن کا شکار ہو رہا ہے تو شکست قبول کر لینے کی بجائے، آپ ﷺ کے بتائے ہوئے علاج کے مطابق یہ دعا پڑھ لے۔

اَللّٰھُمَّ لَا خَیْرَ اِلَّا خَیْرُکَ، وَلَا طَیْرَ اِلَّا طَیْرُکَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ.

"اے اللہ فائدہ بھی آپ کی طرف سے ہے اور نقصان بھی آپ ہی کی طرف سے، اور میرا تو آپ کی ذات کے علاوہ کوئی سہارا اور معبود نہیں"۔

اس توکل کامل سے ذہنی سکون بھی مل جائے گا، اور بدشگونی کا اثر بھی دل سے دور ہو جائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ بدشگونی کا واحد علاج توکل علی اللہ ہے۔ الطیرۃ شرک ولکن اللہ یذھبہ بالتوکل. (ابوداؤد)

"بدشگونی شرک ہے، لیکن توکل کرنے سے اللہ تعالیٰ اسے دور کر دیتا ہے"۔

اور اسی طرح شرکیہ الفاظ کے ساتھ دم کرنا بھی شرک میں داخل ہے کیونکہ رسول اکرم ﷺ

کی بعثتِ مبارکہ سے پہلے عرب نظر بد، بخار، درد، بچھو یا سانپ کے ڈسنے، بھڑ اور مکھی کے کاٹنے پر دم کیا کرتے تھے۔ چونکہ یہ دم زمانہ جاہلیت کے اختیار کردہ تھے، یا یہود و نصاریٰ سے سیکھے ہوئے تھے اور اس میں شرکیہ اور کفریہ اعتقادات والفاظ شامل تھے، اس لئے آپ ﷺ نے ایسے شرکیہ دموں سے منع فرمادیا۔

البتہ آپ ﷺ نے اس شرط کے ساتھ دم کرنے کی اجازت دی کہ اس میں شرکیہ الفاظ نہ ہوں۔ حضرت عوف بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ۔

ظہور اسلام سے پہلے ہم دم کیا کرتے تھے۔ ہم نے رسول اکرم ﷺ سے دریافت کیا کہ "اس معاملے میں آپ ﷺ کی کیا رائے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اپنے دم سناؤ۔ ہمارے دم سننے کے بعد فرمایا ایسے دم میں حرج نہیں جس میں شرکیہ کلمات نہ ہوں"۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ دم کرنا فی ذاتہٖ منع نہیں، بلکہ صرف ایسی صورت میں منع ہے جب اس میں شرکیہ کلمات پائے جائیں۔

احادیث مبارکہ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے خود کئی مواقع پر دم کیا ہے اور دوسروں کو بھی سکھایا ہے۔ یہ دم متعدد کتب حدیث میں موجود ہیں۔

آپ ﷺ نے خود اپنے اوپر قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھ کر دم کیا کرتے تھے۔

اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ نے امت کو دم کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دی ہے۔ ایک موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ۔

"تم میں سے جو کوئی اپنے بھائی کو فائدہ دے سکتا ہو وہ ضرور اسے فائدہ پہنچائے"۔

اور اگر دم کرنے کے عوض کچھ دنیاوی فائدہ حاصل کر لیا جائے تو بھی کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ اسے دھندا اور کاروبار بنا کر دم درود کرنے کی دکانیں نہ کھول لی جائیں، کیونکہ آپ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے مبارک دور میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ ہنگامی صورت کی ایک نادر مثال سے دوکانداری کے لئے دلیل بنانا صحیح نہیں ہے۔ (چیدہ چیدہ از کبیرہ گناہوں کی حقیقت)

شرک سے نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں

حبطِ عمل کے معنی ہے عمل کا ضائع ہو جانا اور احباط کہتے ہیں عمل کے باطل اور ضائع کر دینے کو، عربی زبان میں حبط کا لفظ اس وقت بولا جاتا ہے جب جانور بہت زیادہ کھالے۔ یہاں تک کہ اس کا پیٹ پھول جائے، بسا اوقات ایسی صورت میں موت بھی واقع ہو جاتی ہے، بظاہر تو جانور نے غذائیت بخش چارہ کھانے کا عمل کیا تھا، چونکہ وہ حد سے تجاوز کر گیا اس لئے یہ عمل اس کی موت کا سبب بھی بن سکتا ہے، اسی طرح بعض بدنصیب ایسے ہیں جو زندگی بھر عمل کرتے ہیں، لیکن صبح قیامت کو جب وہ اٹھیں گے تو انہیں یہ بری خبر سننے کو ملے گی کہ تمہاری ساری محنت اکارت گئی اور تمہارے سارے اعمال ضائع ہو گئے، اس دنیا میں آنے والا ہر انسان محنت اور کوشش کر رہا ہے، شعوری زندگی کی ابتداء سے لے کر رشتۂ حیات کے انقطاع تک جدوجہد و عمل میں مصروف رہتا ہے، خواہ وہ مؤمن ہو یا کافر، عالم ہو یا جاہل، نیک ہو یا بد، خدا پرست ہو یا دنیا پرست، مرد ہو یا عورت، آخرت پر اس کا ایمان ہو یا کہ نہ ہو، اسے بہر حال مصروفِ عمل رہنا پڑتا ہے، انسان جو کچھ دنیا میں کرتا ہے اس کا نتیجہ آخرت میں ظاہر ہوگا، دنیا آخرت کی کھیتی ہے جو کچھ یہاں بویا جائے گا آخرت میں کاٹا جائے گا اس لئے کسی بھی عمل کے فائدہ مند اور ثمر بار ہونے کا فیصلہ آخرت کے اعتبار سے کیا جائے گا، آخرت میں اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں پکڑایا جانا اس بات کی نشانی ہوگی کہ اس شخص کی محنت ٹھکانے لگ گئی اور اعمال نامہ کا بائیں ہاتھ میں دیا جانا خسران اور ناکامی کی طرف اشارہ ہوگا، اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ خسارے میں قرار دیا ہے، جو بزعم خوش اچھے اعمال کرتے رہے تھے لیکن آخرت میں انہیں بتایا جائے گا کہ تمہاری ساری محنت ضائع گئی۔

سورۂ کہف میں ہے کہ "فرما دیجئے کیا میں تمہیں ان لوگوں کے بارے میں نہ بتاؤں جو اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ خسارے میں ہیں؟ وہ کہ جن کی کوشش دنیا کی زندگی میں ضائع ہو گئی اور وہ یہ سمجھتے رہے کہ وہ اچھے کام رہے ہیں"۔

اہل علم نے عمل کے ضائع ہو جانے کی تین صورتیں لکھی ہیں، پہلی یہ ہے کہ وہ ایسے اعمال

ہوں جن کے کرنے والے ایمان سے محروم ہوں، کیونکہ کسی بھی عمل کی قبولیت کے لئے ایمان بنیادی شرط ہے، کفار اور مشرکین کے اچھے اعمال کا بدلہ انہیں دنیا میں دے دیا جاتا ہے، آخرت میں انہیں کوئی صلہ نہیں ملے گا، سورۂ اعراف میں ہے ''اور وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیات اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا ان کے اعمال ضائع ہوگئے''...... شرک ایسا عمل ہے کہ اگر بالفرض اللہ کے بندے بھی اس کا ارتکاب کرلیں تو ان کے سارے نیک اعمال ضائع ہو جائیں۔ سورۂ زمر میں رسول اکرم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ ''تحقیق وحی کی گئی ہے تیری طرف اور ان لوگوں کی طرف جو تجھ سے پہلے ہوئے کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور تم خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے''۔ آج یہ نظارہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ کافروں والے بہت سے اعمال مسلمانوں نے اختیار کر رکھے ہیں اور اہل ایمان کے بعض اعمال و اخلاق اہل کفر نے اپنا لئے ہیں، معاملات کی صفائی، تجارت میں سچائی، وقت کی پابندی، ایفائے عہد، ملاوٹ سے اجتناب، ملک وملت سے وفا، مظاہر فطرت میں غور وفکر، انسانیت کی فلاح و بہبود اور راحت رسانی کے لئے نئی نئی تحقیقات اور ایجادات۔ یہ خصوصیات اور اوصاف مسلمانوں کی پہچان [illegible] اکر [illegible] تے تھے جبکہ اس کے برعکس معاملات میں دھوکہ فریب، تجارت میں دروغ گوئی، وقت کا ضیاع، و[illegible]، بد دیانتی اور خیانت، ملک اور قوم سے غداری، کاہلی اور سستی، نقالی اور راحت طلبی یہ سارے اوصاف کافروں کے تھے لیکن آج صورتحال برعکس ہے۔ اس لئے بعض مسلمانوں کو یہ کہتے ہوئے سنا جاتا ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ معاملات وغیرہ کی صفائی کے باوجود کفار دوزخ کا ایندھن بنیں اور ساری عملی اور اخلاقی کمزوری کے باوجود مسلمان جنت کے حقدار ٹھہریں، ہم ان کے مغالطہ کا اپنی طرف سے کوئی جواب دینے کی بجائے یہی عرض کرنا کافی سمجھتے ہیں کہ جب رب تعالیٰ نے واضح طور پر فرمایا کہ کافروں اور مشرکوں کے اعمال ضائع ہو جائیں گے تو اب ہمارا کٹ حجتی کرنا اپنے آپ کو اللہ کے غضب کا مستحق بنانے کی ناروا کوشش کے سوا کچھ نہیں، کفر وشرک کا ارتکاب اور نبوت ورسالت اور آخرت کا انکار کرنے والوں کو جنتی ثابت کرنے کی کوشش کرنا قرآنِ کریم کے دوٹوک ارشادات کا انکار کرنے کے مترادف ہے۔

یہ تو ہوئی حبطِ اعمال کی پہلی صورت، یعنی یہ کہ عمل کرنے والا کافر یا مشرک ہو۔ حبطِ اعمال

کی دوسری صورت یہ ہے کہ عمل کرنے والا اگرچہ مؤمن ہو مگر اسباب کی وجہ سے اس کے اعمال ضائع ہو جائیں۔ ان اسباب میں سے سب سے مہلک سبب ریا ہے جسے شرکِ اصغر بھی کہا گیا ہے۔ اپنے عمل پر اترانے، دوسروں کا دل دکھانے اور صدقہ خیرات دینے کے بعد احسان جتلانے اور تکلیف دینے کی وجہ سے بھی عمل باطل ہو جاتا ہے۔ سورۂ بقرہ میں ہے ''اے ایمان والو! اپنے صدقات، احسان جتلانے اور ایذا دینے سے اس شخص کی طرح برباد نہ کر دینا جو لوگوں کے دکھاوے کے لئے مال خرچ کرتا ہے اور اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان نہیں رکھتا''۔

رسول اکرم ﷺ کی شان میں بے ادبی اور بے احترامی کی وجہ سے بھی اعمال ضائع ہو جاتے ہیں، سورۂ حجرات میں ہے ''اے ایمان والو! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کرو اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو۔ اس طرح آپ ﷺ کے سامنے زور سے نہ بولا کرو ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو''۔

حبطِ عمل کی تیسری صورت یہ ہے کہ کسی شخص کے گناہ اس کی نیکیوں سے زیادہ ہوں، اسی چیز کو قرآن کریم میں خفت میزان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ سورۂ قارعہ میں ہے کہ ''تو جس کے اعمال کے وزن بھاری ہوں گے وہ دل پسند عیش میں ہوگا اور جس کے وزن ہلکے ہوں گے اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہے اور تمہیں کیا خبر کہ ہاویہ کیا چیز ہے وہ دہکتی ہوئی آگ ہے''۔

اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیئے کہ وہ ہمیں حبطِ اعمال کی ان تینوں صورتوں سے محفوظ رکھے۔ (آمین یارب العالمین)

شرک ہمیشہ کے لئے دوزخ کا مستحق بنا دیتا ہے

شرک ایسا کبیرہ گناہ ہے جو صاحب شرک کو ہمیشہ کے لئے دوزخ کا مستحق بنا دیتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ وہ شرک کو کبھی معاف نہیں فرمائیں گے، چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: جو شخص اس حال میں فوت ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک کرتا تھا جہنم میں جائیگا (حدیث کے راوی حضرت ابن مسعود ؓ فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں جو شخص اس حال میں فوت ہو جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھراتا تھا تو وہ جنت میں جائیگا۔

جس وقت رسول کریم ﷺ سے کبیرہ گناہوں کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے چار بڑے بڑے گناہ ذکر فرمائے۔ ان میں سے ایک شرک باللہ کا ذکر بھی فرمایا، کبائر کے متعلق پوچھنے پر رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اللہ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی، جان کا قتل، اور جھوٹی گواہی دینا"!

نفاق بھی شرک باللہ کی طرح ہے۔ منافق اور مشرک دونوں جہنم کے نچلے طبقے میں ہونگے نفاق کی تین بڑی علامتیں ہیں۔ جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ جب کوئی چیز اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو اس امانت میں خیانت کا مرتکب ہو اور جب کسی سے وعدہ کرے تو اس کو پورا نہ کرے اور وعدہ خلافی کا مرتکب ہو۔ امانت کا مفہوم وسیع ہے خواہ وہ امانت مال ہو یا کسی کی کوئی بات وغیرہ ہو تو اگر اس مال کو ضائع کردے گا یا اس بات کا افشاء کرے گا تو خائن کہلائے گا۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب بات کرے تو جھوٹ بولے جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے اور جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے۔"

اسی طرح رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر جھوٹ باندھنا بھی اس کو مستحق دوزخ بنا دیتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ آدمی کو اس کے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کیا جائے یا وہ چیز دیکھے جو اس کی آنکھوں نے نہیں دیکھی، یا رسول اللہ ﷺ کی طرف وہ بات منسوب کرے جو انہوں نے نہیں فرمائی۔"

نیز فرمان رحمت اللعالمین ﷺ ہے: "جو جان بوجھ کر میری طرف جھوٹی بات منسوب کرے تو اسے چاہیئے کہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں ڈھونڈ لے۔"

یعنی یہ بہت بڑا جھوٹ ہے کہ کسی شخص کی اس کے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف نسبت کی جائے۔ جیسا کہ آج کل کے جاہل لوگوں نے یہ کام کر رکھا ہے۔ جو لوگ اپنے بچوں کو کچھ نہیں کھلا سکتے ان کے بچوں کو لے پالک بنالیا جاتا ہے۔ جب کوئی بانجھ عورت یا مرد یہ دیکھتا ہے اور اسے یقین ہو جاتا ہے کہ اب ان کے ہاں اولاد نہیں ہوگی تو وہ کسی کے بچے یا بچی کو لے آتے ہیں اور اس کو اپنی طرف منسوب کر لیتے ہیں کہ یہ میری بیٹی یا بیٹا ہے۔ جسے عرف عام میں متبنیٰ یا لے پالک

کہا جاتا ہے۔اسلام نے اس طریق کو لغو، بے بنیاد اور حرام قرار دیا ہے، جو کوئی ایسا کرے گا وہ دوزخ کا مستحق ہوگا۔کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کی ہے۔لیکن اگر کوئی شخص اس کام سے توبہ کرلے تائب ہوجائے اور اپنی اصلاح اور درستگی کرلے تو اس کے لئے یہ وعید نہیں ہے۔

ہمیشہ کے لئے شرک سے توبہ کرلیجئے

خدا کی ذات یا صفات میں ازلی یا جاودانی خدا جیسا ٹھہرانا شرک ہے۔اللہ تعالیٰ کو کسی سے قرار دینا شرک ہے یا کسی کو اس سے قرار دینا شرک ہے۔کسی کو اس کا باپ یا بیٹا سمجھنا شرک ہے کسی کو اس کی اولاد سمجھنا شرک ہے۔اسلام سے پہلے جہاں کافروں کا کفر عروج پر تھا وہاں مشرکین کا شرک بھی زوروں پر تھا، لوگ خدا کو تو مانتے تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ کہیں ملائکہ پرستی تھی، کہیں جنات پرستی تھی، کہیں کواکب پرستی تھی۔یعنی چاند اور سورج کی پوجا کی جاتی تھی، کہیں دیوی اور دیوتاؤں کے روپ میں آباد پرستی تھی۔حتیٰ کہ مشرکین کے علاوہ یہود و نصاریٰ بھی مبتلائے شرک تھے اور اللہ نے قرآن پاک میں انہیں بار بار دعوت دی ہے کہ شرک کو چھوڑ کر حق کی طرف آجاؤ۔ارشادِ باری تعالیٰ ہوا کہ لوگوں نے اللہ کے علاوہ کچھ شریک ٹھہرا رکھے ہیں، ان سے کہئے کہ ان کے نام تو بتادو یا پھر تم وہ بات کہنا چاہتے ہو جسے وہ خود بھی نہیں جانتا یعنی شرک کرنے والے اللہ کی حقیقت سے بہت دور ہیں، جو دل میں آتا ہے اس گمان کی پیروی کرلیتے ہیں۔

قرآن پاک میں بے شمار مقامات پر شرک کی مذمت کی گئی ہے کیونکہ شرک کرنے والوں کے پاس کوئی دلیل نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ جو کوئی اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو پکارتا ہے، اس کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں۔

تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شرک کی کوئی اصلیت نہیں، بلکہ ایک اور مقام پر شرک کو جھوٹ قرار دیا گیا ہے۔فرمایا کہ جس نے خدا کا شریک مقرر کیا اس نے بہت بڑا جھوٹ گھڑا جو گناہ عظیم ہے بلکہ اسے ظلم عظیم بھی کہا گیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اس ظلم عظیم کی وجہ سے آخرت میں مشرکوں کا

انجام بہت برا ہوگا۔ شرک کرنے والوں کا آخری ٹھکانہ جہنم اور دوزخ ہے۔ اس لئے یہ ناقابلِ معافی جرم ہے۔ کیونکہ اللہ اُسے ہرگز معاف نہیں کرتا جو کسی کو اس کے ساتھ شریک ٹھہرائے۔

لہٰذا قرآنی تعلیمات ہم سے یہی تقاضا کرتی ہیں کہ کسی صورت میں بھی خدا کے ساتھ شرک نہیں ہونا چاہیئے۔ لہٰذا دنیا کی ان قوموں کو شرک سے توبہ کر لینی چاہیئے جن میں آج بھی شرک موجود ہیں۔ اے یہودیو اور نصرانیو! تمہارے لئے بہتر ہے کہ جن باتوں میں تم شرک کرتے ہو، اس کو چھوڑ کر خدائے وحدہٗ لاشریک کے پرستار بن جاؤ اور شرک سے ہمیشہ کے لئے توبہ کر جاؤ۔

شرک سے بچنے سے متعلق ایک سبق آموز واقعہ

کسی زمانے میں ایک علاقے میں ایک بادشاہ تھا، اس کے ہاں ایک جادوگر تھا، جب جادوگر بوڑھا ہوا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور میری موت کا وقت قریب آ رہا ہے۔ مجھے کوئی بچہ سونپ دو، میں اسے جادو سکھا دوں۔ چنانچہ ایک ذہین لڑکے کو وہ تعلیم دینے لگا۔ لڑکا اس کے پاس جاتا تو راستے میں ایک نصرانی عابد کا گھر پڑتا، جہاں وہ عبادت میں، کبھی وعظ و نصیحت میں مشغول ہوتا، یہ بھی کھڑا ہو جاتا اور اس کے طریقہ عبادت کو دیکھتا اور وعظ سنتا آتے جاتے یہاں رک جایا کرتا تھا۔ جادوگر بھی مارتا اور ماں باپ بھی، کیونکہ وہاں بھی دیر سے پہنچتا اور یہاں بھی دیر میں آتا۔ ایک دن اس بچے نے عابد کے سامنے یہ شکایت بیان کی۔ عابد نے کہا جب جادوگر تم سے پوچھے، کیوں دیر لگ گئی تو کہنا کہ راستے میں دیر ہو جاتی ہے۔

یونہی ایک زمانہ گزر گیا کہ ایک طرف تو وہ جادو سیکھتا تھا اور دوسری طرف کلام اللہ اور دین اللہ سیکھتا تھا۔ ایک دن یہ دیکھتا ہے کہ راستے میں ایک زبردست ہیبت ناک سانپ پڑا ہے، لوگوں کی آمد و رفت بند کر رکھی ہے، اُدھر والے اُدھر اور ادھر والے ادھر ہیں اور سب لوگ ادھر اُدھر پریشان کھڑے ہیں، اس نے سوچا کہ آج موقع ہے کہ میں امتحان کر لوں نصرانی عابد کا دین خدا کو پسند ہے یا کہ جادوگر کا۔ اس نے ایک پتھر اٹھایا اور یہ کہہ کہ اس پر پھینکا کہ خدایا تیرے نزدیک عابد کا دین اور اس کی تعلیم جادوگر کی تعلیم سے زیادہ محبوب ہے تو تُو اس جانور کو اس پتھر سے ہلاک کر دے۔ تا کہ لوگوں کو اس بلا سے نجات ملے۔ پتھر کے لگتے ہی وہ جانور مر گیا اور لوگوں کا آنا جانا شروع

ہو گیا، پھر جا کر عابد کو خبر دی اس نے کہا پیارے بچے! تو مجھ سے افضل ہے۔ اب خدا کی طرف سے تیری آزمائش ہو گی۔ اگر ایسا ہو، تو میری خبر نہ کرنا۔

اب اس بچے کے پاس حاجت مند لوگوں کا تانتا لگ گیا اور اس کی دعا سے ہر قسم کے بیمار اچھے ہونے لگے۔ بادشاہ کے ایک نابینا وزیر کے کان میں یہ آواز پڑی وہ بڑے تحفے تحائف لے کر حاضر ہوا۔ اور کہنے لگا، اگر تو مجھے شفا دے دے تو یہ سب میں تجھے دے دوں گا۔ اس نے کہا شفا میرے ہاتھ میں نہیں ہے۔ میں کسی کو شفا نہیں دے سکتا، شفا دینے والا تو اللہ وحدہ لاشریک لہ ہے۔ اگر تو شرک سے توبہ کر کے اس پر ایمان لانے کا وعدہ کرے تو میں اس سے دعا کروں۔ اس نے اقرار کیا بچے نے اس کے لئے دعا کی، اللہ نے اسے شفا دے دی۔

وہ بادشاہ کے دربار میں آیا اور جس طرح اندھا ہونے سے پہلے کام کرتا تھا کرنے لگا اور آنکھیں بالکل روشن تھیں۔ بادشاہ نے متعجب ہو کر پوچھا کہ تجھے آنکھیں کس نے دیں؟ اس نے کہا میرے رب نے۔ بادشاہ نے کہا "ہاں" یعنی میں نے دی ہیں۔ وزیر نے کہا "نہیں نہیں میرا رب اور تیرا رب اللہ ہے"۔ بادشاہ نے کہا "کیا تیرا رب میرے سوا کوئی اور ہے"۔ وزیر نے کہا "ہاں میرا اور تیرا رب ذوالجلال ہے جو ہمارا خالق اور ہمیں پالنے والا ہے۔

بادشاہ نے اسے مار پیٹ شروع کر دی اور طرح طرح کی تکلیفیں اور ایذائیں دینے لگا اور پوچھنے لگا کہ تجھے یہ تعلیم کس نے دی ہے؟ آخر اس نے بتا دیا کہ میں نے اس بچے کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا ہے اور کفر و شرک سے توبہ کر لی ہے، تو بادشاہ نے لڑکے کو بلوایا اور کہا اب تو تم جادو میں کامل ہو گئے کہ بیماروں کو تندرست کرنے لگ گئے ہو۔

اس نے کہا، غلط ہے، نہ میں کسی کو شفا دے سکتا ہوں نہ جادوگر ہوں، شفا اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ کہنے لگا، اللہ تو میں ہی ہوں۔ اس نے کہا ہرگز نہیں، بادشاہ نے کہا۔ پھر کیا تو میرے سوا کسی اور کو رب مانتا ہے تو اس نے کہا ہاں میرا رب اور تیرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ اس نے اب بچے کو طرح طرح کی سزائیں دینا شروع کیں۔ اس بادشاہ نے حکم کیا کہ اس کو کشتی میں بٹھا کر دریا میں ڈبو دو اس نے ہمارا نام ڈبو دیا اور سات پشت کو بٹہ لگا دیا۔ پھر اس کو کشتی میں بٹھا کر لے چلے۔ اچانک کشتی اُلٹ گئی سب ڈوب گئے، اللہ کے فضل و کرم سے وہ لڑکا صحیح سلامت بچ گیا، پھر بادشاہ کے پاس

آ کر کہنے لگا کہ اس سچے خدا نے مجھ کو بچالیا اور جھوٹوں کو ڈبو دیا۔ پھر تو بادشاہ آپے سے نکل گیا اور کہا کہ اونچے پہاڑ کی چوٹی سے اس کو نیچے ڈال دو تا کہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور اس کا نام و نشان مٹ جائے۔ جب پہاڑ پر لے کر گئے، قدرتِ خدا سے ہوا کا جھونکا آیا۔ واللہ اعلم ان سب کو ہوا نے اڑا دیا اور لڑکے کو ذرا ہوا نے نہ ستایا۔ پھر لڑکا بخوبی سلامت بادشاہ کے پاس آیا۔ تب جل کر کہا جلادوں کو بلاؤ اور اس کی جلد و پوست اڑا دو، لڑکے نے کہا اپنی جان کھوتا ہے. جی جان کو روتا ہے اور بے فائدہ حماقت بھگتتا ہے۔ اگر تو اور تیرا سارا لشکر جمع ہوگا، میرا ایک بال بیکا نہ ہو۔ اس مصیبت سے نجات منظور ہے تو اپنی تدبیریں بالائے طاق رکھ اور میرے کہنے پر دھیان رکھ کہ ایک میدان میں سب کو جمع کر اور مجھ کو سولی پر چڑھا اور میرے آگے یہ کہہ کر تیر لگا کہ تجھ کو تیرے خدائے برحق کے نام سے مارتا ہوں۔ فوراً مر جاؤں گا۔ پس بادشاہ نے جو اپنی تدبیر سے عاجز آ گیا تھا ایسا ہی کیا وہ نادان، دانا لڑکے کی حکمت سے آگاہ نہ تھا کہ جب سارے لشکر اور اہلِ شہر کے آگے یہ بات کہہ کر تیر مارے گا تو بلاشک اپنے دین کو چھوڑ دے گا اور میرے دین کو سچا بتاوے گا۔ تو سب لوگ اس کے دین سے پھر جائیں گے اور میرے حق مذہب پر ایمان لائیں گے، گویا جان سے گیا مگر جہان تو ایمان سے رہا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ لڑکا تیر سے مارا گیا لیکن آدھے سے زیادہ لوگ کفر و شرک سے توبہ کر کے اللہ پر ایمان لے آئے۔ سب لڑکے کے غم میں زار زار روتے چلاتے تھے۔

جب یہ حال بادشاہ نے دیکھا تو سخت حیران ہو گیا کہ لڑکا تو مرا لیکن سب کو مارا گیا اور میری بادشاہت اور ملت سب تہ بالا کر گیا۔ اسی وقت ایک گڑھا چالیس ہاتھ گہرا کھدوایا اور اس میں جو لوگ ایماندار تھے ان کو جلایا۔ مگر ایک عورت بچوں والی تھی، اس کو ہر چند ڈرایا کہ تجھ کو مع تیرے بچوں کے جلا دیں گے ورنہ اسلام سے باز آ۔ عورت نے کہا میں حق سے نہ پھروں گی۔ خدائے برحق سے منہ نہ موڑوں گی، تو کچھ درگزر نہ کر، جو جی چاہے سو کر۔ پھر ایک ایک کر کے اس کے بچوں کو آگ میں جلایا۔ مگر وہ کمال آب و تابِ ایمانی سے اُف نہ کرتی تھی اور رضائے الٰہی پر صابر و شاکر تھی۔ جب سب اولاد اس کی جلا دی اور گود کے بچے کو بھی جلانے کا ارادہ کیا اور اس جلتی بھنتی کو اور زیادہ جلایا۔ آخر وہ عورت تھی اور چند جگر پارے اس کے جل گئے مگر اس نے آہ نہ کی۔ لیکن گود کے لڑکے کے جلنے سے یکایک آگ جگر کی بھڑک اٹھی، آپے سے جاتی رہی، بے ہوشی کے عالم میں

قریب تھی کہ فریب شیطان بہکا دے اور دولت ایمان سے ہاتھ اٹھا دے۔ اچانک اللہ نے اس گود کے بچہ کو گویا کیا۔ اس کے حفظِ ایمان کا سامان کیا اس نے بزبان فصیح کہا کہ اے ماں! تو کچھ تردد نہ کر۔ سب بھائی میرے جنت کو گئے میں بھی جاتا ہوں۔ پس لڑکے کی دلداری سے اس کی بھڑکی ہوئی آگ بجھی۔ سب سنگ دلوں نے اس لڑکے کو بھی آگ میں ڈالا۔ تب عورت نے بے تاب ہو کر ایک چیخ ماری۔ اسی وقت ایک شعلہ آگ سے اٹھا اور چالیس چالیس گز ہر طرف کے کافروں اور مشرکوں کو جلا کر خاکستر کر دیا اور اس کافر بادشاہ کا مع امیر اور لشکر کافر کے نام ونشان نہ رہا کہ کہاں چلا گیا اور جو ایماندار اس ظالم کے ظلم سے بچے تھے، اللہ تعالیٰ کی حمایت سے ان میں سے ایک کا بھی بال نہ جلا۔

ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جہنم میں لے جانے والے اس عمل یعنی شرک سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین) اور جنت میں لے جانے والے اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔
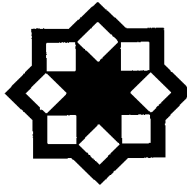
جہنم میں لے جانے والا دوسرا عمل

ظلم کرنا

بعض اہل علم نے ظلم کی تین قسمیں بیان کی ہیں. پہلی قسم یہ ہے کہ انسان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ظلم ہو اور اس میں سب سے بڑا ظلم کفر و شرک اور نفاق ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے''۔ (سورۂ لقمان۔۱۳)

دوسری قسم یہ ہے کہ خود انسانوں کے درمیان ظلم ہو، سورۂ شوریٰ میں ہے:

''الزام صرف ان لوگوں پر ہے جو انسانوں پر ظلم کرتے ہیں''۔ (شوریٰ۔۴۲)

تیسری قسم یہ ہے کہ انسان خود اپنے اوپر ظلم کرے سورۂ فاطر میں ہے ''ان میں سے بعض اپنے اوپر ظلم کرنے والے ہیں''۔ (فاطر۔۳۲)

انجام اور حقیقت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ تینوں قسمیں اپنے ہی اوپر ظلم کرنے کی ہیں کیونکہ ان کا نقصان خود انسان کو ہی ہوتا ہے خواہ وہ شرک کرے یا فسق و فجور اور منافقت، کسی کا حق دبائے یا ہاتھ اور زبان سے کسی کو تکلیف دے، خودکشی کرے یا اپنے جسم و جان کو ناروا تکلیف میں ڈالے بہرصورت دنیا اور آخرت میں ان حرکتوں کا خمیازہ خود اسی کو بھگتنا پڑے گا۔ سورۂ یونس میں ہے کہ ''بے شک اللہ انسانوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا لیکن انسان ہی اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں''۔ سورۂ توبہ میں بعض ظالم اور نافرمان قوموں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا گیا ''پس اللہ ان پر ظلم کرنے والا نہیں تھا بلکہ وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کرنے والے تھے''۔ قرآن کریم میں اگرچہ ظلم کا لفظ مختلف معنوں میں استعمال ہوا ہے لیکن روزمرہ زبان میں جب ظلم کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے مراد وہ ظلم ہوتا ہے جو بندے بندوں پر کرتے ہیں، انسان چونکہ اپنی فطرت کے اعتبار سے ''ظلوم اور جہول'' ہے اس لئے ہر شخص کے اندر ظلم اور جہالت کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور پایا جاتا ہے البتہ جس شخص کے ساتھ اللہ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے علم نافع عطا فرما دیتا ہے اور اس کے دل میں رشد و ہدایت القاء

کر دیتا ہے اور جب وہ علم پر عمل کرتا ہے تو ظلم سے بھی بچ کر رہتا ہے اور جس شخص کے ساتھ اللہ بھلائی کا ارادہ نہ کرے اسے اول تو علم نافع حاصل نہیں ہوتا اور اگر وہ حروف خوانی اور کتاب فہمی کی حدتک علم حاصل کر بھی لے تو اسے عمل کی توفیق نہیں ہوتی، اگر اسے علم حاصل نہ ہو تو وہ جہل میں مبتلا رہتا ہے اور اگر توفیقِ عمل نہ ہو تو وہ ظلم کا مرتکب ہوتا ہے، حضرت امام ابن قیمؒ کے الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ ہر خیر کی اصل علم اور عدل ہے اور ہر شر کی اصل جہل اور ظلم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عدل کی حدود مقرر کی ہیں، جو شخص ان حدود سے تجاویز کرے گا، وہ ظالم شمار ہوگا اور وہ ان تمام وعیدوں کا مستحق ہوگا جو کتاب وسنت میں ظالموں کے لئے مذکور ہیں، قرآن کریم کو دیکھیں تو وہ ظلم اور ظالموں کی مذمت سے بھرا پڑا ہے کہیں فرمایا گیا "بے شک اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا"۔

(سورۂ مائدہ۔۵۱)

کہیں فرمایا گیا کہ "اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا" (سورۂ آل عمران۔۱۴۰) کہیں فرمایا گیا "ظالموں کا کوئی مددگار نہیں" (سورۂ فاطر۔۳۷) انسانیت کو ظلم کے تباہ کن اثرات سے بچانے کے لئے قرآن نے انسانوں کو ایک بنیادی ہدایت یہ دی ہے کہ "نیکی اور تقویٰ کے کاموں پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور تعدی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کیا کرو"۔ (سورۂ مائدہ۔۲)

جدید دنیا میں نان کوآپریشن کو مظالم کی روک تھام کے لئے ایک ایسی امت اور جماعت بھی کھڑی کر دی تھی جس نے معاشرتی، سیاسی، فوجی اور معاشی میدانوں میں اس نظریہ پر عمل کر کے دکھایا وہ خیر کے کاموں میں ایک دوسرے کے دست و باز وثابت ہوتے تھے اور ظلم وتعدی میں تعاون نہیں کرتے تھے، اس عدم تعاون کا نتیجہ یہ نکلا کہ جہاں جہاں وہ اصحاب خیر پہنچے وہاں سے ظلم و ستم کا خاتمہ ہوگیا، وہ نہ صرف یہ کہ ظلم میں تعاون نہیں کرتے تھے بلکہ ظالم کا ہاتھ روکنے اور اس کا پنجہ مروڑنے میں بھی اپنی تمام صلاحتیں صرف کر دیتے تھے، اس لئے کہ انہیں اسی چیز کی تعلیم دی گئی تھی، صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو فرمایا کہ "تم اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم، صحابہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! اگر وہ مظلوم ہو تو اس کی مدد کی جاسکتی ہے مگر ظالم کی مدد کیونکر کی جائے، فرمایا اس کی مدد یہ ہے کہ اس کو ظلم سے روکا جائے"۔

اس طریقۂ تعلیم کی جدت پر ایک نظر ڈالئے، ظالم کی مدد کی ترغیب دلا کر سننے والوں کے

دلوں میں توبہ کی خلش پیدا کردی اور جب بظاہر اسی عجیب تعلیم کی طرف وہ بدل و جان متوجہ ہو گئے تو اس کمالِ التفات سے فائدہ اٹھا کر آپ ﷺ نے یہ تلقین فرمائی کہ ظالم کی مدد کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو ظلم سے روکا جائے۔ (سیرت النبی ﷺ)

مسند احمد کی ایک حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے ظالم سے ڈرنے پر بھی وعید سنائی ہے، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا'' جب تم میری امت کو دیکھو کہ وہ ظالم کو ظالم کہتے ہوئے بھی ڈرتی ہے تو پھر اس کی اصلاح سے مایوسی ہو جائے گی''۔ دوسری روایت میں ہے کہ اس صورت میں میری امت کو زمین میں دھنسنے، شکلوں کے مسخ ہونے اور سنگ باری جیسے عذابوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔

احادیث کے مطالعہ سے ظلم کے بہت سارے نقصانات سامنے آتے ہیں ہم ان میں سے چند ایک کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں۔

(۱)۔ ظالم اللہ کے غضب کا مستحق ہو جاتا ہے اور اس پر مختلف قسم کے عذاب نازل ہوتے ہیں، جب اللہ گرفت فرماتا ہے تو اس کی گرفت سے ظالم کو کوئی بھی نہیں چھڑا سکتا۔ صحیح بخاری میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا رہتا ہے پھر جب اسے پکڑتا ہے تو اسے کوئی نہیں چھڑا سکتا''۔

(۲)۔ مظلوم کی بددعا اس کے خلاف قبول ہوتی ہے حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''مظلوم کی دعا سے بچو کیونکہ وہ آسمان کی طرف ایسے چڑھتی ہے گویا وہ چنگاری ہے''۔ (حاکم)

(۳)۔ ظلم کی وجہ سے ملک اور حکومتیں تباہ ہو جاتی ہیں۔

(۴)۔ ظالم قیامت کے دن رسول اکرم ﷺ کی شفاعت سے محروم رہے گا، صحیح مسلم میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''میری امت میں دو قسم کے لوگ ایسے ہیں جنہیں میری سفارش نہیں پہنچے گی ایک تو ظالم اور غاصب بادشاہ، دوسرا دین میں غلو کرنے والا، میں ان دونوں کے خلاف گواہی دوں گا اور ان سے برات کا اعلان کروں گا۔

(۵)۔ ظلم کا ارتکاب، دل کی ظلمت اور قساوت کی دلیل ہے۔

(۶)۔ ظالم سے مخلوقِ خدا نفرت کرتی ہے اور دور بھاگتی ہے۔
(۷)۔ ظالم، قیامت کے دن اپنی نیکیوں سے محروم ہو جائے گا اور اس کی کندھوں پر مظلوموں کے گناہوں کا بوجھ ڈال دیا جائے گا۔
(۸)۔ ظالم، اللہ کی نظر میں انتہائی ذلیل اور حقیر ہوتا ہے۔
(۹)۔ ظالم کے لئے قیامت کے دن ظلمت ہی ظلمت ہوگی، اسے جنت کی طرف جانے کا راستہ دکھائی نہیں دے گا۔
(۱۰)۔ ظالم کا ہاتھ نہ روکنے کی وجہ سے پوری امت کا نظم درہم برہم ہو جاتا ہے۔ شاید ہمارے آج کے انتشار کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ظالم کا ہاتھ روکنا تو کجا الٹا اس کا ساتھ دیا جاتا ہے۔
بہر حال خلاصہ یہ ہے کہ ظلم کا عام مطلب یہ ہے کہ کسی کے ساتھ زیادتی نہ کی جائے یعنی کسی کا جائز حق اپنی طاقت یا اختیارات کے بل بوتے پر نہ چھینا جائے۔ اسلام عدل وانصاف کا علمبردار ہے۔ اس لئے اسلام میں امارت، قومیت، نسلی برتری، حکومت، صاحب اختیار ہونے کی صورت میں دوسروں کے حقوق کو غصب کرنے کا کوئی جواز نہیں بلکہ کتاب وسنت میں اس کی ممانعت اور مذمت کی گئی ہے۔ بیشمار لوگوں کو ظلم کی بنا پر اسی جہان میں سزا مل جاتی ہے۔ قرآن شاہد ہے کہ بہت سے ظالموں کی بستیوں کو ان کے ظلم کی نحوست کی وجہ سے ہلاک کر دیا گیا۔
یاد رکھئے! اللہ تعالیٰ نے تین قسم کے حقوق مقرر کئے ہیں۔ (جیسا کہ اس سے پہلے بھی مختصراً عرض کیا گیا) پہلا حق خدا کا ہے کہ اس خالق کائنات کی فرمانبرداری کی جائے اور ہر لحاظ سے اطاعت کی جائے۔ دوسرا حق انسان کے جسم کا اپنا حق ہے کہ اپنی جان کو اس راہ پر نہیں چلاتا۔ بلکہ غلط راستہ اختیار کرتا ہے۔ تو ایسا کرنا اپنی جان کے ساتھ ظلم ہوگا۔ تیسرا حق دوسری مخلوقات کا ہے۔ اگر انسان دوسروں کی حق تلفی کرتا ہے تو وہ دوسرے کے ساتھ ظلم ہوگا۔ دنیاوی معاملات میں عموماً تیسری قسم کا ظلم عام ہے جس سے دوسری مخلوقات کی خصوصاً حق تلفی ہوتی ہے۔ ظلم خواہ کیسا ہی کیوں نہ، آخرت میں اس کی سزا ضرور ملے گی۔ حاکمِ وقت کی کرسی پر بیٹھ کر رعایا کے حقوق ادا کرنا ظلم ہے۔ انصاف کا ترازو ہاتھ میں لے کر انصاف نہ کرنا ظلم ہے۔ جانور رکھ کر ان کی خوراک کا بندوبست نہ کرنا ظلم ہے۔ نوکر رکھ کر ان کے ساتھ انسانی تقاضوں کے مطابق حقوق ادا نہ کرنا ظلم

ہے۔ جو لوگ ظالم بن جاتے ہیں ان کی فلاح نہ ہوگی۔ ظالم کو دین و دنیا میں خسارہ ہی خسارہ ہے۔ اس لئے میرے دوست! ایسی برائی سے ہر ممکن طریقے سے توبہ کر لینی چاہیئے کیونکہ اسی میں نجات ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے بھی ظلم کی بہت مذمت کی ہے اور اس سے بچنے کا درس دیا ہے۔ لہٰذا ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ظلم قیامت کے دن اندھیروں کا باعث بنے گا۔

آپ ﷺ نے مزید فرمایا کہ جو شخص بالشت زمین ظلم سے حاصل کر لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے گلے میں ساتوں زمینوں کا طوق ڈالے گا۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ پانچ آدمی ایسے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ غضبناک ہوتا ہے۔ اگر وہ چاہے تو دنیا میں انہیں غضب کا نشانہ بنادے۔ ورنہ آخرت میں انہیں جہنم میں ڈالے گا۔ حاکمِ قوم جو خود تو لوگوں سے اپنے حقوق لے لیتا ہے مگر انہیں ان کے حقوق نہیں دیتا اور اس سے ظلم کو دفع نہیں کرتا۔

قوم کا قائد، لوگ جس کی پیروی کرتے ہیں اور وہ طاقتور اور کمزور کے درمیان فیصلہ نہیں کر سکتا اور خواہشات نفسانی کے مطابق گفتگو کرتا ہے۔

گھر کا سربراہ، جو اپنے گھر والوں اور اولاد کو اللہ کی اطاعت کا حکم نہیں دیتا اور انہیں دینی امور کی تعلیم نہیں دیتا۔

ایسا آدمی جو اجرت پر مزدور لاتا ہے اور کام مکمل کروا کے اس کی اجرت پوری نہیں دیتا اور وہ آدمی جو اپنی بیوی کا حق مہر دبا کر اس پر زیادتی کرتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے یہاں تک کہ آخر اس کو اپنی پکڑ میں لے لیتا ہے اور پھر اس کا چھٹکارا نہیں، پھر قرآن پاک کی یہ آیت مبارکہ تلاوت کی جس میں کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان بستیوں کو اپنی گرفت میں لے لیا جبکہ وہ ظالم تھے۔

حضرت عبداللہ بن انیسؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن لوگ ننگے بدن، ننگے پاؤں، سیاہ چہروں کے ساتھ اٹھیں گے، پس منادی ندا کرے گا جس کی آواز ایسی ہوگی جو دور و نزدیک یکساں طور پر سنی جائے گی۔ میں بدلہ دینے والا

مالک ہوں۔ کسی جنتی کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ جنت میں جائے باجود یہ کہ اس پر کسی جہنمی کی دادخواہی رہتی ہو۔ چاہے وہ ایک تھپڑ ہی کیوں نہ ہو یا اس سے زیادہ ہو اور کوئی جہنمی جہنم میں نہ جائے دارنحالیکہ اس پر کسی کا حق رہتا ہو، چاہے وہ ایک تھپڑ ہو یا اس سے زیادہ ہو۔ اور تیرا رب کسی ایک پر بھی ظلم نہیں کرے گا۔ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! یہ کیسے ہو سکے گا۔ حالانکہ ہم تو اس دن ننگے بدن، ننگے پاؤں ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نیکیوں کے ساتھ اور برائیوں کے ساتھ مکمل بدلہ دیا جائے گا اور تمہارا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔

رسول اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ جو ناحق ایک چابک مارتا ہے قیامت کے دن اس کا بدلہ دیا جائے گا۔

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے آپ کو مظلوم کی بددعا سے بچاؤ۔ اس لئے کہ جب وہ اللہ تعالیٰ سے اپنا حق مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ کسی حق والے کے حق کو نہیں روکتا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ جو شخص کسی مقدمہ میں کسی ظالم کی مدد کرے تو وہ ہمیشہ اللہ کے غضب میں رہے گا۔ یہاں تک کہ اس سے الگ ہو جائے۔

حضرت اوس بن شرجیلؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص ظالم کے ساتھ اس کو ظالم بناتے ہوئے اس کی مدد کے لئے نکلے، تو وہ ہم سے نکل گیا۔ (بحوالہ اللہ میری توبہ)

ظلم کی قباحت اور اس کی سزا

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ۔ ''اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتے ہیں اور جب اسے پکڑتے ہیں تو چھوڑتے نہیں، پھر آپ ﷺ نے استشہاد میں قرآن کریم کی یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی کہ ''اور آپ کے پروردگار کی پکڑ اسی طرح ہے جب وہ بستی والوں کو پکڑتا ہے جو (اپنے اوپر) ظلم کرتے رہتے ہیں بے شک اس کی پکڑ بڑی تکلیف دہ ہے بڑی سخت ہے''۔ (بخاری و مسلم)

اور حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ۔

''تم اپنے بھائی کی مدد کرو ظالم ہو یا مظلوم ہو، تو ایک صاحب نے عرض کیا اے اللہ کے

رسول ﷺ! جب وہ مظلوم ہو تو اس کی امداد کروں (یہ بات سمجھ میں آتی ہے) لیکن یہ بتلایئے کہ اگر وہ ظالم ہو تو پھر اس کی مدد کیسے کروں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم اسے ظلم سے روک دو یہ ہی تمہارا اس کی مدد کرنا ہے"۔ (بخاری و مسلم)

تشریح...... ظلم بہت بری چیز ہے اور اس کا انجام بہت خراب ہے اور ظالم کی سزا دوزخ کی آگ اور دوزخ کی تباہی ہے اور اگر بالفرض کوئی پہاڑ بھی کسی پہاڑ پر ظلم کرے گا تو ان میں سے ظالم کو پاش پاش کر دیا جائے گا، اللہ تعالیٰ نے جس طرح ظلم کو حرام قرار دیا ہے اس طرح کسی اور چیز کو حرام قرار نہیں دیا اور جیسی سخت وعید ظالم کے لئے بیان فرمائی ہے ایسی سخت وعید کسی کو نہیں کی، فرمایا کہ۔

"ہم نے ظالموں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے اس کی قناتیں ان کو گھیرے ہوں گی اور اگر وہ فریاد کریں گے تو ان کی فریاد رسی ایسے پانی سے کی جائے گی جو تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا چہروں کو بھون ڈالے گا، کیسا برا ہوگا وہ پانی اور کیسی بری ہوگی وہ جگہ۔ (سورۂ کہف)

نیز ارشاد فرمایا ہے کہ۔ واللہ لا یھدی القوم الظالمین (البقرہ۔۲۵۸)

"اور اللہ ظالم لوگوں کو راہِ ہدایت نہیں دکھاتا"۔

اور سب سے بڑا اور خبیث ترین ظلم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا ہے اور یہ کہ انسان اپنے خالق کا کسی کو ہمسر گردانے، یا اس کے علاوہ کسی اور کو پکارے جو اس کے لئے نہ نفع کا مالک ہے، نہ نقصان کا، جیسے کہ حضرت لقمان علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ۔

"اے بیٹا اللہ کا شریک نہ ٹھہرانا بے شک شرک بڑا بھاری ظلم ہے"۔ (سورۂ لقمان)

اور لوگوں کے حقوق پر ظلم و تعدی کے ساتھ ڈاکہ ڈالنا اور ان کو ہضم کرنا ان گناہوں میں سے ہے جو کبھی معاف نہیں ہوں گے اور یہ ان کبیرہ گناہوں میں سے ہے جو نماز و صدقہ سے بھی معاف نہیں ہوتے اور توبہ و استغفار سے بھی اس وقت تک معاف نہیں ہوتے جب تک ان حقوق کے مالکوں کو ان کا حق واپس نہ دیا جائے یا ظالم مظلوم سے معافی طلب نہ کرلے، اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو ظلم سے بری قرار دیا ہے، فرمایا کہ۔

"اور آپ کا پروردگار بندوں پر ظلم کرنے والا (ہرگز) نہیں"۔ (سورۂ حم سجدہ)

اور اللہ تعالیٰ حدیث قدسی کے ذریعے فرماتے ہیں کہ "اے میرے بندو میں نے اپنے

اوپر ظلم کو حرام قرار دیا ہے اور ظلم کو تمہارے درمیان بھی حرام کر دیا ہے اس لئے آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کرنا"۔

ظلم کے بہت سے طریقے اور بے شمار وسائل ہیں، مسلمان کی ہر ہر چیز دوسرے مسلمان پر حرام ہے اس کا خون بھی اس کا مال بھی اور اس کی عزت و آبرو بھی جیسا کہ حدیث مبارکہ میں آتا ہے۔ لہٰذا غصب مال، چوری، ڈاکہ، سود، کم تولنا، کم ناپنا، دھوکہ دہی، امانت میں خیانت اور مزدور و ملازم کو دھوکہ دینا۔ قرض دینے والے اور شریک اور وکیل کے ساتھ خیانت یہ سب ظلم کی ان اقسام میں سے ہے جن کے کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ ناپسند فرماتے ہیں اور ان کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ۔ "سنو سنو کہ اللہ کی لعنت ہے ظالموں پر"۔ (سورۂ ہود)

لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ ظلم کے مختلف درجات ہیں، اور ہر چیز کی سزا اسی کے مطابق دی جائے گی، اور بعض اوقات ظالم یہ سمجھتا ہے کہ وہ اللہ کی سزا سے بچ گیا ہے لہٰذا وہ اور سرکشی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور ظلم اور سرکشی میں لگا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ۔

"اور اگر اللہ لوگوں پر واضح کر دیا کرتا جس طرح وہ بھلائی کی جلدی مچاتے ہیں تو ان کی میعاد (کبھی کی) پوری ہو چکی ہوتی لیکن ہم ان لوگوں کو جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے ہیں ان کی سرکشی میں بھٹکتے ہوئے چھوڑے رکھتے ہیں۔ (سورۂ یونس)

لیکن اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل اور مہلت دیتا ہے تاکہ وہ توبہ کر لے اور سرکشی اور زیادتی سے باز آجائے لیکن اگر وہ مخالفت میں لگا رہتا ہے اور کمزوروں، ضعیفوں اور مسکینوں پر ظلم اور تعدی سے باز نہیں آتا اور ان کی اہانت کرتا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ڈھیل سے دھوکے میں پڑ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ زبردست طاقت وقوت والے کی طرح اس کو پکڑ لیتے ہیں، اور اپنی سزا کے کوڑوں سے اس کی سرکوبی کرتے ہیں اور اسے لوگوں کے لئے سامانِ عبرت اور متقیوں کے لئے نصیحت بنا دیتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب بہت سخت اور اس کی گرفت بہت شدید ہے، خود اللہ تعالیٰ ہی فرماتے ہیں کہ۔ یقیناً اللہ لوگوں پر ذرا بھی ظلم نہیں کرتا البتہ لوگ ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔

(سورۂ یونس)

اور اگر ہم گزری ہوئی قوموں کے حالات اور پچھلے لوگوں کے ان واقعات سے عبرت

حاصل کریں جن کو قرآنِ کریم نے ہمارے لئے بیان کیا ہے اور ظالموں پر ظلم کی وجہ سے جو عذاب نازل ہوا اور سزا و گرفت میں جکڑے گئے ان کو اپنے سامنے رکھیں تو اس سے ظالم کو ظلم سے روکنے کا سامان میسر آجائے گا، اور ان سے اس کی طمع کم ہو جائے گی اور اس کے لئے روئے زمین پر فساد پھیلانے اور بڑائی اختیار کرنے سے رکاوٹ بنیں گی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ۔

''اور یہ بستیاں وہ ہیں جنہیں ہم نے ہلاک کر ڈالا جب انہوں نے ظلم کیا اور ہم نے ان کی ہلاکت کے لئے ایک وقت معین کیا تھا''۔

''اور آپ کے پروردگار کی پکڑ اسی طرح ہے جب وہ بستی والوں کو پکڑتا ہے جو (اپنے اوپر) ظلم کرتے رہتے ہیں بے شک اس کی پکڑ بڑی تکلیف دہ ہے سخت ہے''۔

اور نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ۔ ''اور مظلوم کی بددعا بادلوں سے اوپر اٹھائی جاتی ہے اور اس کی اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا''۔

لہٰذا اے طاقتور ظالم! تم یہ نہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ ان کمزور مساکین وضعفاء کی وجہ سے تم سے بدلہ نہیں لے گا جو تم سے ناراض ہیں اور تمہارے لئے بددعا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ تمہارے ظلم اور ان کی مظلومیت سے خوب باخبر ہے کہ۔ وما اللّٰہ بغافلٍ عمّا تعملون (البقرہ۔۷۴)

''اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ اس سے بے خبر نہیں''۔

اور مظلوم کو اس کا حق دلانے کے لئے اس کی مدد کرنا اور ظالم کو اس کے ظلم سے باز رکھنے کے لئے اس کا ہاتھ پکڑ لینے میں معاشرے کے نظام کی حفاظت اور کمزوروں کو طاقتوروں کی سرکشی و زیادتی سے بچانا ہے۔

انسان اپنی طبیعت کے اعتبار سے شر کی طرف مائل ہوتا ہے اور یہ چیز اس کی فطرت میں پڑی ہوئی ہے، اگر شریعتیں اور قانون انسان کی طبیعت کو مہذب نہ بناتے اور اس کی شورشِ طبع کو کم نہ کرتے تو غلام انسان کیا کر گزرتا، اس لئے ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم انسان کو زیادتی سے روکیں، ظلم سے باز رکھیں، تاکہ لوگوں کے حقوق ضائع نہ ہوں اور لاقانونیت نہ پھیلے اور اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر رحم کرے جو اپنے ساتھ انصاف کرے اور اپنے نفس کے حقوق بھی ادا کرے اور جو ذمہ داریاں اس پر عائد ہوتی ہیں انہیں بھی ادا کرے اور قاضیوں، ججوں اور حاکموں کو اپنی زیادتی و تعدی اور

مقدمہ بازی سے بچائے اور اپنے معاملات کو اس ذات کے حوالے کر دے جو قیامت کے روز بندوں کے معاملات کا فیصلہ فرمائے گا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا وہ خطبہ جو انہوں نے اس روز لوگوں کے سامنے دیا تھا جس دن ان کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی گئی تھی، اس وعظ میں انہوں نے کہا تھا کہ جو شخص تم میں ضعیف و کمزور ہے وہ میرے یہاں اس وقت تک طاقتور وقوی ہے جب تک میں اس کو اس کا حق نہ دلا دوں اور جو تم میں طاقتور ہے وہ میرے نزدیک اس وقت تک کے لئے کمزور ہے جب تک میں اس سے دوسرے کا حق وصول نہ کرلوں انشاء اللہ۔

واقعی اگر لوگ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت انس بن مالکؓ کی ان دونوں حدیثوں پر عمل کرلیں جو شروع میں گزری ہیں تو آپ کو کوئی ظالم بادشاہ اور جابر حاکم وامیر اور خائن ایجنٹ، اور دہشت زدہ کرنے والا چور، اور بدکردار ڈاکو اور مکار دغاباز نہ ملے گا، اور جیلیں مجرم قیدیوں سے نہ بھریں گی اور نہ عدالتیں مقدمہ پیش کرنے والوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی ہوں گی اور نہ کسی شخص کو اپنے مال وجان کی فکر ہوگی اور نہ کوئی اپنے کسی ہم نشین وساتھی پر بدگمانی کرے گا نہ تہمت لگائے گا۔

اگر حکام لوگوں کی اصلاح کردیں اور ان پر نظر رکھیں تو وہ کبھی بھی کجی کو اختیار نہ کریں، اور اگر وہ ان حکام سے ظالم کا ہاتھ پکڑنے اور مظلوم کی معاونت کا مطالبہ کریں اور وہ واقعی اس پر عمل کر لیں تو کوئی شور وغوغا نہ ہو اور نہ کسی قسم کی پریشانی پیش آئے، لیکن ہم روزانہ قتل وغارت گری، چوری ڈاکہ اور شہروں اور دارالحکومتوں میں اغوا وخونریزی کے ایسے واقعات دیکھتے اور سنتے ہیں جن سے خوف ودہشت گردی کا بازار گرم ہوتا ہے اور لوگ اپنے گھروں، دکانوں، کارخانوں اور دفتروں میں چین اور اطمینان وسکون سے نہیں بیٹھ سکتے، حالانکہ ہم ترقی یافتہ دور میں رہتے ہیں اور تہذیب و تمدن کے دعویدار ہیں اور بزعمِ خود مکمل آزادی یافتہ ہیں اور اس سب سے زیادہ قبیح اور بڑا ظلم وہ ہے جو حکومتیں حکومتوں پر اور قومیں دوسری قوموں پر کرتی ہیں، نہ کسی کے عہد کا پاس ہوتا ہے، نہ کسی قانون کا خیال ہوتا ہے اور نہ کسی مصلح ودیانتدار کے پاس کوئی قدرت واختیار ہے۔

یہ سب کچھ کیوں ہے، اور عہد وپیمان کس وجہ سے توڑے جاتے ہیں اور صلح وآشتی کی جگہ

جنگ کیوں لے لیتی ہے صرف اور صرف اس لئے کہ اپنے کو بڑا بنایا جائے، ترجیح دی جائے، کمزور کی تذلیل ہو اور اپنی حکومت و استعمار کو وسعت دی جائے، لیکن اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو یاد رکھنا چاہیئے کہ۔

''اور اللہ کو اس سے بے خبر ہرگز مت سمجھ جو کچھ (یہ) ظالم لوگ کر رہے ہیں انہیں تو بس اس روز تک وہ مہلت دیئے ہوئے ہے جس میں نگاہیں پھٹی رہ جائیں گی''۔ (سورۂ ابراہیم)

بعض لوگ ایسے ہیں کہ اگر ان کو کسی چیز کا ذمہ دار یا رکھوالا بنایا جائے تو وہ اسی میں ظلم و تعدی اور زیادتی کرتے ہیں اور دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالتے ہیں اور لوگوں کو بے آبرو کرتے اور خون بہاتے ہیں اور لوگوں پر حکم چلاتے ہیں اور جس چیز میں چاہتے ہیں اپنی اطاعت وفرمانبرداری کو فرض کر دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ۔

''اور وہ اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے اور اس کا معاملہ حد سے گزرا ہوا ہے''۔ (سورۂ کہف)

انہیں نہ مذہب و دین کی پرواہ ہوتی ہے اور نہ قرابت و رشتہ داری کا پاس، وہ نہ اپنی مسئولیت و ذمہ داری کی پرواہ کرتے ہیں نہ ان کو خدا کا خوف یاد آتا ہے، نہ وہ اپنے اوپر خدا کے انعام و فضل کو یاد کرتے ہیں، نہ انہیں بغاوت پر گرفت و پکڑ کا ڈر ہوتا ہے اور نہ نعمت کے زوال کا خوف، بلکہ وہ قارون کی طرح یہ کہتا ہے کہ۔

''مجھ کو تو یہ سب میری ہنرمندی سے ملا ہے کیا اسے خبر نہ تھی کہ اللہ اس کے قبل کی امتوں میں ایسوں کو ہلاک کر چکا ہے جو قوت میں بھی اس سے بڑھے ہوئے تھے اور مجمع بھی (ان کا) زیادہ تھا اور مجرموں سے ان کے گناہوں کی بابت سوال نہیں کرنا پڑتا''۔ (سورۂ قصص)

اور حکومتوں پر زوال اور شاہی تختوں کا پلٹنا اور بادشاہوں کا معزول ہونا، اور ترقی یافتہ قوموں اور تعلیم یافتہ معاشروں میں انقلابات، ظلم و زیادتی اور کمزوریوں کی تذلیل اور نااہلوں کو امور سونپنے کی وجہ سے ہی آتے ہیں۔

اور بیت المال اور مسلمانوں کے حاصل کردہ مالِ غنیمت اور جزیے، اور زکوٰۃ و فدیے اور خراج وغیرہ یہ سب ظالموں کے منافع و خواہشات اور فاسقوں کی شہوات اور خطرناک داخلی جنگوں اور داخلی یورش پسندوں کی تسکین اور اس قرآن کی مخالفت کی بھینٹ چڑھ گئے جو عدل و احسان اور

ہر صاحبِ حق کو اس کا حق دینے کا حکم دیتا ہے، اور ظلم وعدوان اور ناجائز طریقے سے لوگوں کا مال کھانے اور اس کے ذریعے سے حکام کی چاپلوسی اور ان کے واسطے سے دوسروں کے مال کو ناجائز ہضم کرنے سے روکتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ۔" ومن لم یحکم بما انزل اللہ فأُولٰئِک ھم الظالمون " "اور جو کوئی حکم نہ کرے اس کے موافق جو کہ اللہ نے اتارا سو وہی لوگ ظالم ہیں"۔

اور والدین کی نافرمانی اور قطع رحمی اور بچوں کی غلط تربیت ایسا بڑا ظلم ہے جس پر دنیا و آخرت دونوں میں مواخذہ ہوگا۔

اور انسان جیسا کرتا ہے اسے ویسا ہی بدلہ ملتا ہے اور تم جیسا کروگ ویسا بھروگے اور جو برے کام کرے گا نادم ہوگا۔

لیکن جو شخص اپنا حق وصول کرے وہ ظالم نہیں ہے اور جو اپنی جان ونفس کی طرف سے مدافعت کرے وہ باغی نہیں کہلاتا اور جو شخص اپنے حق سے زیادہ لینا چاہے گا وہ گنہگاروں میں سے ہوگا اور ہلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جو شریعت کے بہانے اور دین کے نام پر روئے زمین پر فساد پھیلاتے ہیں۔قرآن کہتا ہے کہ۔" البتہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور کثرت سے اللہ کا ذکر کیا اور اس کے بعد کہ ان پر ظلم ہو چکا (اس کا) بدلہ لیا (تو وہ اس حکم میں داخل نہیں) اور عنقریب ان لوگوں کو معلوم ہو جائے گا جنہوں نے ظلم کر رکھا ہے کہ کیسی جگہ ان کو لوٹ کر جانا ہے"۔(سورۂ شعراء)

(چیدہ چیدہ از اصلاح معاشرہ اور اسلام)

ظلم کی مختلف صورتیں اور اس کی نحوست

مثلاً لوگوں کا مال ظلم کے طور پر کھانا، ستانا گالیاں دینا، دست داری کرنا وغیرہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ "ہرگز مت خیال کرو کہ خدا غافل ہے ان کاموں سے جو ظلم کر رہے ہیں صرف ان کو مہلت دے رہا ہے اس دن کے لئے جس دن آنکھیں پتھرا جائینگی"۔دوسری جگہ ہے کہ "عنقریب ظالموں کو معلوم ہو جائے گا کہ کس کروٹ الٹتے ہیں"۔رسول اکرم ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے کہ اللہ رب العزت ظالم کو ڈھیل دیتے ہیں جب پکڑتے ہیں تو پھر مہلت نہیں ملتی پھر آپ نے یہ آیت مبارکہ

تلاوت کی ''وکذالک اخذ ربک اذ اخذ القُریٰ وھِیَ ظالِمَۃ ''اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس کسی کا کوئی مال ہو تو اس کو دنیا ہی میں حلال کروالے ورنہ قیامت کے دن اس کے پاس نہ درہم ہوگا نہ دینار اگر کچھ ہے نیک اعمال ہونگے تو اس سے نیکیاں کاٹی جائینگی جتنا اس نے ظلم کیا تھا۔ اسی طرح مظلوم کی حق رسی کی جائے گی۔ ایک جگہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے میرے بندو ظلم کو میں نے اپنے اوپر بھی حرام کیا ہے اور تمہارے درمیان بھی لہٰذا تم آپس میں ظلم نہ کرو۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو مفلس کون ہے صحابہؓ نے عرض کیا جس کے پاس درہم و دینار نہیں، فرمایا نہیں مفلس وہ ہے جس کے پاس نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور خیرات جیسی نیکیاں ہونگی مگر حق والے آجائیں گے کسی پر تہمت لگائی تھی تو اس کا حق دے گا کسی کا مال کھایا تھا اس کے بدلے اس کی نیکیاں لی جائیں گی اگر نیکیاں ختم ہو گئیں تو پھر حق والوں کے گناہ لے کر اس سر پر رکھ دیئے جائیں گے اور اس کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا یہ ہے سب سے برا مفلس۔

حضرت معاذؓ بن جبل کو وصیت فرماتے ہوئے رسول اکرم ﷺ نے بھی یہ فرمایا تھا کہ اے معاذؓ مظلوم کی بد دعا سے بچنا کیونکہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی حجاب نہیں۔ ایک حدیث مبارکہ میں ہے جو شخص کسی کی ایک بالشت زمین دبائے گا تو ساتوں زمینوں کو اٹھا کر اس کے سر پر رکھ دیا جائے گا بعض کتابوں میں یوں آیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ظالم پر میرا غصہ سب سے زیادہ ہے اس لئے کفر کے ساتھ دنیا کی حکومت چل سکتی ہے ظلم کے ساتھ نہیں چل سکتی۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ تورات میں لکھا تھا کہ قیامت کے دن ایک منادی ندا کرنے والا ندا دیگا پل صراط پر کہ اے جبار والے سرکش والے بدبخت امراء کی جماعت خبردار اللہ تعالیٰ اپنے عزت اپنے جلال کی قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ آج کے دن اس پل سے نہ گزرے گا کوئی ظالم۔ ایک روایت میں ہے نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں پانچ قسم کے آدمی ہیں اگر خدا چاہے تو ان کو دنیا میں بھی عذاب دے دے ورنہ آخرت میں تو ہوگا ہی عذاب ایک قوم کا امیر جو اپنی رعیت سے تو اپنا حق لے لے مگر ان کا حق نہ دے یا ان میں انصاف نہ کرے دوسرا ذمہ دار جو طاقتور اور کمزوروں میں انصاف نہ کرے اور اپنی خواہشات پر چلے، تیسرا جو اپنے گھر والوں کو نیکی کا حکم نہ کرے نہ ان کو دین سکھائے چوتھا مزدور کو

مزدوری نہ دینے والا پانچواں جو اپنی عورت پر ظلم کرے یعنی اس کا حق مہر ادا نہ کرے۔ حضرت عبداللہ بن سلام سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا فرمایا جب وہ اپنے قدموں پر کھڑے ہو گئے تو آسمان نے منہ اٹھا کر سوال کیا اے اللہ تو کن لوگوں کے ساتھ ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں مظلوموں کے ساتھ ہوں جب تک اس کا حق ادا نہ کر دیا جائے۔

حضرت وہبؒ بن منبہ سے روایت ہے کہ ایک ظالم بادشاہ نے محل تیار کیا اس کے پہلو میں ایک غریب بڑھیا عورت نے بھی اپنی جھونپڑی بنالی چنانچہ ایک دن وہ جابر بادشاہ آیا اور غصے میں پوچھا کہ یہ کس نے جھونپڑی بنائی بتلایا گیا ایک غریب عورت کی ہے بادشاہ نے اس کے گرانے کا حکم دیا اس بڑھیا نے آسمان کی طرف منہ کر کے کہا اے آسمان والے خدا جب میں یہاں نہ تھی تو تو کہاں تھا بس اتنا کہا بڑھیا کی بددعا تھی مظلومہ کی آہ تھی فوراً اللہ نے حضرت جبرائیلؑ کو حکم دیا کہ اس محل کو بمع ساز و سامان کے الٹا کر دے چنانچہ ایسا ہی کر دیا گیا۔ فارسی کا ایک شعر ہے جس کا اردو مفہوم یہ ہے کہ۔

خدا کے حوصلے پر مغرور نہ ہو اس کی لاٹھی بے آواز ہے جب پکڑتا ہے پھر چھڑانے والا کوئی نہیں ہوتا "ان بطش ربک لشدید" "بے شک تیرے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے"۔ کہتے ہیں جب خالد برمکی کو قید کیا گیا اور اسکے لڑکے کو بھی ساتھ پکڑا گیا تو لڑکے نے کہا اباجی عزت کے بعد قید میں کیوں آ گئے جواب دیا بیٹا مظلوم کی بددعا رات کو عرش تک پہنچی اور ہم اس سے غافل تھے اللہ تو اس سے غافل نہ تھا یزید بن حکیم کہتے ہیں اتنا میں کسی سے نہیں ڈرتا جتنا مظلوم کی آہ سے ڈرتا ہوں میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اس کا کوئی مددگار نہیں۔ جب ہارون الرشید ابوالعتاہیہ کو گرفتار کیا گیا تو اس نے جیل خانہ سے چند شعر لکھ کر بھیجے جس کا ترجمہ یہ ہے خبردار ظلم بہت برا ہے اور ہمیشہ برا ہے وہ ظالم ہے عنقریب تو جان لے گا اے ظالم جب ہم بادشاہوں کے بادشاہ کو ملیں گے۔ اسی طرح ابوامامہ سے مروی ہے کہ ظالم شخص کو مظلوم پل صراط پر پکڑے گا ہر اس ظلم کا بدلہ وہیں لے گا نیکیوں کی صورت میں جب نیکی ختم ہو جائے گی تو مظلوم کے گناہ اس کے سر پر رکھ کر اس کو جہنم میں گرا دیا جائے گا۔ حضرت عبداللہ بن انیسؓ سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا تھا کہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا قیامت کے دن جب ننگے پاؤں ننگے بدن بغیر ختنہ اٹھائے جائیں گے تو

ایک منادی اعلان کرے گا جس کو دور نزدیک والے سب سنیں گے وہ منادی منجانب اللہ ہوگی کہ میں ملک الدیان ہوں اس وقت تک جنت دوزخ میں کوئی نہیں جاسکتا جب تک کہ میں مظلوم کا بدلہ نہ دلاؤں حتیٰ کہ کسی نے طمانچہ مارا ہے تو بھی اس سے کم وبیش خدا کی ذات ظلم سے پاک ہے اور نہ ظلم کو پسند کرتا ہے اور یہ بدلہ نیکیوں اور برائیوں کے ساتھ ہوگا کیونکہ اور تو اس کے پاس کچھ نہیں ہوگا۔

کسرا کے بادشاہ نے اپنے لڑکے کو پڑھانے کے لئے ایک استاد مقرر کیا جب لڑکے نے پڑھ کر علم وفضل میں تکمیل حاصل کرلی تو استاد نے ایک دن اس کو بلا کر خوب پٹائی کی بغیر کسی جرم کے لڑکے نے بات دل میں رکھ لی جب وہ اپنے والد کے بعد تخت نشین ہوا تو اس نے استاد کو بلا کر پوچھا فلاں وقت بغیر جرم کے مجھے کیوں مارا تھا استاد نے کہا مجھے پتہ تھا کہ تو باپ کے بعد تخت نشین ہوگا میں نے تیری اصلاح کے لئے تیری پٹائی کی تاکہ بعد میں تو کسی پر ظلم نہ کرسکے اس لڑکے نے استاد کے لئے انعام دینے کا حکم دیا اور عزت سے رخصت کردیا۔ حضرت معاذ بن جبلؓ کی حدیث مبارکہ میں گزرا ہے کہ مظلوم کی بددعا سے بچ اس کو میں بادلوں کے اوپر اٹھالیتا ہوں۔

ایک حدیث مبارک ہے کہ غنی اور وسعت والے آدمی کے لئے یہ ظلم ہے کہ مقروض کی حق رسی میں ادائیگی حقوق میں دیر کرے یعنی قدرت کے باوجود یہ خواہ مخواہ تنگ کرنے کے مترادف ہے حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ قیامت کے دن منادی کرائی جائے گی کہ جس کا حق ہے آئے وصول کرلے تو وہ عورت جس کا شوہر پر حق ہوگا خوش ہوگی اسی طرح باپ پر بھائی الغرض آدمی غلام اور لونڈی کے حقوق میں بھی پکڑا جائے گا پھر آپ ﷺ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی فلا انساب بینھم یومئذ اس دن کوئی رشتہ داری نہیں ہوگی نہ کوئی پوچھے گا اللہ تعالیٰ اپنے حقوق میں سے جو چاہے گا معاف فرمادیگا مگر بندوں کے حقوق کے لئے جب تک حق رسی نہ ہوگی اتنے تک چھٹکارا نہیں ہوگا اگر نیکیاں ختم ہوجائیں گی تو برائیاں اس پر ڈال کر دوزخ میں پھینک دیا جائے گا یہ مضمون پہلے ایک حدیث مبارکہ میں بھی گزر چکا ہے جس میں ہے مفلس بندہ کون ہے؟

ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ تین آدمیوں کی طرف سے میں خود جھگڑا کروں گا قیامت کے دن۔ ایک وہ مزدور جس کی مزدوری مالک کھا گیا نہیں دی دوسرا آزاد آدمی کو بیچ کر اس کے پیسے استعمال کرنے والا۔ تیسرا جو میرے نام سے امان دے پھر دھوکہ

کرے۔اسی طرح یہ بھی ظلم ہے کہ مزدوری کم دے یا کسی سے اس کی رضامندی کے بغیر کوئی چیز لے لے یہ ظلم ہے اگر چہ کسی یہودی یا نصرانی پر بھی ہو گا تب بھی رسول اکرم ﷺ اس کی طرف سے جھگڑا کریں گے۔

ایک حدیث مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ ظلم کا بدلہ ضرور مل کر رہے گا ایک سینگ والی بکری نے بغیر سینگ والی بکری کو مارا ہو گا تو ان کا بدلہ بھی دیا جائے گا اس کے بعد ان کو فنا کر دیا جائے گا صرف یہ انسانوں کو دکھانے کے لئے کہ جب جانوروں میں اتنا انصاف ہے تو انسانوں میں کیوں نہیں ہو گا۔ابن ابی الدنیا نے ایوب انصاری کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ سب سے پہلا جھگڑا جو قیامت کے دن ہو گا اس میں مرد و عورت ہونگے اگر کسی مرد نے کوتاہی کی ہوگی اس کی زبان نہیں بولے گی بلکہ اس کے ہاتھ پاؤں بولیں گے اسی طرح مرد کے ہاتھ اور پاؤں گواہی دیں گے بیوی کے حق میں اگر اس نے کوتاہی کی ہوگی جس دن سونا چاندی نہیں لیا جائے گا بلکہ نیکیاں لی جائیں گی۔قاضی شریح فرماتے ہیں ظالموں کو عذاب کا انتظار کرنا چاہئے اور مظلوم کو مدد اور ثواب کا انتظار کرنا چاہئے۔طاؤس یمانی نے وقت کے خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے پاس جا کر کہا کہ اے ہشام یوم الاذن سے ڈر اس نے کہا یوم الاذن کونسا دن ہے فرمایا ''**فاذن مؤذن بينهم ان لعنة الله على الظالمين** ''اس پر ہشام بے ہوش ہو گیا یہ تو صرف سننے سے بے ہوش ہو گیا جب معائنہ ہو گا پھر کیا بنے گا۔

اور ظالموں کے پاس اٹھنے بیٹھنے سے میل ملاپ سے ان کی مدد کرنے سے بھی بچنا چاہئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ'' **ولا تركنوا الى الذين ظلموا** ''اور نہ جھکو تم ان کی طرف جنہوں نے ظلم کیا ورنہ تم کو پکڑے گی آگ۔حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی طرف پورا میلان نہیں صرف سلام کی حد تک جائز ہے۔ایک جگہ فرمایا کہ'' **احشروا الذين ظلموا وازواجهم** ''قیامت کے دن ظالموں کو اور ان کے متبعین کو جمع کیا جائے گا۔حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ فرماتے ہیں کہ عنقریب ایسے امراء لوگ آئیں گے جو ظلم کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیں گے جھوٹ بولیں گے ان کے پاس جو اٹھے بیٹھے ان کی تصدیق کرے ان کی اعانت کرے ان کے ظلم پر تو ایسا شخص مجھ سے نہیں یعنی میرا کوئی اس سے تعلق نہیں اور جو ان کے پاس نہ جائے نہ ان کی تصدیق

کرے نہ اعانت کرے تو مجھ سے ہے میں اس سے ہوں۔ایک جگہ ارشاد پاک ہے کہ جو ظالم کی مدد کرے گا خدا اس پر ظالم کو مسلط کریگا۔حضرت سفیان ثوریؒ کے پاس ایک درزی آیا اور کہا میں بادشاہ کے کپڑے سلائی کرتا ہوں کیا میں اس کے ظلم میں شریک ہوں آپؒ نے فرمایا کہ تو خود ظالم ہے تیرے امدادی اور شریک وہ ہیں جو تیرے ہاتھ سوئی دھاگہ فروخت کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سب سے پہلے قیامت کے دن دوزخ میں وہ لوگ داخل ہوں گے جو ظالموں کے کہنے پر ظلم کرتے ہیں کوڑے مارتے ہیں یعنی جلاد وغیرہ۔حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ظالم کے امدادی اور پولیس والے جہنم کے کتے ہیں کیونکہ اکثر یہ کسی کے کہنے پر ظلم کرتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں ایسی جگہ ٹھہرنا بھی نہیں چاہئے جہاں مظلوم پر ظلم کیا جارہا ہو ہاں اگر ظلم روکنے کے لئے رکے تو کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ ایسی جگہ پر لعنت برستی ہے۔ایک روایت میں ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ ایک جگہ آدمی کو قبر میں لایا گیا اور اس سے کہا گیا تجھے سو کوڑے ماریں گے اس نے بہت منت سماجت کی مگر اس کی ایک نہ سنی گئی چنانچہ جب ایک کوڑا اس کو مارا گیا تو قبر میں آگ بھڑک اٹھی پھر اس نے سوچا یہ کس جرم کی سزا ہے تو فرشتوں نے کہا تو نے بغیر وضو کے نماز پڑھی تھی اور ایک مظلوم پر ظلم ہوتے دیکھ کر تو نے اس کی مدد نہ کی یہ اس کی سزا ہے جو مدد نہ کرے جو خود ظالم ہو اس کی کتنی سزا ہوگی۔

ایک عارف کی بیان کردہ یہ حکایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا جس کا دایاں ہاتھ کندھے سے کٹا ہوا تھا اور وہ لوگوں کو پکار رہا تھا لوگو! ظلم نہ کرنا مجھے دیکھو میں تمہارے لئے عبرت ہوں میں اس کے قریب گیا اس سے پوچھا کیا واقعہ ہے اس نے کہا میں نے ایک دن ایک شکاری کے پاس مچھلی دیکھی تو میں نے کہا مجھے دے دو اس نے کہا نہیں میں تو بیچوں گا غریب آدمی ہوں تجھے کیوں دے دوں میں نے اس کو مار کر زبردستی مچھلی چھین لی ابھی لے کر جا ہی رہا تھا کہ راستے میں ہی مجھے اس کا کانٹا انگوٹھے میں لگ گیا، گھر آ کر میں نے مچھلی پھینک دی اس کا مجھے اتنا درد اٹھا کہ رات بھر میں سو نہیں سکا شدت درد کی وجہ سے ہاتھ سوج گیا صبح کو میں حکیم صاحب کے پاس گیا اس نے کہا اس انگوٹھے کو کاٹنا پڑے گا چنانچہ کٹ گیا پھر درد بس نہ ہوا رات کو نیند اڑ جاتی ہے پھر طبیب سے مشورہ کیا تو اس نے کلائی تک ہاتھ کاٹ دیا کیونکہ اس کے سوا کوئی چارہ ہی نہ تھا پھر

بھی درد بس نہ ہوا تو تیسری مرتبہ کہنی سے ہاتھ کاٹ دیا گیا تو درد کندھے تک پھیل چکا تھا پھر اس حکیم نے کہا اگر یہ ہاتھ سالم نہ کاٹا گیا تو زہر سارے جسم میں پھیل جائے گا چنانچہ ہاتھ کندھے تک کاٹ دیا گیا کچھ لوگوں نے مجھ سے پوچھا کہ یہ درد کیوں ہے تو میں نے مچھلی والا واقعہ بیان کیا تو انہوں نے کہا جب پہلی مرتبہ تجھے درد ہوا تھا تو اس سے جا کر معافی کیوں نہ مانگ لی اب بھی وقت ہے جا کر معافی مانگ لے ورنہ پورا جسم گل کر ختم ہو جائے گا چنانچہ میں نے پورے شہر میں اس مچھلی والے کو تلاش کیا جا کر اس کے قدموں میں گر گیا رو کر کہا خدا کے لئے مجھے معاف کر دے اس نے کہا تو کون ہے کہنے لگا میں نے تجھ سے مچھلی چھینی تھی آج تیری بددعا کا اثر ہے میرا یہ حال ہو گیا میں نے ہاتھ دکھایا تو اس نے کہا میں نے تجھے معاف کر دیا تب کہیں جا کر ٹھیک ہوا اس نے کہا کیا تو نے بددعا دی تھی میرے حق میں مچھلی والے نے کہا ہاں میں نے صرف اتنا کہا تھا یا اللہ میں کمزور ہوں یہ طاقتور ہے تو اپنی قدرت دکھلا تو عرش والے نے اپنی قدرت دکھلا دی یہ ہے حال ظلم کرنے کا۔

نہ جا اس کے تحمل پر کہ بے ڈھب ہے گرفت اس کی
بچ اس کے غضب سے کہ سخت ہے انتقام اس کا

(بحوالہ تباہی کے ستر راستے)

ظلم کرنے والے کا عبرت ناک واقعہ

ایک بزرگ شیخ عبداللہ یافعیؒ اپنے سفر نامہ میں لکھتے ہیں، ایک دفعہ شہر بصرہ سے نکل کر کسی قریہ کو جا رہا تھا۔ ایک رفیق نے خبر دی کہ راہ میں ایک رہزن رہتا ہے۔ مسافروں کو لوٹ لیتا ہے۔ یہ کہہ کر اس نے مجھے ہر چند آگے جانے سے منع کیا لیکن میں نے ان کے کہنے پر کچھ التفات نہ کیا۔ کوئی دو سو قدم آگے بڑھا ہوں گا کہ یکایک سامنے ایک زبردست مہیب صورت مرد ظاہر ہوا۔ رہزن نے آتے ہی ہم دونوں پر حملہ کر دیا اور پہلے ہی حملہ میں میرے رفیق کو قتل کر ڈالا۔ پھر میری طرف لپکا۔ میں نے نہایت عاجزی سے گڑگڑانا شروع کیا اور جو کچھ روپیہ پیسہ میرے پاس تھا سب اس کے حوالہ کر دیا۔ رہزن نے مال لے کر مجھ کو چھوڑ دیا۔ لیکن دونوں ہاتھوں کو مضبوط رسی سے باندھ کر زمین پر ڈال دیا۔ گرمیوں کے ایام تھے۔ دوپہر کا وقت تھا۔ آفتاب کی حرارت اور دھوپ کی

شدت سے حال تباہ تھا۔ غرض مشقت کے ساتھ خود اپنے ہاتھوں کو کسی طرح میں نے کھول لیا اور اس بیابان کو طے کرنے لگا۔ دن بھر چلا، پھر بھی کہیں رستہ کا پتہ نہ ملا، پھر رات کٹی ہوگی کہ آگ کی روشنی دکھائی دی اور میں اسی طرف چلا۔ آگ کے پاس پہنچا تو وہاں ایک خیمہ دیکھا۔ پیاس سے بیتاب تھا۔ خیمہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر میں نے زور سے پانی مانگا۔ قسمت کی بات کہ یہ خیمہ اسی رہزن کا تھا، جس کے ظالم ہاتھوں سے میں نے دن کو رہائی پائی تھی۔ رہزن میری آواز سن کر بجائے پانی کے برہنہ تلوار ہاتھ میں لئے ہوئے باہر نکلا اور چاہا کہ ایک وار میں میرا کام تمام کر دے۔ آمادۂ قتل دیکھ کر اس کی رحم دل عورت نے دور سے غُل کرنا شروع کیا کہ غریب کا خون اس میدان میں نہ گراؤ۔ اگر مارنا ہے تو اس خیمہ کے پاس سے دور ہٹا کر لے جا کر مارو۔ بی بی کی یہ فریاد سن کر رہزن گھسیٹتا ہوا مجھ کو دوسرے سنسان مقام پر لایا۔ سینہ پر چڑھ بیٹھا اور گردن پر تلوار رکھ کر ذبح کرنا چاہتا تھا کہ یکا یک سامنے کے جنگل سے ایک ہیبت ناک شیر بڑھتا ہوا دکھائی دیا۔ رہزن خوف کے مارے دور جا گرا اور ہنوز سنبھلا نہیں تھا کہ شیر نے جھپٹ کر چیر پھاڑ ڈالا۔ شیر کی صورت دیکھ کر رہزن سے پہلے میں بے ہوش ہو گیا تھا۔ دیر کے بعد جب ہوش آیا اس سنسان میدان میں سوائے اس کی مردہ نعش کے کوئی چیز نظر نہ آتی تھی۔ دیر کے بعد سب واقعات مجھ کو یاد آئے، پھر کیا تھا شکر الٰہی بجالا کر حمد و ثنا خدا کی کرتا ہوا رہزن کے خیمہ پر آیا۔ اس کی خوبصورت بی بی مجھ سے خوش تھی۔ آخر میں نے اس سے نکاح کیا اور رہزن کا کل مال متاع میرے ہاتھ آیا اور اللہ نے مجھ کو اسی وقت فقر و فاقہ سے نجات دی۔ کسی نے سچ کہا کہ "چاہ کن را چاہ در پیش" اس کا ظلم اسی طرف لوٹ آیا۔ (بحوالہ اللہ میری توبہ)

ظالموں کا دنیا میں دردناک انجام

(واقعات کے آئینے میں)

اخبارات کے مطالعہ سے ہم یہ جان سکتے ہیں کہ ہماری قوم کی اخلاقی حالت اس وقت کیسی ہے۔ آپ کسی بھی دن کا اخبار اٹھا کر دیکھ لیں آپ کو اس میں ظلم و ستم کی ناقابلِ یقین داستانیں ملیں گی۔ کہیں بھائی، بھائی کی جائیداد پر قابض ہو جاتا ہے، کہیں شوہر بیوی کو زندہ جلا دیتا ہے، کہیں حقیقی

چچا یتیم بھتیجوں کی زمین پر قابض ہو کر انہیں دربدر کی ٹھوکروں کے لئے چھوڑ دیتے ہیں۔ کہیں بے گناہ قیدی برسوں جیل میں گلتا سڑتا رہتا ہے، کہیں کوئی سرمایہ دار غریب مزدور کا حق دبا لیتا ہے۔

یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے معاشرے میں ہر طرف ظلم ہی ظلم ہے۔ گھروں میں ظلم، بازاروں میں ظلم، کارخانوں میں ظلم، حکومت کے ایوانوں میں ظلم، ہر جگہ ظلم ہی ظلم ہے۔ حالانکہ ظلم ایسا ناسور ہے جو معاشروں کو، خاندانوں کو، حکومتوں کو اور ملکوں اور تہذیبوں کو لے ڈوبتا ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف منسوب ایک مشہور قول ہے کہ کوئی ملک کفر و شرک کے ساتھ تو قائم رہ سکتا ہے مگر ظلم کے ساتھ قائم نہیں رہ سکتا۔

علماء نے لکھا ہے کہ گناہوں کی اصل سزا تو ظاہر ہے آخرت ہی میں ملے گی لیکن ظلم ایک ایسا گناہ ہے کہ اس کا برا انجام بسا اوقات انسان اپنی آنکھوں سے اسی دنیا میں دیکھ لیتا ہے۔

دنیا میں جتنے مشہور ظالم گزرے ہیں ان میں سے ایک ایک کی ہسٹری پڑھئے۔ آپ دیکھیں گے کہ ان میں سے کسی کا انجام اچھا نہیں ہوا۔ ہم چند ظالموں کا انجام بطورِ عبرت کے یہاں نقل کرتے ہیں۔

آپ دنیا کے پہلے ظالم قابیل کے حالات پڑھئے جس نے اپنے نیک اور پارسا بھائی ہابیل کے خون سے ہاتھ رنگے تھے، قتل کے بعد اسے ایک پل سکون نصیب نہ ہوا۔ اس کے دل میں ندامت کی آگ جلتی رہی اور اس کے قلبی سکون کو غارت کرتی رہی۔ عظیم والد...... وہ والد جو دنیائے انسانیت کے پہلے پیغمبر تھے وہ الگ ناراض ہوئے، بھائی بہنوں کی نفرت اس پر مستزاد! اور ذہنی و قلبی سکون کی بربادی اس کے علاوہ۔

بھائی کو قتل کرنے کے بعد اب اس کے سامنے مسئلہ یہ تھا کہ اس کی لاش کو کیسے ٹھکانے لگاؤں، اللہ تعالیٰ چاہتا تو تدفین کا طریقہ اس کے دل میں القاء کر سکتا تھا، اسے عقل کی روشنی میں یہ بات سمجھ میں آ سکتی تھی مگر اسے اس کی کمینگی اور بے عقلی کا احساس دلانے کے لئے ایسے حیوان کو اس کا رہنما بنایا گیا جو عیاری و مکاری اور کمینگی اور دنائت میں ضرب المثل ہے اور قابیل نے بڑی حسرت اور تأسف کے ساتھ کہا تھا۔ ''ہائے افسوس! کیا میں ایسا گزرا ہو گیا کہ اس کوّے جیسا بھی نہ بن سکا''۔ آپ فرعون کے انجام کو دیکھئے، وہ فرعون جو اپنے آپ کو رب الاعلیٰ کہتا تھا، وہ فرعون جو بڑے

طنطنے سے کہا کرتا تھا۔" کیا میرے لئے نہیں مصر کا ملک اور یہ نہریں جو میرے نیچے بہہ رہی ہیں"۔ وہ فرعون جس نے اپنے ایک مبہم خواب کی بنا پر بنی اسرائیل کے ہزاروں معصوم بچوں کو قتل کروادیا تھا۔ وہ فرعون جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے مردوں اور عورتوں کو غلام لونڈی بنا رکھا تھا۔ اُس ظالم کا کیا انجام ہوا؟

وہ جن دریاؤں اور نہروں کو اپنی ملکیت بتلاتا تھا اللہ تعالیٰ نے انہی میں سے ایک کے اندر اسے ڈبو دیا، اس کے فوجی، اس کے سپاہی، اس کے غلام، اس کی رعایا سب اس کی بے بسی کا منظر دیکھ رہے تھے، اس نے ملائکہ عذاب کو دیکھ کر کہا تھا کہ۔ **امنت انہ لا الہ الا الذی امنت بہ بنوا اسرآئیل وانا من المسلمین** "میں اس وحدہ لاشریک لہٗ ہستی پر ایمان لاتا ہوں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں فرمان برداروں میں سے ہوں"۔ مگر موت کا منظر اور ملائکہ کو دیکھ لینے کے بعد اس کی چیخ وپکار اور توبہ کسی کام نہ آئی۔

آپ نے فرعون کے درباری قارون کا نام ضرور سنا ہوگا جس نے غریبوں کا خون چوس چوس کر دولت کے انبار لگا لئے تھے اس کے خزانے سونے چاندی اور قیمتی موتیوں سے بھرے ہوئے تھے۔ حالت یہ تھی کہ اس کے خزانوں کی کنجیاں مضبوط جسم والے مزدوروں کی ایک جماعت بہت مشکل سے اٹھا کر چلتی تھی۔

یہ شخص پرلے درجے کا ظالم تھا، غریبوں یتیموں اور کمزوروں کے حقوق ہڑپ کر جانا اس کی عادتِ ثانیہ بن چکی تھی۔ اسی چیز نے تو اس کو اتنا بڑا سرمایہ دار بنا دیا تھا۔ یہ شخص ظالم ہونے کے ساتھ ساتھ بے انتہا مغرور اور متکبر بھی تھا۔ وہ دولت کے نشہ میں اس قدر چور تھا کہ اپنے غریبوں اور خونی رشتہ داروں کے ساتھ بڑی حقارت سے پیش آتا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے سمجھایا کہ ظلم تکبر، بخل اور فساد سے باز آجاؤ کیونکہ یہ چیزیں اللہ کو پسند نہیں۔ ﴿**ولا تبغ فی الارض الفساد ان اللہ لا یحب المفسدین** o﴾ "ملک میں فساد نہ پھیلاؤ، بلاشبہ اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا"۔

مگر تاریخ بتاتی ہے کہ ہر ظالم شخص کا دماغ اتنا اونچا ہو جاتا ہے اور اس کی عقل میں ایسا فتور آجاتا ہے کہ اس پر کوئی نصیحت اثر نہیں کرتی اور کوئی وعظ اس کے حق میں کارگر نہیں ہوتا، وہ یہی سمجھتا

ہے کہ میرا اقتدار، میرا دبدبہ، میری ہیبت، میری قوت، میری سطوت، میری دولت اور میری حشمت ہمیشہ رہے گی اور وہ اپنے اس فضول گھمنڈ میں مارا جاتا ہے۔

جب قارون کا ظلم وفساد حد سے بڑھ گیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے پکڑا اور اللہ کا پکڑنا تو پھر نرالا ہی ہوتا ہے۔ وہ ایسا پکڑتا ہے کہ ظالموں اور متکبروں کو عالم انسانی کے لئے عبرت کا نشان بنادیتا ہے۔ وہ جب پکڑتا ہے تو مال و دولت، عہدہ و منصب اور دوست احباب میں سے کوئی بھی کام نہیں آتا۔

اللہ تعالیٰ نے زندہ قارون کو زمین میں دھنسا دیا مگر اکیلے کو نہیں بلکہ اس کے خزانوں اور محلات سمیت۔ وہ خزانے جن کی وجہ سے اس کی عقل میں فتور آ گیا تھا، وہ خزانے جنہوں نے اسے ظالم اور متکبر بنادیا تھا، وہ خزانے جن کی وجہ سے وہ انسانوں کو انسان نہیں سمجھتا تھا، سورۃ القصص میں ہے کہ ''پھر ہم نے قارون اور اس کے محل کو زمین میں دھنسا دیا پس اس کے لئے کوئی جماعت مددگار ثابت نہیں ہوئی جو اسے اللہ کے عذاب سے بچائے اور وہ بے یار و مددگار ہی رہ گیا''۔

آیئے! اب ہم آپ کو اسلامی تاریخ کے چند ظالموں کا انجام بتائیں۔ آپ نے امام مظلوم سیدنا عثمانؓ بن عفان پر ہونے والے ظلم کی داستان ضرور سنی ہوگی۔

وہ عثمانؓ جنہیں جناب رسول اکرم ﷺ کی دوہری دامادی کا شرف حاصل تھا، وہ عثمانؓ جنہوں نے سخت تکلیف کے زمانے میں بیر رومہ خرید کر مسلمانوں کے لئے آسانی پیدا کردی تھی، وہ عثمانؓ جنہیں جامع القرآن ہونے کا شرف حاصل ہے، وہ عثمانؓ جن سے فرشتے بھی حیا کرتے تھے، وہ عثمانؓ جن کی دولت اللہ کے دین اور اللہ کے بندوں کی خدمت کے لئے وقف تھی، وہ عثمانؓ جن کے ہاتھوں کو کتابتِ وحی کی سعادت حاصل ہوئی۔ وہ عثمانؓ جنہوں نے اقتدار پر فائز ہونے کے باوجود مظلومیت کو پسند کیا اور ظلم تو کیا دفاع کے لئے بھی کسی پر ہاتھ نہ اٹھایا۔

اُسی امامِ مظلوم پر سبائی سازش کا شکار ہو کر جب کچھ لوگوں نے ظلم ڈھایا تو ربِ عثمانؓ نے ان میں سے ایک ایک کو زمانے کے لئے عبرت کا مرقع بنادیا۔

ان میں سودان بن حمران کو جناب ذوالنورین کے غلام قتیرہ نے قتل کردیا، اشتر کو زہر دے کر تڑپا تڑپا کر ہلاک کردیا گیا۔ محمد بن ابی ابکرؓ کے بارے میں آتا ہے کہ اسے پہلے قتل کیا گیا پھر اس

کی لاش کو گدھے کی کھال میں سی کر جلا دیا گیا۔ عمرو بن الحمق نے خلیفہ ثالث کے سینے پر چڑھ کر مسلسل کئی وار کیے تھے اس کو مرض استسقاء ہو گیا تھا، اس کے سینے میں آگ لگی ہوئی تھی جو کسی طرح بجھتی ہی نہ تھی، تیروں کا نشانہ بنایا گیا لیکن وہ بزدل شخص پہلے یا دوسرے تیر میں مر گیا۔

حضرت حسینؓ کے قاتلوں کا انجام بھی بڑا عبرتناک ہوا۔ حضرت حسینؓ کے مقام اور مرتبے سے کون سا مسلمان ہے جو ناواقف ہوگا وہ صحابیت کے شرف کے حامل تھے، وہ نواسۂ رسول ﷺ تھے، وہ ابنِ بتولؓ تھے، وہ حیدر کرارؓ کے فرزند تھے، ان کا زہد و تقویٰ مثالی تھا، وہ صورت و سیرت میں اپنے نانا ﷺ سے بڑی مشابہت رکھتے تھے۔

مگر ظالموں کو نہ جانے کیا ہو گیا تھا کہ انہوں نے سب کچھ فراموش کر دیا، خونی اور مذہبی رشتوں کا بھی پاس نہیں رکھا اور خاندانِ نبوت کے گل و لالہ کو ظلم کی چکی میں پیس کر رکھ دیا۔

لیکن ان میں سے کوئی بھی ظلم کے انجامِ بد سے بچ نہ سکا۔ امام ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ حضرت حسینؓ کے قاتلوں میں سے کوئی بھی ایسا نہ بچا جو کسی نہ کسی عذاب میں مبتلا نہ ہوا ہو۔ بعض اندھے ہو گئے۔ بعض خوفناک بیماریوں میں مبتلا ہو گئے، بعض پاگل اور دیوانے ہو گئے، بعض کو اذیتیں دے کر قتل کر دیا گیا۔ جب عبدالملک بن مروان کے زمانے میں مختار بن ابی عبید ثقفی نے کوفہ پر قبضہ کر لیا تو اس نے اپنا مشن ہی یہ بنا لیا تھا کہ وہ کربلا میں ستم ڈھانے والوں کی ٹوہ میں لگا رہتا تھا اور انہیں چن چن کر اپنی خونی تلوار کا نشانہ بناتا تھا اس کے سامنے جب ایسے لوگوں کو لایا جاتا تو وہ ان میں سے کسی کے ہاتھ کٹوا دیتا، کسی کو تیروں سے مروا دیتا اور کسی کو زندہ جلا دیتا۔

ایک اور ظالم کا انجام آپ کو بتاتے ہیں ابو مسلم خراسانی ایک بڑا مشہور شخص گزرا ہے۔ یہ وہ شخص ہے جس نے بنوامیہ کا تختہ الٹ کر بنوعباس کو اقتدار دلایا تھا۔ یہ شخص بنوامیہ کا ازلی دشمن تھا۔ اس کو اس سے غرض نہیں تھی کہ کون اچھا ہے اور کون برا ہے، کون وفادار ہے اور کون غدار ہے یہ تو بس بنوامیہ کا دشمن تھا۔ اس کے نزدیک اموی ہونا گویا بہت بڑا جرم تھا۔ اس کے ہمنواؤں نے بنوامیہ کی تڑپتی لاشوں پر دسترخوان بچھا کر کھانا کھایا۔ بنوامیہ کے مشہور لوگوں کی قبریں کھدوائیں اور اگر کسی کی صحیح سالم لاش برآمد ہوئی تو لاش کو کوڑے لگوائے اور اسے صلیب پر چڑھا دیا۔

امویوں میں سے بعض نے اگر کوئی ظلم کیا تھا تو ان کو تو اس کی سزا مل ہی گئی مگر خود عباسی بھی

مکافاتِ عمل سے نہ بچ سکے۔ عباسیوں کا پہلا خلیفہ سفاح صرف تیس سال کی عمر میں چیچک جیسے موذی مرض میں مبتلا ہو کر چل بسا اور اس کے بھائی ابو جعفر منصور نے ابو مسلم خراسانی کو اپنے دربار میں بلا کر قتل کروا دیا اور اس کی لاش کو ایک قالین میں لپیٹ کر دریائے دجلہ کے حوالے کر دیا۔

وہ شخص جو دوسروں کے خلاف سازشیں کرتا رہتا تھا آج وہ خود سازش کا شکار ہو گیا۔ وہ ظالم جو بنو عباس کی خاطر بنو امیہ کی گردنیں اڑاتا رہا تھا آج خود اس کی گردن بنو عباس ہی کے ایک فرد کے ہاتھوں اُڑ گئی اور قتل ہونے کے بعد اسے تجہیز و تکفین بھی میسر نہ ہوئی۔

انسان کتنا احمق ہے وہ ظلم کرتا ہے تو بھول جاتا ہے کہ خود مجھ پر بھی ظلم ہو سکتا ہے۔ جب وہ کسی کی عزت و آبرو خراب کرتا ہے تو بھول جاتا ہے کہ خود مجھ پر بھی ظلم ہو سکتا ہے، جب وہ کسی کا دل دکھاتا ہے تو وہ بھول جاتا ہے کہ میرا بھی دل دکھایا جا سکتا ہے۔ حالانکہ اس دنیا میں بھی مکافاتِ عمل کا سلسلہ جاری رہتا ہے، جو بویا جاتا ہے وہی کاٹا جاتا ہے، ہم کتنے نادان ہیں کہ کانٹے بو کر پھولوں کی امید رکھتے ہیں، آگ جلا کر ٹھنڈک کی توقع رکھتے ہیں۔

ہمارے اس مرحوم ہندوستان میں ظلم در ظلم کا ایسا ہی ایک تاریخی واقعہ پیش آ چکا ہے۔

ہوا یوں کہ شاہ عالم ثانی نے اپنے محسن نجیب الدولہ کے بیٹے ضابطہ خان کے غوث گڑھ پر حملہ کر کے اسے تباہ کر دیا اور ضابطہ خان کے بیوی بچوں کو پکڑ کر قیدی بنا لیا ضابطہ خان کے بیٹے غلام قادر روہیلہ کو زنانہ کپڑے پہنا کر اپنے سامنے نچوایا کرتا تھا، اس کی قوتِ مردمی بھی اس نے ختم کرا دی تھی، شاہ عالم بھول گیا کہ یہ اس شخص کا پوتا ہے جس نے مصیبت کے وقت اس کی مدد کی تھی۔

حالات نے ایسا پلٹا کھایا کہ غلام قادر نے دہلی پر قبضہ کر لیا اور اپنی اور اپنے خاندان کی بے عزتی کا بدلہ اس طرح لیا کہ سب شہزادوں اور شہزادیوں کو سرِ عام نچوایا اور شاہ عالم کو زبردستی یہ منظر دکھلایا، تاکہ اسے اپنی پچھلی حرکتیں یاد آئیں۔ کیا منظر ہو گا جب تیموری خاندان کی بیٹیاں بوڑھے بادشاہ کے سامنے ناچ رہی ہوں گی، کیا یہ واقعہ اس بات کو ثابت نہیں کرتا کہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے، اور جو کچھ بویا جاتا وہی کاٹنا بھی پڑتا ہے۔

کل شاہ عالم، غلام قادر کو زنانہ کپڑے پہنا کر نچایا کرتا تھا، آج اس کے خاندان کے شہزادے اور شہزادیاں اس کے سامنے ناچ رہی تھیں، غلام قادر نے صرف اس پر بس نہیں کیا بلکہ وہ

بوڑھے بادشاہ کو زمین پر گرا کر اس کے سینے پر چڑھ بیٹھا اور خنجر سے اس کی آنکھیں نکال ڈالیں۔ بوڑھا بادشاہ کہتا ہی رہا اے اللہ کے بندے رحم کر یہ وہ آنکھیں ہیں جو ساٹھ سال تک کلام اللہ پڑھتی رہی ہیں مگر اس پر ذرہ برابر بھی اثر نہ ہوا۔

وقت اپنے آپ کو دہراتا ہے اور دن ادلتے بدلتے رہتے ہیں، آج کے ظالم کل کے مظلوم اور آج کے قاتل کل کے مقتول بنتے ہیں مگر انسان طاقت کے نشہ میں اپنے کل کو فراموش کر دیتا ہے۔

کہتے ہیں کہ جس وقت غلام قادر بوڑھے بادشاہ کی آنکھیں نکال چکا تو اس کو معلوم ہوا کہ مرہٹوں کی فوج شاہ عالم کی مدد کے لئے دہلی کے قریب آ گئی ہے غلام قادر کے تمام ساتھی اس کا ساتھ چھوڑ گئے کیونکہ جب ظالم پر برا وقت آتا ہے تو کوئی بھی اس کا ساتھ نہیں دیتا، کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ ۔

مشکل ہے ساتھ دے کوئی حلال تباہ میں ۔۔۔ سایہ بھی چھوڑ جاتا ہے روزِ سیاہ میں

غلام قادر اکیلا ہی گھوڑے پر بھاگ نکلا لیکن بالآخر پکڑا گیا اور مرہٹوں کے سردار سندھیا نے اس پر وہ مظالم ڈھائے کہ انسانیت کا سر شرم سے جھک گیا۔ سندھیا نے حکم دیا کہ غلام قادر کو گلے میں طوق اور پاؤں میں زنجیریں ڈال کر جانوروں کے باڑے میں قید کر دیا جائے اور کھانے میں کھانے کے برابر نمک ملا دیا جائے جب اس سے بھی اس کی انتقام کی آگ نہ بجھی تو ایک دن اس نے نامور سرداروں کو جمع کیا اور ان کے سامنے حجاموں اور لوہاروں کو حکم دیا کہ قینچیوں، استروں اور سنڈاسوں کی مدد سے غلام قادر کے جسم سے گوشت کاٹو اور چھیلو اور گرم گرم داغ بھی لگاتے جاؤ۔

بعض مؤرخین نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ سندھیا نے پہلے غلام قادر روہیلہ کو ایک گدھے پر الٹا سوار کر کے مختلف دکانوں سے بھیک منگوائی پھر اس کی زبان کٹوائی، اس کے بعد اس کی آنکھیں نکلوائیں پھر ناک، کان، ہاتھ اور پاؤں کاٹ کر اسے محض لوتھڑا بنا دیا اور اس کے کان، ناک، آنکھیں اور نیچے کا ہونٹ کاٹ کر شاہ عالم کے پاس بطورِ تحفہ بھیج دیئے۔ شاہ عالم نے اپنے محسن سے بے وفائی کی تھی اور اس کے بیٹے اور پوتے پر ظلم کیا تھا اسے اس کے ظلم کا بدلہ اسی دنیا میں مل گیا، دوسری طرف غلام قادر روہیلہ نے شاہ عالم اور اس کے خاندان والوں پر مظالم ڈھائے تھے اسے

بھی اس کے مظالم کا بدلہ اسی دنیا میں مل گیا۔

شاہ عالم نے غلام قادر کو زنانہ کپڑے پہنا کر نچوایا تھا مگر اسے اپنی آنکھوں سے شہزادوں اور شہزاد ں کا ناچ دیکھنا پڑا۔ غلام قادر نے بڑی بے دردی سے بادشاہ کی آنکھیں نکالی تھیں سندھیا نے اس سے زیادہ بیدردی اور سنگدلی کے ساتھ اس کی آنکھیں بھی نکلوادیں اور ناک، کان، ہونٹ اور جسم کا گوشت بھی کٹوادیا۔

محترم قارئین! یہ تاریخی حقائق و واقعات ہیں، یہ جھوٹی کہانیاں اور بے بنیاد گپیں نہیں ہیں، جب کسی نے کسی پر ظلم کیا اور پھر اس نے سچے دل سے توبہ نہ کی اور مظلوم سے معافی نہ مانگی تو وہ خود بھی ظلم کا شکار ہو کر رہا۔

دارالعلوم دیو بند کے نائب مفتی حضرت مولانا جمیل الرحمٰن صاحب شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہ کے ساتھ پیش آنے والا بڑا عبرت آموز واقعہ سنایا کرتے تھے۔

آپ حضرات کو معلوم ہے کہ متحدہ ہندوستان میں مسلمان دو جماعتوں میں تقسیم ہو گئے تھے، ایک جماعت کا خیال تھا کہ ہندوستان کو تقسیم ہونا چاہیئے اور دوسرا گروہ اس تقسیم کے عمل کا مخالف تھا۔

حضرت مدنیؒ ان علماء میں سے تھے جو کانگریس کے حامی تھے اور تقسیم کے خلاف تھے اور ان کی یہ رائے نیک نیتی پر مبنی تھی ان کا خیال تھا کہ ہندوستان کے تقسیم ہونے سے مسلمانوں کی قوت بھی تقسیم ہو جائے گی، کچھ پاکستان میں چلے جائیں گے اور کچھ ہندوستان میں رہ جائیں گے جبکہ اگر وہ متحد رہیں اور احیاءِ اسلامی کی کوششوں میں لگے رہیں تو وہ دوبارہ ہندوستان پر قابض ہو سکتے ہیں جیسا کہ وہ اس سے پہلے ایک ہزار سال تک ہندوستان پر حکومت کرتے رہے ہیں۔

دوسرا ان کا یہ بھی خیال تھا کہ جو لوگ تحریکِ پاکستان کی قیادت کر رہے ہیں ان کی زندگیاں اسلام سے خالی ہیں جب وہ اپنے چھ فٹ کے جسم پر اور اپنے چھوٹے سے گھر میں اسلام نافذ نہیں کر سکتے تو وہ ہزاروں مربع پر مشتمل ملک میں کیسے اسلام نافذ کریں گے۔ یہ حضرت مدنیؒ اور ان کے ساتھیوں کی رائے تھی، یہ رائے غلط تھی یا صحیح تھی مجھے اس سے بحث نہیں، میں تو آپ کو وہ

عبرت آموز واقعہ سنانے لگا ہوں جو میرے اس موضوع سے تعلق رکھتا ہے۔

مفتی جمیل صاحبؒ فرماتے تھے کہ حضرت مدنیؒ مشرقی پنجاب کے ایک ریلوے اسٹیشن پر اُترے وہاں کچھ ایسے لوگ جمع ہو گئے جنہیں حضرت سے سیاسی اختلاف تھا، انہوں نے حضرت پر سنگباری شروع کر دی، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ ان کے ساتھ تھے انہوں نے اپنے شیخ کو آڑ میں لے لیا اور خود اپنے آپ کو پتھروں کی بارش کے سامنے کر دیا۔ حضرت سیوہارویؒ فرماتے تھے کہ پتھر مجھ پر برس رہے تھے، ایک پتھر نازک مقام پر بھی لگا سخت تکلیف ہو رہی تھی مگر میں تہیہ کر چکا تھا کہ جب تک بدن میں جان موجود ہے حضرت شیخؒ پر آنچ نہیں آنے دوں گا۔

اسی سنگباری کے سلسلے کا ایک واقعہ حضرت شیخ مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ بیان فرمایا کرتے تھے کہ مجھے پاکستان میں ایک مقام پر ایک شخص ملا اور بے اختیار رونے لگا میں نے اس کے رونے کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ مشرقی پنجاب کا رہنے والا ہوں اور جن لوگوں نے حضرت مدنیؒ پر سنگباری کی تھی ان میں، میں بھی تھا لیکن میں نے صرف سنگباری پر اکتفانہ کیا بلکہ میں جوش میں آ کر ننگا ہو کر حضرت شیخ الاسلام کے سامنے ناچنے لگا تھا، کچھ عرصہ بعد جب ہندوستان تقسیم ہوا اور فسادات کا سلسلہ شروع ہوا تو سکھوں نے میرے ساتھ یہ طریقہ اختیار کیا کہ مجھے ایک ستون سے باندھ دیا اور میری بہو بیٹیوں کو مجبور کیا کہ وہ برہنہ ہو کر میرے سامنے اور مجمع کے سامنے ناچیں، اس نے کہا اپنی بہو بیٹیوں کی بے حرمتی اور بے آبروئی دیکھ کر میرے ضمیر نے کہا کہ آج کا یہ برہنہ ناچ اُس برہنہ ناچ کا نتیجہ ہے جو تم نے ایک اللہ والے کی اہانت کی غرض سے کیا تھا۔ وہ شخص تو اُس زیادتی کو، اُس ظلم کو، اس برہنہ ناچ کو بھول چکا ہوگا مگر وہ اللہ تو نہیں بھولتا جس کے بندوں پر ظلم اور زیادتی کی جاتی ہے۔

اسی طرح کا واقعہ مرحوم شورش کاشمیریؒ نے اپنے ہفت روزہ چٹان میں بھی لکھا تھا کہ ۱۹۴۶ء کے انتخابات کا زمانہ تھا حضرت مدنیؒ پنجاب یا سرحد کے سفر سے واپس جا رہے تھے، مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے نوجوانوں نے جالندھر کے اسٹیشن پر اپنے شمس الحق کی قیادت میں حضرت مدنیؒ کی توہین کی، انہیں گالیاں دیں اور برا بھلا کہا۔ شمس الحق نے لیڈری کے زعم میں حضرت مدنیؒ کی داڑھی پکڑ کر کھینچی بلکہ شاید چہرے پر طمانچہ بھی مارا۔ حضرت مدنیؒ صبر کی تصویر بنے رہے، آہ

تک نہ کی۔ اُن نوجوانوں نے واپس جا کر علامہ اقبالؒ کے جگری دوست مولانا عظامی کو اپنا یہ کارنامہ سنایا تو وہ کانپ اٹھے، جسم پر لرزہ سا طاری ہو گیا کپکپاتی ہوئی آواز میں انہوں نے کہا ''اگر یہ واقعہ سچ ہے تو جس نے حضرت مدنیؒ کی داڑھی پر ہاتھ ڈالا ہے اس کی لاش نہیں ملے گی، اسے زمین جگہ نہیں دے گی''۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہ نوجوان لائل پور (جسے اب فیصل آباد کہا جاتا ہے) میں قتل وغارت کا شکار ہو گیا، آج اس کی نعش کا پتہ بھی نہیں چلا نہ کفن ملا نہ قبر نصیب ہوئی۔ خود لیگ والے بھی کچھ نہ بتا سکے جتنے منہ اتنی باتیں۔ کسی نے کہا اسے اینٹوں کے بھٹے میں زندہ جلا دیا گیا، کسی نے کہا کہ لاش کے ٹکڑے کر کے دریا میں بہا دیئے گئے، کسی نے کہا قیمہ کر کے جانوروں کو کھلا دیا گیا، پولیس نے انعام بھی مقرر کیا، اعلانات بھی ہوئے، مگر اس کی نعش کا پتہ نہ چل سکا۔

ظالم کے ساتھ یہ جو کچھ ہوتا ہے یعنی اسے مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے، وہ قتل ہو جاتا ہے وہ درندگی کا شکار ہو جاتا ہے، اس کی آبرو لُٹ جاتی ہے، اس کا گھر تباہ ہو جاتا ہے، وہ دربدر ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے، اس کی نعش بے گور وکفن پڑی رہتی ہے، اسے جنازہ نصیب نہیں ہوتا، وہ اذیت ناک امراض میں مبتلا ہو جاتا ہے، اسے جیل جانا پڑتا ہے...... یہ سب کچھ باہر کا معاملہ ہے، یہ سب خارجی سزائیں ہیں، مگر ایک سزا وہ ہوتی ہے جو باطنی اور مخفی سزا ہوتی ہے جو باہر کسی کو دکھائی نہیں دیتی۔ ظالم انسان اندر ہی اندر آگ میں جلنے لگتا ہے جو باہر سے کسی کو دکھائی نہیں دیتی۔ جب بیماری اور بڑھاپے میں اسے اپنے مظالم یاد آتے ہیں تو اس کی نیند اُڑ جاتی ہے، بھوک ختم ہو جاتی ہے، سکون چھین جاتا ہے، وہ نفسیاتی مریض بن کر رہ جاتا ہے، بظاہر وہ ٹھیک ٹھاک نظر آتا ہے لیکن اندر سے وہ کھوکھلا ہو چکا ہوتا ہے۔

آپ حجاج بن یوسف کے نام اور شخصیت سے یقیناً ناواقف نہیں ہوں گے۔ اس شخص کو عبدالملک نے مکہ، مدینہ، طائف اور یمن کا نائب مقرر کیا تھا اور اپنے بھائی بشر کی موت کے بعد اسے عراق بھیج دیا جہاں سے وہ کوفہ میں داخل ہوا، ان مقامات میں بیس سال حجاج کا عمل دخل قائم رہا، اس نے کوفہ میں بیٹھ کر زبردست فتوحات کیں، اس کے دور میں اسلامی فتوحات کا دائرہ سندھ اور ہند کے دوسرے علاقوں تک پھیل گیا حتیٰ کہ مسلمان مجاہدین چین تک پہنچ گئے تھے۔ یہی وہ شخص ہے جس کے بارے کہا جاتا ہے کہ اس نے قرآن کریم پر اعراب لگوائے، اللہ نے اسے بڑی

فصاحت و بلاغت اور شجاعت سے نوازا تھا یہ حافظِ قرآن تھا، شراب نوشی اور بدکاری سے بچتا تھا، وہ جہاد کا داعی اور فتوحات کا حریص تھا۔

مگر اس کی ان ساری خوبیوں پر اس کی ایک برائی نے پردہ ڈال دیا اور وہ برائی ہے بھی ایسی کہ تمام خوبیوں پر چھا جاتی ہے اور تمام اچھے اوصاف کو ڈھانپ دیتی ہے اور وہ برائی کیا تھی؟ ظلم!......

حجاج ان تمام خوبیوں کے باوجود بہت بڑا ظالم تھا اس نے اپنی زندگی میں خونخوار درندے کا روپ اختیار کر لیا تھا ایک طرف اس کے دور کے نامور مجاہدین قتیبہ بن مسلم، موسیٰ بن نصیر اور محمد بن قاسم کفار کی گردنیں اڑا رہے تھے اور دوسری طرف وہ خود اللہ کے بندوں اولیاء اور علماء کے خون سے ہولی کھیل رہا تھا۔

امام ابن کثیرؒ نے ''البدایہ والنہایہ'' میں ہشام بن حسان سے نقل کیا ہے کہ حجاج نے ایک لاکھ بیس ہزار انسانوں کو قتل کیا ہے، اس کے جیل خانوں میں ایک ایک دن میں اسّی اسّی ہزار قیدی بیک وقت رہے ہیں جن میں سے تیس ہزار عورتیں ہوتی تھیں۔

اس نے جو آخری قتل کیا ہے وہ عظیم تابعی اور زاہد و پارسا انسان حضرت سعید بن جبیرؒ کا قتل تھا۔ انہیں قتل کرانے کے بعد حجاج پر وحشت سی سوار ہو گئی تھی۔ وہ نفسیاتی مریض بن چکا تھا، جب وہ سوتا تھا تو حضرت سعید بن جبیرؒ اس کا دامن پکڑ کر کہتے تھے اے دشمن خدا! آخر تو نے مجھے کیوں قتل کیا، میرا کیا جرم تھا؟...... جواب میں حجاج کہتا تھا مجھے اور سعید کو کیا ہو گیا ہے، مجھے اور سعید کو کیا ہو گیا ہے۔ یہ وہ اندر کی آگ تھی جو جب بھڑک اٹھتی ہے تو امن و سکون سب کچھ راکھ کر دیتی ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ حجاج کو وہ بیماری لگ گئی تھی جسے زمہریری کہا جاتا ہے سخت سردی کلیجے سے اٹھ کر سارے جسم پر چھا جاتی تھی اور وہ کانپتا جاتا تھا، آگ سے بھری ہوئیں انگیٹھیاں اس کے پاس لائی جاتیں اور اس قدر قریب رکھ دی جاتیں کہ اس کی کھال جل جاتی مگر اسے احساس نہیں ہوتا تھا۔ حکیموں کو بلایا تو انہوں نے بتایا کہ پیٹ میں سرطان ہے۔ ایک طبیب نے گوشت کا ٹکڑا لیا اور اسے دھاگے کے ساتھ باندھ کر حجاج کے حلق میں اتار دیا تھوڑی دیر کے بعد دھاگے کو کھینچا تو اس

گوشت کے ٹکڑے کے ساتھ بہت سارے کیڑے لپٹے ہوئے تھے، حجاج جب مادی تدبیروں سے مایوس ہو گیا تو اس نے حضرت حسن بصریؒ کو بلوایا اور ان سے دعا کی درخواست کی وہ آئے اور حجاج کی حالت دیکھ کر رو پڑے اور فرمانے لگے "قد نهيتک ان تتعرض للصالحين" میں نے تجھے منع کیا تھا کہ نیک بندوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ نہ کرنا، انہیں تنگ نہ کرنا، ان پر ظلم نہ کرنا مگر تو باز نہ آیا۔

آج حجاج باعث عبرت بنا ہوا تھا۔ وہ اندر سے بھی جل رہا تھا اور باہر سے بھی جل رہا تھا۔ وہ اندر سے ٹوٹ پھوٹ چکا تھا۔ چنانچہ وہ حضرت سعید بن جبیرؒ کو قتل کرنے کے بعد زیادہ دن تک زندہ نہ رہ سکا اور صرف چالیس دن کے بعد وہ بھی دنیا سے رخصت ہو گیا مگر حضرت سعید اور حجاج کی موت میں بڑا فرق تھا۔ حضرت سعید کو شہادت کی موت نصیب ہوئی، وہ ایسی آن بان سے دنیا سے رخصت ہوئے کہ بعد میں آنے والے مجاہدین کے لئے ایک سنگ میل قائم کر گئے۔ وہ جب دنیا سے رخصت ہوئے تو ان کا دل مطمئن تھا اور چہرے پر تبسم تھا۔ لیکن حجاج جب دنیا سے جا رہا تھا تو اندر کی آگ میں جل رہا تھا۔ چہرے پر ندامت کی ظلمت تھی، اسے اس کا ایک ایک ظلم یاد آ رہا تھا۔

حضرت سعیدؒ کی شہادت پر تمام صلحاء اور علماء افسردہ تھے لیکن حجاج کی موت پر اللہ کے نیک بندوں نے اطمینان کا سانس لیا۔ حضرت ابراہیم نخعیؒ نے حجاج کی موت کی خبر سنی تو خوشی سے رو پڑے مرنے کے بعد اس ڈر سے اس کی قبر کے تمام نشانات مٹا دیئے گئے تاکہ لوگ اس کی لاش کو باہر نکال کر جلا نہ ڈالیں۔ اللہ اکبر! یہ اندیشے اس شخص کی قبر کے بارے میں ہو رہے تھے جس کے سامنے اس کی زندگی میں لوگ کھڑے ہوتے تھے تو ان پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا اور لوگ اس کے ڈر سے دیوانے بن جایا کرتے تھے۔

اصمعی نے ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ جب حجاج حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے قتل سے فارغ ہو کر مدینہ آیا تو اسے مدینہ سے باہر ایک شیخ ملا چونکہ حجاج کے چہرے پر نقاب تھا اس لئے اس نے حجاج کو نہیں پہچانا حجاج نے اس سے مدینہ کا حال احوال دریافت کیا شیخ نے کہا بہت برا حال ہے رسول اللہ ﷺ کے حواری قتل کر دیئے گئے ہیں۔

حجاج نے پوچھا ان کو کس نے قتل کیا ہے؟ شیخ نے جواب دیا ایک فاجر و فاسق اور لعین شخص، جس کا نام حجاج ہے، اللہ اس کو ہلاک کرے اور سب لعنت بھیجنے والے اس پر لعنت بھیجیں۔

حجاج یہ سن کر غضب آلود گیا اور اس نے اپنے چہرے پر پڑی ہوئی نقاب ہٹادی اور پوچھا کہ تم مجھے پہچانتے ہو، شیخ نے کہاہاں میں آپ کو پہچانتا ہوں مگر آپ مجھے نہیں پہچانتے، میں یہاں کا مشہور دیوانہ ہوں مجھے دن میں پانچ مرتبہ مرگی کا دورہ پڑتا ہے اور ابھی بھی جب میں الٹی سیدھی باتیں کررہا تھا تو مجھے دورہ پڑا ہوا تھا۔

تو وہ شخص جس سے بات کرتے ہوئے بڑوں بڑوں کے جسم پر رعشہ طاری ہو جاتا تھا اور وہ کہ جس کے عتاب سے بچنے کے لئے لوگ مصنوعی دیوانے بن جاتے تھے آج جب اس کے جسم سے جان نکل گئی تو اندیشے پیدا ہونے لگے کہ کہیں لوگ شدتِ غیظ وغضب میں اس کی لاش ہی کو نہ جلاڈالیں۔ وہ اقتدار، وہ ہیبت وہ دبدبہ سب کچھ جاتا رہا۔

اس کے متعلقین کو اس کی لاش کی بے حرمتی کے بارے میں دنیا والوں سے جو خطرہ تھا انھوں نے اس کی قبر کا نام ونشان مٹا کر بظاہر اسے خطرے سے تو بچالیا لیکن ظالموں کے لئے جو آخرت کے خطرات اور سزائیں ہیں ان سے اسے کون بچا سکتا تھا۔ وہاں تو کسی کا بس نہیں چلتا کسی کی سفارش کام نہیں آتی، خاندانی وجاہت فائدہ نہیں دیتی۔ اصمعی کے والد نے حجاج کو مرنے کے بعد خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیسا سلوک کیا اُس نے جواب دیا کہ میں نے جتنے قتل کئے تھے ان میں سے ہر ایک کے بدلے مجھے بھی قتل کیا گیا۔ اسے صرف حجاج کا معاملہ نہ سمجھئے گا، ہر ظالم کے ساتھ آخرت میں یہی ہوگا۔

ربِ کریم ورحیم اپنی شانِ عفو سے کام لے کر کسی کو معاف فرمادیں تو الگ بات ہے ورنہ ان کا اصول یہی ہے کہ وہ اپنے حقوق ضائع کرنے والوں کو تو بغیر بدلہ لئے بھی معاف فرمادیتا ہیں مگر جس نے بندوں کے حقوق ضائع کئے ہوں۔ بندوں پر ظلم ڈھایا ہو، ان کے مال اور جائیداد پر غاصبانہ قبضہ کیا ہو، انہیں بے آبرو کیا ہو، ان کی غیبت کی ہو، ان پر تہمت لگائی ہو، انہیں ناحق ستایا ہو، ان کا خون بہایا ہو، اسے بغیر بدلہ لئے ہوئے معاف نہیں فرماتے۔

اسی لئے کتاب وسنت میں بے انتہا شناعت بیان کی گئی ہے تاکہ بندے اپنے دامن کو ہر

قسم کے ظلم سے اور ہر سطح کے ظلم سے بچائیں اور اللہ تعالیٰ کے عتاب اور عذاب کا نشانہ نہ بنیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ظلم سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

(بحوالہ جستہ جستہ از ندائے منبر و محراب)

قابل احترام قارئین! آپ نے گزشتہ سطروں کے مطالعہ کے بعد اندازہ لگایا کہ بے شک ظلم کا انجام آخرت میں تو جہنم کی صورت میں سامنے آئے گا ہی، لیکن دنیا ہی میں بھی ظلم کا انجام برا ہوتا ہے، اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جہنم میں لے جانے والے اس عمل یعنی ظلم سے دور رہنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔
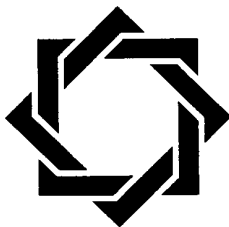
جہنم میں لے جانے والا تیسرا عمل

ریاکاری کرنا

حضرت جندب بن عبداللہ بن ابی سفیانؓ نے فرمایا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ۔ ''جو شخص شہرت کے لئے کام کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی حقیقت کو ظاہر فرما دیں گے اور جو شخص ریاکاری کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی ریاکاری کا پردہ چاک فرمادیں گے''۔ (بخاری شریف)

(ف) انسان کے لئے سب سے زیادہ نقصان دہ بات یہ ہے کہ وہ کوئی کام یا کوئی بات کرے اور اس سے اس کا مقصد اللہ کی رضا نہ ہو، ایسے شخص کا ظاہر تو بہت بھلا اور حسین لیکن اس کا باطن نہایت خراب و برا ہے، وہ ظاہر وہ کرتا ہے جو اس کے دل میں نہیں ہے اور اندر کچھ ہوتا ہے اور باہر کچھ، زبان سے سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ کا ورد جاری ہے، تلاوتِ قرآن کریم میں مشغول ہے، وعظ و نصیحت، درس و تدریس، دعوت دین سب کچھ ہو رہا ہے لیکن اس کا دل غافل اور غیر اللہ میں مشغول ہے، اور دوسرے پر اعتماد و بھروسہ کئے ہوئے ہے اور وہ صرف جاہلوں کی تعریف پر قناعت کئے بیٹھا ہے اور عوام الناس کے دل اپنی طرف مائل کرنا چاہتا ہے، تلاوت کرتا ہے تو خوب تجوید و پیاری آواز سے، اور وعظ و نصیحت کرتا ہے تو رونے لگتا ہے اور جب درس دیتا ہے یا تقریر کرتا ہے تو اچھی اور صاف شستہ اور بڑی عجیب عجیب باتیں اور نکتے بیان کرتا ہے، اگر یہ شخص دل کا ٹھیک اور مخلص ہوتا تو قابل اطاعت رہنما اور حکیم مصلح اور عظیم مرشد ہوتا۔

آپ جب اسے نماز پڑھتے دیکھیں گے تو آپ اسے حضرت اسرافیل سمجھیں گے، جب صدقہ و خیرات کرتے دیکھیں تو آپ کو حضرت میکائیل کا گمان ہونے لگے گا اور اگر آپ کو وہ روزہ دار یا اعتکاف میں نظر آئے گا تو آپ کو اس کے حضرت جبرائیل ہونے میں ذرہ برابر بھی شک نہ گزرے گا، لیکن حقیقت کے اعتبار سے وہ منافق و دھوکہ باز اور جھوٹا اور ملمع سازی کرنے والا شخص

ہوگا، وہ زبان سے باتیں کریگا جو اس کے دل میں نہ ہوں گی، وہ اللہ کی رضامندی کے لئے کرنے والے کام لوگوں کے دکھانے اور ریاکاری کے لئے کرے گا، ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ۔

''سو بڑی خرابی ہے ایسے نمازیوں کے لئے جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھتے ہیں (اور) جو ایسے ہیں کہ ریاکاری کرتے ہیں اور حقیر چیزوں تک کو روکے رکھتے ہیں''۔ (سورۂ ماعون)

اللہ تعالیٰ نے اپنے مؤمن بندوں کو درج ذیل فرمان مبارک کے ذریعے ریاکاری سے ڈرایا ہے فرمایا کہ۔''اے ایمان والو! اپنی خیرات احسان جتلا کر اور ایذا دے کر اس شخص کی طرح ضائع مت کرو جو اپنا مال لوگوں کو دکھانے کے لئے خرچ کرتا ہے اور اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا ہے سو اس کی مثال ایسی ہے جیسے صاف پتھر کہ اس پر کچھ مٹی پڑی پھر اس پر زور کی بارش ہوئی تو اس کو بالکل صاف کر کے چھوڑا ایسے لوگوں کے کچھ ہاتھ نہیں لگتا اس چیز کا ثواب جو انہوں نے کمایا اور اللہ کافروں کو سیدھی راہ نہیں دکھاتا''۔ (سورۂ البقرہ)

ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ۔''اور وہ لوگ جو اپنا مال لوگوں کے دکھانے کے لئے خرچ کرتے ہیں اور اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور نہ قیامت کے دن پر اور جس کا ساتھی شیطان ہوا تو وہ بہت برا ساتھی ہے۔ (سورۂ نساء)

اوپر ذکر کی ہوئی حدیث مبارکہ اور اس موضوع سے متعلق دوسری احادیث کے ذریعے نبی کریم ﷺ نے ہمیں شہرت و ریاکاری کے لئے کام کرنے سے منع کیا ہے اور یہ واضح کیا ہے کہ مسلمان کو کوئی بھی کام نام نمود، شہرت اور لوگوں کی زبانی تعریف کی خاطر نہیں کرنا چاہیے، اس لئے کہ مسلمان اچھا کام اس لئے نہیں کرتا کہ اسے اس سے محبت ہے یا وہ برائی کو اس لئے نہیں چھوڑتا کہ اسے اس سے کراہت ہے اور وہ اسے ناپسندیدہ ہے بلکہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جب وہ اکیلا ہوتا ہے تو بڑے بڑے گناہ اور نافرمانیوں کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے اور فرائض و واجبات اور مستحبات میں کوتاہی کرتا ہے اور جو شخص ایسی جگہ اچھی نماز پڑھے جہاں لوگ اسے دیکھ رہے ہوں اور جہاں لوگ نہ دیکھیں اور وہ تنہائی میں ہو تو وہاں صحیح طریقے سے نہ پڑھے تو اس شخص نے اپنے رب الجلال کی توہین کی ہے، اور اس حرکت کے ذریعے وہ منافقوں کا سا کام ہو رہا ہے۔ ارشاد باری

تعالیٰ ہے کہ۔ ''البتہ منافق دغا بازی کرتے ہیں اللہ سے اور وہی ان کو دغا دے گا اور جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں، لوگوں کو دکھانے کے لئے اور یاد نہیں کرتے اللہ کو مگر تھوڑا سا، دونوں کے بیچ میں لٹکے ہوئے ہیں نہ ان کی طرف اور نہ اُن کی طرف اور جس کو اللہ گمراہ کردے تو آپ اس کے واسطے ہرگز کہیں راہ نہ پائیں گے''۔ (سورۂ نساء)

اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اخیر زمانے میں ایسے لوگ نکلیں گے جو دنیا کو دین کے ذریعے حاصل کریں گے، لوگوں کو دکھانے اور اپنی مسکنت ظاہر کرنے کے لئے دنبوں کی کھال پہنیں گے، ان کی زبانیں شہد سے زیادہ شیریں ہوں گی اور ان کے دل بھیڑیوں کے سے دل ہوں گے، اللہ جل شانہٗ فرمائیں گے کہ کیا وہ میری (ڈھیل کی) وجہ سے دھوکہ میں پڑ گئے یا میرے اوپر جری ہو گئے؟ میں اپنی عزت وجلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ایسے لوگوں پر ان ہی میں ایسا فتنہ مقرر کردوں گا جو حلیم وبردبار شخص کو حیران وپریشان کر ڈالے گا۔

اور جو شخص کسی ایسے کام میں لگا ہو جو آخرت کے اعمال میں سے ہو اور اس کے کرنے سے اس کا مقصد اللہ کی رضا اور آخرت کا حصول نہ ہو تو اس کو آسمان وزمین سب جگہ لعنت کی جائے گی، حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے ایک روایت میں یہ الفاظ مروی ہیں کہ جہنم میں ایسی وادی ہے جس وادی سے خود جہنم بھی روزانہ چار سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے۔ یہ وادی رسول اکرم ﷺ کی امت میں سے ان لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو ریاکاری کرتے ہیں، وہ شخص جو اللہ کی کتاب کا حامل ہے، اور وہ جو غیر اللہ کے لئے صدقہ وخیرات کرتا ہے اور وہ جو بیت اللہ کا حج کرتا ہے اور جو اللہ کے راستے میں نکلتا ہے یعنی یہ وہ لوگ ہیں جو یہ کام دکھاوے اور ریاکاری کے لئے کرتے ہیں۔

اور خود رسول اکرم ﷺ بھی غم وملال کے کنوئیں سے پناہ مانگا کرتے تھے اور یہ بتلایا کرتے تھے کہ یہ جہنم ایسی جگہ جو ان لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو ریاکاری ودکھاوے کے لئے کام کرتے ہیں، ریاکاری ودکھاوے میں صرف وہی لوگ گرفتار ہوتے ہیں جو ظاہر میں تو اعمال کرتے ہیں لیکن درحقیقت وہ اللہ اور اس کی آیات کا مذاق اڑاتے ہیں اور یہ بات ہم پہلے بتلا چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ صرف اسی عمل کو قبول فرماتے ہیں جو صرف اور صرف اسی کی ذات اور رضا کے لئے کیا جائے۔

یعنی وہ کام جو شہرت وریاکاری سے خالی ہو، اس لئے کہ ریاکاری کی وجہ سے اعمال ضائع و

برباد ہو جاتے ہیں اور ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں شدید عذاب سے ڈرایا ہے فرمایا کہ ”اور جو لوگ بڑی بڑی تدبیری کرتے رہتے ہیں انہیں سخت عذاب ہوگا اور ان کا مکر (سب نیست و نابود ہو کر رہے گا“۔ (سورۂ فاطر)

ریاکاری کا انجام

اور جس کام میں بھی ریاکاری داخل ہو جائے گی وہ گناہ بن جائے گا چاہے ظاہر کے اعتبار سے وہ کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو، اور بہت جلد ہی اس کو کرنے والے کا باطن ظاہر ہو جائے گا اور اس کا یہ معاملہ کھل جائے گا اور اس کی یہ مکاری اسے لے ڈوبے گی، اور اخلاص کے ہونے یا نہ ہونے پر ہی حسنِ خاتمہ یا خرابِ خاتمے کا ترتّب ہوتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں صاف آتا ہے کہ تم میں سے ایک شخص لوگوں کے سامنے بظاہر ایسے کام کرتا ہے جو جنت والوں کے سے کام ہوتے ہیں اور پھر جب اس کے اور جنت کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس پر لوحِ محفوظ کا لکھا ہوا فیصلہ غالب آجاتا ہے اور پھر وہ دوزخ والوں کے کام کر بیٹھتا ہے اور جہنم میں داخل ہو جاتا ہے اور تم میں سے ایک شخص لوگوں کے سامنے دوزخ والوں کے کام کرتا ہے اور اس کے اور دوزخ کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے اور پھر اس پر لوحِ محفوظ کا لکھا ہوا فیصلہ غالب آجاتا ہے اور وہ جنت والوں کے سے کام کرتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔

جنگِ احد کے موقع پر ایک صاحب مسلمانوں کے ساتھ مل کر جنگ کر رہے تھے اور خوب بے جگری سے لڑ رہے تھے، لوگ ان کو دیکھ کر بہت تعجب کر رہے اور ان کی تعریف کر رہے تھے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ دوزخی ہے یہ سن کر لوگوں کو تعجب ہوا، اور ایک صاحب ان کے پیچھے پیچھے ہو لئے تا کہ ان کے اعمال کو دیکھیں کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ جنگ کے دوران وہ شخص زخمی ہو گئے اور جب زخموں سے نڈھال ہو گئے تو اپنی تلوار سے اپنا گلا کاٹ کر خودکشی کر لی، جب ان کے بارے میں ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ شخص عصبیت و حمیت کی وجہ سے لڑ رہا تھا اور اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ صرف اسی کی رضا کے لئے جنگ ہو اور اس طرح سے ان صاحب کے بارے میں اس ذات کا قول سچ ثابت ہو گیا جو اپنی خواہش سے اپنی طرف سے کوئی بات نہیں فرمایا کرتے

تھے۔

ایک صاحب نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول (ﷺ)! ہم میں سے ایک شخص اظہارِ شجاعت کے لئے لڑتا ہے اور ایک شخص ریا کاری و دکھاوے کے لئے لڑتا ہے اور ایک شخص حمیت و تعصب کی خاطر لڑتا ہے، بتلایئے ان میں سے اللہ کے راستے میں لڑنے والا کون سا شخص ہے؟ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص جو اس لئے جنگ کرتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ سر بلند ہو وہی اللہ کے راستے میں لڑنے والا شمار ہوگا۔

نبی اکرم ﷺ کے فرمانِ مبارک ہے کہ ''جو ریا کاری و شہرت کے لئے کام کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ریا کاری کو ظاہر فرمادیں گے''۔ اس میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جو منہ پھاڑ پھاڑ کر تقریر کرتے ہیں اور مقفع و مسجع الفاظ وکلمات لانے میں خوب مبالغہ اور تکلف سے کام لیتے ہیں اور تلاوت قرآن اور اذان میں آواز بناتے اور تکلف کرتے ہیں تاکہ لوگ ان کی آواز کی تعریف اور زبان کی فصاحت و بلاغت کی مدح سرائی کریں، ان کے وعظ و نصیحت کو سننے والے اچھا سمجھیں گے اور اس پر واہ واہ کریں گے لیکن ان کا دل پر کچھ اثر نہ ہوگا، اس لئے کہ نفوس پر صرف اس کلام کا اثر ہوتا ہے جس میں سامعین مقرر کا مقصد و غرض سمجھیں اور اس وقت کہنے اور سننے والے کو خاطر خواہ فائدہ پہنچتا ہے۔

اسی طرح اس وعید میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جو مسلمانوں میں برائی و بے حیائی پھیلانے کے خواہاں رہتے ہیں اور وہ لوگ جو لوگوں کی لغزشوں کے درپے رہتے ہیں اور ان کے عیوب ظاہر کرتے ہیں تاکہ ان کو رسوا کرسکیں، اور اگر ان میں سے کسی کے بارے میں ایک لفظ بھی ان کے کان میں پڑ جاتا ہے تو اسے دنیا بھر میں لئے پھرتے ہیں اور اس کو لوگوں کے کانوں اور دلوں تک پہنچادیتے ہیں اور ان کا مقصد اس سے صرف یہ ہوتا ہے کہ اس شخص کی نکیر ہو اور اس کو بدنام کیا جاسکے، یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ تہمت لگانے والے مجرم شخص کو ہرگز پسند نہیں کرتے۔

کتب صوفیاء اور اس موضوع سے متعلق کتابوں میں ریا کاری اور شہرت پسندی کی مذمت اور اس سے ڈرانے کے سلسلہ میں بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے جس میں نیکو کاروں کے لئے نصیحت اور عبرت حاصل کرنے والوں کی عبرت کے لئے عبرت کلہ بہت کافی سامان موجود ہے۔ ارشاد ربانی ہے کہ۔

’’جو کوئی چاہے دنیا کی زندگانی اور اس کی زینت ہم ان کو ان کے عمل دنیا میں بھگتا دیں گے اور ان کا اس میں کچھ نقصان نہیں، یہی ہیں جن کے واسطے کچھ نہیں آخرت میں سوائے آگ کے اور برباد ہوا جو کچھ یہاں کیا تھا اور خراب ہو گیا جو کمایا تھا۔ (سورۂ ہود)

اور نبی کریم ﷺ کو اپنی امت پر جس چیز کا سب سے زیادہ خطرہ اور خوف تھا وہ ریا کاری ہے جو شرک اصغر کہلاتا ہے۔ (چیدہ چیدہ از اصلاح معاشرہ اور اسلام)

ریا کاری کرنے والے تین شخصوں کا حال

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے اوّل وہلہ میں جس کا فیصلہ سنایا جائے گا وہ تین شخص ہونگے ایک شہید جو اللہ کے راستے میں شہادت کے رتبے کو حاصل کر چکا اس سے اللہ تبارک وتعالیٰ پوچھیں گے میں نے جو تجھے نعمتیں دی تھی اس کا تو نے کیا کیا وہ کہے گا میں نے تیرے خاطر لڑائی کی تھی حتیٰ کہ شہید ہو گیا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو نے اس لئے لڑائی لڑی تھی کہ لوگ تجھے بہادر کہیں سو کہا جا چکا پھر حکم ہوگا اس کو منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیا جائے دوسرا شخص سخی ہوگا جس سے اللہ تعالیٰ پوچھیں گے میں نے تجھے نعمتیں دی تھیں تو نے اس کا حق ادا کیا وہ کہے گا میں نے کوئی مصرف نہیں چھوڑا جس میں میں نے خرچ نہ کیا ہو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے جھوٹ بولا تو نے اس لئے خیرات وصدقات کئے تھے کہ لوگ تجھے سخی کہیں سو کہا جا چکا حکم ہوگا اس کو منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دو۔ تیسرا شخص عالم ہوگا جس نے علم پڑھایا اس کو اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں یاد دلائے گا کہ ان کا تو نے کیا حق ادا کیا کہے گا میں نے تیری رضا کی خاطر قرآن پڑھا اور پڑھایا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے جھوٹ بولا تو نے تو قرآن اس لئے پڑھا تا کہ لوگ تجھے عالم کہیں قاری کہیں سو تجھے کہا جا چکا چنانچہ حکم ہوگا اس کو منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیا جائے، یہ حدیث حضرت ابو ہریرہؓ جب حضرت معاویہ کو سنانے لگے تو تین مرتبہ بے ہوش ہو گئے پھر بیان کی روتے روتے ہچکی بندھ گئی غور کرنے کا مقام ہے کہ آج کل ہمارا کیا بنے گا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تھوڑا سا ریا بھی شرک ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائیں گے جس کے لئے عمل کیا تھا جا کر اس سے بدلہ لے لو میرے پاس تو تمہارا عمل نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں‘‘

وبدالهم مالم يكونوا يحتسبون ''(اور ظاہر ہو جائے گا اس دن جس کا ان کو گمان بھی نہ تھا)۔
جب اسلاف نے اس آیت کو پڑھا تو کہتے ہیں ہلاکت ہے ریا کاروں کے لئے یہ بھی کہا گیا ہے کہ ریا کار کو قیامت کے دن چار ناموں سے پکارا جائے گا۔ (۱)۔ اے ریا کار (۲)۔ اے دھوکہ باز (۳)۔ اے فاجر (۴)۔ اے نقصان پانے والے۔ خدا کی تقدیر پر غالب آنا چاہتا ہے اور وہ کیسا برا آدمی ہے جو یہ چاہتا ہے کہ لوگ مجھے نیک کہیں لیکن خدا کے ہاں یہ مردودوں کی فہرست میں داخل ہے مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسے شخص کو پہچان لیں۔ حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں جب بندہ ریا کاری کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں دیکھو یہ میرے ساتھ کیسے مذاق کرتا ہے۔

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ جو گردن جھکائے بیٹھا ہے آپؓ نے فرمایا کہ گردن اوپر کر خشوع اس میں نہیں خشوع تو دل میں ہوتا ہے۔ ابوامام باہلی ایک آدمی کے پاس گئے جو کہ سجدہ کی حالت میں مسجد میں رو رہا تھا تو آپ نے کہا کاش یہ کام تو گھر میں کر لیتا تو زیادہ بہتر تھا کیونکہ گھر میں وہ ریا سے بچ جاتا۔ حضرت علی المرتضیٰؓ فرماتے ہیں کہ ریا کار کی تین علامتیں ہیں جب وہ اکیلا ہو تو عبادت میں سستی کرتا ہے اور جب لوگوں کے سامنے ہو تو عمل وعبادت بڑی خوشی سے کرتا ہے اور جب تم اس کی تعریف کریں تو عمل اور بڑھا دیتا ہے۔ حضرت فضیل بن عیاض جو مشہور صوفیاء میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ لوگوں کے لئے کسی کام کو چھوڑ دینا ریا ہے اور انسانوں کو خوش کرنے کے لئے کسی کام کرنا شرک ہے اللہ ہم سب کو ان دونوں مرضوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

ایک حدیث مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا **یا معاذ اخلص العمل يكفيك القليل.** ''اخلاص کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی کافی ہے''۔ ایک حدیث مبارکہ میں پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ایمان کیا ہے فرمایا اخلاص۔ (بحوالہ تباہی کے ستر راستے)

ریا کاری کے سنگین نقصانات

علامہ تھانویؒ نے ریا کی تعریف یہ کی ہے کہ ''دکھاوے کے لئے کوئی نیک کام کرنا'' امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ ''انسانوں کے دلوں میں عزت ومنزلت پیدا کرنے کے لئے دکھاوے کے

طور پر نیک خصلتیں اختیار کرنا"۔

چونکہ دکھاوے کے لیے حدیث مبارکہ کے دو الفاظ استعمال ہوئے ہیں یعنی ریا اور سمعتہ، اس لئے علماء نے ان دونوں میں فرق کیا ہے وہ یہ کہ ریا کا تعلق فعل سے اور سمعتہ کا تعلق قول سے ہے یعنی محض دوسروں کو سنانے کے لئے اچھی باتیں کرنا۔ ریا کار لوگ انسانوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے اور ان کے قلوب میں اپنی عظمت، پارسائی اور زہد و تقویٰ کا سکہ جمانے کے لئے جو کچھ کرتے ہیں۔ حضرت امام غزالیؒ نے اسے پیشِ نظر رکھتے ہوئے ریا کی پانچ قسمیں لکھی ہیں۔

(۱)۔ ریا بالبدن...... بعض ریا کار اپنے بدن کو لاغر اور دبلا کر لیتے ہیں اور عوام کے سامنے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ہم دین کے غم خوار اور خوفِ آخرت کے غلبہ کی وجہ سے کمزور ہوتے جا رہے ہیں۔

(۲)۔ ریا بالہیئۃ...... اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ مادی مفادات کے طلب گار بالوں کو پراگندہ رکھتے ہیں، ماتھے پر سجدے کا نشان بنا لیتے ہیں، فقیرانہ لباس پہنتے ہیں اور ایسی ہیئت اور شکل و صورت بنا لیتے ہیں کہ دیکھنے والے انہیں اللہ والے سمجھیں جبکہ وہ ایسے ہوتے نہیں۔

(۳)۔ ریا بالقول...... ریا کی یہ قسم اہل دین میں عام طور پر پائی جاتی ہے، وہ وعظ و تذکیر قائم کرتے ہیں، حکیمانہ اور عالمانہ گفتگو کرتے ہیں، علمی گہرائی اور گیرائی کا نقش قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتے ہیں حالانکہ وہ خود نہ تو معروف پر عمل کرتے ہیں اور نہ ہی منکر سے اجتناب کرتے ہیں، ان میں سے بعض ذکر و فکر میں ہمہ وقتی مشغولیات کا تاثر دیتے ہیں۔

(۴)۔ ریا بالعمل...... دکھاوے کے لئے خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھنا، صدقہ و خیرات کرنا اور حج اور عمرے کرنا "ریا بالعمل" میں شامل ہے۔

(۵)۔ ریا بالشیوخ...... اس بیماری میں جو لوگ مبتلا ہوتے ہیں وہ علماء و مشائخ کو حیلے بہانے سے اپنے پاس آنے کی دعوت دیتے ہیں اور پھر پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ ہمارے پاس فلاں فلاں شیوخ آتے ہیں یونہی یہ مشاہیر کا اکثر تذکرہ کرتے ہیں تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ ان کے تعلقات بڑے بڑے لوگوں سے ہیں۔

کتاب و سنت میں ریا کاروں کی سخت مذمت کی گئی ہے، سورۃ البقرہ میں ہے کہ "اے

ایمان والو! بے شک منافق اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں اور وہ انہیں ان کے دھوکے کی سزا دے گا اور جب وہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو کاہلی سے کھڑے ہوتے ہیں، لوگوں کو دکھاتے ہیں اور اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں''۔

سورۂ ماعون میں ہے ''پس ان نمازیوں کے لئے ہلاکت ہے جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں جو ریاکاری کرتے ہیں اور ضرورت کی چیز دینے سے انکار کر دیتے ہیں''۔

آیات کے بعد چند احادیث ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''جو سنانا چاہتا ہے اللہ اس کے بارے میں سنوادیتا ہے جو دکھانا چاہتا ہے اللہ اس کے بارے میں دکھا دیتا ہے''۔

اس حدیث مبارکہ کا مطلب تو یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس شخص کا مقصد محض لوگوں کو سنوانا اور دکھانا ہوتا کہ اس کی عزت وعظمت میں اضافہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کا یہ مقصد پورا کر لیتے ہیں، اسے شہرت بھی حاصل ہو جاتی ہے اور عزت بھی، لیکن آخرت میں ایسا شخص ثواب سے محروم رہے گا۔

دوسرا مطلب امام خطابیؒ نے یہ بیان کیا ہے کہ اس کے غلط مقاصد زیادہ دیر تک چھپے نہیں رہتے بلکہ بالآخر ظاہر ہو جاتے ہیں، یوں رب العالمین اسے نظروں سے گرا دیتے ہیں اور ذلیل اور رسوا کر دیتے ہیں۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ ''ایک اعرابی نے بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو کر سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ! ایک شخص جہاد میں مالِ غنیمت کے لئے، دوسرا شہرت کے لئے اور تیسرا اپنی شجاعت کی دھاک بٹھانے کے لئے لڑتا ہے، ان میں سے کس کو اللہ کے لئے جہاد کرنے والا سمجھا جائے گا، آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص کلمۃ اللہ کی بلندی کے لئے جنگ کرے صرف وہی اللہ کے جہاد کرنے والا شمار ہوگا''۔

حضرت محمود بن لبیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''مجھے تمہارے بارے میں جس چیز کا سب سے زیادہ ڈر ہے وہ شرک اصغر ہے، سوال کیا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! شرکِ اصغر کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''ریا!...... جس دن اللہ تعالیٰ بندوں کو ان کے اعمال کی جزا دے گا تو ریاکاروں سے کہا جائے گا کہ تم دنیا میں جن لوگوں کو دکھانے کے لئے اعمال کیا کرتے تھے، انہی

کے پاس جاؤ اور دیکھو تمہیں ان کے ہاں سے کچھ ملتا ہے یا نہیں؟''

قیامت کے دن سچ اور جھوٹ، اصل اور کھوٹ، خالص اور ردّی سب کچھ نکھر کر سامنے آجائے گا، وہی اعمال کام آئیں گے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کئے گئے ہوں گے باقی سارے اعمال گرد وغبار بن کر اڑ جائیں گے، ان پر اجر تو کیا ملے گا الٹا ان پر عذاب ہوگا کیونکہ ایسے اعمال اللہ تعالیٰ کے ہاں شرک شمار ہوں گے اور شرک سے بڑا گناہ کوئی نہیں خواہ شرکِ اصغر ریا ہی کیوں نہ ہو۔ نبی کریم ﷺ کو اپنی امت کے بارے میں اس شرک کا اندیشہ تھا، حضرت شداد بن اوسؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ''مجھے اپنی امت کے بارے میں شرک اور خفیہ شہوت کا ڈر ہے، شدادؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ (ﷺ)! کیا آپ کے بعد آپ ﷺ کی امت شرک کرے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں اگر چہ وہ شمش وقمر، پتھروں اور بتوں کی عبادت تو نہیں کریں گے، لیکن وہ اپنے اعمال میں ریاکاری کریں گے''۔ (اور یہی ان کا شرک ہوگا)

اب ریا کے نقصانات پر بھی نظر ڈال لیجئے۔

(۱)۔ ریا سے اعمال باطل ہوجاتے ہیں اور ان کا ثواب ضائع ہوجاتا ہے۔

(۲)۔ ریاکار اللہ تعالیٰ کی نظر میں ملعون اور مردود ہوتا ہے۔

(۳)۔ ریا دل کی سرزمین میں موجود ایک بدبودار درخت کی ٹہنی ہے جس کا پھل دنیا میں خوف، و غم اور قلبی ظلمت کی صورت میں اور آخرت میں زقوم اور دائمی عذاب کی صورت میں ظاہر ہوگا۔

(۴)۔ ریاکار کو قیامت کے سرِ عام رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

(۵)۔ ریا، نیک عمل کو گناہ میں بدل دیتی ہے اور اس کے صاحب کو ثواب کی بجائے گناہ ہوتا ہے۔

(۶)۔ ریاکار، دنیا میں بھی بالآخر رسوا ہوجاتا ہے کیونکہ اس کی حقیقت اہل دنیا پر آشکار ہوجاتی ہے۔

محترم قارئین وقارئیات! ریا کے نقصانات پر ایک نظر ڈالتے ہوئے یہ بھی دیکھتے جایئے کہ آج ہماری زندگی کا کونسا شعبہ ریا سے آلودہ نہیں ہے؟ شادی بیاہ کی تقریب سے ایصال ثواب کی

مختلف رسموں تک ،صدقہ وخیرات ،حج وعمرہ ،ختم قرآن اور محفل افطار سے مساجد ،مدارس اور رفاہی ہسپتالوں کی تعمیر تک ہر جگہ ریا کے کرشمے دکھائی دیتے ہیں ،بس اللہ تعالیٰ کے چند مخصوص بندے ہیں جو اس مہلک بیماری سے محفوظ ہیں ،اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان مخصوص بندوں میں شامل ہونے کی توفیق مرحمت فرمادے۔ (بحوالہ خواتین کا اسلام)

کبھی بھی شہرت کے طالب نہ بنئے

جو انسان اللہ کی طرف رجوع نہیں کرتا اس کی سمجھ الٹی ہو جاتی ہے، وزیروں کو دیکھ لو وزارتیں حاصل کرنے کے لئے کیا کچھ نہیں کرتے ،اس کا فائدہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ مال وجاہ دونوں ہاتھ لگیں گے۔ مال تو عموماً حلال ہوتا ہی نہیں اور جاہ کا یہ عالم ہوتا ہے کہ اپنے آس پاس کے چند آدمی ''سر'' کہہ کر خطاب کر لیتے ہیں۔ باقی عام لوگ اور اصحاب صحافت اور مخالف جماعتیں سب ہی برا کہتے ہیں چند دن کے جھوٹے عہدہ کے لئے یہ سب کچھ گوارا کر لیتے ہیں ان کا نفس سمجھا تا ہے کہ عام لوگ کچھ ہی کہیں وزیروں میں تو نام آ ہی گیا تو وزیر بے قلمدان ہی سہی۔

اور جو لوگ شہرت کے طالب ہوتے ہیں اگر ان کی شہرت ہو بھی جائے تو اچھائی کے ساتھ نہیں ہوتی ،ایسے شخص کو لوگ برائی سے یاد کرتے ہیں ،اور کہتے ہیں کہ اے میاں وہ تو ریا کار ہے، برائی کے ساتھ مشہور ہونا یہ تو کوئی اچھی چیز نہیں۔ یوں تو شیطان بھی مشہور ہے ،شہرت بھی وہی اچھی ہے جو اچھائی کے ساتھ ہو اور اچھی شہرت انہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو شہرت کے طالب نہیں ہوتے ،صرف اللہ کی رضا کے لئے کام کرتے ہیں۔

ایک شخص حج کو گیا تھا اس نے دیکھا کہ میرے وطن کے جو علماء مشائخ ہیں ان کی تو خوب شہرت ہو رہی ہے لوگ ان کے آگے پیچھے پھرتے ہیں۔ اپنی گمنامی پر افسوس کرتے ہوئے اس نے مشہور ہونے کا طریقہ سوچا ،اور اس نے سب کے سامنے کھڑے ہو کر زم زم کے کنوئیں میں پیشاب کر دیا۔ اب جدھر جاتا لوگ انگلیاں اٹھاتے تھے کہ دیکھو وہ پیشاب کرنے والا ،اپنے نفس میں بہت خوش ہوتا تھا کہ میں نے ایسا کام کیا ہے جس کی وجہ سے خوب مشہور ہو رہا ہوں ،بری شہرت کوئی مرغوب چیز نہیں ،لیکن جن کو شہرت مطلوب ہوتی ہے وہ اچھی بری شہرت میں امتیاز نہیں

رکھتے۔

یاد رکھئے! جو شخص شہرت اور جاہ کا طالب ہو اللہ تعالیٰ اسے ذلیل کر دیتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ۔ ''جس شخص نے اپنے عمل کو مشہور کیا اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں اس کو مشہور کر دے گا (کہ یہ شخص شہرت کے لئے عمل کرنے والا تھا) اور وہ اسے حقیر و ذلیل کر دے گا''۔

اور ایک حدیث مبارکہ میں یوں ہے کہ۔ ''جو بندہ کسی ایسی جگہ کھڑا ہو گا جہاں برائے شہرت اور دکھاوا مقصود ہو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ساری مخلوق کے سامنے مشہور کر دے گا (کہ یہ شہرت کا طلب گار تھا)''۔

بہرحال! انسان کے اندر حب جاہ کا جذبہ یہاں تک ہے کہ جو کام نہ کیا ہو اس پر بھی اپنی تعریف چاہتا ہے اسی کو قرآن مجید میں فرمایا کہ ''ویحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا'' (اور وہ چاہتے ہیں کہ ان کاموں پر ان کی تعریف کی جائے جو انہوں نے نہیں کئے) یہ بات قرآن مجید میں یہودیوں کے بارے میں فرمائی ہے اور اس مرض میں بہت سے لوگ مبتلا ہیں۔

یہ بات مشہور ہے کہ ''مارو گھٹنا پھوٹے آنکھ'' اس کے پیچھے ایک قصہ ہے اور وہ یوں ہے کہ ایک چوہدری صاحب تھے مجلس میں بیٹھتے تو اپنی خوب تعریفیں کرتے تھے بعض باتیں بہت ہی بے تکی ہوتی تھیں اور تعریف کے موڈ میں انہیں یہ بھی پتہ نہ رہتا کہ میری اس بات کو لوگ قبول بھی کریں گے یا نہیں، جب بے تکی باتیں کرتے تو لوگ حیرت زدہ ہو کر پوچھتے تھے کہ واہ میاں یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ چوہدری صاحب نے ایک ذہین آدمی کو اس بات پر ملازم رکھا کہ جب میں کوئی بے تکی بات کہوں تو آپ اسے ٹھیک ثابت کر دیا کریں ملازم صاحب نے کام شروع کر دیا ایک دن چوہدری صاحب نے اپنی تعریف شروع کر دی اور اپنے شکار کرنے کا قصہ بیان کیا ڈینگیں مارتے ہوئے یوں فرمایا کہ آج جو ہم شکار کے لئے گئے تو ایک ہرن نظر آ گیا اسے جو گولی ماری گھٹنا توڑتے ہوئے آنکھ پھوڑتی ہوئی نکل گئی، حاضرین مجلس نے فوراً کہا کہ واہ میاں کہاں گھٹنا اور کہاں آنکھ؟ گھٹنے میں گولی لگ کر آنکھ میں کیسے لگی وہ صاحب جو غلط کو درست کرنے کے لئے ملازم رکھے گئے تھے فوراً بول پڑے کہ چوہدری صاحب کا فرمانا ٹھیک ہے بات یہ ہے کہ جب چوہدری صاحب نے گولی ماری وہ ہرن اس وقت اپنے گھٹنے سے آنکھ کو کھجا رہا تھا۔ دیکھو انسان میں اپنی تعریف کے کس

قدر جذبات ہیں صحیح کرنے کے لئے تنخواہ دار نوکر رکھے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے، آمین۔

(بحوالہ کام کی باتیں از حضرت مولانا عاشق الٰہی بلند شہری)

ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ عالیٰ ہم سب کو جہنم میں لے جانے والے اس عمل یعنی ریا کاری سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے اور خلوص دل سے اپنے اللہ کو راضی کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔
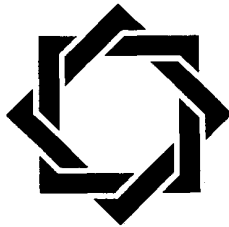
جہنم میں لے جانے والا چوتھا عمل

زنا کرنا

زنا نہایت ہی بُرا فعل ہے اور اسلامی نقطۂ نظر سے گناہ کبیرہ ہے۔ بلکہ یہ گناہ کبیرہ ہونے کے علاوہ جرم بھی ہے۔ اس لیے اس سے بچنا مسلمانوں کا اولین فرض ہے۔ اسلام میں جذبہ اطاعت قرآن وسنّت ہے۔ پھر خوف خدا ہے، آخرت کی سزا ہے یہ تمام امور بار بار انسانوں کو باخبر کرتے ہیں کہ زنا اور بدکاری ایسے بڑے گناہ ہیں جن پر آخرت میں سخت باز پرس ہوگی اور سخت عذاب ہوگا۔ جس وجہ سے ان امور کے تحت انسان کو ہر ممکن طریقے سے زنا سے روکنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اگر پھر بھی کوئی فرد اپنے نفسانی تقاضوں کو جائز طریقے سے پورا کرنے کی بجائے غیر اسلامی روش اختیار کرے تو اس کی لئے زنا کی سخت سزا رکھ دی ہے تا کہ برائی کا قلع قمع ہو جائے اور سخت ترین سزا سے معاشرے میں لوگوں کے ذہن میں زنا کے برے انجام کا ایسا خوف طاری رہے تا کہ دوسرے لوگ اس جرم کے مرتکب نہ ہوں۔ اسی لیے قرآن پاک میں زنا کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ اس کے قریب تک نہ جاؤ۔

زِنا کی قباحت قرآن کریم کی روشنی میں

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ط وَسَآءَ سَبِيْلًا. (سورۃ الاسراء آیت ۳۲)

ترجمہ:۔ اور تم زِنا کے قریب بھی مت جاؤ کیونکہ وہ بہت بے حیائی ہے اور بری راہ ہے۔

اس آیت سے ہمیں معلوم ہوا کہ زِنا بہت بڑی بے حیائی ہے اور بے حیائی کے قریب بھی نہیں پھٹکنا چاہیے کیونکہ اس کی قربت کے باعث انسان اس کبیرہ گناہ میں ملوث ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ناراض کر بیٹھتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

وَلا تقربُوا الفواحِشَ مَا ظهرَ منهَا وَما بطنَ . (الانعام:۱۵۱)

ترجمہ:۔اور بے حیائی کے جتنے طریقے ہیں ان کے پاس مت جاؤ خواہ وہ اعلانیہ ہوں خواہ پوشیدہ۔

قرآن مجید کی اس آیت کی تشریح میں فقیہہ ابواللیث سمرقندیؒ لکھتے ہیں ظہر سے مراد بڑا گناہ یعنی زِنا ہے اور ''بطن'' سے مراد بوس وکنار وغیرہ ہے اور یہ بھی زِنا ہی میں داخل ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ہاتھ بھی زِنا کرتے ہیں اور آنکھیں بھی زِنا کرتی ہیں اور فقیہہؒ مزید آگے لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ'' آپ ﷺ مسلمان مردوں سے کہہ دیں کے اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لیے زیادہ صفائی کی بات ہے بیشک اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے جو کچھ لوگ کیا کرتے ہیں اور مسلمان عورتوں سے کہہ دیں کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کیا کریں''۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے مردوں اور عورتوں کو اپنی نگاہیں نیچی رکھنے اور اپنی شرم گاہوں کو حرام سے محفوظ رکھنے کا حکم فرمایا اور زِنا کو اللہ تعالیٰ نے تورات، انجیل، زبور اور قرآن مجید کی بہت سی آیات میں حرام قرار دیا ہے اور یہ بہت بڑا گناہ ہے بھلا کسی مؤمن کی عزت وآبرو کو لوٹنے سے بڑھ کر اور ان کے نسب کو خراب کرنے سے بڑھ کر بڑا اور کیا گناہ ہوگا (نسب کو خراب کرنے سے مراد اس بچے کی پیدائش ہے جو زِنا کے سبب حرام کا پیدا ہو)۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ''اور جو لوگ اپنے ستر کی حفاظت کرتے ہیں البتہ ان کے لیے ان کی بیویاں اور لونڈیاں جائز ہیں۔ایسے لوگ ہی جنت کے باغوں میں عزت سے داخل ہوں گے''۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جنت کے باغات کی خوشخبری سنا رہا ہے جو اپنے ستر کی حفاظت کرتے ہیں یعنی زِنا سے اپنے آپ کو بچاتے ہیں اور صرف اسی چیز پر اکتفا کرتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے حلال قرار دیا ہے۔

اور ایسے ہی پاکیزہ لوگوں کے بارے میں ایک دوسرے مقام پر ہے کہ''اور جو اپنے ستر کی حفاظت کرتے ہیں سوائے اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے کیونکہ ان پر وہ قابل ملامت نہیں مگر جو اس

کے علاوہ کچھ اور چاہیں تو وہ حد سے گذرنے والے ہیں یہی لوگ (جو ستر کی حفاظت کرتے ہیں وارث بنیں گے جنت الفردوس کی وراثت پائیں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے"۔

ان آیات مبارکہ میں جنت کی خوشخبری کے ساتھ ان لوگوں کے لیے وعید ہے جو بیوی اور لونڈی کے علاوہ ناجائز خواہش (زِنا) رکھتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ نے حد سے گذرنے والا قرار دیا ہے اور حد سے گذرنے والے کے لیے جہنم کا عذاب ہے پس اے غافل مسلمان اسلامی احکامات کی حدود پر اکتفا کرتا کہ جہنم کے دردناک عذاب کی لپٹوں سے تیرا وجود محفوظ ہو جائے۔

اور سورۂ فرقان میں فرمایا کہ "اور جو لوگ اللہ کے سوا کسی دوسرے کو معبود نہیں پکارتے (یعنی شرک نہیں کرتے) جو کسی ایسی جان کو ناحق قتل نہیں کرتے جسے اللہ تعالیٰ نے محترم ٹھہرایا ہے اور وہ زِنا نہیں کرتے یہی لوگ ہیں جنہیں ان کے صبر کے صلے میں جنت کے اونچے بالا خانے ملیں گے جہاں ان کا استقبال دعا اور سلام سے ہوگا وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے وہ کیسی عمدہ جگہ ہے ٹھہرنے کی اور کیسی اچھی جگہ ہے رہنے کی۔

سورہ احزاب میں فرمایا کہ "پاکباز مرد اور پاکدامن عورتیں اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں ان کیلئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور بڑا اجر مہیا کر رکھا ہے"۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ ذاکرین اور پاکباز مردوں عورتوں کو اجر کی بشارت دے رہے ہیں سبحان اللہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کی بھرمار ہے کیا ہی کمال ہے کہ مسلمان ذکر خدا سے زبان تر کرکے اور خود کو زِنا سے بچا کر رکھے اور مغفرت کے مزے لوٹے۔

اور سورۂ فرقان میں فرمایا کہ "اور جو لوگ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے اور جو نفس اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اس کو قتل نہیں کرتے ہاں مگر حق پر اور نہ بدکاری کرتے ہیں اور جو شخص ایسے برے کام کرے گا تو اس کو سزا سے سابقہ پڑے گا۔

اس آیت مبارکہ پر آپ غور کریں تو اس آیت کا اندازہ بتا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کفر و شرک اور قتل ناحق کی طرح زِنا بھی عظیم الشان جرم ہے۔

قابل احترام قارئین! قرآن مجید کی ان آیات کے مطالعہ سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ قرآن

مجید میں جگہ جگہ اس سنگین اور قبیح گناہ کی مذمت آئی ہے اور اسلام نے اس گناہ سے بیزاری اختیار کی ہے قرآن مجید کی آیات مبارکہ کو پڑھ کر دونوں پہلو ہمارے سامنے واضح ہو گئے ہیں کہ انسان اگر زِنا سے اپنے آپ کو بچالے تو اللہ تعالیٰ اس کے نتیجے میں مسلمان سے جنتوں کے وعدے فرمارہا ہے اور جنتی انعامات سے دلوں کو خوشی عطا کر رہا ہے۔ ان قرآنی تعلیمات کے مطالعے سے مسلمان کو علم ہو گیا کہ زِنا جیسے حرام فعل سے بچنا انسان کو کیسی بلندی اور سرفرازی پر لے جاتا ہے اور اس حرام کام کو اختیار کرنا انسان کو ذلت کی گہری کھائی میں جا پھینکتا ہے اور بیشک انسانی عقل بھی اس فعل کو قبول کرنے پر تیار نہیں حضرت جعفرؓ بن ابی طالب سے روایت ہے کہ انہوں نے جاہلیت کے زمانہ میں بھی زِنا نہیں کیا اور کہا کرتے تھے کہ جب مجھے یہ گوارا نہیں کہ کوئی شخص میری عزت پامال کرے تو میں کسی اور کی عزت پامال کیسے کر سکتا ہوں؟ کاش زِنا کے بارے میں اگر مسلمان کی سوچ ایسی ہی بن جائے جو حضرت جعفرؓ کی تھی تو پھر کمال ہو جائے پیارے مسلمان بھائی! زِنا ایسا گناہ ہے جو سراسر نقصان دہ ہے اور انسان کو نورِ اسلام سے محروم کر کے ظلمت کے اندھیروں کی طرف دھکیل دیتا ہے اور انسان اسی شاہراہ پر چلتے چلتے جہنم کی گہری کھائی میں جا گرتا ہے۔ اور وہ خطرناک آگ جس کے بارے میں پڑھ کر انسان کا کلیجہ منہ کو آتا ہے، لہٰذا جہاں تک ممکن ہو سکے جہنم کے دردناک عذاب سے اپنے آپ کو بچائیے۔

زِنا کی قباحت احادیث مبارکہ کی روشنی میں

حدیث نمبر ۱

نبی اکرم ﷺ نے طویل حدیث میں فرمایا کہ رات مجھے دو آدمی ارض مقدسہ کی طرف لے گئے اور تنور جیسی ایک جگہ پر پہنچے (جو اوپر سے تنگ اور نیچے سے کشادہ ہوتی ہے) تو وہاں سے آوازیں آرہی تھیں اور شور بلند ہو رہا تھا نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ جب ہم نے اندر جھانک کر دیکھا تو اندر ننگے مرد اور ننگی عورتیں موجود تھیں جب انکے نیچے سے آگ کا شعلہ آتا تو وہ چیختے ہیں اور فرمانے لگے یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں زِنا کیا کرتے تھے جس کے باعث اللہ تعالیٰ نے انہیں اس جرم کی سزا میں عذاب سے دوچار کیا ہے۔ (رواہ بخاری)

حدیث نمبر۲

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ اللہ تعالیٰ کے ہاں آدمی کا اس عورت کے رحم (شرمگاہ) میں نطفہ (منی) ڈالنا ہے جو اس کے لیے حلال نہ تھی۔

اس حدیث مبارکہ میں شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ زِنا کو قرار دیا گیا ہے جس سے زِنا کی سنگینی کا اندازہ ہوتا ہے اگر مسلمان ان احادیث کو بغور پڑھتا رہے تو کچھ بعید نہیں کہ اس گناہ کی لعنت عام مسلم معاشرے سے ختم ہو جائے۔

حدیث نمبر۳

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ بیشک جس آدمی نے شادی شدہ عورت سے زِنا کیا تو (ایسے) زانی اور زانیہ (دونوں) پر اس امت کا آدھا عذاب ہوگا (دیا جائے گا)

اللہ تعالیٰ جملہ مسلمانوں کو اس خوفناک عذاب کی لپیٹ میں آنے سے محفوظ فرمائے آمین،

مندرجہ بالا حدیث ان زانیوں کے بارے میں ہے جو کہ شادی شدہ ہوں کیونکہ اسلام نے مسلمان مرد اور عورت کے لیے بالغ ہونے کے بعد جو نکاح کا حکم دیا ہے ہے اس کی سب سے بڑی وجہ ہی یہی ہے کہ مسلمان مرد عورت زِنا جیسے قبیح فعل میں مبتلا نہ ہو جائیں روایات میں آتا ہے کہ اولاد جوں ہی بالغ ہو والدین کو چاہیے کہ ان کی شادی کر دیں کیونکہ اگر بالغ ہونے کے بعد وہ کسی گناہ میں ملوث ہو گئے تو اس کا گناہ والدین کے سر پر بھی ہوگا اسلام کی پاکیزہ تعلیمات میں یہی کمال ہے کہ اس نے انسانی زندگی کا جو نظام متعارف کیا ہے وہ اخلاق و کردار کی انتہا ہے اور اسلام کی یہی ممتاز خوبیاں ہیں جو ایک انسان کو پیدائش سے لے کر وفات تک کی مکمل راہنمائی فراہم کرتی ہیں اب اس حدیث مبارکہ کو پڑھنے کے بعد اسلام میں شادی کی حدود قیود اور مسائل پڑھے تو انسان دنگ رہ جاتا ہے کہ اسلام کی تعلیمات خود بخود انسان کو گناہوں سے چھٹکارا دلاتی جاتی ہے آج کے مسلمان یورپ کے ہوس زدہ معاشرے پر ایک نظر ڈالیں کہ وہاں اسلامی شادی کی ترتیب نہیں جس کے باعث یورپ میں حرام سے پیدا ہونے والی اولاد کی شرح ۷۰ فیصد تک پہنچی ہے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر کیا عظیم احسان فرمایا کہ انہیں ایسی پاکیزہ تعلیمات سے آگاہ کیا جن پر عمل کر کے انسان

کا معاشرہ مثالی اور آخرت با کمال ہو سکتی ہے افسوس صد افسوس مسلمان اسلامی تعلیمات سے ہی دل لگا کر مغربی تہذیب سے کنارہ کش ہو جائیں تو ہمارے معاشرے میں پھیلی بدامنی اور بے چینی جڑ سے نکل سکتی ہے۔

حدیث نمبر ۴

رحمۃ للعالمین حبیب خدا محمد مصطفی ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ جس آدمی نے اپنا ہاتھ ایسی عورت پر رکھا جو اس کے لیے حلال نہ تھی اور شہوت کے ساتھ رکھا تو قیامت کے دن وہ شخص اس حال میں آئے گا کہ اس کا ہاتھ اس کی گردن کے ساتھ بندھا ہو گا اور اگر اس نے عورت کا بوسہ بھی لیا تو اس کے دونوں ہونٹ جہنم میں کٹ کر گریں گے اور اگر اس نے زِنا بھی کر لیا تو قیامت کے دن اس کی ران (ٹانگ) بول کر گواہی دے گی کہ مجھ پر حرام کام کیا گیا چنانچہ اللہ تعالیٰ اس کی طرف غصہ کی نظر سے دیکھیں گے تو اس کے چہرے کا گوشت گر پڑے گا تو اس پر وہ زانی کہے گا کہ میں نے تو (زِنا) نہیں کیا تو زبان بھی بول پڑیگی اسی طرح تمام اعضاء کے بولنے کا ذکر ہے۔

ف..... قیامت کی ہولناکیوں کا تذکرہ تو کتابوں میں سلسلہ در سلسلہ چلا آ رہا ہے اور یہ سلسلہ جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا مندرجہ بالا حدیث میں زانی شخص کے جسمانی اعضاء کے بارے میں بیان آیا ہے حدیث کی ابتداء انسان کے ہاتھ کے غلط استعمال سے ہوتی ہے اور انتہا بھی آپ کی نظر سے گذری قرآن مجید میں جو ارشاد ہوا ہے اور پیچھے کی سطور میں بھی اس کا ذکر گذر چکا ہے کہ مسلمانوں کو منع کیا گیا ہے کہ مسلمانو تم بے حیائی کے قریب بھی نہ پھٹکو اب ایک شخص اگر کسی غیر محرم عورت سے علیحدگی میں ملتا ہے تو لازماً ان دونوں کے ساتھ تیسرا شیطان ہوتا ہے جو انہیں آہستہ آہستہ بہلا پھسلا کر گناہ کی دلدل میں پھنسا دیتا ہے چنانچہ اگر کوئی شخص غیر محرم کے ساتھ بیٹھنے سے ہی اجتناب کرے تو لازمی بات ہے وہ آگے آنے والی تمام سنگین برائیوں سے محفوظ رہ سکتا ہے جیسے کہتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے سوراخوں سے بچو کیونکہ چھوٹا سوراخ بڑے سوراخ کو جنم دیتا ہے اب اگر انسان غیر محرم کے قریب علیحدگی میں بیٹھے گا تو لازمی بات ہے کہ گفتگو کرتے کرتے انسان کے ہاتھ اگر اس کی طرف بڑھے تو پھر یکے بعد دیگرے اس طرح یہ برائی

بڑھتے بڑھتے اس انتہا تک انسان کو لیجائے گی جہاں اس سے وہ سنگین فعل سرزد ہوگا جو اسے سیدھا جہنم کے گڑھے میں پھینک دے گا اس سے واضح ہوا کہ چھوٹی چھوٹی غیر شرعی غلطی سے اجتناب کرنا چاہیے تاکہ وہ چھوٹی غلطی کسی بڑی غلطی کی بنیاد نہ بن جائے اور ذلت مسلمان کا مقدر نہ بن جائے۔

حدیث نمبر ۵

رحمت عالم، ہادی عالم محسن انسانیت نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بندہ جب زِنا کرتا ہے تو اس وقت ایمان اس کے اندر سے نکل جاتا ہے (یعنی وہ بے ایمانی کی حالت میں ہو جاتا ہے) اور جسم سے نکل کر سایہ بن کر اس کے سر پر کھڑا ہو جاتا ہے اور جب زانی فعل زِنا سے فارغ ہو جاتا ہے تو ایمان واپس اس کے اندر پلٹ جاتا ہے۔

ف...... اس حدیث کو پڑھنے کے بعد ایک مسلمان غور سے سوچے کہ زِنا کتنا شدید ترین اور مبغوض ترین فعل ہے کہ جس کی ادائیگی کے وقت انسان ایمان سے خالی ہو جاتا ہے اے مسلمان اللہ کے لیے تھوڑا سا غور کر اگر تو اس گناہ میں مبتلا ہوا اور اسی وقت تجھے موت آ گئی تو تیرا انجام کیا ہوگا اے مسلمان کیا تو دنیا سے اس حالت میں رخصت ہونا پسند کرتا ہے کہ تو ایمان سے محرومی کی حالت میں قبر میں اتر جائے کیا دنیا کی عارضی زندگی آخرت کے مقابلے میں کچھ حیثیت رکھتی ہے مسلمانو! تھوڑا سا سوچو کہ اسلام کے ماننے والوں کے لیے سب سے قیمتی بات ہی یہی ہے کہ انہیں مرنے کے بعد ہمیشہ کی پرسکون زندگی کی خوشخبریاں سنائی گئی ہیں اور مسلمان اس عارضی زندگی کو گذارنے کے بعد ہمیشہ والی کامیاب زندگی کی طرف لوٹ جائے گا اب اس عارضی اور مختصر سی زندگی میں بھی انسان ایسے فعل کرے جو اسے ایمان سے محروم کر دے تو کیا فائدہ یہ محرومی تو کافروں کے حصے میں آئی ہے کہ وہ بے ایمانی کی حالت میں دنیا سے رخصت ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم کا ایندھن بن جائیں گے لیکن افسوس کاش کہ مسلمان اپنے پیارے نبی ﷺ کی خوبصورت تعلیمات پر عمل کرے تو اسے دنیا سے کامران ہو کر آخرت کی زندگی میں قدم رکھنا پڑے مسلمانو خدارا بے ایمانی کی موت سے بچو کیا تم تھوڑی دیر کے گناہ بے لذت سے اپنا دامن بچا کر ہمیشہ ہمیشہ کی پرسکون زندگی پر راضی نہیں ہو؟......

حدیث نمبر ۶

نبی کریم ﷺ سے ایک مرتبہ ایک شخص نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ یعنی اکبرالکبائر کیا ہے؟ یا کونسا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا یعنی شرک کرنا حالانکہ اس (اللہ تعالیٰ) نے ہی پیدا کیا ہے پھر وہ شخص کہنے لگا اے اللہ کے رسول ﷺ اس کے بعد کونسا کام ہے؟ (یعنی کون سا گناہ بڑا ہے) آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے بچے کو اس خوف سے مارڈالنا کہ وہ ساتھ کھائے گا یہ سن کر اس نے پھر پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ پھر کون سا؟ (یعنی اس کے بعد کونسا گناہ بڑا ہے) آپ ﷺ نے فرمایا ان تزنی حليلة جارك تیرا اپنے پڑوسی کی بیوی سے زِنا کرنا۔ (بخاری شریف)

ف...... اس حدیث مبارکہ میں تین سنگین گناہوں کے بارے میں آگاہ کیا گیا ہے اور پڑوسی کی بیوی سے زِنا کو بڑے گناہ میں شمار کیا گیا ہے کیونکہ اسلام نے پڑوسی کے حقوق متعین کیے ہیں اور پڑوسی کو تکلیف پہنچانے پر قرآن وحدیث میں شدید وعیدیں وارد ہوئی ہیں ایک مسلمان کو یہ اختیار نہیں کہ وہ اپنے پڑوسی کو چھوٹی سے چھوٹی تکلیف بھی پہنچائے چہ جائیکہ اس کی بیوی سے زِنا یہ تو بہت ہی سنگین معاملہ ہے کیونکہ خالی زِنا ہی شدید نقصان سے خالی نہیں بلکہ اس کے اوپر پڑوسی کے حق پر ڈاکہ ڈالنا یہ اس سے بڑا معاملہ ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے اور ہمیں عقل سلیم عطا فرمائے تاکہ ہم اسلامی احکامات پر عمل پیرا ہو کر جنت کے مستحق بن سکیں۔

حدیث نمبر ۷

نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ بے شک ابلیس (شیطان) زمین میں (پر) اپنا لشکر بھیجتا ہے اور ان سے یہ کہتا ہے کہ جو تم میں سے کسی مسلمان کو زیادہ گمراہ کرے گا سو اس کو میں تاج پہناؤں گا چنانچہ یہ حکم ملتے ہی وہ (چیلے) زمین میں پھیل جاتے ہیں اور اپنا اپنا کام کرتے ہیں پھر شام کو جب واپس آتے ہیں تو ایک شیطان جا کر اپنی کاروائی سناتے ہوئے کہتا ہے کہ میں فلاں کے ساتھ مسلسل لگا رہا یہاں تک کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو اس کی یہ بات سن کر ابلیس کہتا ہے کہ یہ تو کوئی کمال نہیں وہ پھر کسی اور سے شادی کرلے گا دوسرا (شیطان) آتا

ہے اور کہتا ہے کہ میں فلاں کے ساتھ مسلسل لگا رہا یہاں تک کہ اس کے اور اس کے بھائی کے درمیان دشمنی ڈال دی تو ابلیس اس کی بات سن کر کہتا ہے کہ یہ تو تو نے کچھ نہ کیا وہ تو عنقریب صلح کر لیں گے پھر ایک اور شیطان آ کر کاروائی سناتا ہے اور کہتا ہے کہ میں مسلسل فلاں کے ساتھ زِنا (کا فعل) سرزد کروانے کی کوشش کرتا رہا یہاں تک کہ انہوں نے زِنا کر لیا ابلیس اس کی بات سن کر کہتا ہے کہ یہ تو نے اچھا کیا اس کو قریب کر کے تاج پہناتا ہے (نعوذ باللّٰہ من شر الشیطان و جنودہ)

ف...... اس حدیث کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ زِنا کتنا گھناؤنا جرم ہے کہ شیطان بھی اس کو کمال کا جرم سمجھتا ہے حالانکہ روایت میں آتا ہے کہ طلاق اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت قبیح ترین فعل ہے کیونکہ اس سے پورے پورے خاندان آپس میں الجھ جاتے ہیں اور پورا خاندانی نظام تباہی سے دوچار ہو جاتا ہے اور بعض اوقات طلاق کے باعث قتل وقتال کے واقعات تک بات جا پہنچتی ہے لیکن اس کے باوجود زِنا اس فعل سے بھی زیادہ شدید ترین چیز ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو شیطان کی فریب کاریوں سے محفوظ فرمائے اور شریعت مطہرہ کے پاکیزہ سائے میں زندگی گزارنے کی توفیق دے۔

حدیث نمبر ۸

حاکم حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس بستی میں زِنا اور سود پھیل جائے گا تو گویا اس بستی کے لوگوں نے اپنے لیے عذاب الٰہی کو دعوت دیدی۔

حدیث مبارکہ میں زِنا وسود پر عذاب الٰہی کی وعید پر غور کیا جائے تو ہمیں موجودہ معاشرے میں یہ بات کھلی آنکھوں سے نظر آئیگی کہ آج کے معاشرے میں یہ دونوں خطرناک بیماریاں جڑ پکڑ چکی ہیں جس کے باعث وقتاً فوقتاً عذاب الٰہی ان جگہوں پر مسلط ہوتا ہے آپ اکثر پڑھتے ہوں گے کہ آج فلاں جگہ شدید آندھی کے باعث سینکڑوں افراد موت کا نوالہ بن گئے اور بعض جگہ سیلاب اور زلزلے کی شدت انسانیت پر موت کی شکل میں مسلط ہو رہی ہے آج یورپی ممالک میں اس طرح کے عمومی عذاب نازل ہونے کی سب سے بڑی یہی دو وجہیں ہیں ایک تو ان

کا مکمل معاشی نظام سود پر چل رہا ہے اور دوسرا مغرب کا ہر تیسرا گھر زنا کی وبا میں لتھڑا پڑا ہے ہمارے پیارے نبی اکرم ﷺ نے چودہ سو سال پہلے ہی ان چیزوں کے بارے میں آگاہ فرمادیا تھا لیکن افسوس مسلمان فرامین نبوت ﷺ سے غافل بنے رہے، جس کے نتیجے میں آج یہ دونوں بیماریاں آہستہ آہستہ مسلم معاشرے میں بھی سرائیت کرتی جارہی ہیں جس کے باعث مسلم ممالک بھی اس طرح کے عمومی عذاب کی لپیٹ میں ہیں ہماری آنکھوں کے سامنے کئی واقعات ایسے رونما ہوچکے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے پوری پوری بستی کو اپنے عذاب کی لپیٹ میں لے لیا اور بعد میں تحقیق کے بعد یہی پتہ چلا کہ یہاں عیاشی وفحاشی اپنے عروج پر تھی پس جو شخص بھی احکانات خداوندی سے آنکھیں موند کر ان بے لذت گناہوں کا دلدادہ بنا رہے گا تو عمومی عذاب کا کوڑا اس کے سر پر ضرور برسے گا۔

حدیث نمبر ۹

فقیہ ابواللیث سمرقندیؒ اپنی سند کے ساتھ نقل فرماتے ہیں کہ حضرت عکرمہؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت کعبؓ کو حضرت ابن عباسؓ سے یہ کہتے سنا کہ جب یہ حالات دیکھنے میں آئیں کہ تلواریں سونتی ہوئی ہیں اور خون بہائے جارہے ہیں تو یقین کرلو کہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو ضائع کیا ہے جسکا انتقام ایک دوسرے کے ذریعے لیا جارہا ہے اور جب دیکھو کہ بارش بند ہورہی ہے تو سمجھ لو کہ لوگوں نے زکوٰۃ دینا بند کردی ہے جس کی وجہ سے اللہ پاک نے اپنی بارش روک لی ہے اور جب دیکھو کہ وبا پھیل رہی ہے تو یقین کرلو کہ زِنا عام ہورہا ہے۔

(تنبیہ الغافلین)

ف...... اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں پر جو احکامات نافذ کئے گئے ہیں ان کی بنیادی وجہ ہی یہی ہے کہ مسلمان تمام تر پریشانیوں سے محفوظ ہوجائیں کیونکہ جب انسان مکمل اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہوتا ہے تو ہر طرف امن ہی امن قائم ہوجاتا ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ان تعلیمات کو کھلے دل سے قبول کر کے ان پر عمل کیا تو اس دور میں امن وامان کی جو مثالیں ہماری تاریخ میں محفوظ ہیں انہیں پڑھ کر انسان حیران ہوجاتا ہے اور اس کی سب سے

بنیادی وجہ ہی یہی تھی کہ انہوں نے اللہ کے احکامات کو زمین پر نافذ کیا تھا جس کی برکت سے انکا دور مثالی دور تھا آج پورے معاشرے میں قتل وغارت گری عام ہے اور آئے روز اخبارات میں قتل کی خبریں نمایاں نظر آتی ہیں اور آپ غور کریں تو آپ کو یہ کڑی سیدھی وہاں تک ملتی نظر آئے گی کہ لوگ عمومی طور پر اللہ تعالیٰ کے حکموں کو ضائع کر رہے ہیں جس کے باعث آپس کی کشیدگی عروج پر ہے اس کے علاوہ بارشوں کی بندش کا معاملہ آپ کو واضح نظر آئے گا کیونکہ لوگ مال کو دنیا کی عیش وعشرت کے لیے استعمال کر رہے ہیں اور امیر مسلمان امیر تر اور غریب غریب تر ہوتا جا رہا ہے پورے معاشرے میں ہزاروں لوگ ایسے ہیں جو زکوٰۃ لازم ہونے کے باوجود زکوٰۃ نہیں ادا کرتے جس سے معاشرے میں بگاڑ کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بارش بند ہونے کا عذاب بھی واضح نظر آتا ہے اور ہر طرف شور ہے کہ اس سال بارش نہ ہونے کے باعث پیداوار میں شدید کمی واقع ہو گئی ہے حالانکہ مسلمان یہ غور نہیں کرتا کہ مجھے ملنے والے خدائی رزق میں سے جو ادائیگی کا حکم ملا ہے میں اس کو پورا کر بھی رہا ہوں کہ نہیں اور اس کے علاوہ آپ ہسپتالوں میں چلے جائیں آپ کو ادویات کے حصول اور بیماریوں کی تشخیص کے لیے آنے والے لوگوں کی قطاریں نظر آئیں گی اور کوئی نہ کوئی بیاری مسلمان کو گھیرے ہوئے ہو گی اور بعض نت نئی وبائیں پھیل رہی ہیں جن کے بارے میں کبھی سنا ہی نہیں ہوتا بس یہ انہی گناہوں کی بدولت ہم پر عذاب ہے جنہیں ہم نے اپنے اندر جگہ دے رکھی ہے اور کسی طور پر بھی ان گناہوں سے بچنے کا خیال دل میں نہیں لاتے۔

حدیث نمبر ۱۰

آقائے دوجہاں رحمت عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ کسی قوم میں جب زِنا پھیل جاتا ہے تو اسے قحط سالی کی مصیبت میں مبتلا کیا جاتا ہے اور جب رشوت کی گرم بازاری (کثرت سے) ہوتی ہے تو اس پر خوف طاری کر دیا جاتا ہے۔ (مشکوۃ شریف)

ف...... حبیب خدا ﷺ کے اس فرمان کو پڑھ کر ایمان کو حلاوت ملتی ہے کہ انہوں نے چودہ سو سال پہلے ہی اس منظر کا نقشہ کھینچ کر اپنی امت کی راہنمائی فرمائی اور انہیں منع کیا کہ غلط امور سے اجتناب کرو آج زِنا کی کثرت کے ساتھ ساتھ رشوت خوری کی لعنت ہمارے معاشرے کا لازمی

حصہ بن چکی ہے اور تمام حکومتی محکمے اس گندگی کی لپیٹ میں ہیں بلکہ اب تو عام انسان کو معمولی سے معمولی کام کے لیے رشوت کی رقم جیب میں رکھنی پڑتی ہے چھوٹے سے لے کر بڑے تک ہر آدمی اس گناہ کا رسیا ہے مسلمانوں کا ماضی ان کی کردار کی وجہ سے بہت تابناک تھا اور آج جو ذلت ہم پر مسلط ہوئی ہے وہ اس کردار سے کنارہ کشی کی بدولت ہوئی ہے اس وقت سارا عالم کفر مسلمانوں کے خلاف متحد ہو چکا ہے اور کئی ممالک میں مسلمانوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا گیا ہے لیکن یہ سارے ظلم وستم دیکھ کر کوئی مسلمان اپنے دل میں ان کا درد بھی محسوس نہیں کر پاتا اللہ تمام مسلمانوں کو ایسے سنگین گناہوں سے بچائے جن کے باعث ان کے دل کافروں اور منافقوں کے خوف سے نجات پا سکیں تا کہ مسلمان اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لیے کوئی قابل قدر کارنامے سرانجام دے سکیں۔

حدیث نمبر ۱۱

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ساتوں آسمان اور زمین بوڑھے زانی پر لعنت کرتے ہیں حتی کہ زانیوں کی شرمگاہوں کی بو جہنم والوں کو ایذاء دے گی۔

اس حدیث مبارکہ میں بوڑھے شخص کے زِنا کرنے کے متعلق وعید آئی ہے کیونکہ اس عمر میں تو انتہائی بدبختی کی بات ہے کہ انسان قبر کے قریب پہنچ جائے اور پھر بھی حیوانوں کی طرح کے کام کرتا رہے اسی لیے حدیث مبارکہ میں آسمان وزمین کی لعنت کا بھی ذکر ہے کیونکہ بڑھاپے میں انسان کو تمام تر دنیا کی رنگینیوں سے توبہ کر لینی چاہیے یہ عمر کی آخری سیڑھی ہے جس کے بارے میں سب جانتے ہیں کہ انسان قبر کے بالکل قریب پہنچ چکا ہے اور اگر انسان یہ سب کچھ جاننے کے باوجود بھی اس عمر میں دنیا کی غلاظتیں ترک نہ کرے اور سنگین جرائم پر کمر باندھ رکھے تو اس کے لیے ایسا ہی ہونا چاہیے جیسا حدیث مبارکہ میں ذکر آیا ہے۔

حدیث نمبر ۱۲

نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ (بار بار) زِنا کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ بت پرست اسلام میں سب سے بڑا گناہ شرک ہے کیونکہ مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور پھر انسان جب اس کے علاوہ کسی اور کو اپنا معبود سمجھنے لگ جاتا ہے تو وہ شرک بن جاتا ہے

اور روایات میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سارے گناہ معاف فرمادیں گے لیکن شرک ایک ایسا سنگین گناہ ہے جس کی کوئی معافی نہیں مندرجہ بالا حدیث مبارکہ میں زِنا پر مداومت کرنے والا یعنی زِنا کا عادی اور بار بار زِنا کرنے والے شخص کو بت پرستی سے تشبیہ دی گئی ہے کہ بت پرست اور زِنا کا عادی شخص ایک جیسے ہی ہیں اس حدیث سے اندازہ لگایا جائے کہ زِنا کتنا بڑا جرم ہے کہ بت پرستی جیسا سمجھا جاتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۳

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگوں کی جماعت! زِنا سے بچو کیونکہ اس میں چھ چیزیں (خصلتیں) نقصان دہ ہیں تین دنیا میں اور تین آخرت میں۔

دنیا کی تین بری خصلتیں یہ ہیں

(۱) زانی کے رزق میں کمی اور بے برکتی ہو جاتی ہے۔

(۲) زانی نیکی کی توفیق سے محروم ہو جاتا ہے۔

(۳) زانی کے بارے میں لوگوں کے دلوں میں نفرت پیدا ہو جاتی ہے اور ایک اور جگہ آیا ہے کہ زانی مرد اور زانی عورت کے چہرے کی رونق ختم ہو جاتی ہے۔

آخرت کی تین بُری خصلتیں یہ ہیں

(۱) زانی کے لیے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہوتی ہے۔

(۲) زانی سے حساب سختی سے لیا جائے گا۔

(۳) زانی عذاب دوزخ کا مستحق ہوگا۔

حدیث نمبر ۱۴

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ! ولا یزنی الزانی حین یزنی وھو مومن۔ (بخاری)

ترجمہ۔ جب کوئی شخص زنا کرتا ہے تو وہ اس وقت (عملی طور پر) مؤمن نہیں رہتا۔

ف...... اسی طرح کی ایک حدیث مبارکہ پیچھے بھی گزر چکی ہے جس میں زانی کے زنا

کے وقت ایمان ختم ہو جانے کے بارے میں آیا تھا یہ حدیث مبارکہ بھی یہ بتا رہی ہے کہ انسان زِنا کے وقت عملی طور پر مؤمن نہیں رہتا اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے تاکہ ہم ان سب وعیدوں کے مستحق نہ بن جائیں اور اپنا سب کچھ ضائع کر بیٹھیں۔

حدیث نمبر ۱۵

ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک نوجوان آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) آپ مجھے زِنا کرنے کی اجازت مرحمت فرمائیں تو وہاں پر موجود حضرات اس کی بات سن کر اسے ڈانٹنے لگے آپ ﷺ نے فرمایا اس کو چھوڑ دو (کچھ نہ کہو) پھر آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کیا تو اس (زِنا) کو اپنی ماں کے لیے پسند کرتا ہے اس نے کہا نہیں اللہ تعالیٰ مجھے آپ ﷺ پر قربان کرے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اسی طرح دیگر لوگ بھی اس کو اپنی ماؤں کے لیے پسند نہیں کرتے اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو اس (زِنا) کو اپنی بیٹی کے لیے پسند کرتا ہے؟ اس نے کہا نہیں آپ ﷺ نے فرمایا اسی طرح باقی لوگ بھی اسے اپنی بیٹیوں کے لیے پسند نہیں کرتے پھر آپ ﷺ نے بہن کا ذکر کیا خالاؤں کا ذکر کیا پھوپھیوں کا ذکر کیا اور وہ نوجوان ہر مرتبہ سنکر یہی کہتا رہا نہیں (میں اس کو ان کے لیے پسند نہیں کرتا) اور آپ ﷺ بھی یہی کہتے رہے کہ لوگ بھی اس طرح سے اس کو (ان کے لیے) پسند نہیں کرتے پھر آنحضرت ﷺ نے اپنا دست مبارک اس نوجوان کے سینے پر رکھا اور یہ دعا فرمائی اے اللہ اس دل کو پاک کر دے اس کا گناہ معاف کر دے اس کی فرج کو (زِنا سے) محفوظ کر دے کہتے ہیں کہ اس دعا کے بعد اس صحابی کے نزدیک زِنا سے زیادہ مبغوض (قابل نفرت) کوئی چیز نہیں تھی۔ (مسند احمد)

ف...... نبی کریم ﷺ کی یہ جامع نصیحت اگر ہر مسلمان اپنے سامنے رکھے اور ان مقدس رشتوں کے بارے میں غور کرے جن کے بارے میں اوپر کی سطور میں ذکر آیا ہے تو وہ تصور بھی نہیں کر سکتا کہ ان رشتہ داروں کے لیے زِنا کو پسند کرے گا پس اگر مسلمان نبی ﷺ کی اس جامع اور پرنور نصیحت کو ہی دل میں خلوص کے ساتھ جگہ دے اور ہر وقت اپنے دماغ میں یاد رکھے تو اسے گناہ سے خود بخود نفرت ہو جائیگی اور اس سنگین گناہ سے اس کی حفاظت رہے گی۔

حدیث نمبر ۱۶

نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں! ''مؤمن کی علامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی حرص نماز اور روزے میں رکھ دیتے ہیں اور منافق کی یہ علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی حرص اس کے پیٹ میں رکھ دیتے ہیں''۔

ف......اس حدیث مبارکہ کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ زانی منافق کے دائرے میں بھی آتا ہے اور منافق کے لیے شریعت مطہرہ میں شدید وعیدیں وارد ہوئی ہیں اندازہ کیا جائے کہ ایسا خطرناک گناہ جس کی بدولت انسان کبیرہ گناہوں کی دلدل میں خود بخود گھر جاتا ہے مسلمان تھوڑا سا سوچے کہ اگر ایک چھوٹے سے چھوٹے گناہ پر بھی پکڑ ہوگئی تو اس دن اس کا کیا بنے گا؟ چہ جائیکہ زِنا کے باعث کئی کبیرہ گناہ خود بخود انسان کے کھاتے میں پڑ جاتے ہیں تو زانی کا انجام کیا ہوگا یا اللہ تو ہی رحم فرمانے والا ہے ہمارے حال پر رحم فرما، آمین۔

حدیث نمبر ۱۷

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ زِنا تنگدستی لاتا ہے اور چہرے کی رونق کو زائل کرتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے حق میں قسم کھارکھی ہے کہ زانی کو فقیر کردوں گا چاہے کچھ تاخیر کے ساتھ۔

اے مسلمان! غور کر اللہ تعالیٰ قسم کھا رہے ہیں کہ میں زانی کو فقیر کردوں گا اور سوچ جس شخص کے خلاف اللہ تعالیٰ قسم کھائے تو پھر اس کا انجام کیا ہوگا مسلمان خدا کے لیے اس کھولتی ہوئی ہولناک آگ کو اپنے سامنے رکھ اور اس دن سے ڈر جب رب کے دربار میں تو زانیوں کی صف میں کھڑا ہوگا۔

حدیث نمبر ۱۸

نبی کریم ﷺ نے فرمایا! تم زِنا سے دور رہو یہ جسم کی رونق اڑا دیتا ہے محتاجی کو طویل کرتا ہے اور عمر کو چھوٹا کرتا ہے (یعنی عمر کم ہو جاتی ہے) اور جو مشکلات آخرت میں آنے والی ہیں جن میں ایک تو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی دوسرا عذاب کی سختی ہے اور تیسرا (زانی مسلمان کا بہت عرصہ تک) دوزخ

میں جلنا ہے۔

ف...... حدیث مبارکہ پڑھ کر اندازہ کیجئے کہ زِنا آخرت کے ساتھ ساتھ دنیا میں خسارے کا باعث ہوگا اور کون ایسا بہادر ہوسکتا ہے جو عذاب آخرت کی ہولناکیاں برداشت کر سکے اے مسلمان خوابِ غفلت سے بیدار ہو اور غور کر اس دن کے بارے میں جب تجھے دہکتی آگ میں دھکیل دیا جائے گا اور وہاں تیرا کچھ بس نہیں چل سکے گا۔

حدیث نمبر ۱۹

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔ اپنے بندے کو اور باندی کو زنا کرتے ہوئے دیکھ کر اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ غیرت آتی ہے جو میں جانتا ہوں اگر تمہیں علم ہو جائے تو اللہ کی قسم! تم کم ہنسو اور زیادہ روؤ۔۔ سن لو دوزخ میں آگ کے کچھ تابوت ہیں کچھ قومیں ان تابوتوں میں قید ہوں گی اور جب یہ (تابوتوں والے) راحت طلب کریں گے تو یہ تابوت کھول دیئے جائینگے اور جب یہ کھولیں جائیں گے تو ان کی چنگاریاں (دوسرے) دوزخیوں پر جا پڑیں گی تو یہ دوزخی بیک وقت فریاد کریں گے اور کہیں گے اے اللہ تابوت والوں پر لعنت کر۔ یہ تابوت والے وہ لوگ ہوں گے جو عورتوں کی شرمگاہوں کو حرام طریقہ (زنا) کے ساتھ غصب کریں گے۔

اس حدیث مبارکہ کو سامنے رکھ کر تصور کیجئے کہ دہکتی آگ میں موجود تابوت والوں سے دوزخی بھی اظہار بیزاری کر رہیں ہیں حالانکہ وہ خود آگ کی سختی میں پھنسے ہوئے ہیں لیکن زانیوں کے عذاب کی چنگاریاں اتنی سخت ہیں کہ انہیں آگ سے زیادہ تکلیف دہ محسوس ہوتی ہیں تھوڑی سی دیر کے لیے انسان آنکھیں بند کر کے یہ تصور کرے تو یہ منظر سوچ کر ہی کانپ اُٹھے گا ہاں سعادت مندی ہے اس شخص کے لیے جس نے عذاب جہنم کے بارے میں اس طرح کا علم حاصل کیا اور پھر اس آگ سے بچاؤ کی تدبیر میں لگ گیا۔

حدیث نمبر ۲۰

نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا کیا تو اس سے فرمایا بول تو

اس نے کہا کہ جو مجھ میں داخل ہوا اسکے بخت بلند ہوئے تو اللہ جبار جل جلالہ نے فرمایا! مجھے میرے غلبہ اور جلال کی قسم تجھ میں آٹھ قسم کے افراد داخل نہ ہوں گے۔ (۱) شراب کا رسیا (۲) زنا پر مصر (۳) چغل خور (۴) دیوث (بے غیرت) (۵) پولیس مین (جو ناجائز طریقوں سے عوام کو تنگ کرے) (۶) (وہ) ہیجڑا (جو لوگوں کو بدفعلی اور فحاشی میں ملوث کرے اور جو ایسا نہیں کرتا وہ اس حدیث میں مراد نہیں) (۷) اور قطع رحمی کرنے والا (۸) اور نہ وہ شخص جو یہ کہے کہ مجھے اللہ کی قسم میں یہ کام کروں گا پھر وہ اس کو انجام نہ دے (اگر کوئی گناہ کی قسم اُٹھائی تو اس کو پورا کرنا درست نہیں ایسی قسم کا کفارہ تین دن کے روزے یا دس مساکین کا کھانا ہے)۔

(احیاء العلوم)

(فائدہ)۔ زنا پر وہ شخص مصر نہیں جو ہمیشہ زنا کرتا رہتا ہے اور نہ شراب کا رسیا وہ شخص ہے جو ہمیشہ شراب پیتا رہتا ہے بلکہ اس سے مراد وہ شخص ہے کہ جب بھی شراب سامنے آئے پی لے اور خوف خدا مانع نہ ہو اور جب زنا کی آمادگی ہو (اس کو کر گزرے) اور اس کو ترک نہ کرے پس جو شخص اپنے نفس کو خواہش سے نہ روکے تو اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ ان ارشادات نبویہ ﷺ کو پڑھ کر ایک مسلمان کے علم میں یہ بات آگئی کہ ہمارے نبی ﷺ نے اس سنگین گناہ سے بچنے کی بار بار اور مختلف انداز میں تاکید فرمائی ہے اور انہوں نے زانی شخص کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والے عذاب کا ذکر کیا ہے تاکہ اُمت محمدیہ ﷺ ان مبارک فرامین کو اپنے سامنے رکھ کر اس گناہ سے بچ جائے۔

لقمان (حکیم) نے اپنے بیٹے کو نصیحت فرمائی کہ اے بیٹے زنا سے بچتے رہو کیونکہ اس کی ابتداء خوف ہے اور انتہاء ندامت (شرمندگی) ہے اور انجام کار اثام (دوزخ کی ایک وادی) میں جانا ہے اسی طرح امت میں نبی اکرم ﷺ کے بعد میں آنے والے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین عظام اور ان کے بعد امت کی رہنمائی کرنے والے علماء کرام کا طبقہ اپنے انداز میں امت کو آگاہ کرتا رہا تاکہ لوگ زنا کی اس وباء سے محفوظ رہیں کیونکہ یہ سنگین گناہ ایسا ہے جو سوائے توبہ، ایمان اور عمل صالحہ کے معاف نہیں ہوتا اور درج ذیل آیت کے متصل میں یہ بیان ہے۔ یُضٰعف له العذاب یومَ القِیمةِ و یخلُدْ فیهٖ مُهَاناً (الفرقان:۶۹)

ترجمہ:۔ کہ قیامت کے دن اس کا عذاب بڑھتا چلا جائیگا اور وہ ہمیشہ اس میں ذلیل ہو کر

رہے گا۔

قرآن کریم کے ان فرامین کو انسان سامنے رکھ کر غور کرے اور سوچے کہ سزا کے ان ہولناک حالات سے دوچار کرنے والے گناہوں میں ایک سنگین جرم زِنا بھی ہے جو انسان کو ہلاکت میں ڈال دیتا ہے جس کے باعث انسان عذاب الٰہی کی لپیٹ میں آجاتا ہے اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب کسی بستی میں سود اور زِنا پھیل جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بستی کی ہلاکت کی اجازت مرحمت فرمادیتے ہیں اس قول سے معلوم ہوا کہ زِنا کاری آبادی کی ویرانی تباہی کا موجب بنتی ہے اور پوری پوری بستیاں اس گناہ کی وجہ سے عذاب الٰہی کی لپیٹ میں آجاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے غضب کے مستحق ٹھہراتی ہے ان فرامین کو پڑھ کر آج کا مسلمان اپنے دائیں بائیں نظریں دوڑائے اپنے ملک میں موجود مختلف آبادیوں اور علاقوں کے بارے میں پڑھے تو بکثرت آپ کو ایسے واقعات ملیں گے کہ پوری پوری بستیاں زلزلوں، سیلاب اور مختلف طریقوں سے ملیامیٹ ہو گئیں اور پھر جب بھی منظر عام پر اس بستی کی تفصیل آئی جو ایسے کسی بھی عذاب سے دوچار ہوئی ہو تو اس کی تحقیق سے معلوم ہوا کہ ان علاقوں میں ٹی وی، ڈش، کیبل، وی سی آر اور فحاشی وعریانی کے دلدادہ لوگ رہا کرتے تھے ان اسباب پر غور کرے تو مندرجہ بالا لکھی گئی بے حیائی کو فروغ دینے والی چیزیں اس دور میں سب سے زیادہ زِنا کا سبب بن رہی ہیں اور زِنا کا مسلم معاشرے میں عام ہونا انہی چیزوں کی بدولت عام ہوا ہے تو اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ اگر مسلمان نے اس وبا کو اپنے معاشرے اپنے علاقے سے اس گندگی کو ختم کرنا ہے تو ان چیزوں کو پہلے ختم کرنا پڑے گا جو اس گناہ کے لیے سیڑھی کے طور پر کام دیتی ہیں اس کے بعد آج کا مسلمان اپنے نفس کا غلام ہے اور اللہ کا بندہ بننے کے بجائے اپنے نفس کا بندہ بن چکا ہے اور یہ بات مسلمہ ہے کہ جو شخص اپنے نفس کی پیروی کرے گا وہ ضرور ہلاکت سے دوچار ہوگا اسی لیے اکابر امت نے مسلمانوں کو بار بار یہ ترغیب دی کہ اپنے نفس کی خواہشات سے بچو اور نفس کو شریعت کے تابع بنا کر زندگی گزارو کیونکہ نفس کی خواہشات انسان کو اس خطرناک جہنم کی طرف لے جاتی ہے جس کے متعلق پڑھ کر انسان کانپ اٹھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے آمین۔

(بحوالہ جستہ جستہ از بے حیائی! آغاز سے انجام تک)

بدکار مرد اور بدکار عورت دونوں مستحق دوزخ ہیں

قرآن کریم نے زانیہ عورت اور مشرکہ عورت کو حرمت نکاح میں مساوی قرار دیا ہے۔

فرمان رب ذوالجلال ہے کہ جس کا مفہوم ہے:

''زانی نکاح بھی کسی کے ساتھ نہیں کرتا بجز زانیہ یا مشرکہ کے اور (اسی طرح) زانیہ کے ساتھ بھی اور کوئی نکاح نہیں کرتا بجز زانی یا مشرک کے۔ اور یہ (یعنی ایسا نکاح) مسلمانوں پر حرام (اور موجب گناہ) کیا گیا ہے۔'' (سورۃ النور)

نیز جب رسول کریم ﷺ نے ایک حدیث مبارک میں اس طرف اشارہ کیا ہے کہ زانی حالت زنا میں مؤمن نہیں ہوتا۔ مؤمنوں سے اس فعل کی نفی فرمائی، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''زانی زنا کی حالت میں مؤمن نہیں ہوتا اور چور چوری کی حالت میں مؤمن نہیں ہوتا، شراب خور شرابخوری کے وقت مؤمن نہیں ہوتا اور چھینا جھپٹی کرتے وقت مؤمن نہیں ہوتا جب لوگ اپنی نظریں اس کی طرف اٹھا اٹھا کر دیکھتے ہیں۔''

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس کا مفہوم ہے:

''اور جو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کی پرستش نہیں کرتے، اور جس شخص (کے قتل کرنے) کو اللہ نے حرام فرمایا ہے اس کو قتل نہیں کرتے ہاں مگر حق پر، اور وہ زنا نہیں کرتے، اور جو شخص ایسے کام کرے گا تو سزا سے اس کو سابقہ پڑے گا کہ قیامت کے روز اس کا عذاب بڑھتا چلا جائے گا، اور وہ اس (عذاب) میں ہمیشہ ذلیل (وخوار) ہو کر رہے گا، مگر جو (شرک و معاصی سے) توبہ کرلے اور ایمان (بھی) لے آئے اور نیک کام کرتا رہے۔'' (سورۃ الفرقان)

معلوم ہوا کہ بدکار مرد اور بدکار عورت دونوں مستحق دوزخ ہیں، البتہ اگر وہ توبہ کرلیں اور نیک اعمال بجالائیں یا دنیا میں ان کو شرعی سزا دے دی گئی ہو تو پھر یہ وعید نہیں ہے۔

نیز رسول کریم ﷺ نے سفر معراج میں کچھ ایسے لوگوں کو دیکھا جن کے سامنے عمدہ اور خوش ذائقہ گوشت رکھا ہوا تھا اور ایک جانب بدبودار گوشت بھی تھا، حضور ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں......؟ جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی

حلال کردہ عورتوں کو چھوڑ کر ان عورتوں کے پاس جاتے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے ان پر حرام قرار دے رکھا تھا۔ آپ ﷺ نے ان عورتوں کے بارے میں بھی پوچھا جو اپنی چھاتی سے لٹکائی گئی تھیں تو جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ وہ عورتیں ہیں جو مردوں کے پاس ان کو لاتی تھیں جو ان کی اولاد میں سے نہ ہوتے تھے۔

قیامت کے روز ایسے بدکاروں کو اس طرح کے سخت عذاب ہوں گے، البتہ جو شخص اپنے گناہوں سے توبہ کرلے اور رب غفور الرحیم کی طرف رجوع کرلے وہ ان وعیدوں سے محفوظ ہو سکتا ہے۔

زِنا پر سخت وعیدیں

وعید نمبر ۱

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''کسی بستی میں سود اور زِنا جب پھیل پڑتا ہے تو اللہ اس بستی کی ہلاکت کی اجازت مرحمت فرما دیتا ہے۔

جس سے معلوم ہوا کہ زِنا کاری آبادی کی ویرانی کا موجب بن جاتی ہے اور پوری آبادی کو ویران کر ڈالتی ہے۔ اللہ کا غضب اس آبادی پر مسلط ہو جاتا ہے جس میں زِنا کاری پھیل پڑتی ہے۔

وعید نمبر ۲

حضرت وائل بن حجرؓ کہتے ہیں کہ ''نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ایک عورت نماز کے ارادے سے باہر نکلی۔ ایک مرد نے اسے پکڑ لیا۔ اور اس پر کپڑا ڈال کر اس سے اپنی حاجت پوری کرلی۔ (یعنی اس کے ساتھ زِنا کیا) وہ عورت چلائی اور مرد اسے چھوڑ کر چلا گیا۔ مہاجرین کی ایک جماعت اس عورت کے قریب سے گزری عورت نے ان سے کہا کہ فلاں شخص نے میرے ساتھ ایسا ایسا کیا ہے۔ انہوں نے اس مرد کو پکڑ لیا اور اسے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لائے۔ آپ ﷺ نے عورت سے فرمایا: ''تو جا، خدا نے تجھے بخش دیا۔ (اس لیے کہ تو نے اپنی خواہش سے یہ کام نہیں کیا ہے) اور اس مرد کی نسبت جس نے زِنا کیا تھا۔ فرمایا کہ: اس کو لیجاؤ اور سنگسار کردو چناں چہ اسے

لے جا کر سنگسار کر دیا گیا اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس نے توبہ کی (یعنی سزا بھگت کر) ایسی توبہ کی اگر تمام مدینہ والے ایسی توبہ کرتے تو انکی توبہ قبول کی جاتی۔ (ترمذی۔ابوداؤد)

وعید نمبر ۳

حدیث میں وارد ہے: ''جو شخص کسی عورت کو شہوت سے ہاتھ لگاتا ہے تو اس کا ہاتھ قیامت کے دن اس کی گردن سے بندھا ہوا ہو گا اگر اس نے بوسہ لیا ہو گا تو دونوں ہونٹ اس کے جہنم کی آگ سے کاٹ دیئے جائینگے پھر اگر اس نے بدکاری کی ہو گی تو اس کی ران بولے گی اور کہے گی میں نے حرام کا ارتکاب کیا تھا تو اللہ کا غضب جوش میں آئے گا۔ جب اس کیطرف اللہ غصہ سے دیکھے گا تو اس کے چہرے کا گوشت گل کر گر پڑے گا پھر وہ کہے گا میں نے زِنا نہیں کیا تو اس کی زبان گواہی دے گی ہاتھ گواہی دیں گے کہ ہم نے پکڑا تھا دونوں آنکھیں گواہی دیں گی کہ ہم نے حرام دیکھا تھا پاؤں گواہی دیں گے کہ ہم حرام کی طرف چل کر گئے تھے شرمگاہ بولے گی کہ میں نے زِنا کیا تھا اور پھر حافظ فرشتے جن کو کراما کاتبین کہا جاتا ہے کہیں گے ہم نے سنا تھا لکھا تھا پھر اللہ خود ارشاد فرمائیں گے ظالم میں خود جانتا ہوں مگر پردہ ڈال دیا تھا حکم ہو گا اے فرشتو! اس کو پکڑو اور میرے عذاب کا مزہ چکھا دو، اس نے مجھ سے بھی حیا نہ کی''۔ اس کی تصدیق کے لیے قرآن پاک کی آیت: **یوم تشهد علیهم السنتهم وایدیهم وارجلهم** جس دن ان کے پاؤں اور ہاتھ خود گواہی دینگے۔

(نوٹ)...... اس حدیث کا کچھ حصہ پہلے بھی گزر چکا ہے البتہ مکمل حدیث ذکر کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس گناہ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

وعید نمبر ۴

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''زِنا کرنے والے قیامت کے روز اس حالت میں آئیں گے کہ انکے چہرے آگ سے مشتعل ہوں گے، وہ لوگوں میں اپنی شرمگاہوں کی بدبو کی وجہ سے پہچانے جائیں گے، انہیں منہ کے بل گھسیٹ کر آگ میں ڈال دیا جائے گا، جب وہ آگ میں داخل ہوں گے تو مالک (داروغہ جہنم) انہیں زرہ پہنا دیں گے، اگر زِنا کرنے والے کی زرہ بلند و بالا

پہاڑ پر ایک گھڑی کے لیے بھی ڈال دی جائے تو وہ راکھ بن جائے، پھر مالک کہیں گے اے زبانیہ کی جماعت زانیوں کی آنکھوں کو آگ کی کیلوں سے داغ دو جیسے کہ انہوں نے بدنظری کی اور غیر محرم کو دیکھا تھا، اور ان کے ہاتھوں میں دوزخ کی آگ کی ہتھکڑیاں پہنا دو جیسے کہ یہ ہاتھ حرام کاری کی طرف بڑھے تھے، اور ان کے پاؤں میں آگ کی بیڑیاں پہنا دو جیسے یہ حرام کاری کی طرف چلے تھے، زبانیہ کہیں گے، حاضر جناب حاضر جناب، چنانچہ زبانیہ ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں، پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں گے اور کیلوں سے ان کی آنکھیں داغی جائیں گی، وہ کہیں گے اے زبانیہ کی جماعت ہم پر رحم کھاؤ اور کچھ دیر کے لیے ہم سے عذاب ہلکا کر دو، زبانیہ (عذاب کے فرشتے) ان سے کہیں گے ہم تم پر کس طرح رحم کھائیں جب کہ رب العالمین تم سے ناراض ہیں"۔

وعید نمبر ۵

ایک حدیث میں حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں: "جہنم میں ایک وادی ہے جس کا نام جبُّ الحزن ہے اس میں سانپ اور بچھو ہیں ہر بچھو خچر کے بقدر موٹا ہے اس کے ستر کانٹے ہیں ہر کانٹے میں زہر بھرا ہوا ہے وہ زانیوں کو کاٹے گا جس کا زہر تمام بدن میں پھیل جائے گا ایک ہزار برس تک اس کا اثر رہے گا حتیٰ کہ ان کا گوشت گل کر گر پڑے گا۔ ان کی شرمگاہوں سے خون اور پیپ بہے گی"۔

وعید نمبر ۶

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو شخص بدنظری کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی آنکھوں کو جہنم کے انگاروں سے بھر دیں گے، اور جو شخص کسی عورت سے زِنا کرتا ہے اللہ جل شانہ قبر سے اسے پیاسا روتا پیٹتا، غمگین، تاریک وسیاہ چہرے والا اٹھائیں گے، اس کی گردن میں آگ کی زنجیر پڑی ہوگی اور قطران (تارکول) کی شلوار جسم پر پہنے گا، اللہ جل شانہ نہ اس سے تخاطب فرمائیں گے نہ اس کا تزکیہ فرمائیں گے اور اس کے لیے دردناک عذاب ہوگا"۔

وعید نمبر ۷

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس رات مجھے آسمان پر لے جایا گیا میں نے وہاں

بچھوؤں اور سانپوں کے ساتھ مردوں اور عورتوں کو یکجا دیکھا، وہ سانپ بچھو انہیں ڈس رہے تھے، (ان عورتوں مردوں کے سر کے مقام پر بچھو ڈنگ ماریں گے، ان کے ہر ڈنگ میں زہر کا ایک خاص اثر ہوگا جو اس شخص کے گوشت میں سرایت کر جائے گا، ان کی شرمگاہوں سے پیپ بہے گی، جس کی بدبو کی وجہ سے دوزخی چیخ اٹھیں گے) انہیں ان کے بالوں سے پکڑ کر لٹکایا گیا تھا، میں نے پوچھا اے جبریل یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا یہ زانی مرد اور عورتیں ہیں، اللہ جل شانہ کے ذریعہ ہم اس کے غضب اور ایسے کاموں سے پناہ مانگتے ہیں جو دوخیوں کے لئے ہیں"۔

زِنا کے سخت نقصانات

زِنا کی عادت اور اس پر دوام ایسے نشانات اور نقصانات چھوڑ جاتی ہے جسے سن کر بال سفید ہو جائیں اور بدن کانپ جائے۔ ذیل میں ہم ان نقصانات کا ذکر کر رہے ہیں:

ا۔ انسان کی بزرگی اور شرافت کو داغ لگ جاتا ہے۔ پاکیزگی، آبرو اور فضیلت کا لباس اتر جاتا ہے۔ اس کے کرنے والے کو سوائے شرمندگی اور عیب و عار کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

۲۔ زانی لوگوں کی ناراضگی مول لے لیتا ہے۔

۳۔ اس کا دل پریشان اور مریض رہتا ہے۔ اگرچہ موت نہ آئے۔

۴۔ گھر کا نظام بگڑ جاتا ہے۔ وہ اس طرح کہ بیوی سے تعلق ختم ہو جاتا ہے تربیت کے فقدان کی وجہ سے اولاد بے راہ روی کا شکار ہو کر گناہوں میں پڑ جاتی ہیں۔

۵۔ اس کے علاوہ نسب کا ضائع اور خلط ملط ہونا، ورثہ غیر اولاد کو مل جانا الگ خرابی ہے۔ ایک شخص نے اپنی کنیز سے مباشرت کرنے کا ارادہ کیا حالانکہ وہ پہلے کسی اور شخص سے حاملہ ہو چکی تھی۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "میں نے ارادہ کیا کہ میں اس پر ایسی لعنت کروں جو اس کے ساتھ قبر تک جائے۔ کیسے اس (بچے) کو وارث بنائے گا۔ حالانکہ وہ (مال) اس (بچے) کے لیے حلال نہیں اور کیسے اس (بچے) سے خدمت لے گا۔ حالانکہ وہ اس کے لیے حلال نہیں"۔

۶۔ زِنا ایک وقتی تعلق ہے جس کے بارے میں بعد میں کوئی سوال نہیں کیا جاتا۔ یہ ایک حیوانی فعل ہے (کہ اپنا کام کیا اور فارغ ہوا) لہٰذا ایک شریف آدمی اس سے دور رہتا ہے۔

۷۔ دنیا میں جتنے قتل ہو رہے ہیں ان کا ایک سبب زنا بھی ہے۔ اس لیے کہ غیرت مند آدمی کو زنا کی خبر پیش آنے پر کوئی بات نہیں سوجھتی سوائے اس کے کہ وہ زانی کا خون بہادے اور دھبے کو دھو دے جو اس کو لاحق ہوا ہے۔

۸۔ معاشرے کی اجتماعیت ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے آپس کے روابط ختم ہو جاتے ہیں، کوڑے کے ڈھیروں پر اور سڑکوں کے کناروں پر ایسے نومولود پڑے ملتے ہیں کہ جن کو بے رحم والدین پھینک جاتے ہیں ان کے والدین کا کسی کو علم نہیں کہ کون ہیں۔

۹۔ زانی مرد و عورت کو غم و فکر دامن گیر رہتا ہے، جب عورت زنا کرتی ہے تو اپنے شوہر اور گھر والوں کو شرمندگی میں مبتلا کرتی ہے، ان کے سر شرم سے جھک جاتے ہیں پھر اگر وہ زنا سے حاملہ ہو جائے اور وضع حمل کے بعد بچے کو قتل کر دے تو دو جرم جمع ہو گئے، زنا اور قتل اور اگر قتل کرنے کی بجائے اپنے پاس رکھ لے تو اپنے شوہر کو اس کی غیر اولاد کا تحفہ دیتی ہے۔

۱۰۔ زنا کا ظہور دنیا کی تباہی کی علامتوں میں سے ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے صلوٰۃ کسوف کے موقع پر جو خطبہ دیا اس میں فرمایا کہ ! ''اے محمد(ﷺ) کی امت اللہ کی قسم کوئی شخص بھی اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت مند نہیں ہے۔ جب کہ اس کا کوئی بندہ یا بندی زنا کریں''

اے محمد ﷺ خدا کی قسم اگر تم وہ باتیں جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم ہنسو کم اور روؤ زیادہ پھر اپنے ہاتھ کو بلند کر کے فرمایا! ''کیا میں نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا۔''

علامہ ابن قیم اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ! ''اس بڑے گناہ کا صلوٰۃ کسوف کی ادائیگی کے موقع پر جو خاص طور سے ذکر کیا اس میں سمجھنے والے کے لیے عجیب نکتہ ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ زنا کا ظہور دنیا کی تباہی کی علامتوں میں سے ایک علامت ہے، جب کہ سورج کا حال بدل گیا، اس کی روشنی غائب ہو گی گرہن کی وجہ سے تو یہ علامت ہے کہ جیسے اچھے حال بُرے حال سے بدل جاتے ہیں اسی طرح معاصی، نافرمانی اور گناہوں کی بدولت دنیا کے حالات بدل جاتے ہیں۔ اسی چیز کی طرف جناب نبی کریم ﷺ نے صلوٰۃ کسوف کے موقع پر ارشاد فرمایا۔''

۱۱۔ زِنا بدن میں بہت سے امراض پیدا کرنے کا سبب ہے پھر یہ امراض وراثت میں

والدین سے اولاد میں منتقل ہوتے رہتے ہیں۔

۱۲۔ زِنا اللہ تعالیٰ کے غصہ کو کھینچ کر لاتا ہے۔اس کے عذاب کی بارش کو دعوت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ جب بھی خواہشات کا ارتکاب ہو تو وہ غضب ناک ہو جاتے ہیں ان کا غصہ شدید ہو جاتا ہے۔اس دور میں بے حیائی کے دروازے کھل گئے ہیں۔ان کی طرف جانے کا راستہ شیطان اور اس کے دوستوں نے آسان کر دیا ہے۔ شیطان کی اتباع تو بس فاسق وفاجر ہی کرتے ہیں۔ آج عورت پوری زیب و زینت اور بے حیائی سے مردوں کے سامنے آ رہی ہے۔ نامحرم پر شہوت سے نظر ڈالنا ایک عام بات بن چکا ہے مگر جسے اللہ بچائے۔ فحش رسالوں، ننگی فلموں، عریانیت، کفر و الحاد اور اشتراکیت کا دور دورہ ہے۔ایسی جگہوں پر بھی لوگ دھڑا دھڑ جا رہے ہیں۔ جہاں ان کی شہوات کی تسکین کا سامان موجود ہے۔ بدکاری کے بازار قائم ہیں جبراً اور رضامندی سے آبروریزی عام ہو چکی ہے اس وجہ سے حرام اولاد کی بھی کثرت ہو گئی۔ جن میں سے اکثر بچے پیدا ہوتے ہی مار دیئے جاتے ہیں یہ سب حالات اللہ کے غیظ وغضب، اس کی ناراضگی اور عذاب کو دعوت دینے والے ہیں پھر جب اللہ تبارک و تعالیٰ غضب ناک ہو جائیں تو ان کا غضب زمین میں نافذ ہو کر رہتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب زِنا کسی بستی میں ظاہر ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس بستی کو ہلاک کرنے کا حکم دے دیتے ہیں۔

زِنا کے نقصانات جدید سائنس کی روشنی میں

ڈاکٹر شرف مصری نے اس مرض کا عربی ترجمہ جماعی مرض (جو جماع سے تعلق ہو) کیا ہے۔ توضیحاً یہ امراض سوزاک اور آتشک (سفلس) سے منسوب ہے۔ آتشک زہری اور آبلہ فرنگ اس مرض کے دوسرے نام ہیں جو کسی ایسے مریض سے مجامعت کرے جس کو ایسے امراض خبیثہ لاحق ہوں۔ایک سے دوسرے میں منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ سوزاک کی وجہ سے فریقین کے تناسلی اعضاء کے اندرونی جھلیوں میں ان جراثیم کی موجودگی سے ورم، پیپ، جلن اور دیگر تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے یہ مرض برطانیہ میں ۱۹۴۳ء (ان کی جنسی بے راہ روی کی وجہ سے) شروع ہوا۔ آتشک کی بہ نسبت سوزاک بہت عام ہے۔ ۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۵ء تک اینٹی بایوٹکس سے مؤثر علاج سے ان

امراض میں کمی ہوتی جارہی ہے لیکن نصف سے زیادہ مردوں میں یہ ہم جنسی تعلقات کا نتیجہ ہے۔ سوزاک کا اثر پوری پیشاب کی نالی سے گزرتے ہوئے مثانہ اور گردوں کو متاثر کرتا ہے۔اس کے علاوہ ثانوی طور پر آنکھ اور مقعد بھی متاثر ہوجاتے ہیں۔

سوزاک کہتے ہیں گرام نیگیٹو انٹرسلولرا کو یہ جرثومے عام طور پر بدکار عورتوں سے زِنا کے نتیجہ میں ایک دوسرے کو منتقل ہوتے ہیں۔اس کی علامات یہ ہیں کہ آمیزہ رطوبت کا رستے رہنا جس کے سبب عدم طہارت کا عذر، عضو خاص کی مقامی خرابیاں، بدرنگی، بدوضعی وغیرہ، خیزی میں تکلیف اور عجیب وغریب وضع، مجریٰ بول (پیشاب کی نالی) میں خراش کے سبب فوری شہوت مفقود ہوجاتی ہے، مجامعت نا تمام و ناکام رہتی ہے، پیشاب کی نالی سے کہیں سے بھی سوراخ پڑ سکتا ہے، وقت انزال بجائے لذت کے بوجہ جراحت (خراش وزخم) (پیشاب کی نالی کی خراش کے) منی کی نمکینی سے نمک جراحت کا معاملہ ہوتا ہے، سوزش بول تو عام ہے، قرحہ (زخم) ہونے کے بعد ریشہ دار بافت بن جانے سے پیشاب کی نالی چھوٹی اور تنگ بے ڈول سی ہوجاتی ہے، جب پیشاب وہاں سے گزرتا ہے تو کچھ نہ کچھ بافتوں کو پھاڑتا ہوا گزر جاتا ہے اس طرح پیشاب کی نالی میں کئی سوراخ پڑ سکتے ہیں۔اس پوشیدہ مرض کے باعث صورت پژمردہ، مغموم رہتی ہے اور بہت جلد جوانی کی کھیتی خزاں آشنا بن جاتی ہے، شرم اور پچھتاوے کے مارے اور شرمندگی سے غفلت کی وجہ یہ تبرک اپنی معصوم بیوی کو دیدیتا ہے۔ان عورتوں میں اسقاط حمل (حمل گرنے) اس کا ادنیٰ اور ابتدائی کارنامہ ہے۔جب ان جراثیم کا اثر منی بنانے والے اعضاء (خصیتین) میں پہنچ جاتا ہے تو مرد بانجھ ہوجاتا ہے۔اکثر آلہ تناسل غفلہ اور دیگر اعضاء سے کٹ جاتے ہیں۔آلہ تناسل غفلہ جماع کے قابل نہیں رہتے اور اگر خوش بختی سے اولاد ہو بھی گئی تو اولاد میں موروثی آتشک ہوجاتا ہے۔بوقت ولادت سمی مادہ معصوم بچہ کی آنکھ میں لگ کر اس کو اندھا بنادیتا ہے۔ایسی اولاد زچہ و بچہ دونوں کے لیے جان لیوا ثابت ہوتی ہے۔

آتشکی بچہ کا سر بڑا ہو کر ماں کے لیے زچگی بذریعہ آلات کا موجب بنتا ہے جس سے ماں کا سیون پھٹ جاتا ہے۔

یہ بات بالکل غلط ہے کہ سوزاک مردوں کو ہی ہوتا ہے اور عورتوں کو نہیں ہوتا ہے حالانکہ

عورتیں تو اس کا موجب معدن ومخزن ہو سکتی ہیں۔

(بحوالہ جستہ جستہ از نوجوان تباہی کے دھانے پر)

زِنا پر ملنے والی سزائیں

شریعت مطہرہ میں زِنا کے مختلف درجات آئے ہیں جن میں وضاحت کی گئی ہے کہ زِنا کئی طریقوں سے ہوتا ہے جن میں بعض نرم ہیں اور بعض انتہائی سخت یعنی زِنا کے بعض درجات کا سخت گناہ ہوتا ہے۔

(۱) اگر کوئی شخص کسی غیر شادی شدہ اجنبی عورت سے زِنا کرے تو یہ کبیرہ گناہ ہے۔

(۲) اور پہلے والے گناہ سے بڑھ کر یہ ہے کہ اجنبی عورت شادی شدہ ہو (یعنی شادی شدہ اجنبی عورت سے زِنا کرنا پہلے نمبر والے گناہ سے زیادہ بڑھ کر گناہ ہے)

(۳) پھر ان دونوں گناہوں سے بڑھ کر کسی محرم سے زِنا کرنا ہے۔

(۴) غیر کنواری لڑکی (یعنی شادی شدہ) سے زِنا کرنا کنواری لڑکی (یعنی شادی شدہ) سے زِنا کرنے سے بھی سنگین گناہ ہے کیونکہ اسلام نے دونوں کی حدیں (سزا) بھی مختلف لگائی ہیں۔

(۵) بوڑھے شخص کا کسی کے ساتھ زِنا کرنا جوان کے زِنا کرنے سے زیادہ برا فعل ہے کیونکہ بوڑھے شخص کی عقل کامل ہو چکی ہے۔

(۶) آزاد آدمی کا اور عالم کا زِنا کرنا غلام اور جاہل کے زِنا کرنے سے زیادہ بدتر گناہ ہے کیونکہ دونوں کامل ہیں۔

بہر حال مختلف مذکورہ درجات کا یہ مطلب نہیں کہ ان میں کوئی صغیرہ گناہ بھی ہے بلکہ اوپر کی سطور میں درج زِنا کے مختلف درجات سب کے سب کبیرہ گناہ میں شمار ہوتے ہیں اور مذکورہ تمام صورتیں حرام ہیں چنانچہ اس تفصیل کو پڑھ کر معلوم ہوا کہ زِنا کے مختلف درجات ہیں لیکن تمام طریقے (چاہے ان کی نوعیت ایکدوسرے سے مختلف ہو) حرام اور ناجائز ہیں اور زِنا کا کوئی بھی درجہ صغیرہ گناہ میں شامل نہیں بلکہ جو بھی طریقہ ہو خواہ وہ یہاں درج ہو یا نہ ہو زِنا کے تمام کے تمام

معاملات حرام اور ناجائز اور کبائر میں شامل ہیں اس لیے اسلام نے زِنا کو سنگین جرم قرار دیا اور زانی کے لیے سزا کا تعین کیا تا کہ امت محمدیہ اس لعنت سے محفوظ رہ سکے اور عورت کا تقدس پامال نہ ہو چنانچہ قرآن مجید اور احادیث نبویہ ﷺ میں زِنا کی مختلف نوعیت ۔کے باعث مختلف طریقے سزا کے متعین کیے گئے ہیں تا کہ زانی کو اس کے قبیح جرم کی سزا دی جاسکے جس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ وہ دنیا میں سزا پا کر آخرت کی خطرناک آگ سے محفوظ ہو جائے گا اور دوسرا بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ زانی کی سزا دیکھ کر دوسرے لوگ عبرت پکڑیں گے اور اس طریقے سے یہ ناسور مسلمانوں کے معاشرے میں پھیل ہی نہیں سکے گا چنانچہ اسلام نے زانی کے لیے جو سزا متعین کی ہے۔درج ذیل سطور میں ہم زانی کے لیے تجویز کی گئی اسلامی سزاؤں کے متعلق تحریر کرتے ہیں جنہیں پڑھ کر ایک عام مسلمان کے علم میں بھی اسلامی سزاؤں کی معلومات آ جائے جو ظاہری طور پر سزا اور حقیقت میں انسان کے لیے رحمت ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے اِن کنتُم تؤمنونَ باللّٰہ وَ الیومِ الاخرِ ج
یعنی تم اگر اللہ کی توحید اور قیامت کے دن کا یقین رکھتے ہو تو حد کو معطل نہ کرو پھر ایک اور جگہ پر ارشاد باری تعالیٰ ہے۔وَ لیشھدُ عذابھُمَا طالفة منَ المؤمنینَ (النور:۲)

ترجمہ:۔اور حد قائم کرتے وقت مؤمنوں کا ایک گروہ ہونا چاہیے۔

تا کہ سزا میں شدت پیدا ہو اور لوگوں کے سامنے خوب شرمندگی ہو اور اس طرح تمام لوگ جرائم کے ارتکاب سے آئندہ باز رہیں گے اور جرم کا اعادہ نہیں کریں گے نیز واضح رہے کہ اوپر درج اسلامی سزائیں غیر شادی شدہ زانی کے متعلق ہیں اور اگر زانی شادی شدہ ہے کہ نکاح کے بعد دخول کر چکا ہے یا عورت ایسی ہے کہ اس کا خاوند اس کے ساتھ دخول کر چکا ہے تو پھر ان شادی شدہ زانیوں کی سزا رجم ہوگی یعنی انہیں سنگسار کر دیا جائے گا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''کہ آدمی کا دس عورتوں سے زِنا کرنا اپنی پڑوسن کے ساتھ زِنا کرنے سے ہلکا ہے۔ (زواجر،ص۲۲۳،ج۲)

یعنی کہ اگر کوئی شخص دس عورتوں سے گناہ کرتا ہے (یعنی دس مرتبہ زِنا کرتا ہے) تو اسکا اتنا زیادہ گناہ نہیں جتنا کہ اپنی پڑوسن کے ساتھ ایک مرتبہ زنا کرنے کا گناہ ہے کیونکہ اسلام میں

پڑوسیوں کے بہت سے حقوق آئے ہیں اور ان حقوق کو ادا نہ کرنے پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں اور مندرجہ بالا حدیث پڑھ کر ہی اندازہ ہو جاتا ہے کہ پڑوسیوں کے معاملات میں شریعت کے احکامات کتنے سخت ہیں۔

فقیہ ابو اللیث سمری قندیؒ اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سات قسم کے لوگ ہوں گے جن کی طرف اللہ تعالیٰ کی نگاہ کرم نہیں ہوگی اور نہ ان کو گناہوں سے پاک کریں گے اور ان کو حکم ہوگا کہ دوزخ میں جانے والوں کے ساتھ داخل ہو جاؤ ایک لواطت کا عمل کرنے والا دوسرا ہاتھ سے شہوانی تقاضا پورا کرنے والا تیسرا چوپائے (حیوانات) سے بدفعلی کرنے والا چوتھا عورت سے لواطت کرنے والا پانچواں ایک عورت اور اس کی بیٹی کو نکاح میں جمع کرنے والا چھٹا ہمسائے کی بیوی سے زِنا کرنے والا ساتواں ہمسائے کو ایذاء دینے والا البتہ اگر یہ لوگ توبہ کرلیں اور اس کی شرطوں (یعنی توبہ کی) کو بھی پورا کریں تو اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والے ہیں۔ (تنبیہ الغافلین)

اس حدیث شریف کو پڑھ کر اندازہ لگایئے کہ ہمسائے کی بیوی یعنی پڑوسن کے ساتھ زِنا کرنے پر کیسی وعید وارد ہوئی ہے چنانچہ ہمسائے کے حقوق کے متعلق حضرت سعید بن المسیبؒ روای ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہمسایہ کی عزت وحرمت ہمسایہ کے لیے ماں کی حرمت کی طرح ہے! اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ہمسایہ کو معمولی ایذاء سے بھی محفوظ فرمائے اور زِنا کر کے جہنم کی آگ کا مستحق بننے سے حفاظت فرمائے۔

نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو کسی محرم کے ساتھ اس قسم کی زیادتی (زِنا) کرے تو اسے قتل کردو۔ (زواجر ص ۲۶۶ ج ۲)

اس حدیث میں اس شخص کی کتنی سخت وعید آئی ہے جو کہ اپنی محرم کے ساتھ اس جرم کا ارتکاب کرے اول تو ایسا سوچ کر ہی انسان کانپ جاتا ہے کہ وہ اس درجے تک گر جائے گا اس کی محرم بھی اس کے اس قبیح فعل سے نہیں بچ سکے گی محرم میں انسان کی بہنیں، ماں بھانجی، بھتیجی، پھوپھی، خالہ، نانی، دادی، بیٹی وغیرہ کئی رشتے آتے ہیں یعنی یہ وہ مقدس رشتے ہیں جو کہ مسلمان کے محرم کہلاتے ہیں یعنی شریعت میں ان سے نکاح کرنا درست نہیں اور اسلام نے اسے حرام قرار

دے کر اس سے منع فرمایا ہے لیکن افسوس یورپی تہذیب کے پیچھے چل کر آج کا مسلمان ان مقدس رشتوں کا احترام بھی بھلا چکا ہے اور اکثر اخبارات میں اس قسم کی خبریں آتی رہتی ہیں کہ فلاں جگہ ظالم باپ اپنی بیٹی کے ساتھ زنا کرتا پکڑا گیا اور فلاں بھائی اپنی بہن کے ساتھ زنا کرتا پکڑا گیا یہ سب کچھ آج ہمارے معاشرے کا حصہ اس لیے بنا کہ ہم نے نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کو چھوڑ کر ان لوگوں کی تعلیمات کو اپنایا ہے جن میں ماں باپ کی کوئی تمیز نہیں سمجھی جاتی اور وہاں سب مقدس رشتوں کی دھجیاں اس طرح بکھیری جاتی ہیں کہ جانوروں کو بھی شرم آنے لگتی ہے لیکن اسلام نے ان رشتوں کا تقدس بحال کر کے اسلامی حدود لگا دیں تا کہ انسانیت کا وقار محفوظ رہے اور ایک مسلمان صرف نبی اکرم ﷺ کی حدیث سے اندازہ لگا لے کہ اسے اللہ کے نبی قتل کرنے کا حکم دے رہے ہیں جو اس طرح کے سنگین جرم میں پکڑا جائے۔

زنا کے دنیاوی انجام کا ایک دردناک واقعہ

ایک مصنف لکھتے ہیں کہ راقم الحروف کا ایک کلاس فیلو تھا۔ شرافت خان۔ ان کا خاندان ہزارہ سے نقل مکانی کر کے لاہور آباد ہوا تھا۔ وہ خوب چوڑا، چکلا، صحت مند اور خوبصورت تھا۔ میٹرک کے بعد پڑھائی میں اس کا دل نہ لگا اور وہ اپنے دوستوں کے ہمراہ قسمت آزمائی کرتے ہوئے سویڈن پہنچ گیا۔ تین سال کے قلیل عرصہ میں وہ خود تو مجھے ملنے نہ آسکا لیکن ایک منحوس دن اس کی لاش اس کے گھر پہنچ گئی، اس کے گھر والوں پر جو بیتی وہ ایک علیحدہ داستان ہے تاہم اس کے ہم سفر دوست نے اس کی موت کی جو وجہ بیان کی اسے سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور کافی دیر بعد میں اپنے اوسان بحال کرنے کے قابل ہوا۔

اس نے جو بتایا وہ اس کی زبانی سینے:۔

''ہم دونوں دوستوں نے آپس میں عہد کیا تھا کہ محنت مزدوری کر کے پیسہ کمائیں گے، تا کہ اپنے گھر والوں کو معقول رقم بھیج سکیں۔ نیز ہم نے یہ عہد کیا تھا کہ شراب و شباب کے نزدیک بھی نہیں بھٹکیں گے اور ہر قسم کی عیاشی سے گریز کریں گے۔

الحمدللہ! میں تو اپنے عہد میں قائم رہا لیکن شرافت خان کی شرافت جلد ہی جواب دے گئی۔ اس کی ایک وجہ اس کی غیر معمولی خوبصورتی بھی تھی۔ لڑکیاں اس پر یوں گرتی تھیں جیسے گڑ پر مکھیاں!

ایک ''آنٹی ٹائپ'' عورت تو ہاتھ دھو کر اس کے پیچھے پڑ گئی۔ اس نے شرافت خان کو ہر ماہ اتنے ''کرونا'' (پیسے کا نام (کرونا کرنسی کا نام ہے)) دینے شروع کر دیئے کہ وہ ان میں سے اچھی خاصی رقم پاکستان اپنے گھر پہنچاتا اور خود بھی عیش و عشرت سے رہتا۔ اس کے عوض اس عورت کا ایک ہی مطالبہ تھا۔ سیکس اور سیکس۔ اس عورت کی جنسی خواہش ''جوع البقر'' کی طرح تھی جو کہ کبھی تسکین سے ہم کنار نہ ہوتی۔ وہ جنسی تعلقات قائم کرنے کے ضمن میں دن دیکھتی نہ رات اور نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ ہمارے دوست کے پاس ہمارے ساتھ بات چیت کرنے کے لیے چند لمحے نکالنا بھی مشکل ہو گیا اور تھوڑے ہی عرصے میں اس جنسی بلی نے شرافت خان کو نچوڑ کر رکھ دیا۔ شرافت خان جنسی اور جسمانی کمزوری کا شکار ہو گیا۔ عورت اور دولت کی ہوس نے شرافت خان کو جنسی طاقت کے انجکشنوں کا راستہ دکھلایا۔ پہلے پہل تو ایک آدھ انجکشن بھی کام دے جاتا لیکن آخر کار وہ بے تحاشہ انجکشن لگوانے لگا اور اس کی حالت خراب سے خراب تر ہو گئی۔ ایک روز طبیعت بگڑنے پر اسے ڈاکٹر کے پاس لے جا کر چیک اپ کرایا گیا تو پتہ چلا کہ وہ چند دنوں کا مہمان ہے۔ کیونکہ ڈاکٹر کے بقول اس کا جگر، معدہ، اور گردے غرض یہ کہ پورا جسمانی سسٹم ناکارہ ہو چکا تھا اور بالآخر وہ اپنے انجام کو پہنچا۔ دوسری طرف وہ عورت بھلی چنگی ہے اور کسی نئے شکار کی تلاش میں ہے۔ (بحوالہ نوجوان تباہی کے دہانے پر)

زنا پر ملنے والی ایک سزا کا واقعہ

فقیہ ابو اللیث سمر قندیؒ اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت زید بن خالدؓ سے روایت کرتے ہیں کہ دو آدمی آنحضرت ﷺ کی خدمت عالیہ میں اپنا جھگڑا لے کر پیش ہوئے ایک شخص کہنے لگا یا رسول اللہ! آپ ﷺ ہمارا فیصلہ اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن مجید) کے مطابق فرما دیں اور دوسرا شخص بولا جو پہلے والے سے کچھ سمجھ دار تھا۔ جی ہاں یا رسول اللہ ﷺ ہمارا فیصلہ اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن مجید) کے موافق فرمایئے اور مجھے کچھ عرض کرنے کی بھی اجازت مرحمت فرمایئے آپ ﷺ نے اس شخص کی بات سن کر فرمایا کہو؟ چنانچہ وہ شخص کہنے لگا کہ میرا بیٹا اس شخص کے ہاں مزدوری کرتا تھا اور اسی دوران اس نے (میرے بیٹے نے) اس شخص کی بیوی کے ساتھ زنا کر لیا مجھے

لوگوں نے بتایا کہ تیرے بیٹے کو رجم ہوگا (یعنی اس کی سزا یہ ہے کہ اسے سنگسار کر دیا جائے) میں نے سو بکریاں اور ایک باندی فدیے میں دے دی پھر اس کے بعد میں نے اہل علم سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ بیٹے کو سو کوڑے اور ایک سال کی جلا وطنی کی سزا ہوگی اور اس شخص کی بیوی (جس کے ساتھ زنا ہوا) پر رجم ہوگا رسول اللہ ﷺ نے اس کی بات سن کر ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میں تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کروں گا تیری بکریاں اور باندی تجھے واپس ملیں گی اور تیرے بیٹے کو سو کوڑے لگیں گے اور ایک سال جلاوطنی کی سزا ہوگی اور حضرت انیس سلمیؓ کو ارشاد فرمایا کہ اس شخص کی بیوی کے پاس جا کر دریافت کرو اور اگر وہ اعتراف کرے کہ اس نے زنا کیا ہے تو اس کو رجم کر دو چنانچہ اس عورت نے اقبال جرم کر لیا اور وہ رجم کر دی گئی۔ حدیث شریف سے زنا کا حکم معلوم ہو گیا ہے زانی مرد یا عورت جبکہ شادی شدہ نہ ہوں تو اس پر سو کوڑے لازم ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان بھی ہے زانیہ عورت اور زانی مرد میں سے ہر ایک کو سوڑے لگاؤ۔

زنا پر ملنے والی ایک سزا کا دوسرا واقعہ

ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ماعز بن مالک کو رجم کی سزا دی اور ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک عورت نے آپ ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر زنا کا اقرار کر لیا اور اسی گناہ سے اسے پیٹ (حمل) بھی تھا آپ ﷺ نے بچہ ہونے تک اسے واپس فرما دیا اور جب بچے کی والادت ہوئی تو وہ عورت پھر حاضر ہوگئی تو اسے رجم کی سزا دی گئی۔

ان فرامین و واقعات کو پڑھ کر معلوم ہوا کہ زنا کے بارے میں کوئی رعایت نہیں یعنی زانی عورت ہو یا مرد اس کے لیے ہر حال میں سزا لازمی ہے۔

قرآن مجید میں ایک جگہ ارشاد ہے: ولا تأخذ کم بھما رأفۃ فی دین اللہ

(النور: ۲)

ترجمہ: اور تم لوگوں کو ان پر اللہ تعالیٰ کے معاملے میں ذرا رحم نہیں آنا چاہیے یعنی اللہ تعالیٰ کی حدود کے بارے میں تم پر شفقت اور مہربانی کا غلبہ نہیں آنا چاہیے کہ کہیں حدود اللہ کو ہی ختم کر دو حالانکہ

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر تم سے کہیں زیادہ مہربان ہیں اور اس کے باوجود اس نے زانیوں کو حد لگانے کا حکم فرمایا جس پر دنیا میں حد قائم نہ ہوئی قیامت کے دن سر عام اس کو آگ کے کوڑے لگائے جائیں گے۔

چنانچہ اس سے نتیجہ نکلا کہ دنیا میں اسلامی سزائیں مل جانے سے انسان عذاب آخرت سے بچ جاتا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے گناہ گار لوگوں کے معاملے میں نرمی اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے اور کہا ہے کہ سزا ان کو ہر حال میں دو اور کچھ رعایت نہ کرو۔

اور آج زنا کی وبا عام ہونے کی وجہ یہی ہے کہ مسلمانوں کے اندر سے اسلامی قوانین کا نفاذ ختم ہو چکا ہے کیونکہ اسلام نے زانی کے لیے جو سزا متعین کی ہے یعنی جو حد مقرر کی ہے اس کا نفاذ عملی طور پر ختم ہو چکا ہے جس کی وجہ سے معاشرے کا ہر فرد آزاد ہو گیا ہے اور گناہ عام طور پر پھیل گئے ہیں نیز اسلام کی طرف سے جرائم اور گناہوں پر جو حدیں لگائی گئی ہیں انہیں اہل مغرب اور ان کے ماننے والے ظلم و جبر سے تعبیر کرتے ہیں (نعوذ باللہ) حالانکہ یہ ظلم نہیں بلکہ عدل و انصاف کی اعلیٰ مثال ہے کیونکہ ان حدود کو اللہ تعالیٰ نے زمین پر نافذ کرنے کا حکم دیا ہے اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر انصاف کرنے والا نہ کبھی آیا ہے نہ موجود ہے اور نہ کبھی آئے گا اور ایسا کہنا کہ یہ حد ظلم ہے سیدھا اللہ تعالیٰ کی طرف انگلی اٹھانا ہے، کیونکہ اس چیز کا حکم اللہ ہی کی طرف سے آیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس حکم میں جو سب سے بڑی خیر پوشیدہ ہے کہ جب زانی شخص کو شرعی سزا دی جائیگی تو اس سے یہ ہوگا کہ باقی لوگ یہ دیکھ کر عبرت پکڑیں گے اور ہر بندہ اس سزا کی سختی سے گھبرا کر اس گناہ سے ڈرے گا اگر چہ اسے اس کا سب مواقع میسر ہی ہوں پھر بھی جب سزا کا منظر اس کے دماغ میں اور اس کی آنکھوں کے سامنے رہے گا تو وہ اس گناہ سے زیادہ سے زیادہ بچنے کی کوشش کرے گا جس کے نتیجے میں یہ فائدہ ہوگا کہ پورا معاشرہ اس گناہ کی لعنت سے پاک ہو جائیگا اور جب ایسے قبیح گناہ جس معاشرے سے مٹ جاتے ہیں پھر یقینی بات ہے کہ وہاں نیکی کو فروغ ملتا ہے۔ اور جب کسی معاشرہ میں نیکی عام اور برائی ختم ہو تو وہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی برسات ہوتی ہے اور اگر صرف اس نکتے پر ہی انسان غور کرلے کہ بستی پر اللہ تعالیٰ کی نظر کرم ہو وہاں پریشانیاں کیسے ہوسکتی ہیں بس یہی وہ چیز ہے جس کو دیکھ کر اہل یورپ مسلمانوں کے اندر اس طرح کے گناہوں کو فروغ دے رہے ہیں تاکہ

مسلمانوں کے معاشرے سے امن وسکون غارت ہو جائے اور عذاب خداوندی کے مستحق بن جائیں اور پھر اسی گناہ کو عام کرنے کے لیے مغربی این جی اوز نے مسلمانوں کو حقوق آزادی نسواں کا جو نعرہ دیا ہے اس کے پیچھے بھی یہی کارفرما ہے کہ جب مسلمان عورت بے پردہ ہو کر بازاروں کی زینت بنے گی، جب غیر محرم کے ساتھ آزادانہ اختلاط ہوگا، جب مرد وعورت اکھٹے کام کریں گے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ سارے معاشرے میں فحاشی وعریانی عام ہوگی اور زمین گناہوں سے بھر جائے گی اسی لیے اسلام پسند مسلمان مغربی این جی اوز کو فساد کی جڑ قرار دے رہے ہیں کیونکہ یہ فلاح و بہود کے نام پر مسلمانوں کے اعمال پر حملے کر رہے ہیں اور ان کے اس خوشبودار ظاہری چہرے کے پیچھے انتہائی مکروہ اور خبیث الباطن لوگ چھپے ہوئے ہیں جو مسلمانوں کا امن خاندانی و معاشرتی نظام تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ اور آج اہل مغرب نے اسلامی قوانین کے خلاف جو طوفان بدتمیزی برپا کر رکھا ہے اور اسلامی سزاؤں کو ظلم سے تعبیر کر کے جو مکروہ پروپیگنڈہ کر رہے ہیں اس سے ہمارا بیچارہ مسلمان بھی متاثر ہو گیا ہے اور اب تو گریجویٹ طبقہ مکمل طور پر اہل مغرب کی تقلید میں کبھی کوئی شوشہ چھوڑتا ہے کبھی کوئی شوشہ تا کہ مسلمان بھی مغرب کی تقلید میں چل کر عذاب جہنم کے مستحق بن سکیں۔

اب آپ خود تھوڑا سوچئے کہ اگر مسلمانوں کے معاشرے میں اسلامی حدود نافذ ہوتیں اور زانی کو اس کے جرم کی سزا ملتی تو کیا ہمار... معاشرے میں یہ وبا پھیل سکتی تھی۔

فقیہ ابواللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ جس خطے میں زنا عام ہو جائے اللہ تعالیٰ وہاں پر طاعون جیسی امراض پیدا کر دیتے ہیں اور آج اسلامی تعلیمات کو پس پشت ڈالنے اور گناہوں سے نہ بچنے کی وجہ سے ہمارا معاشرہ ایسی کئی بیماریوں کی لپیٹ میں جو حقیقت میں ہم پر عمومی عذاب کے طور پر مسلط ہوتی ہیں لیکن مسلمان مغربی تعلیمات سے اتنا متاثر ہے اسے یہ ساری حقیقت دیکھتے ہوئے بھی سمجھ نہیں آتی اور اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل پیرا ہونے میں شرم محسوس کرتا ہے کہ مغرب کے لوگ ہمیں کیا کہیں گے کہ ہم انہی چودہ سو سالہ پرانی تعلیمات پر عمل پیرا ہیں حالانکہ تمام انسانوں سے زیادہ سمجھ دار اور بلند اخلاق والے نبی حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی حدود (ہر) قریب وبعید میں قائم کرو اور اللہ کے حکم پر عمل کرنے) میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت

کومت لو یعنی اس کی پرواہ نہ کرو۔

اب اگر مسلمان مغربی تعلیمات سے بے پرواہ ہو کر ان کے ملامت کرنے کو جوتی کی نوک پر رکھیں اور اللہ تعالیٰ کا حکم مانتے ہوئے حد کو جاری کر دیں تو کچھ بعید نہیں زنا اور اس طرح کے دیگر کئی گناہ اسلامی سزائیں جاری کرنے سے خود بخود ختم ہو جائیں گے اور ہمارا معاشرہ پر امن ہو جائیگا لیکن افسوس کہ مسلمان کہتے ہیں اگر ہم نے ایسا کر لیا تو اہل مغرب کہیں گے یہ جاہل ہے۔ اسے روشن خیالی کا علم نہیں یہ پرانی باتیں کرتا ہے جبکہ اس وقت ترقی کا دور ہے اور مسلمان اس ترقی سے نا آشنا ہے کیونکہ مسلمان کے گھر میں پردہ اور دیگر خدائی احکامات پر سختی سے عمل کیا جاتا ہے جب کہ اہل مغرب اس طرز زندگی کو پرانا کہتے ہیں اور اس چیز کو ترقی سمجھتے ہیں کہ عورت گھر سے باہر نکل کر بازاروں کی رونق بن جائے اور پھر جب ایسا ہو جائے گا تو بے پردگی کی وجہ سے وہ کچھ اس زمین پر ہوگا جو انسانیت تصور کر کے ہی شرما جاتی ہے کیونکہ اس نقصان سے آج یورپ کا معاشرہ دوچار ہو چکا ہے اور وہاں عورتوں کی آزادی نے ایسے ایسے مسائل کھڑے کر دئے ہیں کہ پوری پوری حکومتیں پریشان ہیں اور کوئی حل نظر نہیں آتا بس وہ حسد میں چاہتے ہیں کہ مسلمان بھی اللہ تعالیٰ کے نافرمان بن جائیں اور اسلامی تعلیمات سے دور ہو جائیں تا کہ ان کا معاشرہ بھی ایسے ہی مسائل سے دوچار ہو جائے بس اسی نظریئے کو سامنے رکھ کر اہل مغرب مسلمانوں کے اندر ایسی آزاد خیالی پیدا کرنا چاہتا ہے تا کہ مسلمانوں کا گھرانہ اس زنا کی لپیٹ میں آجائے اور جوان کا خوبصورت اور پرسکون خاندانی نظام ہے جو احسن طریقے سے چل رہا ہے مکمل طور پر تباہ ہو جائے اور مسلم معاشرے کا امن وسکون غارت ہو جائے چنانچہ انہوں نے مختلف حیلے اور بہانوں سے مسلمانوں کی نوجوان نسل کو اپنی تہذیب میں رنگنے کے لیے مختلف ناموں سے این جی اوز کا جال بچھایا ہوا ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اگر مسلمان اپنی اس عمر میں (جس عمر میں اللہ تعالیٰ نے اسے عبادت کے لیے کمال درجہ عمر کہا ہے) غلط راہ پر چل نکلے گا تو پھر انسان کے ساتھ ساتھ معاشرہ بھی تباہ ہو جائے گا اور مسلمان جنت کی نعمتوں سے دور ہو کر اللہ کے عذاب کی لپیٹ میں آجائے گا کیونکہ مغربی تہذیب نے جو ''آزادی'' کا نعرہ عام کیا ہے کہ ہر مرد عورت کو آزادی ہے کہ وہ اپنی زندگی اپنی خواہش کے مطابق گذارے اور کوئی اس سے پوچھنے کا حق نہیں رکھتا بس آزادی کا یہ غلط مفہوم ہی انسان کو تباہی کی طرف لے جا

رہا ہے اور یہی آزاد خیالی زنا کی بنیاد ہے کیونکہ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ نے چودہ سو سال پہلے کہہ دیا تھا کہ مجھے جو اپنی زبان اور شرمگاہ کی حفاظت کی ضمانت دے دے میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں اور ایک اور جگہ پر ارشاد فرمایا حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مجھے اپنے دونوں جبڑوں کے درمیان (یعنی زبان) اور دونوں ٹانگوں کے درمیان (شرمگاہ) والے اعضاء کی ذمہ داری دے دے (کہ وہ زبان اور شرمگاہ کو غلط استعمال نہیں کرے گا) تو میں اس کے لیے جنت کی ذمہ داری لیتا ہوں۔ (بحوالہ منتخب احادیث)

ان فرامین کو پڑھ کر آپ نبی کریم ﷺ کی بصیرت کا اندازہ لگالیں کہ ہمارے آقا نے آج سے چودہ سو سال پہلے فرما دیا تھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان دونوں چیزوں کی حفاظت سے انسان کامیابی پائے گا اور پورا معاشرہ پر امن ہو جائے گا اور جس معاشرے میں ان دو چیزوں کا آزادانہ استعمال ہوگا وہ سارا معاشرہ بدامنی کی لپیٹ میں ضرور آئے گا اور آج آپ ان فرامین کو پڑھیں اور اپنے معاشرے پر ایک نگاہ دوڑائیں تو ساری حقیقت واضح ہو جائے گی اور اس گناہ کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے کتنی تاکید کے ساتھ فرمایا کہ اس گناہ سے بچو تو جنت میں جاؤ گے بلکہ ایک موقع پر آپ ﷺ نے قریشی نوجوانوں کو فرمایا کہ اے قریشی نوجوانو اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو اور زنا مت کرو خبردار جس نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی سو اس کے لیے جنت ہے۔ (بخاری مسلم)

بس یہی وہ راستہ ہے جو ہمارے پیارے نبی اکرم ﷺ نے ہمیں بتلایا جس پر چل کر ہم دونوں جہانوں میں کامیابیاں اور کامرانیاں حاصل کر سکتے ہیں اور آپ دیکھیں کہ جہاں بھی مسلمانوں نے احکامات نبوت ﷺ پر عمل کیا وہ علاقہ اور وہ معاشرہ اخلاقی اقدار کا نمونہ بن کر سامنے آیا بس اسی وجہ سے مغرب والے حسد کرتے ہیں کیونکہ انکے معاشرے میں آزاد خیالی اور خدائی تعلیمات سے دوری نے اس سنگین گناہ کو اتنا عام کر دیا ہے کہ ان میں ماں بیٹے۔۔ بہن بھائی اور باپ بیٹی کی تمیز ہی ختم ہو کر رہ گئی ہے۔

چنانچہ آج ان کا معاشرہ اس سنگین گناہ کی کثرت کے باعث ایسی عجیب وغریب بیماریوں کی لپیٹ میں ہے جن کا علاج ہی ممکن نہیں اور ماہر سے ماہر طبیب حضرات بھی پریشان ہیں اور ان عجیب وغریب بیماریوں کا علاج کرنے میں ناکام ہو چکے ہیں اور اسلام کی حقانیت واضح طور پر

سامنے آ گئی ہے کیونکہ اسلام نے چودہ سو سال پہلے آگاہ کر دیا تھا کہ جس معاشرہ میں زنا عام ہو جائے وہاں وبائیں عام ہو جاتی ہیں اور آپ دیکھ لیں ہر تیسرے دن یورپ میں نئی سے نئی بیماری کے متعلق آیا ہوتا ہے کہ وہ دریافت ہوگئی ہے اس وقت کثرت زنا کی وجہ سے یورپ میں اور ایسے دیگر کئی ممالک میں جہاں زنا عام ہے اور معیوب نہیں سمجھا جاتا وہاں پر طرح طرح کی بیماریاں جنم لے چکی ہیں اور کئی لوگ ان بیماریوں کی لپیٹ میں آ کر دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں اہل یورپ کی تحقیق اور دیگر مسلمان اطباء کی تحقیق کے مطابق زنا نے جس خطرناک ترین بیماری کو جنم دیا ہے وہ ایڈز کہلاتی ہے اور اس بیماری کی شدت نے اہل یورپ کو ہلا کر رکھ دیا ہے کیونکہ تحقیق کے بعد یہ بات سامنے آئی ہے کہ ایڈز اس مرد عورت میں پیدا ہوتا ہے جو زانی ہو کیونکہ ایک شخص کے جراثیم دوسرے شخص کے جراثیم جب اکھٹے ہوں مثلاً ایک ہی زانی عورت سے جب مختلف مرد زنا کریں تو یہ بیماری پیدا ہو جاتی ہے جو عورت اور مرد دونوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے اور پھر اس بیماری کا علاج نہ ہونے کی وجہ سے انسان موت کے منہ میں چلا جاتا ہے۔

اب ہم آپ کے سامنے ایڈز کے متعلق چند معلوماتی باتیں پیش کریں گے جو چند سال قبل کی ہیں تا کہ آپ کو اندازہ ہو سکے کہ زنا آخرت کے ساتھ ساتھ انسانیت کے لیے دنیا میں بھی کتنا نقصان دہ عمل ہے اور اس کے ذریعے سے پھیلنے والی خطرناک بیماریاں انسانیت کے لیے کتنی نقصان دہ ہیں۔

آج سے چند برس قبل اقوام متحدہ نے ایڈز سے بڑھتی ہوئی تباہیوں کے بارے میں ایک رپورٹ تیار کی تھی جسے پڑھ کر آپ اندازہ لگالیں کہ اہل یورپ ہمیں کس نقصان کی طرف لے جا رہا ہے۔

ایچ، آئی، وی (H.I.V) سے متاثرہ افراد کی تعداد سات لاکھ پچاس ہزار (۷۵۰,۰۰۰) تھی۔ مغربی یورپ میں ایڈز کے مریضوں کی تعداد پانچ لاکھ دس ہزار (۵,۱۰,۰۰۰) تھی۔۔ وسطی اور مشرقی یورپ / وسطی ایشیا میں (۵۰,۰۰۰) پچاس ہزار تھی۔۔۔ کریبن ممالک میں ایڈز سے متاثر افراد کی تعداد دو لاکھ ستر ہزار (۲,۷۰,۰۰۰) تھی۔۔۔ شمالی افریقہ اور مشرقی وسطی میں ایڈز کے مریضوں کی تعداد دو لاکھ (۲,۰۰,۰۰۰) تھی۔۔۔ مشرقی ایشیا / پیسفیک میں ایڈز کے مریضوں کی

تعداد ایک لاکھ (۱,۰۰,۰۰۰) تھی۔۔۔۔جنوبی / جنوب مشرقی ایشیاء میں ایڈز کے مریضوں کی تعداد باون لاکھ (۵۲,۰۰,۰۰۰) تھی۔۔۔۔لاطینی امریکہ میں ایڈز کے مریضوں کی تعداد تیرہ لاکھ (۱۳,۰۰,۰۰۰) تھی۔۔۔سب صحارا افریقہ میں ایڈز کے مریضوں کی تعداد ایک کروڑ چالیس لاکھ (۱,۴۰,۰۰,۰۰۰) تھی جبکہ آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ میں ایڈز کے مریضوں کی تعداد چند سال قبل تک تیرہ ہزار تھی (۱۳,۰۰۰) تھی۔ (جستہ جستہ حیاء آغاز سے انجام تک)

زنا سے بچنے والے ایک بزرگ کا سبق آموز واقعہ

حضرت ابن عباسؓ حضرت کعب بن احبارؒ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے بتایا کہ بنی اسرائیل میں ایک صدیق (اول درجہ کا ولی) تھا جو عبادت میں منفرد مقام رکھتا تھا یہ ایک عرصہ تک اپنی خانقاہ میں عبادت کرتا رہا اسکے پاس روزانہ صبح وشام بادشاہ وقت حاضری دیتا تھا اور اس سے پوچھا کرتا تھا کہ آپ کی کوئی ضرورت ہے؟ تو وہ جواب دیتا ''اللہ میری ضرورت کو خوب جانتا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اس عابد کی خانقاہ پر انگور کی ایک بیل اگا دی تھی جو ہر روز ایک انگور اٹھاتی (یعنی ایک انگور لگتا) تھی جب اس عابد کو پیاس لگتی تو وہ اپنا ہاتھ آگے بڑھاتا تو پانی ابل پڑتا تھا اور یہ اس پانی کو پی کر پیاس بجھالیتا تھا اس طرح ایک طویل عرصہ گزر گیا، ایک مرتبہ اس عابد کے پاس مغرب کے وقت ایک عورت گذری جو نہایت حسین وجمیل تھی اس عورت نے پکار کر کہا کہ اے اللہ کے بندے تو اس بزرگ نے کہا اس عابد نے کہا لبیک! یہ سن کر وہ عورت کہنے لگی کیا تمہیں تمہارا رب دیکھ رہا ہے؟......

اس نے فرمایا کہ وہ اللہ ایک ہے قہار ہے۔ حی وقیوم ہے، دلوں کے اسرار سے واقف ہے اور جو قبروں میں ہیں ان کا اٹھانے والا ہے۔

عورت یہ سن کر کہنے لگی مجھ سے میرا شوہر دور ہے (اس لیے مجھے ایک رات کے لیے اپنے پاس ٹھکانہ دے دو) بزرگ نے یہ سن کر اس عورت سے کہا کہ اوپر آجاؤ پس وہ عورت اوپر چڑھ گئی اور اس بزرگ کی خانقاہ میں پہنچ گئی وہاں پہنچتے کے ساتھ ہی اس عورت نے اپنے جسم سے کپڑے اتار پھینکے اور ننگی کھڑی ہوگئی اور اس عابد کے سامنے اپنا ننگا بدن ظاہر کردیا یہ منظر دیکھ کر اس بزرگ نے اپنی

آنکھیں بند کر لیں اور فرمایا تو تباہ ہو جائے اپنے آپ کو ڈھانپ لے یہ سن کر اس عورت نے جواب دیا تیرا کیا جاتا ہے اگر تو آج رات مجھ سے فائدہ اٹھا لے تو بزرگ نے سن کر اپنے نفس سے مخاطب ہو کر کہا اے نفس تو کیا کہتا ہے؟

نفس کہنے لگا اللہ کی قسم میں تو فائدہ اٹھاؤں گا۔

یہ سن کر بزرگ نفس سے مخاطب ہو کر کہنے لگا تو تباہ ہو جائے کیا تو گندھک کے دوزخ کے کپڑے مانگتا ہے؟ آگ کے پاٹ مانگتا ہے۔ میری اتنی عمر کی عبادت ضائع کرنا چاہتا ہے؟ پھر کہنے لگا ہر زانی کی بخشش نہیں اور اس کا عذاب مٹنے کو نہیں میں ڈرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تجھ پر ایسا ناراض ہو کہ پھر کبھی راضی نہ ہو لیکن اس بزرگ کے نفس نے اس کو اس عورت کے متعلق خوب بہکایا تو بزرگ نے نفس سے مخاطب ہو کر پھر کہا میں تیرے سامنے (دنیا کی) چھوٹی آگ پیش کرتا ہوں، اگر تو اس کو برداشت کر گیا تو اس رات اس لڑکی سے نفع حاصل کر لوں گا۔

حضرت کعب احبارؒ فرماتے ہیں کہ اس بزرگ نے یہ کہنے کے بعد "دیئے" (چراغ) کو تیل سے بھر دیا اور بتی کو موٹا کر دیا اس منظر کو وہ عورت بھی دیکھ رہی تھی اور اس بزرگ کی اپنے نفس سے گفتگو بھی سن رہی تھی پھر اس بزرگ نے چراغ کو جلانے کے بعد اپنا ہاتھ اس جلتی بتی پر رکھ دیا یہ بتی جل رہی تھی لیکن اس بزرگ کے ہاتھوں کو نہیں جلاتی تھی۔

یہ دیکھ کر بزرگ چیخ کر کہنے لگے تجھے کیا ہے؟ جلاتی کیوں نہیں؟

تو وہ بتی اس کا انگوٹھا کھا گئی (یعنی جل گیا) پھر اس کی انگلیاں کھا گئی۔ پھر اسکا ہاتھ کھا گئی یہ منظر دیکھ کر اس عورت نے زوردار چیخ ماری اور دنیا سے کوچ کر گئی پھر اس بزرگ نے اس عورت کے جسم کو اس کے کپڑوں سے ڈھانپ دیا۔ جب صبح ہوئی تو ابلیس لعین نے چیخ کر کہا اے لوگو!

فلاں بیٹی سے فلاں عابد شخص نے زنا کیا ہے اور زنا کرنے کے بعد اس کو قتل کر دیا ہے چنانچہ جب یہ خبر بادشاہ تک پہنچی تو بادشاہ اپنے لشکر اور رعایا کے ساتھ سوار ہوا اور عبادت خانے تک پہنچ گیا جہاں وہ راہب عبادت کیا کرتا تھا وہاں پہنچ کر بادشاہ زور سے چیخا تو عابد نے اس کو جواب دیا۔ بادشاہ نے عابد سے پوچھا کہ فلاں کی بیٹی فلاں کہاں ہے؟

عابد نے کہا یہیں یہ میرے پاس موجود ہے۔

بادشاہ یہ سن کر عابد سے کہنے لگا اس کو کہو کہ وہ میرے پاس آئے بزرگ نے کہا وہ مر چکی ہے۔ یہ سن کر بادشاہ کہنے لگا چونکہ وہ زنا کے لیے رضامند نہیں ہوئی حتیٰ کہ تو نے ایک جان کو قتل کر دیا جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ پھر بادشاہ نے غضبناک ہو کر اس عبادت خانہ کو گرا دیا اور عابد کی گردن میں زنجیر ڈالی اور اسے گھسیٹنے لگا اور عورت کی لاش کو وہاں سے اٹھا دیا گیا اور اس عبادت خانے کو گرا دیا گیا۔ اس وقت کے لوگوں کا دستور تھا کی زانی کو آرے کے ساتھ چیر دیا کرتے تھے۔

عابد کا ہاتھ جو رات کے واقعہ میں جل گیا تھا اسے عابد نے ہاتھ کی آستین میں چھپایا ہوا تھا اور وہ عابد واقعہ کی حقیقت کسی کو نہیں بتا رہا تھا چنانچہ آرے کو عابد کے سر پر رکھا اور جلادوں کو حکم دیا گیا کہ آرا چلا دو چنانچہ حکم ملتے ہی جلادوں نے تعمیل کی اور آرا چلا دیا جب آرا عابد کے دماغ تک پہنچا تو اس کی آہ نکل گئی اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کی طرف وحی نازل فرمائی کہ اس کو کہو کچھ نہ بولو میں تیرا صبر دیکھنا چاہتا ہوں اس کے صدمے نے میرے عرش برداروں کو میرے آسمان کے مکینوں کو رلا دیا ہے مجھے میرے غلبے اور جلال کی قسم اگر اس عابد نے دوسری مرتبہ آواز نکالی تو میں آسمانوں کو زمین پر گرا دوں گا، چناچہ اس عابد نے دوسرے مرتبہ آہ نہیں نکالی اور نہ کوئی بات بتائی حتیٰ کہ اس حالت میں اس کا انتقال ہو گیا (رحمۃ اللہ علیہ) چنانچہ جب وہ فوت ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس مردہ عورت میں روح ڈالی (جو عابد کا عمل دیکھ کر دنیا سے کوچ کر گئی تھی) تو عورت نے لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا اللہ کی قسم! یہ مظلوم ہو کر فوت ہوا ہے اس نے زنا نہیں کیا تھا اور میں ابھی تک کنواری ہوں اس کے بعد اس عورت نے گذشتہ رات کا سارا واقعہ لوگوں کے سامنے نقل کیا تو یہ سن کر جب لوگوں نے اس کا ہاتھ نکالا تو جیسا لڑکی نے بتایا تھا ویسا ہی جلا ہوا تھا یہ دیکھ کر لوگ کہنے لگے کہ اگر ہمیں علم ہوتا کہ اصل حقیقت کیا ہے تو ہم کبھی بھی اس کے جسم کو نہ چیرتے۔ عابد دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گر پڑا اور لڑکی بھی جیسے پہلے (مردہ) تھی ویسے ہی ہو گئی۔ پھر ان دونوں کو دفنانے کے لیے قبریں کھودیں گئیں تو اس میں کستوری، عنبر اور کافور کی خوشبوئیں مہک رہی تھیں اور پھر ان کا جنازہ پڑھنے کے لیے ان کی میتوں کو لایا گیا تو ان کو آسمان سے کسی نے منادی کی۔

اصبروا حتی تصلیی علیھا الملائکہ ترجمہ: صبر کرو یہاں تک کہ فرشتے ان کا جنازہ پڑھ لیں۔

اس کے بعد لوگوں نے ان کا جنازہ پڑھا اور دفن کر دیا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی قبر پر چنبیلی کو اُگایا اور لوگوں نے ان کی قبر پر تختہ دیکھا جس پر لکھا ہوا تھا کہ

شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بہت بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے اللہ عزوجل کی طرف سے اپنے بندہ اور اپنے ولی (دوست) کی طرف سے میں نے اپنے عرش کے نیچے ایک منبر لگایا اور اپنے فرشتوں کو گواہ بنایا کہ میں نے جنت الفردوس کی پچاس ہزار (۵۰,۰۰۰) عورتوں سے اس ولی کا نکاح کیا اور میں اپنے فرمانبرداروں اور مقربین کو ایسے ہی انعام واکرام سے نوازتا ہوں۔

سبحان اللہ اس واقعہ کو پڑھ کر ایمان تازہ ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کتنا انعام فرمایا کہ جو اس کی اتباع کرتا ہے اس کے لیے کامیابیاں ہی کامیابیاں ہیں اللہ کے اس ولی نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنے نفس کی اتباع نہیں جس کی وجہ سے وہ رب کا مقرب بن گیا اللہ تعالیٰ اسی طرح تمام مسلمانوں کو نفس کی غلامی سے بچائے اس واقعہ کو پڑھ کر یہ سبق ملتا ہے کہ نفس کی اتباع کبھی نہیں کرنی چاہئے کیونکہ نفس انسان کو ہمیشہ عیش وعشرت اور غلط خواہشات کا دلدادہ بناتا ہے اور پھر نفس کے باعث انسان جہنم کی طرف چلا جاتا ہے۔ نیز آپ اس واقعہ سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ زنا پہلی امتوں میں کتنا قبیح اور برا فعل سمجھا جاتا تھا اور اس کی سزا ان لوگوں نے کتنی سخت رکھی تھی اور اس عابد نے اپنے جسم کو اتنی شدید تکلیف میں مبتلا کیا لیکن جہنم کے خوف کی وجہ سے زنا کی طرف نہیں گیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ جہنم کی ہولناکیاں اپنے اندر کتنی شدت رکھتی ہیں اور جہنم کی آگ کتنی سخت ہے۔ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''النار الکبریٰ'' کہ وہ سب سے بڑی آگ ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ تمہاری یہ (دنیا کی) آگ دوزخ کی آگ کا سترہواں (۷۰) حصہ ہے اے مسلمانان عالم زنا کی شدت اور ہلاکت خیزیوں کا اندازہ قرآن وحدیث اور تاریخ اسلام کے واقعات میں آئے ہوئے ان کھلے اور واضح احکامات کو پڑھ کر ہو جاتا ہے جس سے ہر مسلمان کو یہ فکر کرنی چاہیے کہ وہ اس گناہ عظیم کا مرتکب ہونے سے بچے اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہدایت کے لیے واضح راستے بیان کر دئے ہیں جن پر چل کر انسان خود کو عذاب علیم (دردناک عذاب) سے محفوظ رکھ سکتا ہے پس عقلمند وہی ہے جو گناہوں کی اس پرخار وادی سے اپنا دامن بچا کر گذر جائے۔

(بحوالہ بے حیائی آغاز سے انجام تک)

زنا کرنے والوں کے چند اور دردناک واقعات

واقعہ نمبر ا

ایک ڈاکٹر صاحب کا واقعہ ہے جسے ان کی زبانی نقل کیا جار ہا ہے۔ میں ۱۹۶۱ میں ایک وارڈ میں بطور رجسٹرار کام کرر ہا تھا۔ ایک رات عجیب خواب دیکھا کہ جس کی وجہ سے چھ ماہ تک بیمار رہا۔ خواب میں مجھے ایک قبر کے اندر لے جایا گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک مردہ تڑپ رہا ہے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ سخت اذیت ہے۔ اس کا منہ کھلا ہوا تھا، مگر منہ سے آواز نہیں نکلتی تھی۔ بازو اور ٹانگیں شدید درد کی وجہ سے حرکت میں تھے۔ کافی دیر تک یہی حالت رہی اور پھر کچھ سکون ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد میں نے دیکھا کہ ایک تیسرا شخص ایک چمکدار چابک جیسی چیز اس میت کی پیشاب کی نالی میں داخل کر رہا ہے۔ جس کی اذیت سے وہ مردہ پھر ویسے ہی تڑپنے لگتا ہے۔ مردے کی تکلیف اور اذیت دیکھ کر مجھ سے رہا نہ گیا۔ میں نے اس شخص سے پوچھا کہ "اس میت کو یہ عذاب کیوں دیا جا رہا ہے"

اس نے بتایا کہ "یہ مردہ دنیا کی زندگی میں زنا کار تھا اور جب سے مرا ہے اسے یہی عذاب دیا جار ہا ہے۔"

میں کافی دیر تک یہ معاملہ دیکھتا رہا ، مجھے مردے کی حالت پر بہت رحم آیا۔ ابھی میں یہ سزا دیکھ ہی رہا تھا کہ کسی نے پکڑ کر مجھے زمین پر لٹا دیا اور ویسی ہی چمکدار چابک نما چیز کسی نے میری پیشاب کی نالی میں داخل کر دی۔ مجھے اس شدت کی تکلیف ہوئی کہ میں ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگا۔ آج بھی جب مجھے یاد آتا ہے تو میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بہر حال کافی دیر تک میں تڑپتا رہا۔ جب ہوش آیا تو اپنے بستر کو گیلا پایا اور تکلیف کی شدت ابھی تک محسوس ہو رہی تھی۔ میں سمجھا کہ میرا پیشاب نکل گیا ہے لیکن دیکھا کہ تکیہ تک پانی میں بھیگا ہوا ہے۔

اس کے بعد جب میں نے پیشاب کیا تو وہ خون کی طرح سرخ تھا اور یہ خون والا پیشاب چھ ماہ تک جاری رہا۔ اس دوران میں کمزور ہو گیا۔ ہر قسم کے لیبارٹری ٹیسٹ، گردے، مثانے کے ایکسرے وغیرہ کروائے، بہت سے ڈاکٹر صاحبان سے مشورہ کیا اور علاج کروایا، لیکن نہ تو اس بیماری

کی وجہ معلوم ہوسکی اور نہ ہی افاقہ ہوا۔ اس دوران میں نے ملازمت سے لمبی چھٹی لے لی۔ آخر کار دعا اور توبہ واستغفار کی طرف متوجہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس مصیبت سے نجات دی۔

واقعہ نمبر۲

وہب بن منبہؒ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا کہ اس زمانے میں کوئی عابد اس کے مقابل نہ تھا۔ اس کے وقت میں تین بھائی تھے ان کی بہن تھی جو باکرہ تھی، اس کے سوائے وہ اور بہن نہ رکھتے تھے۔ اتفاقاً ان تینوں بھائیوں کو کہیں لڑائی پر جانا پڑا۔ ان کو کوئی ایسا شخص نظر نہ آیا جس کے پاس اپنی بہن کو چھوڑ جائیں اور اس پر بھروسہ کریں، لہذا سب نے اس رائے پر اتفاق کیا کہ اس کو عابد کے سپرد کر جائیں۔ وہ عابد ان کے خیال کے موافق تمام بنی اسرائیل میں ثقہ اور پرہیزگار تھا۔ چنانچہ اس کے پاس آئے اور اپنی بہن کو حوالے کرنے کی درخواست کی کہ جب تک ہم لڑائی سے واپس آئیں، ہماری بہن آپ کے سایہ عاطفت میں رہے۔ عابد نے انکار کیا اور ان سے ان کی بہن سے خدا کی پناہ مانگی۔ وہ نہ مانے، اور اصرار کرتے رہے کہ ان کی بہن کو اپنی نگرانی میں رکھنا منظور کرلیں۔ حتیٰ کہ عابد نے ان کی درخواست کو منظور کرلیا اور کہا کہ اپنی بہن کو میرے عبادت خانہ کے سامنے کسی گھر میں چھوڑ جاؤ، انھوں نے ایک مکان میں اس کو لا اتارا اور چلے گئے۔

وہ لڑکی عابد کے قریب ایک مدت تک رہتی رہی۔ عابد اس کے لیے کھانا لے کر چلتا تھا اور اپنے عبادت خانہ کے دروازے پر رکھ کر کواڑ بند کر لیتا تھا اور واپس اندر چلا جاتا تھا اور لڑکی کو آواز دیتا تھا اور وہ اپنے گھر سے آکر لے جاتی تھی۔

راوی نے کہا کہ پھر شیطان نے عابد کو بہکانا شروع کیا ابتداءً اور اس کو خیر کی ترغیب دیتا رہا اور لڑکی کا دن میں عبادت خانہ تک آنا اس پر گراں ظاہر کرتا رہا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لڑکی دن میں کھانا لینے کے لئے گھر سے نکلے اور کوئی شخص اس کو دیکھ کر اس کی عصمت میں رخنہ انداز ہو، بہتر یہ ہے کہ اس کا کھانا لے کر اسکے دروازے پر رکھ آیا کرے اس پر اجر عظیم ملے گا۔ غرضیکہ عابد کھانا لے کر اس کے گھر جانے لگا۔ بعد ایک مدت کے پھر شیطان اس کے پاس آیا اور اس کو ترغیب دی اور اس بات پر ابھارا کہ اگر تو اس لڑکی سے بات چیت کیا کرے تو تیرے کلام سے مانوس ہو۔ کیونکہ

اس کو تنہائی سے سخت وحشت ہوتی ہے، شیطان نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا حتیٰ کہ وہ عابد اس لڑکی سے بات چیت کرنے لگا۔ اپنے عبادت خانہ سے اتر کر اس کے پاس آنے لگا۔

پھر شیطان اس کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ بہتر ہے کہ عبادت خانہ کے در پر اور وہ اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھے اور دونوں باہم باتیں کرو تا کہ اس کو انس ہو آخر کار شیطان نے اس کو صومعہ سے اتار کر دروازے پر لا بٹھایا۔ لڑکی بھی گھر سے دروازے پر آئی۔ عابد باتیں کرنے لگا۔ ایک زمانے تک یہ حال رہا ، شیطان نے عابد کو پھر کار خیر کی رغبت دی اور کہا بہتر ہے کہ خود لڑکی کے گھر کے قریب جا کر بیٹھے اور ہمکلامی کرے اس میں زیادہ دلداری ہے۔ عابد نے ایسا ہی کیا، شیطان نے پھر تحصیل ثواب کی رغبت دی اور کہا کہ اگر لڑکی کے دروازے سے قریب ہو جائے تو بہتر ہے تا کہ اس کو دروازے تک آنیکی بھی تکلیف نہ اٹھانی پڑے۔ عابد نے یہی کیا کہ اپنے صومعے سے لڑکی کے دروازے پر آ کر بیٹھتا تھا اور باتیں کرتا تھا۔

ایک عرصے تک یہی کیفیت رہی۔ شیطان نے پھر عابد کو ابھارا کہ اگر عین گھر کے اندر جا کر باتیں کیا کرے تو بہتر ہے تا کہ لڑکی باہر نہ آوے اور کوئی اس کا چہرہ نہ دیکھ پائے، غرض عابد نے شیوہ اختیار کیا کہ لڑکی کے گھر کے اندر جا کر دن بھر اس سے باتیں کیا کرتا۔ اور رات کو اپنے صومعے میں چلا آتا۔ اس کے بعد شیطان اس کے پاس آیا۔ اور لڑکی کی خوبصورتی اس پر ظاہر کرتا رہا۔ یہاں تک کہ عابد نے لڑکی کے زانوں پر ہاتھ مارا اور اس کے رخسار کا بوسہ لے لیا۔ پھر روز بروز شیطان لڑکی کو اس کی نظروں میں آرائش دیتا رہا اور اس کے دل میں غلبہ کرتا رہا۔ حتیٰ کہ وہ اس سے ملوث ہو گیا اور لڑکی نے حاملہ ہو کر ایک لڑکا جنا۔ پھر شیطان عابد کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اب بتاؤ کہ اگر اس لڑکی کے بھائی آ گئے اور اس بچہ کو دیکھا تو تم کیا کرو گے۔ میں ڈرتا ہوں کہ تم ذلیل ہو جاؤ یا وہ تمہیں رسوا کریں۔ تم اس بچہ کو لو اور زمین میں گاڑ دو۔ یہ لڑکی ضرور اس معاملہ کو اپنے بھائیوں سے چھپائے گی۔ اس خوف سے کہ کہیں وہ نہ جان لیں کہ تم اس نے اس کے ساتھ کیا حرکت کی، عابد نے ایسا ہی کیا اور لڑکے کو زمین میں گاڑ دیا۔

پھر شیطان نے اس سے کہا کہ کیا تم یقین کرتے ہو یہ لڑکی تمہاری ناشائستہ حرکت کو اپنے بھائیوں سے پوشیدہ رکھے گی۔ ہرگز نہیں تم اس کو بھی پکڑو اور ذبح کر کے بچے کے ساتھ دفن کر دو۔

غرض اس عابد نے لڑکی کو ذبح کیا اور بچے سمیت گڑے میں ڈال کر اس پر ایک بڑا بھاری پتھر رکھ دیا اور زمین کو برابر کر کے اپنے عبادت خانہ میں جا کر عبادت کرنے لگا۔

ایک مدت گزرنے کے بعد لڑکی کے بھائی لڑائی سے واپس آئے اور عابد کے پاس جا کر اپنی بہن کا حال پوچھا۔ عابد نے ان کو اس کے مرنے کی خبر دی۔ افسوس ظاہر کر کے رونے لگا۔ اور کہا وہ بڑی نیک بی بی تھی، دیکھو یہ اس کی قبر ہے، بھائی قبر پر آئے اور اس کے لئے دعائے خیر کی اور روئے اور چند روز اس کی قبر پر رہ کر اپنے لوگوں میں آئے۔

راوی نے کہا، جب رات ہوئی اور وہ اپنے بستروں پر سوئے تو شیطان ان کو خواب میں ایک مسافر آدمی کی صورت میں بن کر آیا۔ پہلے بڑے بھائی کے پاس گیا۔ اور اس کی بہن کا حال پوچھا۔ اس نے عابد کا اس کے مرنے کی خبر دینا اور اس پر افسوس کرنا اور مقام قبر دکھانا بیان کیا، شیطان نے کہا سب جھوٹ ہے، تم نے کیونکر اپنی بہن کا معاملہ سچ مان لیا۔ عابد نے تمہاری بہن سے بدفعلی کی، وہ حاملہ ہوگئی اور ایک بچہ جنا۔ عابد نے تمہارے ڈر کے مارے اس بچے کو اس کی ماں سمیت ذبح کیا اور گڑھا کھود کر دونوں کو ڈال دیا۔ جس گھر میں وہ تھی اس کے اندر داخل ہونے میں وہ گڑھا داہنی جانب پڑتا ہے۔ تم چلو اور اس گھر میں جا کر دیکھو۔ تم کو وہاں دونوں ماں بیٹے ایک جگہ ملیں گے جیسا کہ میں تم سے بیان کر چکا ہوں۔ پھر شیطان منجھلے بھائی کے خواب میں آیا، اس سے بھی ایسا ہی کہا، پھر چھوٹے کے پاس گیا، اس سے بھی یہی گفتگو کی، جب صبح ہوئی تو سب لوگ بیدار ہوئے اور تینوں اپنے اپنے خواب سے تعجب میں تھے۔ ہر ایک آپس میں ایک دوسرے سے بیان کرنے لگا کہ میں نے رات عجیب خواب دیکھا، سب نے باہم جو کچھ دیکھا تھا بیان کیا۔ بڑے بھائی نے کہا یہ خواب فقط ایک خیال اور کچھ نہیں۔ یہ ذکر چھوڑو اور اپنا کام کرو۔ چھوٹا کہنے لگا کہ میں تو جب تک اس مقام کو دیکھ نہ لوں گا، باز نہ آؤں گا۔ تینوں بھائی چلے، جس گھر میں ان کی بہن رہتی تھی، آئے، دروازہ کھولا اور جو جگہ خواب میں بتائی گئی تھی، تلاش کی اور جیسا ان سے کہا گیا تھا، اپنی بہن اور اس کے بچے کو ایک گڑھے میں ذبح کیا ہوا پایا۔ انھوں نے عابد سے کل کیفیت دریافت کی، عابد نے شیطان کے قول کے بارے تصدیق کی، انہوں نے اپنے بادشاہ سے جا کر شکایت کی عابد صومعے سے نکالا گیا اور اس کو دار پر کھینچنے کے لئے لے چلے۔

جب اس کو دار پر کھڑا کیا تو شیطان اس کے پاس آیا اور کہا کہ تم نے مجھے پہچانا؟ میں ہی تمہارا وہ ساتھی ہوں جس نے تم کو عورت کے فتنے میں ڈال دیا یہاں تک کہ تم نے اس کو حاملہ کر دیا اور ذبح کر ڈالا۔ اب اگر تم میرا کہنا مانو اور تم مجھ کو سجدہ کیا کرو تو میں تم کو اس بلا سے نجات دوں۔ عابد نے سجدہ کیا۔ خدا تعالیٰ سے کافر ہو گیا۔ پھر جب عابد نے کفر باللہ کیا، شیطان اس کو اس کے ساتھیوں کے قبضے میں چھوڑ کر چلا گیا۔ انھوں نے اس کو دار پر کھینچا اور وہ اپنے انجام کو پہنچا۔

(بحوالہ اللہ میری توبہ)

واقعہ نمبر ۳: ایک ماں اور بیٹے کا واقعہ

ایک مشہور مقالہ نگار نے اپنے مقالے میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ امریکہ میں دوران قیام تین دن کی چھٹیاں گزارنے اٹلانٹا سے چارلسٹن گئے۔ ایک ملتانی دوست شریف حسن کے فلیٹ میں میں قیام کیا۔ رات کو پہنچے، صبح ہی صبح پولیس نے سامنے والی بلڈنگ کو گھیر لیا۔ کچھ دیر بعد ایک لاش لے کر چلی گئی۔ میرے دوست نے یہ کہانی سنائی جو اگلے دن وہاں کے اخبار میں شائع ہوئی۔

''اس فلیٹ میں ایک شخص رہا کرتا تھا، اس کی بیوی اور وہ ڈبل روٹی بنانے کے کارخانے کے مالک تھے۔ ان کا ایک لڑکا بھی تھا، جب لڑکا چار سال کا ہوا تو باپ مر گیا۔ اب ماں جس کی عمر شوہر کے مرتے وقت اکیس سال کی تھی، کارخانہ چلاتی تھی اور بچے کی نگرانی اس طرح کرتی کہ کارخانے کے قریب ''ڈے کیئر سینٹر'' میں لڑکے کو چھوڑ کر دن بھر کارخانے میں رہتی اور رات کو لڑکے کے ساتھ اپنے فلیٹ میں ایک بستر پر سوتی۔ ممکن ہے ماں اور بیٹا نیم برہنہ حالت میں سوتے ہوں۔

لڑکے نے بچپن سے لڑکپن تک اور پھر لڑکپن سے نوجوانی اس طرح گزار دی۔ ماں نے لڑکے کو معاشرتی برائیوں سے بچانے کے لیے کسی لڑکی کے پاس نہ جانے دیا اور خود کو اس کے سپرد کر دیا۔

شریف حسن نے بتایا کہ ان دونوں کو بوس و کنار کرتے ہوئے انہوں نے متعدد بار بالکونی میں دیکھا۔ مگر ماں بیٹا سمجھ کر کبھی خیال نہ کیا۔ وہاں معاشرے میں تو ایسی بات قابل اعتراض نہ

تھی۔لڑکا سترہ سال کا ہو گیا۔ماں گو چھتیس سال کی تھی مگر نوجوان لڑکی لگتی تھی۔اپنے بیٹے کو کسی گرل فرینڈ تو کیا کسی غیر مرد سے بھی بات نہ کرنے دیتی۔کارخانے کے پرانے ملازمین کو نکال دیا اور نئے رکھ لیے جنہیں انہوں نے آپس میں فرینڈ کہہ کر اپنا تعارف کرایا۔

اب یہ دونوں ماں بیٹے دوستوں کی طرح ساتھ رہتے تھے،مگر آہستہ آہستہ کبھی تلخ کلامی، مار پیٹ بھی ہو جاتی۔ایک دن ماں نے فلیٹ سے چھلانگ لگا کر جان دے دی۔یہ وہ دن تھا جب ہم چارلسٹن میں تھے۔اخبار میں ایک مزید خبر بھی تھی وہ یہ کہ پوسٹ مارٹم سے معلوم ہوا کہ اماں جان (گرل فرینڈ) سات ماہ کی حاملہ بھی تھی۔

یہ سب سن کر اور پڑھ کر ہم نے فا عتبر و ایا اولی البصار کہا اور امریکہ کی معاشرت پر لعنت بھیجی، جہاں نہ ماں، ماں ہے اور نہ بیٹا، بیٹا۔سب فرینڈ ہیں۔خدا ہم کو اس لعنت سے بچائے یہ کہتے ہوئے ہم اٹلانٹا واپس آ گئے۔

واقعہ نمبر ۴:۔ایک اسرائیلی کا واقعہ

اسرائیل کے ایک عیاش یہودی کو اس وقت دل کا دورہ پڑا جب ہوٹل کے کمرے میں بلائی جانے والی ''کال گرل'' اس کی اپنی بیٹی نکلی۔تفصیلات کے مطابق اسرائیل کے ساحلی علاقے ایلات میں ایک ۴۸ سالہ یہودی تاجر نے ہوٹل میں قیام کے دوران ایک کال گرل کو طلب کیا۔تاہم اس وقت اسے شدید جھٹکا لگا جب دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہونے والی کال گرل اس کی اپنی بیٹی نکلی۔

یہودی تاجر یہ جھٹک برداشت نہ کر سکا اور اسے دل کا دورہ پڑھ گیا۔اسے فوری طور پر ہسپتال لے جایا گیا۔جہاں اس نے بیوی سے اس المناک واقعے کا اعتراف کیا۔اس کی بیوی یہ سن کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔اس نے اس کوشش کے ساتھ کہ اس کی بیٹی سیدھے راستے پر آجائے اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ بھی کر دیا ہے۔

واقعہ نمبر ۵:۔جرمنی کے ایک باشندے کا واقعہ

جرمنی میں دو بچوں کی ماں پر تشدد کرنے والا جنسی جنونی اپنے اندر کی آگ میں پراسرار طور

پر جل کر ہلاک ہو گیا۔ کینیڈا کے میگزین ویکلی ورلڈ نیوز کی رپورٹ کے مطابق ماہرین نے اس واقعے کو از خود احتراق یا خارجی ذریعے کی مدد کے بغیر جل جانے کا انتہائی پراسرار واقعہ قرار دیا ہے۔

تفصیلات کے مطابق جرمنی کے قصبے آخین کے ایک باشندے ہرمان بین ہولٹ نے گزشتہ ہفتے ۲۸ سالہ پڑوسن حنا نامان کے گھر گھس کر اس پر جنسی حملہ کرنا چاہا۔ حنا اس وقت اپنے دو سالہ پیٹر اور ۳ سالہ ہیڈی کے ساتھ ٹی وی دیکھ رہی تھی۔ اس نے ہرمان کو ڈارنے، دھمکانے اور چیخ پکار مچا کر پڑوسیوں کو بلانے کی دھمکی دی، لیکن وہ باز نہ آیا اس نے حنا پر حملہ کر کے اسے فرش پر گرا دیا۔

حنا نے خود کو بچانے کے لیے ابھی پہلی ہی چیخ ماری تھی کہ حملہ آور ہرمان خود ہی درد سے کراہ کر اس کے اوپر سے ہٹ گیا اور اپنا سینا ملنے لگا۔ حنا نے بتایا کہ اس نے زندگی میں اس سے حیرت انگیز اور خوفناک واقعہ نہیں دیکھا اور نہ ہی آئندہ دیکھنے کی توقع رکھتی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اچانک ہرمان کے سینے سے آگ کی لپیٹیں نکلنے لگیں اور وہ چیخ چیخ کر خود کو آگ سے بچانے کے لیے قالین پر تیزی سے کروٹیں بدلنے لگا۔ لیکن اس رگڑ سے آگ اور بھڑک اٹھی اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کا پورا جسم ''اندر کی آگ'' کی لپیٹ میں آ گیا۔

حنا اپنے دونوں بچوں کو تھامے کونے میں کھڑی یہ خوفناک منظر دیکھتی رہی۔ جیسے ہی اس کے حواس بحال ہوئے، اس نے دوڑ کر فائر بریگیڈ کو فون کیا۔ جس کے ساتھ ساتھ پولیس بھی آ گئی۔ لیکن تب تک ہرمان مکمل طور پر جل چکا تھا اور اس کا جلا ہوا ڈھانچہ عبرتناک انداز میں کمرے میں پڑا ہوا تھا۔

پولیس اور فائر بریگیڈ کے سراغ رساں اب تک ہرمان کو لگنے والی اس آگ کی وجوہات معلوم کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے ہیں۔ واقعے کے تھوڑی دیر بعد ایک مقامی اخبار کے رپوٹر جرگسن شلٹ بھی پہنچ گئے۔ جنہوں نے ہرمان کے سوختہ ڈھانچے کی کئی تصاریر بنائیں۔

جرگسن شلٹ کا کہنا ہے کہ اس حیرت انگیز واقعے کی کوئی توجیہہ نہیں کی جا سکتی۔ ہو سکتا ہے کہ یہ خدا کی جانب سے ہرمان بین ہولٹ کو ایک برے کام کی سزا دی گئی ہو۔ ایک پولیس سراغ رساں نے بتایا کہ ہرمان اس واقعے سے قبل ۷ مرتبہ مختلف خواتین پر جنسی حملوں کے الزام کے

تحت گرفتار ہو چکا تھا۔ لیکن اس پر کبھی الزام ثابت نہیں ہو سکا تھا، لہٰذا وہ سزا سے بچتا آرہا تھا۔ حنا کے واقعے نے اسے خود سزا دی اور دو بچوں کی مطلقہ ماں کو بچا لیا۔

حنا کا کہنا ہے کہ جب حملہ آور گھر میں گھسا تو اس کے ہاتھ میں چھوٹا سا پسٹل تھا جو کہ اس کے ساتھ جل کر بدنما ہو چکا ہے۔ حنا نے واقعے کی یاد تازہ کرتے ہوئے بتایا کہ ہرمان نے ٹی وی لاؤنج میں گھستے ہی اسے حکم دیا تھا کہ وہ چیخنے کی کوشش نہ کرے۔ لیکن خاتون نے اسے دھمکی دی کہ اگر اس نے کوئی حرکت کی تو وہ شور مچا کر لوگوں کو جمع کر لے گی۔ لیکن ڈھیٹ حملہ آور نے اس کے بچوں کی جانب پسٹل تان کر اسے قریب آنے پر مجبور کیا اور اس کے قریب آتے ہی اسے دبوچ کر نیچے گرا لیا۔

حنا کا کہنا ہے کہ اس کے معصوم بچوں نے ماں کو بچانے کے لیے اپنی عمر سے بڑھ کر جرأت کا مظاہرہ کیا۔ ہیدی کھڑکی سے چہرہ نکال کر چیخنے لگا۔ جبکہ ۵ سالہ پیٹر ماں کو چھڑانے کے لیے حملہ آور کی پشت پر سوار ہو کر اس پر مکے برسانے لگا۔ جب ہرمان خود جلنے لگا تو اس نے پیٹر کو دور پٹخ دیا، جس کے باعث بچے کی ٹانگ مضروب ہو گئی۔

حنا کا کہنا ہے کہ "ہرمان آخر تک یہ سمجھتا رہا کہ اسے میں نے آگ لگائی ہے، اس لیے جب وہ پوری طرح شعلوں میں گھر گیا تو اس نے میری منت سماجت کرنا شروع کر دی کہ میں نے جس طرح اسے نذر آتش کیا ہے، اسی طرح جادو سے آگ بجھا دوں۔ لیکن میں خود حیرت سے سن کھڑی تھی، مجھے اتنا ہوش بھی نہیں تھا کہ اس کی حالت پر غور کرتی، کجا یہ کہ اسے بچانے کے لیے کچھ کرتی۔"

پولیس سراغ رساں کروگر نے اس بات پر حیرانی ظاہر کی کہ جس قالین پر پورا ایک شخص زندہ جل گیا، وہ جھلسنے سے محفوظ رہا۔ سراغ رسانوں نے اس واقعے کی تفتیش ابھی داخل دفتر نہیں کی، لیکن انہیں اس سلسلے میں کسی بھی جانب سے کوئی تعاون حاصل نہیں ہو رہا ہے۔ حنا نے اس واقعے کی یادوں اور اثرات سے نجات حاصل کرنے کے لیے اپنا گھر تبدیل کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ (ترجمہ شبیر سومرو)

واقعہ نمبر ۶: ایک امیر لڑکی کا واقعہ

علامہ ابن جوزی اپنی کتاب ''ذم الھوی'' میں لکھتے ہیں، ابن نـجیـح نے ایک بااعتماد دوست کا واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا، میرے گھر کے قریب جو قبرستان ہے، اس قبرستان کے مردے اپنی اپنی قبروں سے نکلے ہیں اور ایک جگہ اکھٹے ہو رہے ہیں۔ حتیٰ کہ تمام اہل قبور ایک جگہ اکھٹے جمع ہو گئے۔ پھر انہوں نے گریہ وزاری شروع کر دی اور گڑگڑا کر دربار الٰہی میں دعا کرتے ہیں۔ ''یا اللہ فلاں عورت جو صبح مرگئی ہے وہ ہمارے قبرستان میں دفن نہ ہو۔ یا اللہ ہمیں اس سے بچا لے۔''

یہ گریہ وزاری سن کر میں نے ایک مردے سے پوچھا۔ ''ماجرا کیا ہے، تم کیوں یہ دعا کر رہے ہو''؟

اس نے بتایا۔ ''جو عورت آج مری ہے، جہنمی ہے۔ اگر یہ ہمارے قبرستان میں دفن کر دی گئی تو ہمیں اس کا عذاب دیکھنے میں تکلیف ہوگی۔ اس لیے ہم گریہ وزاری کر رہے ہیں اور گڑگڑا کر دعائیں مانگ رہے ہیں۔

یہ سن کر میں بیدار ہو گیا اور سخت متعجب ہوا۔ صبح ہوئی تو قبرستان کی طرف نکلا اور دیکھا کہ گورکن (قبر کھودنے والے) قبر کھود چکے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا ''یہ کس کے لیے بنائی گئی ہے۔'' انہوں نے بتایا ''ایک مالدار تاجر کی بیوی فوت ہو گئی ہے۔ یہ اس کے لیے قبر کھودی گئی ہے۔'' میں نے ان کو رات والا منظر بتا دیا۔ قبر کھودنے والوں نے واقعہ سن کر قبر بند کر دی۔ اب میں انتظار کرنے لگا کہ کیا ہوتا ہے۔ تھوڑی دیر گزری تو چند آدمی آئے اور گورکنوں سے پوچھا ''قبر تیار ہو گئی؟''

انہوں نے جواباً کہا ''یہاں قبر نہیں بن سکتی، کیونکہ نیچے کیچڑ ہے۔'' وہ آدمی یہ سن کر دوسرے ڈیرے پر چلے گئے۔ چونکہ وہاں بھی خواب والی بات پہنچ چکی تھی، اس لیے انہوں نے بھی قبر کھودنے سے انکار کر دیا۔ پھر وہاں سے وہ آدمی کسی دوسرے قبرستان گئے اور وہاں قبر بنوائی۔ پھر میں جنازے کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔ پھر اچانک شور اٹھا کہ جنازہ آ رہا ہے۔ میں بھی جنازے کے

ساتھ ہو گیا۔ جنازے کے ساتھ ایک جم غفیر تھا۔ میں نے جنازے کے پیچھے ایک خوبرو نوجوان کو دیکھا۔ میرے پوچھنے پر مجھے بتایا کہ اس عورت (میت) کا بیٹا ہے۔ اس کی اور اس کے باپ کی تعزیت کی جا رہی تھی۔ جب میت دفن کر دی گئی تو میں ان دونوں کے قریب گیا اور کہا "میں نے رات ایک خواب دیکھا ہے۔ اگر اجازت ہو تو بیان کر دوں۔"

یہ سن کر باپ نے یعنی مرنے والی کے خاوند نے کہا۔ "مجھے خواب سننے کی ضرورت نہیں۔" لیکن لڑکے نے کہا "سنائیے!" میں اسے تخلیہ میں لے گیا اور خواب بیان کر دیا۔ پھر اس سے کہا "تجھے چاہیئے کہ تو اس بات کی تفشیش کرے اور وجہ معلوم کرے کہ کیوں قبر والوں نے گڑگڑا کر دعائیں کی ہیں۔"

اس نوجوان نے کہا۔ "اور تو مجھے کچھ معلوم نہیں مگر اتنا جانتا ہوں کہ میری ماں شراب نوشی کرتی تھی اور گانے سنتی تھی، نیز دیگر عورتوں پر بہتان لگایا کرتی تھی۔ مگر یہ افعال اتنے سنگین نہیں کہ یہاں تک بات پہنچ جائے کہ مردے بھی دعائیں کریں کہ یہ ہم میں دفن نہ ہو۔ ہاں ہمارے گھر ایک بوڑھی عورت ہے جس کی عمر ننانوے سال کی ہے۔ وہ میری ماں کی دایہ اور خدمتگار تھی۔ اگر آپ چاہیں تو چلیں، چل کر اس سے پوچھیں، شاید وہ میری ماں کا کردار جانتی ہو۔"

پھر ہم دونوں اس نوجوان کے گھر گئے۔ اس نوجوان نے مجھے ایک بالا خانے میں داخل کر دیا۔ وہاں معمر خاتون بیٹھی تھی۔ اس نوجوان نے بڑھیا کو میری طرف متوجہ کیا۔ میں نے خواب بیان کر کے پوچھا "اماں کیا تیرے پاس کچھ معلومات ہیں۔"

یہ سن کر بڑھیا نے کہا۔ "میں اللہ سے دعا کرتی ہوں کہ وہ اسے بخش دے۔ وہ عورت بہت زیادہ بدکار تھی۔" اس پر نوجوان نے بڑھیا سے پوچھا۔ "کیا میری ماں شراب نوشی، گانا سننے اور عورتوں پر بہتان لگانے کے سوا بھی گناہ کرتی تھی؟"

بڑھیا نے کہا۔ "بیٹا اگر تو برا نہ مانے تو میں بتا دیتی ہوں۔ کیونکہ اس آدمی نے جو خواب بیان کیا ہے یہ تیری ماں کے گناہوں کے سامنے معمولی ہے۔" یہ سن کر نوجوان نے کہا "میں چاہتا ہوں کہ تو ہمیں بتائے تاکہ ہم ایسے کردار سے بچ جائیں اور عبرت حاصل کریں۔"

یہ سن کر بڑھیا رونے لگی۔ "خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ میں کئی سال سے توبہ کر چکی ہوں اور مجھے

امید تھی کہ تیری ماں بھی توبہ کر لے گی، مگر اس نے توبہ نہیں کی۔ اب میں تمہیں تین کارنامے تیری ماں کے سناتی ہوں۔''

تو اس بڑھیا نے اس عورت کے لڑکے کو مخاطب کر کے کہا ''تیری ماں بہت بڑی بدکار تھی۔ ہر دن ایک دو نوجوان اس کے گھر آتے تھے، جن سے وہ اپنی خواہش پوری کرتی تھی اور تیرا باپ بازار میں کام کرتا تھا۔ پھر تو جب جوانی کو پہنچا تو تو نہایت وجیہہ نوجوان تھا۔ میں دیکھا کرتی تھی کہ تیری ماں تیری طرف شہوت کی نظر سے دیکھا کرتی تھی۔ حتیٰ کہ ایک دن تیری ماں نے مجھے کہہ دیا کہ ''میں اپنے بیٹے پر فریفتہ ہو گئی ہوں، لہٰذا کسی طریقے سے اس کو میری طرف راغب کر۔''

میں نے سن کر تیری ماں سے کہا۔ ''بیٹی یہاں تک کیوں جاتی ہے۔ تیرے لیے اور بہت سارے نوجوان ہیں، جن سے تو اپنی خواہش پوری کرا سکتی ہے۔ لہٰذا بیٹی تو اللہ تعالیٰ سے ڈر اور اس ارادے سے باز آ۔'' تو تیری ماں کہتی تھی ''نہیں، مجھے اس کے سوا صبر نہیں۔''

تو میں نے تیری ماں سے پوچھا ''تو اس مقصد میں کیسے کامیاب ہو سکتی ہے، حالانکہ تیرا بیٹا ابھی نوعمر ہے۔ تو خواہ مخواہ بدنام ہو گی۔ لہٰذا خدا کے لیے اس ارادے سے باز آ جا۔'' تو تیری ماں نے مجھ سے کہا ''اماں تو میری مدد کرے تو میں کامیاب ہو سکتی ہوں۔'' میں نے پوچھا ''کیا حیلہ کیا جائے؟'' تو تیری ماں نے کہا ''فلاں گلی کے مکان میں ایک عرضی نویس ہے وہ رقعے (خط) لکھ کر مردوں کو عورتوں سے ملاپ کراتا ہے اور اجرت لیتا ہے تو اس کو کہہ کہ وہ میرے بیٹے کو تحریر لکھے اور نام لیے بغیر کہے کہ ایک دوشیزہ تجھ سے عشق کی حد تک محبت کرتی ہے وہ تجھ سے فلاں جگہ فلاں وقت ملاپ چاہتی ہے۔''

اس بوڑھی عورت نے کہا کہ میں نے ایسا ہی کیا اور جب تجھے میں نے وہ خط دیا تو، تو بھی فریفتہ ہو گیا اور تو نے لکھ دیا کہ ''مجھے منظور ہے۔ فلاں وقت میں آ جاؤں گا۔'' تو میں نے تیری ماں کو وہ خط لا کر دے دیا۔

تیری ماں نے جواب پڑھ کر کہا ''اماں تم میرے بیٹے سے کہو کہ فلاں وقت، فلاں جگہ آ جائے اور تو فلاں بالاخانہ اچھی طرح تیار کر اور اس میں پھل اور خوشبو وغیرہ کا انتظام بھی کر اور تو میرے بیٹے کو یہ بھی کہے کہ جس عورت نے تجھے بلایا ہے وہ ابھی دوشیزہ ہے، وہ روشنی پسند نہیں کرتی،

بلکہ یہ کام اندھیرے میں بہتر ہے تاکہ تمہارے والدین کو تم پر شک نہ گذرے۔''

پھر میں تیرے پاس آئی تھی تو تو نے یہ بات مان لی اور رات کا وقت مقرر ہوا۔ میں نے تیرا جواب تیری ماں کو پہنچایا تو اس نے بہترین کپڑے پہنے اور عمدہ خوشبو لگائی اور وہ اس بالا خانہ میں پہنچ گئی اور پھر تو بھی پہنچ گیا اور پھر داد و عیش سحری تک جاری رہا۔ پھر تو وہیں سو گیا تو میں نے صبح کے وقت آ کر تجھے جگایا۔ پھر چند دنوں کے بعد تیری ماں نے مجھ سے کہا ''اماں، میں اپنے بیٹے سے حاملہ ہو گئی ہوں۔ اب میں کیا کروں؟''

تو میں نے کہا ''مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آ رہی کہ تو کیا کرے۔'' لیکن تیری ماں کسی حیلے بہانے سے تجھ سے اپنی خواہش کرتی رہی۔ حالانکہ ولادت کا وقت قریب آ گیا تو تیری ماں نے تیرے باپ سے کہا کہ ''میں بیمار ہوں، میں چاہتی ہوں کہ کچھ دن اپنی ماں کے پاس رہ آؤں۔'' تو تیرے باپ نے اجازت دے دی۔ پھر میں اور تیری ماں تیری نانی کے گھر چلی گئیں۔ وہاں ایک کمرے میں رہائش رکھ لی اور جب ولادت کا وقت آیا تو میں ایک دایہ کو بلا کر لائی تو تیری ماں کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا جو کہ تیری ماں نے مار دیا اور پھر ہم نے وہ بچہ دفن کر دیا۔ کچھ دن گزرے کہ تیری ماں نے مجھ سے کہا۔ ''اب پھر میں اپنے بیٹے سے خواہش پوری کرنا چاہتی ہوں۔'' تو میں نے کہا۔ ''بیٹی جو کچھ ہو چکا وہ تیرے لیے کافی نہیں؟'' تو تیری ماں نے کہا۔ مجھے صبر نہیں ہے اور پھر اسی طرح یہ سلسلہ شروع ہو گیا۔۔۔ الخ

پھر جب وہ بڑھیا دوسرا واقعہ سنانے لگی تو اس عورت کے بیٹے نے یہ کہہ کر بات ختم کر دی ''اماں بس کر۔۔۔۔ اتنا ہی کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ میری ماں پر لعنت کرے اور ساتھ تجھ پر بھی لعنت ہو۔'' یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا اور میں بھی اس کے ساتھ اٹھ کر آ گیا۔ کاش کہ وہ بڑھیا دوسرے دو واقعات بھی سنا دیتی۔ (بحوالہ ذم الھوی)

واقعہ نمبر ۷:۔ ایک عورت کا دردناک واقعہ

حضرت عائشہؓ کی خادمہ کا بیان ہے کہ ہم لوگ حضرت عائشہ کے پاس ایک دفعہ بیٹھے تھے، ان کے بالوں کو درست کر رہے تھے کہ ایک عورت آئی اور کہنے لگی ''اے ام المؤمنین! مجھے اللہ

اور پھر آپ کے علاوہ کسی کی مدد کی کوئی امید نہیں۔'' یہ کہہ کر اس نے اپنی گردن سے کپڑا اہٹایا تو ایک سانپ لپٹا ہوا تھا پھر کہنے لگی کہ ''جب میں اس کو دور کرنے کے لیے ہاتھ بڑھاتی ہوں تو سانپ منہ کھول لیتا ہے، جیسے وہ مجھے کھالے گا۔''

حضرت عائشہؓ نے فرمایا ''اللہ تمہارا برا کرے، تم نے کیا کیا تھا؟''

اس نے کہا ''اے ام المؤمنین! میں آپ سے جھوٹ نہیں بول سکتی۔ سچی بات یہ ہے کہ میرے شوہر سفر میں ہیں۔ میں نے زنا کیا۔ اس سے بچہ ہوا تو میں نے اس کو قتل کر دیا، اب جب فلاں مقام پر پہنچی تو وہ سانپ میری گردن سے چمٹ گیا۔''

یہ سن کر حضرت عائشہ نے ہمیں مخاطب کر کے فرمایا کہ ''اس کو جلدی سے یہاں سے نکال دو۔''

ہم نے اس کو نکال دیا تو حضرت عائشہ نے اپنے ایک غلام کو اس عورت کے پیچھے یہ کہہ کر روانہ کر دیا کہ ''اس کے پیچھے پیچھے جاؤ اور جب تک یہ اس جگہ تک نہ پہنچے جہاں سے یہ سانپ اس سے چمٹا ہے تم واپس نہ آنا۔''

وہ غلام نکلا، سانپ چمٹنے کی جگہ جب عورت پہنچی تو سانپ اس کی گردن سے الگ ہو گیا اور زمین پر دم پر کھڑے ہو کر زوردار آواز میں پھنکارا تو کچھ جانور اس طرف نکل آئے۔ غلام کا بیان ہے کہ میں نے سوچا کہ یہ پورے علاقے میں ابھی دہشت پھیلا دیں گے۔ لیکن وہ جانور صرف اس عورت کی طرف بڑھے اور اس کے گوشت کو جی بھر کے کھایا۔ یہاں تک کہ میں نے صرف عورت کی سفید ہڈیاں دیکھیں۔ غلام نے یہ سارا واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر حضرت عائشہؓ کو بتایا۔

(العقوبات الالھیۃ)

واقعہ نمبر ۸:۔ ایک اور عورت کا دردناک واقعہ

جویریہ بن اسماء اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں حج کے لیے قافلے کے ساتھ نکلا۔ راستے میں ہم نے ایک جگہ پڑاو ڈالا۔ ہمارے ساتھ ایک عورت بھی تھی، سو وہ سو کے اٹھی تو ایک زہریلا سانپ اس سے چمٹا ہوا تھا۔ سانپ نے اپنے سر اور دم کو اس کی چھاتیوں کے

درمیان ملائے رکھا تھا۔ ہم بڑے خوفزدہ ہوگئے۔ وہاں سے کوچ کر گئے۔

سانپ اسی طرح سے اس عورت سے چمٹا ہوا تھا۔ کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا رہا تھا۔ یہاں تک کہ ہم حدودِ حرم میں داخل ہوگئے تو سانپ عورت کو چھوڑ کر کہیں گم ہوگیا۔ ہم نے مکہ مکرمہ، مناسک حج ادا کیے۔ اس کے بعد واپس روانہ ہوئے۔ جب ہم اس جگہ پہنچے جہاں آتے وقت عورت سے سانپ چمٹ گیا تھا تو ہم نے اتفاقاً وہاں پر پڑاؤ ڈالا۔ عورت بے خوف سو رہی تھی، اٹھی تو سانپ چمٹا ہوا تھا۔

اس بار سانپ نے زور سے پھنکارا تو وادی سے ہماری طرف بے شمار سانپ نکل آئے، جنہوں نے (کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا) صرف اس عورت کو کاٹ کاٹ کر ختم کر دیا۔ یہاں تک کہ اس کی صرف ہڈیاں رہ گئیں تو ہم نے اس کی باندی جو اس کے ساتھ تھی، اس سے پوچھا کہ "تیرا برا ہو تو ہمیں اس عورت کے بارے میں کچھ بتا کہ یہ کون تھی؟"

باندی نے کہا کہ "اس عورت نے تین مرتبہ زنا کیا۔ تینوں مرتبہ بچہ ہوا۔ اس نے ہر مرتبہ بچے کو چولہے میں آگ بھڑکا کر اس میں ڈال دیا۔ (العقوبات الالھیۃ،)

واقعہ نمبر ۹:۔ ایک گناہگار نوجوان کا واقعہ

فقیہ ابو اللیثؒ سے مروی ہے، حضرت عمرؓ ایک مرتبہ حضور ﷺ کی خدمت میں روتے ہوئے حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ اے عمر! کیوں روتے ہو؟ عرض کی، حضور (ﷺ)! دروازے پر کھڑے ہوئے جوان کی گریہ وزاری نے میرا جگر جلا دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اسے اندر لاؤ! جب جوان حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے پوچھا، اے جوان! تم کس لیے رو رہے ہو؟ عرض کی حضور! میں اپنے گناہوں کی کثرت اور رب ذوالجلال کی ناراضگی کے خوف سے رو رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا تو نے شرک کیا ہے؟ کہا نہیں یا رسول اللہ ﷺ کیا تو نے کسی کو ناحق قتل کیا ہے؟ آپ ﷺ نے دوبارہ پوچھا۔ عرض کیا نہیں یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تیرے گناہ ساتوں آسمان، زمینوں اور پہاڑوں کے برابر ہوں تب بھی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے بخش دے گا۔

جوان بولا یا رسول اللہ ﷺ! میرا گناہ ان سے بھی بڑا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تیرا گناہ بڑا

ہے یا کرسی؟ عرض کی میرا گناہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا تیرا گناہ بڑا ہے یا عرشِ الٰہی؟ عرض کی میرا گناہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا تیرا گناہ بڑا ہے یا رب ذوالجلال؟ کہا رب ذوالجلال بہت عظیم ہیں! حضور ﷺ نے فرمایا بلاشبہ جرم عظیم کو رب عظیم ہی معاف فرماتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا، پھر تم مجھے اپنا گناہ تو بتلاؤ۔ عرض کی، حضور ﷺ! مجھے آپ ﷺ کے سامنے عرض کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کوئی بات نہیں، تم بتلاؤ۔ عرض کی حضور ﷺ! میں سات سال سے کفن چوری کر رہا ہوں۔ انصار کی ایک لڑکی فوت ہوگئی تو میں اس کا کفن چُرانے جا پہنچا۔ میں نے قبر کھود کر کفن لے لیا اور چل پڑا۔ کچھ دور گیا تھا کہ شیطان مجھ پر غالب آ گیا اور الٹے قدم واپس پہنچا۔ اور لڑکی سے بدکاری کی۔ میں گناہ کر کے ابھی چند ہی قدم چلا تھا کہ لڑکی کھڑی ہوگئی اور کہنے لگی اے جوان! خدا تجھے غارت کرے تجھے اس نگہبان کا خوف نہیں آیا جو ہر مظلوم کو ظالم سے اس کا حق دلاتا ہے۔ تو نے مجھے مردوں کی جماعت سے برہنہ کر دیا اور دربار خداوندی سے ناپاک کر دیا۔ حضور ﷺ نے جب سنا تو فرمایا دور ہو جا اے بدبخت! تو نار جہنم کا مستحق ہے۔

جوان وہاں سے روتا ہوا اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوا نکل گیا۔ جب اسے اسی حالت میں چالیس دن گزر گئے تو اس نے آسمان کی طرف نگاہ کی اور کہا۔ اے محمدؐ و آدم ابراہیم علیہ السلام کے رب! اگر تو نے میرے گناہ کو بخش دیا ہے تو حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ کو مطلع فرما۔ وگرنہ آسمان سے آگ بھیج کر مجھے جلا دے اور جہنم کے عذاب سے بچا لے۔ اسی وقت حضرت جبریل علیہ السلام آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ آپ ﷺ کا رب آپ ﷺ کو سلام کہتا ہے اور پوچھتا ہے کہ مخلوق کو تم نے پیدا کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ بلکہ مجھے اور تمام مخلوق کو اللہ نے پیدا کیا ہے اور اسی نے رزق دیا ہے۔ تب جبریل علیہ السلام نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے جوان کی توبہ قبول کر لی ہے۔ پس حضور ﷺ نے جوان کو بلا کر اسے توبہ کی قبولیت کا مژدہ سنایا۔

واقعہ نمبر ۱۰:۔ ایک فاحشہ عورت کا سبق آموز واقعہ

حضرت حسنؒ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک فاحشہ عورت تھی جو بہت ہی خوبصورت تھی۔ جب تک سو (۱۰۰) دینار نہ لیتی کسی کو اپنے پاس نہ آنے دیتی۔ اسے ایک عابد

نے دیکھا اور اس پر عاشق ہوگیا اور محنت مزدوری کر کے سو (۱۰۰) دینار جمع کیے۔ پھر اس عورت کے پاس آیا اور کہا تیرا حسن مجھے بھا گیا تھا۔ میں نے محنت مزدوری کر کے سو (۱۰۰) دینار جمع کر لیے ہیں۔اس نے کہا لے آؤ۔ وہ شخص اس کے یہاں پہنچا اس کا ایک سونے کا تخت تھا جس پر وہ بیٹھا کرتی تھی، اسے بھی اس نے اپنے پاس بلایا۔ جب عابد آمادہ ہوا اور اس کے پاس جا بیٹھا تو ناگاہ اسے اللہ کے سامنے قیامت کے دن کھڑا ہونا یاد آ گیا اور فوراً اس کے بدن میں رعشہ پڑ گیا اور کہا مجھے جانے دے، سو (۱۰۰) دینار تیرے ہیں۔ اس نے کہا تجھے کیا ہوگیا تو نے تو کہا تھا کہ میں تجھے پسند آ گئی اور تو نے محنت مزدوری کر کے دینار جمع کیے اور جب مجھ پر قادر ہوا تو یہ حرکت کی۔ کہا اللہ کا خوف طاری ہو گیا اور اللہ کے سامنے جانے کا اندیشہ غالب آ گیا۔ میرے دل میں تیری عداوت پیدا ہوگئی، اب تو ابغض الناس ہے میرے نزدیک اس نے کہا اگر تو سچا ہے تو میرا شوہر بھی تیرے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔

اس نے کہا مجھے نکل جانے دے۔ اس نے کہا مجھ سے نکاح کرنے کا وعدہ کر جاؤ کہا عنقریب ہو جائیگا۔ پھر سر پر چادر ڈالی اور اپنے شہر چلا گیا۔ وہ عورت بھی توبہ کر کے اس کے پیچھے اس کے شہر روانہ ہوئی۔ اس شہر میں پہنچ کر لوگوں سے اس عابد کا حال دریافت کیا۔ لوگوں نے اسے بتایا۔ اس عورت کو ملکہ کہتے تھے۔ عابد سے بھی کسی نے کہا کہ تمھیں ملکہ تلاش کرتی پھرتی ہے۔ انھوں نے جب اسے دیکھا، فوراً ایک چیخ ماری اور جان بحق تسلیم کی۔

وہ عورت ناامید ہوگئی۔ پھر اس نے کہا یہ تو مر ہی گئے۔ ان کا کوئی رشتہ دار بھی ہے۔ لوگوں نے کہا اس کا بھائی بھی فقیر آدمی ہے، کہنے لگی اس کے بھائی کی محبت کی وجہ سے اس سے نکاح کروں گی۔ چنانچہ اس سے نکاح کیا جس سے سات لڑکے پیدا ہوئے۔ سب کے سب نیک بخت صالح تھے۔ (بحوالہ اللہ کے نافرمانوں کے عبرت ناک واقعات)

جہنم میں لے جانے والا پانچواں عمل

رشوت کا لین دین کرنا

قرآن وحدیث میں رزق حلال اور پاکیزہ غذا اختیار کرنے پر زور دیا گیا ہے کیونکہ غذا کا اثر انسان کے قلب ودماغ پر پڑتا ہے۔ غذا کا اثر انسان کی اولاد پر پڑتا ہے، غذا کا اثر انسان کے اعمال پر پڑتا ہے، اگر غذا حرام اور ناپاک ہوگی تو دل سیاہ ہوگا اس میں قساوت اور ظلمت آجائے گی، قبول ہدایت کی صلاحیت اور استعداد ختم ہو جائے گی، دماغ میں ناپاک خیالات پرورش پائیں گے، جذبات کا رخ شیطان اور شہوات کی طرف بدل جائے گا۔ اعمال خیر کی توفیق سلب ہو جائے گی، نیکی کا کرنا مشکل اور بدی کا کرنا آسان معلوم ہوگا، اولاد نافرمان ہوگی، وہ چوری چکاری اور دھنگا فساد کی عادی ہو جائے گی۔ لیکن اگر رزق حلال میسر ہو تو دل میں رقت ولطافت پیدا ہوتی ہے۔ دل خوف وخشیت سے لبریز ہو جاتا ہے، ہدایت کی باتیں سن کر اس میں نور پیدا ہوتا ہے۔ کلام اللہ کی آیات اور رسول اکرم ﷺ کی احادیث سن کر وہ اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے، شکر وصبر اور استغناء کے جذبات اس میں پرورش پاتے ہیں، دماغ میں پاکیزہ خیالات آتے ہیں، انوار ربانی کی بارش برستی محسوس ہوتی ہے، اعمال صالحہ کی توفیق میسر آتی ہے، عبادت کا کرنا بہت آسان اور معصیت کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے، اولاد فرمابردار اور نیک ہوتی ہے، دل میں ایک عجیب سا سکون اور کیف محسوس ہوتا ہے، نہ کسی حاکم کی ناراضگی کا اندیشہ ستاتا ہے نہ پکڑے جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔

قرآن کریم میں ہے: یا یھا الرسول کلوا من الطیبٰت و اعملوا صالحا. اے رسولؐ پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو۔

اس آیت کریمہ میں پہلے پاکیزہ چیزیں کھانے کا حکم ہے اس کے بعد نیک اعمال کرنے کا حکم ہے۔ بظاہر کھانے اور عمل کرنے میں کوئی مناسبت نہیں لیکن علماء فرماتے ہیں کہ اعمال صالحہ کو

رزق حلال کے ساتھ خصوصی مناسبت اور تعلق ہے۔ جب رزق حلال استعمال کیا جاتا ہے تو اعمال صالحہ کی توفیق ملتی ہے۔

اسی طرح دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: یایھا الذین اٰمنوا کلو من طیبٰت ما رزقنکم و اشکروا اللہ ان کنتم ایا ہ تعبدون اے ایمان والو! کھاؤ پاکیزہ چیزیں جو روزی ہم نے تم کو دی اور اللہ کا شکر و کرو اگر تم اسی کے بندے ہو۔

اس آیت کریمہ میں بھی پہلے پاکیزہ چیزیں کھانے کا حکم دیا گیا ہے اس کے بعد شکر کرنے کا حکم ہے ایک تو اس کا بڑا احسان ہے کہ اس نے صاف ستھری اور پاکیزہ روزی عطا فرمائی دوسرا اس کیلئے کہ شکر کی توفیق تب ملتی ہے جب حلال روزی استعمال کی جائے۔ حرام کھانے والے کو کبھی شکر کی توفیق نہیں ملتی وہ ہمیشہ شاکی رہتا ہے، اس کے پاس سب کچھ ہوتا ہے لیکن وہ پھر بھی یہی کہتا ہے کہ میں پریشان ہوں حالات خراب ہیں ضروریات پوری نہیں ہوتیں مقروض رہتا ہوں لیکن رزق حلال والے کے پاس بہت تھوڑا ہوتا ہے مگر اس کا دل سکون اور قناعت سے لبریز ہوتا ہے وہ اپنے مالک کا شکریہ ہی ادا کرتا رہتا ہے کہ اس نے اسے اتنا نوازا ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے بارگاہ رسالت میں ایک دفعہ درخواست کی تھی یا رسول اللہ ﷺ میرے لئے علم دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مستجاب الدعوات کر دے نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے سعد اپنا کھانا حلال اور پاک بنا دو مستجاب الدعوات ہو جاؤ گے۔

جو شخص چالیس روز رزق حلال کھائے جس میں ذرہ بھر بھی حرام کی آمیزش نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو منور کر دیتا ہے اور اس کی زبان سے حکمت کے چشمے جاری کر دیتا ہے اور اہل و عیال کے لئے حلال روزی تلاش کرنے والا مجاہد فی سبیل اللہ کے برابر ہے۔

اکل حلال کا اس دنیا میں نقد صلہ یہ ملتا ہے کہ اللہ، تعالیٰ ان کے قلوب کو منور فرما دیتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی زبان سے حکمت کے چشمے جاری ہو جاتے ہیں۔

اکل حلال سے نورانیت پیدا ہوتی ہے۔ حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ فرماتے ہیں کہ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ ایک حکایت بیان فرماتے تھے کی دیوبند میں ایک عبداللہ شاہ نامی شخص تھے جو روزانہ گھاس کاٹ کر آٹھ پیسے کا فروخت کرتے تھے جس میں چار پیسے اپنی والدہ کو۔ اور دو پیسے خدا کے

واسطے فقیروں کو دیتے اور دو پیسے اپنے لئے رکھتے تھے ایک مرتبہ انھوں نے ان حضرات سے کہا کہ مولوی صاحبو! میں آپ صاحبان کی دعوت کرنا چاہتا ہوں ان حضرات نے کہا حضرت آپ کی گنجائش کہاں جو دعوت کریں گے فرمایا جو خیرات کے پیسے ہیں جمع کرلوں گا، سب نے منظور کرلیا چنانچہ عبداللہ نے پانچ آنے جمع کئے اور پیسے لاکر دے دیئے کہ میرے اہل وعیال تو ہیں نہیں آپ لوگ خود میٹھے چاول پکا کر کھالیجئے اور دعوت کا انتظام مولانا یعقوب صاحب کے سپرد ہوا۔ حضرت مولانا نے اس میں بڑی احتیاط سے کام لیا کوری ہانڈی منگوائی گئی اور پکانے والے کو وضو کرایا جب وہ کھانا تیار ہوا تو دو دو لقمے سب نے اس میں سے کھائے۔

حضرت مولانا فرماتے تھے کہ دو لقمے کھا کر مہینہ بھر تک ایک نور دل میں رہا جی چاہتا تھا کہ سب ماسوی اللہ کو چھوڑ کر یکسو ہو جاؤں میں نے اپنے دل میں کہا کہ یا اللہ جس کی پاک کمائی کے دو لقموں میں یہ نورانیت ہے اس شخص کے قلب کی کیا کیفیت ہوگی جو دونوں وقت یہی کھانا کھاتا ہے۔ یہ ہے حلال کھانے کی برکات۔

رزق حلال کی اسی اہمیت کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے رزق حلال کی طلب کو فرض قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے: **طلب الحلال فریضۃٌ علیٰ کل مؤمن** حلال کو طلب کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: **طلب کسب الحلال فریضۃٌ بعد الفریضۃ** (نماز روزہ جیسے) فرائض کے بعد کسب حلال کا طلب کرنا بھی فرض ہے۔

جہاں حضور اکرم ﷺ نے رزق حلال کی طلب کو فرض قرار دیا ہے اور اس کی نورانیت اور برکات کو بیان فرمایا ہے وہیں آپ نے حرام روزی سے بچنے کی تلقین کی ہے اور اس کی نحوست اور مکروہ اثرات بیان فرمائے ہیں۔

حرام کھانے والا ایسا بدبخت اور بدنصیب ہے کہ اس کی نہ تو نماز قبول ہوتی ہے نہ نیک اعمال اور صدقہ وخیرات قبول ہوتا ہے نہ اس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ کہیں یہ نہ سمجھئے گا کہ مولوی صاحب اپنی طرف سے فتوے جڑ رہے ہیں اور مبالغہ کرکے ہمیں خواہ مخواہ ڈرا رہے ہیں۔ یہ سب کچھ میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا بلکہ یہ تمام وعیدیں سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمائی ہیں۔

جو حرام کا ایک لقمہ بھی کھائے گا اس کی چالیس راتوں کی نماز قبول نہ ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ایک دوسرے موقع پر یوں فرمایا کہ: جو شخص دس درھم میں کوئی کپڑا خریدے اور اس میں ایک درھم حرام کا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی کوئی نماز قبول نہیں فرمائیں گے جب تک وہ کپڑا اس کے اوپر رہے گا۔ جو بندہ حرام لقمہ اپنے پیٹ میں داخل کر لیتا ہے تو اس کے چالیس دنوں کا کوئی نیک عمل قبول نہیں ہوتا۔ (مسند احمد)

حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: جس کا کھانا حرام، پینا حرام، لباس حرام اور غذا حرام ہو تو اس کی وجہ سے اس کی دعا کیسے قبول کی جا سکتی ہے۔

(مسلم شریف)

اور فرمایا کہ: جو شخص مال گناہ سے کماتا ہے پھر وہ اس سے عزیزوں کی امداد یا صدقہ کرتا ہے یا خدا کی راہ میں خرچ کرتا ہے یہ سب قیامت کے دن جمع کیا جائے گا اور اس کے ساتھ جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (ابوداؤد)

امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جنت میں وہ جسم نہ جائے گا جس نے حرام غذا سے پرورش پائی۔

قرآن حکیم میں بھی حرام کھانے والوں کو شدید وعید سنائی ہے۔ اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طور پر نہ کھاؤ، اور جو کوئی سرکشی اور ظلم کے طور پر ایسا کرے گا ہم عنقریب اس کو آگ میں ڈالیں گے۔ اور اس طرح کرنا اللہ رب العزت کے لئے آسان ہے۔

یہ ساری وعیدیں اپنی جگہ مگر صورت حال یہ ہے کہ جن لوگوں کو حرام کا چسکا لگ جاتا ہے انہیں حلال میں مزہ ہی نہیں آتا بلکہ انہیں حرام ہی میں لذت آتی ہے شاید اسی لئے ہمارے بعض بزرگوں کا طریقہ یہ رہا ہے کہ وہ جب مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے مسجد کے باہر جوتے اتارتے ہیں تو انہیں چوروں کے لئے حلال کر جاتے اور ان کا ذاتی تجربہ یہ ہے کہ جوتے چوری سے محفوظ رہتے ہیں اور اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں چونکہ چور کے منہ کو تو حرام لگا ہوا ہے اور اسے حرام ہی کی تلاش ہے اگر اسے حلال کی تلاش اور طلب ہوتی تو وہ محنت کرتا، مزدوری کرتا، ٹھیلہ لگاتا، ٹوکری اٹھاتا ملازمت کرتا مگر چوری نہ کرتا لیکن اس کو تو حلال کی تلاش ہی نہیں بلکہ صرف حرام کی طلب ہے، تو

جب آپ نے اپنے جوتے اس کے لیے حلال کر دیئے تو وہ انہیں ہاتھ بھی نہیں لگائے گا اس لئے نہیں کہ اسے پتا چل جاتا ہے یہ جوتے مالک نے میرے لیے حلال کر دیئے ہیں بلکہ اس لئے کہ اس کا مزاج اور معدہ بگڑ کر اس قدر خراب ہو چکا ہے کہ وہ حلال غذا کو قبول ہی نہیں کرتا جیسے بیماری کی وجہ سے بعض لوگوں کا معدہ خراب ہو جاتا ہے تو پھر وہ اچھی غذا کو قبول ہی نہیں کرتا۔

اسی طرح کا معاملہ ایک بھنگی کا مشہور ہے کہ ہمہ وقت گندگی اور نجاست میں رہنے کی وجہ سے اس کی قوت شامہ ایسی بگڑ گئی تھی کہ اب وہ خوشبو کو برداشت ہی نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ جب وہ ایک روز عطر فروشوں کے بازار سے گزرا تو بے ہوش ہو کر گر پڑا لوگوں نے اسے ہوش میں لانے کے لئے بڑے جتن کیے مگر کوئی تدبیر بھی کارگر ثابت نہ ہوئی، اتفاق سے اسی وقت اس کے ہم پیشہ شخص کا وہاں سے گزر ہوا اس نے مجمع دیکھا تو قریب جا کر صورت حال معلوم کی کہ اس کا ایک بھائی بے ہوش پڑا ہے اور کسی صورت ہوش میں نہیں آ رہا تو وہ خاموشی سے وہاں سے کھسک گیا اور کہیں سے تھوڑی سی نجاست لے آیا جب اس نے وہ نجاست اپنے بے ہوش بھائی کے ناک سے قریب کی اور اس کا اثر اس کی قوت شامہ نے محسوس کیا تو وہ ایک دم ہوش میں آ گیا۔ یہی مثال حرام خور کی ہے زندگی بھر حرام خوری میں مبتلا رہنے کی وجہ سے اسے ناجائز مال میں لذت محسوس ہونے لگتی ہے لیکن یہ لذت اس لئے محسوس ہوتی ہے کہ اس نے حلال روزی کی نورانیت اور برکت اور لذت کو پوری طرح محسوس ہی نہیں کیا اگر ایسا ہو جائے اور وہ کچھ وقت کے لئے حرام چھوڑ کر حلال پر اکتفا کر لے تو وہ قلب و دماغ میں حلال کی ایسی خوشبو اور نورانیت محسوس کرے گا کہ زبان حال و قال سے پکار اٹھے گا۔

میں دن رات رہتا ہوں جنت میں گویا.......... مرے باغ دل میں وہ گلکاریاں ہیں

لیکن ان بدبختوں کو حرام چھوڑنے اور حلال پر اکتفا کرنے اور اس کی روحانی کیفیات سے لطف اندوز ہونے کا کبھی موقع ہی نہیں ملا اس لئے یہ گندگی اور نجاست کے دریا ہی میں خوش ہیں اور اسے اپنی قابلیت اور ذہانت اور چالاکی سمجھتے ہیں۔

جیسے مولانا جلال الدین رومی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک مکھی کی خام خیالی کی حکایت لکھی ہے:

ایک جگہ ایک گدھے نے پیشاب کیا اس کی مقدار اس قدر تھی کہ گھاس کے تنکے اس کے

بھاؤ کی رو میں بہنے لگے، ایک مکھی ایک تنکے پر بیٹھ گئی اور گدھے کے بہتے ہوئے پیشاب پر اس نے محسوس کیا کہ میں دریا میں سفر کر رہی ہوں اور یہ تنکا ایک عجیب کشتی ہے، دوسری مکھیوں کے مقابلے میں اسے اپنی برتری کا احساس ہوا اور یہ لطف اس نے کبھی نہ پایا تھا اس کے خیال میں یہ بات آئی کہ میں دوسری مکھیوں پر اپنی فوقیت بلندی کا اعلان کروں۔

چنانچہ اس نے کہا ؎

یک مگس بر برگ کاہ و بول خر: ہمچوں کشتیاں ہمی افراحت سر

ایک کشتی گھاس کے تنکے اور گدھے کے پیشاب پر مثل کشتی چلانے والے کے اپنا سر ہلا رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔

گفت من دریا و کشتی خواندہ ام مدتے در فکر آں می ماندہ ام

مکھی نے کہا میں نے دریا اور کشتی رانی کا فن پڑھا اور اس فکر میں ایک مدت صرف کی ہے۔

تو قابل احترام قارئین اس تمہید کے بعد ہم اصل موضوع کو چھیڑتے ہیں کہ یوں تو مملکت عزیز پاکستان میں مختلف قسم کے حرام کمانے والے پائے جاتے ہیں اور مختلف طریقوں سے حرام خوری ہو رہی ہے، چوری، ڈکیتی اور اغوا برائے تاوان کا کاروبار کر رہے ہیں، ملاوٹ، ذخیرہ اندوزی، ناپ تول میں کمی، کام چوری اور گداگری عام ہے، جھوٹی قسمیں کھا کر اور اعلیٰ مال دکھا کر گھٹیا مال چلانے کی عادت ہے مزدور سے کام پورا لے کر کم معاوضہ دینے کی عادت ہے لیکن میری حقیر نظر میں سب سے زیادہ خطرناک حرام خور جو ہے وہ رشوت خور ہے جس نے ملک عزیز کو دنیا بھر میں بدنام کر دیا ہے۔ ماتم کا مقام ہے کہ وہ مملکت جس کے حصول کا مقصد و مطلب لا الہ الا اللہ قرار دیا گیا تھا وہ مملکت جس کے لئے لاکھوں مسلمانوں نے قیمتی جانوں کا نذرانہ پیش کیا، وہ مملکت جس کی بناء میں ہزاروں ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی عزت و ناموس کا خون شامل ہے۔ وہ مملکت جس کی خاطر لاکھوں بچوں کو یتیم اور سہاگنوں کو بیوہ کرانا برداشت کیا گیا۔ وہ مملکت جس میں عدل و انصاف کے قیام اور قانون کی حکمرانی کے وعدے کیے گئے تھے۔

آج اسی مملکت میں رشوت خوری کی وبا کی وجہ سے قانون چند ٹکوں کے بدلے بکتا ہے اور

اس کی سرِ عام بولی لگتی ہے۔ بے گناہ غریب مجرم اور قاتل ٹھہرتا ہے اور صاحب ثروت سرمایہ دار رشوت کے جادو سے بے گناہ اور پاکباز بن جاتا ہے۔ قاتل اور منشیات فروش رشوت کے دم قدم سے سوسائٹی کا معزز ممبر بن جاتا ہے اس پر کسی کو ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ گویا رشوت دیکر آپ انسانوں کا خون ناحق بہا سکتے ہیں، رشوت دے کر آپ قانون خرید سکتے ہیں، جھوٹے گواہوں کا انتظام کر سکتے ہیں، زمینوں اور مکانوں پر ناجائز قبضہ کر سکتے ہیں، من گھڑت میڈیکل رپورٹس حاصل کر سکتے ہیں، پرمٹ حاصل کر سکتے ہیں، امتحان میں اعلیٰ نمبروں سے پاس ہو سکتے ہیں، ٹیلیفون لگوا سکتے ہیں، پانی اور بجلی کے کنکشن لگوا سکتے ہیں، شاہراہوں پر ٹریفک قوانین کی خلاف ورزیاں کر سکتے ہیں، انتخابی نتائج کو تبدیل کروا سکتے ہیں، مملکت کے قیام کو داؤ پر لگا سکتے ہیں، غداری کر سکتے ہیں، ملک کا سودا کر سکتے ہیں، دشمن ممالک کے لئے جاسوسی کر سکتے ہیں۔ یہ سب آپ رشوت کے بل پر کر سکتے ہیں لیکن اگر آپ رشوت دینے کی سکت اور حوصلہ نہیں رکھتے آپ قانون کے دائرے میں رہنا چاہتے ہیں آپ کو تقوے کا ہیضہ ہو گیا ہے آپ خوف خدا میں مبتلا ہیں، آپ غریبی اور افلاس کے مجرم ہیں، آپ کی جیب آپ کے افسران کرام کی ڈیمانڈ پوری کرنے کے اجازت نہیں دیتی تو پھر سن لیجئے کہ آپ قانون کی پاسداری کرتے ہوئے بھی جیل کی کال کوٹھریوں کے حوالے ہو سکتے ہیں۔ ابھی کل کے اخبار ہی میں، میں نے یہ خبر پڑھی کہ ایک بے گناہ شخص ۴۵ سال جیل میں گلتا سڑتا رہا اس کا کوئی جرم نہیں تھا اس کو محض آوارہ گردی کے الزام میں جیل میں ڈال دیا گیا وہ چونکہ رشوت دینے کی سکت نہیں رکھتا تھا تو اسے اپنی زندگی کے قیمتی ۴۵ سالوں کا نذرانہ پیش کرنا پڑا وہ جیل میں گیا تھا تو نوعمر تھا اب ایک رفاہی ادارے کی کوشش میں رہا ہوا ہے تو اس کی کمر خم ہو چکی ہے اس کے بال سفید ہو چکے ہیں وہ اپنا ماضی کھو چکا ہے اور اب اس بیچارے کا مستقبل ہی کیا ہوگا۔

ہائے افسوس بڑے بڑے قاتل اور منشیات فروش بڑی بڑی کرسیوں پر بیٹھ کر ہماری قسمت کے مالک بنے ہوئے ہیں اور ایک نوعمر بچے کو محض آوارہ گردی کے جرم میں پینتالیس سال کی سزا بھگتنی پڑتی ہے۔

مولانا محمد اسلم شیخوپوری صاحب مدظلہ ان رشوت خوروں کی سختی سے کلاس لیتے ہوئے

فرماتے ہیں کہ لعنت ہو رشوت خورو! تمہاری سوچ پر تمہارے کردار پر، تمہارے طرز عمل پر، تمہاری بڑی بڑی کوٹھیوں اور کاروں پر، تمہاری پھیلی توند پر کہ تم نے نامعلوم کتنی بہنوں کے بھائی چھین لیے، کتنی ماؤں سے ان کے جوان بیٹیوں کو دور کر دیا، کتنے شیر خوار جوانوں کی جوانیوں کو تباہ کر دیا تم نے محض اپنی ہوس کاری کی خاطر کتنے بیگناہوں کو مجرم بنا دیا، تم نے اس ملک عزیز میں غیر اعلان کردہ ایسا نظام نافذ کر رکھا ہے کہ کوئی محنتی اور صاحب صلاحیت طالب علم نمایاں پوزیشن حاصل نہیں کر سکتا، کوئی فریادی انصاف نہیں پا سکتا۔

ظالمو! تم نے قانون کو مذاق بنا دیا ہے، تم نے بین الاقوامی اسٹیج پر ملک کو مذاق بنا دیا ہے، تم نے امتحانی اور انتخابی نظام کو مذاق بنا دیا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ تم نے قائد اور پاکستان کے بانی محمد علی جناحؒ صاحب کو مذاق بنا دیا ہے۔ آج رشوت کا نام جناح صاحب کی سفارش رکھ دیا گیا ہے۔ لوگ سر عام کہتے ہیں کہ اجی! کام کروانا ہے تو جناح کی سفارش لاؤ، مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ کاغذی نوٹ پیش کرو جس پر جناح صاحب کی تصویر بنی ہوئی ہو۔

حقیقت میں تم پاکستان کے بدترین دشمن اور سوسائٹی کے غلیظ ترین مجرم ہو تمہارا جرم ناقابل معافی ہے، تمہاری دشمنی غداری کی سرحدوں کو چھو رہی ہے۔

اور تم صرف پاکستان کی اور سوسائٹی ہی کی نظر میں مجرم نہیں ہو بلکہ اللہ اور رسول ﷺ کی نظر میں بھی تمہارا جرم بہت بڑا ہے۔ رشوت کے لین دین کا کام کرنے والا حدود اللہ سے تجاوز کرتا ہے اور جو حدود اللہ سے تجاوز کرے وہ ظالم ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے کہ

جو کوئی اللہ کی مقرر کردہ حد سے باہر نکلے گا سو ایسے لوگ (اپنے حق میں) ظالم ہیں۔

(سورہ بقرہ)

قرآن حکیم کی ایک دوسری آیت میں واضح طور پر رشوت کی ممانعت کر دی گئی ہے فرمایا کہ:

''اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طور پر مت کھاؤ اڑاؤ اور نہ اسے حکام تک پہنچاؤ کہ جس سے لوگوں کے مال کا ایک حصہ تم گناہ سے کھا جاؤ درانحالیکہ تم جان رہے ہو۔''

مولانا عبدالماجد دریابادی نے اپنی تفسیر میں بجا لکھا ہے کہ ''اسلامی حکومت قائم ہونا۔ اور اسلام کے سارے قانون دیوانی و فوجداری کا نافذ ہونا تو خیر بڑی چیز ہے۔ قرآن کریم کی صرف اسی

آیت پر اگر عمل درآمد ہو جائے تو جھوٹے دعوؤں، جعلی کاغذات، جھوٹی گواہیوں، جھوٹے حلف ناموں، اہلکاروں اور عہدہ داروں کی رشوتوں کے ساتھ ساتھ اعلیٰ حکام کی خدمت میں نذر، نذرانوں، قیمتی ڈالیوں، شاندار دعوتوں کا وجود باقی نہ رہے۔

بے شک راشی کی ہر ادا راشی کا ہر طریقہ، راشی کا مزاج شیطان سے ملتا جلتا ہے، یوں معلوم ہوتا ہے کہ راشی شیطان کا جڑواں بھائی ہے۔

شیطان انسانیت کا دشمن ہے راشی بھی انسانیت کا، ملک کا، ملت کا، مذہب کا، اجتماعی مفاد کا دشمن ہوتا ہے۔ اسے محض اور محض اپنا مفاد عزیز ہوتا ہے۔

شیطان لوگوں میں فساد ڈالتا ہے، راشی یہی کام کرتا ہے، وہ حقداروں کو محروم کر کے، بے گنا ہوں کو مجرم بنا کر، قاتلوں اور ڈاکوؤں کو من مانی کے پروانے دے کر معاشرہ میں فساد کا بیج ڈالتا ہے۔

شیطان کو اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر یقین نہیں اور وہ انسان کو فقر و فاقہ سے ڈراتا رہتا ہے تاکہ وہ ہر وقت دولت جمع کرنے کی فکر میں لگا رہے۔ اسی طرح راشی کو بھی رب کی ربوبیت اور رزاقیت پر مطلق یقین نہیں وہ اللہ تعالیٰ کو مسبب الاسباب نہیں سمجھتا بلکہ روپے پیسے کو مسبب الاسباب سمجھتا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ اگر یہ حرام کمائی رک گئی تو میں بھوکا مر جاؤں گا، میرے بچوں کا کوئی پرسان حال نہیں ہوگا مجھے سر چھپانے کے لئے مکان میسر نہیں رہے گا۔ اسی لئے وہ مرتے دم تک نجاست خوری میں مبتلا رہتا ہے۔

شیطان بے غیرتی اور فحاشی کے اڈے قائم کرتا ہے اور انہیں آباد کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ راشی ان اڈوں کو آباد کرنے میں پیش پیش ہوتا ہے۔ قمار خانوں میں دیکھ لیجئے، قحبہ خانوں میں دیکھ لیجئے، شراب خانوں اور ناچ گھروں میں دیکھ لیجئے، کلبوں اور سینماؤں میں دیکھ لیجئے، آپ کو ہر جگہ راشی اور اس جیسے دوسرے حرام خور پیش پیش نظر آئیں گے۔ یہ بد بخت اتنے سنگدل ہیں کہ یتیموں، غریبوں، کمزوروں اور مظلوموں کے خون پسینے کی کمائی سے رقص و سرور کی محفلیں بپا کرتے ہیں اور بڑی بے دردی سے رشوت کی کمائی کو ناؤ نوش میں اڑا دیتے ہیں۔

شیطان کے بارے میں رب کریم فرماتے ہیں کہ وہ فضولیات میں دولت اڑا دینے والوں

کا بھائی ہے اور راشی سے زیادہ فضول خرچ تو کوئی ہو ہی نہیں سکتا، ہر ناجائز مصرف پر خرچ کرنے کے لئے وہ ہر وقت آمادہ رہتا ہے۔

ان تمام دلائل اور احوال سے یہ دعویٰ قطعی طور پر ثابت ہو جاتا ہے، کہ راشی شیطان کا بھائی ہے۔ اس کا انسانوں سے کوئی رشتہ نہیں بلکہ اس کا اصل رشتہ اور تعلق شیطان کے ساتھ قائم ہے ہم زیادہ سے زیادہ اسے انسان نما شیطان کہہ سکتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی نظر میں آپ رشوت کی شناعت وقباحت کا اندازہ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ آپ نے ہر راشی کو عصمت فروش رنڈی کے برابر قرار دیا ہے۔ اگر چہ راشی حاکم اور افسر جھوٹی سوسائٹی میں جھوٹی شان بان کے ساتھ رہتا ہے، وہ اونچی کرسی پر بیٹھتا ہے اس کا تھری پیس سوٹ بہت سے لوگوں کو مرعوب کر دیتا ہے، اس کے ارد گرد خوشامدیوں کا ٹولہ جمع رہتا ہے جو اس کی حرام خوری پر اسے داد دیتا ہے، اس کے بچے چمچماتی گاڑیوں میں سفر کرتے ہیں اور مہنگے ترین انگلش میڈیم اسکولوں میں تعلیم پاتے ہیں لیکن انسانیت کے رہبر وراہنما ﷺ کی نظر میں اس کی کمائی اور اپنی عزت وآبرو بیچنے والی فاحشہ کی کمائی میں کوئی فرق نہیں۔

میں اپنے آقا کی حکمت پر قربان جاؤں آپ نے جو راشی کو کنجریوں کی صف میں لا کھڑا کیا تو اس میں یہ نکتہ بھی ہے کہ جیسے رنڈی پیسے کی بھوکی ہوتی ہے اسی طرح راشی بھی پیسے کا بھوکا ہوتا ہے۔ جیسے رنڈی پیسے کی خاطر اپنی عزت وآبرو کے لئے تیار ہو جاتی ہے اسی طرح راشی مال کی خاطر اپنا دین اور عدل وانصاف سب کچھ بیچنے کے لئے آمادہ رہتا ہے، جیسے رنڈی کی حرص وہوس اسے حلال روزی پر قناعت کی اجازت نہیں دیتی اسی طرح راشی کی طمع اسے حرام خوری کی طرف ترغیب دیتی رہتی ہے۔ جیسے رنڈی وقتی ٹھاٹھ باٹھ اور عارضی محبوبیت کے باوجود عام لوگوں کی خاطر میں ذلیل اور گھٹیا عورت شمار ہوتی ہے یہی حالت راشی کی ہوتی ہے اگر چہ مطلبی لوگ راشی کے منہ پر اس کی تعریف کرتے ہیں، اسے بڑا زیرک، ہوشیار اور زمانہ ساز انسان بتاتے ہیں لیکن پیٹھ پیچھے اسے سب گالیاں دیتے ہیں اور فریبی اور غدار اور حرام خور جیسے القاب سے نوازتے ہیں۔

جیسے رنڈی کا کوٹھا، اس کا ساز وسامان، اس کا لباس اور اس کا رہن سہن ہر چیز پر تعیش ہوتا ہے لیکن یہ سب کچھ اس کا اپنا نہیں ہوتا بلکہ بعض ہوس کاروں سے لوٹا ہوا مال ہوتا ہے جو اپنی بہار

دکھاتا ہے، اسی طرح راشی کا ظاہری کروفر اپنے ہاتھ کی کمائی نہیں ہوتا بلکہ دوسروں سے ہتھیایا ہوا مال ہوتا ہے جو اپنی چمک دکھاتا ہے۔

ان تمام وجوہ مشترکہ کی بناء پر رسول اللہ ﷺ نے راشی اور رنڈی کی کمائی کو برابر قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: سحت حرام آمدی کے دو شعبے ہیں جن سے لوگ کھاتے ہیں، رشوتیں اور عصمت فروشی کی اجرتیں۔

اس حدیث اور رشوت اور عصمت فروشی کی اجرت کو آپ ﷺ نے سحت قرار دیا ہے۔ دوسری حدیث میں سحت کی تفسیر آپ ﷺ نے رشوت کے ساتھ فرمائی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: ہر وہ گوشت (جسم) جو سحت حرام سے بنا (موٹا تازہ ہوا) ہے اس کی حقدار دوزخ ہے، پوچھا گیا کہ سحت حرام کیا ہے، فرمایا رشوت!!

یہ تو آپ سن چکے ہیں کہ رنڈی اور راشی میں کئی اعتبار سے مناسبت ہے۔ اگر آپ غور کریں تو آپ کو راشی اور کتے میں بھی کئی پہلوؤں سے مناسبت نظر آئے گی۔

پہلی مناسبت یہ کہ کتا اتنا حریص اور لالچی ہوتا ہے کہ چلتے پھرتے زمین کو سونگھتا رہتا ہے کہ شاید کہیں سے کھانے کی بو آئے جس سے وہ اپنے پیٹ کی آگ بجھا سکے اسی طرح راشی ہر شخص کو تاڑتا ہے اور ہر وقت چھیچھڑوں کے خواب دیکھتا ہے۔

دوسری مناسبت یہ ہے کی کتا اپنی فطرت کے اعتبار سے گندہ، ناپاک، خبیث، خسیس، ذلیل اور رذیل ہوتا ہے۔ اسے اگر ایک جگہ تازہ گوشت اور مردار نظر آ جائیں تو وہ مردار پر جھپٹے گا، یہی حال راشی کا ہوتا ہے کہ وہ کسب حلال کے ذرائع کو چھوڑ کر حرام کی طرف لپکتا ہے اور اسے حرام خوری ہی میں لذت آتی ہے۔

تیسری مناسبت یہ ہے کہ جیسے کتے کو جہاں سے کچھ ملنے کی امید ہوتی ہے وہاں دم ہلاتا ہے اور خوشامد کرتا ہے لیکن جہاں سے کچھ ملنے کی امید نہیں ہوتی وہاں غراتا ہے اور اپنی بے سُری آواز میں بھونکتا ہے یہی حال راشی کا ہوتا ہے چونکہ اسے غریبوں سے کچھ ملنے کی امید نہیں ہوتی اس لئے انہیں کتے کی طرح گھورتا ہے اور کاٹ کھانے کو دوڑتا ہے ہاں اگر وہ غریب انسان کچھ لقمے اس کے سامنے پھینک دے تو وہ ایک دم نرم پڑ جاتا ہے اور ریشہ خطمی بن جاتا ہے البتہ مالداروں کے

سامنے تو ایسا بن جاتا ہے گویا خبیث میں جان ہی نہیں ہے آٹومیٹیک انداز میں جی سر جی سر کہتا ہے اور اپنی فتنہ ساز کھوپڑی ہلاتا رہتا ہے ایسے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوتا ہے گویا نماز پڑھ رہا ہو حالانکہ اس بدبخت کو نماز کی فرصت اور سعادت تو حاصل ہوتی ہی تھی۔

کتے اور راشی میں چوتھی مناسبت یہ ہے کہ کتے میں سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ اس میں قومی ہمدردی نہیں ہوتی وہ اپنے ہم جنسوں ہی کو برداشت نہیں کرسکتا اور انہیں دیکھتے ہی غرانا اور بھونکنا شروع کر دیتا ہے، انہیں ستانے اور ان پر حملہ کرنے کی سوچتا ہے یہی حال راشی کا ہے وہ اپنے ہم جنسوں کو مجبوری کی حالت میں دیکھتا ہے تو انہیں کاٹنے کو دوڑتا ہے، سخت سے سخت مصیبت زدہ کو دیکھ کر بھی اس کا دل نہیں پسیجتا، اسے تو بس اپنی جیب بھرنے کی فکر رہتی ہے۔

ایک اور پہلو سے دیکھیں تو آپ کو راشیوں اور بھکاریوں میں بہت گہری مشابہت اور مناسبت نظر آئے گی بس اتنا فرق ہے کہ ایک بظاہر باعزت طریقے سے بھیک مانگتا ہے اور دوسرا ذلت کے ساتھ بھیک مانگتا ہے ورنہ اصولی طور پر دونوں ایک ہیں۔

کہتے ہیں کہ ایک ناتجربہ کار بھکاری نے خرانٹ قسم کے بوڑھے بھکاری سے پوچھا کہ بھیک مانگنے کا کیا طریقہ اور کیا اصول ہے تو اس نے جواب دیا بیٹا! تین باتیں ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھو ہر ایک سے مانگو، ہر چیز مانگو، ہر وقت مانگو، راشیوں کے ہاں بھی یہی اصول چلتے ہیں وہ ہر ایک کو لوٹتے ہیں ہر وقت لوٹتے ہیں اور ہر چیز لوٹتے ہیں۔ ایسے سنگدل ہوتے ہیں کہ اپنوں کو بھی معاف نہیں کرتے اور ہر شکار پھانسنے کی فکر میں رہتے ہیں اور معمولی سے معمولی چیز بھی لے لیتے ہیں۔ بعض لوگ تو ایک سگریٹ دے کر اور روپے دو روپے دے کر جان چھڑا لیتے ہیں۔

رشوت کا کاروبار ان کے ذہنوں پر ایسا مسلط رہتا ہے۔ کہ یہ خواب بھی رشوت کے دیکھتے ہیں، مشہور ہے کہ ایک راشی اپنے بیوی بچوں کے ساتھ سو رہا تھا اس نے خواب میں ایک بے گناہ کو پکڑ لیا پہلے تو اس کو خوب ڈرایا دھمکایا پھر اس کے ساتھ خواب ہی میں سودے بازی کرنے لگا راشی کم از کم پچاس روپے لینا چاہتا تھا مگر غریب انسان پانچ روپے سے زیادہ دینے کے لئے تیار نہیں تھا ابھی سودے بازی ہو رہی تھی کہ صبح ہوگئی اور مسز راشی نے اسے جھنجھوڑ کر نیند سے بیدار کر دیا، راشی کو اپنی بیوی پر بڑا غصہ آیا کہ اس نے سودا مکمل نہ ہونے دیا، راشی نے بیدار ہونے کے بعد پھر آنکھیں

بند کرلیں اور کہنے لگا اچھا لاؤ پانچ روپے ہی دے دو۔

تو یہ ایسی بد بخت مخلوق ہے کہ اسے خواب میں بھی رشوت ہی کا لین دین دکھائی دیتا ہے۔

رشوت سے متعلق حضور ﷺ کے ارشادات

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا" **لعنة الله على الراشي والمرتشي** "رشوت دینے اور لینے والے پر اللہ کی لعنت برستی ہے۔

رشوت کا لین دین عام طور پر زرنقد میں ہوتا ہے بعض خوش فہم نقد نہیں لیتے کھانے پینے یا استعمال کی چیزیں لے لیتے ہیں انہیں بھی لعنتوں کے زمرہ میں شمار کیا گیا ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ جو عشرہ مبشر سے ہیں، سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے رشوت کھانے اور رشوت کھلانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے بھی ان کے حق میں یہ بد دعا فرمائی، جس کے راوی حضرت عائشہؓ، حضرت ام سلمہؓ، حضرت ابو سلمہؓ حضرت ثوبانؓ ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے لعنت فرمائی ہے رشوت دینے والے پر رشوت لینے والے پر اور اس پر جو ان دونوں کے درمیان واسطہ بن کر کام کرے۔

رشوت کا لین دین زیادہ تر مقدمات کے سلسلہ میں ہوتا ہے اس لئے بعض احادیث میں خصوصیت کے ساتھ مقدمات کا ذکر آیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عائشہؓ حضرت ام سلمہؓ راوی ہیں کہ ایک موقع پر حضور ﷺ نے یوں بد دعا فرمائی **لعن الله الراشي والمرتشي في الحكم**

مقدمہ کے سلسلے میں رشوت دینے اور لینے والے پر اللہ تعالیٰ لعنت فرمائیں۔ حاکم نے مستدرک، بخاری اور مسلم کی شرط پر جو صحیح احادیث جمع کی ہیں ان میں حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے مقدمہ کے سلسلے میں رشوت دینے اور لینے والے پر اس کے دلال پر یعنی اس پر جو درمیان میں کوشش کرتا رہا۔

جب لعنتی حدود اللہ کو توڑنے کے جرم میں جہنم میں داخل کئے جائینگے تو ہر گروہ یا جماعت کے افراد اپنے امیر یا سردار یا لیڈر پر لعنت کریں گے کہ تم ہمیں بھی لے ڈوبے۔ اور ہر جماعت یا

گروہ کا امیر یا سردار یا لیڈر اپنے متبعین پر لعنت بھیجے گا کہ ملعونو اگر ہم معصیت کے نشے میں سرشار ہو چکے تھے تو تم کیوں اندھے بن گئے تھے۔ **کلما دخلت امة لعنت اختها**

جس وقت بھی کوئی نئی جماعت دوزخ میں داخل ہوگی وہ اپنے جیسے ہم مسلک وہم مشرب جماعت پر لعنت کرے گی۔

راشی پر اللہ جل شانہ اور اس کے رسول ﷺ کی لعنت برستی رہتی ہے جس کی سزا اس کی سات پشتوں تک بھگتنی پڑتی ہے۔

"**لعنة الله على الراشي والمرتشي**" رشوت دینے اور لینے والے پر اللہ کی لعنت برستی ہے۔

رشوت کی نحوست پوری قوم کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے اور اسے بزدل بنا کر اس پر غیروں کی ہیبت بٹھا دیتی ہے۔ فرمایا جس قوم میں سود پھیل جائے وہ قحط اور گرانی کی مصیبت میں ڈال دی جاتی ہے اور جس قوم میں رشوتیں پھیل جائیں اس پر رعب ڈالا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ فیصلہ کرنے میں رشوت لینا کفر کے قریب ہے، اور لوگوں کے درمیان خالص حرام۔

رشوت، راشی اور جنت کے درمیان حائل ہو جائے گی اور اسے جنت میں داخل نہ ہونے دیگی۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مقدمہ میں رشوت لینے پر لعنت فرمائی گئی ہے۔ یہ رشوت اس میں اور جنت میں حجاب بن جائے گی۔

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا رشوت دینے اور لینے والا دونوں آگ میں ڈالے جائیں گے۔

اندازہ لگایئے راشی کی بدنصیبی اور بدبختی کا کہ حضور اکرم ﷺ اس پر اللہ کی لعنت اور پھٹکار فرما رہے ہیں۔ اور جس پر اللہ کی لعنت ہو جائے وہ ہر قسم کی سعادتوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ اس کیلئے جنت کے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ لعنت اتنی سنگین اور شدید سزا اور عذاب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت کا اثر سات پشت تک رہتا ہے اور رسول ﷺ کی لعنت کا اثر تین پشت تک رہتا ہے۔ موروثی بیماریوں کی طرح اس کے اثرات بھی نسلاً بعد نسل باقی رہتے

ہیں۔ (بازارِ رشوت از منشی عبدالرحمٰن خان مرحوم)

لعنتی انسان کا دل کالا ہو جاتا ہے۔ اس کے دل پر قفل لگ جاتا ہے۔ وہ ذہنی سکون اور قلبی اطمینان سے محروم ہو جاتا ہے، اس کے مال میں برکت نہیں رہتی، اسے جتنا بھی مل جائے وہ ہائے وائے کرتا رہتا ہے وہ جسمانی اور روحانی بیماریوں اور ناگہانی آفات میں پھنس جاتا ہے۔

یہ تو انفرادی جرم کی انفرادی سزائیں اور اثرات ہوتے ہیں لیکن جب کسی قوم میں اجتماعی طور پر رشوت کی وبا عام ہو جائے تو رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ اس قوم پر رعب اور خوف طاری ہو جاتا ہے، اللہ کا ڈر دلوں سے نکلنے کے بعد ہر کسی کا ڈر اس پر مسلط ہو جاتا ہے اور اس بات کا مشاہدہ آپ اپنے معاشرے پر ایک نظر ڈال کر بھی کر سکتے ہیں۔ ہمارے ہاں چونکہ اوپر نیچے تک رشوت کی وبا عام ہے اس لئے پوری قوم نفسیاتی طور پر رعب خوف اور ان دیکھے اندیشوں میں مبتلا ہے۔

چوروں اور ڈاکوؤں کے خوف نے ہماری زندگیوں کو اجیرن بنا دیا ہے اور ان کے علاوہ بھی ہر قسم کے اندیشے ہم پر مسلط ہیں۔

ملکی سطح پر دیکھیں تو امریکہ کے عیسائیوں سے ہم مرعوب ہیں، اور تو اور ہندوستان کا بنیا جس کی بزدلی ضرب المثل ہے اس سے بھی ہم مرعوب ہیں۔ ہماری یہ مرعوبیت اور بزدلی اسی لئے ہے کہ ہم حرام خوری میں مبتلا ہو چکے ہیں۔

اسلام نے رشوت کی ان قباحتوں اور مذموم اثرات ہی کی وجہ سے صرف رشوت ہی کو حرام نہیں کیا، بلکہ رشوت کے تمام دروازے بھی بند کر دئیے ہیں۔ رب العالمین جانتا تھا کہ کچھ لوگ ہدیہ، تحفہ، گفٹ اور عطیہ کی صورت میں رشوت دینے کی کوشش کریں گے۔ اس لیے رب العالمین نے اپنے نبی کے واسطے سے وقت کے حاکموں کو ایسے ہدیہ لینے سے بھی منع فرما دیا جن سے رشوت کی بو آتی ہو۔

حضور نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں ایک علاقہ کا حاکم جب زکوٰۃ و صدقات جمع کر کے دربار نبویؐ میں لایا تو اس نے عرض کی کہ یہ آپ کا واجب الوصل ہے اور یہ مجھے بطور ہدیہ دیا گیا ہے اس پر حضور ﷺ نے ایک تاریخی خطبہ دیا جس میں فرمایا گیا کہ میں تم میں سے کچھ لوگوں کو ان کاموں کا حاکم بناتا ہوں جو اللہ نے میرے سپرد فرمائے ہیں تو تم میں سے ایک آتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ تمہارا

ہے اور یہ ہدیہ ہے جو مجھے دیا گیا ہے تو وہ والدین کے گھر کیوں نہ بیٹھا رہا اور پھر دیکھتا کہ گھر بیٹھنے پر اس کو ہدیہ دیا جاتا ہے یا نہیں۔

حضرت طاوسؒ کے نزدیک رعایا کی طرف سے بادشاہوں کو جو ہدیے دئے جاتے ہیں وہ بھی سخت حرام ہیں اسی لیے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ہدیہ قبول نہ کیا کرتے تھے۔آپ سے پوچھا گیا کہ جب خود حضور نبی کریم ﷺ ہدیہ قبول فرماتے تھے آپ کیوں انکار کرتے ہیں فرمایا کہ حضور ﷺ کو نبوت کی وجہ سے ہدیہ دیا جاتا تھا اس لیے اس کی صورت نہیں بدلتی تھی وہ ہدیہ ہی رہتا تھا مگر ہمیں حکومت کی وجہ سے ہدیہ پیش کیا جاتا ہے اس لیے اس کی نوعیت بدل جاتی ہے۔وہ ہدیہ نہیں رہتا بلکہ رشوت بن جاتی ہے۔

ابن جریر ازدی کی ایک روایت ہے کہ ایک شخص حضرت عمرؓ کو ہر سال اونٹ کی ایک ران کا ہدیہ دیا کرتا تھا۔اتفاق سے اس کا آپ کے پاس مقدمہ آ گیا تو اس نے اپنا تعلق جتانے کے لئے حضرت عمرؓ سے اشارۃ کہا کہ اے امیر المؤمنین ہمارے درمیان اسطرح فیصلہ کیجئے جیسے اونٹ کی ران منفصل ہوتی ہے حضرت عمرؓ اس کا مطلب سمجھ گئے اور اسی وقت آپ نے عہد کے تمام حاکموں کو لکھ کر بھیجا کہ: لاتقبلوا الهدية فانها رشوة . ہدیہ قبول نہ کرو یہ اب رشوت ہے۔

خلفاءِ راشدینؓ کی اسی احتیاط اور دور اندیشی کی وجہ سے اسلام کے روشن دور میں رشوت کا دور دور تک نام ونشان نہیں تھا۔اصل میں وہاں صرف قانون نہیں تھا بلکہ انسان کے باطن کو بدل دیا گیا تھا۔حضور ﷺ کی تعلیمات کے نتیجے میں اس کی سوچ بدل گئی تھی،اس کا مزاج بدل گیا تھا،اس کے جذبات بدل گئے تھے،اس کی زندگی کی ترجیحات بدل گئی تھی۔لیکن ہمارے ہاں چونکہ انسان کو اندر سے بدلنے کی کوشش نہیں کی جاتی اور پورے نظام کو بدلنے کی کوشش نہیں کی جاتی بلکہ اسی گندے نظام میں نئے نئے آرڈیننس نافذ کر کے اور نئے نئے محکمے قائم کر کے رشوت کے انسداد کی کوشش کی جاتی ہے اس لئے کوئی کوشش کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوتی بلکہ نئے محکموں کے قیام سے رشوت کا ریٹ مزید بڑھ جاتا ہے اور اس کے دائرۂ اثر میں مزید وسعت ہو جاتی ہے۔

جہاں تک قانون سازی یا محکمہ سازی کا تعلق ہے ہماری حالت بالکل اس بادشاہ کیطرح ہے جس کا سائیس اس کے گھوڑوں کے دودھ سے ایک سیر دودھ روزانہ اپنے لئے نکال لیتا تھا کسی

نے بادشاہ کو خبر کردی تو اس نے اس سائیس کی اصلاح کے بجائے اس پر نگرانی کے لئے ایک انسپکٹر مقرر کردیا انسپکٹر صاحب بھی سفارشی کوٹہ سے آئے تھے اس لئے انہوں نے آتے ہی سائیس سے پانچ سیر دودھ وصول کرنا شروع کردیا۔ کچھ عرصہ بعد اس کی بھی شکایت ہوگئی تو بادشاہ نے بنیادی نقص دور کرنے کے بجائے ان دونوں پر سپرنٹنڈنٹ تعینات کردیا۔ اتفاق سے اس غریب کا کنبہ زیادہ تھا اس لئے اس نے اپنے لئے کفایۃً آٹھ سیر دودھ وصول کرنا شروع کردیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ گھوڑے دبلے ہونے شروع ہوگئے۔ سائیس سب کو دودھ دینے کے بعد قریبی شہر سے دودھ کے مٹکوں میں پانی بھر کر رکھ دیتا۔ ایک روز خود بادشاہ معائنہ کے لئے اصطبل میں آگیا اس نے دودھ کے مٹکوں میں چھوٹی چھوٹی مچھلیاں پھدکتی دیکھ کر سائیس سے پوچھا کہ یہ کیا پھدک رہا ہے سائیس نے بہ ادب کہا حضور کا انتظام پھدک رہا ہے۔ یہ جواب سن کر بادشاہ حیران ہوا اور اس نے کہا کہ کبھی انتظام بھی پھدکتا ہے۔ سائیس نے دست بستہ عرض کی، حضور ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔ اور سارا واقعہ من وعن سنادیا اس پر بادشاہ نے اپنی غلطی کو محسوس کیا کہ انتظام بدلنے کے بجائے سائیس کی ذہنیت واخلاقی حالت بدلنے کی ضرورت تھی اس لئے اس نے اسی وقت انسپکٹر اور سپرنٹنڈنٹ کو ملازمت سے جواب دے دیا اور سائیس کی اصلاح کی فکر کے ساتھ اس کی تنخواہ بھی بڑھادی تاکہ وہ اپنی جائز ضروریات کے لئے ناجائز وسائل اختیار نہ کرے۔

رشوت چھوڑنے کا آسان طریقہ

حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ نے ایسے لوگوں کے لئے رشوت چھوڑنے کے چند تدابیر بیان فرمائی ہیں جو واقعی رشوت جیسے بدترین گناہ سے جان چھڑانا چاہتے ہیں۔ ان کے لئے ان تدابیر کو بتایا جاتا ہے ملاحظہ فرمائیے:۔

رشوت چھوڑنے کے لئے چند تدابیر

پہلی تدبیر

پہلی تدبیر یہ ہے کہ سادہ زندگی گزارنے کی عادت ڈالیں۔ یہ بات تجربہ کی ہے کہ جو شخص

فضول خرچی، نمود و نمائش کی خاطر ناجائز رسومات میں روپیہ خرچ نہیں کرتا وہ تھوڑی آمدنی میں رشوت لئے بغیر اپنا گزارہ کرسکتا ہے، اس میں اصل قصور عورتوں کا بھی ہے اور عورتیں مردوں کو روکیں کہ اگر تم نے رشوت لی ہم سخت ناراض ہوں گی، ہم ایسا حرام مال کھا کھا کر عاقبت نہیں خراب کرنا چاہتیں۔ تو انشاء اللہ مرد رشوت ستانی سے کچھ رک سکتے ہیں۔ مرد کو بھی چاہئے اگر بیوی اس کو رشوت پر مجبور کرے تو اس کا کہنا نہ مانے۔ بیوی کی خاطر حرام مال کما کر دوزخ میں جانے کا سامان نہ پیدا کرے۔ قرآن مجید میں جو مال اولاد کو فتنہ کہا گیا ہے اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ انسان اولاد کی محبت میں پڑ کر جائز و ناجائز کی کچھ پرواہ نہ کرے۔ حرام مال کمانے میں لگ جاوے۔ جس اولاد کی خاطر آج حرام مال جمع کررہا ہے۔ ایسی اولاد جس کی حرام کے مال سے پرورش ہوئی ہو بڑے ہوجانے کے بعد والدین کو منہ نہیں لگاتی، والدین بڑھاپے میں در در کی ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں حرام کے مال سے جس کی پرورش ہوتی ہے اس میں نیکی کی صلاحیتیں ختم ہوجاتی ہے۔ ہاں جس کو اللہ بچائے رکھے۔ اس لئے تھوڑے ہی حلال رزق میں جتنا حق تعالیٰ عطا فرمادیں صبر کرے، گھر والوں کو بھی اسی رزق پر قناعت کرنے تلقین کرے۔

دوسری تدبیر

دوسری تدبیر یہ ہے کہ جو وعیدیں حرام مال کمانے پر وارد ہوئی ہیں ان کو سوچئے کہ حرام مال کمانے سے دنیا میں رسوائی ہوتی ہے۔ بڑا خسارہ یہ ہوتا ہے کہ اطمینان قلب چھین لیا جاتا ہے۔ چاہے وہ جتنا بھی مال رشوت کا جمع کرلے اس کا پیٹ نہیں بھرتا ہر وقت دل پر بے سکونی کی کیفیت طاری رہتی ہے۔ جن لوگوں سے ناجائز طور پر رشوتیں وصول کی ہوتی ہیں ان کی نگاہوں میں بھی یہ شخص گر جاتا ہے وہ بھی حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اس لئے جو فضیلت و برکات احادیث میں حلال رزق کے متعلق وارد ہوئی ہیں ان کو سوچئے، اہل اللہ کی صحبت اختیار کیجئے کیونکہ ان لوگوں کے پاس بیٹھنے سے دنیا کی محبت کم ہوجاتی ہے اور آخرت کا شوق پیدا ہوتا ہے، خود بخود حرام اور رشوت ستانی سے نفرت ہونے لگتی ہے۔ آہستہ آہستہ یہ برائی بھی چھوٹ جاتی ہے۔ اس بزرگ کی صحبت اختیار کی

جاوے جو کسی اللہ والے کا تعلیم یافتہ ہو جسے وہاں کے علماء حضرت اچھا سمجھتے ہوں۔

تیسری تدبیر

رشوت کو گناہ سمجھو۔ بعض لوگ رشوت کو طرح طرح کے بہانے بنا کر جائز بنا لیتے ہیں۔ رشوت کو گناہ ہی سمجھو۔ جتنی جلدی ہو سکے جلد اسکو چھوڑ دو۔ اگر رشوت چھوڑنے سے کوئی سخت مجبوری لاحق ہو جاتی ہے ابھی رشوت چھوڑنے کی ہمت نہیں پڑتی تو صرف دو کام کرلو ان پر تمہارا کوئی پیسہ بھی خرچ نہیں ہوگا آہستہ آہستہ یہ عادت چھوٹ جائے گی۔

رشوت چھوڑنے کے دو کام

پہلا کام

دو رکعت نماز توبہ۔ اے اللہ! میں آپ کا سخت نافرمان بندہ ہوں فرماں برداری کا ارادہ کرتا ہوں مگر میرے ارادے سے کچھ نہیں ہوتا اور آپ کے ارادے سے سب کچھ ہوسکتا ہے میں چاہتا ہوں کہ میری اصلاح ہو مگر ہمت نہیں ہوتی آپ ہی کے اختیار میں میری اصلاح ہے اے اللہ میں سخت نالائق ہوں، سخت خبیث ہوں، میں عاجز ہو رہا ہوں، آپ میری مدد فرمایئے، میرا قلب ضعیف ہے، گناہوں سے بچنے کی قوت نہیں آپ ہی قوت دیجئے، میرے پاس کوئی سامان نجات نہیں آپ ہی غیب سے میری نجات کا سامان پیدا کیجئے۔ اے اللہ جو گناہ میں نے اب تک کئے ہیں انہیں آپ اپنی رحمت سے معاف فرمایئے، گو میں یہ نہیں کہتا کہ آئندہ ان گناہوں کو نہ کروں گا، میں جانتا ہوں کہ آئندہ پھر کروں گا لیکن پھر معاف کرالوں گا، غرض اسی طرح سے روزانہ اپنے گناہوں کی معافی اور عجز کا اقرار، اپنی اصلاح کی دعا اور اپنی نالائقی کو خوب اپنی زبان سے کہا کرو۔ لو بھائی دوا بھی مت پیو، بد پرہیزی بھی مت چھوڑو، صرف اس تھوڑے سے نمک کا استعمال سوتے وقت کرلیا کرو۔ آپ دیکھیں گے کچھ دن بعد غیب سے ایسا سامان ہوگا کہ ہمت بھی قوی ہو جائیگی دشواری بھی پیش نہ آئے گی۔ غرض غیب سے ایسا سامان ہو جائے گا کہ آپ کے ظن میں بھی نہیں ہے۔

دوسرا کام محاسبہ نفس

کچھ وقت نکال کر نفس سے اس طرح باتیں کرو کہ: اے نفس ایک دن دنیا سے جانا ہے، موت بھی آنے والی ہے اس وقت یہ مال دولت یہیں رہ جائے گا بیوی بچے تجھے چھوڑ دیں گے، جن کے لئے تو رشوت کا مال جمع کر رہا ہے اور خدا تعالیٰ سے واسطہ پڑے گا۔ اگر تیرے پاس نیک اعمال زیادہ ہوئے تو بخشا جائے گا اور گناہ زیادہ ہوئے تو جہنم کا عذاب بھگتنا پڑے گا جو برداشت کے قابل نہیں ہے اس لئے تو انجام کو سوچ اور آخرت کے لئے کچھ سامان کر یہ عمر بڑی قیمتی دولت ہے اس کو فضول رائیگاں مت برباد کر، مرنے کے بعد تو اس کی تمنا کرے گا کہ کاش میں کچھ نیک عمل کرلوں جس سے مغفرت ہو جائے مگر اس وقت تجھے یہ حسرت مفید نہ ہوگی پس زندگی کو غنیمت سمجھ کر اس وقت مغفرت کا سامان کر لے۔

لو بھائی! اگر تم یہ کام کرلو رشوت سے تمہیں خود بخود نفرت پیدا ہو جائیگی اور اللہ پاک غیب سے ایسا سامان پیدا کریں گے کہ اس تھوڑے ہی رزق میں اللہ برکت ڈال دیں گے۔ زندگی بھی پر سکون گزرے گی گو سادہ زندگی گزارنے میں کچھ طبعی طور پر تکلیف ہو لیکن عقلی طور پر سکون ہوگا۔ یہ تکلیف اس سزا سے تو کم ہے جو آخرت میں رشوت خور کو ملے گی۔ مثال اس کی یوں ہے کہ کسی کو بادشاہ حکم دے کہ چند دن کے لئے اس تنگ کوٹھڑی میں رہ لو پھر ساری زندگی گزارنے کے لئے عالی شان محل دیں گے۔ یا کچھ دن اس محل میں رہ لو پھر ساری زندگی اس تنگ و تاریک کوٹھڑی میں گزارنی پڑے گی وہ شخص تھوڑے دن کھوٹھڑی میں گذارہ کر کے پھر ساری عمر عالی شان محل میں رہنا ہی پسند کرے گا۔ اسی طرح اگر اس دنیا میں رشوت چھوڑنے سے کچھ تکلیف بھی آئی لیکن آخرت میں راحت نصیب ہوگی، انشاء اللہ۔ (بحوالہ جستہ جستہ از ندائے منبر و محراب)

رشوت ایک لعنت ہے

رشوت کے معنی ناجائز نذرانہ کے ہیں۔ آج کے دور میں یہ ناجائز نذرانہ کچھ اس قدر عام ہو گیا ہے کہ ایک بچہ کے ذہن میں بھی اس کا تصور پوری طرح موجود ہے۔ نظر اٹھایئے وہ دیکھئے ٹریفک کانسٹیبل نے ایک موٹر سائیکل سوار کو روک رکھا ہے، موٹر سائیکل سوار اپنی بند مٹھی کانسٹیبل کی

طرف بڑھاتا ہے۔ کانسٹیبل صاحب اس مٹھی میں بند نذرانہ مسکراتے ہوئے قبول کرتے ہیں اور موٹر سائیکل سوار کو آزاد کر دیتے ہیں۔ اور آگے بڑھئے۔ جی ہاں یہ ایک سرکاری دفتر ہے یہاں جائداد کی خرید وفروخت کی منظوری دی جاتی ہے۔ ایک صاحب بار بار کلرک صاحب کو اپنی طرف متوجہ کر رہے ہیں مگر کلرک صاحب مصروف ہیں۔ آخر وہ بڑی لجاجت سے سرگوشی کے انداز میں کلرک صاحب سے کچھ کہتے ہیں اور کچھ ہی دیر بعد انہیں مطلوبہ کاغذ حاصل ہو جاتا ہے۔ آیئے کچھ اور آگے آیئے۔ جی ہاں یہ پاسپورٹ آفس ہے۔ اف! کس قدر ہجوم ہے یہاں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ہر شخص دبئی اور سعودی عرب جا کر مال ودولت کی بارش میں نہانے کے لئے تیار ہے۔ وہ دیکھئے ایک ایجنٹ صاحب آنے والے ایک شخص کی طرف بڑھے۔ دونوں میں آہستہ آہستہ کچھ گفتگو ہوئی، آنے والے صاحب نے اپنے کاغذات ایجنٹ صاحب کی خدمت میں پیش کئے اور پھر دونوں دفتر کے احاطے میں داخل ہو گئے۔ یہ سب رشوت کی گرم بازاری کے مناظر تھے۔ حد تو یہ ہے کہ ایسے ہی مناظر آپ کو ان مقدس مقامات پر بھی نظر آئیں گے۔ جنہیں اسکول اور کالج کہتے ہیں۔ یقین کیجئے اب اچھی تعلیم کا حصول بھی رشوت کے بغیر ممکن نہیں۔

رشوت کی یہ گرم بازاری جس بنیادی سبب سے پیدا ہوئی ہے۔ وہ یہی ہے کہ آج ہر شخص پر راتوں رات امیر بننے کا رجحان غالب ہے۔ لوگوں نے محنت کی راہ چھوڑ کر آرام پسندی کی راہ اپنا لی ہے۔ صداقت ودیانت کے اصول پامال کر دیئے ہیں۔ اور مفاد پرستی کا دور دورہ ہے افسوس تو اس امر کا ہے کہ ہمارے معاشرہ میں اسلامی تعلیمات سے غفلت عام ہوتی جا رہی ہے۔ ایک مسلمان کے لئے رشوت لینا اور دینا حرام۔ ایسے دونوں ہی افراد جہنمی ٹھہرائے گئے ہیں لیکن آج کوئی ''رشوت'' کی برائی کو روکنے کے بات کرے تو اسے بے وقوف اور ناسمجھ تصور کیا جاتا ہے۔ لوگ رشوت کے سہارے وقتی فائدہ حاصل کر کے بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ ہم نے تو ''مک مکا'' سے کام کر لیا۔ لیکن یہی ایک مک مکا اور یہی ایک رشوت کا لین دین بالواسطہ کتنی برائیوں کا پیش خیمہ ہو سکتا ہے۔ کاش اس پر بھی ہم غور کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس لعنت سے دور رہنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

رشوت سے ہمیشہ کے لئے توبہ کر لیجئے

اسلام میں رشوت لینا اور دینا قطعاً نا جائز اور حرام ہے کیونکہ اسلام نے مال و دولت کے لینے اور دینے پر کچھ اخلاقی، شرعی اور قانونی پابندیاں عائد کی ہیں اور ایسے ذرائع سے دولت حاصل کرنے کو حرام قرار دیا جس سے انسانیت پر ظلم کا رستہ کھل جاتا ہو، لہٰذا اسلام میں رشوت شرعاً حرام اور قانوناً جرم ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

اور تم آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقے سے نہ کھاؤ اور نہ اسے حکام تک پہنچاؤ کہ جس سے تم لوگوں کے مال کا ایک حصہ گناہ سے کھا جاؤ اور یہ کہ تم جانتے ہو۔ (سورہ بقرہ)

قرآن کریم کی یہ آیت رشوت کے حرام ہونے پر صریحاً دلالت کرتی ہے، مفسرین اور ائمہ کرام اس بات پر متفق ہیں کہ اس آیت سے واضح طور پر رشوت کی حرمت کا حکم ثابت ہوتا ہے۔ اس آیت کے دو حصے ہیں پہلے میں ارشاد باری تعالیٰ کے مطابق دوسرے کا مال باطل طریقے سے نہ کھانے میں بہت وسیع مفہوم پایا جاتا ہے کہ کسی صحیح حقدار کا مال کوئی دوسرا شخص اسے ناجائز ذریعہ سے حاصل کر کے تصرف میں نہ لائے جس سے حقدار کی حق تلفی ہو۔ جیسے چوری، بے ایمانی، ملاوٹ، سمگلنگ لوٹ کھسوٹ، ذخیرہ اندوزی اور رشوت وغیرہ یہ تمام ناجائز ذر معاش باطل کے مفہوم میں آتے ہیں۔

لیکن آیت کے دوسرے حصے میں حرمت رشوت کا مفہوم بالکل عیاں ہے جس میں ناجائز مال کھانے کا ایک ذریعہ بیان گیا ہے کہ مال کو حکام تک نہ پہنچاؤ جس سے لوگوں کے مال کا ایک حصہ تم گناہ سے کھا جاؤ اور تم کو معلوم بھی ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب مال حاکموں اور ججوں تک اس غرض سے پہنچایا جائے کہ اس مال کے بدلے میں ان میں سے ناجائز مفاد حاصل کیا جائے اور حکام وہ مال لے کر اپنے فرائض منصبی کا ناجائز استعمال کرتے ہوئے انصاف کے تقاضے پورے نہ کریں۔ تو اس طرح حکام کا مال کو کھا جانا باطل طریقہ میں شامل ہے جو کہ گناہ ہے۔ اور ایسے گناہ کو رشوت کہا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ جو حاکم نے پیسے لے کر کیا ہے اس کا عوضانہ تو وہ پہلے ہی تنخواہ کی صورت میں حکومت سے وصول کر رہا ہے تو پھر اسے کسی فریق سے ناجائز وصول کرنے اور ڈالی لینے

کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔

آیت کے اس حصے میں رشوت دینے کے لئے تدلو کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو ادلاء سے مشتق ہے۔ جس کے معنی ڈول ڈالنے اور کھینچنے کے ہیں اسی اعتبار سے بطور استعارہ کسی چیز تک پہنچنے اور کسی شے کے ڈالنے کے لیے استعمال ہوتا ہے امام رازی نے اس لفظ کی تشریح کرتے ہوئے دو وجوہات بیان کی ہیں۔ پہلی وجہ رشوت ضرورت کی رسی ہے پس جس طرح پانی کا بھرا ہوا ڈول رسی کے ذریعہ سے کھینچ لیا جاتا ہے۔ اس طرح مقصد بُعد کا حصول بھی رشوت کے ذریعہ سے قریب ہو جاتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جس طرح حاکم کو رشوت دیکر کسی تاخیر کے فوراً بعد موافق فیصلہ کرالیا جاتا ہے اسی طرح ڈول بھی جب پانی نکالنے کے لئے کنوئیں میں ڈالا جاتا ہے تو نہایت تیزی کے ساتھ بغیر کسی تاخیر کے چلا جاتا ہے۔

المختصر یہ کہ اس آیت سے واضح طور پر رشوت سے منع کیا گیا اور جو لوگ اس حکم کی خلاف ورزی کریں گویا انھوں نے اللہ کے احکام کی پرواہ نہیں کی تو ایسے لوگوں کو دنیا اور آخرت میں لینے اور دینے کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔

اسلام سے قبل عرب کے قبائل میں اونچ نیچ کی بیحد تفریق تھی ان کے امراء اور روساء اپنے آپ کو دوسرے لوگوں سے بلند اور اعلیٰ تصور کرتے تھے اور اپنی دولت مندی کی بنا پر قانون کو اپنے ہاتھوں میں سمجھتے تھے۔ کیونکہ وہ قانون کی اس ناہمواری کے قائل تھے۔ چنانچہ جب کوئی مقدمہ پیش آتا اور کاہنوں کے پاس فیصلہ کے لئے جاتا تو دولت مند اپنے ان کاہنوں اور قاضیوں کو کچھ نذرانہ یعنی رشوت پوشیدہ طور سے دے دیتے تاکہ حالات ان کی خواہش کے مطابق ہو جائیں۔ اس کو حلوان کہا جاتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے اس کو قطعاً حرام قرار دیا اور لوگوں کو ایسا کرنے سے منع کیا۔

اسلام سے پہلے عرب کے یہودیوں میں رشوت کا رواج تھا۔ قانون کی زد سے بچنے کے لیے علانیہ رشوت دیتے تھے۔ اس طرح رشوت لینے سے قاضی لوگ انصاف کے تقاضوں کو پورا نہ کرتے۔ اور تورات کے احکامات پر پردہ ڈال دیتے تھے۔ چنانچہ تورات کے قوانین میں تحریف کا بڑا سبب یہی رشوت خوری تھی۔

پھر یہود کا یہ طریقہ بھی تھا کہ وہ دنیا کی معمولی دولت کے لالچ میں آکر اللہ کے احکامات

میں ردوبدل کردیتے اوراس کا معاوضہ وصول کرتے۔ ابن جریر نے کہا ہے کہ یہودی رئیس زادے اپنے علماء کواس پر رشوت دیتے تھے کہ جو احکامات تورات میں ہیں وہ عام لوگوں کو نہ بتائیں لیکن قرآن پاک نے ان کی اس ظاہرداری کا پول کھول دیا اور ایسی رشوت سے منع کردیا۔ قرآن میں یہی بات اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمائی ہے کہ: اور ایمان لاؤ ساتھ اس کے جو تم پر نازل کیا، جو تصدیق کرتی ہے اس کی جو تمھارے ساتھ ہے، اور اس کا پہلے انکار کرنے والے نہ بنو اور میری آیتوں کو تھوڑی قیمت کے بدلے مت بیچو اور مجھ سے ڈرتے رہو۔ (سورہ بقرہ)

کلام اللہ کے بعد احادیث کا درجہ ہے۔ احادیث کی رو سے بھی باطل ذرائع سے کسب معاشی کی ممانعت کی گئی ہے اور رسول اکرم ﷺ نے اسلامی ذرائع میں رشوت لینے اور دینے کو بہت ہی برا فعل قرار دیا ہے بلکہ رشوت کو لعنت اللہ کہا ہے تاکہ کوئی مسلمان نہ رشوت دے اور نہ لے۔ ان کے علاوہ رشوت لینے دینے والے کے درمیان واسطہ بننے والے بھی راشی ہی کے زمرے میں آتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور کریم ﷺ نے فرمایا کہ: رشوت دینے اور لینے پر اللہ کی لعنت برستی ہے۔ (ابن ماجہ)

رشوت کا لین دین عام طور پر زرِ نقد میں ہوتا ہے۔ بعض خوش فہم نقد نہیں لیتے، کھانے پینے یا استعمال کی اشیاء لے لیتے ہیں۔ انھیں بھی لعنتیوں کے زمرہ میں شمار کیا گیا ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ ان سے رویت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

اللہ تعالیٰ نے رشوت کھانے اور کھلانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

یہاں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ رشوت لینے اور دینے والے پر اللہ کی لعنت ہے لیکن اس شخص پر بھی اللہ کی لعنت ہے جو ان دونوں کے درمیان آلہ کار بنے۔ گو دلال نے کچھ فائدہ حاصل نہ کیا ہو۔ لیکن وہ رشوت کے معاملے میں معاونت کرتا ہے لہذا وہ بھی اتنا ہی مجرم ہے جتنے کہ لینے اور دینے والے ہیں اور اس کا بھی وہی حال ہوگا جو راشی اور مرتشی کا ہوگا۔ رسول پاک ﷺ کے ان ارشادت سے معلوم ہوا ہے کہ رشوت موجب لعنت ہے۔ لعنت سے مراد اللہ کی رحمتوں، بخششوں اور کرم نوازیوں سے دوری ہے۔ اس کی مثال یوں ہے کہ اگر کوئی بادشاہ کسی کو اپنا مصاحب بنائے، خلعت شاہی سے نوازے تو اس کی کتنی خوش نصیبی ہے لیکن ساتھ ہی تاکید کردے

کہ فلاں کام نہ کرنا اور واضح بھی کر دے کہ اس کام میں اگر تم نے میرے حکم کی نافرمانی کی تو میں تمھیں اپنے دربار سے نکال دوں گا۔ اپنی قربت سے ہمیشہ کے لیے محروم کر دوں گا اس کے بعد اگر وہ شخص چوری چھپے یا ظاہرً وہ کام کرے اور بادشہ کو پتہ چل جائے کہ اس نے میرے حکم کی نافرمانی کی ہے تو لامحالہ اس شخص پر بادشاہ کا عتاب ہوگا۔ اور اسے ہمیشہ کے لئے دربار سے نکال دے گا۔ اپنی مصاحبت سے محروم کر دے گا۔ دربار سے روندہ جانا، قربت سے دوری، اعزازات سے محرومی، لعنت کہلائے گی۔ ایسے ہی راشی اور مرتشی چونکہ اللہ کے حکم کی نافرمانی کرتا ہے، چنانچہ اللہ اسے اپنی رحمت سے نکال کر دور پھینک دیتا ہے۔ رحمت سے دوری، دنیا کی ذلت اور آخرت کا عذاب ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ کی لعنت ہے۔ (آل عمران)

اللہ کی لعنت کبھی مال وزر کی صورت میں آزمائش بنتی ہے، کبھی مبتلائے فتنہ کرتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ جو جہالت سے برا کام کر بیٹھیں اور اس کے بعد توبہ کر لیں تو ان کو اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے۔

یہ معافی صرف حقوق اللہ میں ملتی ہے، حقوق العباد میں نہیں، یوں تو توبہ گناہوں کو ایسے کھا جاتی ہے جیسے ریاء نیکیوں کو۔ مگر حقوق العباد کے سلسلے میں زبانی توبہ مؤثر نہیں ہوئی۔ اس کے لئے عملی توبہ کی ضرورت ہوتی ہے جن جن ناجائز ذرائع سے مال حاصل کیا گیا ہو، یا جن جن کا مال ناجائز ذرائع سے کھایا گیا ہو۔ ان کو ان کا مال یا اس کی قیمت ادا کی جائے یا ان سے ان کا حق معاف کرایا جائے۔ رشوت کی توبہ یہ ہے کہ جن سے رشوت حاصل کی گئی ہے ان کو واپس کی جائے اگر ان کا پتا نہ ہو یا بہت کوشش کے باوجود ان کا پتا نہ چل سکے کہ وہ کہاں رہتے ہیں تو جتنا جتنا روپیہ یا مال جس جس سے لیا تھا۔ اسی قدر روپیہ یا مال، اصل مالکان کی طرف سے خیرات کر دیا جائے تا کہ آخرت کے مواخذہ سے بچ جائے، یہاں تک کہ اگر کوئی مر جائے اور اس کی کمائی بیع باطل یا ظلم یا رشوت وغیرہ کی ہو تو وارثوں کو اس سے بچنا چاہیے۔ اس میں کچھ نہ لینا چاہئے، ان کے لئے یہی بہتر ہے کہ ان مالوں کو ان کے مالکوں کو واپس کر دیں۔ اگر ان کو معلوم کر سکیں، ورنہ خیرات کر دیں۔ کیونکہ جب واپس کرنا دشوار ہو تو حرام کمائی کو خیرات کر دینا ہی اس کا طریقہ ہے اس بہانہ سے کہ

اب کچھ یاد نہیں کہ کس کس سے کتنا کتنا لیا تھا، چھٹکارا نہیں ہوگا۔ اس لئے احتیاط اسی میں ہے کہ جس قدر یاد آئے اس سے کچھ زائد خیرات کر دیا جائے تا کہ گناہ وعذاب کا شبہ ہی نہ رہے۔ مگر اس کا خود استعمال کرنا حلال نہ ہوگا۔ ایسا کرنے سے ہوسکتا ہے کہ اللہ وہ خیرات کفارہ کے طور پر قبول کر لے، لیکن آئندہ رشوت لینے سے ہمیشہ کے لئے توبہ کر لے اور سابقہ کیے پر استغفار کرے۔

بنی اسرائیل کے زمانے میں تین نامی گرامی قاضی تھے جن کی خدانے جانچ کرنا چاہی۔ اور دو آدمیوں کو بھیجا، جن میں ایک تو گھوڑی پر سوار تھا، جس کی بچھیری اس کے ساتھ تھی۔ دوسرا گائے پر سوار تھا۔ گائے والے نے گھوڑی کی بچھیری کو بلایا اور وہ اس کے ساتھ لگ گئی۔ اس پر گھوڑی سوار بولا کہ بچھیری گھوڑی کی ہے۔ دوسرا بولا نہیں۔ یہ میری گائے کی ہے۔ اس پر دونوں جھگڑتے ہوئے ایک قاضی کے پاس پہنچے اور دونوں نے اپنے دعوے کے ثبوت میں دلیلیں پیش کیں۔ مگر گائے والے نے پہلے سے مٹھی گرم کردی تھی اور رشوت کے طور پر اس کی جیب میں کافی رقم ڈال دی تھی۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ قاضی صاحب نے فیصلہ میں یہ لکھا، کہ بچھیری گائے کی ہے۔ پھر یہ دونوں عدالت سے نکل کر دوسرے قاضی کے محکمہ میں گئے۔ اور انھیں بھی رشوت دے کر گائے والے نے اپنے حق میں فیصلہ لکھوالیا۔ پھر ان دونوں نے تیسرے قاضی کی عدالت میں اپنا مقدمہ پیش کیا، جس کے جواب میں قاضی صاحب بولے کہ مجھے حیض آرہا ہے۔ حیض سے فراغت کے بعد تمہارا مقدمہ سنوں گا۔ اس پر دونوں حیرت سے بولے، بھلا مردوں کو بھی حیض آتا ہے؟ اس پر نیک نہاد قاضی نے برجستہ کہا، بھلا گائیں بھی بچھیری جن سکتی ہیں؟ جاؤ! رشوت دے کر غلط فیصلہ کروانے سے توبہ کرو۔

رشوت کی گرم بازاری اور اس کی ہولنا کی

حضرت مولانا عاشق الٰہی بلند شہریؒ اپنی کتاب اصلاحی مقالات میں رقم کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں جگہ جگہ کسب حلال کا حکم دیا ہے اور آپس کے اموال کو غلط طریقہ پر کھانے سے بہت سختی کے ساتھ روکا ہے، سورہ النساء (رکوع ۵) میں ارشاد ہے **یا ایھا الذین آمنوا لا تا کلوا اموالکم بینکم بالباطل** یعنی آپس میں اپنے اموال کو باطل طریقہ پر مت کھاؤ، باطل پر کھانے کی کئی

صورتیں ہیں جن میں سے ایک طریقہ رشوت خوری کا بھی ہے۔

رشوت کا لین دین انسانی معاشرہ کے لئے گھن کی حیثیت رکھتا ہے ایک مجبور اور بے کس انسان اپنی حاجت پوری کرنے کے لئے رشوت دینے کو تیار ہو جاتا ہے اور رشوت لینے والا اسے شیر مادر (ماں کا دودھ) کی طرح ہضم کر جاتا ہے۔ رشوت خور کو غور کرنا چاہئے کہ اگر میں اس بے کس کی جگہ ہوتا اور مجھ سے رشوت طلب کی جاتی تو میرے نفس پر کس قدر شاق گزرتا، جو حال میرا ہوتا وہی اس عاجز و بے کس کا حال ہے۔ ضرورت مند کی بے بسی سے فائدہ اٹھانا شرافت انسانی کے خلاف ہے اور جذبات ایمانی کے بھی منافی ہے، سرور عالم ﷺ نے فرمایا ہے کہ: خبردار کسی کا مال اس کے نفس کی خوشی کے بغیر حلال نہیں۔ (رواہ البیہقی)

ایک شخص کسی منصب پر فائز ہے اسے بحیثیت اپنے عہدہ کے عوام و خواص کے کام انجام دینا چاہئے۔ ایک شخص اپنی حاجت لے گیا، اس کا کام محکمہ کے سپرد کردہ ذمہ داری کی وجہ سے کرنا تھا لیکن صاحب منصب نے اس سے قلیل یا کثیر رقم لے کر اس کا کام کیا اور تنخواہ اپنے محکمہ سے وصول کر لی۔ یہ رشوت کی ایک صورت ہے اس میں جہاں اپنے بھائی کا مال بیجا طریقہ پر حاصل کیا وہاں محکمہ کی بھی خلاف ورزی کی۔

مال حرام ملا، اللہ کے نزدیک سخت گنہ گار رہا، اور بندوں کے نزدیک مطعون و مذموم ہوا۔ جب رشوت کا سلسلہ چلتا ہے تو اپنے محکمہ کی خیانت بھی کرنی پڑتی ہے کیونکہ محکمہ کے جن قواعد و ضوابط کے مطابق کام کرنا تھا، پیسہ لینے کی وجہ سے ان کی خلاف ورزی کیجاتی ہے مثلاً کسی شخص کی صلاحیت ایسی نہیں ہے کہ اسے اپنے ماتحت اسٹاف میں جگہ دی جائے مگر رقم کے سامنے نظر نیچی ہو جاتی ہے، حریص نفس مال کو دیکھتا ہے اور صلاحیت والے محروم ہو جاتے ہیں، ایسا کرنے سے محکمہ کا کام بھی خراب ہوتا ہے اور یہ رشوت خور جس نے نا اہل کا تقرر کیا نہ صرف اپنے محکمہ کا بلکہ پورے ملک و ملت کا خائن ہوا۔

شریعت اسلامیہ میں رشوت لینا اور دینا بلکہ لینے اور دینے والے کا واسطہ بننا سخت ترین جرم ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے **لعن اللہ الراشی والمرتشی یعنی الذی یمشی بینھما** اللہ کی رحمت سے دور ہے جو رشوت دے اور رشوت لے اور اس پر جو واسطہ بن کر ان کے

درمیان آنا جانا کرے۔ جو رشوت دیتا ہے وہ بھی اس لئے مجرم ہے کہ رشوت کا ذریعہ وہ ناحق کا حقدار بن جاتا ہے اور اصول وقواعد کے مطابق جو مال کسی طرح کا حق کسی واقعی حقدار کو پہنچتا ہے اس کو محروم کردینے کا ذریعہ بنتا ہے اور یہ ظلم کی ایک قسم ہے۔

جس شخص سے رشوت طلب کی جائے وہ رشوت دے کر رشوت لینے والے کا معین بن جاتا ہے، اور اپنی غرض کی وجہ سے دب جاتا ہے، جب معاشرہ میں اس کا رواج ہوجائے تو اس کو قومی اور اجتماعی سزادی جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے **مامن قوم یظھر فیھم الرشا الا اخذوا بالرعب** یعنی جس قوم میں رشوت کا رواج ہوجائے اس کی گرفت رعب کے ذریعہ کی جاتی ہے۔

(رواہ احمد)

مطلب یہ ہے کہ رشوت کی وجہ سے فطری اور تکوینی طور پر قلب میں مرعوبیت کی شان پیدا ہوجاتی ہے، نہ حق کہہ سکتے ہیں اور نہ حق کا بول بالا کرسکتے ہیں، ان کو دشمنوں کا خوف کھا جاتا ہے، شجاعت ودلیری کے حوصلے پست ہوجاتے ہیں۔

بہت سے رشوت خور یہ سمجھتے ہیں کہ رشوت دینے والا خوشی سے دیتا ہے، ہم ڈنڈا مار کر وصول نہیں کرتے، لہذا یہ عطیہ ہوا، رشوت نہ ہوئی، ایسا خیال کرنا سخت غلطی ہے اور بہت بڑی خود فریبی ہے، جب کہ کسی شخص کو یقین ہوجائے کہ جس شخص سے کام متعلق ہے کچھ لئے بغیر یہ میرا کام نہ کرے گا یا تاخیر کرے گا، زیادہ دن دوڑائے گا تو اس مصیبت سے بچنے کے لئے وہ رشوت دینے کے لئے راضی ہوجائے گا، یہ دل کی رضامندی نہیں ہے اور شرعاً اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے، بہت سے لوگ بیوی کا مہر نہیں دیتے اور اس سے معاف کرالیتے ہیں، وہ یہ سمجھتی ہے کہ ملنا ہے ہی نہیں جھوٹے منہ سے معاف کردیتی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: **فان طبن لکم عن شیء منه نفسا فکلوه هنیئا مریئا**۔ (سو اگر تمہاری بیویاں نفس کی خوشی کے ساتھ اپنے مہر سے کچھ چھوڑیں تو اسے مبارک سمجھتے ہوئے کھالو) دیکھو لفظ **نفساً** کا اضافہ فرمایا، زبان سے معاف کردینے کا اعتبار نہیں۔ یہی بات آپس کے تعلقات اور ایک دوسرے کا مال کھانے میں ذہن نشین رکھنا چاہیئے

ایک حدیث میں ارشاد ہے **لا یأخذ احدکم عصا اخیه جادا، فمن اخذ عصا اخیه فلیردها الیه** یعنی تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی عصا (لاٹھی) اس انداز میں نہ لے کہ ظاہر

میں مذاق ہے اور حقیقت میں واقعی قبضہ کرنے کی نیت ہے، جو شخص اپنے بھائی کی لاٹھی لے لے اس کو واپس کردے۔ (رواہ الترمذی)

اس حدیث میں بھی وہی نصیحت فرمائی ہے کہ کسی کا مال اگرچہ حقیر ہو اس کے نفس کی خوشی کے بغیر نہ لے، عصا کو بطور مثال ذکر فرمادیا، ہر مال تھوڑا ہو یا زیادہ، مالک کی اندرونی نفس کی خوشی کے بغیر لینا جائز نہیں ہے، والناس عنه غافلون.

(بحوالہ اصلاحی مقالات)

راشی اور مرتشی دونوں ملعون ہیں

راشی کا مطلب ہے رشوت دینے والا لیکن کتنا یہ حرف غلط مشہور ہو گیا، کہ آج لوگ رشوت لینے والے کو راشی کہتے ہیں۔

مرتشی کا مطلب ہے رشوت لینے والا لیکن یہ لفظ عام بول چال (یا عامۃ الناس کے مابین گفتگو) میں بہت کم استعمال ہوتا ہے۔

رشوت کے لغوی معنی ہیں ناجائز نذرانہ جو نقدی یا جنس یا کسی اور شکل میں (بغیر حق کے) ناجائز طور پر حاصل کر کے کسی کا ناجائز کام کیا جائے یا کوئی فائدہ حاصل کرنے کے لیے مقدمہ کے گواہ یا حاکم کو دی جائے۔

رشوت کی ایک سیاسی قسم بھی ہے وہ یہ کہ جابر یا مطلق العنان حکمران بعض نا اہل (مگر مالی یا سیاسی طور پر طاقتور یا خوشامدی یا اپنے منظور نظر نالائق) لوگوں کو روپیہ یا جاگیر دے کر یا کسی اعلیٰ منصب پر فائز کر کے اپنا حامی بنائیں رشوت کی عمومی صورت وہ ناجائز مفاد ہے جو اپنے اعزاز، منصب یا عہدے کی بنیاد پر استحقاق کے بغیر حاصل کیا جائے اور اس عہدے یا منصب پر فائز ہوئے بغیر جس کا حاصل کرنا ممکن نہ ہو۔۔۔رشوت لینے اور دینے کی اور بہت سی صورتیں بھی ہیں بہر صورت رشوت نام ہے جھوٹ، فریب مکر، بے ایمانی، خیانت، اور جعلسازی سے کام لے کر دوسروں کے حق مارنے کا۔۔۔۔۔۔ یہ حق دوسرے انسانوں (اپنے بھائی بندوں) کا بھی مارا جا سکتا ہے اور حکومت کا بھی (اپنے فرائض منصبی کی مٹی پلید کر کے)۔

اللہ تعالیٰ نے نہایت واضح الفاظ میں اس قبیح دھندے سے منع فرمایا ہے سورۂ بقرہ میں ارشاد ہوا ہے کہ اور تم لوگ نہ تو آپس میں ایک دوسرے کے مال ناروا طریقے سے کھاؤ اور نہ حاکموں کے آگے ان کو اس غرض کے لیے پیش کرو کہ تمہیں دوسروں کے مال کا کوئی حصہ قصداً ظالمانہ طریقے سے کھانے کا موقع مل جائے (بالفاظ دیگر جھوٹ بول کر یا ہیرا پھیری کر کے دوسروں کا مال مت ہضم کرو اور تم جانتے ہی ہو (کہ اگر تمہارا مال دوسرے اس طرح کھانے لگیں تو تمہیں کتنا ناگوار گزرے)۔

خاتم الانبیا والمرسلین ہادی اکرم ﷺ کو اس فعل قبیح (رشوت) سے اس قدر نفرت تھی کہ آپ ﷺ نے اس کے لینے اور دینے والے دونوں پر لعنت بھیجی ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ کی لعنت ہو رشوت دینے والے پر اور رشوت لینے والے پر۔ اسی طرح بروایت حضرت ابوہریرہؓ آنحضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو حاکم کو رشوت دینے والے پر اور اس حاکم پر بھی جو رشوت لے۔

سرور عالم ﷺ نے حکومت کے اہلکاروں (ملازموں) کو عوام سے کسی قسم کے تحفے لینے سے بھی منع فرمایا ہے کیونکہ یہ تحفے ان کو ان کے منصب یا عہدے کے لحاظ سے پیش کیے جاتے ہیں اس لیے یہ رشوت ہی کے ذیل میں آتے ہیں۔

صحیحین میں حضرت ابوحمید ساعدیؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے قبیلہ ازد میں سے ایک شخص کو جس کا نام ابن اللُّتبیہ تھا، زکوٰۃ کی وصولی کے لیے عامل بنا کر بھیجا۔ جب وہ مدینہ واپس آیا تو اس نے مسلمانوں سے کہا کہ یہ مال زکوٰۃ کا ہے جو میں بیت المال کے لیے جمع کر کے لایا ہوں اور یہ مال ہدیہ ہے جو مجھے تحفہ کے طور پر دیا گیا ہے۔ نبی ﷺ نے جب یہ بات سنی تو خطبہ دیا اور اللہ کی حمد وثنا کے بعد (لوگوں سے) فرمایا کہ میں تم میں سے بعض آدمیوں کو، ان امور پر جو اللہ نے میرے سپرد کیے ہیں، عامل بناتا ہوں، ان میں سے ایک جب واپس آتا ہے تو کہتا ہے کہ یہ مال تمہارا ہے اور یہ مال مجھے تحفتہً دیا گیا ہے۔ یہ شخص اپنے باپ کے گھر یا اپنی ماں کے گھر کیوں نہ بیٹھ رہا، پھر دیکھتا کہ کون اس کے گھر میں آکر تحفہ پیش کرتا ہے۔

ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ "اس موقع پر رسول ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ مجھے اس

ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے کہ تم میں سے جو شخص اس قسم کے تحفے قبول کرے گا، قیامت کے دن یہ تحفے اس کی گردن سے چمٹے ہوں گے، اگر اس نے تحفہ میں اونٹ لیا ہے تو اس پر سوار بلبلاتا سنائی دے گا، گائے لی ہے تو وہ گردن سے چمٹی ہوگی اگر بکری لی ہے تو وہ گردن سے چمٹی ہوئی ممیارہی ہوگی۔

اس کے بعد حضور ﷺ نے دونوں ہاتھ آسمانوں کی طرف اٹھا کر بارگاہ الٰہی میں عرض کیا: ''یا اللہ تو گواہ رہیو! میں نے انہیں تیرا حکم سنا دیا ہے'' ''یا اللہ تو گواہ رہیو! میں نے انہیں تیرا حکم سنا دیا ہے'' دومرتبہ حضور ﷺ نے یہ الفاظ دہرائے۔

آنحضور ﷺ نے کسی کی سفارش کرنے کے عوض بھی تحفہ لینے کی ممانعت فرمائی ہے۔ حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ جو شخص کسی کی سفارش کرے اور وہ (جس کی سفارش کی گئی) سفارش کے بدلے میں سفارش کرنے والے کو کچھ تحفے بھیجے اور وہ قبول کر لے تو وہ گویا سود کے دروازوں میں ایک بڑے دروازے سے داخل ہوا۔ (ابوداؤد)

ایک روایت میں ہیکہ رسول اکرم ﷺ نے جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن رواحہ انصاریؓ کو یہودِ خیبر کی طرف غلہ کی بٹائی وصول کرنے کے لیے بھیجا (یعنی فتح خیبر کے بعد حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ انصاریؓ کو خیبر کا عامل مقرر فرمایا)۔ یہود خیبر نے اپنی عورتوں کے زیور جمع کر کے عامل (حضرت عبداللہ بن رواحہ انصاریؓ) کو بطور تحفہ پیش کیے۔ مگر انہوں نے یہ کہہ کر زیور قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ میرے لیے یہ مال حرام ہے اور ہم لوگ حرام نہیں کھا سکتے۔

سیدنا حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے عہد خلافت میں عدالتیں قائم کیں تو رشوت ستانی کے انسداد کے لیے کئی تدابیر اختیار فرمائیں مثلاً قاضیوں کی تنخواہیں بہت زیادہ مقرر کیں تاکہ وہ معاشی اعتبار سے آسودہ رہیں اور انہیں اپنی آمدنی بڑھانے کی ضرورت پیش نہ آئے۔ انہوں نے یہ قانون بنایا کہ جو شخص معزز اور دولت مند نہ ہو اسے قاضی نہ مقرر کیا جائے۔ کوفہ کے گورنر حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو اس قاعدے کی وجہ بتائی کہ دولت مند رشوت کی طرف راغب نہ ہوگا اور معزز آدمی کسی کے رعب میں نہیں آئے گا۔

حضرت عمرؓ کا ایک دوست ہر سال ان کے لیے اونٹ کی ایک ران ہدیۃً بھیجا کرتا تھا۔

ایک دفعہ وہ شخص ایک مقدمہ میں فریق بن کر حاضر ہوا اور عرض کیا۔

''امیر المؤمنین! ہمارے مقدمہ کا فیصلہ اس طرح کیجئے جیسے اونٹ کی ران کی بوٹیاں ایک دوسرے سے جدا کی جاتی ہیں''۔

حضرت عمر بات کی تہہ تک پہنچ گئے۔ اسی وقت تمام عمال کو تحریری فرمان بھیجا کہ کسی کا ہدیہ قبول نہ کرنا (خواہ یہ کسی ذاتی دوست کی طرف سے ہو) کہ (صاحب اختیار کے لئے) ہدیہ (قبول کرنا) رشوت لینے کے مترادف ہے۔

حضرت عمرؓ جب کسی کو عامل مقرر فرماتے تو اس کے پاس جس قدر مال اور اسباب ہوتا تو اس کی مفصل فہرست تیار کرا کر محفوظ رکھوا دیتے تھے۔ اگر عامل کی مالی حالت میں غیر معمولی ترقی ہوتی تھی تو اس سے مواخذہ کیا جاتا۔ ایک دفعہ عتبہ بن ابی سفیان کو ایک علاقے کا گورنر مقرر کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد ان کے مال و دولت میں غیر معمولی اضافہ دیکھنے میں آیا۔ حضرت عمرؓ کو اطلاع ملی تو آپ نے ان کو بلا کر باز پرس کی کہ تمہیں اتنا مال کہاں سے حاصل ہوا؟ انہوں نے جواب دیا کہ کچھ مال میں اپنے گھر سے لے کر گیا تھا اور اس کے بعد میں نے تجارت کے ذریعے مال جمع کیا ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا: ''میں نے تمہیں عامل حکومت بنا کر بھیجا تھا، تاجر بنا کر نہیں بھیجا تھا۔ تجارت اور گورنری جمع نہیں ہوسکتیں۔ یہ سب فالتو سرمایا بیت المال میں جمع کرو''

اس طرح مصر کے گورنر حضرت عمرو بن عاصؓ کے بارے میں حضرت عمرؓ کو اطلاع ملی کہ ان کے مال و اسباب میں حیرت انگیز اضافہ ہوا ہے۔ انہوں نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو لکھا:

اے عمرو جب تمہیں مصر بھیجا گیا تھا اس وقت تمہاری حالت اور تھی مگر اب تمہارے پاس اسباب غلام اور مویشی جو اس قدر جمع ہو گئے، کہاں سے آ گئے؟ حضرت عمرو بن عاصؓ نے جواب میں لکھا مصر میں زراعت اور تجارت دونوں سے پیداوار ہوتی ہے اس لئے ہمارے پاس بہت سی رقم پس انداز ہو جاتی ہے۔ لیکن حضرت عمرؓ اس جواب سے مطمئن نہ ہوئے۔ وہ اس قدر محتاط تھے کہ اپنے حکام کی آمدنی میں غیر معمولی اضافہ کے سلسلے میں اس بات کا ذرا سا بھی امکان ہوتا کہ اس اضافہ کے سبب کسی خلاف اصول طریقے کا استعمال بھی ہوسکتا ہے تو وہ فالتو (اضافی) رقم یا مال اسباب ضبط کر کے بیت المال میں جمع کرا دیتے تھے یا عام مسلمانوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ چنانچہ

حضرت عمرؓو بن عاص کا اضافی مال اسباب وغیرہ مسلمانوں میں تقسیم کرا دیا۔

ایک دفعہ ایک شاعر خالد بن صعق نے اپنے اشعار کے ذریعے حضرت عمرؓ کو اطلاع دی کی فلاں فلاں عمال کے اموال میں غیر معمولی اضافہ ہو گیا ہے امیر المؤمنین ان کا حساب لیں کہ اضافہ کیسے ہوا حضرت عمرؓ نے ان سب کی موجودات کا جائزہ لے کر آدھا آدھا مال بٹا لیا اور بیت المال میں داخل کرا دیا۔ (الفاروق شبلی نعمانی)

مشہور مصنف مولانا ابو یحییٰ امام خان نوشہروی مرحوم اپنی کتاب ''قرآنی دستور حیات'' میں اس واقعے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''میں کہتا ہوں یہ تمام اموال رشوت تو نہ تھے بلکہ لوگوں نے ہدیہ پیش کیے ہوں گے یا تجارت وزراعت کے ذریعہ سے ان لوگوں نے جمع کیے ہوں گے مگر چونکہ حاکم اعلیٰ کی برتری لوگوں کو ہدیہ دینے پر مائل کرتی ہے اور تجارت وزراعت میں بھی لوگ انکو دوسروں پر محض ان کے حاکم ہونیکی وجہ سے ترجیح دیتے ہیں اس لیے یہ بھی ایک قسم کی رشوت بن جاتی ہے اس لیے حضرت عمرؓ نے ایسا کیا اور بالکل بجا کیا۔

(قرآنی دستور حیات صفحہ ۲۹۱)

غیر اسلامی نظام حکومت میں آدمی اپنے جائز کام کے لئے بھی حکومت کے اہلکاروں کو نذرانہ دینے پر مجبور ہو جاتا ہے (اگر وہ ایسا نہ کرے تو اس کے کام میں طرح طرح کے روڑے اٹکائے جاتے ہیں) ایسی صورت حال کا ذکر کرتے ہوئے مولانا جلیل احسن ندوی اپنی کتاب ''راہ عمل'' میں لکھتے ہیں۔ رشوت اس رقم کو کہتے ہیں جو دوسروں کا حق مارنے کے لیے حکومت کے کلرکوں اور افسروں کو دی جاتی ہے۔ رہی وہ رقم جو اپنے جائز حق کی وصولیابی کے لیے باطل نظام حکومت کے بے ایمان کارندوں کو دل کی پوری نفرت کے ساتھ اپنی جیب سے نکال کر دینے پڑتی ہے جس کے بغیر اپنا حق نہیں نکلتا اس کی وجہ سے یہ مؤمن اللہ کے یہاں نہیں دھتکارا جائے گا۔ ان شاءاللہ۔ ایسے حالات شدید تقاضہ کرتے ہیں کہ خدا کا دین غالب اور حکمران ہو''

(راہ عمل صفحہ ۱۲۳)

اس میں کوئی شک نہیں کہ غیر اسلامی حکومت میں ایک سچا مسلمان اپنے جائز کام کے لیے بھی بعض اوقات حکومت کے بے ایمان ملازموں کو رشوت دینے پر مجبور ہو جاتا ہے لیکن ملازمین حکومت

اگر اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں اور مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو ان کو ہر حالت میں رشوت (خواہ یہ کسی بھی صورت میں ہو) لینے سے احتراز کرنا چاہیے ورنہ ان پر اللہ کی لعنت پڑے گی۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو رشوت لینے اور دینے سے بچائے۔

(بحوالہ حسن گفتار)

رشوت کھانے والوں کے عبرت ناک واقعات

واقعہ نمبرا

وہ پانچوں وقت پابندی سے نماز پڑھتے تھے۔ مالدار ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے سخی دل بھی تھے۔ دل کھول کر غریبوں اور بیواؤں کی امداد کیا کرتے تھے۔ کئی یتیم بچیوں کی شادیاں بھی کرادیں۔ حج بھی کیا ہوا تھا۔ ۱۹۷۳ کی صبح ان کا انتقال ہوگیا۔ بے حد ملنسار اور با اخلاق تھے۔ اہل محلہ ان سے بہت متاثر تھے۔ لہٰذا سوگواروں کا تانتا بندھ گیا۔ ان کے جنازے میں لوگوں کا کافی اژدھام تھا۔ سب لوگ قبرستان آئے۔ قبر کھود کر تیار کرلی گئی۔

جونہی میت قبر میں اتارنے کے لئے لائے کہ غضب ہوگیا یکا یک قبر خود بخود بند ہو گئی۔ سارے لوگ حیران رہ گئے۔ دوبارہ زمین کھودی گئی۔ جب میت اتارنے لگے تو قبر پھر خود بخود بند ہوگئی۔ سارے لوگ پریشان تھے۔ ایک آدھ بار مزید ایسا ہی ہوا۔ آخر کار چوتھی بار تدفین میں کامیاب ہو ہی گئے۔ فاتحہ پڑھ کر سب لوٹے اور ابھی چند ہی قدم چلے تھے کہ ایسا محسوس ہوا جیسے زمین زور زور سے ہل رہی ہے۔ لوگوں نے بے ساختہ پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک ہوش اڑا دینے والا منظر تھا۔

آہ! قبر میں دراڑیں پڑ چکی تھیں۔ اس میں سے آگ کے شعلے اور دھواں اٹھ رہا تھا اور قبر کے اندر سے چیخ و پکار کی آواز بالکل صاف سنائی دے رہی تھی۔ یہ لرزہ خیز منظر دیکھ کر سب کے اوسان خطا ہوگئے اور سب لوگ جس سے جس طرح بن پڑا اور بھاگ کھڑے ہوئے۔

سب لوگ پریشان تھے کہ بظاہر نیک، سخی اور با اخلاق انسان کی آخر ایسی کونسی خطا تھی جس کے سبب یہ اس قدر ہولناک عذاب قبر میں مبتلا ہوگیا؟ تحقیق کرنے پر اس کے حالات کچھ یوں

سامنے آئے:

مرحوم جو بچپن سے بہت ذہین تھا۔ لہٰذا ماں باپ نے اعلیٰ تعلیم دلوائی۔ جب خوب پڑھ لکھ لیا تو کسی طرح سفارش اور رشوت کے زور پر ایک سرکاری محکمے میں ملازمت اختیار کر لی۔ رشوت کی لت پڑھ گئی۔ رشوت کی دولت سے پلاٹ بھی خریدا اور خاصا بینک بیلنس بھی بنایا۔ اسی سے حج بھی ادا کیا اور ساری سخاوت بھی اسی مال سے کیا کرتا تھا۔

حسن ظاہر پر اگر جائے تو — عالم فانی سے دھوکہ کھائے گا
یہ منقش سانپ ہے ڈس جائے گا — کر نہ غفلت، یاد رکھ پچھتائے گا
ایک دن مرنا ہے، آخر موت ہے — کر لے جو کرنا ہے، آخر موت ہے

واقعہ نمبر۲

۲۷ جمادی الاول ۱۴۱۱ ہجری کو ایک پولیس افسر کا جنازہ قبرستان میں لایا گیا، جب اسے قبر میں اتارا جانے لگا تو اس کی قبر یکا یک ٹیڑھی ہو گئی۔ پہلے تو لوگوں نے اسے گورکن کا قصور قرار دیا۔ اس لیے دوسری جگہ قبر کھودی گئی۔ جب جنازے کو دوسری قبر میں اتارنے لگے تو قبر ایک بار پھر ٹیڑھی ہو گئی۔ اب لوگوں میں خوف و ہراس پھیلنے لگا۔ تیسری بار بھی ایسا ہوا۔ قبر حیرت انگیز حد تک اس قدر ٹیڑھی ہو جاتی کہ تدفین ممکن نہ رہتی۔

بلاآخر شرکائے جنازہ نے مل جل کر میت کے لیے دعائے مغفرت کی اور پانچویں قبر میں ہر حال میں تدفین کا فیصلہ کیا گیا۔ چنانچہ پانچویں بار قبر ٹیڑھی ہونے کے باوجود زبردستی پھنسا کر میت کو اتارا گیا۔ اس کے بعد لوگوں نے اس کے رشتے داروں سے اس کے متعلق پوچھ گچھ کی تو معلوم ہوا کہ یہ افسر رشوت لیتا تھا، جس کا اس کو مرتے وقت انجام ملا اور اب آگے اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اس نے اس افسر کے ساتھ کیا معاملہ کیا ہوگا۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ کا فرمان عالیشان ہے:

”جو شخص کسی قوم کا والی اور قاضی مقرر رہا ، وہ قیامت کے دن اس حالت میں پیش ہوگا اس کا ہاتھ گردن سے بندھا ہوا ہوگا۔ پھر اگر وہ رشوت لینے والا نہ تھا اور اس کے فیصلے بھی حق پر مبنی

تھے تو وہ آزاد کر دیا جائے گا۔ اگر وہ رشوت خور تھا اور لوگوں سے مال لے کر حق کے خلاف فیصلے کرتا تھا تو اس کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا اور وہ پانچ سو برس کی راہ کے مثل گہرائی میں جا پڑے گا۔"

اس حدیث مبارکہ سے رشوت خور کے انجام کے متعلق خوب عبرت حاصل ہوتی ہے۔

واقعہ نمبر ۳

حضرت ابوعبداللہ محمد بن وزیر حرانیؒ اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں "میں ایک دن عصر کے بعد اپنے گھر سے اطراف باغ کی طرف نکلا، چلتے پھرتے سورج غروب ہونے سے ذرا پہلے میں ایک قبرستان پر پہنچا، میں نے اچانک ایک قبر کو دیکھا کہ انگارے کی طرح دہک رہی ہے اور شیشہ گر کی بھٹی کی طرح سرخ تھی اور اس قبر کا مردہ اس کے درمیان میں پڑا ہوتا تھا۔

میں حیرانی کے عالم میں اپنی آنکھوں کو ملنے لگا اور سوچنے لگا کہ میں خواب میں ہوں یا بیداری میں یہ منظر دیکھ رہا ہوں۔ لیکن جب ادھر ادھر نظر کر کے شہر کی فصیل کو دیکھا تو میں نے کہا، واللہ میں جاگ رہا ہوں اور بیداری میں منظر دیکھ رہا ہوں۔ میں نے وہ عبرتناک منظر دیکھا تھا کہ ہوش وحواس گم تھے۔ میں گھر مدہوشی کے عالم میں پہنچا۔ گھر والے میرے سامنے کھانا لائے، لیکن میں کھانہ سکا اور بے تابی کی حالت میں شہر کی طرف جا کر لوگوں سے قبر والے کا حال دریافت کیا۔

لوگوں نے بتایا کہ وہ ایک مکاس یعنی چنگی وصول کرنے والا شخص تھا اور آج ہی اس کا انتقال ہوا ہے۔ اور آج ہی اسے دفن کیا گیا ہے۔ اس قبر کی آگ کا مشاہدہ بالکل اسی طرح خصوصی ہے جس طرح کبھی کبھی جن یا فرشتے دکھائی پڑ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے دکھا دیتا ہے۔

واقعہ نمبر ۴

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی قدس سرہ بسلسلہ تبلیغ اپنے ایک رسالے احکام المال صفحہ ۱۶ پر رقمطراز ہیں۔ "لوگ رشوتیں لے کر مال جمع کیا کرتے ہیں۔ پھر دیکھئے اس کا کیا حشر ہوتا ہے۔ میرے ایک عزیز پولیس میں ملازم تھے۔ انہوں نے خوب رشوتیں لے کر روپیہ جمع کیا تھا۔ اتفاق سے سرکار کی طرف سے کسی معاملے پر مقدمہ قائم ہو گیا، جتنا کمایا تھا۔ سب اس میں لگ گیا۔ حتیٰ کہ گھر کا زیور بھی نہیں رہا۔ بالکل خالی ہو گئے۔ جب خدا خدا کر کے اس مقدمے میں جان چھوٹی،

اس کے بعد پھر اسی طرح روپیہ جمع کیا اور پرانے تکیے میں سی دیئے۔ اس خیال سے کہ اسے چور کیا اٹھائیں گے۔

ایک روز وہ اتفاق سے تحقیقات میں گئے ہوئے تھے کہ ان کے مکان میں آگ لگ گئی۔ گھر والوں نے قیمتی اسباب اٹھا اٹھا کر گھر سے باہر پھینکا، اس تکیے کا کسی کو خیال نہ آیا۔ وہ جب تحقیقات کر کے واپس آئے تو معلوم ہوا کہ گھر میں آگ لگ گئی ہے۔ پوچھا کہ میرا تکیہ کہاں؟ گھر والوں نے کہا جو قیمتی چیزیں تھیں وہ مشکل سے بچائی ہیں۔ وہ پرانا تکیہ بھی کوئی حفاظت کے قابل تھا؟ کہنے لگے، میرے تو اس میں نوٹ تھے۔ اور آخر حرام کمائی ہاتھ سے نکل گئی۔

(بحوالہ اللہ کے نافرمانوں پر عذابات کے عبرتناک واقعات)
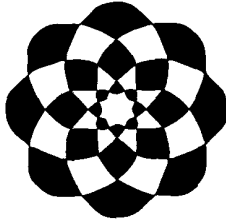
جہنم میں لے جانے والا چھٹا عمل

شراب نوشی کرنا

حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر نشہ آور شراب ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے، اور جو شخص دنیا میں شراب پئے گا اور اس کا ایسی حالت میں انتقال ہو کہ اس کا عادی ہو تو وہ اسے آخرت میں قطعاً نہیں پئے گا۔

(بخاری ومسلم)

گناہوں اور مضرت رساں وہ اشیاء جن کا استعمال کرنے والوں کو دنیا میں سب سے زیادہ اور فوری نقصان پہنچتا ہے ان میں سے شراب بھی ہے جو معدہ میں ہیجان پیدا کرتی ہے اور قے اور متلی کا سبب بنتی ہے پھر ہمیشہ رہنے والی سوزش پیدا ہو جاتی ہے اور آخر کار آہستہ آہستہ بالکل بے کار ہو جاتا ہے اور کثرت مے نوشی کی وجہ سے مہلک مرض استسقاء کی بیماری لگ جاتی ہے۔

شراب کے جان لیوا نقصانات

جو شخص ہمیشہ شراب پیتا ہے اس کی رگیں سخت ہو جاتی ہیں اور اس کا دل دماغ اور گردے متاثر ہو جاتے ہیں، اور اس کا جسم اس قدر کمزور ہو جاتا ہے کہ اس میں متعدی بیماریوں کی مدافعت کی قوت نہیں رہتی، شراب نوشی کرنے والے کے بچے دیوانہ پن، پاگل پن اور مجنون وشل ہونے اور کمزور حواس والے ہونے کے مرض کا شکار ہو جاتے ہیں، اور اس کی عقل و مزاج میں فساد آ جاتا ہے، اس کا مال اور عزت وکرامت ختم ہو جاتی ہے، شراب کے نقصانات میں سے بعض اطباء نے چودہ نکات شمار کرائے ہیں جو یہ ہیں

۱: فوقانی (اوپر کے) حصے کے پٹھوں کے مراکز بے حس ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے مے نوشی وقتی جنون کا شکار ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو بھی نقصان پہنچاتا ہے اور دوسروں کو بھی۔

۲: دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے پھر ضعف وکمزوری اور دل کا بیٹھنا شروع ہو جاتا ہے۔

۳: متعدی امراض کی قوتِ مدافعت کمزور پڑ جاتی ہے اور خون میں موجودہ سفید ذرے جو انسانی صحت پر حملہ کرنے والے ہر خارجی دشمن سے روک تھام کرتے ہیں وہ بے حس ہو جاتے ہیں۔

۴: عام لوگوں کی بنسبت عادی مے نوش کو سِل وغیرہ کی بیماری زیادہ لاحق ہوتی ہے، اور اگر پھیپھڑوں میں سوزش وغیرہ شروع ہو جائے تو وہ اس سے بہت کم نجات حاصل کرتا ہے۔

۵: شراب نوشوں کے آپریشن بہت کم کامیاب ہوتے ہیں، اسی لیے بیمہ کمپنیاں ایسے نشہ باز لوگوں کا بیمہ زندگی نہیں کرتیں۔

۶: دنیا کے مختلف ہسپتالوں میں دماغی امراض کے سلسلہ میں نہایت باریک بینی سے تفتیش کی گئی جس کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ تقریباً پچاس فیصد ہسپتالوں میں آنے والے ایسے مریض عادی شراب نوشوں کی اولاد ہیں

۷: شراب جگر وگردوں کو ختم کر دیتی ہے اور اس کی وجہ سے عقلی، جسمانی اور عصبیاتی نظام کمزور ہو جاتا ہے۔

۸: جو لوگ خون کی کمی اور شوگر یا دل کے امراض کا شکار ہیں وہ اگر شراب پیئں گے تو وہ خود کشی کرنے والوں کی طرح ہوں گے۔

۹: بعض لوگ یہ بات اڑاتے ہیں کہ شراب ہاضم ہے یہ بالکل غلط ہے اس کے برخلاف یہ نظام ہضم کو خراب کرتی ہے اور اس میں رکاوٹ بنتی ہے۔

۱۰: شراب جو شیطانی دھندوں اور کاموں میں سے ایک کام ہے اس کی غذائی کوئی حیثیت نہیں اور غذائیت سے اس کے خالی ہونے کے پہچاننے کے لیے اتنی بات سمجھ لینا کافی ہے کہ شراب یا بیئر کی ایک بوتل میں موجود غذائیت ایک چمچہ چاول کی غذائیت سے زائد نہیں ہوتی۔

۱۱: غریب ترین شراب نوش کھانے پینے کی اشیاء کی بنسبت شراب کے جام پر زیادہ پیسے خرچ کرتا ہے وہ نشہ بازی کے لیے بھوک برداشت کرتا ہے لیکن ظالم اپنی اور اپنی بیوی بچوں کی صحت کو اس کی بھینٹ چڑھا دیتا ہے، اور کم غذائیت کی وجہ سے وہ سب کے سب مختلف قسم کے

مہلک امراض کا شکار ہو جاتے ہیں جیسے کہ خارش، داد وغیرہ اور یہ لوگ دق وسل کے بھی شکار ہو جاتے ہیں۔

۱۲: بھی رپورٹیں بتلاتی ہیں کہ جنسی امراض کے شکار لوگوں کی بڑی تعداد ان امراض کا شکار اس شراب کی وجہ سے ہوئی ہے جس کے پینے والے کی عقل کا وہ بندھن کمزور ہو جاتا ہے جس سے دین اور اخلاق کی تعلیمات کو مضبوطی سے تھاما جاتا ہے۔

۱۳: کسی بھی عادی شراب نوش کی نسل تندرست وتوانا نہیں ہوتی، اس لیے کہ اس کی وجہ سے ماں کے پیٹ میں بننے والے بچے میں کمزوریاں پیدا ہو جاتی ہیں جس کی وجہ سے اس کی نشوونما کرنے والے شوگر والے خلیہ کا کمزور ہوتا ہے۔

۱۴: موٹر کاروں کے چالیس فیصد حادثات کا سبب شراب ہی ہے اس لیے کہ سوا دو اوقیہ (ایک مقدار کا نام ہے) شراب آدھی قوت انسانی گھٹا دیتی ہے لہٰذا اگر کسی خطرے کے موقعہ پر گاڑی ایک سیکنڈ کے بعد روکنا ہو تو شراب نوش دو سیکنڈ کے بعد روک پاتا ہے، اسی لیے قانون یہ ہے کہ اگر کسی حادثہ میں ڈرائیور یا گاڑی چلانے والے کا شراب سے مدہوش ہونا ثابت ہو جائے تو اس کا لائسنس ضبط کر لیا جاتا ہے، نیز شراب کی وجہ سے عداوت وبغض پیدا ہوتا ہے، اور شراب نوش ہر چیز کا خلاف واقع تصور کرتا ہے اور نشہ کی حالت میں وہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ شیر کو پچھاڑ دے گا، اور یہ کہ وہی حاکم مطلق اور ایسا شخص ہے جس کی اطاعت کی جاتی ہے اور سخاوت وکرم میں وہ ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ شراب نوش جب شراب کے نشہ میں مست ہوتا ہے اس وقت وہ مرغی سے زیادہ کمزور چیچڑی سے زیادہ گندہ وخبیث، گدھے سے زیادہ بے وقوف وپلید اور سور سے زیادہ دیوث اور بے حیاء ہوتا ہے شیطان شراب نوش کو اس خبیث ترین مشروب کے ذریعے نماز اور اللہ کے ذکر سے روک دیتا ہے اور اللہ کی ناراضگی ونافرمانی میں مبتلا کر دیتا ہے، شراب نوش کبیرہ گناہوں کا ارتکاب اور جرائم اختیار کرتا ہے اور مختلف قسم کے گناہوں میں گرفتار ہوتا ہے، اور حرام میں ہاتھ پاؤں مارتا ہے، اور فرائض وواجبات کو چھوڑ دیتا ہے، اور اوپرے کام کرتا ہے اور کفریہ کلمات بکتا ہے، اپنے پروردگار اور ماں باپ کو برا بھلا کہتا ہے، بیوی کو طلاق دے دیتا ہے اور زنا ولواطت میں گرفتار

ہوتا ہے، اور لوگوں کی عزت وآبرو پر ڈاکہ ڈالتا ہے، اور اپنا روپیہ پیسہ برباد کرتا ہے کپڑے، میلے کچیلے پہنتا ہے اور اپنے کپڑوں میں پیشاب کر دیتا ہے، اور بلا وجہ روتا اور بلا وجہ ہنستا ہے، بچے اس کا مذاق اُڑاتے ہیں اور نا سمجھ لوگوں کے لیے سامانِ تفریح بنتا ہے، سمجھدار لوگ اسے مبغوض رکھتے ہیں، اور اس کے گھر والے، اہل وعیال اور پڑوسی اسے ناپسند رکھتے ہیں۔

حضرت عدی بن حاتم سے جب کسی نے پوچھا کہ کیا بات ہے آپ شراب نہیں پیتے؟ تو انہوں نے کہا: مجھے یہ ناپسند ہے کہ میں صبح کو قوم کا حکیم و دانا شخص بنوں اور شام کو بے وقوف و نا سمجھ بن جاؤں۔

ایک شخص کہتے ہیں کہ شراب برائیوں کی جڑ اور مصیبتوں کی بنیاد اور ہلاکت کا ذریعہ ہے، اور یزید بن محمد مہلبی نے کتنے عمدہ اشعار کہے ہیں جسکا ترجمہ ہے کہ:

تمہاری عمر کی قسم شراب کے جام کی برائیاں شمار نہیں کی جاسکتیں چاہے اس میں لذت و مستی کتنی ہی کیوں نہ ہو، کتنی ہی مرتبہ شراب تمہیں برائی کو اچھائی دکھلائے گی اور کبھی تمہارے ذہن میں یہ لائے گی کہ اچھے کام کرنے والے بُرے ہیں، اور مخلص و سچا دوست بغض رکھنے والا ہے اور تعریف کرنے والوں کی تعریف ہجو و برائی ہے۔

بلاشبہ لوگوں کے لیے شراب ہی تباہی، طاعون، جنگ اور بھوک کی تباہی سے زیادہ سخت تباہی ہے اس لیے کہ شراب کا نقصان اخلاق کو پہنچتا ہے اور اس کا پینے والا قوم وملت کے جسم کے لیے ایک ایسا زہریلا عضو ہوتا ہے کہ اگر اس کا علاج نہ کیا جائے یا اسے کاٹا نہ جائے تو اس کا زہر تمام اعضاء میں سرایت کر جاتا ہے اور وہ پورے جسم کو متاثر کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مبین میں بھی اور اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے بھی شراب کو مسلمانوں پر حرام قرار دیا ہے، اور اس کی حرمت بیان کرنے میں بہت مبالغہ کیا ہے، اور اس کے استعمال کرنے والے اور اس کی لین دین کرنے والے کو سخت سرزنش کی ہے اور مے نوش کی سزا چالیس (احناف کے یہاں اسّی) کوڑے مقرر کیے ہیں، اور حاکم تعزیز کے طور پر مزید چالیس کوڑے اور بھی لگا سکتا ہے، پھر اگر شراب نوش سچی توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتے ہیں، ورنہ پھر اگر انسان کو سمجھ ہو تو آخرت کی سزا بہت سخت ہے۔

شراب کھجور، منقے، مکئی، جَو اور شہد وغیرہ سے بنائی جاتی تھی، لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ صرف وہ شراب حرام ہے جو کھجور یا منقے سے بنائی جائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ بتلایا کہ شراب کی سب قسمیں حرام ہیں اور ہر نشہ آور حرام ہے، یمن کے ایک صاحب نے کہا: اے اللہ کے رسول ہم اپنے علاقے میں ایک قسم کی شراب پیتے ہیں، جسے مزر کہا جاتا ہے جو جَو سے بنائی جاتی ہے، آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا اس میں نشہ ہوتا ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نشہ آور حرام ہے، اور جو شخص نشہ آور استعمال کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے یہ طے کر رکھا ہے کہ اسے طینۃ الخبال سے پلائے گا، عرض کیا: اے اللہ کے رسول! طینۃ الخبال کیا چیز ہے؟ فرمایا: دوزخیوں کا پسینہ، یا فرمایا: دوزخیوں کا خون و پیپ۔

اس سے معلوم ہوا کہ نشہ آور نبیذ، بیئر، گیہوں وغیرہ کی بیئر، بھنگ چرس افیم وغیرہ ہر وہ چیز جو نشہ یا فتور پیدا کرے یا بے حس یا سن کر دے وہ حرام ہے اور حکم کے لحاظ سے وہ اور شراب ایک ہی ہے، اور جس چیز کی ز[illegible] ارنشہ پیدا کرے اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے اور تاڑی کے نام سے معروف مشروب جو ناریل اور گوگل کا دودھ ہوتا ہے وہ بھی حرام ہے اس لیے کہ وہ بھی نشہ آور ہے اور انسانی عقل پر جو اثر شراب ڈالتی ہے وہی اثر یہ بھی ڈالتا ہے، اور اس مشروب کا کم یا زیادہ دونوں برابر ہیں اور یہ کہ جب اسے درخت سے فوراً لیا جائے اور اس وقت تک نشہ آور نہ ہوا ہو تو اسے استعمال کر سکتے ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کے پینے، بیچنے، خریدنے، پلانے، نچوڑنے، نچڑوانے والے، اٹھا کر لیجانے والے اور جس کی طرف اٹھا کر لیجایا جائے اور ساقی اور جس کی وجہ سے پلایا جائے ان سب پر لعنت بھیجی ہے، اور یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کی اطلاع دی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ایسے شخص کے پاس شراب اٹھا کر لیجانا جائز نہیں ہے جو اسے پیتا ہو، اٹھا کر لیجانے والا ہے مزدور ہو یا خادم، ہاں اگر پینے والے کے مذہب میں اس کا پینا حلال ہو تو پھر اسے اس کے پاس اٹھا کر لیجا سکتا ہے، واللہ اعلم۔

اگر کسی مسلمان شخص کو کوئی اور ملازمت ملتی ہو تو اس کے لیے یہ قطعاً مناسب نہیں کہ وہ کسی یہودی یا نصرانی کے گھر ملازم ہو کر ان کا تابع بن کر ان کی خدمت کرے، شراب انڈیل کر دے اور سور کاٹ کاٹ کر کھلائے جو شخص رزق حلال کمانا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہو جاتا ہے،

اور جو شخص پاکیزہ رزق کا خواہاں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بے نیاز کر دیتے ہیں، اور ایسا مسلمان شخص جو اپنے دین کو ذریعۂ فخر و امتیاز سمجھتا ہو اور اللہ کے فیصلہ پر راضی رہتا ہو وہ اس جیسا ظلم برداشت نہیں کر سکتا اور وہ کافروں کے گھروں کی خدمت کی ذلت اور اپنے ارادہ پر ان کے حکم و تسلط کو ہرگز قبول نہیں کر سکتا:

شراب ایسی ہی ناپاک ہے جیسے کہ پیشاب کہ شراب کے اس کے لگنے سے بھی بدن، کپڑا اور برتن دھویا جائے گا، اس لیے کہ حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم اہل کتاب کی سرزمین پر رہتے ہیں، جو سور کھاتے ہیں اور شراب پیتے ہیں، کیا ہم ان کے برتنوں میں کھا سکتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، مگر یہ کہ تمہیں دوسرا اور کوئی برتن نہ ملے تو پھر انہیں دھو کر اس میں کھا پی لیا کرو، اور صادق و مصدوق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اخیر زمانے میں ہونے والی شراب نوشی اور اس کے دیوانہ ہونے اور ان لوگوں پر نازل ہونے والے اللہ کے عذاب کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرمایا: اس امت کی ایک قوم کھانے پینے اور لہو ولعب میں رات گزارے گی، پھر جب وہ صبح کو اٹھیں گے تو مسخ ہو کر بندر اور سور بن چکے ہوں گے، اور ان کو دھنسنے اور پتھر مارے جانے کا ایسا عذاب پہنچے گا کہ لوگ یہ کہیں گے: گذشتہ رات فلاں قوم کو زمین میں دھنسا دیا گیا، اور اس رات کو فلاں لوگوں کو گھر میں دھنسا دیا گیا اور ان پر آسمان سے ہوا کے ساتھ اس طرح پتھر برسیں گے جس طرح حضرت لوط علیہ السلام کی قوم، ان کے قبیلوں اور مکانات پر پتھر کی بارش ہوئی تھی، اور ان پر عذاب کی وہ ہوا بھیجی جائے گی جس نے قوم عاد کو ان کے قبیلوں اور گھروں میں ان کی شراب نوشی، ریشم کے پہننے اور گانے بجانے والیاں رکھنے اور سود کھانے اور قطع رحمی کی وجہ سے ہلاک کر ڈالا تھا۔

ہم نے جو حدیث ابھی ذکر کی ہے اسے پڑھ کر بعض لوگ اس کا مطلب نہ سمجھنے اور جہالت اور اس کا مفہوم نہ جاننے کی وجہ سے اس کا انکار کر بیٹھتے ہیں، اور اس میں شک کرنے لگتے ہیں، اور وہ مسخ کے منکر ہو جاتے ہیں، اور اس پر یقین نہیں رکھتے کہ کسی انسان کو اللہ تعالیٰ بندر یا سور کی شکل میں مسخ کر سکتے ہیں، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ بہت سے ایسے لوگوں کو دیکھتے ہیں جن کے چہرے میں بعض حیوانوں سے بہت مشابہت پائی جاتی ہے، اور کبھی مسخ کرنے سے مراد یہ ہوتا

ہے کہ ان کی فطرت مسخ کر دی جائے، طبیعت بدل دی جائے اور اخلاق بدل جائیں، اللہ تعالیٰ ہمیں ہر برائی اور فتنہ سے بچائے، آمین۔

دھنسنا، غرق ہونا، زلزلے، طوفان، بگولے اور وہ آسمانی آفات و حادثات جنہیں لوگ گردش زمانہ اور فطرت کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ بے شمار ہیں اور روز پیش آتے رہتے ہیں اور ہمارے سامنے وجود پذیر ہوتے رہتے ہیں، اور روئے زمین پر دنیا کے مختلف اطراف اور گوشوں میں لوگوں کے سامنے آتے رہتے ہیں اور ان کی خبریں ہمارے کانوں میں پڑتی رہتی ہیں۔

شراب پینے والا جنت سے محروم ہوگا

تین قسم کے آدمی جنت میں داخل نہیں ہوں گے: ہمیشہ شراب پینے والا، اور والدین کا نافرمان، اور وہ دیوث جو اپنے گھر والوں میں بے حیائی کو برداشت کرے، اور اگر شراب نوش جنت میں داخل بھی ہو جائے گا تو جنت کی شراب کی ان نہروں سے لطف اندوزی نہ کر سکے گا جن کا مزہ و ذائقہ کبھی تبدیل نہ ہوگا، اور نہ ان کی خوشبو بدلے گی اور وہ پینے والوں کے لیے بڑی لذیذ ہوگی۔

شراب نوشی سے روکنے اور مے نوشی پر بہت سی احادیث میں شدید وعید وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے: نہیں زِنا کرتا زِنا کرنے والا جس وقت کہ زِنا کرتا ہے اور وہ مؤمن ہو (یعنی زانی زِنا کے وقت پورا مؤمن نہیں رہتا) اور نہیں چوری کرتا چور جب کہ وہ چوری کرتا ہے اور وہ مؤمن ہو، اور شراب نہیں پیتا شراب پینے والا جب کہ وہ شراب پیتا ہے اور وہ مؤمن ہو، اور چور چوری نہیں کرتا ایسی حالت میں کہ وہ مؤمن ہو، اور شراب پینے والا شراب نہیں پیتا ایسی حالت میں کہ وہ مؤمن ہو، اور (راوی فرماتے ہیں کہ) چوتھی ایک اور بات بتلائی جو میں بھول گیا، جب وہ کام کرتا ہے تو اپنے گلے سے اسلام کا پھندا نکال دیتا ہے۔

اور طبرانی یہ الفاظ روایت کرتے ہیں: جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ شراب نہ پیئے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ ایسے دسترخوان پر نہ بیٹھے جہاں شراب پی جا رہی ہو، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ: تین آدمیوں کی نماز اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتے اور ان کی کوئی نیکی آسمان تک

نہیں پہنچتی ہے: بھگوڑا غلام جب تک اپنے مالکوں کے پاس لوٹ کر اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں نہ دے دے، اور وہ عورت جس کا شوہر اس سے ناراض ہو جب تک وہ راضی نہ ہو جائے اور نشہ میں مست جب تک اس کا نشہ نہ اُتر جائے۔

آج کل یہ بیماری بہت پھیل گئی ہے اور یہ آفت مسلم اور غیر مسلم ممالک سب میں عام ہو گئی ہے اور خرابیوں کی اس جڑ میں بوڑھے، جوان، اور مرد و عورتیں ... گرفتار ہیں سوائے اس کے جسے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے، اور سب سے افسوس ناک بات یہ ہے کہ آج ہمارے چھوٹے بچے بھی شراب پینے لگے ہیں، اور ان کے والدین ان کی اس حرکت اور گندے فعل سے واقف ہونے کے باوجود انہیں کچھ نہیں کہتے، ایک شخص اپنے گھر میں اپنی اولاد کے سامنے شراب پیتا ہے، اور ایک استاد صبح و شام پڑھانے جاتا ہے اور شراب کی بُو اس کے کپڑوں اور منہ سے آتی ہے اور وہ اس کا کثرت سے ذکر کرتا ہے، اور اصولی بات یہ ہے کہ جس شخص کو کسی چیز سے محبت ہوتی ہے وہ اس کا تذکرہ کثرت سے کرتا ہے، ایسے لوگ اپنی اولاد اور شاگردوں کے لیے برا نمونہ اور خراب مقتدا ہوتے ہیں، یہ لوگ ان کے سامنے برائی اور شر کو خوبصورت بنا دیتے ہیں اور اس کے دروازے ان کے لیے کھول دیتے ہیں اور قیامت کے دن اپنی قوم کو دوزخ کے عذاب میں لیجاتے ہیں جو بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے۔

بعض مرتبہ کوئی واعظ و خطیب مسجد میں وعظ و نصیحت کرتے ہوئے سامعین کو شراب اور اس کے مصائب و آفات سے ڈراتا ہے تو وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ: صاحب ہم نہ شراب پیتے ہیں نہ اسے پسند کرتے ہیں یہ بات تو ہوٹلوں، باروں اور بازاروں وغیرہ میں کرنا چاہیے، بظاہر یہ لوگ سچے ہیں لیکن بات دراصل یہ ہے کہ جو لوگ وہاں موجود ہیں انہیں دین کی بات ان لوگوں تک پہنچانا چاہیے جو وہاں موجود نہیں ہیں، اور ویسے بھی سارا کا سارا بوجھ خطیبوں، واعظوں اور علماء دین ہی پر تو نہیں ہے عوام کو بھی اس سلسلہ میں کام کرنا چاہیے۔

یاد رکھیے جو شخص اپنے بچوں کو اچھی تربیت دے گا، اور اپنے اہل و عیال کو خیر کی تعلیم دے گا اور برائی سے انہیں دور رکھے گا، تو وہ معاشرے کی اصلاح اور اس کے عادات و اخلاق کی درستگی کرنے میں اپنی قوم و مذہب کا معاون و مددگار ہوگا، واعظ کا تو صرف یہ کام ہے کہ اپنے قلم و زبان

سے اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کی طرف دعوت دے، اس کے بعد لوگوں کا یہ فریضہ ہے کہ وہ اس کی بات مانیں، اس پر عمل پیرا ہوں، اور اس کے منصوبہ کو نافذ العمل کرنے اور جس چیز کی طرف وہ بلا رہا ہے اسے محقق و ثابت کرنے یا جس سے وہ روک رہا ہے اس سے روکنے میں اس کی مدد کریں۔

(بحوالہ چیدہ چیدہ از اصلاحِ معاشرہ اور اسلام)

شراب ام الخبائث ہے

حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں شراب سے بچو اس لیے کہ یہ ام الخبائث ہے اور جو شخص نہیں بچے گا تو وہ شخص نافرمان شمار ہوگا اور عذاب کا مستحق ہوگا اور جو خدا اور اسکے رسول کا نافرمان ہوگا اور خدا کی حدوں کو توڑے گا تو اس کو اللہ جہنم میں داخل کرے گا جس میں رسوا کرنے والا عذاب دیا جائے گا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جب یہ شراب والی آیت نازل ہوئی تو بعض صحابہ بعض کے پاس گئے اور ایک دوسرے کو کہا کہ یہ حرام کر دی گئی ہے اور اس کو شرک کے برابر کر دیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا مسلک یہی ہے کہ شراب اکبرالکبائر ہے اور یہ بلاشبہ ام الخبائث ہے آپ نے شراب پینے والے پر لعنت فرمائی ہے اور بھی کئی احادیث میں ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہر نشہ دینے والی چیز شراب ہے اور ہر شراب حرام ہے جو شخص پیتے پیتے مر گیا بغیر توبہ کے وہ آخرت کی شراب سے محروم ہوگا اور مسلم کی روایت میں ہے حضرت جابر سے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ کا وعدہ ہے جو شخص شراب پیتا ہے اللہ اس کو طینۃ الخبال پلاوے گا پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ طینۃ الخبال کیا ہے فرمایا دوزخیوں کی بدبو اور پسینہ ہے ایک جگہ ذکر ہے کہ شراب پینے والا بت پرست کی طرح ہے۔ امام نسائی نے ایک روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تین آدمیوں پر جنت کو حرام کر دیا ہے ایک شرابی دوسرا والدین کا نافرمان تیسرا دیوث جو بے غیرت ہو۔ ایک جگہ ہے اللہ تعالیٰ شرابی کی عبادت قبول نہیں کرتے۔ ایک حدیث میں ہے تین آدمیوں کی نماز قبول نہیں ہوتی نہ کوئی اور نیکی قبول ہے بھگوڑا غلام، دوسرا نافرمان عورت، تیسرا شرابی۔ اس حدیث کی تشریح یہ ہے کہ شرابی جب تک ہوش میں نہ آئے اس وقت تک نیکی قبول نہیں ایسا غلام بھگوڑا جب تک واپس نہ آئے اسی طرح عورت نافرمان جب تک خاوند راضی نہ ہو۔

ایک حدیث میں ہے ایسے شرابی کی چالیس دن تک نماز قبول نہیں ایک روایت میں ہے کہ جس نے شراب پی لی اگر چہ نشہ بھی نہیں آیا تب بھی اللہ تعالیٰ اس سے چالیس رات تک منہ موڑ لیگا اور جس نے شراب پی لی اور نشہ بھی آ گیا تو اس کی چالیس دن تک نہ فرض قبول ہے نہ نفل۔ اسی حال میں اگر مر گیا تو بت پرست مرا اور عبداللہ بن اوفی فرماتے ہیں جیسے کہ لات وعزی کے پجاری کی موت مرا اور ذکر کیا گیا ہے کہ شرابی شراب پیتے وقت مؤمن نہیں رہتا۔ اسی طرح ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ چور چوری کرتے وقت مؤمن نہیں رہتا زانی زِنا کے وقت شرابی شراب کے وقت بعد میں اس کو توبہ کی توفیق مل جائے تو یہ خوش نصیب ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جنت کی خوشبو پانچ سو برس سے سونگھی جاتی ہے مگر اس کی خوشبو شرابی اور نافرمان والدین کا اور احسان جتلانے والا نہیں سونگھ سکتا اور نہ ہی بت پرست اس کی خوشبو سونگھ سکتا ہے امام احمدؒ نے ابی موسی اشعریؓ سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جنت میں شرابی اور جادو پر یقین رکھنے والا اور قاطع الرحم داخل نہیں ہوگا اور جو بھی اس حال میں مر گیا کہ شراب پیتا ہے تو اس کو اللہ ایسی نہر کا پانی پلائے گا جو جہنمی بدکار عورتوں کی شرمگاہوں سے نکلے گا جسکی تکلیف سے جہنمی لوگ پریشان ہوں گے۔ ایک حدیث میں حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں تمام عالم کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں تا کہ تمام گانے بجانے کے آلات کو اور جاہلیت کے ناجائز کاموں کو ختم کردوں نیز فرمایا میرے رب نے اپنی عزت اور بڑائی کی قسم کھا کر فرمایا جو شخص ایک شراب کا گھونٹ بھی پئے گا اس کو جہنم کا کھولتا ہوا پانی پلاؤ نگا اور جو میرے خوف کی وجہ سے شراب کو چھوڑے گا اس کو میں خطائر قدس جو خاص جنت کا پانی ہے پلاؤ نگا نیک لوگوں کے ساتھ۔

امام ابوداود نے نقل کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے خود شراب پر لعنت فرمائی ہے اور پینے والے پر اور پلانے والے پر اور بیچنے والے پر اور خریدنے والے پر اور نچوڑنے والے پر اور اٹھانے والے پر جس کے لیے اٹھائی گئی اس پر اور اس کی قیمت کھانے والے پر اور مانگنے والے پر۔ اللہ اکبر کس قدر غصہ ہے اس جرم کرنے والے پر اللہ محفوظ فرمائے آمین

عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے فرمایا نہ بیمار پرسی کرو شرابیوں کی جب وہ بیمار ہو جائیں اور بخاری نے عبداللہ بن عمرؓ سے روایت نقل کی ہے کہ شرابی کو سلام بھی نہ کرو ایک حدیث

میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں شرابی کو اپنے پاس نہ بٹھاؤ نہ ان کی بیمار پرسی کرو نہ ان کے جنازے پڑھو اور ایسا شخص قیامت کے دن ایسی حالت میں آئے گا کہ منہ اس کا سیاہ ہوگا زبان نکلی ہوئی ہوگی جو سینہ تک لٹکی ہوئی ہوگی لعاب بہتا ہوا ہوگا لوگ دیکھ کر کہیں گے یہ شرابی ہے علماء نے شرابی کی عیادت کرنے اور سلام کرنے سے روکا ہے کیونکہ یہ فاسق ہے ملعون ہے حضور ﷺ نے اس پر لعنت فرمائی ہے ہاں اگر یہ شخص توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیں گے۔

ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ کے پاس نبیذ لایا گیا ایک برتن میں جس میں پہلے شراب تھی آپ نے فرمایا کہ اس کو دیوار پر مارو کیونکہ یہ مشروب کافروں کا ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص کے سینے میں قرآن پاک کی ایک آیت ہے تو وہ شخص اگر شراب پئے گا تو قیامت کے دن ایسی حالت میں آئے گا کہ ہر حرف اس آیت کا اس کی پیشانی سے پکڑے گا خدا کے روبرو اس کو لا کھڑا کرے گا اس سے جھگڑے گا اور جس سے قرآن جھگڑا کرے وہ مغلوب ہو کر ہلاک ہو جائے گا۔

نبی پاک ﷺ نے فرمایا کوئی قوم جو کسی نشہ والی چیز پر جمع ہو تو اللہ ان کو قیامت کے دن آگ پر جمع کریگا وہاں ایک دوسرے کو لعنت ملامت کرینگے ایک کہے گا دوسرے سے کہ اے فلانے تیری وجہ سے میں نے شراب پی تھی تو لے آیا تھا وہ اس سے کہے گا تیری وجہ سے میں نے پی تھی مزید آپ نے فرمایا جو شراب پئے گا اللہ تعالیٰ اس کو زہر پلائے گا جس سے اس کے منہ کا گوشت گر پڑے گا جس کی بدبو سے تمام جہنمیوں کو تکلیف ہوگی اس میں پینے والا پلانے والا خریدنے والا نچوڑنے والا سب گناہ میں شریک ہیں ان کی نماز روزہ حج قبول نہیں اگر بغیر توبہ کے مر گیا تو ہر گھونٹ کے عوض جہنمیوں کی پیپ پلائی جائے گی نیز حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "کل مسکر حرام" ہر نشہ دینے والی چیز حرام ہے جو دوزخیوں کی پیپ ان کو پلائی جائے گی اگر یہ آسمان پر بھی ڈالی جائے تو آسمان اس کی گرمی سے جل جائے۔ ابن مسعودؓ سے منقول ہے کہ شرابی کو دفن کرو جب مر جائے پھر اس کی صلیب بناؤ اگر اس کا چہرہ قبلے سے پھرا ہوا ہے تو اس کو سولی پر لٹکاؤ ورنہ دفن کردو۔ فضیل بن عیاض جو ایک مشہور بزرگ ہیں فرماتے ہیں میں اپنے ایک شاگرد کی موت کے وقت حاضر ہوا میں نے اسے کلمہ کی تلقین کی تو اس نے پڑھنے سے انکار کر دیا اور کہنے لگا کلمہ نہیں کہوں گا اس سے میں بیزار

ہوں چنانچہ اسی حال میں مر گیا حضرت فضیل روتے ہوئے واپس آئے کچھ مدت بعد اس کو خواب میں دیکھا کہ جہنم کی آگ میں گھسیٹا جا رہا ہے میں نے اس سے پوچھا کہ فقیر تجھ سے وہ معرفت کیسے چھن گئی اس نے کہا استاد جی مجھے ایک بیماری لاحق ہو گئی تھی تو بعض اطباء کے مشورے پر میں ہر سال ایک پیالہ شراب کا پیتا تھا کیونکہ حکیموں نے کہا کہ اگر نہیں پیئے گا تو یہ بیماری تجھے نہیں چھوڑے گی یہ حال اس شخص کا ہے جو صرف دوا سمجھ کر پیتا تھا جو ویسے پیئے گا اس کا کیا حال ہو گا بعض توبہ کرنیوالے سے دریافت کیا گیا تم نے توبہ کیسے کی کیا سبب تھا ایک نے کہا میں گورکن تھا قبر کھودنے والا میں نے بعض آدمیوں کو دیکھا تھا کہ قبر میں ان کا چہرہ قبلے سے ہٹا ہوا تھا پھر میں نے ان کے گھر والوں سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ وہ شراب پیتے تھے اور بغیر توبہ کے مر گئے۔

ایک اور مرد صالح کا قصہ لکھا ہے کہ اس کا چھوٹا بچہ فوت ہو گیا کچھ عرصہ بعد اس کو خواب میں دیکھا کہ سر اس کا سفید ہو چکا تھا میں نے پوچھا بیٹے تو تو بچہ تھا تیرا سر کیسے سفید ہو گیا کہنے لگا میرے پہلو میں ایک شرابی کو دفن کیا گیا ہے تو اس کے عذاب کے اثرات سے میرا سر بھی سفید ہو گیا اللہ اکبر اس لیے چاہیئے کہ بندہ موت سے قبل توبہ کر لے کہیں ایسا نہ ہو کہ قبل از توبہ موت آجائے اور خاتمہ خراب ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی حفاظت میں رکھے آمین۔

شراب پینے پر وعیدیں

ذیل میں ہم تنبیہ الغافلین سے شراب کی وعیدوں سے متعلق کچھ احادیث نقل کر رہے ہیں، تاکہ پوری امت کے دل میں شراب کی نحوست بیٹھ جائے۔

لیجئے ملاحظہ فرمائیے:۔

وعید نمبر ۱

فقیہ ؒ اپنی سند کے ساتھ نقل کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ شرابی کو قیامت کے دن اس طرح لایا جائے گا کہ اس کا چہرہ سیاہ ہو گا۔ آنکھیں نیلگوں ہوں گی، زبان نکل کر سینے پر لٹک رہی ہو گی جس سے لعاب بہتا ہو گا۔ اس کی بدبو کی وجہ سے ہر دیکھنے والا اس سے گھن کرے گا شرابی پر سلام نہ کہو، بیمار ہو تو بیمار پرسی نہ کرو، مر جائے تو اس کا جنازہ نہ پڑھو۔

وعید نمبر۲

مسروقؒ فرماتے ہیں کہ شرابی بت پرست کی مانند ہے۔ اور لات وعزیٰ کے پجاریوں کی مثل ہے۔ جب کہ وہ اسے حلال سمجھتا ہے۔ حضرت کعب احبارؒ فرماتے ہیں کہ شراب کا پیالہ پینے کی نسبت مجھے آگ کا پیالہ پینا گوارا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ ہر نشہ والی چیز شراب ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ شراب کا عادی اگر توبہ کے بغیر ہی مر گیا تو اسے آخرت کی شراب کبھی نصیب نہ ہوگی۔ فقیہہؒ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نشہ آور شے کو حرام فرمایا ہے پکی ہوئی ہو یا نہ پکی ہوئی ہو۔ جیسا کہ حضرت جابرؓ سے آپ کا فرمان منقول ہے کہ جس چیز کی کثیر تعداد نشہ آور ہے اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جس چیز کا مشکیزہ نشہ لاتا ہے اس کا ایک گھونٹ بھی حرام ہے۔

فقیہہؒ فرماتے ہیں کہ پکی ہوئی شراب کا پینے والا جرم اور گناہ میں عام شرابی سے بڑھ کر ہے اس لیے کہ عام شرابی فاسق اور گنہگار ہے اور پکائی ہوئی پینے والا خطرہ ہے کہ کافر ہی نہ ہو جائے کیونکہ کچی شراب پینے والا اقرار کرتا ہے کہ شراب پی ہے اور وہ حرام ہے۔ مگر مطبوخ یعنی پکی ہوئی پینے والا ایک نشہ آور شے کا استعمال کرتا ہے اور حلال سمجھتا ہے اور مسلمانوں کا اجماع ہے کہ نشہ آور چیز کا پینا حرام ہے تھوڑی ہو زیادہ۔ تو ایسی چیز کو حلال سمجھنے والا جو بالاتفاق حرام ہو کافر ہوتا ہے۔

وعید نمبر۳

زہریؒ نقل کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفانؓ خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمایا اے لوگوں شراب سے بچو۔ یہ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ پہلی امتوں میں ایک آدمی عابد زاہد تھا، مسجد میں بکثرت آمد ورفت رکھتا تھا۔ اسے ایک فاحشہ عورت ملی اس نے اپنی خادمہ کو حکم دیا، وہ اس آدمی کو اندر لے آئی، عورت نے دروازہ بند کر دیا پاس ایک شراب کا برتن تھا اور ایک کم سن لڑکا۔ کہنے لگی تین کاموں میں سے کوئی ایک کام کرے گا تو یہاں سے جا سکے گا۔ یا شراب کا پیالہ پیو یا اس بچہ کو قتل کرو یا پھر میرے ساتھ زِنا کرو ورنہ میں شور مچا دوں گی کہ یہ شخص میرے ارادے سے میرے گھر میں گھس آیا ہے۔ پھر بتا تیری کون سنے گا۔ عابد کمزور پڑ گیا کہنے لگا کہ میں زِنا تو نہیں کرتا اور بچہ کو قتل بھی نہیں

کروں گا۔ ہاں شراب کا پیالہ پیتا ہوں۔ چنانچہ اس نے شراب پی اور آخر بچے کا قتل بھی کیا اور عورت سے زِنا کا ارتکاب بھی کیا۔ حضرت عثمانؓ یہ سن کر فرمانے لگے کہ اس سے بہت بچو۔ کیونکہ یہ تمام گناہوں کی جڑ اور اصل ہے۔ بخدا شراب اور ایمان ایک دل میں جمع ہوں تو بھی یہ ایمان کو ختم کر دیتی ہے۔ مثلاً شرابی آدمی بیہوش ہوتا ہے تو اس کی زبان پر کلمہ کفر جاری ہو جاتا ہے اور یوں آہستہ آہستہ زبان ایسے کلمات کی عادی ہو جاتی ہے اور خطرہ ہے کہ موت کے وقت بھی اس کی زبان پر کفر کا کلمہ ہی آ گیا تو دنیا سے بحالت کفر ہی جائے گا اور ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا اور اکثر سلب ایمان بندے کا موت کے وقت ہی ہوتا ہے۔ اور یہ اس کی زندگی بھر کے اعمال بد کی نحوست سے ہوتا ہے اس کے بعد حسرت اور ندامت کے سوا کیا ہے۔

وعید نمبر ۴

حضرت ضحاکؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص شراب کا عادی ہو اور اسی حالت میں مر جائے وہ قیامت کے دن مدہوشی کی حالت میں اٹھے گا۔

حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چار قسم کے آدمی ہیں جو جنت کی خوشبو بھی نہیں پائیں گے۔ حالانکہ اس کی خوشبو پانچ سو برس کی مسافت سے محسوس ہوگی ایک بخیل، دوسرا احسان جتانے والا، تیسرا شراب کا رسیا (عادی) چوتھا والدین کا نافرمان۔

وعید نمبر ۵

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ شراب کے سلسلہ میں دس آدمیوں پر لعنت برستی ہے۔ ا۔ بنانے والے پر۔ ۲۔ جس کے لیے بنائی گئی۔ ۳۔ اس کے پینے والے پر۔ ۴۔ پلانے والے پر۔ ۵۔ اسے اٹھانے والے پر۔ ۶۔ جس کے پاس اٹھا کر لے جائی گئی۔ ۷۔ اس کی تجارت کرنے والے پر۔ ۸۔ تجارت کروانے والے پر۔ ۹۔ بیچنے والے پر۔ ۱۰۔ خریدنے والے پر۔ ۱۱۔ اس مقصد کے لیے اس کا درخت لگانے والے پر۔

وعید نمبر ۶

بعض حدیثوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک ہے کہ قیامت کے دن شرابی

آدمی اپنی قبر سے نکلے گا کہ مردار سے بھی زیادہ بدبودار ہوگا۔ کوزہ اس کی گردن میں لٹکتا ہوگا اور پیالہ ہاتھ میں، اس کی کھال اور گوشت کے درمیان سانپ اور بچھو بھرے ہوں گے، آگ کا جوتا پہنا ہوگا کہ جس سے سر کا دماغ کھول رہا ہوگا۔ اپنی قبر کو آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا پائے گا۔ اور دوزخ میں فرعون وہامان کا ساتھی ہوگا۔

وعید نمبر ۷

حضرت عائشہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ جس کسی نے شرابی کو ایک لقمہ بھی کھلایا اللہ تعالیٰ اس کے جسم پر سانپ اور بچھو مسلط کریں گے اور جو کوئی اس کی ضرورت پوری کرے گا اس نے اسلام کو مٹانے کی اعانت کی اور جو کوئی اس کو قرض دے گا ایسا ہے کہ اس نے قتل مؤمن میں تعاون کیا۔ اس کے ساتھ ہم نشینی رکھنے والے کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ جس کے پاس کوئی عذر نہ ہوگا۔

وعید نمبر ۸

حضور ﷺ نے فرمایا کہ شرابی کو رشتہ نہ دو، بیمار ہو تو بیمار پرسی نہ کرو، گواہی دے تو قبول نہ کرو اس ذات کی قسم جس نے مجھے نبی برحق بنا کر بھیجا، شراب پینے والے پر توراۃ، انجیل، زبور اور قرآن پاک میں لعنت ہے۔ جو شراب پیتا ہے ایسا ہے کہ گویا اس نے ان کتابوں کا جو انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئیں انکار کیا۔ شراب کو کافر ہی حلال سمجھ سکتا ہے اور جو اسے حلال سمجھتا ہے میں اس سے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی بری ہوں۔

وعید نمبر ۹

عطاء بن یسارؒ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے کعب احبارؒ سے سوال کیا کہ کیا توراۃ میں شراب کی حرمت مذکور ہے فرمایا! یہی آیت اِنَّما الخمرُ وَ المیسرُ والی توراۃ میں لکھی ہوئی ہے۔ اور یہ کہ ہم نے حق نازل کیا تاکہ وہ باطل کو ختم کر دے اور اس کے ذریعہ لغو کام دف، سارنگی اور خمر ختم ہو جائیں۔ ہلاکت اس کے پینے والے کے لیے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی عزت وجلال کی قسم کھا کر فرمایا کہ جو کوئی دنیا میں اس کی حرمت کو توڑے گا۔ میں اسے قیامت میں پیاسا رکھوں گا۔ اور جو کوئی حرام

ہونے کے بعد اسے چھوڑ دے گا میں اسے ظطیرۃ القدس میں سیراب کروں گا۔ عرض کیا گیا کہ ظطیرۃ القدس کیا ہے ارشاد فرمایا القدس اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ میں سے ہے اور ظطیرۃ اس کی جنت ہے۔

وعید نمبر ۱۰

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ شراب سے بہت بچو۔ اس میں دس مذموم خصلتیں ہیں۔

پہلی یہ کہ شراب پی کر آدمی دیوانے کی طرح ہو جاتا ہے اور بچوں کے لیے ہنسی مذاق کا سامان بنتا ہے اور عقلمندوں کے نزدیک لائق مذمت ہوتا ہے جیسا کہ ابن ابی الدنیاؒ نقل کرتے ہیں کہ میں نے ایک مدہوش آدمی کو بغداد کی بعض گلیوں میں دیکھا کہ پیشاب کر رہا ہے اور اپنے بدن پر ملتا جا رہا ہے اور ساتھ ساتھ یہ کلمات بھی پڑھتا جا رہا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اجعلنِی مِنَ التَّوّابِینَ وَاجعلنِی مِنَ المتَطھرِینَ. ''اے اللہ مجھے توبہ کرنے والوں اور پاکیزگی اختیار کرنے والوں میں سے بنا''۔

کہتے ہیں کہ ایک نشہ والے آدمی نے راستہ میں قے کی۔ ایک کتا آیا جو اس کے منہ اور داڑھی کو چاٹنے لگا اور وہ مستی میں کہتا جا رہا تھا یا سیّدی یا سیّدی (میرے آقا میرے آقا) رومال خراب نہ کرو۔

دوسری یہ کہ مال کو تلف کرتی ہے اور عقل کو غارت کرتی ہے۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ نے دربار نبوت میں عرض کی یا رسول اللہ ہمیں شراب کے متعلق اپنی رائے عالی سے مطلع فرمایئے کہ یہ مال کو تلف کرنے والی اور عقل کو غارت کرنے والی ہے۔

تیسری یہ کہ اس کا پینا ہمسایوں میں اور احباب میں عداوت پیدا کرتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ کہ ''شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے آپس میں بغض اور عداوت واقع کر دے''۔

چوتھی یہ کہ اس کا پینا ذکر اللہ اور نماز سے روکتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ''اور اللہ کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے۔ سو اب بھی باز نہ آؤ گے''؟ مراد ہے کہ باز آ جاؤ۔ یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمرؓ فرمانے لگے کہ اے ہمارے پروردگار ہم باز آ گئے۔

پانچویں یہ کہ اس کا پینا زِنا میں مبتلا کر دیتا ہے۔ کیونکہ شرابی آدمی بے شعوری میں بیوی کو طلاق دے دیتا ہے۔

چھٹی یہ کہ یہ ہر برائی کو جنم دیتی ہے کیونکہ شراب پی لینے کے بعد ہر برائی آسان ہو جاتی ہے۔

ساتویں یہ کہ ایسا شخص محافظ فرشتوں کو ایذا پہنچاتا ہے کہ ان کو فسق کی مجلس میں لے جاتا ہے اور اپنی بدبو سے بھی ایذا دیتا ہے مناسب نہ تھا کہ یہ ان فرشتوں کو بھی ایذا دیتا جو اسے ایذا نہیں دیتے۔

آٹھویں یہ کہ اس شخص نے اپنے اوپر اسّی کوڑوں کی سزا لازم کر لی۔ دنیا میں نہ بھی لگے آخرت، میں آگ کے کوڑے اسے عام لگائے جائیں گے۔ عام لوگوں کے ساتھ ساتھ آباؤ اجداد اور احباب بھی اس منظر کو دیکھیں گے۔

نویں یہ کہ اس شخص نے اپنے لیے آسمان کا دروازہ بند کر لیا ہے کہ چالیس روز تک نہ اس کی کوئی دعا قبول ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی نیکی اوپر جاتی ہے۔

دسویں یہ کہ اس شخص نے اپنے آپ کو خطرہ میں ڈال دیا ہے۔ ڈر ہے کہ کہیں نزع کے وقت ایمان ہی سلب نہ ہو جائے۔

یہ وہ دس قباحتیں ہیں جو آخرت کی سزا سے پہلے دنیا میں ہی شرابی کو دیکھنی پڑتی ہیں باقی آخرت کی سزاؤں کا کیا شمار کھولتا ہوا پانی، تھوہر کا درخت کھانے پینے کو اور ثواب سے محرومی وغیرہ سب امور پیش آنے والے ہیں۔ عقل مند کو ہرگز لائق نہیں کہ فانی لذت کی خاطر ابدی لذت کو چھوڑنے لگے۔

وعید نمبر ۱۱

مقاتل بن سلیمان رحمتہ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ”جس دن ہم متقیوں کو رحمان کی طرف مہمان بنا کر جمع کریں گے اور مجرموں کو دوزخ کی طرف پیاسا ہانکیں گے“۔

وِرۡدًا سے مراد عطاشاً یعنی پیاسے۔اور فرمایا کہ اہل جنت کو بلایا جائے گا۔جنت کے دروازے پر پہنچیں گے تو سامنے ایک درخت ہوگا جس کے نیچے سے دو چشمے جاری ہوں گے۔ایک چشمے سے پانی پیئیں گے تو پیٹ میں جو کچھ غلاظتیں ہیں وہ سب نکل کر بالکل پاک صاف ہو جائیں گے۔پھر دوسرے چشمے پر آئیں گے۔اور وہاں پر غسل کریں گے جس سے بدن کی ظاہری میل کچیل سب اتر جائے گی۔یہی وہ بات ہے کہ ان سے کہا جائے گا کہ "تم پر سلام ہو،تم مزے میں رہے سو اس میں ہمیشہ رہنے کے لیے داخل ہو جاؤ"۔

پھر ان کے پاس یاقوتِ احمر کے بہترین اونٹ لائے جائیں گے۔ان کے پاؤں سونے کے ہوں گے جن کے اوپر موتی اور یاقوت جڑے ہوں گے۔ان کی نکیلیں موتیوں کی ہوں گی اور ہر آدمی کو دو ایسی چادریں پہنائی جائیں گی کہ اگر ایک چادر بھی اہل دنیا پر ظاہر کر دی جائے تو دنیا بھر کو منور کر دے۔اور ہر ایک کے ساتھ محافظ فرشتے ہوں گے جو جنت کے ٹھکانوں کی طرف ان کی رہنمائی کریں گے۔جنت میں داخل ہوں گے تو انکے سامنے چاندی کا محل ہوگا جس کے کنگرے سونے کے ہوں گے۔وہاں پہنچیں گے تو بہت سے خادم ان کا استقبال کریں گے۔جو بکھرے موتیوں کی طرح ہوں گے۔ان کے پاس زیورات اور حُلّے ہوں گے،چاندی کے برتن اور سونے کے آبخورے ہوں گے۔فرشتے ان پر سلام کہیں گے اور یہ انکو جواب دیں گے۔پھر یہ اس محل میں داخل ہو جائیں گے جب ہر جنتی ان درجات اور اعزاز و اکرام کو دیکھے گا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے تیار کئے گئے ہیں تو وہ وہاں اترنے لگے گا،فرشتے پوچھیں گے کیا ارادہ ہے کہے گا کہ اللہ تعالیٰ کے اعزاز و اکرام کی جگہ میں اترنا چاہتا ہوں،وہ کہیں گے آگے چلو تمہارے لیے اس سے بہتر مقام ہے۔چنانچہ وہ آگے بڑھے گا تو اس کے سامنے ایک سونے کا محل ہوگا۔جس کے کٹہرے موتیوں کے ہوں گے یہ اس کے قریب پہنچے گا تو خدام اس کا استقبال کریں گے جو بکھرے ہوئے موتیوں کی طرح ہوں گے ان کے پاس چاندی کے برتن سونے کے آبخورے ہوں گے وہ اسے سلام کہیں گے اور یہ ان کو جواب دے گا وہاں پر اترنے کا ارادہ کرے گا تو فرشتے کہیں گے آگے چل تیرے لیے اس سے افضل جگہ ہے۔چنانچہ وہ آگے بڑھے گا تو اس کے سامنے سرخ یاقوت کا محل ہوگا۔اتنا صاف شفاف کہ اس کا اندرونی حصہ باہر ہی سے دکھائی دے گا۔یہ قریب

جائے گا تو خدام یہاں بھی اس کا استقبال کریں گے۔ جیسا کہ پہلے دو مرتبہ ہوا۔ وہ اس پر سلام کہیں گے یہ ان کو سلام کا جواب دے گا اور محل میں داخل ہوگا تو حورِ عین اس کا استقبال کرے گی۔ جس پر ستر جوڑے ہوں گے کہ کوئی ایک دوسرے کے مشابہ نہ ہوگا اس کی مہک سو سال کی مسافت سے پائی جائے گی۔ یہ جنتی جب اس کے چہرے کی طرف دیکھے گا تو وہ اتنا صاف شفاف ہوگا کہ اس کا اپنا چہرہ اس میں دکھائی دے گا۔ اس کے سینے کی طرف دیکھے گا تو اس کا دل وجگر اندر سے دکھائی دے گا۔ ہڈیاں اور کھال ایسی شفاف اور لطیف ہوں گی کہ پنڈلی کا گودا دکھائی دے گا یہ حور ایسے مکان میں ہوگی جو ہر طرف سے ایک فرسخ ہوگا اور اس کی بلندی بھی اتنی ہوگی۔ اس کے چار ہزار دروازے ہوں گے جو سونے کے ہوں گے جن پر موتیوں کے جڑاؤ کا کام ہوگا۔ اس میں تخت ہوگا جس پر تہہ بہ تہہ فرش بچھے ہوں گے۔ یوں معلوم ہوگا جیسے بالا خانہ اس پر بیٹھ کر جب کسی پھل کی خواہش کرے گا تو وہ پھل اس کے پاس پہنچ جائے گا۔ اور یہ اسے کھالے گا یا پھر اس کا تخت پھل کے قریب پہنچ جائے گا جس سے یہ پھل کھا سکے گا۔ یہ سب ان متقیوں کا ثواب ہے جو شراب سے پرہیز کرتے اور فواحش سے بچتے تھے۔

اور فرمایا کہ اہل دوزخ کو دوزخ کی طرف لایا جائے گا۔ جب وہ دوزخ کے قریب پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھولے جائیں گے اور ایسے فرشتے ان کا استقبال کریں گے جن کے پاس لوہے کے ہتھوڑے ہوں گے۔ ان کے بدن کا کوئی جوڑ نہیں ہوگا جس پر کوئی عذاب مسلط نہ ہو۔ یا کوئی سانپ جو اسے ڈستا نہ ہو۔ یا آگ جو اسے جھلس نہ رہی ہو یا فرشتہ جو اسے مار نہ رہا ہوگا۔ فرشتہ جب مارے گا تو چالیس برس کی گہرائی کی آگ میں چلا جائے گا، پھر بھی وہ اس کی تہہ تک نہ پہنچے گا آگ کی لپیٹ اسے پھر اوپر لے آئے گی۔ فرشتہ اسے پھر مارے گا وہ اسی طرح پھر نیچے چلا جائے گا۔ پھر اس کا سر دکھائی دے گا اور وہ پھر اسے یونہی مارے گا۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ "جب ایکدن انکی کھال جل جائے گی تو اس کی جگہ فوراً دوسری کھال بدل دیں گے تا کہ عذاب ہی بھگتتے رہیں بے شک اللہ تعالیٰ زبردست ہیں اور حکمت والے ہیں"۔

ہمیں معلوم ہوا ہے کہ ہر دن میں ستر مرتبہ یونہی کھال بدلی جائے گی۔ جب پیاس لگے گی تو یہ پانی مانگے گا، کھولتا ہوا پانی لایا جائے گا۔ منہ کے قریب کرے گا تو چہرے کی کھال اُتر کر گر

جائے گی۔ اور منہ میں داخل کریں گا تو اس کی داڑھیں اور دانت گر جائیں گے، جب پیٹ میں جائے گا تو اس کی آنتوں کو کاٹ دے گا۔ اور بدن کی کھال کو جلا دے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''اور اس سے انکے پیٹ کے اندر کی چیزیں اور کھالیں سب گل جائیں گی اور ان کے لیے لوہے کی گرز ہوں گے''۔

اسی طرح جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا ان کو عذاب ہوتا رہے گا۔ پھر وہ جہنم کے نگران فرشتوں کو پکار کر کہیں گے کہ ''تم ہی اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ کسی دن تو ہم سے عذاب ہلکا کر دے'' تو وہ انہیں کچھ جواب نہیں دیں گے۔ پھر یہ مالک فرشتہ کو چالیس برس تک پکارتے رہیں گے وہ بھی انہیں کوئی جواب نہیں دے گا۔ پھر یہ آپس میں کہیں گے کہ ہم نے دوزخ کے فرشتوں اور پھر مالک کو پکارا مگر کسی نے جواب نہیں دیا چلو باہم مل کر واویلا کریں۔ چنانچہ ایسا کریں گے مگر کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ تو کہیں گے کہ چلو اب صبر کرو مگر صبر بھی مفید ثابت نہ ہوگا تب کہیں گے کہ ''ہمارے حق میں دونوں صورتیں برابر ہیں خواہ ہم پریشان ہوں خواہ ہم ضبط کریں ہمارے بچنے کی کوئی صورت نہیں''۔

فائدہ:۔ یہ عذاب کفار کے حق میں ذکر کیا گیا ہے لیکن مسلمان شخص جب شراب پی کر کلماتِ کفر بولتا ہے تو خطرہ ہے کہ موت کے وقت اس کا ایمان سلب ہو جائے۔ اور یہ بھی کافروں میں شامل ہو جائے۔ لہٰذا مسلمان کو لازم ہے کہ شراب پینے سے بچتا رہے اور پینے والوں سے بھی الگ تھلگ رہے۔ کیونکہ پینے والوں کے ساتھ مل جل کر رہنے سے خطرہ ہے کہ اس پر بھی اثر نہ ہو جائے۔ بہتر ہے کہ قیامت کے ہولناک منظر سوچتا رہے ایسا کرنے سے دل میں شراب پینے کی طرف میلان نہیں ہوگا اور نہ شرابیوں کی مجالس میں شریک ہونے کا تقاضا پیدا ہوگا۔

وعید نمبر ۱۲

حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ بندہ جب ایک مرتبہ شراب پیتا ہے تو اس کا دل سیاہ ہو جاتا ہے دوسری مرتبہ پیتا ہے تو محافظ فرشتے اس سے بری ہو جاتے ہیں، تیسری بار پیتا ہے تو موت کا فرشتہ اس سے بیزار ہو جاتا ہے۔ اور جب چوتھی مرتبہ پیتا ہے تو اس

سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بَری ہو جاتے ہیں، چھٹی مرتبہ میں جبریل علیہ السلام اور ساتویں مرتبہ میں اسرافیل علیہ السلام، آٹھویں مرتبہ میں میکائیل علیہ السلام، نویں مرتبہ میں آسمان اور دسویں مرتبہ میں زمین، گیارھویں مرتبہ میں سمندر کی مچھلیاں، بارھویں مرتبہ میں سورج اور چاند بَری ہو جاتے ہیں۔ تیرھویں مرتبہ میں آسمان کے تارے، چودھویں مرتبہ میں باقی مخلوق، پندرھویں مرتبہ میں اس پر جنت کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، سولھویں مرتبہ میں دوزخ کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، سترہویں بار حاملین عرش کے فرشتے اس سے بَری ہو جاتے ہیں، اٹھارھویں مرتبہ میں کرسی، اور انیسویں مرتبہ میں عرش بَری ہو جاتا ہے اور جب بیسویں بار شراب پیتا ہے تو حضرت جبار تبارک وتعالیٰ اس سے بَری ہو جاتے ہیں۔

وعید نمبر ۱۳

حضرت اسماءؓ بن یزید فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا، آپ فرماتے تھے کہ جو شخص شراب پیتا ہے تو صرف پیٹ میں چلی جانے سے سات دن تک نماز قبول نہیں ہوتی اور اگر اس سے کچھ مدہوشی بھی ہوئی تو چالیس روز تک اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ یوں ہی مر گیا تو کافرانہ موت مرا، اور توبہ کر گیا تو اللہ تعالیٰ قبول کرنے والے ہیں۔ اگر پھر پینے لگ گیا تو اللہ تعالیٰ کے ہاں لازم ہے کہ اسے اہل دوزخ کی پیپ پلائی جائے۔

وعید نمبر ۱۴

ایک حدیث میں ہے کہ ایک دفعہ شراب پینے سے چالیس روز تک اس کی نماز روزہ اور دیگر اعمال قبول نہیں ہوتے دوسری دفعہ پینے سے اسّی روز تک، تیسری بار پینے سے ایک سو بیس تک اور چوتھی بار پیئے تو اسے قتل کر دو کہ یہ کافر ہے اور اللہ تعالیٰ نے لازم قرار دیا ہے کہ اسے اہل دوزخ کی پیپ پلائی جائے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ گناہ اور خطائیں سب ایک مکان میں بند ہوتی ہیں اور شراب کا پینا ان کے لیے چابی ہے گویا شراب پی کر آدمی اپنے اوپر تمام گناہوں کے دروازے کھول لیتا ہے۔

وعید نمبر ۱۵

بعض صحابہؓ سے روایت ہے کہ جس نے اپنی بیٹی کا نکاح شرابی مرد سے کیا تو اس نے اسے زِنا کے لیے رخصت کیا۔ مطلب یہ کہ شرابی آدمی بیہوشی میں بکثرت طلاق کا ذکر کرتا ہے جس سے اس کی بیوی اس پر حرام ہو جاتی ہے اور اسے شعور بھی نہیں ہوتا۔

وعید نمبر ۱۶

کہتے ہیں کہ شرابی آدمی بت پرست کی مانند ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شراب کو رِجس (نجس) فرمایا اور اس سے بچنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ جیسا کہ آتا ہے۔ رِجس منْ عملِ الشّیطٰنِ فاجتنبوُہُ. ''گندی باتیں شیطانی کام ہیں ان سے الگ رہو''۔ ایسے ہی فرمایا: فاجتنبوُا الرّجسَ منَ الاوثانِ . ''تو تم لوگ گندگی سے یعنی بتوں سے کنارہ کش رہو''۔

وعید نمبر ۱۷

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں جو کوئی دن کو شراب پیتا ہے وہ شام تک مشرک شمار ہوتا ہے اور جو رات کو پیتا ہے وہ صبح تک اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے۔ اور یہ روایت بھی انہی کی ہے کہ شرابی آدمی مر جائے تو اس کو دفن کر دو اور مجھے پکڑ رکھو، اور پھر اس کی قبر کھود کر دیکھو اس کا رخ قبلہ سے پھرا نہ پاؤ تو مجھے قتل کر دو۔

حضرت انس بن مالکؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے جہان والوں کے لیے ہدایت اور رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اور مجھے اس لیے بھیجا ہے کہ سارنگیاں باجے جاہلیت کی رسوم اور بتوں کو ختم کر دوں اور میرے رب نے اپنی عزت کی قسم کھا کر فرمایا کہ جو میرا بندہ دنیا میں شراب پیئے گا میں قیامت میں اسے محروم رکھوں گا اور جو بندہ اسے چھوڑ دے گا۔ میں اسے خظیرۃ القدس سے سیراب کروں گا۔ حضرت اوس بن سمعانؓ فرماتے ہیں کہ اس ذات کی قسم جس نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر بھیجا مجھے تورات میں پچیس مقامات پر شراب کی حرمت معلوم ہے ہلاکت ہو شراب پینے والے کے لیے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ لازم قرار دیا ہے کہ دنیا میں جو بندہ اسے پیئے گا اس کو اہل دوزخ کی پیپ پلائی جائے گی۔

وعید نمبر ۱۸

حضرت عبدالرحمٰن سلمیؒ کہتے ہیں کہ اہل شام میں سے چند لوگوں نے شراب پی اور کہنے لگے یہ ہمارے لیے حلال ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''ایسے لوگوں پر جو ایمان رکھتے ہیں اور نیک کام کرتے ہوں اس چیز میں کوئی گناہ نہیں جو وہ کھاتے پیتے ہوں'' ان دنوں حضرت معاویہؓ وہاں کے حاکم تھے۔ انہوں نے یہ تمام قصہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں لکھ بھیجا۔ آپ نے جواب دیا کہ انہیں میرے پاس بھیج دو۔ حاضر کیئے گئے تو آپ نے صحابہؓ کو مشورہ کے لیے جمع کیا۔ تمام نے مشورہ دیا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ذمہ جھوٹ باندھا ہے اور شریعت میں ناحق مداخلت کی ہے۔ لہٰذا انہیں قتل کر دیا جائے حضرت علیؓ ابھی خاموش تھے۔ امیر المؤمنین نے فرمایا علیؓ آپ کی کیا رائے ہے۔ فرمایا میری رائے یہ ہے کہ انہیں توبہ کو کہا جائے اگر انکار کریں تو قتل کر دیا جائے۔ اور توبہ کر لیں تو انہیں اسّی اسّی درّے کی سزا دی جائے۔ چنانچہ توبہ کے مطالبہ پر انہوں نے توبہ کر لی اور انہیں اسّی اسّی درے کی سزا دی گئی۔

عکرمہؒ حضرت ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ جب شراب کی حرمت والی آیت نازل ہوئی تو صحابہؓ باہم گفتگو کرنے لگے کہ ہمارے جو بھائی شراب کا استعمال کرتے رہے اور اب وہ مر چکے ہیں ان کا کیا بنے گا تو یہ آیت نازل ہوئی کہ ''ایسے لوگوں پر جو ایمان رکھتے ہوں اور نیک کام کرتے ہوں اس چیز میں کوئی گناہ نہیں جو وہ کھاتے پیتے ہوں''۔ یعنی ان لوگوں پر جو حرام ہونے سے پہلے پیتے رہے ہیں کوئی گناہ نہیں۔

(بحوالہ بتغیر وتبدل از تنبیہ الغافلین)

شراب نوشی کے اسباب

۱۔ بعض لوگوں کو دوستوں کی مجلس میں آداب مجلس کو ملحوظ رکھنے کے لیے شراب کو منہ لگانا پڑتا ہے۔

۲۔ بعض لوگ کام کاج کی تھکاوٹ کو دور کرنے کے لیے شراب نوشی شروع کر دیتے ہیں۔

۳۔ پریشانیوں کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے بعض شراب نوشی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

۴۔ بعض لوگ واقعاتی زندگی میں حقائق کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور اپنی عقل اور ضمیر کی آواز کو دبانے کے لیے شراب نوشی کی عادتِ بد کا شکار ہو جاتے ہیں۔

۵۔ بعض صرف وقتی نشاط اور فرحت کے لیے شراب سے مدد لیتے ہیں۔

۶۔ شراب نوشی کا اصل سبب ایمان کی کمزوری اور ایمانی قوت کا فقدان ہے۔

۷۔ جب قیامت کے دن خداوند قدوس کی عدالت میں جواب دہی کا احساس ختم ہو جاتا ہے تو انسان بڑے سے بڑا جرم کرنے سے بھی نہیں چوکتا۔ پھر اسے کوئی چیز بھی قعرِ مذلت میں گرنے سے بچا نہیں سکتی۔

۸۔ مسلمانوں کا اہلِ مغرب کے ساتھ میل جول اور ان کی ثقافت کی پیروی کرنا۔

۹۔ علماءِ حق کا فقدان جو اسلام اور دین کی صحیح صورتِ حال دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لیے اُٹھیں، اور اس روحانی تربیت کا نایاب ہونا جس کا مقصد صرف اور صرف معاشرے کو ایمان اور ایقان کی بنیادوں پر استوار کرنا ہو۔

۱۰۔ اسلامی ممالک میں اکثر حکومتوں کا اپنی ذمہ داریوں کو فراموش کر دینا۔

۱۱۔ بعض لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت و بخشش پر غلط اعتماد کر کے اس بھیانک جرم کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں۔ بہر حال اس میں شک شبہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ شراب نوشی کی جسارت انسان کو ہر قسم کی برائی میں بے خطر کود پڑنے پر مجبور کر دیتی ہے۔

بعض لوگ اس وجہ سے گناہ پر گناہ کرتے چلے جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بڑا غفور و رحیم ہے۔ اس نے بخش ہی دینا ہے۔ یہ دراصل غلط فہمی ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفات کو صحیح طور پر نہ سمجھ پانے کی وجہ سے پیدا ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے طبی اور فطری قوانین بنا کر ان میں خاص تاثیر رکھی ہے، جو بھی ان قوانین کی نگہداشت کرے گا وہ جزائے خیر کا مستحق ہو گا اور جو ان قوانین کو خاطر میں نہیں لائیگا وہ دنیا اور آخرت میں ضرور عذاب کا شکار ہو گا۔ مثلاً یہ قانون ہے کہ اوپر سے زمین ہر چیز کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اگر ہم اس قانون کا احترام نہیں کریں گے اور اپنے آپ کو کششِ ثقل کا شکار ہو کر نیچے گرانے کی کوشش کریں گے تو اس کا لازمی نتیجہ ہماری موت ہو گا۔ اسی طرح یہ طبی قانون ہے کہ زہر ہلاک کر دیتی ہے۔ لہٰذا اس قانون کا احترام کرتے ہوئے ہمیں زہر نہیں پینا چاہیے۔ وگرنہ بصورت دیگر

ہمیں ہلاکت کا سامنا کرنا پڑے گا۔اسی طرح اخلاقی قوانین ہیں۔مثال کے طور پر شرک نہ کرنا ایک اخلاقی قانون ہے،اور مشرک کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَ مَن یّشرِکْ باللّٰہِ فکاَنّمَا خرَّ منَ السّمآءِ فتخطفُہُ الطّیرُ اَو تھوِی بِہِ الرّیحُ فی مکانٍ سحیقٍ“. (الحج:۳۱)

”جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے اس کی مثال یوں سمجھو کہ جیسے وہ آسمان سے گر پڑا اور اسے پرندے اُچک رہے ہوں یا ہوائیں اسے دور دراز کے علاقے میں پٹخ رہی ہوں“۔

مُشرک کا اس انداز سے آسمان سے گرنا چھت سے گرنے سے کہیں زیادہ سنگین ہے۔

انہی قوانین کی طرح شراب کی حرمت بھی ایک اخلاقی قانون ہے کیونکہ یہ نجس عین ہے اور شیطان کا ہتھیار ہے۔روحانی زندگی کی رمق کو ختم کرنے میں یہ سمِ قاتل سے بھی زیادہ مہلک ہے۔ان طبعی اور اخلاقی قوانین کا احترام ہمارا فرضِ اولین ہے۔اللہ تعالیٰ نے ہر شے کو پیدا فرمایا ہے اور ان تمام قوانین کا خالق بھی وہی ہے۔تو یہ اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف ہے کہ وہ بعض قوانین کی مخالفت پر سزا دے اور بعض قوانین کی مخالفت کو یکسر نظر انداز کر دے۔بعض دفعہ وہ فوراً گرفت فرما لیتا ہے۔اور بعض دفعہ وہ مہلت دے کر گرفتار کرتا ہے۔جیسے کہ اس کا ارشاد گرامی ہے:

واُملِی لھُم انَّ کیدِی متین “۔”میں نے ان کو مہلت دے رکھی ہے۔بیشک میری گرفت بڑی زبردست ہے“۔

لیکن یہ امر محال ہے کہ وہ بعض گناہوں پر تو مواخذہ فرمائے اور بعض کی نسبت غفور و رحیم ہو۔اگر ان کا یہ مغالطہ صحیح ہے تو میں انہیں دعوت دوں گا کہ تشریف لائیے اور پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر ذرا نیچے چھلانگ لگائیے ،پھر دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے، زمین کی جاذبیت اور کشش ثقل کے قانون کی مخالفت میں تم کو بچاتا ہے یا ہلاک کرتا ہے؟صاف ظاہر ہے کہ پہاڑ سے چھلانگ لگانے والے کے لیے اللہ تعالیٰ کا غفور و رحیم ہونا کام نہیں آئے گا۔اسی طرح ذرا اور تجربہ فرمالیں۔آئیے!ذرا زہر کے چند گھونٹ پی لیں،جبکہ آپ کا یہ یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے، پھر دیکھیں گے کہ اس طبعی قانون کی مخالفت پر اللہ تعالیٰ سزا دیتا ہے یا معاف فرماتا ہے۔لیکن میں یقین سے کہتا ہوں کہ آپ ان میں سے کسی چیز کی جرأت نہیں فرمائیں گے۔کس لیے؟اس لیے کہ

آپ جانتے ہیں کہ طبعی قوانین کی اس مخالفت کا نتیجہ یقینی ہلاکت ہوگا۔ تو کس بنیاد پر آپ یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ طبعی قانون کی مخالفت کے وقت اللہ تعالیٰ فوراً سزا دیتا ہے مگر اخلاقی قانون کی بغاوت کے وقت وہ معاف کر دیتا ہے۔ آخر آپ کے پاس کونسی دلیل ہے جس کی آڑ میں آپ اللہ کے قوانین کی یہ مخالفت کررہے ہیں؟ اے بادہ خواری کے متوالے! قوانین خداوندی کے پامال کرنے والے! ذرا غفور رحیم کے مفہوم پر اچھی طرح غور وفکر کر اور دیکھ کہ ان صفات کے صحیح معنیٰ کیا ہیں؟ درج ذیل آیات کا مطالبہ سامان بصیرت مہیا کرتا ہے:۔ "وَانّی لغفّار لمَن تابَ وَ امنَ وَ عملَ صالحًا ثمَّ اهتدٰی "۔(طٰہٰ:۸۲)

(اور بیشک میں اس کے حق میں غفور رحیم ہوں جو میری طرف رجوع کرے گا اور ایمان لائے اور اچھے عمل کرے اور ہدایت کی راہ پر گامزن ہو جائے) پھر فرمایا: "فَمَنْ تابَ من بعدِ ظلمِهٖ وَ اصلحَ فانَّ اللّٰهَ یتوبُ علیهِ ط انَّ اللّٰهَ غفورٌ رّحیم "۔(المائدہ:۳۹)

(جو انسان ظلم کرنے کے بعد توبہ کر لیتا ہے اور اپنی حالت سنوار لیتا ہے تو اللہ بھی اس پر رجوع فرماتا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے)

"وَ اِن تصلحُوا وَ تتّقُوا فانَّ اللّٰهَ کانَ غفورًا رَحیمًا "۔(النساء:۱۲۹)

(اگر تم اپنی حالت کو سنوار لو اور اللہ سے ڈرنے لگ جاؤ تو بیشک اللہ بے حد بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے)

"اِن تکونُوا صالحِینَ فانّهٗ کانَ للاَوّٰبینَ غفورًا "(بنی اسرائیل:۲۵)

(اور اگر تم اطاعت گزار بن جاؤ تو اللہ تعالیٰ رجوع کرنیوالوں کے حق میں بڑا مہربان ہے)

یقیناً اللہ تعالیٰ کی رحمت ومغفرت غیر محدود ہے، مگر کیا ان لوگوں کے حق میں جو معاصی کی طرف پیش قدمی کررہے ہیں اور شراب کا جام اپنے منہ سے الگ نہیں کرنا چاہتے یا ان لوگوں کے لیے جو توبہ اور عمل صالح کی طرف بڑھیں؟ کیا اللہ تعالیٰ کے دروازے پر انہوں نے خود کبھی دستک دی ہے؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر غفور رحیم کا یہ تصور محض ایک خود فریبی ہے۔

(بحوالہ خطبات حرم)

شراب کے جسمانی وروحانی نقصانات

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''یسئلونک عن الخمرِ وَالمیسرِ ط قُل فیھمَا اثم کَبیر وَّ منافعُ للنّاسِ''۔ (البقرہ:۲۱۹)

(اے پیغمبر ﷺ لوگ شراب اور جوئے سے متعلق آپ سے پوچھتے ہیں تو بتلا دیجیے کہ ان میں بہت زیادہ گناہ ہے اور لوگوں کے لیے فوائد بھی)

امام فخر الدّین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں: ''الاثم الکبیر فیہ امور''۔بڑے گناہ میں کئی چیزیں شامل ہیں: انسانی صفات میں عقل کو ممتاز حیثیت حاصل ہے، اور شراب عقل کی سب سے بڑی دشمن ہے۔ ہر وہ چیز جو انسان کے اس اعلیٰ وصف کی دشمن ہوگی وہ بدترین چیز تصوّر کی جائے گی۔ تو اس اعتبار سے شراب نہایت بدترین درجے کی چیز ہے۔ اس کو یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ عقل کی مثال اُونٹ کے بازو بند کی سی ہے۔ جب انسان کسی بُرائی کی طرف مائل ہوتا ہے تو اس وقت عقل اس کو روکتی ہے مگر جب شراب اس کے منہ کو لگ جاتی ہے تو عقل اس کو روکنے سے قاصر ہو جاتی ہے۔ ابن ابی الدنیا سے منقول ہے کہ ایک دفعہ کسی نشے میں مبتلا پر ان کا گزر ہوا۔ جو اپنی ہتھیلی پر پیشاب کر کے اپنے چہرے پر یوں مل رہا تھا جیسے وضو کر رہا ہو، اور زبان سے یہ کہہ رہا تھا:

''اَلحمدُ اللہِ الّذیْ جعلَ الْاسلامَ نورًا وَالمآَءَ طھورًا''۔ یعنی اس اللہ کا شکر ہے جس نے اسلام کو نور اور پانی کو پاک بنایا۔

۲۔ شراب دلوں میں بغض اور عداوت پیدا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز سے روکتی ہے۔

۳۔ شراب کا یہ خاصہ ہے کہ انسان جس قدر اس کے قریب ہوتا ہے اسی قدر اس کی لذت میں مبتلا ہوتا جاتا ہے جب کہ دیگر معاصی سے انسان نفرت کر لیتا ہے۔ مثلاً جونہی انسان اس کا انکار کرتا ہے، اس کے دل میں اس کی نفرت پیدا ہوتی ہے۔ مگر شراب ایک ایسی معصیت ہے کہ ایک دفعہ ہی چکھنے کے بعد انسان اس کی چاہت میں مبتلا ہو جاتا ہے، پھر جس قدر اس کی طرف میلان کرتا ہے اسی قدر اس کی رغبت بڑھتی چلی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ انسان اس کی لذت میں غرق ہو کر اللہ تعالیٰ کو بالکل فراموش کر بیٹھتا ہے۔ الغرض شراب عقل کو زائل کر دیتی ہے جس کے نتیجے

میں مفاسد پھیلتے ہیں۔اس لیے نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: ''الخمرُ اُم الخبائثِ''۔
شراب بے حیائی کا منبع ہے۔ کیونکہ یہ ہر قسم کے جرائم کا ارتکاب کرواتی ہے جن میں قتل اور زِنا سر فہرست ہیں۔ یہ معروف واقعہ ہے کہ ایک بدکار عورت نے ایک پارسا کو بے حیائی کی دعوت دی مگر اس نے اپنا دامن بچالیا۔ بعد میں اس عورت نے اس کو شراب میں مبتلا کر کے زِنا میں مبتلا کر دیا۔اور پھر اس کے ہاتھوں ایک قتل بھی کروایا۔

نبی علیہ السلام کا فرمان ہے: ''الخمر اُم الفواحِشِ وَ اکبرُ الکبائرِ وَ مَن شربَ الخمرَ ترکَ الصّلوٰۃ وَوَقعَ علیٰ اُمّہٖ وَ خالتِہٖ و عمّتِہٖ''۔
(شراب بے حیائی کا سرچشمہ ہے اور سب سے بڑا گناہ ہے۔جس نے شراب پی وہ نماز چھوڑ دے گا اور اپنی ماں، خالہ اور پھوپھی کی عزت وحرمت پامال کر ڈالے گا)

اس لیے کہ فطرت انسانی میں دو قسم کی قوتیں نبرد آزما ہیں: (۱) قوتِ ملکیہ اور (۲) قوتِ بہیمیہ۔قوت ملکیہ احکام خداوندی کے آگے سر تسلیم خم کرنے اور عقل کے تقاضوں کو پورا کرنے کا نام ہے جبکہ قوت بہیمیہ نفس امارہ کی پیروی کا نام ہے خواہ وہ خلاف عقل ہی کیوں نہ ہو۔

شراب کا انسانی شخصیت پر سب سے پہلا حملہ یہ ہے کہ اس کی عقل کو ڈھانپ لیتی ہے قوت ملکیہ کو کمزور کر کے قوت بہیمیہ کو فروغ دیتی ہے نتیجۃً انسان قوت بہیمیہ کا تابع مہمل بن کر رہ جاتا ہے۔اور انسانیت کے بلند ترین مقام سے گر کر ہوائے نفس اور شیطان کی قید میں چلا جاتا ہے۔

انہی قسم کے لوگوں کے متعلق ارشاد خداوندی ہے:
''اُولٰٓئکَ کالاَنعامِ بَل ھُم اضلُّ''۔(الاعراف:۱۷۹) (یہ لوگ حیوانوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر ہیں۔)

عقل سلیم بذاتہٖ شراب اور دیگر نشہ آور چیزوں کی تحریم کی گواہی دیتی ہے، جیسا کہ زمانہ جاہلیت کے بعض عقلمند اور دانشور لوگوں نے نشہ کے خطرناک اثرات کی وجہ سے اس کو اپنے اوپر حرام قرار دے لیا تھا۔ان میں عبداللہ بن جدعان اور عباس بن مرداس معروف ہیں۔مؤخر الذکر سے زمانہ جاہلیت میں کسی نے سوال کیا کہ آپ شراب کیوں نہیں پیتے؟ تو اس نے جواب دیا ''یہ کیسے

ممکن ہے کہ میں اپنے ہاتھوں اپنی جہالت کا خریدار بنوں اور پھر اپنے پیٹ میں داخل کرلوں۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ صبح جس قوم کا رہنما ہوں، شام کو اس قوم کے بے وقوف لوگوں میں شمار کیا جاؤں"۔ حضرت جعفر بن ابو طالب، حضرت عدی بن حاتم طائی، قیس بن عاصم، ابوبکر صدیق اور عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے شراب کی حرمت نازل ہونے سے پہلے ہی اس کو حرام قرار دے رکھا تھا۔

عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا "آپ شراب نہیں پیتے"؟ تو انہوں نے جواب دیا: "اس لیے کہ وہ عقل کو پی جاتی ہے"۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ شراب میرے خیال میں مکمل طور پر عقل کو زائل کر دیتی ہے اور یہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی چیز زائل ہونے کے بعد صحیح وسالم لوٹ آئے۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ شراب اور دیگر نشہ آور چیزوں کا عادی اپنے اس شرف ومنزلت کو کھو بیٹھتا ہے جو اسے اللہ نے عطا فرمایا ہے۔ اسی لیے بعض صحابہؓ شراب کی حرمت کا شدت سے انتظار کر رہے تھے اور دعا مانگا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اس کی حرمت کا بیّن حکم نازل فرما دے۔ حضرت عمر، معاذ بن جبل اور بعض دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے عرض کیا کہ شراب کے متعلق ہمیں کوئی حکم دیں کہ یہ عقل کو زائل کرنے اور مال کو تباہ کرنے کا سبب بنی ہوئی ہے۔

"ادمان" اس کو کہتے ہیں کہ جب شراب جسم کی غذا بن جائے اور اس کو چھوڑنے سے اعصاب شدید طور پر متاثر ہونے لگیں۔ رہا یہ کہ کتنے عرصے بعد یہ کیفیت طاری ہوتی ہے اس میں بڑا اختلاف ہے، تقریباً چند دنوں سے لے کر ایک ماہ تک اس کی مدت ہے۔ یا پھر لوگوں کے مختلف طبائع اور شراب کی کمیت پر اس کا دارومدار ہے۔ بہرحال شراب کا مستقل مریض چار قسم کے مراحل طے کرتا ہے:

۱۔ وہ غیر شعوری طور پر شراب کو استعمال کرتا ہے۔ اور اس میں کچھ لطافت محسوس کرتا ہے۔

۲۔ شراب کا پہلے کی نسبت زیادہ اہتمام کرتا ہے اور پانی کیطرح اسے استعمال کرنا شروع کر دیتا ہے جس میں اسے شرمندگی اور گناہ کا کھٹکا محسوس ہوتا ہے مگر اس احساس کو ہلکا کرنے کے لیے وہ شراب کا بے تحاشا استعمال شروع کر دیتا ہے اور بالآخر شراب زہر کی طرح اس کے رگ و

ریشے میں سرایت کر جاتی ہے۔

۳۔اس مرحلہ میں انسان بھرپور کوشش کے باوجود اپنی زائل شدہ قوتِ ارادی کو بحال نہیں کرسکتا۔

۴۔ یہ وہ مرحلہ ہے جس میں شرابی حقیقت کی دنیا سے نکل کر تخیلات اور تصورات کی دنیا میں کھو جاتا ہے اور ہوش وحواس سے محروم ہوکر اخلاقی پستی کا شکار ہو جاتا ہے۔ پھر چوری، زِنا اور ظلم وزیادتی اس کی عادت بن جاتی ہے۔ ایک مشہور مثال ہے کہ انسان شراب کا ایک جام پکڑتا ہے، پھر دوسرا۔ تیسری دفعہ جام اس کو تھام لیتا ہے اور اس کے لیے جان چھڑانی مشکل ہو جاتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مَن زنٰی اوشربَ الخمَر نزعَ اللهُ منهُ الایمانَ كمَا يخلعُ الانسانُ القمِيص مِن رّاسِهٖ ''.

(زانی اور شرابی سے اللہ تعالیٰ اس طرح ایمان نکال دیتا ہے جیسے انسان سر سے قمیص اتار کر رکھ دیتا ہے)۔ (حاکم)

بادہ خواری کا سبب دراصل ایمان کی کمزوری ہے اور جسقدر انسان بادہ خوار ہوتا ہے اسی قدر ایمان کمزور ہوتا ہے۔ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ شراب قوت عقلیہ کو انتہائی کمزور کر دیتی ہے جس کی وجہ سے شرابی اکثر مجنون اور دیوانہ ہو جاتا ہے اور اس سے آگے درج ذیل نقصانات پیدا ہوتے ہیں۔

(ا) تمام جرائم قوت بہیمیہ کے غلبے اور قوت ارادی (ملکیت) کی کمزوری کی وجہ سے سرزد ہونے لگ جاتے ہیں۔

(ب) ہوش وحواس گم ہونے سے بیشمار حادثات ہوتے ہیں اور بہت سے عوارض لاحق ہوجاتے ہیں۔ مثلاً (ج) راز کو فاش کرنا (د) باہمی بغض عداوت (ھ) بدخلقی اور جنگ وجدل (و) لوگوں کی نظروں میں وقار کھو بیٹھنا (ز) اللہ کی یاد اور نماز سے غفلت (ح) کم ہمتی اور دیوث پن۔

شراب انسانی قوتوں کو تباہ کر کے رکھ دیتی ہے۔ معدے کی بے شمار بیماریوں کے ساتھ ساتھ دیگر کئی ایک بیماریوں کا پیش خیمہ بنتی ہے۔ ان میں سے بعض ایک کا اجمالی ذکر درج ذیل ہے

ا۔ اعضائے رئیسہ، خاص طور پر دل اور جگر کو کمزور کرتی ہے۔ ۲۔ چہرے کی رونق ختم کر کے

اس کا رنگ زرد کر دیتی ہے ۔۳۔ بلغم، کھانسی اور قے لاتی ہے ۔۴۔ قوتِ باہ کو کمزور کرتی ہے۔۵۔ سل اور سرطان کا مریض بناتی ہے۔۶۔ شراب نوشی کی مستقل عادت بلڈ پریشر اور حرکتِ قلب بند کرتی ہے، جس سے اچانک موت واقع ہو جاتی ہے۔

شراب نوشی کی مستقل عادت نفسیاتی طور پر بڑا شدید نقصان پہنچاتی ہے۔ انسان فہم و فراست اور شعور و احساس سے محروم ہو کر جنون کا مریض بن جاتا ہے اس ضمن میں درج ذیل نقصانات سرفہرست ہیں:۔

(ا) مشکلات کا مقابلہ نہ کر سکنا (ب) بے صبری، مایوسی اور قلق محسوس کرنا۔ (ج) تنہائی کا احساس اور اپنے آپ کو بے وقوف سمجھنا۔ (د) شفقت اور محبت کی نعمت سے محروم ہو جانا۔ (ھ) دوسروں کا سہارا تلاش کرنا اور اپنی ذات پر بے اعتمادی۔ (و) انتہائی درجے کی انانیت اور خود غرضی۔ (بحوالہ جستہ جستہ از خطباتِ حرم)

شراب نوشی کے طبعی نقصانات

شراب کی وجہ سے معدے کی خطرناک بیماریاں پیدا ہوتی ہیں یہ اس لیے ہوتا ہے کہ یہ خون میں موجود لائیپڈ جو ایک خاص قسم کی چربی ہوتی ہے اس کے استعمال سے تحلیل ہو جاتی ہے یعنی لائیپڈ ایک طرح کی حفاظتی تہہ مہیا کرتی ہے جس پر تیزابیت کا نقصان دہ اثر نہیں ہوتا اور اسی تہہ کی وجہ سے معدہ خود اپنے آپ کو ہضم نہیں کر سکتا اگر چہ یہ فی الحال پوری طرح ثابت نہیں ہوا کہ جس طرح شراب گلے اور خوراک کی نالی میں کینسر کا ذریعہ بنتی ہے معدہ کے معاملے میں بھی ایسا ہی ہے لیکن اس خیال کو تقویت ہوتی جا رہی ہے کہ معدے کے سرطان میں بھی شراب کی کارستانی ہوتی ہے۔

شراب کا سب سے زیادہ نقصان دہ اثر بارہ انگشتی آنت پر ہوتا ہے اس جگہ نہایت نازک کیمیائی اثرات وقوع پزیر ہوتے ہیں شراب اس کی اس خاصیت کو متاثر کرتی ہے جو مخصوص ہاضم لعاب خارج کرنے کی صلاحیت سے تعلق رکھتی ہے اور اس کی کیمیائی حساسیت پر اثر انداز ہوتی ہے ہاضمہ کے لیے اس اہم راستے کی تباہی کے بعد شراب جگر سے پیدا ہونے والے ہاضم لعاب کے

اخراج پر بھی اثر انداز ہوتی ہے تمام شرابیوں کے بارہ انگشتی آنت اور پتہ کی جھلی ہمیشہ بیماری کا شکار ہوتی ہیں یا ان کا فعل اکثر صحیح نہیں ہوتا یہ حالت ہر شرابی کو گیس بدہضمی کے ذریعے مصیبت میں ڈالے رکھتی ہے معدے کی یہ تکالیف آنتوں پر بھی اثر ڈالتی ہے۔

انسانی جگر وہ حساس لیبارٹری ہے جو شراب کے ہر چھوٹے سے چھوٹے سالمے کو زہر کی طرح محسوس کرتا ہے جگر پر شراب کا اثر دو طرح سے ہوتا ہے۔

(۱) شراب خوری کی صورت میں جگر کے خلیے الکحل ختم ہونے کی ذمہ داری میں پوری طرح مصروف ہوتے ہیں اس طرح وہ اپنے دوسرے کاموں کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔

(۲) جگر کے کیمیاوی عمل جو ایک سے ایک بڑھ کر حساس ہوتے ہیں شراب ایک بلا روک ٹوک اثر کے تحت درہم برہم ہو جاتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جگر کو ایک ہی عمل بار بار دہرانا پڑتا ہے اور اس طرح بے پناہ مسلسل اور بلا ضرورت محنت اور مشقت سے جگر کی کمزوری واقع ہو جاتی ہے یہ اثرات جگر کے لیے خطرناک نتائج پیدا کرتے ہیں ان اثرات میں زیادہ مشہور جگر کا سکڑنا ہوتا ہے جو اس کا زندہ ثبوت ہوتا ہے کہ جگر کی بربادی مکمل طور پر ہو چکی ہے۔ مزید برآں جگر کی وجہ استطاعت جس کی وجہ سے جسمانی تحفظ کے اعضاء جیسے مختلف قسم کے گلوبین بنتے ہیں شرابیوں میں خطرناک حد تک کم ہو جاتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان لوگوں میں بیماریوں کے خلاف مدافعت کم سے کم ہو جاتی ہے۔ شراب بعض اوقات جگر کے فعل کے اچانک رک جانے کی وجہ سے بھی بن جاتی ہے اس صورت میں ایک شرابی بے ہوشی کے عالم میں ہی مر جاتا ہے اسے جگر کا دیوالیہ پن کہتے ہیں جگر کے سلسلے میں ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی جس میں اس پر شراب کے نقصاندہ اثرات کا ثبوت نہ ملتا ہو۔

انسانی گردے جنہیں دوران خون کے نظام کا آخری مقام سمجھا جائے ان کو شراب کے استعمال سے سخت نقصان پہنچتا ہے۔ اس لیے کہ گردے انتہائی حساس کیمیائی جوہر کی ملاپ کے مقام پر چھلنی کا کام دیتے ہیں لیکن شراب اس نازک عمل کو بھی تہہ و بالا کر دیتی ہے یہ تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ وہ شرابیں جن میں الکحل کی مقدار کم ہوتی ہے گردوں کے لیے زیادہ نقصاندہ ہوتی ہیں چنانچہ زیادہ مقدار میں بیئر پینے والوں کے گردے اکثر خراب ہوتے ہیں۔

لمف والے نظام کی انسانی جسم میں بے حد اہمیت ہے اس نظام کی خون والی نالیاں شراب کے ہاتھوں نا قابل علاج نقصان اٹھاتی ہیں اس لیے کے چربی والے نامیاتی مرکب لائپڈ کا اس نظام میں ایک بہت اہم مقام ہوتا ہے۔شراب کا نقصان دہ اثر اس حیران کن حد تک حفاظت بہم پہنچانے والے نظام کو برباد کر دیتا ہے۔

جسم میں دوران خون قائم رکھنے والی قلبی نالیوں اورطی اور شریانوں کے امراض میں اضافہ ہورہا ہے اس کے لیے شراب کے استعمال کا مسئلہ ایک اہم مسئلہ بن گیا ہے۔اب وہ بات نہیں رہی کہ بیماریاں خال خال نظر آتی تھیں۔اس بیماری کے آغاز کی کئی وجوہات ہیں،انہیں خطرناک امکانات میں ایک عنصر خوراک،جسم اور خون میں موجود چربی ہے،جسم میں زیادہ گرمی پیدا کرنے والے الکحل کی ایک اقسام مثلاً برانڈی اور وہسکی سے انسان کی حرکت قلب بند ہو جانے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔

تازہ چھان بین کے مطابق چربی کی جو قسمیں خون بھیکنے والی نالیوں میں (شریانوں) کے امراض پیدا کرتی ہے ان میں ٹرائی گلی سیرائیڈ سب سے زیادہ اہم ہے اور یہی مادہ ہے جو الکحل کے استعمال سے خون میں بڑھ جاتا ہے جو الکحل کثیر مقدار میں نوش کئے جاتے ہیں وہ گردش خون کو متاثر کرتے ہیں اور حرکت قلب بند کر دینے کا باعث بن سکتے ہیں عادی اور بھاری مقدار میں شراب پینے والوں میں ایک بیماری پیدا ہوتی ہے جسے الکحو لک کارڈیو مایوتھی کہتے ہیں۔

شراب سے دماغ میں اتنابُرا اثر ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ تمام اعصابی نظام تباہ ہوکر رہ جاتا ہے اس سے سوچنے اور فیصلہ کرنے کی قوت کم ہو جاتی ہے شرابی کی قوت مدافعت کمزور ہو جانے سے عام دوائیں بھی اس پر اثر نہیں کرتیں اس لیے شرابی کو اگر کوئی مرض لاحق ہو جائے تو اس کا علاج نہایت مشکل سے ہوتا ہے۔شراب عصبی خلیوں کی اس باریک جھلی میں داخل ہو جاتی ہے جو نامیاتی چربی جیسے مرکب یعنی لائپڈ کی حفاظت میں ہوتی ہے اس کا بُرا اثر اعصابی نظام کے مراکز پر نا قابل علاج حد تک ہوتا ہے۔الفاظ کا بھولنا اور ہاتھوں کا رعشہ اس اعصابی نقصان کی نشانیاں ہوتی ہیں شراب میں چربی پگھلانے کی صلاحیت ہوتی ہے تخلیقی خلیوں میں داخل ہوکر ان کو بے حد نقصان پہنچاتی ہیں اس کی عام فہم مثال میں نئی نسل کی ذہانت میں کمی اور ناقص بالیدگی شامل ہیں۔بہت

سے مطالعہ جات اور سروے کے بعد یہ حقیقت ظاہر ہوتی جا رہی ہے کہ ذہنی طور پر غبی بچوں کے والدین اکثر و بیشتر شدید قسم کی شراب نوشی کرتے تھے یہ بھی دیکھا گیا ہے ہے کہ شراب عورت کے رحم اور بیضہ حیات کے خلیے کو بہت آسانی سے نقصان پہنچاتی ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ شرابی ماؤں کے بچے موروثی طور پر دماغی یا قلبی قدمہ یا جھٹکے کا شکار ہو جاتے ہیں شرابی باپ کی طرف سے ایسے واقعات کی تعداد تیس فیصد سے زیادہ تک ہوتی ہے۔ شراب میں شروع سے جنسی قوت بڑھ جاتی ہے لیکن بعد میں اتنی کمزور پیدا ہوتی ہے جو باعث ندامت بنتی ہے۔ دنیا اس وقت ایڈز کے خطرے سے لرزاں ہیں لیکن ایڈز کے پیدا کرنے میں شراب اور دیگر نشہ آور چیزوں کا ہاتھ ہے۔

شراب نوشی کے معاشرتی نقصانات

اسلام نے شراب کے بداثرات کے پیش نظر اس کو ام الخبائث یا بدیوں کی ماں (جڑ) قرار دیا ہے۔ گو یہ نام بالکل صحیح ہے یعنی یہ ام المسکرات یعنی تمام نشہ آور چیزوں کی ماں قرار دی جانی چاہیے۔ کیونکہ ہر نشہ آور چیز کی جو بھی خاصیت اور اثر ہوتا ہے اور جو نتائج اس کے استعمال سے پیدا ہوتے ہیں۔ وہ بدرجہ اتم اس میں پائے جاتے ہیں۔ بالفاظ دیگر تمام مسکرات کی مضرتیں اور نقصان اس ایک نشہ میں مجتمع ہیں۔ افیون، بھنگ، پوست وغیرہ اگر اضمحلال وانحطاط پیدا کرتے ہیں اور ہمارے خون میں جدت و جوش پیدا کرتے ہیں تو یہ شراب اس قسم کے تمام اثرات اپنے اندر رکھتی ہے۔

حال ہی میں جاپانی پولیس نے شراب سے بدمست ہو کر بکواس اور نامعقول حرکت کرنے والوں کے ساتھ ایک نہایت ہی مضحکہ آمیز سلوک کرنا شروع کر دیا ہے۔ جب وہ اس حالت میں ہوتے ہیں تو متعلقہ پولیس افسران کی تمام خرافات ٹیپ ریکارڈ یعنی آواز محفوظ کرنے کے آلہ میں بند کر لیتے ہیں۔ جب اس کے ہوش ٹھکانے لگتے ہیں تو وہ ریکارڈ لگا کر اسے سناتے ہیں وہ بچارا ندامت اور شرمندگی سے سر جھکا لیتا ہے اور پانی پانی ہو جاتا ہے۔

خبر رساں ایجنسی سٹار کی انڈیانا پولیس امریکہ۔ سے ۱۹۵۸ء کی اطلاع کے مطابق انڈیانا یونیورسٹی کے ادارہ ادوحیہ کے پروفیسر ڈاکٹر رولو ہارجر نے اپنی رپورٹ میں جو طبی قانونی مسائل کی

کمیٹی کے کتابچہ کا ایک حصہ ہے بتایا ہے کہ شراب کے نشہ کے اکثر اثرات دماغ پر پڑتے ہیں۔ شراب پیتے ہی خون میں مل کر چند سیکنڈوں میں دماغ میں پہنچ جاتی ہے اور اس کی معمولی مقدار بھی اپنے بد اثرات دکھائے بغیر نہیں رہتی۔

بمبئی میں دیکھا گیا کہ مل مزدور عورتیں اور مرد کارخانوں سے تنخواہ لے کر سیدھے تاڑی کی دکانوں پر بچے ساتھ لیے ہوئے پہنچ جاتے، خود پیتے اور چھوٹے چھوٹے بچوں کو مار کر پلاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے ایسی مجالس کے قریب، جانے سے بھی منع کیا ہے۔

فرانس جہاں ہوٹلوں میں شراب سستے داموں دستیاب ہوتی ہے۔ مگر پینے کا سادہ پانی قیمتاً بھی مشکل سے ملتا ہے۔ اس کی ۱۹۵۶ء کی اعداد و شمار کی رپورٹوں سے پتہ چلتا ہے کہ اس ملک میں ہر سال صرف شراب خوری سے پیدا ہونے والے مہلک امراض سے پندرہ ہزار نفوس لقمہ اجل ہوتے ہیں اور اس سے کئی گنا زیادہ افراد ایسے امراض میں مبتلا ہو کر زندگی اور موت کے درمیان سسک رہے ہوتے ہیں گویا ہر پینتیس منٹ کے بعد ایک قیمتی جان اس خونخوار دیوی کے بھینٹ چڑھتی ہے۔

یو۔ایس۔امریکہ میں جیسا کہ صدر مجلس امتناع شراب امریکہ میں شاہ سعود والی حجاز کو انکے ملک میں شراب اور دیگر مسکرات کے امتناع پر تہنیت پیش کرتے ہوئے بیان کیا کہ اڑسٹھ ہزار انسان شراب خوری سے ہر سال ہمارے ملک میں ہلاک ہوتے ہیں۔

اے۔ایف۔پی کی ماسکو سے ۵/جولائی ۱۹۵۸ء کی خبر کے مطابق روس کے وزیر اعظم خرو شیف نے لینس گرڈ کے کارخانہ کروف میں مزدوروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: ''شراب ہماری مجلسی زندگی میں تباہ کن اثرات پیدا کر رہی ہے۔ اس نے مزدوروں کی صحت کی جڑیں کھوکھلی کر دی ہیں عائلی زندگی برباد کر دی ہے۔ جرائم کی رفتار تیز کر کے اقتصادی پیداوار کو خطرناک نقصان پہنچایا ہے۔ ہم اب اس کے خلاف ان تھک جنگ لڑیں گے''۔

لیکن ماسکو ریڈیو کی ۱۵/اکتوبر ۱۹۵۸ء کی اطلاع کے مطابق اس ان تھک جنگ لڑنے والے لیڈر اشتراکیت نے اس اعلان جنگ کے صرف تین ماہ بعد اپنے آبائی گاؤں کالینوفکا میں تقریر کرتے ہوئے اس خون خوار دیو کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ بے بسی ملاحظہ ہو۔ ''ہم

سوویت یونین میں امتناع شراب کا قانون ہرگز نافذ نہیں کرنا چاہتے مے نوشی ہمارے رسم ورواج کا جزو ہے۔ ہمارے لوگوں کو شراب پینے سے کوئی نہیں روکتا مگر اس کے باوجود یہ ضروری ہے کہ انسان عزت و وقار ملحوظ رکھے۔ نئے قانون کے مطابق جو زیر تجویز ہے شراب پینے والا میخانے سے صرف ایک جام حاصل کرنے کا مستحق ہوگا"۔

اسی کے ساتھ مسٹر خروشیف نے یہ بھی انتباہ کیا "اگر اسے دوسرا جام پینے کی خواہش ہوگی تو یقیناً وہ کسی دوسرے میکدے کا رخ کرے گا مگر میکدہ سے میکدہ کی سیر اسے جیل کی ہوا کھلائے گی۔

اس اعلان جنگ کے پورے ایک سال بعد ۱۰ر جولائی ۱۹۵۹ء میں روزنامہ پرودا نے بال بچے دار عورتوں کی ایک جماعت کا مراسلہ شائع کیا۔ جس میں ان عورتوں نے مطالبہ کیا کہ عادی شرابخوروں کو جبراً شفاخانوں میں سے اس وقت تک زیر علاج رکھا جائے جب تک کہ وہ مکمل شفایاب نہ ہو جائیں اور علاج معالجہ کے اخراجات کی جزوی ذمہ داری اٹھانے پر انہوں نے اپنی آمادگی کا اظہار کیا۔ انہوں نے یہ بھی بیان کیا کہ حکومت کے اقدامات مثلاً ووڈ کا (روسی شراب) کی قیمت بڑھانا بدمستی پر چالان، ماسکو سے اخراج وغیرہ شراب خوروں پر حسب منشا اثر پیدا کرنے کے لیے ناکافی اور ناکام ثابت ہوئے ہیں۔ کوئی ماں یا بیوی اپنے بیٹے یا خاوند کا چالان یا شہر بدر کیا جانا پسند نہیں کرتی۔ ان عورتوں نے یہ مطالبہ بھی کیا کہ ایسے شراب خوروں کی تنخواہیں براہ راست ہمیں بھیجی جائیں کیونکہ ان میں سے اکثر اپنا سارا روپیہ بلکہ کپڑے اور اساس البیت کی نہایت ضروری اشیاء بھی فروخت کر کے شراب پر اڑا دیتے ہیں۔

ماسکو کے اخبار ترود ۱۹ر جولائی ۱۹۵۹ء کی خبر ہے ایک بدمست شرابی ڈرائیور نے تین بچے جو اپنے اسکول سے نکلے ہی تھے کار کے نیچے کچل کر ہلاک کر دیئے۔ ماتحت عدالت نے سزائے موت دی جو عدالت عدلیہ نے بھی بحال رکھی۔ انگریز ڈاکٹر: لندن کے ممتاز ماہر امراض دل ڈاکٹر سگورٹ کو گزشتہ روز پنجاب انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی میں لیکچر کے دوران سوال کیا گیا کہ اس امر میں کتنی صداقت ہے کہ کچھ شراب پینے سے دل کے مرض کو ریلیف پہنچتا ہے جس پر ڈاکٹر سگورٹ نے کہا کہ اس بارے میں وہی سچ ہے جو قرآن کہتا ہے ایک غیر مسلم کی زبان سے قرآن کے فہم کی بات سن کر سامعین حیران رہ گئے۔ (نوائے وقت)

شراب کے چند اور اخلاقی نقصانات

(۱) مخمور انسان ایسی ایسی عجیب، نازیبا اور انسانیت سوز حرکات کا ارتکاب کرتا ہوا نظر آتا ہے کہ کوئی باوقار انسان انہیں دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا۔

(۲) شرابیوں میں زودرنجی یا غصہ کے فوری حملہ، ان کو معاشرے میں لاتعداد تنازعات میں الجھائے رکھتے ہیں۔ شراب میں بدمست کبھی جوش میں آ کر گالیاں بلکہ مرنے مارنے پر اتر آتا ہے کبھی رونے لگتا ہے اور کبھی خوفزدہ ہو کر کانپنے لگتا ہے۔

(۳) لاتعداد متواتر طلاقیں معاشرے کی بنیادی ڈھانچوں کو ہلا کر رکھ دیتی ہیں اور نتائج میں مجرمانہ ذہنیت کے حامل بچوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کی وجہ سے تمام معاشرہ خطرناک حد تک متاثر ہوتا ہے۔

(۴) مختلف قسم کے کام کرنے والے مزدوروں اور کاریگروں پر شراب کی وجہ سے بے دلی اور کاہلی کا غلبہ ہو جاتا ہے اس طرح ان کی کارکردگی اور مہارت پر بُرا اثر پڑتا ہے جس کا آخری نقصان معاشرے کو پہنچتا ہے۔

(۵) شراب کی وجہ سے انسانوں میں ایک دوسرے کی طرف غیر ہمدردی کے اثرات مرتب ہوتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قومی تفکر، معاشرتی اتحاد اور معاشرتی مسائل کے خلاف جہاد کا جذبہ مکمل طور پر ختم ہو جاتا ہے۔

(۶) شیطان شراب اور جوئے کے ذریعے انسانوں کے درمیان منافقت اور فساد پیدا کرتا ہے اس لیے خدا تعالیٰ نے سورۂ مائدہ میں فرمایا ''یہ گندے کام شیطانی عمل ہیں پس ان سے بچتے رہو تاکہ تمہاری زندگی اچھی گزرے گویا یہ کام ہلاکت و بربادی کے موجب ہوتے ہیں

(تحریر: محمد اسلم شاہین)

شراب سے ہمیشہ کے لیے توبہ کر لیجئے

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ نہ وہ شراب پیئے اور نہ اس مجلس میں بیٹھے

جہاں شراب پی جائے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جب صحابہ کرامؓ میں جذبہ اطاعت حد درجہ تک راسخ ہو گیا، تو وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے لیے تیار تھے۔ چنانچہ جب شراب کی حرمت والی آیت کا نزول ہوا تو صحابہ کرامؓ حکم پاتے ہی اپنے گھروں میں گھس گئے اور شراب کے تمام مٹکے توڑ دیئے۔ جہاں کوئی میخواری ہو رہی تھی۔ جب وہاں شراب کی حرمت کا پیغام پہنچا تو انہوں نے بھی شراب گرا دی۔ جام و مینا توڑ دیئے مشکوں اور مٹکوں میں بھری ہوئی شراب انڈیل دی اور یہ اللہ کا خاص کرم تھا کہ ممانعتِ شراب کے اس حکم کے بعد کسی فرد نے شراب نوشی کی خواہش ظاہر نہ کی۔ اللہ کے حکم اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کا اعجاز تھا کہ نسل در نسل چلنے والی بُرائی چشمِ واحد میں ختم ہو کے رہ گئی۔

فرمانِ نبوی ہے کہ کوئی جماعت ایسی نہیں ہے جو دنیا میں کسی نشہ آور چیز پر جمع ہوتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ انہیں جہنم میں جمع کرے گا اور وہ ایک دوسرے کو ملامت کرنا شروع کریں گے، ایک دوسرے کو کہے گا اے فلاں! اللہ تعالیٰ تجھے میری طرف سے بُری جزا دے۔ تو نے ہی مجھے اس مقام تک پہنچایا ہے اور دوسرا اس سے اسی طرح کہے گا۔

بُری محفل انسان کو لے ڈوبتی ہے کردار کو داغدار کرتی ہے، بندے کو فریب کے جال میں پھنسا دیتی ہے۔ اے شرابی! ذرا اپنے ماضی کو یاد کر کہ جونہی تو عاقل اور بالغ ہوا تجھے تیری جھوٹی تمنائیں، نام نہاد کرّ و فر، بے ثبات حُسن و شباب، طمع جاہ و جلال اور ہوس مال و متاع بزمِ رنداں میں لے گئی، پرانے بادہ خواروں نے تجھے خوش آمدید کہا۔ نادان شرابی خوشی میں جھوم اٹھے کہ ایک اور ناعاقبت اندیش کا ہم میں اضافہ ہوا۔ اور تیری زندگی میں شراب نوشی کا آغاز ہوا۔ پہلے تو تفریح طبع کے لیے کچھ عرصہ جام و سبُو چلا۔ پھر اسی تفریح نے تجھے شراب نوشی کا عادی مجرم بنا دیا۔ اے شرابی تیرے آباء امیر و کبیر تھے۔ رئیس بے نظیر تھے۔ تو رئیس زادہ تھا۔ تیرا لاکھوں کا کاروبار تھا۔ سرمایہ تیرے پاس تھا، تو محنتی تھا، دنیا دار تجھے اچھا ہی سمجھتے تھے لیکن جونہی تو شراب کا عادی بنا، رقص و سرود کی محفل میں گیا، طائف خانے کا دلدادہ ہوا۔ چند روز کے لطف و سرور کی خاطر تو نے اپنی آخرت کا سودا کر ڈالا، اپنا مال عیش و عشرت کی نذر کر ڈالا۔ کاروبار تیری عدم دلچسپی سے تباہ برباد ہوا۔ گھر والے

حیرت میں تھے کہ ہمارا معاش دن بدن تنزل کی طرف کیوں جا رہا ہے لیکن ایک روز ان پر یہ راز آشکارا ہوا کہ تو شرابی ہے۔ اور تو نے اپنی دنیاوی زندگی کو شراب کی نذر کر ڈالا ہے۔ اب تو آہ و فغاں کے سوا کچھ نہیں۔ تو نے جتنے مزے لوٹنے تھے لوٹ لیے۔ اب تیرا شباب ڈھل چکا ہے سیاہ ریش آدھی سے زیادہ سفید ہوگئی ہے۔ اب لوگ تجھے دانشمند کہیں کہ بے وقوف؟ کیونکہ تو نے خود ہی اپنے نشیمن کو اپنے ہاتھوں سے جلا ڈالا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ جب آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا گیا تو فرشتوں نے کہا ''اے رب! تو زمین پر اس شخص کو اپنا خلیفہ بنا کر بھیج رہا ہے جو فساد کرے گا اور خون بہائے گا اور ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور تیری پاکی بیان کرتے ہیں، لہٰذا ہم اس منصب کے زیادہ حقدار ہیں''۔ رب جلیل نے فرمایا بیشک میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ انہوں نے عرض کی۔ اے اللہ! ہم تیری بنی آدم سے زیادہ اطاعت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ تم میں سے دو فرشتے آئیں تاکہ ہم دیکھیں کہ وہ کیسا عمل کرتے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہاروت و ماروت حاضر ہیں۔ رب تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ تم زمین پر جاؤ، اور اللہ تعالیٰ نے زہرہ ستارے کو ان کے سامنے حسین و جمیل عورت کے روپ میں بھیجا۔ وہ دونوں اس کے ہاں آئے اور اس سے رفاقت کا سوال کیا مگر اس نے انکار کر دیا اور کہا بخدا اس وقت تک نہیں جب تک تم دونوں یہ کلمہ شرک نہ کہو۔ انہوں نے کہا بخدا ہم کبھی بھی اللہ تعالیٰ کے لیے شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ چنانچہ وہ عورت ان کے پاس سے اٹھ کر چلی گئی اور جب واپس آئی تو وہ ایک بچہ اٹھائے ہوئے تھی، انہوں نے اس سے پھر وہی سوال کیا۔ مگر اس نے کہا بخدا اس وقت تک نہیں جب تک تم دونوں اس بچے کو قتل نہ کرو، انہوں نے کہا بخدا ہم کبھی بھی اسے قتل نہیں کریں گے۔ پھر وہ شراب کا پیالہ لے کر لوٹی اور ان دونوں نے اسے دیکھ کر پھر وہی سوال دہرایا۔ عورت نے کہا بخدا اس وقت تک نہیں جب تک تم یہ شراب نہ پی لو۔ چنانچہ انہوں نے شراب پی اور نشہ کی حالت میں اس سے جماع کیا اور بچے کو قتل کر دیا۔ جب ان کا نشہ اترا تو عورت نے کہا بخدا تم نے ایسا کوئی کام نہیں چھوڑا جس کے کرنے سے تم نے انکار کر دیا تھا۔ نشہ کی حالت میں تم سب کام کر گزرے۔ تب انہیں دنیاوی عذاب اور آخرت کے عذاب میں سے کسی ایک

کو اختیار کرنے کا حکم دیا گیا اور انہوں نے دنیاوی عذاب کو پسند کر لیا۔

شراب ہر طرح سے نقصان دہ ہے اس لیے اس سے توبہ کر لینی چاہیے۔ چنانچہ شرابی کو بادہ مینا سے منہ موڑ لینا چاہیے۔ لہٰذا اے بھولے ہوئے دوست! اپنے داغدار دامن کو لے کر بارگاہ رب العزت میں آ کر تائب ہو جا۔ اپنے گناہوں پر ندامت کے آنسو بہا اور اپنے دل کو حُبّ الٰہی سے مخمور کر لے، اپنی آنکھوں میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کا نقشہ جما کر عاشق رسولؐ بن جا، اپنے ایمان کو پہاڑ کی طرح مضبوط کر لے۔ عشقِ مصطفیٰؐ کو شمس و قمر کی طرح روشن کر لے بُرے اعمال کو چھوڑ دے کیونکہ شراب سے توبہ کئے بغیر تیرا چھٹکارا نہیں۔ مگر شراب سے سچی توبہ کسی اللہ والے کی قربت کے بغیر حاصل نہ ہو گی۔ کسی ولی کامل کی نگاہ کا اسیر ہو۔ پھر دیکھ اللہ کے انعام یافتہ حضرات کی صحبت میں تو گناہوں سے کیسے بچتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے دنیا میں شراب پی، اللہ تعالیٰ اسے جہنمی سانپوں کا زہر پلائے گا جسے پینے سے پہلے ہی اس کے چہرے کا گوشت گل کر برتن میں گر جائے گا اور جب وہ اسے پیئے گا تو اس کا گوشت اور کھال اُدھڑ جائے گی۔ جس سے جہنمی اذیت پائیں گے۔ شراب پینے والے، کشید کرنے والے، نچوڑنے والے، اٹھانے والے، جسکے لیے لائی گئی ہو، اور اس کی قیمت کھانے والے، سب کے سب گناہ میں برابر کے شریک ہیں، اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی کا نماز روزہ اور حج قبول نہیں کرتا۔ تا آنکہ وہ توبہ نہ کریں۔ پس اگر وہ توبہ کئے بغیر مر گئے تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ انہیں شراب کے ہر گھونٹ کے عوض جہنم کی پیپ پلائے۔ یاد رکھیے ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور ہر شراب حرام ہے خواہ وہ کسی قسم کی ہو۔

حضرت سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک شرابی کو دیکھا، جو مدہوش زمین پر گرا ہوا تھا اور اپنے شراب آلودہ منہ سے اللہ اللہ کہہ رہا تھا۔ حضرت سریؒ نے وہیں بیٹھ کر اس کا منہ پانی سے دھویا اور فرمایا، اس بے خبر کو کیا خبر کہ ناپاک منہ سے کس پاک ذات کا نام لے رہا ہے۔ منہ دھو کر آپ چلے گئے آپ کے بعد شرابی کو ہوش آیا تو لوگوں نے اسے بتایا کہ تمہاری بے ہوشی کے عالم میں حضرت سریؒ یہاں آئے تھے اور تمہارا منہ دھو کر گئے ہیں شرابی یہ سنکر بڑا پشیمان ہوا اور نادم ہوا اور رونے لگا اور نفس کو مخاطب کر کے بولا، بے شرم! اب تو سریؒ بھی تجھے اس حال میں دیکھ گئے ہیں۔ خدا سے ڈر

اور آئندہ کے لیے توبہ کر۔ رات کو حضرت سریؒ نے خواب میں کسی کہنے والے کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے سریؒ! تم نے شرابی کا ہماری خاطر منہ دھویا، ہم نے تمہاری خاطر اس کا دل دھویا۔ حضرت سریؒ تہجد کے وقت مسجد میں گئے تو اسی شرابی کو تہجد پڑھتے ہوئے پایا۔ آپ سے اس سے پوچھا کہ تم میں یہ انقلاب کیسے آ گیا؟ تو وہ بولا آپ مجھ سے کیوں پوچھتے ہیں جبکہ اللہ نے آپ کو بتا دیا ہے۔

حضرت ابو امامہؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دنیا کے لیے رحمت اور برکت کا سبب بنا کر بھیجا ہے۔ اور مجھے جاہلیت کی تمام بُری رسوم اور طور طریقوں کو مٹانے کا حکم دیا ہے اور میرے اللہ نے قسم کھائی ہے کہ میرے بندوں سے جو بندہ شراب کا ایک گھونٹ بھی پیئے گا تو اس کو دوزخیوں کے جسم سے نکلی ہوئی پیپ پلاؤں گا اور جو شخص میرے خوف سے شراب پینا چھوڑ دیگا تو میں اس کو پاک حوضوں سے شراب طہور پلاؤں گا۔

(مسند امام احمد)

اللہ کے خوف سے شراب اور نشے کو چھوڑنے کا بہت بڑا اجر ہے اس لیے شراب پینے والوں کو چاہیے کہ وہ اللہ کے حضور اس گناہ اور جرم سے توبہ کر لیں۔ ورنہ اس دنیا اور آخرت میں ان کا انجام بہت بُرا ہوگا جس کا اندازہ انسان نہیں لگا سکتا۔ (بحوالہ اللہ میری توبہ)

شراب نوشی کا علاج

اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ شراب نوشی کی عادت ختم کرنے کے لیے کئی اہم طریقوں سے علاج کیا جا سکتا ہے۔ ڈاکٹر یا طبیب کو شراب کے عادی مریض کے لیے خاصی تگ و دو کرنی پڑتی ہے۔ میں ان تمام طریقہ ہائے علاج سے زیادہ بنیادی سبب دور کرنے کو اہمیت دیتا ہوں۔ اور وہ ہے ''ایمان کی کمزوری''! جس نے مسلمان کو اس مرض میں مبتلا کیا ہے۔ شراب اسلامی معاشرے کے تنزل و انحطاط کی علامت ہے اس کا علاج یہی ہے کہ اسلامی معاشرے میں ایمانی روح اور دینی شعور کو بیدار کیا جائے۔ اسلامی تعلیمات کی طرف رجوع کیے بغیر کوئی ہتھیار بھی اس کے لیے کارگر ثابت نہیں ہو سکتا۔ امریکہ جو دنیا میں سب سے زیادہ ترقی یافتہ ملک سمجھا جاتا ہے۔ 1920ء میں اس نے بہت بڑا تاریخی تجربہ کیا جس کے متعلق کچھ ملاحظہ فرمائیے:

''امریکی حکومت نے 1920ء میں شراب کوحرام قرار دے دیا۔اخلاق کی درستگی اور معاشرے کی نظیر کے لیے یہ اتنا بڑا تجربہ تھا کہ انسانی تاریخ میں شاید ہی اس کی مثال پیش کی جا سکے۔اس کے لیے حکومت نے قانون کی بالادستی اور اپنے تمام اختیارات کو استعمال کیا۔اعلان سے قبل پورے ملک میں شراب کے خلاف زبردست مہم شروع کی گئی۔شراب کی خرید وفروخت پر چھاپے مارنے اور وعظ ونصیحت، رسالوں، کتابوں اور فلموں کے ذریعے شراب کے نقصانات بیان کرنے کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی۔دس سال تک یہ مہم جاری رکھی گئی۔اس سلسلے میں نشرو اشاعت پر ساڑھے چھ کروڑ ڈالر خرچ ہوئے۔جب کہ شراب کی قباحت کے متعلق جو مواد شائع کیا گیا اس کے صفحات کی تعداد نو کروڑ ہے۔یہ وسیع اختیارات تجربے کے آغاز سے پہلے صرف کئے گئے۔اس کے علاوہ 1920ء سے 1933ء تک ۱۴ سال کے عرصہ میں اس مہم پر جو اخراجات ہوئے۔ان کا میزان ۴۵ لاکھ پونڈ ہے۔امریکی عدالت کے بیان کے مطابق اس قانون کی تنفیذ میں ۲۰۰ آدمی قتل کئے گئے۔۵ لاکھ جیل میں ڈالے گئے ۱۵ لاکھ پونڈ جرمانے کئے گئے اور تقریباً ۶۰ کروڑ پونڈ کی املاک ضبط کی گئیں''۔

امریکہ نے یہ جانی اور مالی نقصانات صرف اس غرض کے لیے برداشت کئے کہ وہاں کے تہذیب یافتہ لوگوں کو شراب کے جسمانی، اخلاقی اور اقتصادی نقصانات سے آگاہ کیا جائے۔لیکن اس بھرپور جدوجہد کے باوجود گھاٹے اور ناکامی کے سوا قوم کے ہاتھ کچھ بھی نہیں آیا۔اگر قانونی بالادستی سے کوئی ایک دکان بند کی جاتی تو چوری چھپے کی ہزاروں دکانیں کھل جاتیں۔قوم کے لڑکے اور لڑکیاں ان دکانوں سے شراب لانے لگ گئے۔شراب کی قیمت میں پہلے کی نسبت بہت زیادہ اضافہ ہوگیا۔شرابیوں کی تعداد میں پہلے کی نسبت تقریباً دس گنا اضافہ ہوگیا۔یہ سمگلنگ کی شراب اس قدر ردّی تھی اور صحت کے لیے مہلک تھی کہ ڈاکٹروں نے اسے شراب کی بجائے زہر کہنا شروع کر دیا۔جس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ نیویارک میں 1918ء پابندی سے پہلے شراب کی وجہ سے بیمار پڑنے والوں کی تعداد (۳۷۴۱) اور ہلاک ہونے والوں کی تعداد (۲۵۲) تھی۔جب کہ پابندی کے بعد 1927ء میں مریضوں کی تعداد (۱۱۰۰۰) اور ہلاک ہونے والوں کی تعداد (۷۵۰۰) ہوگئی الغرض امریکہ میں شراب پر پابندی کے جو نتائج سامنے آئے ان کا اجمالی خاکہ درج ذیل

ہے:۔

ا۔لوگوں کے دلوں سے قانون کی بالادستی ختم ہوگئی اور معاشرے کے تمام طبقوں میں بغاوت کی فضا پیدا ہوگئی۔

۲۔شراب پر پابندی لگانے سے کوئی مقصد حل نہ ہوسکا۔ بلکہ اس کے استعمال میں پہلے کی نسبت زیادہ اضافہ ہوگیا۔

۳۔حکومت کو پابندی لگانے کے ایسے زبردست نقصانات ہوئے جن کا شمار نہیں کیا جاسکتا اسی طرح شراب سمگلنگ میں حاصل کرنے سے قوم کو بہت زیادہ خسارہ ہوا۔ جس کی وجہ سے ملکی اقتصادیات کو بہت بڑا دھچکا لگا۔

۴۔ پہلے کی نسبت بیماریوں میں اضافہ ہوا۔ ہلاک ہونے والوں کی تعداد بڑھ گئی۔ اخلاقی حالت بدتر ہوگئی۔ تمام معاشرے میں جرائم پھیلنے لگے جن کا زیادہ تر اثر نئی نسل پر پڑا۔

۵۔ بالآخر جب اس اخلاقی قانون کے برعکس نتائج سامنے آئے تو مجبوراً 1933ء میں شراب پر سے پابندی اٹھالی گئی۔ یہ تمام خطرناک نتائج کس ملک میں سامنے آئے تہذیب وتمدن میں جس کو سب سے آگے سمجھا جاتا ہے اور جہاں کے لوگوں کے لیے نفع ونقصان کی پرکھ کرنا سب سے زیادہ آسان ہے۔

اب آیئے ذرا اس علاقے کی طرف نظر دوڑائیں جو تاریخ کی سیاہ ترین دَور میں آج سے چودہ صدیاں قبل جہالت میں سب سے آگے تھا۔ جہاں کے لوگ اُجڈ اور اَن پڑھ تھے۔ علم وحکمت کے نام کی کوئی شے وہاں موجود نہ تھی۔ تہذیب وتمدن کا وہاں نام ونشان نہ تھا۔ جہاں دس ہزار میں سے شاید و باید ہی کوئی ایک لکھا پڑھا ہوتا تھا جہاں کے باشندے شراب کے اس قدر عاشق اور دلدادہ تھے کہ اس پر جان تک قربان کردیتے تھے۔ جن کی لُغت میں شراب کو اڑھائی سو مختلف ناموں سے یاد کیا جاتا تھا۔ شراب اس طرح ان کی گھٹی میں رچ بس چکی تھی کہ اس کے بغیر وہ زندہ نہ رہ سکتے تھے۔

لوگوں کی یہ حالت اسلام کے ظہور سے قبل جزیرہ نمائے عرب میں تھی۔ جب نور رسالت کی کرنیں پھوٹیں اور شریعت اسلام نے تدریجاً شراب پر پابندی شروع کردی اور بالآخر تھوڑی ہی

مدت کے بعد اسے قطعی حرام قرار دے دیا گیا تو صحابہ کرامؓ بیک زبان پکار اٹھے ”انتھینا یارب“ ”اے ہمارے رب! ہم نے شراب کو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہہ دیا“۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب شراب پر پابندی لگائی گئی تو عرب میں اس وقت شراب سے زیادہ لذیذ اور خوشگوار کوئی چیز نہ تھی اور کسی چیز کی پابندی ہم پر اتنی شاق نہیں گزری۔ اس کے باوجود ہم نے مٹکوں کے مٹکے سڑکوں پر انڈیل دیے۔

بعض نے شراب کے ساتھ مٹکوں کو بھی پھوڑ ڈالا۔ اور بعض نے پانی اور مٹی کے ساتھ ان کو اچھی طرح دھویا۔ ایک عرصہ تک مدینہ کی گلیوں میں شراب کے اثرات باقی رہے۔ جب کبھی بارش ہوتی تو گلیوں میں شراب کا رنگ پھوٹ پڑتا اور اس کی بُو مہکنے لگ جاتی۔

امریکہ اور سرزمین عرب میں شراب کی پابندی کا جو ردِّ عمل ہوا، اس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ کسی بھی اصلاحی منصوبے اور پروگرام کی کامیابی کا دارومدار قوتِ ایمان پر ہے۔ ایمان ہی سے عملِ صالح، تقویٰ اور تمام فضائل حسنہ معرضِ وجود میں آتے ہیں۔ کسی بھی انسان کے لیے بُری عادات سے نجات حاصل کرنا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ وہ اسلامی تربیت کو نہیں اپناتا۔ شراب سے نجات حاصل کرنے کے جتنے بھی مروجہ جدید علاج ہیں، ان کی حیثیت ثانوی ہے۔ بنیادی علاج یہ ہے ”کہ انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی خشیت گھر کر جائے“۔

شراب نوشی کا اصل طریقۂ علاج

شراب نوشی کی عادتِ خبیثہ اور دیگر مسکرات ونشہ آور کا علاج چار پہلوؤں سے کیا جاسکتا ہے دو کا تعلق اسلامی ممالک کے حکام سے اور دو کا شراب میں مبتلا عوام الناس سے ہے۔

۱۔ اسلامی ریاستوں کا فرض ہے کہ وہ غیر اسلامی تعلیم جو کہ اکثر ممالک میں رواج پزیر ہے اس کو یکسر ختم کر دیں کیونکہ وہ نئی نسل کی صحیح تعلیم و تربیت کے متعلق اللہ تعالیٰ اور عوم الناس کے سامنے جواب دہ ہیں۔ حکومت اس چیز کی مکلف ہے کہ نئی نسل کو قرآن وسنت کی تعلیم دے اور اسلامی افکار ونظریات کی روشنی میں ان کی تربیت کرے۔

۲۔ تمام اسلامی ریاستوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ شراب کی درآمد پر پابندی عائد کریں۔

اندرون ملک شراب بنانے یا اس کا کاروبار کرنے کی ہرگز اجازت نہ دی جائے۔ اور یہ کام کوئی زیادہ مشکل نہیں۔

۳۔ شراب میں مبتلا ہونے والے ہمیشہ توبہ تائب رہیں۔

۴۔ کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں۔

اب یہاں توبہ اور ذکر اللہ کا طریقہ اور مفہوم بیان کیا جاتا ہے "بار بار توبہ کرنے کا مفہوم"

جو انسان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق توبہ کر کے بادہ خواری جیسے مہلک مرض سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس کو پہلے دو رکعت نماز پڑھنی چاہیے۔ پھر صدق دل سے اس گناہ سے توبہ کرے۔ توبہ ماضی کی لغزشوں پر آنسو بہانے اور آئندہ کے لیے عزم واستغفار کرنے کا نام ہے۔ خدانہ کرے اگر توبہ کے بعد دوبارہ اس کا ارتکاب کر بیٹھے تو اس کو ناامید نہیں ہونا چاہیے۔ وہ دوبارہ عزم واستقلال سے توبہ کرے۔ جتنی دفعہ یہ گناہ سرزد ہو اتنی دفعہ توبہ استغفار کرے اس مصیبت سے نجات حاصل کرنے کے لیے وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت کو مدنظر رکھے، اس صورت میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا شمار توبہ کرنے والوں میں ہوگا۔ نہ کہ گناہ پر اصرار کرنے والوں میں جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مَا آ حرَّ مَنِ استغفرَ وَ لو عادَ سَبعینَ مـرَّ ةً فِی یومٍ وَّاحـدٍ" "جو شخص اللہ سے گناہوں کی بخشش طلب کر لیتا ہے وہ گناہ پر مصر نہیں ہوتا۔ خواہ ایک دن میں ستر دفعہ اس سے گناہ سرزد ہو جائے"۔

اس ضمن میں صاحبِ خطبات حرم کا ایک تجربہ ذکر کر دینا مناسب ہے وہ لکھتے ہیں کہ میرے پاس ایک صاحب آئے جو شراب کے عادی تھے اور اس سے نجات حاصل کرنا چاہتے تھے۔ میں نے اسے ہمیشہ توبہ تائب رہنے کی وصیت کی انہوں نے توبہ تو کر لی۔ مگر پھر دوبارہ اس گناہ کا ارتکاب کر بیٹھے۔ حتیٰ کہ کئی بار توبہ کی اور ہر دفعہ توبہ کے بعد گناہ کر بیٹھتے بالآخر اکتا کر وہ میرے پاس آئے اور کہنے لگے۔ "میں اس کھیل سے اکتا چکا ہوں۔ اس سے مجھے کوئی فائدہ نظر نہیں آیا۔ میں نے پوچھا۔ آپ کتنے عرصے سے شراب کے عادی ہیں؟ اس نے جواب دیا بیس برس سے۔ میں نے کہا آپ فقط بیس ہفتے اس کا تجربہ کر دیکھیں اس کے بعد اگر کوئی فائدہ محسوس نہ

ہو تو بے شک یہ عمل چھوڑ دیں۔ اس نے سوال کیا کہ میں تب مطمئن ہوں گا جب آپ مجھے اس قسم کے ناقص تجربہ کا فائدہ بتائیں۔ میں نے جواب میں کہا: جب آپ دو رکعت پڑھکر خلوصِ نیت سے توبہ کرتے ہیں اور اپنے جرم پر ندامت کا اظہار کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے بندے کے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے۔ خصوصاً جن کا تعلق اللہ سے ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ التّائبِ منَ الذّنب کمَنْ لّا ذنبَ لَہ توبہ کرنے والا گناہ سے بَری الذمہ ہو جاتا ہے، جتنی دفعہ بھی آپ عادت سے مجبور ہو کر شراب پیئں گے۔ اور اس کے بعد دو رکعت نماز ادا کر کے توبہ کریں گے۔ تو توبہ سے آپ کا یہ گناہ معاف ہو جائے گا۔ اور دو رکعت نماز آپ کے لیے نفع اور غنیمت ہوگی جب آپ یہ طرزِ عمل ہمیشہ کے لیے اپنا لیں گے تو شیطان پر یہ نہایت گراں گزرے گا۔ پھر وہ آپ توبہ کی نماز چھوڑنے پر بار بار اکسائے گا۔ اگر وہ اس حیلے میں کامیاب نہ ہو سکا تو پھر وہ مجبوراً شراب کی عادت ترک کرنے میں آپ کا معاون ہوگا۔ کم از کم اتنا ضرور ہوگا کہ وہ شراب کا وسوسہ پیدا کرنے سے احتراز کریگا''۔ خدا کا شکر ہے کہ اس عمل کو اپنانے سے شراب کی عادت ان صاحب سے چھوٹ گئی۔

اس واقعہ کو سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے قصے سے ایک طرح کی مناسبت ہے۔ وہ یہ کہ ایک دفعہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ معمول کے مطابق تہجد کی نماز کے لیے بیدار نہ ہو سکے۔ تو انہیں بے حد افسوس ہوا۔ جس کی وجہ سے وہ خدا کے سامنے گریہ وزاری کرنے لگے۔ جب دوسری رات ہوئی۔ تو تہجد کے وقت خود شیطان نے ان کو بیدار کیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا تو باوجود دشمن ہونے کے مجھے کس لیے جگا رہا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کل تہجد کے فوت ہونے پر گریہ وزاری کر کے آپ نے وہ مقام حاصل کر لیا جو تہجد سے حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔ لہٰذا میں اس لیے بیدار کر رہا ہوں۔ کہ آپ تہجد کے فوت ہونے پر افسوس کر کے تہجد سے زیادہ ثواب نہ حاصل کر پائیں۔

یہ حقیقت ہے کہ شراب کا عادی جب اس سے توبہ کرے گا تو شیطان اسے بار بار اکسائے گا مگر جب وہ ہر دفعہ توبہ اور دو رکعت نماز کے ذریعے شیطان کی سازش کو ناکام بنا دے گا اور شیطان کو اس بات کا یقین دلا دے گا کہ یہ شخص گناہ کرنے کے بعد توبہ سے باز آنے والا نہیں تو شیطان

کو خود ہی پیچھے ہٹنا پڑے گا۔ اس لیے کہ اسے یہ گوارا نہیں کہ کوئی شخص بھی گناہ کے بعد آنسو بہائے، دو نفل نماز توبہ پڑھے اور مسلسل فائدہ اٹھاتا چلا جائے۔ بار بار توبہ کرنے سے گناہ تو ہر بار معاف ہو جائے گا، نوافل نفع میں آئیں، رہ گئے ندامت کے آنسو تو ان کا تو کوئی مول ہی نہیں۔ یہ قرب خدا کے مختصر ترین ذریعہ ہیں۔

موتی سمجھ کے شان کریمی نے چن لیے قطرے جو تھے مرے عرق انفعال کے

(اقبالؔ)

ایک حدیث شریف میں صاف وارد ہے کہ اس آنکھ پر دوزخ کی آگ حرام ہے جس سے اللہ کے خوف کی وجہ سے آنسو نکل آئے۔ بے شمار احادیث شریفہ میں یہ مضمون وارد ہے کہ ذکر الٰہی کی کثرت سے اللہ تعالیٰ کی رحمت وسکینت کا نزول ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ایک لمس انسانی شخصیت کو معاصی سے پاک کر دیتا ہے۔

وہ شخص جو نشہ بازی کا عادی ہو، اس کے لیے ازبس ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے کھڑے، اٹھتے، بیٹھتے، لیٹتے غرضیکہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے اور ذاکرین کی صحبت اختیار کرے۔ (بحوالہ خطبات حرم)

شراب نوشی پر عبرتناک واقعات

واقعہ نمبر ا:۔ عبد الملک بن مروان کہتے ہیں ایک نوجوان روتا ہوا میرے پاس آیا نہایت غمگین آ کر کہنے لگا اس نے ایک بہت بڑا گناہ کیا ہے میرے لیے کوئی توبہ کی صورت ہے میں نے کہا تو نے کیا گناہ کیا ہے کہنے لگا میں نے بہت بڑا گناہ کیا ہے عبد الملک نے کہا تو توبہ کر لے اللہ تیرے گناہ سے درگزر کریگا تیرا گناہ معاف فرما دیگا پھر اس نے تفصیل بتائی میں نے خواب میں دیکھا ایک قبر کھلی ہے میں نے اس میں میت کا چہرہ قبلے سے پھرا ہوا دیکھا میں ڈر کے مارے نکلنے لگا تو ایک کہنے والے نے کہا تو پوچھتا نہیں کہ اس کا چہرہ کیوں قبلہ سے پھرا ہوا ہے میں نے کہا بتا دو تو کہا یہ نماز کو بہت ہلکا سمجھتا تھا اسی سزا میں گرفتار ہے۔ پھر میں نے دوسری قبر اکھاڑی کیا دیکھا کہ ایک میت خنزیر کی شکل میں زنجیروں سے جکڑا ہوا ہے اور جہنم کا طوق اس کی گردن میں ہے پھر میں نے

نکلنے کا ارادہ کیا تو مجھے کہنے والے نے کہا تو پوچھتا نہیں یہ کیوں اس عذاب میں گرفتار ہے میں نے کہا بتا کس وجہ سے ہے کہنے لگا یہ شرابی تھا اور بغیر توبہ کے مر گیا تیسری جگہ میں نے قبر کھودی تو مردے کو آگ کے کیلوں سے زمین سے بندھا ہوا پایا اور زبان اس کی گدی کی طرف نکلی ہوئی تھی پھر ڈر کے مارے بھاگنے لگا تو آواز دی گئی کہ اس کا حال تو پوچھ لو یہ کیوں عذاب میں مبتلا ہے میں نے کہا بتاؤ کہا گیا یہ چغل خور تھا اور پیشاب سے احتیاط نہ کرتا تھا پھر کہا کہ اے امیر المؤمنین میں نے چوتھی قبر کھودی تو مردہ کو دیکھا اس پر آگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں پھر میں ڈر کے مارے بھاگنے لگا تو مجھے کہا گیا اس کا حال تو نہیں پوچھتا یہ کیوں عذاب میں مبتلا ہے میں نے پوچھا تو کہا گیا یہ تارک الصلوٰۃ تھا میں نے پانچویں قبر کھودی اور صاحب قبر کو دیکھا کہ اس کی قبر فراخ ہے حد نگاہ تک اور مردہ آرام کر رہا ہے بہترین کپڑے اور لباس ہے نور ہی نور چمک رہا ہے میں ہیبت ناک ہو کر نکلنے لگا تو مجھے حسب سابق کہا گیا تو پوچھتا نہیں کہ اس کو اتنا عزت اور اکرام کیوں ملا میں نے کہا بتاؤ کہنے لگے یہ ایک فرمانبردار نوجوان ہر وقت عبادت میں مشغول رہتا تھا یہ قصہ سن کر عبدالملک نے کہا یہ عبرت ہے گنہگاروں کے لیے اور خوشخبری ہے نیک لوگوں کے لیے لہٰذا ضروری ہے ہر اس شخص پر جو ان گناہوں میں مبتلا ہے توبہ کرے اور جلدی اطاعت گزار بن جائے اللہ ہم سب کو مطیع بنائے۔ (آمین)

واقعہ نمبر ۲:۔ مولانا مناظر احسن گیلانی ؒ مقالات احسانی میں تحریر فرماتے ہیں کہ نور الدین زنگی کا بیٹا شہزادہ اسماعیل جو باپ کے بعد حلب کا حکمران تھا کُل ۱۹ سال کی عمر میں اس شہزادے کی مرض قولنج سے وفات ہوگئی عین شباب کے زمانہ میں جب عنان حکومت سنبھالی عرصہ چھ ماہ بعد قولنج میں مبتلا ہو گیا اطباء نے یہ طبی تجویز پیش کی کہ تھوڑی سی شراب استعمال کیجئے مرض کا ازالہ ہو جائے گا اصرار کر رہے تھے مگر اس نوجوان شہزادے نے کہا **لا افعل حتی اسئل الفقهاء** میں جب تک فقہاء سے نہ پوچھ لوں یہ وہی شراب ہے جس سے ملوک وسلاطین امراء وزراء وحکام کی مجلس خالی نہیں ہوتیں۔ شہزادہ اسماعیل فقہاء سے دریافت کر رہا ہے آخر فقہاء بلائے گئے شافعی المسلک علماء نے بالاتفاق جواز کا فتوی دیا شہزادے نے حنفی کو خطاب کیا کہ تم کیا کہتے ہو کیونکہ امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک شرعی محرمات کا دوا کے طور پر بھی استعمال جائز نہیں مگر صاحب بدائع جو حنفی

عالم ہیں ابوبکر کا ساتھی انہوں نے اضطراری حالت میں شراب کے استعمال کی اجازت دی ہے اس کے باوجود شہزادے نے کہا میری موت کا وقت مقرر ہے تو شراب کے استعمال سے بھی نہیں ٹل سکتی علماء سے کہا جس چیز کا اللہ نے حرام ہونے کا حکم دیا ہے اسے میں استعمال کر کے خدا سے کیسے ملوں گا چنانچہ فوت تو ہو گیا مگر شراب استعمال نہیں کی۔

واقعہ نمبر ۳:۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ شراب نوشی سے بچو کہ ساری خباثتوں کی جڑ ہے اس پر پھر ایک قصہ سنایا پہلے لوگوں میں ایک بدکار عورت تھی اس نے ایک آدمی کو گھر بلا کر دروازہ بند کر دیا کہنے لگی تین کاموں میں سے ایک کام کر یا تو اس چھوٹے بچے کو قتل کر یا شراب پی لے یا مجھ سے زِنا کر وہ فکر میں پڑ گیا کہ کہاں آ کر پھنس گیا سوچ سوچ کر کہا چلو شراب پی لوں تھوڑی دیر بعد نشہ اتر جائے گا زِنا اور قتل سے بچ جاؤں گا عورت نے شراب کا پیالہ پیش کیا جب پی لی تو شراب نے اثر دکھایا ہوش وحواس جاتے رہے عورت سے بھی منہ کالا کر لیا اور لڑکے کو بھی قتل کر دیا یہ قصہ بیان کر کے حضرت عثمانؓ نے فرمایا فاجتنبوا الخمر اس شراب سے بچو یہ اور ایمان جمع نہیں ہو سکتے یہ قیامت کی علامت میں سے ہے کہ شراب نوشی عام ہو جائے گی۔ یہ شراب اتنی منحوس چیز ہے کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں جس جگہ شراب کا قطرہ جا پڑے اسکے خشک ہو جانے کے بعد اگر وہاں مینار بنا کر اذان کا مجھے کہا جائے تب بھی نہ کہوں گا یا کسی جگہ شراب کا قطرہ دریا میں پڑ جائے پھر وہ خشک ہو جائے سبزہ اُگ آئے تو وہاں پر جانوروں کو چرانے کے لیے بھی تیار نہیں ایسی منحوس چیز ہے۔
شراب نوشی کی حضور کے زمانے میں کوئی سزا متعین نہ تھی چنانچہ ایک شرابی کو حضور ﷺ کے دور میں پکڑ کر لائے حضور ﷺ کے حکم پر صحابہ نے ہاتھوں سے جوتوں سے مکوں سے اس کی مرمت کی البتہ حضرت عمر کے دور میں جب یہ مقدمات زیادہ آنے لگے تو آپ نے اس کی سزا اسّی دُرّے مقرر کر دی حد بھی اس وقت لگائی جائے گی جب نشہ اتر جائے ہوش میں آ جائے تب حد جاری ہو گی چاہے شراب کی بدبو زائل ہو یا نہ ہر حال میں حد لگے گی اللہ سے دعا ہے کہ اللہ رب العزت وہ دور دکھائے جب شرابیوں کو برسر عام کوڑے لگیں، آمین۔ (بحوالہ تباہی کے ستر راستے)

ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جہنم میں لے جانے والے اس عمل یعنی شراب نوشی سے دور رہنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

جہنم میں لے جانے والا ساتواں عمل

تکبر کرنا

اللہ جل شانہٗ نے قرآن پاک میں کئی جگہ تکبر کی مذمت بیان فرمائی ہے۔ اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے کہ۔ ساصرف عن ایٰتی الذین یتکبرون فی الارض بغیر الحق ط

''میں ایسے لوگوں کو احکام سے برگشتہ ہی رکھوں گا جو دنیا میں تکبر کرتے ہیں جس کا اُن کو کوئی حاصل نہیں''۔ (سورۂ اعراف)

کیونکہ اپنے کو بڑا سمجھنا حق اُس کا ہے جو واقعہ میں بڑا ہے وہ ایک خدا کی ذات ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے کہ۔ ''اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر مغرور و جابر کے پورے قلب میں مہر کر دیتے ہیں''۔ (بیان القرآن)

اور ارشاد ہے کہ۔ ''یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے''۔

(بیان القرآن)

اور ارشاد ہے کہ۔ ''اور تمہارے پروردگار نے فرمایا ہے کہ مجھ کو پکارو میں تمہاری درخواست قبول کرلوں گا جو لوگ میری عبادت سے (جس میں دعا بھی داخل ہے) سرتابی کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل ہوکر جہنم میں داخل ہونگے''۔ (بیان القرآن)

اور تکبر کی مذمت قرآن پاک میں بہت زیادہ آئی ہے اور رسول اکرم ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ ''جنت میں وہ داخل نہیں ہوگا جس کے قلب میں رائی کے دانے کے برابر بھی کبر ہوگا''۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے رسول اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بڑائی میری چادر ہے اور عظمت میری ازار ہے، تو جو کوئی شخص ان دونوں چیزوں میں سے کسی میں مجھ سے جھگڑا کرے گا تو اُس کو جہنم میں ڈال دوں گا اور ذرا پرواہ نہیں کروں گا اور ایک

حدیث میں رسول اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جس کے قلب میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا اللہ تعالیٰ اُس کو منہ کے بل جہنم میں ڈال دے گا۔

رسول اکرم ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ آدمی اپنے نفس کو بڑھاتا رہتا ہے یہاں تک کہ جبارین میں لکھ دیا جاتا ہے اور جو عذاب اُن کو ہوتا ہے وہی اُس کو بھی ملتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ قیامت کے دن جہنم میں سے ایک گردن نکلے گی جس کے دو کان ہوں گے جس سے وہ سنے گی اور دو آنکھیں ہوں گی جن سے وہ دیکھے گی اور ایک زبان ہوگی جس سے وہ بولے گی اور کہے گی کہ میں تین آدمیوں پر مسلط ہوں، ہر متکبر ضدی پر اور ہر اُس شخص پر جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہو اور تصویر بنانے والے پر۔

اور رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جنت اور دوزخ میں مناظرہ ہوا جہنم نے کہا کہ میں ترجیح دی گئی ہوں متکبر اور جبار لوگوں کے ساتھ اور جنت نے کہا کہ میں ایسے لوگوں کے ساتھ ترجیح دی گئی ہوں جو کمزور اور گرے پڑے اور بھولے بھالے ہوں گے۔

اور رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے دو صاحبزادوں کو بلایا اور فرمایا کہ میں تمہیں دو چیزوں کا حکم کرتا ہوں اور دو چیزوں سے منع کرتا ہوں، شرک اور کبر سے۔

اور حضرت ابو ہریرہؓ سے رسول اکرم ﷺ کا ارشاد منقول ہے کہ قیامت کے دن جبارین اور متکبرین کو چیونٹیوں کے برابر کر دیا جائے گا، لوگ ان کو روندتے ہوئے جائیں گے۔

قرآن پاک میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تکبر سے پناہ مانگتے ہوئے فرمایا کہ انی عذت بربی و ربکم کہ بے شک میں پناہ مانگتا ہوں ہر متکبر سے جو قیامت کا منکر ہے۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ اللہ رب العالمین متکبرین سے محبت نہیں فرماتے اور رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ایک آدمی اکڑ کر چل رہا تھا تو اللہ نے اس کو زمین میں دھنسایا حتیٰ کہ دھنستا چلا جائے گا قیامت تک۔ مزید آپ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن جبار متکبر لوگ چیونٹی کی طرح اٹھائے جائیں گے اور لوگ ان کو روندینگے ذلت ان کو ڈھانپے گی جیسے بعض بزرگوں کا قول ہے کہ سب سے پہلا گناہ نافرمانی ہے اللہ تعالیٰ کی اور وہ تکبر ہے کیونکہ جب اللہ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو تو سب فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے تکبر کرتے

ہوئے سجدے سے انکار کر دیا لہٰذا جو شخص تکبر کرے گا تو اس کو بھی ایمان نفع نہ دے گا جیسے ابلیس کو نفع نہیں دیا۔ ایک حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا اور اللہ ایسے متکبر غرور والے سے محبت نہیں کرتا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ حدیث قدسی ہے یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں عظمت اور بڑائی میری چادر ہے اور جو شخص میری چادر کو ہاتھ ڈالے گا اس کو جہنم میں پھینک دوں گا اور ایک جگہ فرمایا جنت جہنم کا مناظرہ ہوا جنت نے کہا میرے اندر کمزور اور ضعیف لوگ داخل ہوں گے دوزخ نے کہا میرے اندر بڑے بڑے جبار متکبر داخل ہوں گے۔ حضرت سلمہ بن اکوع ؓ فرماتے ہیں ایک آدمی نبی کریم کے پاس کھانا کھا رہا تھا بائیں ہاتھ سے۔ آپ ﷺ نے فرمایا دائیں ہاتھ سے کھا اس نے جواب میں کہا کہ میں دائیں ہاتھ سے کھانے کی ہمت نہیں رکھتا حالانکہ اس کا ہاتھ ٹھیک تھا مگر تکبر کی وجہ سے ایسا کہا چنانچہ آپ نے بددعا دی کہ تو آئندہ یہ ہاتھ منہ تک نہیں لے جائے گا چنانچہ موت تک ہاتھ نہ اٹھا سکا۔ اس کے بارے میں علماء نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے اتنی سزا دی کہ اس کو ہمیشہ کے جہنم سے عذاب سے بچا لیا۔ ایک جگہ ارشاد فرمایا میں تمہیں جہنمیوں کی خبر دوں فرمایا ہر سخت مزاج شریر اور متکبر۔ حضرت ابن عمر ؓ بھی رسول اکرم ﷺ سے اس طرح نقل کرتے ہیں کہ میں نے سنا تھا جو آدمی تکبر کرے گا اور اپنے آپ کو بڑا سمجھے گا قیامت کے دن ایسی حالت میں اللہ سے ملے گا کہ اللہ اس سے ناراض ہوں گے۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ سب سے پہلے جو دوزخ میں داخل ہوں گے وہ تین شخص ہوں گے۔ ایک زبردستی امیر بننے والا دوسرا مالدار جو زکوٰۃ نہ ادا کرے تیسرا فقیر متکبر اور بخاری شریف میں ہے کہ تین شخصوں کی طرف اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے دن نہ دیکھے گا نہ ان کو پاک کرے گا بلکہ ان کو دردناک عذاب دیا جائے گا ایک احسان جتلانے والا دوسرا چادر کو ٹخنے سے نیچے لٹکانے والا اور تیسرا جھوٹی قسم کھا کر اپنا مال بیچنے والا اور فرمایا بدترین تکبر یہ ہے کہ اپنے علم کی وجہ سے لوگوں پر بڑائی جتلائے تو ایسا علم اس کو نفع نہ دے گا اور جو شخص علم آخرت کے واسطے حاصل کرتا ہے تو یہ علم اس کا تکبر توڑے گا اور اس کا دل نرم ہوگا ہر وقت خدا کو یاد کرے گا بلکہ ہر وقت اپنا محاسبہ کرے گا اگر غافل ہو گیا ان امور سے تو سیدھے راستے سے ہٹ جائے گا اور ہلاک ہو جائے گا اور جو شخص علم حاصل کرتا ہے علم کو فخر اور تکبر اور جاہلوں پر بڑائی جتلانے کے واسطے اور ان کو گھٹیا جاننے کے لئے تو

یہ سب سے بڑا تکبر ہے ایسا شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ فرمایا علم اور تکبر جمع نہیں ہو سکتے حتی یلج الجمل فی سم الخیاط جیسے سوئی کے ناکہ سے اونٹ کا گزرنا محال ہے علم اور تکبر کا جمع ہونا محال ہے۔

حضرت امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں بہت سی روایات اور آثار کبر کی برائی کی ذکر کی ہیں۔ چند بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا ارشاد ہے جسے (ارشاد الملوک ص ۱۱۴ میں اس کو مرفوعاً نقل کیا گیا ہے) کہ کسی مسلمان کو حقیر مت سمجھو کہ صغیر مسلمان بھی خدا کے نزدیک کبیر ہے۔

حضرت وہبؒ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے جب جنت عدن کو پیدا کیا تو اُس کی طرف فرما کر ارشاد فرمایا کہ تو ہر متکبر پر حرام ہے۔

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس شخص کی طرف نگاہ بھی نہیں کرتے جو اپنی ازار (لنگی وغیرہ) کو متکبرانہ گھسیٹتے ہیں اور رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایک شخص جب کہ اکڑ کر دو چادریں پہنے چل رہا تھا کہ وہ اپنے آپ کو اچھالنے لگا تو اللہ نے اس کو زمین میں دھنسا دیا اور وہ قیامت تک زمین میں دھنستا رہے گا۔

اور حضرت مطرف بن عبد اللہؒ نے دیکھا کہ مہلب ریشمی جبہ میں اکڑ کر چل رہا تھا، انہوں نے اُس سے کہا کہ اے اللہ کے بندے یہ چال (اکڑ کر چلنا) اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کو ناپسند ہے۔ تو مہلب نے کہا کہ مجھ کو جانتا نہیں کہ میں کون ہوں؟ انہوں کہا کہ خوب پہچانتا ہوں تیری ابتداء منی کے قطرے سے تھی اور تیرا آخر مردار ہوگا جس سے ہر شخص گھن کرے گا اور تو ان دونوں حالتوں کے درمیان میں اپنے پیٹ میں نجاست لئے پھرتا ہے۔ مہلب اکڑ کی چال چھوڑ کر روانہ ہوگیا۔

حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ جب بندہ تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا مرتبہ بلند فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں بلند ہو اور جب تکبر کرے اور اپنی حد سے بڑھے تو اللہ تعالیٰ اُس کو گراتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تو ذلیل ہو، پھر وہ اپنی نگاہ میں تو بڑا ہوتا ہے اور لوگوں کے نزدیک ذلیل ہوتا ہے، حتیٰ کہ لوگوں کی نگاہ میں سؤر سے بھی زیادہ ذلیل ہو جاتا ہے۔

حضرت مالک بن دینار ؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص مسجد کے دروازہ پر یہ آواز دے کہ تم میں جو سب سے بُرا ہو وہ نکل آئے تو خدا کی قسم مجھ سے کوئی آگے نہیں بڑھے گا۔ حضرت عبداللہ بن مبارک ؒ کو جب یہ مقولہ پہنچا تو فرمایا کہ اسی بات نے تو مالک کو مالک بنا رکھا ہے۔

(شریعت وطریقت)

تکبر کفر سے بھی اشد ہے اور قبول حق میں سب سے بڑا مانع ہے

تکبر ایک اعتبار سے کفر سے بھی اشد ہے، اس لئے کہ کفر بھی دراصل کبر ہی سے پیدا ہوتا ہے۔ قرآن پاک کی کثیر آیات مبارکہ ہیں، مثلاً:۔ **قال الذین استکبروا انا بالذی اٰمنتم بهٖ کٰفرون** o

''متکبرین نے مؤمنین سے کہا کہ تم جس بات پر ایمان لاتے ہو ہم تو قطعاً اس کے منکر ہیں''۔

ابلیس کو اسی تکبر نے کافر اور شیطان بنایا۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ۔ **ابٰی و ستکبر و کان من الکٰفرین** o ''اُس نے نہ مانا اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے ہوگیا''۔

اس بدترین خصلت کی وجہ سے انسان حق بات کے قبول کرنے سے محروم ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی آیات اور اُس کے احکام کی معرفت سے قلب اندھا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ۔ ''میں ایسے لوگوں کو اپنے احکام سے برگشتہ ہی رکھوں گا جو دنیا میں تکبر کرتے ہیں جس کا اُن کو کوئی حق نہیں''۔

''(یعنی) جتنے مغرور اور سرکش ہیں اللہ تعالیٰ اُن کے دلوں پر اسی طرح مہر لگا دیتا ہے''۔

اسی لئے کہا جاتا ہے کہ کبر کفر کا شعبہ ہے اور جن گناہوں کا تعلق کبر سے ہوتا ہے وہ شیطانی گناہ کہلاتے ہیں جن کی بڑائی حیوانی گناہوں سے بہت زیادہ ہے، اسی لئے **الغیبة اشد من الزنا** فرمایا گیا۔ ان شیطانی گناہوں سے توبہ کی توفیق بھی کم ہوتی ہے کیونکہ اُن کے برا ہونے پر التفات نہیں ہوتا اور حیوانی گناہوں کی برائی بہت معروف وظاہر ہوتی ہے۔ خود گناہ کرنے والا اُس کو برا سمجھتا ہے، غفلت اور نفس کے غلبہ کی وجہ سے کر جاتا ہے لیکن دل سے شرمندہ ہوتا ہے اور ندامت

ہی توبہ ہے، گویا توبہ کی بڑی شرط ندامت تو موجود ہی ہوتی ہے باقی شرائط یعنی گناہ سے الگ ہونا اور آئندہ کے لئے بچنے کا عزم کرنا وغیرہ شرائط پوری کر کے توبہ کرنا آسان ہوتا ہے۔

تکبر کے دنیوی نقصانات

آخرت کے معاملہ میں بے یقینی، لاپرواہی اور اس کے برعکس دنیا پر یقین اور اس کی عظمت اور محبت کی بناء پر ہم لوگوں کا عمل ایسا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہم امور آخرت کا خدا الگ اور دنیا کا خدا الگ مانتے ہیں، مثلاً امورِ آخرت میں گناہوں سے بچنے اور نیکیاں حاصل کرنے کی پوری کوشش اور تدابیر نہیں کرتے، بلکہ جھوٹے توکل اور بخشش کی امید اور اللہ تعالیٰ کے غفور الرحیم ہونے کو کافی سمجھتے ہیں۔ مگر دنیوی امور میں توکل کے ساتھ پوری کوشش اور تدابیر عمل میں لاتے ہیں۔ بغیر کوشش اور اسباب کے کامیابی کی امیدیں باندھنے کو حماقت سمجھتے ہیں۔ کسب حلال کو فرض کہتے ہیں۔ نقصان دہ چیز استعمال کر کے نقصان سے بے خوف ہو کر اللہ تعالیٰ کو غفور الرحیم نہیں کہتے۔ ایسے آدمی پر ناراض ہو کر حضرت مولانا روم ؒ فرماتے ہیں کہ۔

''تیرا کسب حلال کہنا کیا تیرا تو خون تک حلال ہے کہ تو شرک اور دھوکہ میں پڑا ہوا ہے۔ حالانکہ حق بات یہ ہے کہ خدا تو ایک ہی ہے اگر تکبر کرنے میں خدا کی ناراضگی ہے اور وہ متکبر کو جنت میں داخل نہیں کرے گا تو دنیا میں متکبر کو عزت نہیں دے گا۔ دنیا کی عزت بھی اُسی کے دینے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ متکبر کو دنیا میں بھی پست اور رسوا کرے گا''۔

حدیث پاک میں ہے کہ من تواضع للہ رفعه اللہ ''یعنی جو اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع اور عاجزی اختیار کرے گا اللہ پاک اُسے بلند کر دیتے ہیں''۔

یہاں صرف آخرت میں بلند کرنے کا ذکر مقصود نہیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ دنیا و آخرت دونوں کی بلندی عطا فرما دیتے ہیں۔ تواضع کی ضد تکبر ہے اس لئے تکبر پر دنیا اور آخرت دونوں کی ذلت اور پستی ضروری ہے۔ چنانچہ متکبرین سے دنیا میں ہر آدمی بغض رکھتا ہے، دل سے کوئی بھی عزت نہیں کرتا۔ اگر اس پر کوئی مصیبت آجائے تو لوگ بجائے مدد کرنے کے اور خوش ہوتے ہیں۔ انفرادی اور اجتماعی نااتفاقی اور لڑائی جھگڑے کا باعث تکبر ہی ہوتا ہے۔ پھر اس سے غصہ

اور حسد، حبِ جاہ پیدا ہو جاتے ہیں، جس سے سینکڑوں قسم کے دنیوی نقصانات اٹھانے پڑتے ہیں۔ اگر کوئی تواضع کو صرف دنیا کے فوائد کے لئے اختیار کرے تو اس سے دنیوی زندگی بھی نہایت شیریں و خوشگوار بن جاتی ہے اور اگر حق تعالیٰ کی رضا اور آخرت کے لئے تواضع سے متصف ہونا نصیب ہو جائے تو پھر دنیا و آخرت دونوں ہی میں حقیقی راحت اور رفعت ہاتھ آ جاتی ہے۔

یہ عجیب بات ہے کہ انسان اپنی عزت و جاہ کے لئے تکبر والے اعمال کو کرتا ہے لیکن ان اعمال اور عادتوں میں اس بدترین خصلت کا پایا جانا اُسے قطعاً محسوس نہیں ہوتا اور دوسرے حضرات اسے فوراً سمجھ لیتے ہیں۔ اس لئے اُن کی نظروں میں اور بھی ذلیل ہو جاتا ہے، اور وجہ یہ ہے کہ جب اس عیب کے سبب حق تعالیٰ شانہٗ اُس سے ناراض ہیں اور مخلوق کے دل انہیں کے قبضہ میں ہیں اس لئے وہ لوگوں کو بھی اس سے ناراض کر دیتے ہیں اور سب کو اس سے نفرت ہو جاتی ہے۔

تکبر کی تعریف

اس کے معنی ہیں کمال کی صفات میں اپنے آپ کو اوروں سے بڑھ کر جاننا اور ساتھ ہی دوسروں کو حقیر و ذلیل بھی سمجھنا۔ چنانچہ حدیث پاک میں کبر کی تعریف یوں ارشاد فرمائی گئی ہے۔

"الکبر بطر الحق و غمط الناس "یعنی کبر حق کا انکار اور لوگوں کو حقیر سمجھنا ہے۔

(بحوالہ ریاض الصالحین)

تکبر کی علامات

تکبر اپنے معنی اور تعریف کی رو سے تو بالکل واضح ہے، یعنی خود کو اوروں سے اونچا سمجھنا اور دوسروں کو حقیر جاننا۔ لیکن جنون کی بیماری کی طرح اس کی بھی ایک عجیب خاصیت ہے اور وہ یہ ہے کہ جس طرح جنون والا خود کو مریض نہیں جانتا بلکہ دوسروں ہی کو مجنون سمجھتا ہے اسی طرح دنیا میں کوئی متکبر خود کو متکبر نہیں سمجھتا۔ بلکہ جتنا کسی کے اندر یہ مرض ہوتا ہے اتنا ہی وہ اپنے سے اس کی نفی کرتا ہے اور بے فکر ہوتا ہے، مجنون تو عقل کے زائل ہونے کی وجہ سے معذور ہوتا ہے لیکن متکبر معذور نہیں، کیونکہ یہاں مرض کا احساس نہ ہونے کی وجہ عقل کا فتور نہیں ہے بلکہ بے فکری اور بے التفاتی ہے جو معاف نہیں ہے اور یہی حال موت کا بھی ہے کہ اعتقاد و یقین کے باوجود موت سے

ایسی غفلت و بے فکری ہے کہ حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ موت محض افسانہ ہے یا دوسروں کو آیا کرتی ہے ہمیں تو کبھی بھی نہ آئے گی، یا کم از کم فی الحال اور فوراً تو آ ہی نہیں سکتی، برسوں کے بعد جب کبھی آئے گی اُس وقت دیکھ لیں گے، ابھی سے فکر میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے، حالانکہ حقیقت اس کے خلاف ہے، موت ہر وقت سر پر سوار ہے۔ اس کی فکر ہر وقت ذہنی چاہیئے، موت کو یاد نہ کرنا ہی دل کی سختی، طول امل اور ساری غفلتوں کی جڑ ہے۔ اسی طرح تکبر بھی بالکل ظاہر ہے کہ یہ اپنے معنی اور تعریف کی رو سے بالکل واضح ہے یعنی خود کو اوروں سے اونچا سمجھنا اور دوسروں کو حقیر جاننا، لیکن انسان کو اس کا احساس قطعاً نہیں ہوتا جس کی وجہ سے بے فکری اور اپنی حالت پر توجہ نہ کرنا ہے اور التفات کی ضرورت اس وجہ سے نہیں ہوتی کہ تکبر کی حقیقت ہی یہ ہے کہ آدمی اپنے تمام افعال واعمال اور افکار وخیالات کو اچھا سمجھے، جب اچھا ہی سمجھ رہا ہے تو فکر کی کیا ضرورت۔ جب تک کہ علامات پر غور نہ کرے یا کوئی دوسرا دوست متنبہ نہ کرے پتہ نہیں چلتا۔ کیونکہ دوسروں پر تو یہ خصلت اکثر بہت جلدی ظاہر ہو جاتی ہے، جیسا کہ کوئی غصہ میں جب یہ کہتا ہے کہ تو جانتا نہیں میں کون ہوں؟ ان الفاظ سے کبر بالکل ظاہر ہے۔ اسی طرح آواز کے اندر بھی محسوس ہو جاتا ہے، بلکہ چال ڈھال، چہرہ کے خدوخال اور حرکات وسکنات سے تکبر صاف ٹپک پڑتا ہے جس سے وہ شخص سمجھدار انسان کی نظروں میں تو گر ہی جاتا ہے البتہ بے وقوفوں پر وقتی طور پر تھوڑا سا رعب پڑ جاتا ہے لیکن اس کا ان کے دل پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ اہل تواضع کا جو رعب اور وقار ہوتا ہے اُس کا دل پر اثر پڑتا ہے۔ محبت وکشش کے ساتھ عظمت وہیبت ہوتی ہے۔ اس لئے ہم سب کو چاہیئے کہ اپنے کو مریض سمجھ کر علامات کبر کو غور سے پڑھ کر علاج کی فکر کریں۔ اب چند علامات لکھ کر پھر علاج عرض کیا جائے گا انشاء اللہ۔

حضرت مولانا میاں سید اصغر حسین صاحب محدث ؒ فرماتے ہیں کہ۔

(۱)۔ کبر اور خود پسندی ایک قلبی امر ہے جس کا اثر یہ ہے کہ آدمی کو اپنی رائے یا اعتقاد کے مقابلہ میں امرِ حق کو قبول کرنے سے نفرت ہوتی ہے۔

(۲)۔ دوسروں کے اعتقاد وخیال، رائے وقیاس، صورت ولباس کو حقیر سمجھنے لگتا ہے۔

(۳)۔ شرعی ضرورت کے بغیر دوسروں کی برائی یا عیب ونقص کی بات بیان کرتا ہے یا رغبت سے

سنتا ہے، کبھی ظاہر میں کہہ بھی دیتا ہے کہ غیبت نہ کرو، مجھ کو اچھی نہیں لگتی، لیکن اندر سے دل یہی چاہتا ہے کہ میری بات نہ مانے بلکہ اپنی بات سنائے جائے۔

(۴)۔ تواضع کا کوئی کام کر کے یہ خیال کرنا کہ میں نے تواضع اختیار کی ہے یہ بھی تکبر کی علامت ہے کیونکہ متواضع کو تو اپنی تواضع کی طرف توجہ بھی نہیں ہوتی، یعنی یہ سوچنا کہ میں تو بڑا آدمی ہوں یہ کام میں نے تواضع اختیار کرنے کی وجہ سے اپنی حیثیت سے کم درجہ کا کیا ہے، یہی تو کبر ہوا، اگر اندر بڑائی کا تصور نہ ہوتا تو وہ کام تواضع کا معلوم نہ ہوتا، جیسے کوئی غریب و فقیر آدمی زمین پر بیٹھے تو اُس کو کوئی متواضع نہ کہے گا، نہ وہ اپنے کو متواضع کہہ سکتا ہے لیکن اگر کوئی امیر آدمی زمین پر بیٹھنے کو تواضع کا کام سمجھتا ہے تو ظاہر ہے کہ اپنی بڑائی کے پیشِ نظر سمجھتا ہے اور یہی کبر ہے۔

(۵)۔ اپنی شہرت کے اسباب اختیار کرنے والا اور گمنامی سے بچنے والا ہر وقت عرفی وقار کی فکر رکھنے والا آدمی بھی متکبر ہے۔ اپنی اصلاح کے واسطے ایک متفکر کیلئے اپنے اندر اس علامت کو محسوس کرنا مشکل نہیں۔

(۶)۔ اپنے ساتھ امتیازی معاملہ چاہنے والا یعنی گفتگو کرنے میں، بٹھانے اٹھانے میں اور دیگر لین دین کے معاملات میں اگر اس کی حیثیت کے مطابق کوئی معاملہ نہیں کرتا تو اس کا دل تنگ ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ دل کی تنگی کی وجہ سے اپنی حیثیت پر نظر ہی ہے اور یہ تکبر ہی ہے۔

(۷)۔ سب سے بڑا متکبر اور فقیری کے راستہ کا ناکام بلکہ اس راستہ کا الٹا چلنے والا وہ صوفی ہے جو اپنے مشائخ سے خلافت و اجازت کی خواہش اور امید رکھتا ہو۔

تکبر کا علاج

تکبر کی وعیدوں اور سزاؤں پر غور کرے اور اُس کی برائی اور اس کے نقصانات کو ذہن میں پوری طرح حاضر کرے، پھر اپنے باطن میں تلاش کرے کہ تکبر کی کیا کیا علامتیں پائی جاتی ہیں اور یقین کرے کہ میں بیمار ہوں اور علاج کا محتاج ہوں۔ تکبر کے دو علاج کلی ہیں جو بالخصوص تکبر کے اور اس کے علاوہ دوسرے تمام رذائل کے دور کرنے میں مشترک ہیں اور آسان بھی ہیں اور کامیاب بھی۔

(۱)۔ یہ کہ خود کو کسی محقق مبصر اور ماہر طبیب کے سپرد کر دے اور ان کو تمام حالات کی اطلاع دیتا رہے اور ان کی بتائی ہوئی تدبیر پر دل و جان سے عمل کرے۔ اس فکر و کوشش پر حق تعالیٰ شانہٗ کی رحمت و عنایت متوجہ ہوگی اور شیخ کی تربیت اور اُن کے فیض سے تواضع اور عاجزی پیدا ہو جائے گی اور ذکر و شغل بھی جاری رکھے اس سے دل پر حق تعالیٰ شانہٗ کی عظمت ظاہر ہوگی اور اُن کی صفات کی تجلی کا مشاہدہ ہوگا اور اس سے بندہ کا سرکش نفس پگھل جائے گا اور اس میں سے تکبر اور سرکشی کی جڑیں اکھڑ جائیں گی اور باطل آرزوئیں فنا ہو جائیں گی اور حقیقی تواضع اور عاجزی پیدا ہو جائے گی اور تکبر بالکل نیست و نابود ہو جائے گا اس کے لئے شیخ کی صحبت اور اُن کو اپنے حالات کی اطلاع دینا اور اعتقاد و محبت کے ساتھ ان کی تجویز پر عمل کرنا نہایت ضروری ہے۔ اگر صحبت کی نعمت نصیب نہ ہو سکے تو خط و کتابت کے ذریعہ تعلق قائم رکھے نیز شیخ کے مشورہ سے قریب رہنے والوں دوستوں میں کسی عزیز کو اپنا نگران مقرر کر لے تا کہ وہ نازیبا حرکتوں پر ٹوکتا رہے اور اپنی اصلاح کے لئے رو رو کر اور عاجزی و زاری کے ساتھ دعا بھی کرتا رہے۔ حضرت تھانویؒ کے ارشاد کے مطابق اصلاح کے سلسلہ میں دو چیزیں ضروری ہیں جن کا ذکر اوپر بھی آ چکا ہے ایک اطلاع دوسری اتباع۔ ان دونوں باتوں کو خود یاد رکھیں۔ اس اصلاحی تعلق کے نتیجہ میں تعلق مع اللہ پیدا ہوگا، اللہ پاک کا عشق اور اُس کی حضوری حاصل ہوگی۔ عشق اور حضوری کی حالت میں اپنی بڑائی اور تکبر کا کیا سوال اپنا وجود بھی عدم معلوم ہوگا، البتہ کمال تواضع کی وجہ سے اپنے پر تکبر کا شبہ ہوا کرے گا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو تکبر کا علاج کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

تکبر کرنے والوں کے عبرت ناک واقعات

واقعہ نمبر ۱

نجران میں ایک نوجوان تھا، بڑا خوبصورت، لمبا چوڑا قد، مسجد میں آیا، کوئی بزرگ بیٹھے تھے۔ انہوں نے دیکھا اور دیکھتے رہے، کہنے لگا ''کیا دیکھتے ہو؟'' کہنے لگے ''تمہاری جوانی کو دیکھتا ہوں کیسی جوانی ہے!!'' کہنے لگا ''میری جوانی پہ تو اللہ بھی حیران ہوتا ہوگا''۔

یہ بول بولنا تھا کہ وہ چھوٹا ہونا شروع ہو گیا۔ گھٹتے گھٹتے ایک بالشت رہ گیا۔ چھ فٹ کا

جوان چھ انچ کا ہو گیا۔ اللہ کی غیرت کو جوش آیا کہ بد بخت میری دی ہوئی جوانی پہ کہتا ہے کہ میں حیران ہوتا ہوں گا۔

واقعہ نمبر۲

۱۴اپریل ۱۹۱۲ء کی بات ہے، جب ٹائی ٹینک نامی ایک دیو قامت بحری جہاز سمندر میں رواں دواں تھا۔ اس جہاز کو دنیا کا سب سے پر تعیش اور محفوظ جہاز کہا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ اسے نا ڈوبنے والا جہاز کا خطاب دے دیا گیا۔ چنانچہ اسے تیار کرنے والوں کو اس پر بڑا ناز تھا۔

اپریل کی ۱۴اور ۱۵ تاریخ کی درمیانی شب تھی کہ جب یہ جہاز سمندر میں موجود ایک آئس برگ سے ٹکرایا اور حادثے کا شکار ہو گیا۔ اس وقت جہاز کی رفتار ۲۱ ناٹ فی گھنٹہ تھی۔ اس جہاز پر سے کنٹرول ٹاور اور ارگرد بہت سے سگنل بھیجے گئے، لیکن ان کا کوئی فائدہ برآمد نہ ہوا۔ یہاں تک کہ ۲:۲۰ منٹ (رات) کو یہ جہاز مکمل طور پر ڈوب گیا۔ جہاز میں سوار ۱۴۲۲۔ افراد ہلاک ہو گئے اور صرف ۷۰۵ افراد اپنی جان بچانے میں کامیاب ہو سکے۔ اس حادثے کو بحری جہاز کا بدترین حادثہ قرار دیا جاتا ہے۔

''نا ڈوبنے والا جہاز'' کیسے ڈوب گیا؟ اس کا مختصر سا جواب تو یہ ہے کہ قانون خداوندی کے تحت ٹائی ٹینک محض ایک عظیم الشان جہاز نہ تھا بلکہ انسانی غرور اور برتری کی بدترین مثال بھی تھا۔

واقعہ نمبر۳

مرثد بن حوشبؒ کہتے ہیں کہ میں یوسف بن عمرؒ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور ان کے پاس ہی ایک شخص بیٹھا ہوا تھا، جس کا چہرہ ایک طرف سے کالا سیاہ تختی کی طرح تھا۔ یوسف نے اس شخص سے کہا تو ''اپنی سرگزشت بیان کر، تاکہ مرثد کو بھی اس کا علم ہو جائے۔

چنانچہ وہ بیان کرنے لگا۔ میں نے ایک مردہ کے لئے رات کے وقت قبر کھودی، اس کو جب دفن کیا گیا اور قبر برابر کر دی گئی تو میں نے دیکھا کہ اونٹ کے برابر دو سفید پرندے آئے، ایک سرہانے اور دوسرا اس کے پاؤں کے قریب اترا۔ پھر انہوں نے قبر کھودی اور ایک اس کے اندر اتر

گیا۔ میں قبر کے قریب ہی تھا۔ میں نے سنا کہ قبر کا وہ پرندہ اس سے پوچھنے لگا" کیا تو ہی شخص نہیں ہے جو دو پیلے کپڑوں میں فخر و تکبر کے ساتھ اپنے سسرال جایا کرتا تھا؟" مردہ نے جواب دیا" میں تو اس سے کمزور تر ہوں"۔ پھر اس پرندہ نے ایک ضرب لگائی، جس سے قبر اتھل پتھل ہو گئی اور قبر سے پانی اور تیل بہہ نکلا۔ پھر وہ مردہ اور قبر اپنی اصلی حالت پر لوٹ گئے۔ پھر حسب سابق سوال و جواب کے بعد اس نے ضرب لگائی اور قبر سے پانی اور تیل ابل پڑا۔

اس طرح تین مرتبہ ہوا۔ پھر اس پرندہ نے میری طرف توجہ کر کے کہا" تو یہاں کیوں بیٹھا ہے؟" یہ کہتے ہی اس نے میرے رخسار پر ایسی ضرب لگائی کہ میں رات بھر وہیں بے ہوش پڑا رہا۔ صبح کے وقت میرا چہرہ ایک طرف سے ایسا ہی ہو گیا جیسا تم دیکھ رہے ہو۔ (ابن ابی الدنیا)

متکبر کو اللہ اوندھے منہ دوزخ میں ڈالے گا

متکبر خواہ مرد ہو یا عورت دونوں نمونۂ جہنم ہونے میں مساوی ہیں۔ تکبر ایک ایسا امر ہے جسے نہ تو اللہ و رسول اکرم ﷺ پسند کرتے ہیں اور نہ ہی لوگ۔ متکبر انسان سے ہر ایک بغض و نفرت رکھتا ہے، کیونکہ وہ اپنے آپ کو سب سے برتر خیال کرتا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے تکبر کے فعل پر امت کو ڈرایا ہے اور وعید سنائی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہو گا اللہ تعالیٰ اس کو اوندھے منہ دوزخ میں ڈالے گا۔"

نیز ارشاد نبوی ﷺ ہے: "جنت میں وہ انسان داخل نہ ہو گا جس کے دل میں دانہ کے برابر بھی تکبر ہو گا۔" تکبر قول، فعل اور کردار سب سے ہوتا ہے، تکبر مبغوض چیز ہے، چاہے وہ ذرہ کے برابر کیوں نہ ہو۔ انسان تکبر کیوں کر کرے......؟ جب کہ وہ ایک قطرۂ منی سے تخلیق ہوا ہے اور اپنے سارے جسم میں گندگی کو اٹھائے ہوئے ہے۔ احادیث نبویہ سے معلوم ہوا کہ جنت میں متکبر شخص داخل نہ ہو گا اور متکبر لوگ جہنم میں داخل ہونگے، خواہ وہ متکبر مرد ہو یا عورت۔

تکبر سے متعلق کچھ اقوال زرّیں

☆ زمین پر اکڑ کر نہ چلا کرو کیونکہ اکڑ کر چلنے سے زمین کو پھاڑ نہیں دے گا اور نہ تن کر چلنے سے پہاڑوں کی بلندی ہی کو پہنچ سکے گا۔ (فرمان خداوندی)

☆ جو شخص کسی لباس کو شہرت حاصل کرنے یا امارت ظاہر کرنے کی غرض سے پہنے گا اللہ تعالیٰ اس کو ذلت کا لباس پہنائے گا۔ (ارشاد نبوی ﷺ)

☆ گناہوں پر نادم ہونا ان کو مٹا دیتا ہے اور نیکیوں پر مغرور ہونا ان کو برباد کر دیتا ہے۔

☆ تیری جوانی تجھ کو دھوکہ نہ دے۔ یہ عنقریب تجھ سے لے لی جائے گی۔ (حضرت علیؓ)

☆ تجھ کو لوگ تکبر کرنے سے بڑا نہیں سمجھ سکتے۔ بلکہ تو تواضع سے بڑا ہوگا۔

☆ بزرگی کی تین نشانیاں ہیں اول دوسرے لوگ اسے بزرگ سمجھیں۔ دوسرے وہ خود اپنے تئیں بزرگ نہ جانے۔ سوم جب مصیبتوں میں گھر جائے تو سچائی کو نہ چھوڑے۔ (زرتشت)

☆ خوبصورت و بدصورت سب مخلوق خدا ہیں سب کا باوا آدمؑ ایک ہے اور سب کی اصل خاک ہے پھر بدصورتوں سے نفرت کرنا انسانیت سے بعید ہے۔

☆ غرور عقل کے لئے ایک آفت ہے۔

☆ تکبر خوش پوشی اور اچھی حالت رکھنے کا نام نہیں بلکہ لوگوں کو حقیر جاننے کا نام ہے۔

☆ مت اتراؤ کہ تم بڑے آدمی کے بیٹے ہو۔ کیا خبر کہ کل کیا ہو جائے؟

☆ اصل بڑائی وہی ہے جو تمہاری اپنی ذات میں ہو۔ بڑے اپنی بڑائی ساتھ لے جایا کرتے ہیں۔

☆ متکبروں کے پاس جا کر اپنی انسانیت کا خون نہ کرو۔

☆ جس شخص کے دل میں ذرا بھر بھی تکبر ہوگا جنت میں داخل نہ ہو سکے۔ تکبر کے معنی ہیں اللہ کے حق بندگی کو ادا نہ کرنا اور اس کے بندوں کو حقیر گردانا۔ (ارشاد نبوی ﷺ)

☆ جو چاہو پہنو بشرطیکہ اندر گھمنڈ اور اسراف نہ ہو۔ (حضرت عبداللہ بن عباسؓ)

☆ نیک بخت وہ ہے جو نیکی کرے اور ڈرے اور بد بخت وہ ہے جو بدی کرے اور اکڑے۔

☆ کسی نے حضرت بایزید بسطامی سے پوچھا کہ متکبر کس کو کہتے ہیں فرمایا کہ جو شخص تمام عالم میں اپنے سے زیادہ کوئی چیز خبیث سمجھے۔

☆ تواضع یہ ہے کہ درویشوں سے تواضع کرے اور امیروں سے تکبر۔

(حضرت بایزید بسطامی)

☆ خوشامد لوگ تیرے لئے تکبر کا تخم ہے۔ (حضرت امام جعفر صادقؒ)

☆ جو اپنے آپ کو دوسروں پر فضیلت دے وہ متکبر ہے۔ (حضرت سفیان ثوریؒ)

☆ اگر لوگ تجھے اس صفت کے ساتھ موصوف بتلائیں جو کہ تیری ذات میں نہ ہو تو ان کی تعریف سے مغرور مت ہو جا کیونکہ جاہلوں کے کہنے سے ٹھیکری سونا نہیں بن سکتی۔

☆ اگر غرور کوئی علم ہوتا تو اس کے سند یافتہ بہت ہوتے۔

☆ مغرور انسان کا کوئی دوست نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ دوستی میں مساوات ہوتی ہے۔

☆ کسی آدمی کو بساط سے زیادہ دنیا مل جاتی ہے تو لوگوں کے ساتھ اس کا برتاؤ برا ہو جاتا ہے۔

☆ اپنے آپ کو اتنا ہی ظاہر کر جتنا کہ تو ہے یا ویسا ہو جیسے اپنے آپ کو ظاہر کرنا چاہے۔

☆ جوانی کے دھوکے میں نہ آ جا کیونکہ بوڑھا ہونے سے پہلے بھی کئی جوان گزر چکے ہیں۔

(حکمائے عرب)

☆ جوانی میں مست ہو کر چلنے والے! کیا کبھی بدمست بھی راہ راست تک پہنچتا ہے۔

☆ مغرور شخص کا کوئی دوست نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ دوستی میں مساوات کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کو پسند نہیں۔ مغرور کو کوئی نصیحت نہیں کر سکتا اس لئے کہ ناصح ہونے میں برتری کی ضرورت ہے جس سے اسے نفرت ہے۔

☆ انکساری کا سہارا لے کر چلو۔ ورنہ ٹھوکر کھاؤ گے۔

☆ بعض لوگ اچھا بننے کے لئے اتنی بھی کوشش نہیں کرتے جتنی کہ اچھا نظر آنے کے لئے کرتے ہیں۔

☆ انسان کا فخر اس میں ہے کہ فخر نہ کرے اور باوجود بڑا ہونے کے اپنے آپ کو کمتر خیال کرے۔

(حکیم افلاطون)

☆ حرام سے کمائی ہوئی روزی پر تکبر نہ کر۔

☆ غرور کا سر ہمیشہ نیچا ہوتا ہے۔

☆ انسان کو اس بادل کی مانند ہونا چاہیئے جو پھولوں کے علاوہ کانٹوں پر بھی برستا ہے۔

☆ مغرور بدفہم ہوتا ہے۔

☆ مغرور کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کہ کتا جب اپنے سے چھوٹے کے قریب سے گزرتا ہے تو سر اٹھا لیتا ہے اور جب اپنے سے بڑے کے قریب سے گزرتا ہے تو سر جھکا تا ہے اور دم دبا کر گزر جاتا ہے۔

☆ غرور فرد کے دماغ میں سماتا نہیں بلکہ پہلے ہی سے سر کے کسی کونے کھدرے میں موجود ہوتا ہے۔ جو وقتاً فوقتاً سرک کر درمیان میں آتا رہتا ہے۔

☆ دولت پر تکبر نہ کر کہ دولت کی لذتیں فانی اور عارضی ہیں۔

☆ اپنے آپ کو سب سے بہتر سمجھ لینا جہالت ہے بلکہ ہر شخص کو اپنے سے بہتر سمجھنا چاہیئے۔

☆ گناہوں پر نادم ہونا انہیں مٹا دیتا ہے۔ جبکہ نیکیوں پر مغرور ہونا ان کو تباہ کر دیتا ہے۔

☆ جس شے کا وجود نہیں اسے ہم اعتماد سے پیدا نہیں کر سکتے۔

☆ اپنے آپ کو سب سے عقل منداور لائق آدمی تصور کرنا سب سے بڑی غلطی ہے۔

☆ جب پیسہ بولتا ہے تو سچائی خاموش ہو جاتی ہے۔

☆ تکبر دکھ کو جنم دیتا ہے۔

(بحوالہ ۹۹۹۹ اقوال زرّیں)

جہنم میں لے جانے والا آٹھواں عمل

منشیات کا استعمال کرنا

آج کی دنیا کو جو ایک انتہائی خطرناک اور تباہ کن مسئلہ درپیش ہے وہ منشیات کا مسئلہ ہے۔ اگر چہ کچھ اور بھی مسائل ہیں جنہوں نے کئی مملکتوں کو، کئی لیڈروں کو، کئی سائنس دانوں کو، کئی حکیموں اور ڈاکٹروں کو پریشان کر رکھا ہے ان میں بیروزگادی کا مسئلہ ہے، ایڈز کا مسئلہ ہے، بڑھتی ہوئی آبادی اور وسائل کی کمیابی سے بھی اہل مغرب سراسیمہ ہیں۔ ایٹمی دوڑ اور ترقی نے بھی کئی لوگوں کی نیندیں حرام کر رکھی ہیں لیکن ان سب مسائل سے زیادہ تباہ کن اور پریشان کن مسئلہ منشیات کی کثرت کا ہے، نئی نسل تیزی سے منشیات کے استعمال کی طرف راغب ہو رہی ہے اور دن بدن ان کی تعداد میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے۔ ہر ملک میں استعمال ہونے والی نشہ آور چیزوں کی قسم اور کوالٹی الگ ہے مگر وائن، شراب، ہیروئن، حشیش، افیون، مارفیا، چرس اور گانجا جیسی چند ایک منشیات ایسی ہیں جن کو دنیا بھر کے نشہ کرنے والے جانتے اور پہچانتے ہیں۔ اگر چہ ان کے مارکیٹ کے نام الگ الگ ہیں کہیں ان کو راکٹ کہتے ہیں، کہیں ان کو فلائنگ کہتے ہیں، کہیں ان کو چمپئن اور گولی کہتے ہیں۔

ان منشیات میں آج کل سرفہرست افیون اور اس سے بنائی جانے والی چیزیں ہیں۔ کیمیائی طریقوں سے آج کل مارفین، کوڈین، ہیروئن اور پیتھیڈن وغیرہ افیون ہی سے تیار کی جاتی ہیں۔

منشیات دنیا بھر میں استعمال کی جاتی ہیں لیکن ہر قسم کی منشیات کے استعمال میں امریکہ سب سے آگے ہے وہاں لڑکے اور لڑکیاں بالغ ہونے سے پہلے ہی منشیات کی عادی ہو جاتے ہیں۔

حد تو یہ ہے کہ بارہ تیرہ سال کے بچے بھی اس لعنت میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ اگر چہ مغرب والے اہل مشرق کو بدنام کرنے کے لئے ریڈیو، ٹی وی اور اخبارات سے ان کے خلاف

بہت پروپیگنڈا کرتے ہیں۔ یہ کہ وہ منشیات پیدا کرتے ہیں اور منشیات فروخت کرتے ہیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ مارکیٹ میں وہی چیز لائی جاتی ہے جس کی بازار میں طلب ہوتی ہے۔ امریکہ بہادر مشرق کے ترقی پذیر ممالک پر برسنے کے بجائے اپنے شہریوں کی اصلاح کیوں نہیں کرتا، ان پر پابندیاں کیوں نہیں لگاتا، انہیں ایسی عبرتناک سزائیں کیوں نہیں دیتا کہ وہ منشیات کے استعمال سے باز آجائیں۔

اسلام نے دنیا کے سامنے یہ نمونہ پیش کیا ہے ایک وقت تھا کہ پوری دنیا میں شراب نوشی ہورہی تھی، منشیات کا استعمال ہوتا تھا، خود اسلام قبول کرنے والے زمانۂ جاہلیت میں اس کے عادی رہ چکے تھے لیکن اسلام نے انہیں ایسے بدلا اور ان پر ایسی قدغنیں لگائیں کہ شراب نوشی کا نام ونشان تک باقی نہ رہا اور اڑوس پڑوس کے ممالک میں سے بھی کسی ملک کو وہاں شراب اور دوسری منشیات کے درآمد کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ حالانکہ اس وقت سرحدوں کے لئے ویسے حفاظتی انتظامات ناممکن تھے جیسے انتظامات آج کل اختیار کئے جاتے ہیں۔ کہاں پاکستان اور کہاں امریکہ ہزاروں میل کا فاصلہ ہے، امریکہ کی سرحدوں پر جدید مشینوں کی مدد سے تلاشی لی جاتی ہے لیکن اس سب کے باوجود وہاں منشیات پہنچتی ہیں اور منشیات کا سب سے زیادہ استعمال وہیں ہوتا ہے بلکہ اعدادوشمار کے بعض ماہرین کا خیال ہے کہ اگر تمام دنیا کے منشیات پسند ایک جگہ جمع کرلئے جائیں تو بھی یو۔ ایس۔ اے، کے اعدادوشمار سے کم ہوں گے۔ اس کے علاوہ برازیل، چلی، سلوے ڈار، ارجنٹائنا، لبنان، اسپین، سویڈن، سوئٹزرلینڈ، اسرائیل، ہانگ کانگ، کوریا، جاپان، لاؤس، سنگاپور اور فرانس وغیرہ میں بیس برس اور پندرہ برس کے لڑکے اور لڑکیاں منشیات کے عادی ہیں۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ یہ ممالک وہ ہیں جو ترقی یافتہ ممالک کہلاتے ہیں۔ جہاں محنت اور مزدوری کا معقول معاوضہ اور مشاہرہ ملتا ہے، جہاں خوشحال طبقہ اکثریت میں ہے، جہاں عیاشی پر کسی قسم کی قدغن نہیں، جہاں ہر طرح کی مادر پدر آزادی حاصل ہے، جہاں ہر طرح طبی، معاشرتی اور معاشی آسانیاں حاصل ہیں۔ لیکن اس کے باوجود آخر کیا وجہ ہے کہ وہاں منشیات پسندوں کی تعداد روز بڑھتی ہی جارہی ہے۔ اصل وجہ یہی ہے کہ وہاں کا انسان اندر سے کھوکھلا ہے، اس نے خوشیاں اور سکون حاصل کرنے کے لئے اور اپنے دل کو مطمئن رکھنے کیلئے ہزاروں جتن کئے لیکن اس

کے سارے حربے ناکام ہو گئے ہیں۔ اس کی ساری تدبیریں الٹی ثابت ہوئی ہیں۔ اس نے عیاشی اور فحاشی عام کر دی لیکن اس کو سکون نہ مل سکا، اس نے زنا کاری اور شراب کو ہوا اور پانی کی طرح عام کر دیا مگر اسے سکون نہیں مل سکا، اس نے لہو ولعب اور طرب وغنا کے نئے نئے طریقے ایجاد کر دیکھے مگر اسے سکون نہیں مل سکا، اس نے منشیات کا استعمال کر کے دیکھ لیا مگر اسے سکون نہیں مل سکا۔

سکون ملے بھی تو کیسے ملے؟ انسان ناقص، اس کی سوچ ناقص، اس کی تدبیریں ناقص، اس کا علم ناقص، اس کے اندازے ناقص، اس کا تجربہ ناقص، اس کی تحقیق ناقص جہاں اتنے سارے نواقص جمع ہو جائیں وہاں انسان محض اپنی سوچ سے اپنی تدبیر سے اپنے علم سے اپنے اندازے سے اپنے تجربے سے، اپنی تحقیق سے زندگی کا کامل نظام کیسے تلاش کر سکتا ہے؟ جبکہ میرا اللہ کامل، اس کی تدبیر کامل، اس کا علم کامل، اس کی قدرت کامل، اس کا اختیار کامل، وہ سارے کمالات والا اللہ جو حکم دے گا جو طریقہ بتائے گا وہ طریقہ نقص سے پاک ہوگا، وہ طریقہ تضاد سے پاک ہوگا وہ طریقہ تغیر سے پاک ہوگا اور اس اللہ نے جو کمالات کا خالق و مالک ہے واضح کر کے بتا دیا کہ دلوں کو سکون ان چیزوں سے ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا بلکہ دلوں کو سکون ایمان سے حاصل ہوتا ہے تعلق مع اللہ سے حاصل ہوتا ہے، گناہوں کے چھوڑنے سے حاصل ہوتا ہے، تلاوتِ کلام اللہ سے حاصل ہوتا ہے، ذکر اللہ سے حاصل ہوتا ہے، ذکر و دعا سے حاصل ہوتا ہے، خلوت میں ندامت کے ساتھ گریہ و بکاء سے حاصل ہوتا ہے۔

سلسلہ میں سب سے پہلی بات تو آپ یہ پیش نظر رکھیں کہ اسلام میں ہر قسم کا نشہ حرام ہے، شراب بھی نشہ ہونے کی وجہ سے حرام ہے اس لئے میں اسے منشیات کے موضوع میں زیر بحث لے آیا ہوں۔ میں یہ وضاحت اس لئے کر رہا ہوں کہ عام طور پر جب منشیات کا لفظ بولا جاتا ہے تو لوگ اس سے ہیروئن وغیرہ تو مراد لیتے ہیں لیکن شراب کی طرف ان کا ذہن نہیں جاتا۔

حالانکہ شراب تو منشیات میں سرفہرست ہے۔ بہر کیف عرض یہ کرنا چاہتا ہوں کہ اسلام میں ہر قسم کا نشہ حرام ہے خواہ وہ شراب کی شکل میں ہو یا کسی اور شکل میں ہو۔

رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ کوئی نشہ آور چیز نہ پیو کیونکہ میں نے ہر نشہ آور چیز کو تمہارے لئے حرام کر دیا ہے۔

ایک اور حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے کسی نشہ آور چیز کو حرمت کے بعد حلال سمجھتے ہوئے پیا پھر نہ تو توبہ کی نہ اس سے باز آیا تو قیامت کے دن اس کا میرے ساتھ اور میرا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوگا۔

آپ ﷺ کا یہ ارشاد بھی ہے کہ نشہ آور چیز نہ تو پیو اور نہ ہی اپنے مسلمان بھائی کو پلاؤ۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جو شخص نشہ کی لذت حاصل کرنے کے لئے اسے پئے گا وہ قیامت کے دن شراب سے محروم رہے گا۔

اس مضمون کی متعدد احادیث مبارکہ سے آپ ﷺ سے منقول ہیں جن میں آپ ﷺ نے ہر نشہ آور چیز کو حرام قرار دیا ہے۔

منشیات کے نقصانات

اگر نقصانات کے اعتبار سے دیکھیں تو ہمارے ہاں جن منشیات کا استعمال عام ہو گیا ہے وہ شراب سے کہیں زیادہ خطرناک اور بدترین ہیں۔

اس کے مسلسل استعمال سے انسان کا مدافعتی نظام ختم ہو جاتا ہے اور وہ ہڈیوں کا ڈھانچہ بن کر رہ جاتا ہے اور بہت جلد موت کی آغوش میں چلا جاتا ہے۔

ان منشیات نے صرف افراد ہی کو تباہ نہیں کیا بلکہ گھرانوں اور خاندانوں کو تباہی سے دوچار کر دیا۔ منشیات کا عادی انسان بوڑھے والدین اور بیوی بچوں تک کو چھوڑ جاتا ہے۔ والدین نے بڑی آرزوؤں سے اسے پالا تھا اور اس کی جوانی کے ساتھ ان کی بڑی امیدیں وابستہ تھیں۔ آج وہ ہیروئن پی کر سرراہ پڑا رہتا ہے اور اس کے بوڑھے والدین دو وقت کی روٹی کے لئے دربدر کی ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔

ہم اخبارات میں ایسے ایسے واقعات بھی پڑھتے ہیں کہ کسی ہیرونچی نے اپنے نشہ کی خاطر والدین کے کپڑے، کسی نے گھر کے برتن، کسی نے اپنی بیوی کی عزت و ناموس اور کسی نے اپنے بچے تک بیچ ڈالے ہیں۔

آپ کبھی ہسپتالوں کے آس پاس چکر لگائیں آپ دیکھیں گے کہ یہ اپنا خون بیچنے کے

لئے منڈلاتے رہتے ہیں۔ مجھے باوثوق احباب نے بتایا کہ جب کبھی اخبار میں ضرورت گردہ وغیرہ کا اشتہار شائع ہوتا ہے تو سب سے پہلے ہیروئنچی اپنا گردہ بیچنے کے لئے پہنچتے ہیں۔ نشے کے ہاتھوں اس قدر مجبور ہیں کہ اپنا ہر عضو اور ہر قیمتی چیز بیچنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ بیوی بچوں سے زیادہ قیمتی چیز کہاں ہو گی لیکن یہ بدمست اور پتھر دل حیوان انہیں بھی بیچنے کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں۔

خدارا! آپ ان کو کبھی فٹ پاتھوں، گلی کوچوں اور گندے نالوں کے کنارے کیڑے مکوڑوں اور حیوانوں کی طرح پڑے ہوئے دیکھیں یقیناً آپ کو ان کی قابلِ رحم زندگی پر ترس آئے گا۔ یہ مہینوں غسل نہیں کرتے، میل کچیل کی وجہ سے ان کے سر کے بال چپک جاتے ہیں، ان کے کپڑوں سے تعفن اٹھتا ہے، ان کے منہ سے ایسی بدبو آتی ہے کہ ان سے بات کرنا محال ہو جاتا ہے۔ بسا اوقات آپ انہیں گندگی اور کوڑے کرکٹ کے ڈھیر سے قوت لایموت تلاش کرتے ہوئے پائیں گے، وہ ہوٹلوں کے سامنے کھڑے رہتے ہیں اور کھانا کھانے والوں کے نوالے گنتے رہتے ہیں اور ان کے منہ کو تکتے رہتے ہیں۔ وہ ہر شخص سے روٹی کا سوال کرتے ہیں۔ اب تو ان کی اتنی افراط ہو گئی ہے کہ بعض علاقوں کی دکانوں سے خریداری محال ہو گئی ادھر آپ نے کسی چیز کے خریدنے کا ارادہ کیا ادھر یہ آ ٹپکے اور شرمناک لجاجت سے بھیک مانگنی شروع کر دی، آپ کس کس سے جان چھڑائیں گے آپ کو تو بھکاریوں کی فوجِ ظفر موج کا سامنا کرنا پڑے گا حالانکہ ہم اُس دین کے ماننے والے ہیں جس نے بھیک مانگنے کو حرام قرار دیا ہے۔

مخبر صادق ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ ’’جو شخص اپنی ثروت میں اضافہ کرنے ہی کے لئے مانگتا ہے وہ انگارے مانگتا ہے پھر چاہے کم طلب کرے یا زیادہ‘‘۔

یہ بھی سید الصادقین ﷺ کا فرمان ہے کہ ’’آدمی بھیک مانگتا رہے گا حتیٰ کہ قیامت کے روز اس طرح آئے گا کہ اس کے چہرہ پر گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہیں ہوگا‘‘۔

یہ سخت ترین وعیدیں ہیں مگر ہیروئنچی اور نشہ باز انسان انہیں کہاں پیشِ نظر رکھتا ہے وہ تو سوچنے اور سمجھنے کے قابل ہی نہیں رہتا اس کے قوائے فکریہ معطل اور بیکار ہو کر رہ جاتے ہیں اسے نہ تو اپنی دنیاوی ذمہ داریوں کا احساس ہوتا ہے نہ دینی ذمہ داریوں کا، اسے تو بس نشہ چاہیئے خواہ وہ کسی

صورت میں ملے کسی طریقے سے بھی ملے خواہ بھیک مانگ کر، خواہ بدن کے کپڑے بیچ کر خواہ چوری کر کے، خواہ بچوں کا سودا کر کے، خواہ بیوی کی عزت وناموس کو نیلام کر کے، خواہ اپنا خون اور گردے بیچ کر۔ کوئی صورت بھی ہو اسے نشہ ملنا چاہیئے۔

محترم قارئین! ان لوگوں کی زندگی انتہائی قابلِ رحم ہے اور ہمیں غور وفکر اور منشیات کے پورے کاروبار کے خلاف جہاد کی دعوت دیتی ہے۔ ان میں سے کئی اچھے گھرانوں سے تعلق رکھتے ہیں مگر نشے کی لعنت میں گرفتار ہو گئے ہیں بحیثیت مسلمان ہمیں ان کی اس قابل رحم زندگی کا درد اپنے دل میں محسوس کرنا چاہیئے اور ان کی اصلاح اور منشیات کے سدباب کے لئے ہر ممکن کوشش کرنی چاہیئے۔

ایک لائق غور بات یہ ہے کہ آخر ان کو ہیروئن کہاں سے ملتی ہے۔ یہ خود تو ہیروئن پیدا نہیں کرتے نہ ہی یہ بنا سکتے ہیں، اگر انہیں ہیروئن سپلائی کرنے والے پکڑے جائیں اور انہیں عبرتناک سزائیں دی جائیں تو یہ سلسلہ کسی قدر کنٹرول میں آ سکتا ہے لیکن ہمارے ہاں جب بھی جرائم کے خلاف کوئی مہم شروع ہوتی ہے تو چھوٹی چھوٹی مچھلیاں پکڑ لی جاتی ہیں مگر بڑی بڑی مچھلیوں بلکہ مگرمچھوں پر ہاتھ ڈالنے کی کوئی جرأت نہیں کرتا۔

ہمارے لئے ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ ہم دولت کی ہوس اور مال کی محبت میں اتنے اندھے ہو گئے ہیں کہ پوری دنیا میں منشیات فروشی میں ہم بدنام ہیں، دنیا کے ہر ائیرپورٹ پر ہمیں شک کی نظر سے دیکھا جاتا ہے یہ شک بلاوجہ نہیں ہے بلکہ ہم خود جانتے ہیں کہ ہمارے اونچی سوسائٹی کے معزز تاجر اونچے عہدوں پر فائز افسران بالا بلکہ قوم کی نمائندگی کرنے والے وزراء تک اس کارِ بد میں ملوث رہے ہیں اور بارہا ان کے اسکینڈل اخبارات میں شائع ہو چکے ہیں لیکن قوم کا خون پی پی کر پلنے والے ان اژدھوں کو گرفتار نہیں کیا جاتا حالانکہ لاکھوں انسانوں کی بربادی کے یہ مجرم ہیں، بے شمار جوانیوں کی تباہی کے یہ مجرم ہیں، باپ زندہ ہوتے ہوئے یتیم ہو جانے والے بچوں کی بے کسی کے یہ مجرم ہیں، شوہر کی موجودگی میں بیواؤں سے بدتر زندگی بسر کرنے والی سہاگنوں کے یہ مجرم ہیں۔

والدین سے ان کے بڑھاپے کے سہارے چھیننے کے یہ مجرم ہیں۔ پاکستان کو انٹرنیشنل

اسٹیج پر بدنام کرنے کے یہ مجرم ہیں۔ان کی سفاکی کی انتہا یہ ہے کہ معصوم بچوں کو اغوا کرنے کے بعد ان کا پیٹ چیر کر اس میں ہیروئن بھر کر برآمد کرتے ہیں۔ زندہ انسانوں کو لالچ سے کر ان کے جسم میں ہیروئن بھر کر باہر بھیجتے ہیں۔ کلام مقدس کو اندر سے کھوکھلا کر کے منشیات سپلائی کرتے ہیں۔

اے کاش! میرے نبی کا سپاہی عمر فاروق ؓ ہوتا تو ان سفاک درندوں کی لاشیں پاکستان کے ہر چوراہے پر لٹکتی دکھائی دیتیں، چھوٹے بڑے کے امتیاز کے بغیر میزان عدل قائم ہوتی تو چمچماتی کاروں میں پھرنے والے عدالت کے کٹہرے میں دکھائی دیتے۔

مسلمانو! اسلام کے نظامِ عدل کے قیام کی کوشش کرو اس کے بغیر مجرموں کی سرکوبی نہیں ہوسکتی، صرف چہروں کے بدلنے سے کچھ نہیں ہوگا نظام کو بدلنے کی ضرورت ہے۔

نسوار، سگریٹ، حقہ، پان

جب ہم منشیات کی بات کرتے ہیں تو ہمیں نسوار، سگریٹ، حقہ اور پان کو بھی فراموش نہیں کرنا چاہیئے اس لئے کہ اس میں بھی ایک قسم کا نشہ ہے اور نشہ کسی بھی قسم ہو اچھا نہیں ہوتا۔ ہمارے ہاں کسی کو جوانی کا نشہ ہوتا ہے، کسی کو اقتدار کا نشہ ہوتا ہے کسی کو عہدہ و منصب کا نشہ ہوتا ہے، ان میں سے کسی بھی وجہ سے انسان پر نشہ طاری ہو جائے وہ اسے تباہی تک پہنچا دیتا ہے اور نسوار سگریٹ، حقہ اور پان میں اگرچہ ہیروئن وغیرہ جیسا نشہ تو نہیں ہے لیکن بہر حال کچھ نہ کچھ نشہ ضرور ہے اور نشہ کے ساتھ ساتھ ان میں کئی دوسری خرابیاں بھی پائی جاتی ہیں۔

ایک خرابی جو ان سب میں مشترکہ طور پر پائی جاتی ہے وہ اسراف اور فضول خرچی ہے۔ شاید آپ کا خیال یہ ہے کہ روزانہ چار چھ روپے خرچ کرنے میں کونسی فضول خرچی ہے تو یہ بات سمجھ لیں کہ نیکی کے کام میں جتنا بھی خرچ کیا جائے وہ فضول خرچی کے زمرہ میں نہیں آتا لیکن اگر ناجائز طریقے سے ایک پائی بھی خرچ کی جائے تو وہ فضول خرچی ہوگی۔ حضرت علیؓ کی بے پناہ سخاوت اور دریا دلی کو دیکھ کر کسی نے عرض کیا لاخیر فی الاسراف ''اسراف میں کوئی بھلائی نہیں''، تو انہوں نے جواباً ارشاد فرمایا تھا کہ لا اسراف فی الخیر'' بھلائی (کے کاموں میں خرچ کرنے) میں کوئی اسراف نہیں''۔

مقصد یہ کہ نیکی اور بھلائی اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے جتنا بھی خرچ کیا جائے یہ اسراف نہیں ہوگا لیکن غلط محل پر ایک روپیہ بھی خرچ کیا جائے تو یہ اسراف شمار ہوگا۔

ویسے آپ یہ بات بھی پیش نظر رکھیں کہ ہر کوئی چار چھ روپے خرچ کرنے والا نہیں ہے۔ ہم نے ایسے بلانوش اور پان خور بھی دیکھے ہیں جن کا منہ سگریٹ پان سے خالی ہوتا ہی نہیں ہے اور ان میں سے بعض سگریٹ بھی انتہائی قیمتی اور غیر ملکی پیتے ہیں اور بڑے فخر سے بتاتے ہیں کہ ہمارا سگریٹ کا روزانہ خرچ پچاس سے کم نہیں ہے اور جو بظاہر غریب ہیں اور ان کا پان یا سگریٹ کا روزانہ خرچ چھ روپے ہے وہ ہر ماہ ایک سو اسی روپے اور ایک سال میں بائیس سو روپے اور اپنی چالیس سال کی عمر میں چھیانوے ہزار روپے اس شوقِ فضول کی نذر کر دیتے ہیں۔ یہ ان کا حال ہے جو صرف چھ روپے روزانہ خرچ کرتے ہیں اور جو پندرہ بیس روپے روزانہ اڑاتے ہیں ان کا حساب تو لاکھوں میں جائے گا۔

اگر اللہ کے یہ بندے اس پیسے سے خود حج کر لیتے یا اپنے والدین کو حج کروا دیتے یا اس سے کوئی صدقہ جاریہ کا کام کر جاتے تو ان کی خون پسینے کی کمائی ٹھکانے لگ جاتی مگر اس سے انہیں کیا فائدہ حاصل ہوا۔ یہ تو ہم انفرادی نقصان کی بات کر رہے ہیں۔ اگر ہم اجتماعی سطح پر سوچیں تو اعداد و شمار ہمارے رونگٹے کھڑے کر دیتے ہیں کہ ہم کتنے بڑے جرم کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ بہت پہلے یعنی 1965ء تک باوثوق ماہرین کا خیال تھا کہ پاکستان میں روزانہ ۳۰ لاکھ ۱۲ ہزار روپے اور ہر گھنٹے میں ایک لاکھ ۲۵ ہزار روپے کے سگریٹ استعمال ہوتے رہے ہیں۔ جبکہ اسی رقم میں ۷ الٹرا کا سپر سانک جیٹ طیارے یا ۵۰۰ ٹینک یا دس بحری جہاز خریدے جا سکتے تھے، یہ تو 1965ء تک کی صورت حال تھے، اب صورتحال مزید خراب ہو چکی ہے اور مردوں کے ساتھ خواتین میں بھی یہ مرض سرایت کر گیا ہے ایک سال میں دنیا میں جس قدر سگریٹ تیار ہوتے ہیں ان سے زمین سے لے کر چاند تک سات فٹ چوڑا اور ایک سگریٹ کے برابر موٹا فرش بچھایا جا سکتا ہے جبکہ چاند ہماری زمین سے اڑھائی لاکھ میل کے فاصلہ پر ہے۔

اسی سے آپ اندازہ لگائیے کہ دنیا میں سگریٹ نوشی کی وبا کس قدر عام ہوگئی ہے۔ انسان گویا اپنے ملک کی کرنسی منہ میں دبا کر بڑے شوق سے اس کا دھواں اڑاتا ہے۔ یہی حال ہمارے

پان خور بھائیوں کا بھی ہے اور وہ اسراف کے ساتھ ساتھ گندگی بھی پھیلاتے ہیں، جہاں دل چاہتا ہے پان کی پیک پھینک دیتے ہیں۔ چنانچہ کوئی اسٹیشن، کوئی بس اسٹاپ، کوئی اہم عمارت، یہاں تک کہ مسجد تک ان کی پچکاریوں سے محفوظ نہیں رہتی۔

منشیات کے طبّی نقصانات

پھر یہ بھی سوچئے کہ ان چیزوں میں اسراف اور تبذیر ہی نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ بے شمار طبی نقصانات بھی ہیں اکثر پان خور حضرات تمباکو والا پان استعمال کرتے ہیں لہٰذا وہ تمباکو کے مضر اثرات سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ سگریٹ بھی تمباکو ہی سے بنتا ہے جبکہ جدید تحقیقات نے یہ بات ثابت کردی ہے کہ تمباکو میں پایا جانے والا زہر جسے نکوٹین کہتے ہیں اگر اس کے بیس قطرے سانپ جیسے زہریلے جانور کو کھلا دیئے جائیں تو وہ ہلاک ہو جاتا ہے مگر انسان بڑا سخت جان (ڈھیٹ) ہے کہ زہر پیتا ہے مگر زندہ رہتا ہے۔ مگر ایسی بھی کیا زندگی کہ انسان بیماریوں کا گھر بن کر رہ جائے۔

اللہ کے بندو! جس امریکہ کی نقالی کو تم اپنے لئے فخر سمجھتے ہو اور جہاں سے درآمد کی جانے والی ہر چیز کو آسمانی تحفہ سمجھ کر سینے سے لگاتے ہو اسی امریکہ کی امریکن کینسر سوسائٹی، امریکن ہیلتھ سروس، امریکن میڈیکل ایسوسی ایشن او برٹش میڈیکل ریسرچ کونسل نے طویل تحقیق کے بعد اعتراف کیا ہے کہ دل اور پھیپھڑوں کے سرطان کا سب سے بڑا سبب تمباکو اور سگریٹ نوشی ہے اور انہوں نے یہ اعلان بھی کیا ہے کہ اگر سرطان موجودہ شرح کے مطابق پھیلتا رہا تو ہر دو منٹ کے بعد ایک امریکی سرطان کی بیماری سے مر جائے گا۔ اب بھی ہر سال دنیا میں دس لاکھ انسان تمباکو نوشی کی وجہ سے مر جاتے ہیں۔ فیلسوفِ اسلام امام غزالیؒ نے بہت پہلے لکھا تھا کہ حشیش اور تمباکو سے ستر مختلف بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ آج کی جدید طبّی تحقیقات نے ثابت کردیا ہے کہ واقعی تمباکو نوشی سے پیدا ہونے والی بیماریوں کی تعداد ان امراض سے کم نہیں جو امام غزالیؒ نے ذکر کئے ہیں۔

دنیا بھر کے ڈاکٹر تسلیم کرتے ہیں کہ سگریٹ کے زہریلے جزو ٹار اور نکوٹین سے خون کی رگیں سکڑ جاتی ہیں، دل کی رگیں تنگ ہو جاتی ہیں، دماغ کی کارکردگی کم ہو جاتی ہے، دائمی کھانسی

ہو جاتی ہے، نزلہ زیادہ رہتا ہے بینائی کم ہو جاتی ہے، مزاج میں ضد، خوف، بدمزاجی اور چڑچڑاپن پیدا ہو جاتا ہے، معدہ صحیح کام نہیں کرتا، بھوک اُڑ جاتی ہے۔ یہ سارے امراض تمباکو نوشی سے پیدا ہوتے ہیں۔

کس قدر تعجب کا مقام ہے کہ لوگ اپنا پیسا خرچ کر کے یہ بیماریاں خریدتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں اور بعض لوگ تو محض فیشن کے طور پر سگریٹ پیتے ہیں وہ بیوقوف سمجھتے ہیں کہ ہم سگریٹ پیتے ہوئے بڑے اچھے لگتے ہیں اور سوسائٹی ہمیں بڑی عزت اور بڑائی کی نظر سے دیکھتی ہے اور بعض شعراء اور تخلیق کاروں کا خیال یہ ہے کہ سگریٹ نوشی سے تخیل پرواز کرتا ہے اور عجیب عجیب ترکیبیں اور مضامین ذہن میں آتے ہیں لیکن یہ تو ایسے ہی ہے جیسے بعض لوگ جب لیٹرین اور گندگی میں بیٹھتے ہیں تو ان کا تخیل خوب پرواز کرتا ہے بلکہ ان کا خیال تو یہ بھی ہے کہ جب تک ہم کش نہ لگائیں ہمیں اجابت ہی نہیں ہوتی۔ عجیب عجیب بہانے لوگوں نے سگریٹ نوشی کے لئے تراش رکھے ہیں لیکن یہ بہانے تو اسے کام دے سکتے ہیں جو اپنے نفس کی پرستش کرنے والا ہے مگر جو اللہ کا بندہ ہے اور اللہ کو مانتا ہے اسے یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلام کی نظر میں تمباکو خبیث چیز ہے اور ہر خبیث حرام ہے اور ہر پاک چیز حلال ہے جیسا کہ سورۃ الاعراف میں ہے کہ۔ **ویحل لهم الطيبٰت ويحرمُ عليهم الخبٰئث** ”وہ (اللہ کا نبی) حلال کرتا ہے ان کے طیبات کو اور حرام کرتا ہے ان پر خبیث چیزوں کو“۔

اسلام کی صداقت کے لئے یہی بات کافی ہے کہ دنیا تمام تر تحقیقات کے بعد آج جن چیزوں کے نقصانات کو تسلیم کر رہی ہے اسلام نے اوّل روز ہی سے اپنے ماننے والوں پر انہیں حرام کر دیا تھا اور ہر نشہ آور چیز کے استعمال سے منع کر دیا تھا خواہ وہ شراب ہو یا بھنگ ہو یا افیون ہو یا کوکین ہو یا ہیروئن ہو یا سگریٹ ہو۔ تمباکو کے حروف سے کسی نے کیا اچھا فقرہ اخذ کیا ہے کہ۔

و	ک	ا	ب	م	ت
والے	کرنے	استعمال	بنو	مت	تم

تمباکو اور نسوار میں ایک بڑی خرابی اسلامی نقطۂ نظر سے یہ بھی ہے کہ ان کی وجہ سے منہ میں سخت قسم کی بدبو پیدا ہو جاتی ہے اور ہمیں حکم یہ ہے بودار چیز کھا کر مسجد میں نہ جائیں۔ نبی اکرمؐ

کا فرمان ہے کہ ''لہسن یا پیاز استعمال کرنے والے کو چاہئے کہ مسجد میں نہ آئے (یعنی نماز باجماعت میں شامل نہ ہو) بلکہ اپنے گھر پر ہی نماز ادا کرلے''۔

یہ ممانعت اس لئے ہے کہ اس کی بدبو سے دوسرے لوگ پریشان نہ ہوں حالانکہ اگر کوئی شخص لہسن یا پیاز کھانے کے بعد سنگترہ یا کھیرا استعمال کرلے تو بدبو ختم ہوسکتی ہے جب کہ تمبا کو اور نسوار کی بدبو ختم نہیں ہوتی۔ بعض لوگ کلّی کرنے کے بعد سمجھتے ہیں کہ بدبو ختم ہوگئی ہوگی حالانکہ ایسا نہیں ہوتا اور ایک حساس شخص کو ان کے ساتھ بات کرنا بھی مشکل ہوجاتا ہے۔ یوں بھی شاعر کا کہنا تو یہ ہے کہ۔

هزار بار بشویم دهن به مشک وگلاب
هنوز نام تو گفتن کمالِ بے بی ادبی است

اگر ہزار بار بھی ہم اپنے منہ کو عطر اور گلاب کے ساتھ دھولیں تو بھی ہمارا منہ اس قابل نہیں کہ ہم اس منہ سے تیرا نام لے سکیں، پھر کس قدر بے ادب ہے وہ شخص جس کے منہ سے بدبو کے بھبکے اٹھتے ہوں اور وہ نماز بھی پڑھے، قرآن کی تلاوت بھی کرے درود شریف کا ورد بھی کرتا رہے حالانکہ بدبو کی وجہ سے فرشتے بھی بھاگ جاتے ہیں۔ ان لوگوں کا منہ ہی بدبودار نہیں ہوتا، سینہ بھی سیاہ ہوتا ہے۔

تمبا کو نوش را سینہ سیاہ است
اگر باور نداری نے گواہ است

ایک اور خرابی ہمارے نسواری بھائیوں میں یہ ہے کہ وہ جہاں چاہتے ہیں منہ سے نسوار نکال کر پھینک دیتے ہیں جس سے عجیب سی کراہت آتی ہے کیونکہ معاف فرمادیئے گا اس کی ظاہری صورت بالکل پرندے کی بیٹ کی طرح ہوتی ہے۔

قابل احترام قارئین! ایک اخباری اطلاع یہ ہے کہ اس وقت ہمارے غریب اور صاحب ثروت نشہ باز ہر سال منشیات کی خریداری پر مجموعی طور سے سالانہ تیس ارب روپے خرچ کررہے ہیں اور پاکستان میں نشہ بازوں کی تعداد چوبیس لاکھ ہے جس میں روز بروز اضافہ ہی ہورہا ہے۔ یہ اعداد وشمار رونگٹے کھڑے کردینے والے ہیں۔ پھر یہ اعداد وشمار تو صرف ہیروئن اور افیون وغیرہ استعمال

کرنے والوں کے حوالے سے ہیں۔ اگر سگریٹ، حقہ، نسوار اور پان کے ذریعے تمباکو پینے اور کھانے والوں کے اعداد وشمار اکھٹے کئے جائیں تو بات کروڑوں افراد اور کھربوں روپے تک پہنچے گی۔ اندازہ لگایئے اُس ملک کے باسیوں کی فضول خرچی اور چونچلے کتنے ہیں جہاں ساڑھے پانچ کروڑ افراد کو صحت، صفائی اور پینے کے لئے صاف پانی ایسی سہولتیں میسر نہیں ہیں۔ دس کروڑ افراد صاف پانی کی جدید سہولت سے محروم ہیں، تین کروڑ ستر لاکھ افراد غربت کی لکیر کے نیچے زندگی گزار رہے ہیں، چار کروڑ چالیس لاکھ افراد ناخواندہ ہیں اور اس معاشرے میں پانچ سال سے کم عمر کے ایک کڑوڑ بیس لاکھ روپے کے تازہ ترین بجٹ میں سماجی بہبود کے شعبے کے لئے صرف تین ارب روپے مخصوص کئے گئے ہیں۔

ایک ایسے معاشرے میں کہ جہاں معاشی تفاوت اتنا بھیانک ہے کہ ایک طرف دس اور بیس ہزار کے جوتے پہنے جاتے ہیں اور دوسری طرف بے شمار لوگوں کے پیر کبھی چپل کی آسائش سے آشنا ہی نہیں ہوئے۔ جہاں چند افراد کی بیٹیوں کی شادی پر کئی لاکھ کی رقم خرچ ہوتی ہے اور ایک عام کسان یا مزدور اپنی بیٹی کی رخصتی کے وقت چند سوتی جوڑوں کے اہتمام کے لئے بھی کسی کی نظرِ کرم کا محتاج ہے۔

تمباکو کے خطرناک نقصانات

تمباکو نوشی بلاشبہ ایک مضر صحت عادت ہے بلکہ اگر کہا جائے کہ یہ ایک ہلکے درجے کا نشہ ہے تو غلط نہ ہوگا۔ تمباکو نوشی سے انسان کو ایک سرور سا محسوس ہوتا ہے۔ اس سرور کو حاصل کرنے کے لئے وہ بار بار کوشش کرتا ہے خاص طور پر جب اس کا اثر زائل ہو جائے۔ چونکہ یہ ایک ہلکے قسم کا نشہ ہے اس کا اثر بھی دیرپا نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس کے کش جلدی لگانے پڑتے ہیں۔ اس کے مضر اثرات کی مقدار فی کش کم ہوتی ہے۔ اس لئے اس کے زہر کی شدت کا اندازہ نہیں ہوتا لیکن کم مقدار میں بھی اگر بار بار لیا جائے تو اس کی مقدار کم نہیں رہتی اور اس کے زہریلے اثرات بھی کم نہیں رہتے۔ زہر کی تعریف بھی یہی ہے کہ وہ غنودگی پیدا کرتا ہے اور اس سے سرور ملتا ہے۔ اس کا اثر ختم ہونے پر اس کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ پھر اسے کھانا یا پینا پڑتا ہے۔ اس سے اس زہر کی شدت کے مطابق نقصان

پہنچتا ہے۔ کسی بھی اور زہر اور تمباکو کے زہر میں صرف شدت ہی کا فرق ہے تیز زہر جلدی اثر دکھاتا ہے جبکہ ہلکی قسم کا زہر جلدی اثر نہیں دکھاتا۔ لیکن نقصان کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ سینکھیا کھا لینے سے انسان چند منٹوں میں مر جاتا ہے اور سگریٹ پینے والے کے جسم پر برسوں میں اس کا اثر دکھائی دیتا ہے۔ بہر حال زہر زہر ہے اور ہر حال میں مضر صحت۔ اس کا اثر تیز ہو یا ہلکا کہ محسوس نہ ہو۔ صحت کے لئے نقصان دہ ہے۔

تمباکو ایک چھوٹا سا چوڑے چوڑے پتوں والا پودا ہوتا ہے اس کا قد اور شکل پتوں والی گوبھی جیسی ہوتی ہے۔ اسے کاٹ کر سکھایا جاتا ہے۔ دنیا کے اکثر خطوں میں اس کی کاشت کی جاتی ہے۔ غالباً پندرہویں صدی عیسوی سے اس کا آغاز ہوا۔ سب سے پہلے انگلستان میں سر والٹر ریلے نے اس کو استعمال کیا تھا۔ ایک روایت ہے کہ جب سر والٹر کے منہ سے اس کے ایک ملازم نے دھواں نکلتا دیکھا تو اس پر پانی کی بالٹی ڈال دی۔ وہ سمجھتا تھا کہ اسے آگ لگ گئی ہے۔ بہت سے لوگ یوں کہتے ہیں کہ سب سے پہلے حکماء نے اسے بطور دوائی استعمال کیا تھا۔ معدہ کی ہوا خارج کرنے کے لئے اسے استعمال میں لایا گیا تھا۔ بعد میں یہ امراء کے محلوں کی زینت بن گیا اور اس طرح یہ عوام الناس میں بھی استعمال ہونے لگا۔

فی زمانہ تمباکو نوشی ایک فیشن بن گئی ہے۔ ہر نوجوان اور خوش پوش آدمی اگر اچھی قسم کے سگریٹ کی ڈبی جیب میں نہ رکھتا ہو تو اسے قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ جس قدر اونچا سگریٹ وہ استعمال کرتا ہوگا اسی قسم کی بائی جنٹری کا آدمی مقصود ہوگا۔ ان لوگوں نے یہ کبھی نہیں سوچا کہ اس کے نقصانات کس قدر ہیں اور مزے کی بات یہ ہے کہ کسی تمباکو نوش سے آپ سوال کریں کہ آپ تمباکو کو پیتے ہیں ذرا ہمیں بھی اس کے فوائد سے آگاہ فرمائیں تو اس کے پاس سوائے اس کے اور کوئی جواب نہیں ہوگا بس جی ایک بری عادت پڑ گئی ہے۔ اس کا فائدہ تو کوئی بھی نہیں بس ایک نشہ ہے جس کا انسان عادی ہو جاتا ہے۔ نشے کے عادی انسان کی عقل و دانش پر سوائے رونے کے اور تو کوئی چارہ کار نظر نہیں آتا۔ وہ خود مانتے بھی ہیں کہ سامنے گڑھا ہے اور چلتے بھی جا رہے ہیں۔ معلوم بھی ہے کہ گڑھے میں گریں گے مگر نشہ ترک نہیں کرتے۔ یہ کیا منطق ہے۔ یہ بھی تسلیم ہے کہ تمباکو نوشی نقصان دہ ہے اس کا فائدہ کوئی نہیں مگر پیتے بھی جا رہے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ

لوگ خود فریبی میں مبتلا ہیں۔

تمباکو نوشی مسلمہ طور پر مضر صحت عادت ہے۔ اس سے کھانسی، سر درد، لرزہ، مرگی، اعصاب کی کمزوری، ضعف حافظہ، سکتہ، بے خوابی، فالج، دیوانگی، ٹی بی، ضعف بصر، ضعف دل، بلڈ پریشر جیسی نامراد بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں۔ ستم بالائے ستم یہ کہ سگریٹ ہاتھ میں پکڑا ہوا ہے اور کھانس بھی رہے ہیں۔ دم گھٹا جا رہا ہے لیکن وہ سگریٹ والا ہاتھ سگریٹ کو پھینکنے کی بجائے پھر منہ کی طرف ہی لاتا ہے اور اس سے کھانسی زیادہ ہوتی ہے۔ مگر دماغ یہ کام نہیں کرتا کہ اس کم بخت سگریٹ کو ہی پھینک دیں اس لئے کہ تمباکو نوشی کی بری عادت پڑ گئی ہوتی ہے۔ زہر کھانے سے سکون محسوس ہوتا ہے۔ زندگی جاتی ہے تو جائے گھر کا چراغ بجھتا ہے تو بجھ جائے مگر سگریٹ سے پیمان وفاداری میں فرق نہ آئے۔ سگریٹ سے وفاداری اور اپنے آپ سے اور خاندان سے دشمنی۔ یہ انداز فکر خوب ہے۔

جدید تحقیق نے تو یہاں تک ثابت کر دیا ہے کہ سرطان کی بیماری کا موجب بھی تمباکو نوشی ہے۔ روزانہ ٹی وی پر آتا ہے اور سگریٹ کی ڈبیہ پر بھی لکھا ہوا ہے کہ یہ مضر صحت ہے مگر کوئی اثر نہیں بلکہ تمباکو نوشی کے نئے نئے طریقے ایجاد کر لئے ہیں۔ کوئی تمباکو کو بطور نسوار استعمال کرتا ہے۔ کوئی ناک کے ذریعے اور کوئی منہ میں رکھ کر استعمال کرتا ہے۔ ناک میں استعمال کرنے سے دماغ کی جھلیاں کمزور ہو کر نزلے میں مبتلا ہو جاتی ہیں اور نسوار منہ میں رکھ کر دانت ضائع کر لیتے ہیں۔ اس پر ہی کیا موقوف سگریٹ کو چرس پینے کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ یاد رکھئے! نشہ کرنے والوں کی ابتدا سگریٹ سے ہی ہوتی ہے۔ نشہ کھانے والے لوگ یقیناً سگریٹ کے عادی ہوتے ہیں اور جو لوگ تمباکو نوشی نہیں کرتے وہ کسی قسم کا نشہ استعمال نہیں کرتے۔ تمباکو نوشی کی بری عادت انسان کو بری منشیاتی اشیاء کھانے کا عادہ بنا دیتی ہے۔

منشیات کا شرعی حکم اور اس کے نقصان دہ نتائج

قابل احترام قارئین! اسلامی تعلیمات نے ادنیٰ تعلق رکھنے والا ہر شخص بخوبی جانتا ہے کہ شریعتِ اسلامیہ کی بنیادی اساس ہ ہے کہ وہ ہر مفید اور نافع چیز کو مباح قرار دیتی ہے اور ہر نقصان دہ

چیز کو ممنوع وحرام قرار دیتی ہے، بلکہ جب فوائد کے مقابلے میں نقصانات کا پلڑا بھاری ہو تو ایسی صورت میں بھی حرمت کا حکم ہوتا ہے، شراب کی حرمت والی آیت "**قل فیھما اثم کبیر و منافع للناس**" سے بھی یہی اصول ثابت ہوتا ہے، ہاں ایک طرف یہ اصول ظاہر وعیاں ہوا وہاں دوسری طرف ایک اور اصول بھی بیان کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کیلئے شریعت کے جو مقاصد بنائے اور مقرر کئے ہیں، اور جن کے تحفظ کے لئے احکام نازل کئے ہیں اور انہیں ضائع اور تلف کرنا حرام قرار دیا ہے وہ تین ہیں جو ضروریات، حاجات اور ان کی مصلحتوں کی تکمیل کے لئے کمالیات میں منحصر ہے۔ ضروریات وہ ہوتی ہیں جن پر لوگوں کی زندگی اور فائدے کے حصول اور برائی سے بچاؤ کے مفادات کا انحصار ہوتا ہے، اگر ان میں سے ایک بھی نہ رہے تو زندگی کا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے اور بدنظمی و بگاڑ پھیل جاتا ہے، یہ ضروریات اساسی پانچ ہیں۔ جان، عقل، مال، دین اور آبرو وعزت، شریعت کے بہت سے واضح اور قطعی ارشادات میں جان، عقل، مال، دین اور عزت وآبرو کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے ان کی حفاظت کی غرض اور انہیں نقصان سے بچانے کو فرض قرار دیا گیا ہے، اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے ان ضروریات کی تخلیق کے ساتھ ان کے تحفظ کا اہتمام کرنے اور انہیں ہر طرح کے ضرر یا ضیاع سے بچانے کے احکام مقرر فرمائے ہیں۔

چنانچہ دو تمہیدی اصولوں کے بیان کرنے کے بعد الفاظ کے پیچوں اور ان کی بناوٹ سے صرف نظر کر کے اگر آج کے موجودہ معاشرے میں سرایت کردہ سم قاتل "منشیات" کا جائزہ لیا جائے تو بخوبی معلوم ہو سکے گا کہ یہ منشیات جو ترقی یافتہ اور غیر ترقی یافتہ ملکوں میں بھی ہے اور جو ایک عام معمول بن کر مردوں، عورتوں، جوانوں اور لڑکوں میں یہاں تک کہ کم سن بچوں میں بھی پھیل چکی ہے کس قدر قبائح شرعیہ اور خطرناک نتائج کی حامل ہے۔ منشیات ایک ایسا ناسور ہے جو قیمتی انسانی زندگی اور اس پر تعمیر کردہ انسانی معاشرے اور سوسائٹی کو جڑوں سے کھوکھلا کر دیتا ہے، اس کے نقصانات لاتعداد ہیں جن کا احاطہ کرتے کرتے بیسوں کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور سینکڑوں تحقیقات میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ منشیات انسانی زندگی کا خوبصورتی کے دبیز پردوں میں چھپا ایک خطرناک دوست ہے جو وقتی طور پر اپنے استعمال کرنے والے کو لذت وسرور کی چسکیاں تو محسوس کراتا ہے لیکن درِ پردہ وہ اس کا خون چوس رہا ہوتا ہے۔

اب ہم ان ذکر کردہ شرعی مقاصد کو منشیات کے تناظر میں جانچتے ہیں چنانچہ آپ سب حضرات کو بخوبی معلوم ہے کہ شریعت میں انسانی جان ونفس کی حفاظت کا امر مؤکد فرمایا گیا ہے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔"ولا تلقوا بأیدیکم الی التھلکة" کہ تم اپنی جانوں کو (ہاتھوں ہاتھ) ہلاکت میں نہ ڈالو۔ جبکہ منشیات کا لینا اپنی زندگی کے قیمتی اثاثے کو داؤ پر لگانا ہے۔ یہ ہلکے ہلکے انسان کو مختلف بیماریوں کے شکنجے میں کس کر موت کے منہ میں دے دیتی ہے، معاشرے میں پھیلی ہوئی بیماریاں مثلاً نظام تنفس کی تباہی، پھیپھڑے کا کینسر، گلے کا کینسر، نمونیا، ضیق دم، دل کا انجماد، اچانک موت، خون کی نالیوں کا جماؤ اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی معذوری، دورانِ خون کی خرابی اور اس کا انجماد، نظام ہضم کا تعطل، ہونٹ، نرخرہ، آنت اور انفراس کا کینسر وغیرہ اور حاملہ عورت اور اس کے بچے میں پیدا ہونے والی تمام خرابیاں اس منشیات کا سیاہ نتیجہ ہیں ان کا سبب بننے والی تمام اشیاء شرعاً ناجائز وحرام ہیں اسی طرح شریعت نے جس دوسری چیز کی حفاظت کا حکم دیا ہے وہ عقل ہے اگر عقل نہیں تو انسان مانند حیوان ہے جسے شریعت نے غیر مکلّف قرار دے کر عام انسانوں سے الگ کر دیا ہے یہ منشیات انسان کو اس حیوانیت کی طرف گھسیٹ کر کھینچ لیتی ہے پھر یہ انسان اپنے کیئے کی وجہ سے غیر مکلّف تو نہیں بن جاتا لیکن وہ سارے کام ان پاگلوں کی طرح کرنے لگتا ہے جس کے لئے وہ عنداللہ مسؤل بھی ٹھہرتا ہے۔ عقل کو فوت اور ماؤف کرنے والی یہ منشیات انسان سے ماں باپ بہن بھائی، خاندان اور برادری کے تمام اقدار واحترام کو سلب کر لیتی ہے کہ جو کھلی ہوئی ناکامی اور نامرادی ہے۔

اسی طرح مال بھی ایک نعمت خداوندی ہے جس کو اچھے کاموں میں خرچ کرنے کا حکم ہے لیکن یہ منشیات اپنے اوپر جتنا مال صرف کرواتی ہے وہ سب تبذیر واسراف ہے جو کہ شرعاً ناجائز ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ یہ اسراف کرنے والے اور اپنے مال کو بیجا لٹانے والے شیاطین کے بھائی اور اس کے خاندان وقبیلے میں سے ہیں۔ اس کے دینی وشرعی قبائح بے شمار ہیں نشہ کرنے والا شرعی اوامر سے پہلو تہی اور منکرات کا خوگر ہوا کرتا ہے وہ عبادت کے قریب بھی کیوں کر جا سکتا ہے جبکہ باری تعالیٰ نے حکم دے رکھا ہے"لا تقربوا الصلوٰة وانتم سکاریٰ" نشے میں دھت تم عبادت کے قریب بھی مت جاؤ۔ یہ بالکل عیاں ہے کہ منشیات کو اپنی روزمرہ خوراک کا درجہ دینے

والے لازماً چور اور ڈاکو ہوا کرتے ہیں چاہے وہ روڈوں پر پھرتے ہوئے چرسی و ہیروئنچیوں کی شکل میں ہوں یا سوٹ بوٹ میں ایئر کنڈیشنڈ آفس میں ہوں۔ بلکہ روز مرہ کے دلدوز عصمت دریوں کے واقعات بھی اس لعنت کا نتیجہ ہیں۔ غرض یہ ہے منشیات ایک ایسی وبا ہے جو شریعت کے بتائے ہوئے تمام مقاصد کی ضد ہے اور معاشرے کی مہلک بیماری ہے اور ان تمام انسانوں کو بے کام اور معاشرے پر بوجھ بنادینے والی ہے جو کسی نہ کسی درجے میں اپنی قوم اپنے وطن اپنے اہل وعیال کے خبر گیر و خیر خواہ بن سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ معاشرے کو اس گندگی سے پاک فرمائے۔ آمین۔

ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جہنم میں لے جانے والے اس عمل یعنی منشیات سے دور رہنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔
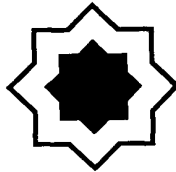
جہنم میں لے جانے والا نواں عمل

جھوٹ بولنا

سچ اور جھوٹ قرآن وحدیث کی روشنی میں

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''سچ کو لازم پکڑو اس لیے کہ سچ نیکی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے، اور انسان سچ بولتا ہے اور سچائی پر قائم رہنے کی کوشش کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ اللہ کے یہاں صدق لکھ دیا جاتا ہے، اور تم جھوٹ سے بچو اس لیے کہ جھوٹ برائی کی طرف لے جاتا ہے اور برائی جہنم کی آگ تک پہنچاتی ہے، اور انسان جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ کے پیچھے پڑا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے یہاں کذاب وجھوٹا لکھ دیا جاتا ہے''۔ (بخاری ومسلم)

(ف)......صدق وسچائی کا مطلب یہ ہے کہ بات واقع وحقیقت کے مطابق ہو، اور انسان سے اس کا عقیدہ وعمل اور قول وفعل میں مطالبہ کیا گیا ہے، اور سچے بولنے والا جنت میں نیک لوگوں میں ہوگا اور ایک دوسرے کے سامنے تخت پر بیٹھے ہوں گے، ان کے چہرے تروتازہ ہوں گے اور ان کی کتاب علیین میں ہوگی فرمایا: (یُسقونَ من رَّحیقٍ مّختومٍ ختامهُ مسک وَ فی ذٰلکَ فلیتنَا فسِ المتنَا فسونَ)۔ (المطففین:۲۵)

''اور انہیں پینے کو شراب خالص ملے گی جس پر مشک کی مہر ہوگی اور ایسی ہی چیز کی حرص کرنا چاہیے حرص کرنے والوں کو''۔

امام غزالی ''احیاء العلوم'' میں لکھتے ہیں: واضح رہے کہ صدق (سچائی) کا لفظ چھ معانی میں مستعمل ہوتا ہے۔ گفتگو میں سچائی، نیت وارادے میں سچائی، عزم میں سچائی، عزم کے پورا کرنے میں سچائی، عمل میں سچائی، دین کے تمام احکام میں اپنے کو سچا ثابت کرنا، لہٰذا جو شخص ان تمام چیزوں

میں صدق وسچائی سے متصف ہوگا وہ صدیق شمار ہوگا، اس لیے کہ لفظ صدیق صدق میں مبالغے کا صیغہ ہے، اس کا عکس کذب وجھوٹ ہے، جس سے متصف شخص ناپسندیدہ ومبغوض ہوتا ہے، اور فاسق وفاجر کہلاتا ہے، اور فاجر لوگ جہنم میں ہوں گے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''بے شک بدکاروں کا نامۂ عمل سجین میں رہے گا''۔ (المطففین)

ان کا کھانا زقوم ہوگا اور پینے کیلیے ان کو گرم پانی ملے گا، قیامت کے روز یہی ان کی مہمانی ہوگی۔

یاد رکھیئے آپ جب کسی چیز کے ساتھ متعلق ہوں گے اور اسے اپنائیں گے خواہ وہ حق ہو یا باطل تو آپ اسی کے ذریعے پہچانے جائیں گے، اگر وہ قابل تعریف چیز ہے تو اس کے ذریعے آپ کی مدح سرائی ہوگی، اور اگر وہ قابل مذمت ہے تو اس کے ذریعے آپ کی مذمت ہوگی، اور شریف اور اچھے آدمی کی جس بہترین وصف سے تعریف کی جاسکتی ہے وہ ہے گفتگو میں سچائی اور جھوٹ سے بچنا، اور یہ ایک ایسی چیز ہے جس میں مسلمان وکافر ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں اور دیندار وملحد ایک دوسرے سے آگے بڑھتے ہیں، اس لیے کہ سچائی کی وجہ سے انسان کی قدر ومنزلت بلند ہوتی ہے اور مخلوق میں بلند درجہ حاصل ہوتا ہے۔

اصلاح معاشرہ اور اسلام نامی کتاب میں لکھا ہے کہ حضرت وہب بن منبہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا: میں نے توراۃ کے حاشیے پر بائیس باتیں لکھی دیکھیں، بنی اسرائیل کے صالحین ونیکوکاروں کی عادت یہ تھی کہ وہ یکجا اکٹھا ہوکر انہیں پڑھتے پڑھاتے تھے، وہ باتیں یہ ہیں: کوئی خزانہ علم سے زیادہ نفع بخش نہیں، اور کوئی مال حلم وبردباری سے زیادہ سودمند نہیں، اور غصہ سے زیادہ کمتر کوئی عادت نہیں، اور عمل سے زیادہ مزین کوئی ساتھی نہیں، اور جہالت سے بڑھ کر کوئی برا رفیق نہیں، اور تقویٰ سے بڑھ کر کوئی شرف نہیں، اور خواہشات کے چھوڑنے سے زیادہ بہتر کوئی کرم نہیں، اور اللہ کی وحدانیت وغیرہ میں غور وفکر سے افضل کوئی عمل نہیں، اور کوئی نیکی صبر سے زیادہ بڑی نہیں، اور تکبر سے زیادہ رسوا کن کوئی برائی نہیں، اور نرمی ورفق سے زیادہ اچھی کوئی دوا نہیں، اور بد اخلاقی سے زیادہ تکلیف دہ کوئی بیماری نہیں، اور حق سے زیادہ سچا کوئی پیغامبر وقاصد نہیں، اور کوئی دلیل سچائی سے زیادہ نصیحت وخیرخواہی کرنے والی نہیں، اور طمع سے زیادہ ذلیل کرنے والا کوئی فقر و

فاقہ نہیں، اور مال جمع کرنے کی ہوس سے زیادہ بد بخت بنانے والی کوئی مالداری نہیں، اور صحت سے زیادہ اچھی کوئی زندگی نہیں، اور عفت و پاکدامنی سے زیادہ پرسکون کوئی زندگی نہیں، اور خشوع و خضوع سے زیادہ بہتر کوئی عبادت نہیں، اور قناعت سے بہتر کوئی زہد وتقویٰ نہیں، اور خاموشی سے بہتر کوئی حفاظت کرنے والا چوکیدار نہیں، اور کوئی غائب چیز موت سے زیادہ قریب نہیں ہے۔

(اصلاح معاشرہ اسلام)

سچائی کے ثمرات

جو شخص سوال و جواب، اور حکم دینے اور منع کرنے، اور تلاوت و ذکر، اور لینے دینے میں صدق وسچائی کو اختیار کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں بھی اور لوگوں میں بھی معتمد و محترم اور محبوب ہوگا، سچی گواہی دے گا اور عدل وانصاف پر مبنی فیصلہ کرے گا، اس کے ساتھ معاملہ نفع کا سودا ہو گا، اور اس کی صحبت و مجالست برکت کا ذریعہ ہوگی، اور جو شخص معاملہ میں سچا ہوگا وہ ریاکاری اور شہرت و دکھاوے سے دور ہوگا، وہ جو کام کرے گا وہ بھی اللہ کی رضا کے حصول کے لیے، اور جو چیز چھوڑے گا وہ بھی اللہ کی خوشنودی کے لیے، اس کی نماز وروزہ اور زکوٰۃ وحج، اور تعلق وقطع تعلق، اور خاموشی و بولنا، اور حرکت وسکون سب کا سب اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہوگا۔

وہ اگر کسی کے ساتھ احسان کرے گا تو اس سے اس کا مقصد نہ کسی کو دھوکہ دینا ہوگا نہ مکاری، اور وہ اللہ کے سوا کسی سے نہ جزاء و بدلہ کا امیدوار ہوگا نہ شکریئے کا، وہ حق بات کہے گا خواہ کتنی ہی کڑوی کیوں نہ ہو، اور حق بات کہنے میں وہ نہ کسی عظیم ہستی کی بڑائی کی پرواہ کرے گا اور نہ کسی مخلوق کے جبر واستبداد اور پکڑ وگرفت کی، اس کا یہ طرزِ عمل اس کی رہنمائی نیکی کی طرف کرے گا، اور نیکی اس کو جنت تک پہنچادے گی، اور دنیا وآخرت میں صدیقین میں سے بنادے گی، جو شخص بھی اس کے ساتھ اٹھے بیٹھے گا وہ اس پر بھروسہ کرے گا، اور اپنی جان ومال اور اہل وعیال کے سلسلہ میں اعتماد کرے گا، لوگ اس کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے رہنے سہنے اور رشتہ داری وقرابت داری کے خواہشمند ہوں گے، وہ زندوں کا امین اور مردوں کا وصی، اور ودیعتوں اور امانتوں کا محافظ، اور حقداروں کو ان کا حق دلانے والا ہوگا۔

اور جو شخص ان صفات کا مالک ہو تو پھر ہم پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ جب وہ بات کرے تو ہم اس کی تصدیق کریں، اور اس کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کریں جسے وہ پسند کرتا ہو، تا کہ اچھائی و فضیلت اور مکارمِ اخلاق پر ہم اس کی حوصلہ افزائی کریں، اور اسے مجبوراً جھوٹ بولنے پر مجبور نہ کریں یا بادل ناخواستہ اسے منافقوں کی صفات اختیار کرنے پر آمادہ نہ کریں، حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو شخص لوگوں کے ساتھ تین باتیں اختیار کرے تو لوگوں پر بھی لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ تین باتیں اختیار کریں، وہ شخص جو ان سے بات کرے تو سچ بولے، اور جب وہ ان کے پاس امانت رکھائیں تو وہ اس میں خیانت نہ کرے، اور جب ان سے وعدہ کرے تو وعدہ پورا کرے، تو ایسے شخص کا لوگوں پر یہ حق ہے کہ وہ اس سے دل سے محبت رکھیں، اور زبان سے اس کی مدح سرائی کریں، اور اس کی معاونت و امداد کرتے رہیں۔

حضرت لقمان حکیم سے کسی نے پوچھا کہ کیا آپ فلاں قوم کے غلام نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! پوچھا گیا کہ پھر آپ اس عظیم مرتبہ تک کیسے پہونچے؟ انہوں نے فرمایا: اللہ کے تقویٰ اور خوف و ڈر اور گفتگو میں سچائی و صدق اختیار کرنے اور امانت ادا کرنے اور لایعنی (بے فائدہ چیزوں) کے چھوڑنے کے ذریعے سے۔ جو مؤمن اللہ کے اخلاق اپنائے گا اور رسول اللہ ﷺ کے نقش قدم پر چلے گا وہ نہ خود جھوٹ بولے گا نہ کسی کی تکذیب کرے گا اور وہ خیر و بھلائی کی بات ہی کہے گا، آج ہم ایک ایسے زمانے میں رہ رہے ہیں جس کے بسنے والوں میں جھوٹ کا دور دورہ ہے اور آج کل کے لوگ سچے آدمی کا مذاق اڑاتے ہیں اور اس کے ساتھ جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اور اس کے خلاف جھوٹی گواہی دیتے ہیں، اور اس سچے شخص کو سچائی کے بجائے جھوٹ بولنے اور نیکی کے بعد برائی و گناہ پر مجبور کرتے ہیں، اور جو شخص خود بھیڑیا نہ بنے اسے بھیڑیئے ہڑپ کر جاتے ہیں، اور جو بھیڑیا بنے گا وہ جہنم کی آگ میں داخل ہوگا۔

آج کے دور میں آپ بہت سے کافروں، بت پرستوں کو گفتگو و معاملات اور اصولوں میں نہایت سچا پکا پائیں گے اور اس سچائی کے اختیار کرنے کی وجہ سے وہ اپنے اغراض و مقاصد میں خوب کامیاب ہیں، اور لوگوں کو ان پر بھرپور اعتماد ہے اور اس کے برعکس ہمارے مسلمان بھائیوں کی حالت اس سے بالکل مختلف ہے، غیر مسلموں نے ہمارے دین کی ہر اچھائی و فضیلت کو اختیار کر لیا

اور ہم نے ان کی ہر برائی اور ذالت کو اپنالیا ہے جبکہ قرآن کریم اور سنت نبویہ ہمیں سچائی وصدق پر ابھار رہی ہے، اور سچ کو اختیار کرنے پر ہمیں وہ دین اسلام رغبت دلا رہا ہے جس کے عظیم نبی کی ممتاز ترین صفت بلکہ ان کے نبی بننے سے قبل ہی ان کا لقب صادق ومصدوق اور امین تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و پیروی کے سب سے زیادہ حقدار وہ علماءِ دین ہیں جو انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے وارث ہیں، کاش وہ اپنی باتوں میں سچے ہوتے اور جو وعظ و نصیحت اور دعوت وتبلیغ کا کام کرتے ہیں اس میں سچے ہوتے اور اللہ کی حدود کی پاسبانی کرتے اور کسی حرام کو حلال یا حلال کو حرام کر کے یا ظالم کی مدد یا مظلوم کی امداد سے ہاتھ کھینچ کر ان حدود کو نہ توڑتے، اور کاش یہ علماءِ کرام وہ مداہنت ومجاملت اور چاپلوسی چھوڑ دیتے جس کی وجہ سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام معطل ہو رہا ہے، اور جسکی وجہ سے ان میں سے بعض اپنی حرکتوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے درج ذیل ارشاد کے ضمن میں داخل ہو گئے ہیں، فرمایا سورۃ قلم میں کہ!

تو آپ تکذیب کرنے والوں کا کہنا نہ مانیۓ یہ لوگ تو یہی چاہتے ہیں کہ آپ ڈھیلے پڑ جائیں تو یہ بھی ڈھیلے پڑ جائیں اور آپ ایسے شخص کا بھی کہنا نہ مانیے گا جو بڑا قسمیں کھانے والا ہے ذلیل ہے طعنہ باز ہے چلتا پھرتا چغلخور ہے نیک کام سے روکنے والا ہے حد سے گزرنے والا ہے سخت گناہگار ہے سخت مزاج ہے اس کے علاوہ بدنسب بھی ہے اس نظر سے کہ وہ مال اور اولاد والا بھی ہے جب ہماری آیتیں اس کے سامنے پڑھی جاتی ہیں، تو وہ کہتا ہے کہ یہ تو اگلوں کے خرافات ہیں۔

(سورۃ قلم)

سچائی ہی میں حقیقی نجات ہے

اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سچائی کو اختیار کرو چاہے تمہیں اس میں ہلاکت ہی کیوں نہ معلوم ہو، اس لیے کہ حقیقی نجات اسی میں ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے فرمایا: اس چیز کو چھوڑ دو جو تمہیں شک میں ڈالتی ہے اور اسے اختیار کرو جو شک میں نہیں ڈالتی، اس لیے کہ سچائی طمانیت واطمینان کا ذریعہ ہے اور جھوٹ شک و شبہ کا۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے، آپ نے وضو کا پانی منگوایا، اور برتن میں ہاتھ ڈال کر اس سے پانی نکالا اور وضو کیا، ہم نے بھی آپ کی پیروی کی اور ہم نے بھی چلو بھر کر پانی نکالا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: تمہیں اس کام پر کس نے آمادہ کیا؟ ہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت نے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم یہ پسند کرتے ہو کہ تم سے اللہ اور اس کا رسول ﷺ محبت کرے تو اگر تمہارے پاس امانت رکھائی جائے تو اسے ادا کرو، اور جب بات کرو تو سچ بولو، اور اپنے پڑوسی کے ساتھ پڑوسی کا حق ادا کرو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ سب سے بہتر شخص کون ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ شخص جو صاف دل اور سچی زبان والا ہو، صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ سچ بولنے والے کو تو ہم جانتے ہیں لیکن قلبِ مخموم (صاف دل) سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ پاکیزہ وصاف ستھرا دل جس میں نہ گناہ ہو نہ زیادتی و بغاوت اور حقد وحسد، صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ پھر اس کے بعد کس کا درجہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ جو دنیا سے نفرت کرے اور آخرت سے محبت رکھے۔

جھوٹ اور اس کا انجام

انسان جتنا زیادہ جھوٹ بولتا ہے اور خلاف واقع بات کرتا ہے اتنا ہی مخلوق اور خالق کے یہاں جھوٹا مشہور ہوتا ہے پھر نہ اس کی کوئی حیثیت ہوتی ہے، اور نہ کوئی شخص کسی چیز کے بارے میں اس پر اعتماد کرتا ہے، اگر وہ عالم ہوتا ہے تو اس کے قلم و زبان متہم ہوتے ہیں، اور اگر تاجر تو ناپ تول میں متہم ہوتا ہے، اور اگر کارخانہ دار ہوتا ہے تو پیداوار اس کے معیار میں متہم ہوتا ہے، اور اگر طبیب ہوتا ہے تو اپنے پیشے و ہنر میں متہم ہوتا ہے، اور اگر وکیل ہوتا ہے تو اپنی امانتداری اور صحیح کام کرنے میں متہم ہوتا ہے اس لیے جھوٹ بولنے والا اس سے پہلے کہ کسی اور پر ظلم کرے خود اپنے اوپر ہی ظلم کرتا ہے اور خصوصاً اس وقت جب وہ مستقل جھوٹ بولتا رہے اور آسمان و زمین میں جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔

ارشاد ربانی ہے کہ "اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ خود انہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے۔

(سورۂ نحل)

جھوٹ جن آفات کا ذریعہ بنتا ہے وہ کتنی بُری ہیں، اور جھوٹ کی وجہ سے جھوٹا شخص جس لعنت، پھٹکار اور گناہ کا مستحق ہوتا ہے جو اس کو دوزخ اور بُرے ٹھکانے تک پہنچاتے ہیں وہ کیسا دردناک ہے جھوٹ سب کا سب حرام اور گندہ فعل ہے، اور جھوٹ کسی موقع پر بھی جائز قرار نہیں دیا گیا سوائے جنگ کے، اور جنگ تو مد مقابل کو فریب دینے ہی کا نام ہے، اسی طرح مسلمانوں میں صلح صفائی کے لیے اور غصب شدہ حق یا لوٹی ہوئی چیز حاصل کرنے کے لیے جھوٹ بولنے میں کوئی حرج نہیں چنانچہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے جابر بادشاہ کے سامنے اپنی بیوی حضرت سارہ کے بارے میں یہ کہا تھا کہ وہ ان کی بہن ہیں، اسی طرح جب ان کی قوم نے انہیں بتوں کے میلے میں شرکت کی دعوت دی تو انہوں نے فرمایا کہ میں بیمار ہوں۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ وہ شخص جھوٹا نہیں ہے جو دو آدمیوں میں صلح کرانے کے لیے خیر کی بات کہے یا خیر کی بات ایک دوسرے کو پہنچائے، حضرت ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سوائے تین موقعوں کے جھوٹ کی اجازت دیتے ہوئے نہیں دیکھا: کوئی شخص اصلاح کی خاطر جھوٹ بولے، یا کوئی شخص جھوٹ میں جھوٹی بات کہے یا یہ کہ انسان اپنی بیوی کو خوش کرنے کے لیے اس سے جھوٹ بولے اور عورت اپنے شوہر کو خوش کرنے کے لیے اس سے جھوٹ بولے، میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض مقامات پر جھوٹ سچ سے بہتر ہوتا ہے، اس لیے کہ آپ ہی بتلایئے کہ اگر کوئی شخص کسی کو قتل کرنے کے لیے اس کے پیچھے تلوار لیکر بھاگے اور وہ شخص کسی کے گھر میں گھس جائے اور پھر آپ سے وہ شخص پوچھے کہ تم نے فلاں شخص کو دیکھا ہے، تو بتلایئے ایسے موقعہ پر آپ کیا کہیں گے؟ کیا آپ اس سے یہ نہیں کہیں گے کہ میں نے اس شخص کو نہیں دیکھا ہے؟ اس موقعہ پر آپ اس سے سچ بات قطعاً نہیں کہیں گے، اور اس موقعہ پر آپ پر جھوٹ بولنا واجب ہے۔ حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ جس رات اسلام لائے اس رات غزوۂ خندق کے موقعہ پر کافروں کی جماعتوں کو تتر بتر کرنے لیے انہوں نے جس سیاست سے کام لیا اور جھوٹ بولے وہ موقعہ معروف ہے انہوں نے ایک طرف قریش سے جھوٹ بولا اور

دوسری طرف بنوقریظہ والوں سے، اور تعریض وکنایہ میں جھوٹ سے چھٹکارا حاصل کرنے کا راستہ ہے، اور سچے مؤمن کو یہ خوب معلوم ہوتا ہے کہ بعض مشکل موقعوں اور سخت مراحل میں انسان تعریض وکنایہ کے ذریعے جھوٹ سے کس طرح بچ سکتا ہے، محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ گفتگو وکلام میں عقلمند آدمی کے لیے اتنی وسعت ہے کہ انسان کو جھوٹ کی ضرورت ہی نہ پڑے، البتہ مقدمات وغیرہ میں حاکم وصاحب حق کی نیت کا اعتبار ہوتا ہے، لیکن بہر حال کسی کے حق کو ختم کرنے یا جو چیز اپنی نہ ہو اس کے لیے جھوٹ بولنا قطعاً جائز نہیں ہے، بندہ کہتا ہے کہ زیادتی کرنے والے مدعی کی حجت ودلیل ختم کرنے کے لیے جھوٹ بولنا اور ایسے موقعہ پر غلط بیانی جائز ہے جہاں پر حجت وبرہان اور دلیل فائدہ ونفع نہ پہنچا رہی ہو۔

جھوٹ بولنا بچوں کے ساتھ بھی جائز نہیں

بچوں کے ساتھ بھی جھوٹ بولنا مناسب نہیں ہے اور نہ یہ درست ہے کہ آپ انہیں کچھ دینے کا وعدہ کریں اور پھر وہ چیز ان کو نہ دیں تاکہ وہ بھی اس بُری خصلت کے عادی نہ بنیں اور جھوٹ بولنے اور وعدہ خلافی میں اپنے والد کی اقتداء نہ کریں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا ایک عورت اپنے بیٹے کو بلا رہی ہے اور اس سے کہہ رہی ہے آجاؤ میں تمہیں دے دوں؟ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تم اسے کیا دینا چاہتی ہو۔ انہوں نے کہا اسے کھجور دوں گی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بات یہ ہے کہ اگر تم اسے کھجور نہ دیتیں تو تمہارے اعمال نامے میں ایک جھوٹ لکھ دیا جاتا۔

شادی والی رات عورتیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو لیکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، آپ نے ان کے سامنے دودھ پیش کیا تو ان میں سے بعض نے کہا: ہمارا دل نہیں چاہ رہا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ محسوس کرلیا کہ وہ بھوکی ہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے اوپر جھوٹ اور بھوک کو جمع نہ کرو، اور جو شخص تھوڑا سا جھوٹ بولتا ہے اس کے لیے زیادہ جھوٹ بولنا بھی آسان ہو جاتا ہے، اور انسان اور برائی وگناہ کے درمیان صرف ایک پہلے قدم کا فاصلہ ہوتا ہے اور اوپر سے نیچے کی طرف گرنا بہت آسان ہے لیکن اوپر کی طرف چڑھنا بہت مشکل ہے اور سب سے مشکل ترین کام ہر بات میں سچ بولنا ہے۔

جھوٹ کی مذمت اور اس سے روکنے وڈرانے کے سلسلے میں بے شمار احادیث وارد ہوئی ہیں اوران میں سب سے سخت وہ حدیث ہے جس میں آتا ہے کہ ایک سائل نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کیا مؤمن زِنا کرتا ہے؟ آپ نے ارشادفرمایا: کبھی ایسا ہو جاتا ہے، اس شخص نے پوچھا: اے اللہ کے نبی کیا مؤمن جھوٹ بولتا ہے؟ تو آپ نے ارشادفرمایا: جی نہیں، پھر اس کے بعد آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا درج ذیل فرمان مبارک پڑھا۔(انّما یفترِی الکذبَ الّذینَ لَا یؤمنُونَ بآیَاتِ اللّٰہِ وَ اولٰئک ھمُ الکاذِبونَ) (النحل:۱۰۵)

''جھوٹ افتراء کرنے والے تو بس یہی لوگ تو ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے اور یہی لوگ پورے پورے جھوٹے ہیں''۔

(جستہ جستہ از اصلاح معاشرہ اور اسلام)

جھوٹ بولنے اور جھوٹی گواہی دینے سے متعلق وعیدات

جھوٹ کیا ہے؟ یہ کہ جان بوجھ کر خلافِ واقعہ بات بیان کرنا۔ جھوٹ بولنے والا آدمی بظاہر غلط بیانی کر کے اپنا کوئی وقتی فائدہ حاصل کر لیتا ہے یا کسی نقصان سے بچ جاتا ہے، لیکن جب اس کے جھوٹ کا پول کھل جاتا ہے تو اسے انتہائی شرمندگی اور رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور معاشرے کا ہر شریف اور عزت دار فرد اس سے نفرت کرنے لگتا ہے۔ پھر جب اس کی دروغ گوئی کا چرچا ہو جائے تو نہ صرف یہ کہ اس کی سچی بات پر بھی کوئی اعتماد نہیں کرتا، بلکہ اسے ''جھوٹے اور کذاب'' کا لقب مل جاتا ہے، جو کسی عقلمند کے نزدیک قابل فخر لقب نہیں۔ معاشرے میں ہمیں ایسے لوگ بھی دستیاب ہو جائیں گے کہ ان کے جھوٹے کردار کی وجہ سے ان کے گھر والے بھی ان کی بات پر اعتماد نہیں کرتے۔ اس سے بڑی معاشرتی رسوائی کسی انسان کے لیے اور کیا ہوگی؟

آخرت میں ملنے والی شدید ترین سزا کے علاوہ جھوٹا آدمی دنیا میں خدائی نعمت ''صراط مستقیم'' پانے کا مستحق نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انَّ اللّٰـہَ لا یھدِی مَن ھوَ مسرِف کذاب ۝

(سورۃ غافر)

''اللہ کسی ایسے شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو حد سے گزر جانے والا اور کذاب (یعنی بہت زیادہ اور مستقل جھوٹ بولنے والا) ہو''۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے جھوٹ سے منع کرتے ہوئے فرمایا: **وَلا تقفُ مَا ليسَ لكَ بهِ عِلم.** ''اور کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہ ہو''۔

ایمان لانے کے بعد خواہ مخواہ ڈینگیں مارنے، بڑے بڑے دعوے کرنے اور کچھ کئے کرائے بغیر سستی شہرت سمیٹنے والوں کو ڈانٹتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، تم کیوں وہ بات کہتے ہو جو کرتے نہیں؟ اللہ کے نزدیک یہ سخت ناپسندیدہ حرکت ہے کہ تم کہو وہ بات جو کرتے نہیں''۔ (سورۃ صف)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ کو ایمان کے منافی اور نفاق کی علامت قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ''جس شخص کے اندر چار عادتیں ہوں وہ پکا منافق ہے اور جس شخص کے اندر ان میں سے ایک عادت ہو تو اس میں نفاق کی ایک عادت ہے، جب تک وہ اسے چھوڑ نہ دے۔ (اور نفاق کی وہ چار عادتیں یہ ہیں) (۱) جب اسے امین بنایا جائے تو خیانت کرے (۲) جب بات کرے تو جھوٹ بولے (۳) جب عہد کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے (۴) اور جب جھگڑا کرے تو گالی گلوچ بکے''۔ (بخاری شریف)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نوجوان صحابہ میں سے تھے۔ بچپن اور جوانی بلکہ ساری عمر علم سیکھنے، سکھانے اور حدیث رسول ﷺ بیان کرنے میں گزری۔ آپ کا شمار فقہاءِ صحابہؓ میں ہوتا ہے۔ دور دور سے لوگ چل کر آتے اور آپ سے دینی مسائل دریافت کرتے تھے۔ ان سے ایک موقع پر چند حضرات نے دریافت کیا کہ کچھ لوگوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا'' جب اپنے اپنے افسروں یا امیروں کے پاس جاتے ہیں تو ان کی تعریف کرتے ہیں اور جب وہاں سے نکل آتے ہیں تو پھر ان سے متعلق ایسی ویسی باتیں کرتے تھے''۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم ایسی حرکت کو منافقت میں شمار کرتے تھے''۔ (بخاری شریف)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنا خواب بیان فرمایا اور بتایا کہ آج رات خواب

میں، میں نے فلاں فلاں قسم کے مجرم کا یہ حال دیکھا۔ جھوٹ بولنے والے کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ "ہم ایک آدمی کے پاس آئے جو گدّی کے بل چت لیٹا ہوا تھا اور دوسرا آدمی اس کے اوپر کھڑا ہوا تھا جس کے ہاتھ میں لوہے کی آنکس تھی (درانتی اور ہنسوا جیسا آلہ جو ذرا چھوٹا ہوتا ہے)۔ (کیا دیکھتا ہوں) کہ وہ لیٹے ہوئے آدمی کے ایک طرف آتا ہے اور جبڑے کو گدی تک چیر دیتا ہے، اور اس کے نتھنے کو بھی گدی تک چیر دیتا ہے، اور اس کی آنکھ کو گدی تک چیر دیتا ہے۔ پھر وہ دوسری طرف جاتا ہے اور وہاں بھی اسی طرح کی چیر پھاڑ کرتا ہے۔ اور ابھی وہ دوسری طرف سے فارغ بھی نہیں ہو پاتا کہ پہلی جانب اپنی اصلی شکل پر پلٹ آتی ہے (یعنی صحیح وسالم ہو جاتی ہے) وہ آدمی اس جانب کی دوبارہ چیر پھاڑ کرتا ہے جس طرح اس نے پہلے چیر پھاڑ کی تھی (گویا یہ معاملہ اسی طرح چلتا رہتا ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے کہا سبحان اللہ! ان دونوں کا کیا ماجرا ہے؟ دونوں فرشتوں نے مجھے بتایا: یہ آدمی گھر سے نکلتا تو کوئی ایسا جھوٹ بولتا جو دور دور تک پھیل جاتا"۔ (بخاری شریف)

جھوٹ صرف یہی نہیں ہوتا کہ انسان اپنی طرف سے غلط بیانی کرے، بلکہ یہ بھی جھوٹ ہے کہ ہر سنی سنائی بات جس کا نہ کوئی سر ہو نہ کوئی پیر آگے بیان کر دے۔ انسان کو بلا تحقیق بات نہیں کرنی چاہیے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جھوٹ شمار کیا ہے۔ فرمایا: کَفٰی بِالْمَرْءِ کذبًا ان یحدّث بکلِّ ما سمعَ۔ (مسلم شریف)

"کسی انسان کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ ہر سنی سنائی بات آگے بیان کرے"

عام معاملات کا جھوٹ کسی وقت پکڑا جا سکتا ہے، اس لیے بعض لوگ بطور احتیاط اس سے پرہیز کرتے ہیں۔ اور جو جھوٹ پکڑا نہ جا سکتا ہو اسے بیباکی سے بیان کرتے ہیں۔ مثلاً جھوٹا خواب بیان کرنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹا خواب بیان کرنے کے بارے میں شدید وعید فرمائی ہے۔ ارشاد ہوا کہ "جس آدمی نے بن دیکھے جعلی اور فرضی خواب بیان کیا، روز قیامت اسے جَو کے دو دانوں کے درمیان گانٹھ لگانے پر مجبور کیا جائے گا۔ اور وہ ہرگز ایسا نہ کر سکے"۔

(بخاری شریف)

دوسرے موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ آدمی وہ

خواب بیان کرے جو اس نے دیکھا ہی نہیں ہے"۔

رزقِ حلال کمانا ہر انسان پر نماز روزے کی طرح فرض ہے۔ بذریعہ تجارت رزق حلال کمانا بہت بڑے درجے اور مقام کی بات ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سچے اور نیک تاجر کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ "سچا اور ایماندار تاجر (قیامت کے روز) نبیوں، صدیقوں، اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا"۔ (ترمذی شریف)

لیکن اس قدر عظیم مقام اور قابل احترام ذریعہ روزگار کو اگر کوئی نادان جھوٹی قسموں اور غلط بیانی کے ذریعے ضائع کر دے تو یقیناً انتہائی بد قسمتی کی بات ہے۔ اگر سچا اور امین تاجر نبیوں، صدیقوں اور شہداء کا ساتھی ہے تو غلط بیانی کرنے والا اور جھوٹی قسمیں کھانے والا تاجر اللہ کی مبغوض ترین مخلوق ہے۔ بلکہ انتہائی خسارے اور گھاٹے کا سودا ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ "روز قیامت اللہ تعالیٰ تین آدمیوں سے بات نہیں کرے گا، نہ ہی ان کی طرف نگاہِ رحمت فرمائے گا، اور نہ ہی انہیں گناہوں سے پاک کرے گا، بلکہ ان کے لیے دردناک عذاب ہو گا۔ ایک وہ آدمی جس کے پاس صحرا میں زائد از ضرورت پانی موجود تھا اور اس نے راہی مسافر کو اس کے استعمال سے روک دیا اور ایک وہ آدمی جس نے عصر کے بعد سودا بیچا اور اللہ کے نام کی قسم کھا کر گاہک سے کہا کہ میں نے تو خود اتنے کا خریدا ہے، حالانکہ وہ جھوٹ بول رہا تھا۔ لیکن گاہک نے اعتبار کر کے اس سے لے لیا۔ اور ایک وہ آدمی جس نے امام (فرمانروائے وقت) سے صرف دنیوی غرض کے لیے بیعت کی۔ اگر امام نے اسے مطلوبہ چیز دے دی تو وفا کرتا رہا اور اگر مطلوبہ چیز نہ ملی تو بگڑ بیٹھا"۔ (بخاری شریف)

جھوٹی قسمیں کھا کھا کر سودا فروخت کرنے والے تاجروں کے بارے میں ایک اور حدیث میں، جسے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "روز قیامت اللہ تعالیٰ تین قسم کے افراد سے بات نہیں کریں گے اور نہ ہی ان کی طرف نگاہِ رحمت سے دیکھیں گے اور نہ ہی انہیں گناہوں سے پاک کریں گے۔ ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو تین دفعہ دہرایا۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے کہا: "ایسے لوگ تو بہت گھاٹے اور خسارے میں رہے۔ آپ بتائیں تو سہی یہ کون لوگ ہیں؟"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ٹخنوں سے نیچے کپڑا رکھنے والا۔ نیکی کر کے احسان جتلانے والا۔ اور جھوٹی قسم کھا کر سودا بیچنے والا''۔ (مسلم شریف)

ہنسنے ہنسانے اور تفریح طبع کے لیے بھی جھوٹ بولنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت ناپسندیدہ تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ آج کے نام نہاد عاشقانِ رسولؐ اسے فن، آرٹ، کومیڈی، فنون لطیفہ، جدید تہذیب، ترقی اور ضرورتِ کلچر کا نام دیتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

''تباہی ہے بربادی ہے اس شخص کے لیے جو اس لیے جھوٹ بولتا ہے کہ وہ لوگوں کو ہنسائے، بربادی ہے اس کے لیے، اور بربادی ہے اس کے لیے''۔ (ابوداؤد شریف)

جس طرح ہنسنے ہنسانے کے لیے جھوٹ بولنا باعثِ بربادی ہے اس طرح محض کسی کو غصہ دلانے یا ذہنی طور پر پریشان کرنے کے لیے جھوٹ بولنا بھی بُری بات ہے، بلکہ بہت بڑا گناہ ہے۔

ایک عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: ''میری ایک سوکن ہے۔ اگر میرے خاوند نے مجھے کچھ نہ دیا ہو لیکن میں کہوں کہ اس نے مجھے فلاں فلاں چیز دی ہے تو کیا مجھے گناہ ہوگا؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جو چیز نہیں دی گئی ہے اس سے آسودہ حال ہونے کا اظہار کرنے والا ایسے ہی ہے جیسے کسی نے جھوٹ کے دو کپڑے پہن رکھے ہوں''۔

(بخاری شریف)

(یعنی وہ سر سے پیر تک جھوٹا ہے، یا سر سے پیر تک جھوٹ میں لپٹا ہوا ہے، کیونکہ اس زمانے میں دو کپڑوں میں ہی سر سے پیر تک پورا جسم لپیٹ لیا جاتا تھا۔)

جس آدمی کے جھوٹ کا اثر جس قدر زیادہ ہو وہ اسی حساب سے آخرت میں جواب دہی اور سزا کا بھی مستحق ہوگا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درج ذیل قول سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوتی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''روز قیامت اللہ تعالیٰ تین قسم کے آدمیوں کی طرف نگاہِ شفقت نہ فرمائیں گے اور نہ ہی انہیں گناہوں سے پاک کریں گے۔ اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا: بڑھاپے میں زِنا کرنے والا، بادشاہ ہوتے ہوئے جھوٹ بولنے والا، غریب ہوتے ہوئے تکبر اور گھمنڈ رکھنے والا''۔ (مسلم شریف)

حدیث پاک پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان تینوں انسانوں نے وہ کام کیے ہیں جو

ان کے حالات، ضروریات یا مقام سے بالکل مناسبت نہ رکھتے تھے۔ بوڑھا آدمی تو جائز شہوت سے بھی کنارہ کش ہورہا ہوتا ہے، کجا یہ کہ زِنا کرے؟ بادشاہ، سربراہ قوم یا لیڈر کو قوم کے لیے نمونہ اور اچھے اخلاق و کردار کا آئینہ ہونا چاہیے تھا، کجا یہ کہ وہ خود جھوٹ جیسی ذلیل اور نیچ حرکت کرے۔ غریب و نادار آدمی اور تکبر چہ معنی دارد؟ اسے تو تواضع، انکساری اور سنجیدہ روی سے زندگی نبھانے کی فکر کرنی چاہیے تھی۔ کہاں یہ غریبی اور کہاں یہ تکبر اور خرمستیاں؟ اسی لیے یہ لوگ ایسی سزا کے مستحق قرار دیئے گئے ہیں۔

جھوٹ کی مذکورہ بالا قسمیں سب کی سب گناہ ہیں اور یقیناً بہت بڑا گناہ ہیں۔ لیکن ان سب سے زیادہ خطرناک اور نتائج کے اعتبار سے سب سے زیادہ نقصان دہ جھوٹی گواہی دینا ہے، کیونکہ جھوٹی گواہی سے کسی معصوم کا خون بہہ سکتا ہے، کسی پاک دامن اور عزت دار شریف آدمی کی عزت کا اشتہار بنایا جا سکتا ہے اور مالی حقوق پر ڈاکہ ڈالا جا سکتا ہے، کیونکہ حاکم یا قاضی تو ہر جگہ موجود نہیں ہو سکتے، اور اگر موجود بھی ہوں تب بھی فیصلہ تو گواہوں کی بنیاد پر ہی ہوگا۔ چنانچہ فیصلے کی اصل جان گواہی ہوتی ہے۔ اگر گواہ جھوٹا ہو اور قاضی کو اس کے جھوٹ کا پتہ نہ چل سکے تو قاضی اس کی گواہی کی بنا پر فیصلہ دینے کا شرعاً اور عرفاً پابند ہے۔ لہٰذا غلط فیصلے کا اصل بوجھ صرف گواہ پر عائد ہو گا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے جھوٹی گواہی سے منع فرمایا، ارشاد ہوا کہ ''پس بتوں کی گندگی سے بچو اور جھوٹ بولنے سے پرہیز کرو''۔ نیک اور بھلے مانس بندوں کی تعریف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''اور (رحمٰن کے بندے وہ ہیں) جو جھوٹ کے گواہ نہیں بنتے، اور کسی لغو چیز پر ان کا گزر ہو جائے تو شریف آدمیوں کی طرح گزر جاتے ہیں''۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب چوٹی کے بڑے بڑے گناہ شمار کیے تو شرک اور والدین کی نافرمانی کے بعد سب سے بڑا گناہ جھوٹی گواہی کو قرار دیا۔ فرمایا کہ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دفعہ دریافت فرمایا: ''کیا میں تم کو بڑے بڑے گناہوں میں سے سب سے بڑے گناہ نہ بتادوں''؟ ہم نے کہا: ضرور ضرور یا رسول اللہ! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، جھوٹی گواہی دینا اور جھوٹ بولنا''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگائے ہوئے تھے کہ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور اس آخری بات کو اتنی بار دہرایا کہ ہم دل ہی دل میں

تمنا کرنے لگے، اے کاش آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموشی اختیار فرمالیں"۔ (بخاری شریف)

صرف یہی نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹی گواہی کو شرک کے برابر قرار دیا ہے، کیونکہ شرک اگر اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سب سے بڑا ظلم ہے تو جھوٹی گواہی بندوں کے حقوق میں سب سے بڑا ظلم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اَیُّھَا النَّاس! عدلت شھادۃُ الزّورِ بالاشراکِ باللّٰہِ"۔ ثمّ قرءَ رسولُ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم :"فاجتنبُوا الرّجسَ منَ الاوثانِ وَاجتنبُوا قولَ الزّورِ"۔ (سورت الحج)

"اے لوگو! جھوٹی گواہی شرک کے برابر کا گناہ ہے"۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ الحج کی آیت ۳۰ تلاوت فرمائی جس کا مفہوم ہے کہ: "بتوں کی گندگی سے بچو اور جھوٹ بولنے سے پرہیز کرو"۔

عدالتی جھوٹی گواہی کے علاوہ ہر جھوٹی شہادت، جیسے تعلیمی سند، تجربے کا سرٹیفیکٹ، غلط شناختی کارڈ، غلط پاسپورٹ، جعلی اور نقلی دستاویزات، فرضی اسٹام اور اقرار نامے حتیٰ کہ نقلی نوٹ اور جعلی کرنسی بھی اسی حکم میں شامل ہیں، کیونکہ ان سب غلط کاریوں کا اصل مقصد دوسروں کے حقوق یا استحقاقات پر ڈاکہ ڈالنا ہے۔ اور خود بظاہر بڑے معصومانہ طریقے سے اسے اپنے فائدے میں محفوظ کرنا ہے، اس لیے ہر ایسی مجرمانہ حرکت سے باز رہنا چاہیے جس سے دوسروں کے حقوق متاثر ہوتے ہوں۔ (بحوالہ کبیرہ گناہوں کی حقیقت)

جھوٹ گناہ کے راستے کھولتا ہے

جھوٹ گناہ کے راستے کھولتا ہے کیونکہ ایک جھوٹ کو چھپانے کے لیے پھر کئی مرتبہ مزید جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔ تو جونہی انسان جھوٹ بولتا ہے تو گنہگار ہوتا چلا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اس کا یہ گناہ اسے دوزخ میں لے جاتا ہے۔

ایمان اور جھوٹ دو متضاد چیزیں ہیں اس لیے ان دونوں کا یکجا جمع ہونا غیر ممکن ہے چنانچہ نیک صالح لوگ کبھی جھوٹ نہیں بولتے خواہ انہیں کتنی ہی تکلیف کیوں نہ اٹھانی پڑے اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ "کسی کے دل میں ایمان و کفر

اکٹھا جمع نہیں ہوسکتا اگر کفر ہے تو ایمان نہیں اور ایمان ہے تو کفر نہیں اور جھوٹ اور سچ بھی اکٹھا جمع نہیں ہوسکتا۔ اور خیانت و امانت بھی اکٹھی نہیں ہوسکتی"۔ (مسند احمد)

آخرت میں جھوٹ کی بڑی بڑی سزائیں ہیں، معراج والی حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ جھوٹے آدمی کو میں نے دیکھا کہ اس کے جبڑے چیرے جارہے ہیں۔ قبر میں بھی یہی عذاب قیامت تک ہوتا رہے گا۔

جھوٹ کے متعلق لوگ احتیاط نہیں کرتے بلکہ اچھے اچھے لوگوں کا یہ حال ہے کہ وہ بلا وجہ جھوٹ کو بُرا نہیں جانتے۔ جیسے اکثر لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ بچوں کو بہلانے کے لیے ان سے جھوٹے وعدے کر لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ ان وعدوں کو تھوڑی دیر میں بھول جائیں گے۔ مگر جھوٹ بہر حال جھوٹ ہے۔ اسلام نے اس جھوٹ کی بھی اجازت نہیں دی ہے۔ ایک کمسن صحابی عبداللہ بن عامرؓ کہتے ہیں کہ "ایک دفعہ میری ماں نے مجھے بلایا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف رکھتے تھے تو ماں نے میرے بلانے کے لیے کہا کہ یہاں آ تجھے کچھ دوں گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس کو کیا دینا چاہتی ہو۔ ماں نے کہا میں اس کو کھجور دوں گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اگر تم اس وقت اس کو کچھ نہ دیتیں تو یہ جھوٹ بھی تمہارا لکھا جاتا"۔

(ابوداؤد شریف)

ہنسی مذاق میں بھی جھوٹ نہیں بولنا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ "کوئی بندہ پورا مؤمن ہو ہی نہیں سکتا یہاں تک کہ ہنسی مذاق میں جھوٹ بولنا اور جھگڑا کرنا چھوڑ دے اگر چہ وہ فی نفسہ سچا ہو"۔ (مسند احمد)

یعنی ہر صورت میں جھوٹ بولنا اور فضول جھگڑا کرنا بُرا ہے۔ اس سے ایمان کامل جاتا رہتا ہے۔ ایسے ہی وہ جھوٹ جو محفل میں دوسروں کو خوش کرنے کے لیے بولا جاتا ہے۔ اس سے اگر چہ کسی کو نقصان نہیں پہنچتا بلکہ بعض موقعوں پر یہ ایک دل چسپی کی چیز بن جاتا ہے تاہم اسلام نے اسکی بھی اجازت نہیں دی۔ تاکہ کسی صورت میں جھوٹ کی راہ نہ نکلے۔ ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ "جو لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولتا ہے اس پر بڑے افسوس کی بات ہے"۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص لوگوں کو خوش کرتا ہے وہ جھوٹ بول کر اپنی آخرت برباد کرتا ہے۔ جھوٹ بولنا بڑی خیانت کی بات ہے کیونکہ وہ خدا کا اور لوگوں کا امین ہے تو اسکو سچ ہی بولنا چاہیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ "یہ بہت بڑی خیانت کی بات ہے کہ تم اپنے بھائی سے کوئی جھوٹی بات کہو۔ اس حال میں کہ وہ تم کو سچا سمجھتا ہو"۔ (ابوداؤد)

جھوٹ کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ جب کسی کو کھانے کے لیے یا کسی اور چیز کے لیے کہا جاتا ہے تو وہ تصنع اور بناوٹ سے یہ کہہ دیتا ہے کہ مجھے خواہش نہیں حالانکہ ان کے دل میں اس کی خواہش موجود ہوتی ہے تو یہ بھی جھوٹ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔

چنانچہ ایک دفعہ ایک عوت نے آپ سے دریافت فرمایا: کہ "یا رسول اللہؐ! ہم میں سے کوئی کسی چیز کی خواہش رکھے اور پھر کہہ دے کہ مجھے اس کی خواہش نہیں، تو کیا یہ بھی جھوٹ شمار ہو گا۔ ارشاد ہوا کہ ہر چھوٹے سے چھوٹا جھوٹ بھی جھوٹ لکھا جاتا ہے"۔ (مسند احمد)

جھوٹ ایک معاشرتی ناسور ہے

مسلمانوں کی زبوں حالی کی شکایت ہر ذی عقل وشعور کو دامن گیر ہے، ہر ہمدرد اس کے اسباب کی تہہ تک پہنچنا چاہتا ہے۔ ہمیشہ کسی مرض کے لیے اس کے ابتدائی اسباب پر غور وخوض کر کے ہی ان پر قابو پانے کی کوشش کی جاتی ہے اور اگر ایک جسم کئی بیماریوں کا مجموعہ بن جائے تو علاج کی ابتداء بنیادی بیماری سے کی جاتی ہے۔ معاشرتی برائیوں میں ام الامراض "جھوٹ" ہے قرآن و حدیث سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ ایمان کا اصل صدق (سچ) ہے اور کفر کا اصل کذب یعنی جھوٹ ہے۔ صدق اور کذب ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: "جھوٹ بندھتے ہی وہ لوگ ہیں جو اللہ کی آیات پر ایمان نہیں رکھتے اور یہی لوگ جھوٹے ہیں"۔ (النحل: ۱۰۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی چار علامات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ بات کرے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے، امانت رکھی جائے تو خیانت کرے اور جھگڑا کرے تو گالی دے۔ (جیسا کہ آپ نے پہلے بھی ملاحظہ کیا) (بخاری)

اگر غور کیا جائے تو خیانت اور وعدہ خلافی عملی جھوٹ ہیں اور گالی بھی جھوٹ ہی کے زمرے

میں آتی ہے عام طور پر جسے گالی دی جاتی ہے وہ گالی کا مستحق ہوتا ہے اور نہ ہی اس کا مصداق اس لیے یہ بھی جھوٹ ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں اخلاق سیئہ، رذائل اور بد خصلتوں پر تفصیل سے بحث فرمائی ہے، اخلاق رذیلہ میں جھوٹ سب سے زیادہ بری اور مذموم عادت ہے، جھوٹ زبان سے بولا جائے یا عمل سے ظاہر کیا جائے، ہر صورت قابل مذمت ہے۔ ہمارے تمام اعمال کی بنیاد اس پر ہے کہ وہ واقعہ کے مطابق ہوں جبکہ جھوٹ اس کی ضد ہے۔

جھوٹ ہر قولی و فعلی برائی کی جڑ اور ام الرذائل ہے یہ بہت سی برائیوں کو اپنے گرد جمع کر لیتا ہے کسی آدمی کے اندر اکیلا جھوٹ نہیں دیکھا جا سکتا بلکہ وہ جھوٹ سے متصف بے شمار معاشرتی برائیوں کا مرتکب ہوتا ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے کہ: بے شک جھوٹے اور ناشکرے (لوگوں کو) اللہ راہ نہیں دکھاتا۔

جھوٹ ایسی برائی ہے جو جھوٹے شخص کے اندرونی فساد و بگاڑ کی ظاہری دلیل ہوتی ہے۔ جھوٹ ایسا مرض ہے کہ پورے بدن میں اس کے برے اثرات سرایت کر جاتے ہیں اور اس مرض کے لاحق ہونے کا انداز ہی نرالا اور غیر محسوس ہوتا ہے آدمی یہی تصور کرتا ہے کہ اس سے کچھ نہیں بگڑتا لیکن حقیقت میں پورے معاشرے کا بگاڑ اسی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اب دیکھئے کہ ہمارے معاشرے میں اس کی کون کون سی بھیانک شکلیں ہیں، بہت سے معمولی اور بالکل غیر محسوس جھوٹ ہماری روزانہ کی زندگی میں رچے بسے ہوئے ہیں لیکن ہمیں بالکل اندازہ ہی نہیں۔ جیسے جھوٹا میڈیکل سرٹیفکیٹ، جھوٹا کیریکٹر سرٹیفکیٹ، جھوٹی حاضری، رفاہی اداروں کے نام پر جھوٹ، عدالت میں جھوٹ، حکمرانوں کی چاپلوسی میں حد سے زیادہ مبالغہ آرائی اور آج کل جو یہ سارے سڑک چھاپ فٹ پاتھیے ڈاکٹر، حکیم، مولانا، پروفیسر اور اللہ تعالیٰ جانے کیا کیا! یہ جھوٹے سابقے اور لاحقے لگانا بھی گناہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ سچے خواب ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب کے ذریعے بھی وحی ہوتی تھی کیونکہ انبیاء کے خواب سچے ہوتے ہیں۔ نبوت کا سلسلہ تو ختم ہو گیا مگر خواب کے ذریعے بشارتیں اب بھی ہو سکتی

ہیں، بہت سے لوگ اس گنجائش سے فائدہ اٹھا کر اپنے آپ کو "ولی اور مقرب الی اللہ" ثابت کرنے کے لیے جھوٹے خواب بیان کرتے ہیں اور ہمارے پاکستان کے مسلمانوں کا حال اتنا پتلا ہے کہ ایک آدمی جس پر دنیاداری کے معاملے میں تو اعتماد نہیں کیا جاتا اور اگر وہی آدمی کہے کہ مجھے خواب میں کہا گیا کہ فلاں دربار بناؤ تو سبھی بنانے کے لیے چندہ دینا شروع کر دیتے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں یہ بات بھی بڑی عام ہے کہ جب ہم میں سے کوئی آدمی کہیں مہمان بنتا ہے اور میزبان کے پوچھنے پر کہ کسی چیز کی ضرورت ہے؟ تو ہم ضرورت کے باوجود نہ کر کے دو چار مرتبہ ضرور جھوٹ بولتے ہیں اور اسے خودداری اور وضع داری کا تقاضا قرار دے کر آدابِ محفل کے نام سے پکارتے ہیں حالانکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم بھوک اور جھوٹ کو ہرگز جمع نہ کرنا۔" (سنن ابن ماجہ)

ہر میدان میں انسان ترقی کی منزل طے کر رہا ہے اور موجودہ صدی میں ذرائع ابلاغ کی ترقی پر خاص توجہ دی گئی ہے۔ ریڈیو، ٹیلی ویژن اور اخبار و رسائل اسکی جدید ترین صورتیں ہیں۔ اپنے معاشرے پر ہزار ماتم کیا جائے تب بھی کم ہے آج ہم نے اخلاقیات کی تباہ کاری کے لیے بے شمار سامان تیار کر کے اسے "فن" کا نام دے دیا ہے، چونکہ جھوٹ معاشرتی برائیوں کی کلید ہے اس لیے اسلام دشمن (شیطان) اس طرف زیادہ توجہ دیتے ہیں اور مختلف ناموں سے ناول، ڈائجسٹ، افسانے، فلمی گانے و کہانیاں وغیرہ کی اشاعت و ترویج کے ذریعے معاشرے کے رگ و ریشہ میں اس زہر کو پھیلا رہے ہیں اور انہوں نے انداز بھی ایسا اپنایا کہ یاروں کی تجارت بھی ہوتی رہے اور مسلمانوں کا ایمان بھی جاتا رہے۔

آج کل خوش گپیاں ہر ایک کا شیوہ بن چکی ہیں اور ساتھ ہی یہ ذہن بھی بن چکا ہے کہ جب تک جھوٹ نہ بولا جائے مزاح پیدا نہیں ہوتا اسی بنیاد پر سچ بولنے والے اور تلقین کرنے والے کو "دقیانوس، صوفی اور قدامت پسند" کے القابات سے نوازا جاتا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ نے فرمایا کہ "بندے کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا جب تک وہ جھوٹ کو مزاح میں بھی نہ چھوڑے اور سچا ہونے کے باوجود جھگڑا نہ چھوڑے"۔

(مسند احمد)

ہر عمل کا اچھا یا برا نتیجہ نکلتا ہے مگر اس کا انحصار عمل کی نوعیت پر ہے۔ جھوٹ کا تعلق افعال رذیلہ سے ہے اس لیے اس کے نتائج بھی برے ہیں اس کو اللہ پاک نے یوں بیان فرمایا ہے: ''اور جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے تو آپ دیکھیں گے کہ قیامت کے دن ان کے چہرے سیاہ ہوں گے''۔ (الزمر) فرشتے پاکیزہ روحوں کے مالک ہیں، برائی اور نافرمانی ان کی فطرت نہیں اس لیے: ''جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو فرشتہ اس کے جھوٹ کی بد بو سے میل بھر دور چلا جاتا ہے''۔

(سنن ترمذی)

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: ''کیا مؤمن بزدل ہوسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! پھر پوچھا گیا: کیا مؤمن جھوٹا ہوسکتا ہے؟ فرمایا: نہیں!'' (مؤطا امام مالک)

دیکھیے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بزدلی اور بخل جیسی بیماریوں میں مؤمن کے مبتلا ہونے کا اندیشہ فرمایا ہے مگر جھوٹ کا سرے سے انکار کر دیا۔ اسلام نے جھوٹ کو حرام قرار دیا اور اس سے ہر ممکن حد تک بچنے کے لیے توریہ اور کنایہ وغیرہ کی اجازت دی ہے۔ یعنی ایسا کلام جس کے دو رخ ہوں اور مصداقاً ایک بول کر اس کا لازم مراد لیا جائے۔ اسی طرح بعض جگہ اسلام نے جھوٹ بولنے کی چھوٹ دے دی ہے مثلاً صلح کروانے کے لیے۔ حدیث نبوی ہے: ''وہ آدمی جھوٹا نہیں جو لوگوں میں صلح کرواتا ہے تو اچھائی کو مبالغہ سے بیان کرتا ہے یا اچھی بات کہتا ہے''۔ (صحیح بخاری)

اسی طرح جنگ میں راز داری کے لیے اور جان و مال کے خوف سے بھی انسان جھوٹ بولنے پر مجبور ہوسکتا ہے۔ (بحوالہ جھوٹ ایک معاشرتی ناسور)

جھوٹی افواہیں پھیلانا

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں: جھوٹ کی حرمت پر قرآن وحدیث کے واضح نصوص وآیات وارد ہوتے ہیں اور گناہوں میں جھوٹ قبیح ترین گناہ اور عیوب میں فحش ترین عیب ہے اور پوری امت کا جھوٹ کے قبیح پر اجماع منعقد ہے۔

مزید فرمایا جھوٹ سے نفرت دلانے پر حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ صحیح اور متفق علیہ حدیث کافی ہے کہ: منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو خلاف

ورزی کرے جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔ (بخاری شریف)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انسان کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ جو سنے اسے آگے بیان کر دے (مسلم)

کہتے ہیں "بات زبان سے نکلی اور کھوٹوں پر چڑھی" یعنی معمولی اور چھوٹی سی بات بہت دور جا پہنچتی ہے جو بات ایک بار کہدی جائے پھر وہ لوٹ کر نہیں آتی چاہے آدمی کتنی ہی کوشش کرے۔ یہ ممکن ہی نہیں۔ تہمت ہو یا افواہ اگر چہ ابتداً معمولی اور چھوٹی ہوتی ہے لیکن زبان سے نکلنے کے بعد لوگ اسے پر کا کوا، سینگ سے بھینس اور رائی سے پہاڑ بنا لیتے ہیں کسی بات میں پھول پھنے لگانے میں لوگوں کو بڑا مزہ ملتا ہے۔ حالانکہ تہمت لگانا اور افواہیں پھیلانا ایک بیماری ہے یہ کام وہ کرتے ہیں جن کے دلوں میں کھوٹ ہوتا ہے یہ ظالم دوسروں کو نقصان پہنچاتے ہوئے خوش ہوتے ہیں۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے انہیں بار بار خبردار کیا ہے کہ دیکھو اس میں تمہاری تباہی ہے اور آخرت میں تمہیں اس کی عبرتناک سزا ملے گی۔

جب تک کسی شخص، ملک یا قوم کے بارے میں کسی خبر کی درست ذرائع سے مکمل تصدیق نہ ہو جائے اس کا بیان کرنا گناہ ہے اسلام پاکیزہ معاشرہ کی بنیاد فراہم کرتا ہے اسی خاطر افواہیں اڑانے والوں اور بہتان لگانے والوں کو وہ باغی، سرکشی اور لعنتی قرار دیتا ہے۔

درج بالا حدیث میں اسی طرف توجہ دلائی گئی ہے حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی مدظلہم اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "بہت سے لوگوں کو بے تکے آدمیوں سے باتیں سننے اور خبریں معلوم کرنے کا مرض ہوتا ہے پھر جو کچھ سنتے ہیں اسے دوسروں سے بھی بغیر کسی جھجک کے بیان کرتے چلے جاتے ہیں جن لوگوں سے باتیں سنتے ہیں اول تو ان میں خدا کا خوف اور تقویٰ نہیں ہوتا، وہ خود بھی خبریں گھڑتے ہیں اور دوسرے اشخاص جن سے انہوں نے سنی ہوں وہ بھی بے احتیاط اور خود خبریں بنانے والے اور جھوٹ کو آگے بڑھانے والے ہوتے ہیں اس لئے جس شخص کی یہ عادت ہو کہ جو بھی کوئی بات سنے اسے آگے بڑھا دے اس کے جھوٹا ہونے میں کوئی شک نہیں، جھوٹ سنتا ہے، جھوٹ کو آگے بڑھاتا ہے پھر وہ آگے پھیلتا ہے۔ جن لوگوں میں تقویٰ پرہیزگاری نہیں ان کا تو ذکر ہی کیا بہت سے دینداری کے دعویدار بھی اس میں مبتلا ہیں اور وہ یہ کہہ کر اپنے کو سچا

سمجھ لیتے ہیں کہ "الا بلاء بگردن راوی" حالانکہ جھوٹے سے بات سنکر آگے بیان کرنا خود جھوٹ کو بڑھانا ہے۔ سیاسی جماعتوں کے دفتروں میں جھوٹی خبریں ڈھلتی ہیں اور جس کا اخبار فروخت نہ ہوتا ہو وہ حیرت انگیز، وحشتناک (سنسنی خیز) خبریں اپنے کمرے میں بیٹھ کر گھڑتا ہے اور موٹی سرخیوں سے چھاپتا ہے ان خبروں میں مشہور لیڈروں پر تہمتیں بھی ہوتی ہیں (جسے سکینڈل بھی کہا جاتا ہے) اور جس سے پرخاش ہو جائے اس پر ناکردہ گناہ بھی تھوپے جاتے ہیں پھر ان چیزوں کو پڑھنے والے آگے بڑھاتے ہیں اور گلی کوچوں میں جھوٹی خبروں کے چرچے ہوتے ہیں او راس جھوٹ کے پھیلنے کی ذمہ دار، خبریں بنانے والے اور چھاپنے والے اور اس کو آگے بڑھانے والے ہوتے ہیں۔ (زبان کی حفاظت ص ۳۰)

قرآن کریم "سورہ نور" اور "حجرات" میں مسلمانوں کو اس بارے میں نصیحت فرمائی گئی ہے اور تنبیہ کی گئی ہے کہ جب تک کوئی بات تحقیق کے ساتھ پایہ ثبوت کو نہ پہنچے اسے قطعاً آگے نہ بڑھاؤ یہ اللہ کی نظر میں گناہ عظیم ہے اور شان مؤمن کے بالکل برخلاف۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ ایسا زمانہ آئے گا جس میں شیطان آدمی کی صورت میں لوگوں کے سامنے آ کر جھوٹی باتیں کرے گا اس کی باتیں سن کر لوگ ادھر ادھر چلے جائیں گے ان میں سے بعض آدمی کہیں گے کہ میں نے ایک شخص سے ایسا ویسا سنا ہے اس کا چہرہ تو پہچانتا ہوں لیکن اس کا نام نہیں جانتا۔

(مسلم)

آج ہم اسی دور سے گزر رہے ہیں خبریں مشہور ہو جاتی ہیں اور طرح طرح کی باتیں پھیل جاتی ہیں لیکن اس بات کا سرا نہیں پکڑا جاتا کہ یہ بات کہاں سے چلی اور کس طرح چلی؟ اور اس میں سچ کتنا اور جھوٹ کتنا؟ موجودہ دور میں خبروں سے دلچسپی لینے اور اسے آگے بڑھانے سے پرہیز کرنا اور ایسی چیزوں سے خاموشی اختیار کرنا ایمان کی سلامتی کے لئے ازبس ضروری ہے۔ اور حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا "بڑے بہتانوں میں سے ایک بڑا بہتان یہ بھی ہے کہ کوئی شخص اپنی آنکھوں سے وہ چیز دکھلائے جو حقیقت میں آنکھوں نے نہیں دیکھی ہے۔"

(بخاری)

مطلب یہ ہے کہ آنکھوں پر جھوٹ باندھا جائے کہ انہوں نے دیکھا ہے حالانکہ حقیقت

میں کچھ بھی نہیں دیکھا، گویا مقصود جھوٹا خواب بنانے کی مذمت ظاہر کرنا ہے اور اس کو بڑا بہتان اس لئے فرمایا گیا ہے کہ خواب ایک طرح سے وحی کے قائم مقام ہے اور اس کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے پس جھوٹا خواب بنانا گویا حق تعالیٰ پر بہتان باندھنا ہے۔ (مظاہر حق ص ۲۴۲۔ ج ۴)

جھوٹ بولنے والوں کے عبرتناک واقعات

واقعہ نمبرا

ہارون رشید اور یحییٰ ابن عبداللہ اور عبداللہ بن مصعب ایک مجلس میں تھے۔ یحییٰ نے ہارون رشید سے کہا کہ عبداللہ بن مصعب کا ایک قصیدہ ہے اور پھر اس نے قصیدہ سنا دیا۔ قصیدہ سن کر ہارون کا چہرہ صدمے سے متغیر ہو گیا۔ یہ دیکھ کر عبداللہ نے فوراً قسم کھائی کہ یہ شعر میرے نہیں ہیں۔ یحییٰ نے قسم کھا کر کہا کہ "اے امیر المؤمنین یہ شعر اسی کے ہیں۔ اگر یہ انکار کرتا ہے تو میں اس سے ایسی قسم لوں گا جو اس کو جھوٹی کھائے گا وہ فوراً عذاب میں پکڑا جائے گا۔

ہارون نے اجازت دے دی اور یحییٰ نے ایک بڑی بھاری قسم لی۔ مگر عبداللہ نے قسم سے انکار کر دیا۔ ہارون نے خفا ہو کر فضل بن ربیع سے کہا کہ "اگر عبداللہ سچا ہے تو قسم کیوں نہیں کھاتا۔؟" ہارون نے اپنی چادر کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ "اگر اس کے بارے میں کوئی قسم لے تو میں ضرور قسم کھا کر کہوں گا کہ یہ میری چادر ہے۔"

فضل نے عبداللہ کو لات مار کر کہا کہ قسم کھا۔ چنانچہ اس نے قسم کھالی۔ اس وقت وہ ڈر سے کانپ رہا تھا اور چہرہ فق تھا۔ تو یحییٰ نے اس کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا "اے عبداللہ! اب تو ہلاک ہو کر ہی رہے گا، کیونکہ تو نے جھوٹی قسم کھائی ہے۔"

اللہ کی قدرت کہ ابھی عبداللہ مجلس سے اٹھا بھی نہ تھا کہ اس کو جذام ہو گیا اور بدن کے ٹکڑے گل گل کر گرنے لگے۔ تیسرے دن اس کا انتقال ہو گیا۔ فضل بن ربیع بھی اس کے جنازے میں شریک تھا۔ جب عبداللہ کو قبر میں رکھ کر اینٹیں رکھی گئی تو قبر دھنس گئی اور لاش اتنی نیچے چلی گئی کہ لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گئی۔ پھر اچانک سخت غبار کی آندھی نکلی۔ فضل نے شور مچایا کہ "لاؤ مٹی لاؤ"، مگر مٹی جس قدر ڈالتے اندر گم ہو جاتی۔ پھر کانٹوں کے گٹھر لائے گئے، وہ بھی اندر غائب ہو

گئے۔ فضل کے حکم سے اس قبر پر لکڑی کی چھت بنا دی گئی اور قبر کی گہرائی کو بھرنے سے تمام لوگ عاجز آ گئے۔ (بحوالہ زواجر)

واقعہ نمبر۲

انسان اور چیونٹی میں ایک چیز مشترک ہے۔ وہ ہے ذخیرہ اندوزی۔ حافظ امام ابن قیمؒ نے ایک واقعہ ذکر کیا ہے کہ: "امام احمد کے سلسلے کے مشائخ میں سے ایک شخص کا بیان ہے کہ ایک چیونٹی اپنے بل سے نکلی اور اسے مری ہوئی ٹڈی کا ایک ٹکڑا ملا، اس کو اٹھانا چاہا مگر اسے اٹھا نہ سکی۔ اس کو چھوڑ کر چلی گئی اور اس کو اٹھانے کے لئے کئی چیونٹیوں کو بلا لائی۔ میں نے اس ٹکڑے کو زمین سے اٹھالیا۔ وہ اس جگہ گھوم کر اور اس کو دیکھ بھال کر جب نہ ملا تو باقی واپس چلی گئی اور وہ اکیلی وہیں رہی۔

میں نے اس ٹکڑے کو اس کے سامنے رکھ دیا۔ اس نے اٹھانا چاہا۔ لیکن وہ اٹھا نہ سکی۔ پھر چلی گئی اور پھر ان کو ساتھ لے آئی۔ میں نے وہ ٹکڑا پھر اٹھالیا، وہ ادھر ادھر دیکھ بھال کر واپس چلی گئیں۔ میں نے کئی دفعہ اسی طرح کیا۔ آخر یہ ہوا کہ ان چیونٹیوں نے ایک حلقہ باندھا اور اسکو حلقے میں لاکر اس چیونٹی کا ایک ایک عضو الگ کر دیا۔

میں نے اس حکایت کو جب اپنے استاذ سے ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا "دوسری چیونٹیوں نے اس چیونٹی کو اس لئے مارا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی فطرت میں یہ بات ڈال دی کہ جھوٹ برا اور جھوٹے کو سزا دینی چاہیے اور وہ چیونٹی ان کے نزدیک جھوٹی ثابت ہوئی۔

(شفاء العلیل لامام ابن قیمؒ)

واقعہ نمبر۳

حضرت مسلمؒ فرماتے ہیں کہ ابو محمد حبیب کے پاس ایک آدمی نے آکر کہا کہ "تمہارے ذمے میرے تین سو درہم ہیں"

انہوں نے فرمایا "کہاں سے تمہارے تین سو درہم میرے ذمے آ گئے؟"

اس نے پھر کہا کہ "میرے تین سو درہم آپ کے ذمہ واجب الادا ہیں۔"

حضرت ابو محمد حبیب نے فرمایا ''اچھا کل آجاؤ۔''

یہ کہہ کر اس آدمی کو واپس کر دیا اور رات کو وضو کر کے نماز پڑھی اور یوں دعا کی کہ ''اے اللہ! اگر اس آدمی نے سچ کہا ہے تو، تو پیسے ادا کرنے کا بندوبست کر دے، لیکن اگر اس نے جھوٹ کہا ہے تو اس کے ہاتھ میں کوئی مرض پیدا کر دے۔''

دوسرے دن اس آدمی پر فالج کا ایسا حملہ ہوا کہ اسے لوگ کندھا دے کر لائے۔

حبیبؒ نے پوچھا کہ ''تمہیں کیا ہوگیا؟''

اس نے کہا کہ ''کل میں ہی آپ کے پاس آیا تھا۔ آپ پر میرا کوئی قرض نہیں ہے۔ میں نے جو کہا تھا وہ اس لئے کہا تھا کہ آپ لوگوں کے سامنے شرم کے مارے مجھے پیسے دے دیں گے۔'' حبیبؒ نے یوں دعا کی کہ ''اے اللہ! اگر یہ سچ کہہ رہا ہے تو اس کو صحت کا جامہ پہنا دے۔''

اس دعا کے بعد وہ آدمی اٹھ کر زمین پر اس طرح کھڑا ہوگیا جیسے اس کو کبھی کوئی مرض لاحق ہوا ہی نہیں۔

واقعہ نمبر ۴

حضرت عمرۃؒ فرماتی ہیں کہ میں حضرت عائشہؓ کے پاس تھی۔ ایک عورت ایک مرد کو پکڑ کر لے آئی اور کہنے لگی کہ ''اس آدمی نے میری انگوٹھی چرا لی۔

مرد نے کہا ''میں نے نہیں چرائی۔'' تو عورت نے کہا کہ '' آپ لوگ سب آمین کہیں میں دعا کرتی ہوں کہ اے اللہ اگر میں جھوٹی ہوں تو، تو میرے ہاتھ شل کر دے۔ اگر یہ آدمی جھوٹا ہے تو اس کے ہاتھ شل کر دے۔'' دوسرے دن صبح وہ آدمی اٹھا تو اس کا ہاتھ شل تھا۔

حضرت عمرۃؒ فرماتی ہیں کہ میں نے دو تین حج کیے ہیں۔ میں نے اہل مکہ اور اہل مدینہ کو اس طرح کہتے سنا ہے کہ (کسی بات پر یقین دلانے کے لیے وہ کہتے ہیں) کہ اگر میں نے ایسا کیا ہو تو اللہ مجھ میں اس کی کوئی نشانی ظاہر کر دے۔ جیسے انگوٹھی والے میں ظاہر کی۔

(العقوبات صفحہ ۲۲۲۔ عبرتناک واقعات)

جھوٹ سے متعلق ایک سبق آموز واقعہ

کہتے ہیں کہ ایک شخص آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھ میں چار بری خصلتیں ہیں۔ ایک یہ کہ بدکار ہوں۔ دوسرے یہ کہ چور ہوں۔ تیسرے یہ کہ شراب پیتا ہوں چوتھے یہ کہ جھوٹ بولتا ہوں۔ ان میں جس ایک کو فرمائیے آپ کی خاطر چھوڑ دیتا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ جھوٹ نہ بولا کرو۔ چنانچہ اس نے عہد کیا۔ اب جب رات ہوئی تو شراب پینے کو جی چاہا۔ اور پھر بدکاری کے لیے آمادہ ہوا تو اس کو خیال گزرا کہ صبح کو جب آنحضرت ﷺ پوچھیں گے کہ رات کو تم نے شراب پی اور بدکاری کی تو کیا جواب دوں گا۔؟ اگر ہاں کہوں گا تو شراب اور بدکاری کی سزا دی جائیگی۔ اور اگر "نہیں" کہا تو عہد کے خلاف ہوگا۔ یہ سوچ کر ان دونوں سے باز رہا۔ جب رات زیادہ گزری اور اندھیرا چھا گیا تو چوری کے لیے گھر سے نکلنا چاہا۔ پھر اس خیال نے اس کا دامن تھام لیا کہ کل اگر پوچھ گچھ ہوئی تو کیا کہوں گا۔ "ہاں" اگر کہوں گا تو میرا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور "نہ" کہوں گا تو بدعہدی ہوگی۔ اس خیال کے آتے ہی اس جرم سے بھی باز رہا۔ صبح ہوئی تو وہ دوڑ کر خدمت نبویؐ میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! جھوٹ نہ بولنے سے میری چاروں بری خصلتیں مجھ سے چھوٹ گئیں۔ یہ سن کر آنحضرت ﷺ بہت خوش ہوئے۔ معلوم ہوا کہ سچائی تمام نیکیوں کی جڑ ہے۔ کتاب وسنت سے معلوم ہوا کہ جھوٹ بہت بڑا گناہ ہے جو انسان کو خدا اور اس کے رسول ﷺ سے بہت دور کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دین ودنیا کے لئے جھوٹ سراسر نقصان اور خسارے کا سودا ہے، لہٰذا میرے دوست ذرا سوچئے کہ یہ زندگی چندہ روزہ ہے آخر ایک نہ ایک دن اس جہاں سے جانا پڑے گا۔ پھر وہ بولا ہوا جھوٹ کسی کام نہیں آئیگا۔ لہذا میرے دوست! زندگی کے جس شعبے میں بھی ہے اسے جھوٹ کی آمیزش سے پاکیزہ کر لے اور آئندہ جھوٹ بولنے سے توبہ کر لے اور خدا سے پکا وعدہ کر لے کہ زندگی بھر جھوٹ کی راہ اختیار نہیں کروں گا، انشاء اللہ۔

(بحوالہ اللہ میری توبہ)

ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جہنم میں لے جانے والے اس عمل یعنی جھوٹ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

جہنم میں لے جانے والا دسواں عمل

زکوٰۃ ادانہ کرنا

انسان کو دولت اس کے علم، تجربے، عقل یا خاندان کی بنیاد پر نہیں ملتی، بلکہ خالصۃً اللہ تعالیٰ کی تقسیم ہے، جس کا مقصد غریب کو اس کی غریبی میں رکھ کر اور امیر کو مال و دولت دے کر آزمانا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ فجر میں فرمایا کہ

مگر انسان کا یہ حال ہے کہ اس کا رب جب اس کو آزمائش میں ڈالتا ہے اور اسے عزت اور نعمت دیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے عزت دار بنایا اور جب وہ اس کو آزمائش میں ڈالتا ہے اور اس کا رزق اس پر تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہتا ہے میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا۔ (سورۂ فجر)

چنانچہ غریبی اور امیری دونوں ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان کی صورتیں ہیں۔ غریبی کا امتحان خاصا سخت ہے، لیکن امیری کا امتحان کہیں زیادہ خطرناک ہے۔ یعنی دنیا میں بروقت مال جمع کرنے یا اسے ضائع ہونے سے بچانے کی پریشانی اور آخرت میں زیادہ لمبے حساب کتاب کا معاملہ جس کی وجہ سے نیک اور متقی مالدار غریب جنتیوں سے پانچ سو سال بعد جنت میں داخل ہو سکیں گے۔ اس لئے آپ ﷺ نے فقر اختیاری کو ترجیح دی، اور آپ مسلسل یہ دعا کیا کرتے تھے:

اللھم احینی مسکینا و امتنی مسکینا وا حشر نی فی زمرۃ المساکین یو م القیامۃ

اے اللہ مجھے زندگی میں غریب ہی رکھیے اور غریبی میں ہی موت آئے اور قیامت کے روز غریبوں کے ساتھ ہی میرا حشر ہو۔ (ترمذی شریف)

ہوا، پانی اور سورج کی روشنی کی طرح مال و متاعِ دنیا انسانوں پر یکساں تقسیم نہیں ہوا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے تمام سابقہ شریعتوں اور شریعت محمدی ﷺ میں بھی، اہل ایمان پر نماز کے بعد زکوٰۃ کو فرض قرار دیا ہے۔ قرآن کریم نے متعدد انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مفصل حالات بیان

کرنے کے بعد زکوٰۃ کو خصوصی اہمیت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ فرمایا کہ

اور ہم نے ان (یعنی سابقہ آیات میں مذکور انبیاء ورسل کو) امام بنادیا جو ہمارے حکم سے راہنمائی کرتے تھے۔ اور ہم نے انہیں وحی کے ذریعے نیک کاموں کی نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کی ہدایت کی۔ (سورۂ انبیاء)

اور تمام اہل کتاب کو سختی سے حکم دیا کہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی کرنی ہے، نماز قائم کرنے کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ کا بھی ضرور اہتمام کرنا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ

جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی ان میں تفرقہ نہیں ہوا مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس (راہ راست کا) بیان واضح آچکا تھا۔ اور ان کو اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کریں' اپنے دین کو اس کے لئے خالص کر کے بالکل یک سو ہو کر۔۔۔ اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں یہی نہایت صحیح اور درست دین ہے۔ (سورۂ بیّنہ)

اللہ تعالیٰ نے بخل کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا جو لوگ اللہ کے دیے ہوئے مال میں بخل کر کے خرچ نہیں کرتے وہ یہ گمان ہر گز نہ کریں کہ یہ بہتر ہے بلکہ یہ برا ہے ان کے لئے قیامت کے دن یہ مال گلے کا طوق بنے گا۔ دوسری جگہ ارشاد ہے فرمایا ہلاکت ہے ان مشرکین کے لئے جمع کر کے رکھ رہے ہیں اور خرچ نہیں کرتے انکو عذاب کی خوشخبری سنادیں قیامت کے دن انکے مونہوں اور پیٹھوں کو داغ دیا جائے گا اور کہا جائیگا مزہ چکھو عذاب کا یہ مال جمع کرنے کی سزاء ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو لوگ سونا یا چاندی کے مالک ہیں مگر انکی زکواۃ ادا نہیں کرتے تو قیامت کے دن وہ سونا کے تیر بنا کر کر کے اسکو داغا جائیگا اسکی پیشانی اور پہلوؤں کو جب وہ ٹھنڈی ہو جائے گی تو پھر گرم کیا جائے گا اسکو اس طرح عذاب دیا جائے گا حتیٰ کہ حساب کتاب ختم ہو جائے پھر یا وہ جنت میں جائے گا یا جہنم میں۔ پوچھا یارسول ﷺ اونٹوں کا مالک اگر زکواۃ نہ دے تو فرمایا ایسے شخص کو منہ کے بل گرایا جائیگا باری باری ہر اونٹ لتاڑیں کے اور منہ سے کھائیں گے پاؤں سے روندیں گے پچاس ہزار سال کے دن انکا بھی یہی حشر ہوتا رہیگا فیصلہ ہونے تک پھر یہ جہنم میں جائے یا جنت میں۔ ایک حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تین قسم کے لوگ سب سے پہلے دوزخ میں جائیں گے ایک زبردستی حاکم بننے والا اور دوسرا مالدار جو زکواۃ ادا نہ کرے تیسرا فقیر تکبر کرنے والا۔ حضرت

ابن عباسؓ فرماتے ہیں جس شخص کے پاس اتنا مال ہے کہ حج بیت اللہ ادا کر سکتا ہے پھر بھی نہ کرے یا زکواۃ بنتی ہے پھر بھی نہ دے تو ایسا شخص مرتے وقت زندہ رہنے کی تمنا کرے گا کسی نے کہا اے ابن عباس خدا کا خوف کر یہ تمنا تو کافر کرے گا آپ نے فرمایا میں تجھے قرآن سے دلیل پیش کرتا ہوں پھر یہ آیت تلاوت فرمائی **وانفقوا مما رزقنا کم من قبل ان یاتی احد کم الموت الخ.**

(ترجمہ) اور خرچ کرو اللہ کے دیے ہوئے مال سے اس سے قبل کہ موت آجائے۔
پھر سوال کیا کہ اے ابن عباسؓ زکوٰۃ کب فرض ہوتی ہے فرمایا جب دوسو درہم موجود ہوں تو زکوٰۃ فرض ہے پھر پوچھا گیا حج بیت اللہ کب واجب ہے فرمایا جب کہ زادسفر اور سواری میسر ہو تو اس طرح مال تجارت میں بھی۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے اپنے مال کی زکوٰۃ نہ دی قیامت کے دن گنجا سانپ اس کے گلے میں ڈالا جائے گا جو اس کے دونوں جبڑوں کو چیرے گا اور کہے گا میں تیرا وہی مال ہوں جو تو نے جمع کیا تھا پھر آپ نے آیت تلاوت کی **ولا تحسبن الذین یبخلون** الخ ابن مسعود فرماتے ہیں یہ آیت زکوٰۃ نہ ادا کرنے والوں کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

ایک حدیث میں ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا پانچ گناہوں کے بدلے پانچ عذاب دیے جاتے ہیں دنیا میں وعدہ خلاف اور بدعہدی کرنے والوں پر ظالم بادشاہ مسلط کیا جائے گا اور جو لوگ اللہ کے حکم کے خلاف فیصلہ کرینگے ان میں تنگدستی عام ہو جائے گی اور جو لوگ ناپ تول میں کمی کرینگے تو قحط سالی مسلط ہو گی اور اگر زکوٰۃ نہیں دیں گے تو بارشیں بند ہو جائیگی اور جس قوم میں بے حیائی پھیل جائیگی تو ان میں موت عام ہو جائیگی۔ آج کہاں گئے وہ حرص کرنیوالے مال جمع کرنے والے پیسے کی دوڑیں لگانے والے پیسہ نے دنیا میں وفا کی نہ آخرت میں اس چاندی اور سونے کی سلاخوں کو گرم کر کے ان کی پیشانی اور پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا ہاتھ پیچھے بندے ہوئے ہوں گے باوجود مالدار ہونے کے بخل کی وجہ سے مال خرچ نہ کیا آج انکو جہنم کے طبقات میں غوطہ دیا جائیگا پینے کے لئے انکو کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا ان لوگوں کو بارہا متوجہ کیا گیا نصیحت کی گئی خدا کے عذاب سے ڈرایا گیا مگر۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا

کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

امت محمد ﷺ پر بھی اسی طرح زکوٰۃ فرض کی گئی جس طرح سابقہ امتوں پر فرض تھی، اگرچہ شرح زکوٰۃ ہر امت کے لئے علیحدہ علیحدہ رہی۔ قرآن میں متعدد جگہ " اقیموا الصلوۃ " کے فوراً " آتوا الزکوۃ " کا حکم ہے، متعدد فوائد مصالح کے پیش نظر زکوٰۃ فرض قرار دی گئی جن کی تفصیل کچھ یوں ہے:

ا۔ زکوٰۃ کے ذریعے تقسیم اموال کا حکم اللہ تعالیٰ نے اس لیے دیا ہے تاکہ دولت چند ہاتھوں میں سمٹ کر نہ جائے۔ فرمایا: کی لایکون دولۃً بین الاغنیاء منکم (سورہ حشر) ''تاکہ وہ (سرمایہ) تمہارے مالداروں ہی کے درمیان گردش نہ کرتا رہے۔''

ب۔ اگر سرمایہ چند مخصوص لوگوں کے ہاتھوں میں رہے یا صرف انہی کی اس پر اجارہ داری ہو تو نتیجۃً امیر، امیر تر ہوتا چلا جائیگا اور غریب، غریب تر، اس طرح معاشرے میں معاشی لحاظ سے علیحدہ علیحدہ طبقے جنم لیں گے جو ایک دوسرے کے مقابل اور دشمن ہوں گے۔ بالآخر ایسا معاشرہ اقتصادی بحران کا شکار ہو کر تباہ ہو جائیگا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وانفقو فی سبیل اللہ ولا تلقو بایدیکم الی التّھلکۃ (سورۃ البقرۃ)

''اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالو۔''

ج۔ زکوٰۃ ادا کرنے کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ انسان کے دل سے مال کی پوجا اور اس کی اندھی محبت ختم ہو جاتی ہے۔ زکوٰۃ ادا کرنے والے کا دل سیم وزر کا غلام بننے کے بجائے پاک صاف ہو جاتا ہے اور اس میں اطاعت خداوندی کے علاوہ خدمت انسانیت کے اعلیٰ واشرف اوصاف پیدا ہوتے ہیں۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیتے ہوئے فرمایا: خذ من اموالھم صدقۃً تطھرھم وتزکیھم بھا . (سورۂ توبہ)

''اے نبی! تم ان کے اموال میں سے صدقہ لے کر انہیں پاک کرو اور (نیکی کی راہ میں) انہیں بڑھاؤ۔

جب زکوٰۃ کا معاملہ اس قدر اہم اور مفید ہے تو شریعت محمدیؐ میں اس کو ایک خاص حیثیت

ومقام دیتے ہوئے فرض قرار دیا گیا ہے۔ اسلام کی پانچ معروف بنیادوں میں سے تیسری بنیاد زکوٰۃ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے (۱) لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دینا (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوٰۃ ادا کرنا (۴) بیت اللہ کا حج کرنا (۴) رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔ (بخاری شریف)

جو مسلمان از خود پابندی سے زکوٰۃ ادا کرتا ہے اس کی جان اور مال اسلامی حکومت میں ہر طرح سے محفوظ ہے ورنہ اس سے زبردستی زکوٰۃ وصول کی جائے گی، خواہ اس کی خاطر جنگ کرنی پڑے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "مجھے حکم ملا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ جاری رکھوں یہاں تک کہ وہ توحید و رسالت کا اقرار کرلیں، اور نماز قائم کریں، جب وہ ان کاموں کی پابندی کرنے لگ جائیں تب ان کی جانیں اور ان کے مال مجھ سے محفوظ ہیں۔ ہاں مگر اسلام کے کسی حق کی وجہ سے یعنی اگر کسی نے کوئی ایسا جرم کیا جس کی وجہ سے اس کی جان و مال خطرے میں پڑ جائے تو یہ اور بات ہے اور ان کی حساب اللہ کے ذمہ ہے۔ (بخاری شریف)

اور اگر کوئی مسلمان زکوٰۃ کا انکار تو نہیں کرتا لیکن ادائیگی میں کوتاہی یا سستی کا مظاہرہ کرتا ہے تو علماء کرام کی ایک جماعت نے درج ذیل حدیث کی روشنی میں اس پر جرمانہ تجویز کیا ہے، تا کہ آئندہ وہ خود یا کوئی دوسرا ایسی حرکت نہ کرے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "جس نے زکوٰۃ ادا نہ کی ہم اس سے زبردستی لیں گے اور (بطور جرمانہ) اس کے آدھے اونٹ بھی لیں گے یہ ہمارے رب کا اٹل فیصلہ ہے۔ (ابوداؤد شریف)

زکوٰۃ روکنے والا جہاں معاشی تباہی کا سبب بنتا ہے، اپنے مال کو پاک نہیں کرتا اور سرمائے کی گردش میں رکاوٹ بنتا ہے وہاں عام مخلوق خدا بھی اس کی شامت اعمال کی نحوست سے بارش جیسی عظیم نعمت خداوندی سے محروم رہتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "اور جب کسی قوم نے زکوٰۃ روک لی تو آسمان سے ان کے لئے بارش روک دی گئی اور اگر جانور نہ ہوں تو ایک قطرہ بھی بارش کا نہ برسے۔" (ابن ماجہ)

جو آدمی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا اس کے دوسرے اعمال بھی قبول نہیں ہوں گے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا فتویٰ ہے: امرتم باقام الصلوٰت و ایتاء الزکوٰۃ ومن لم یزک فلاصلاۃ

لہ. ”تمہیں نماز اور زکوٰۃ کا حکم ملا ہے۔ جو زکوٰۃ ادا نہ کرے اس کی نماز قبول نہیں“

یہ اگرچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے۔ لیکن اس کی بنیاد درج ذیل حدیث ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی لمبا سفر طے کر کے آتا ہے، غبار میں اٹا ہوا ہے، آسمان کی طرف ہاتھ اٹھاتا ہے اور اپنی التجائیں پیش کرتا ہے، آپ ﷺ فرماتے ہیں: اس کی دعا کیسے قبول ہو سکتی ہے؟ جبکہ اس کا کھانا حرام، پینا حرام کا، لباس حرام کا اور ساری غذا ہی حرام سے حاصل ہو رہی ہے عین یہی معاملہ زکوٰۃ نہ ادا کرنے والے کا ہے، کیونکہ جب تک وہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو اس کے مال میں ایک حصہ حرام کا شامل ہے اور اس مال سے اس کی ضروریات زندگی پوری ہو رہی ہیں۔ لہٰذا اس کی کوئی نیکی یا عبادت حتیٰ کہ دعا بھی قبول نہ ہوگی۔ تجربہ کی بات یہ ہے کہ حرام کھانے والوں اور زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کو بظاہر دنیا میں ٹھاٹھ باٹھ یا کروفر تو مل جاتا ہے لیکن ان کے اندر جھانک کر دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ لوگ اس دنیا میں جہنم میں زندگی گزار رہے ہے۔ یہ دنیا تو ہر انسان کی کسی نہ کسی طرح کٹ ہی جائے گی البتہ یہاں سے کوچ کرنے کے بعد کل قیامت کو زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کو جن حالات سے واسطہ پیش آئے گا اس کا نقشہ قرآن کریم نے اس طرح بیان کیا ہے فرمایا:

”جن لوگوں کو اللہ نے اپنے فضل سے نوازا ہے اور پھر وہ بخل سے کام لیتے ہیں وہ اس خیال میں نہ رہیں کہ یہ بخیلی ان کے لئے اچھی ہے۔ نہیں، یہ ان کے حق میں نہایت بری ہے۔ جو کچھ وہ اپنی کنجوسی سے جمع کر رہے ہے، وہی قیامت کے روز ان کے گلے کا طوق بن جائیگا۔“

یہ مال و دولت کے طوق زینت یا نمائش کے لئے نہیں، بلکہ سزا اور شدید ذلت کی خاطر انہیں پہنائے جائیں گے۔ جن لوگوں نے اپنا مال و دولت چھپا چھپا کر رکھا اور اس کی زکوٰۃ ادا نہ کی ان کا سرمایا کس کس شکل میں نمودار ہوگا۔ حضور اکرم ﷺ کے مندرجہ ذیل فرمان سے اس کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ فرمایا کہ ”اور جو کوئی کنز والا (شریعت کی نگاہ میں وہ مال کنز ہے جس کی زکوٰۃ نہ ادا کی جائے، خواہ مال تھوڑا ہو یا زیادہ) اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا قیامت کے روز اس کا کنز (جمع شدہ مال) انتہائی خوفناک اور (کثرت وشدت زہر کی وجہ سے) گنجے سانپ کی شکل میں ظاہر ہوگا۔ جبڑا کھولے ہوئے مال کے مالک کا پیچھا کرے گا اور جب اس کے قریب پہنچے گا تو وہ مال والا اس سے بھاگے گا۔ اور سانپ اسے پکار کر کہے گا: اپنا محفوظ خزانہ تو وصول کرلو مجھے اس کی

ضرورت نہیں ہے۔ بالآخر جب وہ مالدار دیکھے گا کہ اس بلا سے چھٹکارے کی کوئی سبیل نہیں تو اپنا ہاتھ اس کے منہ میں ڈال دے گا اور وہ سانپ اونٹ کی طرح اسے چباڈالے گا۔" (مسلم شریف)

ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے سورۂ آل عمران کی مذکورۃ الصدر آیت کی تفسیر ان الفاظ میں بیان فرمائی کہ "جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا' پھر اس نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہ کی قیامت کے روز اس کا یہ مال خطرناک اور زہریلے سانپ کی شکل اختیار کرے گا جو (کثرت وشدت زہر کی وجہ سے) گنجا ہوگا۔ اس کی دو زبانیں ہوں گی۔ روز قیامت مال والے کے گلے میں طوق کی شکل میں لپٹ جائے گا اور اسے اپنے دونوں جبڑوں میں دبوچ کر کہے گا: میں تیرا مال ہوں اور میں تیرا خزانہ ہوں" یہ فرمانے کے بعد آپ ﷺ نے سورت آل عمران کی آیت ۱۸۰ تلاوت فرمائی "ولا یحسبن الذین یبخلون ...... الخ" (بخاری شریف)

نقد سرمائے کے بجائے جن لوگوں کے پاس مال مویشی ہوں، اور انہوں نے ان میں سے اللہ کا حق (یعنی زکوٰۃ) ادا نہیں کیا، ان کے اوپر کیا کچھ بیتے گی اس کا منظر درج ذیل حدیث میں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: "ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ کل قیامت کے دن تم میں سے کوئی اپنی گردن پر بکری اٹھائے چلا آئے اور وہ ممیارہی ہو وہ مجھ سے شفاعت کی درخواست کرے اور میں صاف صاف کہہ دوں: اب میرے بس میں کچھ نہیں۔ میں تم کو ہر بات پہنچا چکا۔ اور نہ ہی کوئی اپنی گردن پر اونٹ لادے چلا آئے اور وہ بلبلا رہا ہو، وہ مجھ سے سفارش کے لئے کہے اور میں صاف صاف کہہ دوں: میں تیرے کسی کام نہیں آسکتا' میں تم کو ہر بات پہنچا چکا" (بخاری شریف)

اپنے اپنے جرم یا دیگر حالات کی وجہ سے اگر کچھ لوگوں کے مال کو زہریلے اور گنجے سانپ کی شکل دے کر ان کی گردنوں میں ڈال دیا جائے گا تو کچھ دوسرے مجرموں کو ان کا اپنا ہی مال دوزخ میں تپا تپا کر داغا جائے گا۔ اونٹ، گائے، اور بکری کے جو مالکان زکوٰۃ ادا نہیں کرتے ان کے اپنے جانور انہیں پاؤں تلے کچل رہے ہوں گے اور سینگوں سے زخمی کر رہے ہوں گے۔ یہ سب تفصیلات قرآن مجید اور احادیث رسول ﷺ میں جابجا مذکور ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جیسا کہ اس کا مفہوم پہلے بھی عرض کیا کہ "دردناک سزا کی خوشخبری دو ان کو جو سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور انہیں خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ ایک دن آئے گا اسی سونے چاندی پر جہنم کی آگ دہکائی جائے

اور پھر اسی سے ان لوگوں کی پیشانیوں' پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا (ان سے کہا جائے گا) یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا، لو اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزہ چکھو"

(سورۂ توبہ)

اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں مشہور مفسر صحابی حضرت عبد اللہ مسعودؓ فرماتے ہیں کہ داغ دیتے وقت دینار کو دینار پر یا درہم کو درہم پر چڑھا کہ تہہ در تہہ رکھا جائے گا۔ بلکہ زکوٰۃ نہ دینے والے کی چمڑی کو چوڑا کر کے ایک ایک دینار اور ایک ایک درہم کو علیحدہ علیحدہ رکھا جائے گا۔

زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کو قیامت کے روز کن کن حالات سے واسطہ پڑے گا اس کی تفصیل رسول ﷺ نے ان الفاظ بیان فرمائی: کہ "جو کوئی سونے والا چاندی والا اس کا حق یعنی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو جب قیامت کا دن ہوگا تو اس سونے چاندی کو بڑی بڑی چادروں کی شکل میں ڈھال دیا جائے گا۔ پھر جہنم میں اس کے اوپر آگ دہکائی جائے گی۔ پھر زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے کے پہلو کو پیشانی کو اور پیٹھ کو ان سے داغا جائے گا اور جب وہ ٹھنڈی ہو جائیں گی تو انہیں دوبارہ دہکا لیا جائے گا۔ پچاس ہزار سال والے دن (یعنی قیامت اور حشر) میں یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا، یہاں تک کہ انسانوں کے فیصلے نمٹ جائیں گے۔ بالآخر وہ اپنا راستہ جنت کی طرف پائے گا یا جہنم کی طرف۔"

ایک صحابی نے سوال کیا یارسول اللہ! اونٹوں والے کا کیا بنے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اور جو اونٹ والا اپنے اونٹوں کا حق ادا نہ کرے، اور ان کے حقوق میں یہ بات بھی شامل ہے کہ جس روز پانی پلایا جائے گا اسی روز دودھ بھی نکال لیا جائے گا۔ تو جب قیامت کا روز ہوگا اسے اونٹوں کے سامنے کھلے چٹیل میدان میں ڈال دیا جائے گا' وہ پہلے سے زیادہ موٹے تازے ہوں گے اور اپنے منہ سے اسے کاٹ رہے ہوں گے، جب آخری جانور کی باری مکمل ہو جائیگی تو دوبارہ پہلا آ جائیگا۔ پچاس ہزار سال والے دن میں یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا، یہاں تک کہ انسانوں کے فیصلے نمٹ جائیں گے۔ اس کے بعد وہ اپنا راستہ اختیار کرے گا جنت کی طرف یا جہنم کی طرف:

سوال ہوا: یارسول اللہ! گائے اور بکری والے کا کیا بنے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو گائے یا بکری والا اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو جب قیامت کا دن ہوگا، کھلے چٹیل میدان میں مالک کو

اپنے جانوروں کے سامنے پھینک دیا جائے گا۔ کوئی ایک جانور بھی ان میں سے کم نہ ہوگا، ان گائے اور بکریوں میں نہ کوئی مڑے سینگ والا ہوگا، نہ کوئی بے سینگ ہوگا اور نہ کسی کے سینگ ٹوٹے ہوئے ہوں گے۔ یہ جانور اپنے تیز اور سیدھے سینگوں سے اسے ٹکریں ماریں گے اور اپنی چوڑیوں سے اسے روندتے ہوئے گزریں گے۔ جب آخری جانور کی باری مکمل ہو جائے گی تو دوبارہ پہلا جانور آجائیگا۔ پچاس ہزار سال والے دن میں یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا۔ یہاں تک کہ جب لوگوں کے فیصلے نمٹ جائیں گے پھر یہ آدمی اپنا راستہ دیکھے گا جنت کی طرف یا جہنم کی طرف:"

یعنی اگر روز محشر میں ملنے والی یہ سزا اس کے جرم کے اعتبار سے کافی سمجھی گئی اور اس کے ذمے کوئی دوسرا قصور بھی نہ ہوا تو وہ جنت میں پہنچ جائیگا' ورنہ اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے کے لئے حوالۂ جہنم کر دیا جائے گا۔

محمد بن یوسف فرماتے ہیں کہ میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ابی سنان رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے گیا جب وہاں پہنچے تو انہوں نے کہا ہمارے پڑوسی کے بھائی کا انتقال پر ملال ہو چکا ہے چلیں اسکی تعزیت کرتے ہیں ہم چل پڑے جب ہم اس کے پاس پہنچے ہمیں دیکھتے ہی اس کی چیخیں نکل گئیں آنسوں تھمتے نہ تھے ہم نے تعزیت کے کلمات کہے اس نے قبول نہ کیے بہت تسلی دی مگر کسی قسم کی تسلی قبول نہیں کر رہا تھا پھر پوچھا کیوں روتا ہے کیا بات ہے، کہنے لگا میں کیوں نہ روؤں کہ میرے بھائی کو صبح شام عذاب ہو رہا ہے، ہم نے کہا تجھے کیسے پتہ چلا تو کوئی غیب جاننے والا ہے۔ کہا نہیں بات یہ ہے کہ کل جب ہم نے اسکو دفن کر دیا لوگ تو مٹی ڈال کر واپس آ گئے میں اسکی قبر کے پاس بیٹھ گیا اچانک قبر سے آواز آئی کہ مجھے اکیلے قبر میں ڈال دیا میں عذاب قبر میں مبتلا ہوں چنانچہ میں نے اسکی قبر کو کھولا دیکھا تو قبر سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے اس کے گلے میں طوق پڑا ہوا تھا تو بھائی کی محبت میں بے تاب ہوا اور ہاتھ بڑھا کر اس کے طوق کو کھینچنے کی کوشش کی تو میری انگلیاں جل گئیں وہ ہاتھ بھی اس نے دکھا دیا چنانچہ میں نے مٹی ڈالی اور بھاگا اب میں کیوں نہ روؤں اسکی حالت پر، ہم نے پوچھا تمہارے بھائی کا کونسا جرم تھا جس کی وجہ سے وہ عذاب میں گرفتار ہے کہنے لگا وہ نماز بھی پڑھتا تھا روزہ بھی رکھتا تھا مگر زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تھا جبکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد **ولا تحسبن الذین یبخلون بما اتا ھم اللہ الخ** ہم نے کہا اللہ کے اس قول کی تصدیق

ہوگئی ہم وہاں سے نکلے تو سیدھا ابوذرؓ کی خدمت میں اور اس آدمی کا قصہ بیان کیا تو انہوں نے فرمایا یقیناً اللہ تعالیٰ عبرت کے طور کبھی کبھی ایسا واقعہ احوال برزخ کا دکھادیتے ہیں فمن ابصر فلنفسه ومن عمی فعلیها الخ جو شخص عبرت کی آنکھ سے دیکھے تو اس کا اپنا نفع اور جو اندھا ہوجائے تو اس کا وبال اس پر ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے اور اپنے خلوص دل کے ساتھ زکوۃ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین، یارب العالمین۔
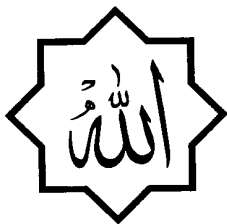
جہنم میں لے جانے والا گیارہواں عمل

سودی معاملات کرنا

اللہ تعالیٰ نے جو نظامِ عدل وقسط اپنے بندوں کے لئے پسند فرمایا ہے، اس کا ایک تقاضا یہ ہے، کہ ساری زندگی اللہ اور اس کے رسول اکرم ﷺ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں بسر کی جائے۔

اور دوسرا تقاضا یہ ہے۔ کہ بندے آپس میں محبت، اخوت، ایثار، ہمدردی، فیاضی اور امدادِ باہمی کے اصولوں پر زندگی گزار دیں۔ جب کہ سودی نظام کی فطرت یہ ہے کہ وہ انسان میں دشمنی، نفرت، خودغرضی، مفاد پرستی، شقاوت بے رحمی اور زبردستی کی صفات پیدا کرتا ہے، یعنی سود پورے کے پارے اسلامی نظام کی روح اور اس کے اسلامی تشخص کو قتل کر دیتا ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سود خوروں کو اتنے شدید ترین الفاظ میں متنبہ کیا ہے۔ کہ اہل شرک کے علاوہ کسی دوسرے گناہ کے مرتکب کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسے الفاظ قرآن کریم میں استعمال نہیں کئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو سے ڈرو، اور جو کچھ تمہارا سود لوگوں پر باقی رہ گیا ہے، اسے چھوڑ دو، اگر ایمان لائے ہو، لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا، تو آگاہ ہو جاؤ، کہ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی طرف سے تمہارے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔'' (سورۂ بقرہ)

سود خور جس طرح ایک ایک پائی کی خاطر اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے حقوق کو بھول رہا ہوتا ہے ہفتوں اور مہینوں کے حساب سے مال بڑھانے، گن گن کر رکھنے اور سنبھالنے میں مہنمک ہوتا ہے۔ اسے قریبی سے قریبی تعلق رشتہ داری اور قرابت کا بھی کوئی پاس یا لحاظ نہیں ہوتا۔

اس مال پرستی کے باؤلے پن کا نقشہ اللہ نے اس طرح کھینچا ہے: ﴿الذین یأکلون الربٰوا لایقومون الا کما یقوم الذی یتخبطه الشیطٰن من المس.﴾ ''جو لوگ سود کھاتے ہیں ان کا حال اس شخص کا سا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھو کر باؤلا کر دیا ہو۔'' انہی اخلاقی، معاشرتی اور نفسیاتی نقصانات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے سود بڑے واضح الفاظ میں حرام قرار دیا ہے۔ چنانچہ

ارشاد فرمایا: ﴿واحل اللہ البیع وحرم الربوا﴾ ”اور اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام۔“

زمانہ جہالت اور ہدایت قرآن کے آنے سے پہلے جو لوگ ایسی حرکات کر چکے تھے ان کے بارے میں تو نرمی کی کوئی گنجائش موجود تھی، لیکن مسلمان کہلانے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے واضح احکام آنے کے بعد کوئی سودخوری بلکہ غلاظت خوری پر مصر رہے تو اسے اپنا انجام اس آیت کریمہ کی روشنی میں دیکھ لینا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فمن جاءہ موعظۃ من ربہ فانتھٰی فلہٗ ماسلف وامرہ الی اللہ ومن عاد فاولٰئک اصحٰب النار ھم فیھا خٰلدون﴾

”جس شخص کو اس کے رب کی طرف سے یہ نصیحت پہنچے اور آئندہ کے لئے وہ سودخوری سے باز آجائے تو جو کچھ وہ پہلے کھا چکا اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے اور جو اس حکم کے بعد پھر اسی حرکت کا اعادہ کرے وہ جہنمی ہے، جہاں وہ ہمیشہ رہے گا۔“

حضور اکرم ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ نماز فجر کے بعد صحابہ کرامؓ سے ان کے خواب دریافت کرتے تھے، اسی طرح ایک موقع پر آپ ﷺ نے خود اپنا ایک خواب بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آج رات میرے پاس دو فرشتے آئے اور انہوں نے مجھے اٹھا لیا اور کہا: ہمارے ساتھ چلئے، چنانچہ ہم چل پڑے۔

پھر آپ ﷺ نے چند مناظر ذکر کر کے فرمایا: بالآخر ایک دریا پر پہنچے جس کا پانی خون جیسا سرخ تھا، دریا میں ایک آدمی تیر رہا تھا اور کنارے پر ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا، جس نے اپنے پاس بہت سارے پتھر رکھ رکھے تھے۔ تیرنے والا آدمی تیرتا رہتا پھر پتھر والے کے پاس آتا اور اپنا منہ کھول دیتا، وہ شخص کھینچ کر ایسا پتھر مارتا کہ اس کے منہ میں داخل ہو کر اس کا لقمہ بن جاتا، وہ بھاگ کر دور چلا جاتا اور تیرتا رہتا، لیکن گھوم پھر کر اس کے پاس دوبارہ پہنچ جاتا اور اپنا منہ کھول دیتا، پتھر والا اس کے منہ پر اسی طرح پتھر مارتا، میں نے دونوں فرشتوں سے کہا: ”آج رات میں نے کئی عجیب وغریب منظر دیکھے ہیں ان کی حقیقت کیا ہے؟......“

تو انہوں نے مجھے بتایا: ”اور جس آدمی کے پاس آپ آئے تھے اور وہ تیر رہا تھا اور اس کے

منہ پر پتھر مارے جا رہے تھے، وہ سود خور تھا۔" (بخاری شریف)

واضح رہے کہ انبیاء کرامؑ کے خواب بھی وحیِ الٰہی کا ایک حصہ ہوتے ہیں جو شریعت ں طرح دلیل ہیں جس طرح دیگر احکامات الٰہی خواب ہی کی بنیاد پر حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسماعیلؑ کو اللہ کے نام پر ذبح کرنے کا فیصلہ کیا اور عملاً ممکنہ اقدام بھی کیے، لیکن اللہ تعالیٰ نے مینڈھا بھیج کر ان دونوں باپ بیٹے کو امتحان میں کامیاب کر دیا۔ معلوم ہوا کہ انبیاء کرامؑ کے خواب شریعت کا حصہ ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے سود کو سات ہلاکت خیز گناہوں میں شمار کیا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ: "سات ہلاکت خیز گناہوں سے دور رہو۔" صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا: یا رسول اللہ ﷺ! وہ کون کون سے گناہ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کے ساتھ شرک کرنا...... الخ، اور سود کھانا۔"

زنا کاری انتہائی قبیح اور غلیظ فعل ہے اور پھر کسی محرم رشتہ دار کے ساتھ بالخصوص والدہ کے ساتھ زنا کرنا تو قابل تصور حد تک بھیانک اور قابل صد لعنت و نفرت حرکت ہے، لیکن شریعت اسلامیہ کی نگاہ میں سود خوری اس سے بھی کہیں زیادہ بڑا جرم ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "سود تہتر قسم کا ہے۔ اور معمولی قسم کے سود کا گناہ ایسا ہے جیسے کوئی آدمی اپنی والدہ سے زنا کرے۔" اسی لئے سودی لین دین اللہ تعالیٰ کے شدید غصے اور غضب کا سبب ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: "جب کسی بستی کے رہنے والوں میں زنا اور سود عام ہو جائے تو انہوں نے خود اللہ کے عذاب کو اپنے اوپر مسلط کر لیا۔" سود اللہ تبارک و تعالیٰ کے نزدیک اس قدر قابل ملامت و لعنت ہے کہ اس کاروبار سے متعلق کسی معنی میں شرکت، تعاون یا خدمت اللہ تعالیٰ کو گوارا نہیں، جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ﴿لعن الله اکل الربا وموکله وشاهدیه وکاتبه وقال: هم سواء﴾ "اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے۔ سود کھانے والے پر، سود کھلانے والے پر، اس کے دونوں گواہوں پر، اور سودی معاملہ لکھنے والوں پر، اور فرمایا سب برابر ہیں۔"

اس حدیث پاک کی روشنی میں ہر مسلمان اپنا چہرہ بآسانی دیکھ سکتا ہے۔ جو خود سود کھاتا ہو، اور دوسروں کو سود کھلاتا ہو۔ یا ایسے کاروبار کی دلالی کرتا ہو، یا ایسے بینکوں اور اداروں میں چاکری کرتا ہو، جو سودی کاروبار کرتے ہیں۔ یا بلڈنگ بنا کر کسی سودی ادارے کو کرایہ پر دیتا ہو۔ یا پھر کوئی بھی ایسی شکل جس میں سودی کاروبار کے تعاون کی صورت نکلتی ہو۔ جب سود اتنی بڑی لعنت ہے تو

اس کی کمائی کھانے والا آخر کس طرح قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی شدید سزا سے بچ سکتا ہے؟......
سورت البقرۃ آیت ۲۷۵ کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا کہ: ''جو ایسی حرکت کرے گا وہ جہنمی ہوگا، جہاں وہ ہمیشہ رہے گا۔'' حضور اکرم ﷺ نے حرام خوری پر پلنے والے گوشت کو آگ کا مستحق قرار دیا۔ اور ارشاد فرمایا: ﴿لا یدخل الجنۃ لحم نبت من سحتٍ النار اولیٰ بہ﴾ ''حرام خوری سے پیدا ہونے والا گوشت جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ جہنم کی آگ اس کے لئے بہت زیادہ مناسب ہے۔''

ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿لا ید خل الجنۃ جسد غذی بحرامٍ﴾ ''وہ جسم جنت میں نہیں جا سکتا جس کی غذا حرام کی ہو۔'' سود سے بڑا حرام اور کیا ہو سکتا ہے؟...... حرام خوری اتنی بڑی نحوست ہے کہ اس کی وجہ سے انسان کی دعا بھی قبول نہیں ہوتی۔

جنابِ رسول اللہ ﷺ نے رزقِ حلال کی اہمیت، اور حرام خوری کا نقصان ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔ اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی ذات پاکیزہ ہے اور صرف پاکیزہ چیزیں قبول کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے جو حکم اپنے رسولوں کو دیا ہے وہی حکم ایمان والون کو دیا ہے۔ فرمایا: ''اے لوگو! پاکیزہ کھاؤ اور نیک کام کرو اور جو کچھ تم کر رہے ہو اس میں مجھے اچھی طرح علم ہے۔

اور اسی طرح اہل ایمان سے فرمایا: ''اے ایمان والو! ہماری دی ہوئی پاکیزہ چیزیں کھاؤ۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے اس آدمی کا ذکر فرمایا جو بڑا لمبا سفر کرتا ہے گرد و غبار میں اٹا ہوا پرا گندہ حال ہے اور اسی حال میں (جو کہ دعا کی قبولیت کے لئے انتہائی مناسب حال ہے) آسمان کی طرف ہاتھ اٹھاتا ہے (اور دعا کرتے ہوئے کہتا ہے) کہ اے میرے رب (میری فلاں فلاں دعا قبول فرما،) لیکن اس کا کھانا حرام کا ہوتا ہے، لباس حرام کا، اور وہ حرام پر ہی پلا ہوا ہوتا ہے۔ تو پھر آخر ایسے آدمی کی دعا کیوں کر قبول ہو؟...... (مسلم شریف)

جن کے دلوں میں ذرہ برابر بھی آخرت کا خوف اور اللہ پر ایمان ہوگا وہ ضرور یہ بات سوچیں گے اور بار بار سوچیں گے، کہ ہم خود کیا کھا رہے ہیں؟...... اپنی اولاد کو کیا کھلا رہے ہیں؟...... اور کیا زیر کفالت افراد کا سکھ، چین، سہولتیں اور دنیاوی مقام و مرتبہ ہماری اپنی آخرت کے لئے تو کوئی خطرہ نہیں بن رہا ہے؟......

رہے ایمان سے کورے، آخرت سے بے نیاز اللہ کے حضور پیش ہونے سے منکر لوگ تو وہ حقیقتہً انسان کے روپ میں حیوان ہیں، بلکہ بدترین حیوان، قرآن کریم اور سنت مطہرہ سے ماخوذ ان واضح اور روشن دلائل کے بعد بھی وہ اپنی چال بدلنے والے نہیں ہیں، یہ عقل کے اندھے جان بوجھ کر جہنم کی آگ میں چھلانگ لگانا چاہتے ہیں۔ انہیں صرف لاٹھی کی دلیل سمجھ میں آتی ہے اور اسی سے ان کو سمجھایا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اور ہماری آئندہ نسل کو حرام خوری اور بالخصوص سود کی تمام قسموں سے محفوظ رکھے، اور رزق حلال کمانے، کھانے اور زیر کفالت افراد کو حلال کھلانے کی توفیق دے، آمیں یارب العالمین۔

سودی معاملات پر سخت ترین وعیدات

فقیہ ابوالیث سمرقندیؒ اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس رات مجھے معراج کا سفر کرایا گیا میں نے ساتویں آسمان پر اپنے سر کے اوپر بجلی کی سی گرج اور چمک دیکھی اور کچھ لوگ دیکھے کہ ان کے پیٹ ان کے سامنے ایسی کوٹھیوں کی طرح ہیں جن میں سانپ چلتے پھرتے باہر ہی سے دکھائی دیتے ہیں۔ میں نے جبریلؑ سے پوچھا یہ کون ہیں؟...... جواب ملا: ''یہ سود کھانے والے ہیں۔''

عطاء خرسانیؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سلامؓ فرماتے ہیں کہ سود کے بہتر درجے ہیں، سب سے چھوٹا درجہ یہ ہے جیسے کوئی مسلمان اپنی ماں سے زنا کرتا ہے۔ اور سود کا ایک درہم تیس سے زائد زناہوں سے بدتر ہے نیز فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہر برے آدمی کو کھڑا ہونے کا حکم فرمائیں گے، سود خور دیوانے اور پاگل کی طرح کھڑا ہوگا اور گر پڑے گا، صحیح طور پر کھڑا بھی نہ ہوسکے گا۔ حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ قرآن کی سب سے آخر اترنے والی آیت سود والی ہے جس کے بعد رسول اللہ ﷺ کا وصال مبارک ہو گیا اور آیت ربا کی پوری وضاحت ہمارے سامنے نہ آسکی لہٰذا سود سے بھی اور مشتبہ کاموں سے بھی بچتے رہو، بلکہ ہر صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے بھی بچتے رہو۔

حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے

والے پر، اور اس کے گواہوں پر، اور اس کے لکھنے والے پر، اور رنگ بھرنے والی اور بھروانے والی پر اور حلالہ کرنے والے پر، اور ایسا کروانے والے پر، اور زکوٰۃ روکنے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بندہ حرام کما کر جو صدقہ کرتا ہے اس پر اسے کچھ بھی اجر نہیں ملتا، اپنے لئے جو خرچ کرتا ہے، اس میں برکت نہیں ہوتی، اور جو پیچھے چھوڑ کر جاتا ہے، وہ دوزخ کے لئے اس کا توشہ ہوتا ہے۔“

حضرت ابورافعؓ فرماتے ہیں کہ میں نے چاندی کی ایک پازیب حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ فروخت کی آپؓ نے ترازو کی ایک جانب پازیب اور دوسری جانب درہم رکھ کر تولا تو پازیب ذرا سی بھاری نکلی آپؓ نے قینچی پکڑ لی، میں نے عرض کیا اے خلیفہ رسول (ﷺ)! میں یہ زائد مقدار چھوڑتا ہوں۔ آپؓ نے فرمایا: ”ہرگز نہیں، میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ زائد لینے والا اور دینے والا دونوں دوزخ میں ہوں گے۔“

حضرت ابوہریرہ، ابوسعید خدری اور عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ حضرات آنحضرت ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ چاندی کو چاندی کے بدلے برابر بیچو زیادتی سود ہے۔ گندم کو گندم کے بدلے برابر فروخت کرو زیادتی سود ہے۔ اسی طرح حضور اقدس ﷺ نے جو، کھجور نمک کا تذکرہ بھی فرمایا۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو کوئی زیادہ لیتا یا دیتا ہے وہ سودی معاملہ کرتا ہے۔

فائدہ:۔ حضرت ابن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ ہم ایک حصہ سود کے ڈر سے نو حصے حلال کے بھی چھوڑ دیتے تھے۔ یہی مضمون حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے بھی منقول ہے، اور یہ مقولہ مشہور ہے کہ جہاں کہیں زنا اور سود عام پھیل جائے وہ خطہ تباہ ہو جاتا ہے۔

حضرت علیؓ کا قول ہے: ”جو شخص مسائل سیکھے بغیر تجارت کرنے لگا وہ سود میں پھنس گیا وہ سود میں غرق ہو گیا وہ سود میں ڈوب گیا۔“ حضرت عمر بن خطاب کا ارشاد ہے کہ: ”ہمارے ان بازاروں میں وہ لوگ قطعاً خرید و فروخت نہ کریں جو مسائل سے واقف نہیں اور نہ وہ جو ناپ تول صحیح نہیں رکھتے۔“ حضرت عبدالرحمٰن بن سابطؒ سے روایت ہے کہ جب کسی بستی والے چار چیزوں کو حلال سمجھنے لگتے ہیں تو ان کی ہلاکت کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے:۔ ۱...... جب کہ وہ تول میں کمی کریں ۲...... پیمائش میں کمی کریں ۳...... بکثرت زنا کرنے لگیں ۴...... سود کھانے لگیں کیونکہ زنا عام ہوگا تو ان

میں وبا پھیلے گی ناپ تول میں کمی کریں گے تو بارش سے محروم ہو جائیں گے۔ سود کھائیں گے تو باہمی تلوار چلے گی۔ عبید محرابیؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت علیؓ کے پیچھے پیچھے بازار میں جا رہا تھا ان کے ہاتھ میں درہ تھا اگر کسی آدمی کو دیکھتے کہ ناپ میں کمی کر رہا ہے تو اسے مارتے اور فرماتے: ناپ میں پورا رکھو۔ حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ فرمایا کرتے تھے: ''اے عجمی لوگو! دو باتیں ایسی تمہارے سپرد ہوئی، کہ تم سے پہلے لوگ انہی کی وجہ سے ہلاک ہو گئے، ناپ اور تول۔''

ایک حدیث میں ہے کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا، کہ کوئی شخص بھی سود سے نہ بچے گا۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ کیا سبھی لوگ کھانے لگیں گے۔ ارشاد فرمایا: ''جو نہیں بھی کھائے گا اس کا غبار اور اثر تو اسے بھی پہنچ کر رہے گا۔'' یعنی اس کے گناہ کا کچھ حصہ ضرور پالے گا، کہ اس کا گواہ بن جائے گا، یا کاتب بن جائے گا یا اس پر راضی ہوگا، بہرحال مذکورہ درجوں میں سے کسی نہ کسی درجہ کا گناہ اسے مل کر رہے گا۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ارشاد گزرا ہے کہ زائد لینے دینے والا دونوں دوزخ میں ہوں گے۔ تاجر کو لازمی ہے کہ اتنا علم ضرور سیکھے جس کی ضرورت اثنائے تجارت میں پڑتی ہے تاکہ وہ سود میں مبتلا نہ ہو جائے۔ اور ناپ تول میں بھی خوب احتیاط سے کام لے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ میں انتہائی سخت وعید نازل فرمائی ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے: ﴿**ویل للمطففین الذین اذا اکتالوا علی الناس یستوفون واذا کالو ھم او وزنو ھم یخسرون الایظن اولٰئک انھم مبعوثون لیوم عظیم یوم یقوم الناس لرب العلمین.**﴾ ''بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی کہ جب لوگوں سے ماپ کرلیں تو پورا لیں اور جب ان کو ماپ کر دیں یا تول کر دیں تو گھٹا دیں ان لوگوں کو اس کا یقین نہیں ہے کہ وہ ایک بڑے سخت دن میں زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔ جس دن تمام آدمی رب العلمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔''

''ویل'' کے معنی عذاب کی سختی ہے بعض کہتے ہیں کہ جہنم کی ایک وادی کا نام ہے جو ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے مقرر ہے، جو لوگوں سے تو پورا وصول کرتے ہیں اور جب خود دینا ہو تو کم دیتے ہیں، کیا ان کو قیامت کے دن کی حاضری کا جو ایک عظیم اور ہولناک دن ہے یقین نہیں؟...... ابن آدم کو کچھ فکر کرنی چاہئے کہ جس دن کو اللہ تعالیٰ عظیم فرماتے ہیں وہ کس قدر عظیم

ہوگا، کون سا دن ہیبت اور خوف میں اس سے بڑا ہو سکتا ہے؟...... اس دن اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوں گے ہر چھوٹی بڑی بات کا سوال ہوگا، اپنے نامہ اعمال کو پڑھتے ہوں گے۔ زندگی بھر کے سارے اعمال اس میں موجود پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم کرنے والا نہیں۔ وہ شخص بشارت کے لائق ہے جس نے دنیا میں لوگوں کے حقوق کے بارے میں اعتدال اختیار کیا، اور ان لوگوں کی خرابی ہے جنہوں نے بے اعتدالی برتی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''عدل وانصاف زمین میں اللہ تعالیٰ کی ترازو ہے۔ (اور) جو کوئی اسے اختیار کرتا ہے۔ اسے جنت میں لے جاتی ہے، اور جو چھوڑ دیتا ہے، اسے دوزخ کی طرف لے جاتی ہے۔ اور یہ بھی جان لو کہ ایک عدل بادشاہ کا اپنی رعایا سے ہوتا ہے۔ اور ایک عدل رعایا کا آپس میں ہوتا ہے۔ سو تم عدل کو مضبوطی سے تھام لو، تاکہ دردناک عذاب سے نجات پاؤ۔''

(بحوالہ تنبیہ الغافلین)

سود سے ہمیشہ کے لئے توبہ کر لیجئے

جیسا کہ پیچھے آپ نے تفصیل سے پڑھا ہے کہ ''سود کبیرہ گناہ ہے۔'' اسی لئے اسلام میں سود لینا حرام ہے۔ سود دوسرے مسلمان کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھانا ہے۔ اور جو ایک طرح کا ظلم ہے۔ جس کی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسے ناپسند کرتے ہوئے حرام قرار دیا ہے۔

طلوعِ اسلام کے وقت عرب میں سود کا عام رواج تھا اور سود وصول کرنے کے مختلف طریقے تھے۔ ان کا ایک طریقہ یہ تھا کہ جب کسی شخص کو نقد مال ادھار دیتے تو اس سے ایک مدت کے لئے شرح طے کر لیتے، اگر وہ مدت گزر جاتی اور اصل زر اور سود وصول نہ ہوتا، تو پھر مزید مہلت دی جاتی اور سود میں اضافہ کر دیا جاتا۔ سود کا دوسرا طریقہ سودی لین دین تھا، ایک شخص کسی دوسرے کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کرتا اور ادائے قیمت کے لئے ایک مدت مقرر کر دیتا، اگر وہ مدت گزر جاتی اور قیمت ادا نہ ہوتی تو پھر مزید مہلت دینے میں اضافہ کر دیا جاتا اور یہ ایک طرح کا سود تھا۔

سود کی ان تمام صورتوں سے فتنہ پیدا ہوتا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسے سختی کے ساتھ منع فرما دیا۔ جس وقت سود کو حرام قرار دیا گیا، تو اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو تاکید کی کہ اگر کسی نے سود لینا ہو تو

اسے چھوڑ دے، اور اگر ایسا نہیں کرتا، تو پھر تمہارا یہ فعل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف ہوگا۔

سود کی برائی کو اگر گہری نظر سے دیکھا جائے تو سود انسانیت کو اس ظلم سوز وادی میں لے جاتا ہے جہاں انسان انسان کا دشمن بن جاتا ہے، جہاں انسان ظالم درندہ بن کر اپنے انسان بھائی کا خون چوستا ہے۔ جہاں دلوں میں بغض وکینہ جنم لیتا ہے۔ جہاں غیظ وغضب کی آگ بھڑکتی ہے، جہاں فخر وغرور سر اٹھاتا ہے۔ جہاں سود خور اپنے جذبۂ رحم کو خود ہی قتل کر دیتا ہے، جہاں عدل وانصاف کچھ حیثیت نہیں رکھتا، جہاں ایثار واحسان کی اخلاقی پابندیاں توڑ دی جاتی ہیں، تو جب سود اتنی لاعلاج اخلاقی بیماریاں پیدا کر کے بندے کو خدا سے دور کر دیتا ہے تو اس دولت کا کیا فائدہ جو بندے اور خدا میں دوری کا باعث بنے جو انسان کو انسان کا دشمن بنا دے جو انسان کی عافیت کو تباہ وبرباد کر ڈالے، تو پھر سود لینے والے کے لئے بہتر یہی ہے کہ سود سے توبہ کر لی جائے اور اپنے کیے پر خدا کے حضور معافی مانگی جائے اور ندامت کے آنسو بہائے جائیں اور بقیہ زندگی اتباع کتاب وسنت میں گزار دی جائے۔ سود خور سے دین ودنیا دونوں خراب ہو جاتے ہیں دنیا میں سود خور کے نام سے ذلت اور رسوائی ہو جاتی ہے، اور آخرت میں سود خور کے لئے دوزخ کا عذاب ہے، لہٰذا ایسی دولت کا کیا فائدہ جو ذلت اور رسوائی کا باعث بنے۔

آخرت میں سود خور اللہ تعالیٰ کے غضب میں رہیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کے قلب کو آتش میں بھر دے گا۔ اور جس کے شکم میں سود کے مال کا کھانا ہے، اس نے نماز پڑھی تو ہرگز قبول نہیں ہوگی، اور جس نے سود کا مال خدا کی رہ میں صدقہ دیا، وہ صدقہ ہرگز قبول نہیں۔ اور سود خور کو اللہ نظر رحمت سے نہ دیکھے گا۔ اور اس سے کلام نہ کرے گا۔ اور اس کو دردناک عذاب دے گا۔ جہنم میں ایسی وادی ہے کہ اس کی بو سے ہر روز سات مرتبہ جہنم فریاد کرتی ہے۔ اگر اس میں پہاڑ کو ڈالا جائے تو اس کی حرارت سے جل کر راکھ ہو جائے۔ ایسی وادی میں سود کھانے والوں، نماز میں سستی کرنے والوں، اور ناپ تول میں کمی کرنے والوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دھکیل دیا جائے گا۔

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا سود لینے والا، سود دینے والا، اس پر گواہ بننے والے، اس کی تحریر کرنے والے پر جبکہ اسے معلوم ہو کہ یہ تحریر سود کے لئے ہو رہی ہے، جسم پر پھول گودنے والے، پھول گدوانے والے پر، جو اپنی خوبصوتی کے لئے ایسا کرتا ہے، صدقہ سے

انکار کرنے والا اور بدوی جو ہجرت کے بعد پھر مرتد ہو، سب محمد ﷺ کی زبان مبارک سے معلون قرار پائے ہیں (احمد)۔

حاکم نے بسندِ صحیح روایت کی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ چار شخص ایسے ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے لازمی قرار دیا کہ انہیں جنت میں داخل نہیں کرے گا اور نہ ہی وہ اس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے:۔(۱) شرابی (۲) سود خور (۳) ناحق یتیم کا مال کھانے والا (۴) والدین کا نافرمان۔

طبرانیؒ نے کبیر میں حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''وہ درہم جو انسان سود میں لیتا ہے، اللہ کے نزدیک حالت اسلام میں ۳۳ بار زنا کرنے سے بدتر ہے۔'' ابویعلیٰ نے سندِ جید کے ساتھ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے انہوں نے حضور ﷺ کی حدیث بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ کسی قوم کا زنا اور سود خوری ظاہر نہیں ہوتے مگر وہ لوگ عذاب الٰہی کو اپنے لئے حلال کر لیتے ہیں۔ یعنی جو قوم زنا اور سود خوری میں مبتلا ہے اس نے گویا عذاب الٰہی کو دعوت دی ہے۔ احمد نے یہ حدیث نقل کی ہے، ایسی کوئی قوم نہیں جس میں سود چل نکلے مگر وہ قحط سالی میں مبتلا کی جاتی ہے، اور جس قوم میں زنا کی کثرت ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ اسے خوف اور قحط عام میں مبتلا کر دیتا ہے چاہے بارش ہی کیوں نہ ہو جائے۔ احمد نے ایک طویل حدیث میں ابن ماجہ نے مختصراً اور اصبہانی نے اس حدیث کو بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''جب مجھے معراج میں سیر کرائی گئی اور ہم ساتویں آسمان پر پہنچے تو میں نے اوپر دیکھا تو مجھے بجلی کی کڑک اور گرج، چمک نظر آئی، پھر میں نے ایسی قوم کو دیکھا جن کے پیٹ مکانوں کی طرح تھے، اور باہر سے ان کے پیٹوں میں چلتے پھرتے سانپ نظر آ رہے تھے۔ میں نے پوچھا جبریلؑ! یہ کون ہیں؟......''

انہوں نے جواب دیا: ''یہ سود خور ہیں۔'' طبرانی نے قاسم بن عبداللہ الوارقؒ سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ کو صیارفہ (جہاں سود وغیرہ کا کاروبار ہوتا ہے) کے بازار میں دیکھا، وہ اہل بازار سے کہہ رہے تھے: اے اہل صیارفہ! تمہیں خوشخبری ہو۔ انہوں نے کہا: اللہ آپ کو جنت کی خوشخبری دے، اے ابو محمد! آپ ہمیں کس چیز کی خوش خبری دے رہے ہیں؟

آپؓ نے کہا: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو صیارفہ کے لئے فرماتے سنا ہے کہ انہیں آگ کی

بشارت دے دو۔'' طبرانی نے حدیث بیان کی کہ اپنے آپ کو ان گناہوں سے بچا جن کی مغفرت نہیں ہوتی۔ خیانت ایسا ہی ایک گناہ ہے۔ جس چیز میں خیانت کرتا ہے۔ قیامت کے دن اسے اسی کے ساتھ لایا جائے گا۔ سود خور ، جو سود کھاتا ہے، وہ قیامت کے دن پاگل آسیب زدہ اٹھایا جائے گا۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: ''جو سود کھاتے ہیں وہ اس شخص کی طرح ہوں گے، جسے شیطان آسیب سے باؤلا کر دیتا ہے۔'' اصبہانی کی حدیث ہے کہ قیامت کے دن سود خور پاگلوں کی طرح اپنے دونوں پہلو کھینچتا ہوا آئے گا۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: ''وہ اس شخص کی طرح کھڑے ہوں گے جیسے شیطان آسیب سے پاگل کر دیتا ہے۔'' ابن ماجہ اور حاکم کی حدیث ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''جو بھی سود سے اپنا مال بڑھالیتا ہے، آخر کار وہ تنگ دستی کا شکار بنتا ہے۔''

سود کے نقصانات اور اس کی متبادل صورتیں

ذیل میں ہم آپ کے سامنے شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی تقی عثانی صاحب مدظلہ کی ایک تقریر پیش کر رہے ہیں، جو کہ سود ہی سے متعلق ہے، اور اس تقریر میں حضرت مفتی صاحب نے بڑے شاندار انداز میں سود کے نقصانات اور اس کی متبادل صورتیں بیان فرمائی ہیں۔

چنانچہ موضوع کے عین مناسب اور اہم ضرورت سمجھتے ہوئے ہم اس تقریر کو یہاں نقل کر رہے ہیں۔ لیکن واضح رہے کہ اس تقریر کو معمولی الفاظ کی ہیر پھیر کے بعد اسے ہم نے مضمون کی شکل دے دی ہے لیکن مفہوم اور مقصود وہی ہے۔ اسے ہم نے کہیں تبدیل نہیں ہونے دیا، لہٰذا اب ہم اپنی تمہیدی بات کو ختم کرتے ہیں اور اصل مضمون کو شروع کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

سب سے پہلی بات سمجھنے کی یہ ہے کہ ''سود'' کو قرآن کریم نے اتنا بڑا گناہ قرار دیا ہے، کہ شائد کسی اور گناہ کو اتنا بڑا گناہ قرار نہیں دیا۔ مثلاً شراب نوشی، خنزیر کھانا، زنا کاری اور بدکاری وغیرہ کے لئے قرآن کریم میں وہ الفاظ استعمال نہیں کئے گئے جو ''سود'' کے لئے استعمال کئے گئے ہیں۔

چنانچہ فرمایا کہ: ﴿یایھا الذین آمنوا اتقو اللہ وذروا مابقی من الربا ان کنتم مؤمنین

فان لم تفعلوا فأذنوا بحرب من الله ورسوله.﴾ (سورۃ البقرۃ:۲۷۶)

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور ''سود'' کا جو حصہ بھی رہ گیا ہو اس کو چھوڑ دو اگر تمہارے اندر ایمان ہے، اگر تم ''سود'' کو نہیں چھوڑو گے (یعنی ''سود'' کے معاملات کرتے رہو گے) تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے اعلان جنگ سن لو'' یعنی ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے لڑائی کا اعلان ہے۔ یہ اعلان جنگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی بھی گناہ پر نہیں کیا گیا۔

چنانچہ جو لوگ شراب پیتے ہیں، ان کے بارے میں یہ نہیں کہا گیا کہ ان کے خلاف اعلان جنگ ہے یا جو خنزیر کھاتے ہیں ان کے خلاف اعلان جنگ ہے، اور نہ یہ کہا کہ جو زنا کرتے ہیں ان کے خلاف اعلان جنگ ہے۔ لیکن ''سود'' کے بارے میں فرمایا کہ جو لوگ سود کے معاملات کو نہیں چھوڑتے ان کے لئے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ ہے کہ اتنی سخت اور سنگین وعید اس پر وارد ہوئی ہے اب سوال یہ ہے کہ اس پر اتنی سنگین اور سخت وعید کیوں ہے؟...... اس کی تفصیل انشاء اللہ آگے معلوم ہو جائے گی۔

سود کس کو کہتے ہیں؟

سمجھنے کی بات ہے کہ ''سود'' کس کو کہتے ہیں؟...... ''سود'' کیا چیز ہے؟...... اس کی تعریف کیا ہے؟...... جس وقت قرآن کریم نے ''سود'' کو حرام قرار دیا اس وقت اہل عرب میں ''سود'' کا لین دین متعارف اور مشہور تھا۔ اور اس وقت ''سود'' اسے کہا جاتا تھا کہ کسی شخص کو دیئے ہوئے قرض پر طے کر کے کسی بھی قسم کی زیادہ رقم کا مطالبہ کیا جائے اسے ''سود'' کہا جاتا تھا۔ مثلاً میں نے آج ایک شخص کو سو روپے بطور قرض دیئے۔ اور میں اس سے کہوں کہ میں ایک مہینے بعد یہ رقم واپس لوں گا اور تم مجھے ایک سو دو روپے واپس کرنا اور یہ پہلے سے طے کر دیا کہ ایک ماہ بعد ایک سو دو روپے واپس لوں گا۔ تو یہ ''سود'' ہے۔ پہلے سے طے کرنے کی شرط اس لئے لگائی کہ اگر پہلے سے کچھ طے نہیں کیا ہے۔ مثلاً میں نے کسی کو سو روپے قرض دے دئے، اور میں نے اس سے یہ مطالبہ نہیں کیا کہ تم مجھے ایک سو دو روپے واپس کرو گے، لیکن واپسی کے وقت اس نے اپنی خوشی سے ایک سو دو روپے دیئے، اور ہمارے درمیان یہ ایک سو دو روپے واپس کرنے کی بات طے نہیں تھی، تو یہ سود نہیں ہے اور حرام نہیں

ہے بلکہ جائز ہے۔خود حضور اقدس ﷺ سے ثابت ہے کہ جب آپ کسی کے مقروض ہوتے تو وہ قرض خواہ قرض کا مطالبہ کرتا تو آپ وہ قرض کچھ زیادتی کے ساتھ بڑھتا ہوا واپس فرماتے، تا کہ اس کی دل جوئی ہو جائے لیکن یہ زیادتی کیوں کہ پہلے سے طے شدہ نہیں ہوتی تھی اس لئے وہ ''سود'' نہیں ہوتی تھی، اور حدیث کی اصطلاح میں اس کو ''حسن القضاء'' کہا جاتا ہے، یعنی اچھے طریقے سے قرض کی ادائیگی کرنا۔ اور ادائیگی کے وقت اچھا معاملہ کرنا، اور کچھ زیادہ دے دینا، یہ سود نہیں ہے بلکہ نبی کریم ﷺ نے یہاں تک فرمایا کہ: ﴿ان خیار کم احسنکم قضاء﴾

(صحیح بخاری)

''یعنی تم میں بہترین لوگ وہ ہیں۔ جو قرض کی ادائیگی میں اچھا معاملہ کرنے والے ہوں۔'' لیکن اگر کوئی شخص قرض دیتے وقت یہ طے کرلے کہ میں جب واپس لوں گا۔ تو کچھ زیادتی کے ساتھ واپس لوں گا، اس کو ''سود'' کہتے ہیں۔ اور قرآن کریم نے اسی کو سخت اور سنگین الفاظ کے ساتھ قرار دیا۔ اور سورۂ بقرہ کے تقریباً پورے دو رکوع اس ''سود'' کی حرمت پر نازل ہوئے ہیں۔

بعض اوقات ہمارے معاشرے میں یہ کہا جاتا ہے کہ جس ''سود'' کو قرآن کریم نے حرام قرار دیا تھا وہ درحقیقت یہ تھا کہ اس زمانے میں قرض لینے والا غریب ہوتا تھا۔ اور اس کے پاس روٹی اور کھانے کے پیسے نہیں ہوتے تھے۔ اگر وہ بیمار ہے تو اسکے پاس علاج کے لئے پیسے نہیں ہوتے تھے۔ اگر گھر میں کوئی میت ہوگئی ہے تو اس کے پاس اس کو کفنانے دفنانے کے پیسے نہیں ہوتے تھے، ایسے موقع پر وہ غریب بیچارہ کسی سے پیسے مانگتا تو قرض دینے والا کہتا کہ میں اس وقت تک نہیں دوں گا جب تک تم مجھے اتنا فیصد زیادہ واپس نہیں دو گے تو چونکہ یہ ایک انسانیت کے خلاف بات تھی کہ ایک شخص کو ایک ذاتی ضرورت ہے اور وہ بھوکا ننگا ہے ایسی حالت میں اس کو سود کے بغیر پیسے فراہم نہ کرنا ظلم اور زیادتی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام قرار دیا، اور سود لینے والوں کے خلاف اعلان جنگ کیا۔ لیکن ہمارے دور میں اور خاص طور پر بینکوں میں جو سودی روپے کا لین دین ہوتا ہے، اس میں قرض لینے والا کوئی غریب اور فقیر نہیں ہوتا۔ بلکہ اکثر اوقات وہ بڑا دولت مند ہوتا ہے اور وہ قرض اس لئے نہیں لیتا کہ اس کے پاس کھانے کو نہیں ہے، یا اس کے پاس پہننے کے لئے کپڑا نہیں ہے۔ یا وہ کسی بیماری کے علاج کے لئے قرض لے رہا ہے، بلکہ وہ اس لئے

قرض لے رہا ہے تاکہ ان پیسوں کو اپنی تجارت اور کاروبار میں لگائے اور اس سے نفع کمائے۔ اب اگر قرض دینے والا شخص یہ کہے کہ تم میرے پیسے اپنے کاروبار میں لگاؤ گے۔ اور نفع کماؤ گے تو اس کا دس فیصد بطور نفع کے مجھے دو۔ تو اس میں کیا قباحت اور برائی ہے؟...... اور یہ وہ سود نہیں ہے جس کو قرآن کریم نے حرام قرار دیا ہے۔ یہ اعتراض دنیا کے مختلف خطوں میں اٹھایا جاتا ہے۔

ایک اعتراض یہ اٹھایا جاتا ہے کہ یہ کاروبار سود اور یہ تجارتی قرض حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں نہیں تھے، بلکہ اس زمانے میں ذاتی اخراجات اور ذاتی استعمال کے لئے قرضے لئے جاتے تھے لہٰذا قرآن کریم اس کو کیسے حرام قرار دے سکتا ہے جس کا اس زمانے میں وجود ہی نہیں تھا۔ اس لئے بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم نے جس ''سود'' کو حرام قرار دیا ہے، وہ غریبوں اور فقیروں والا ''سود'' تھا۔ اور یہ کاروباری سود حرام نہیں ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ کسی چیز کے حرام ہونے کے لئے یہ بات ضروری نہیں ہے کہ وہ اس خاص صورت میں حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں بھی پائی جائے اور حضور ﷺ کے زمانے میں اس کا وجود بھی ہو۔ قرآن کریم جب کسی چیز کو حرام قرار دیتا ہے تو اس کی ایک حقیقت اس کے سامنے ہوتی ہے اور اس حقیقت کو وہ حرام قرار دیتا ہے چاہے اس کی کوئی خاص صورت حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں موجود ہو یا نہ ہو اس کی مثال یوں سمجھئے کہ قرآن کریم نے شراب کو حرام قرار دیا ہے۔ اور شراب کی حقیقت یہ ہے کہ ایسا مشروب جس میں نشہ ہو، اب آج اگر کوئی شخص یہ کہنے لگے کہ صاحب! آجکل کی یہ وہسکی اور برانڈی حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں تو پائی نہیں جاتی تھی، لہٰذا یہ حرام نہیں ہے، تو یہ بات صحیح نہیں ہے اس لئے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اگرچہ اس کی خاص شکل نہیں تھی، لیکن اس کی حقیقت یعنی ''ایسا مشروب جو نشہ آور ہو'' موجود تھی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حرام قرار دے دیا تھا۔ لہٰذا اب وہ ہمیشہ کے لئے حرام ہو گئی ہے، اب چاہے شراب کی نئی شکل آجائے۔ اور اس کا نام چاہے وہسکی رکھ دیا جائے۔ یا برانڈی رکھ لو یا بیئر رکھ لو یا کوک رکھ لو، نشہ آور مشروب ہر شکل اور ہر نام کے ساتھ حرام ہے۔

اس لئے یہ کہنا کہ ''کمرشل لون'' چونکہ اس زمانے میں نہیں تھے بلکہ آج پیدا ہوئے ہیں، اس لئے حرام نہیں ہیں، یہ خیال درست نہیں۔

ایک لطیفہ یاد آیا، ہندستان کے اندر ایک گویا (گانے والا) تھا۔ وہ ایک مرتبہ حج کرنے چلا گیا۔ حج کے بعد وہ مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ جا رہا تھا کہ راستے میں ایک منزل پر اس نے قیام کیا اس زمانے میں مختلف منزلیں ہوتی تھیں۔ لوگ ان منزلوں پر رات گزارتے اور اگلے دن صبح آگے سفر کرتے۔ اس لئے گویے نے راستے میں ایک منزل پر رات گزارنے کے لئے قیام کیا، اور اس منزل پر ایک عرب گویا بھی آ گیا، اور اس نے وہاں بیٹھ کر عربی گانا بجانا شروع کر دیا عرب گویے کی آواز ذرا بھدی اور خراب تھی۔ کریہ الصوت تھا، اب ہندستانی گویے کو اس کی آواز بہت بری لگی۔ اور اس نے اٹھ کر کہا کہ آج یہ بات میری سمجھ میں آئی کہ حضور اقدس ﷺ نے گانا بجانا کیوں حرام قرار دیا تھا اس لئے کہ آپ ﷺ نے ان بدوؤں کا گانا سنا تھا اس لئے حرام قرار دے دیا اگر آپ ﷺ میرا گانا سن لیتے تو آپ گانا بجانا حرام قرار نہ دیتے۔

آجکل یہ مزاج بن گیا ہے کہ ہر چیز کے بارے میں لوگ یہ کہتے ہیں کہ صاحب! حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں یہ عمل اس طرح ہوتا تھا اس لئے آپ نے اس کو حرام قرار دے دیا۔ آج چونکہ یہ عمل اس طرح نہیں ہو رہا ہے لہٰذا وہ حرام نہیں ہے کہنے والے یہاں تک کہہ رہے ہیں کہ خنزیر کو اس لے حرام قرار دیا گیا تھا کہ وہ گندے ماحول میں پڑے رہتے تھے غلاظت کھاتے تھے گندے ماحول میں ان کی پرورش ہوتی تھی اب تو بہت صاف ستھرے ماحول میں ان کی پرورش ہوتی ہے اور ان کے لئے اعلیٰ درجے کے فارم قائم کر دیئے گئے ہیں۔ لہٰذا اب ان کے حرام ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

یاد رکھئے! قرآن کریم جب کسی چیز کو حرام قرار دیتا ہے تو اس کی ایک حقیقت ہوتی ہے اس کی صورتیں چاہے کتنی بدل جائیں اور اس کو بنانے اور تیار کرنے کے طریقے چاہے کتنے بدلتے رہیں، لیکن اس کی حقیقت اپنی جگہ برقرار رہتی ہے۔ اور وہ حقیقت حرام ہوتی ہے۔ شریعت کا اصول ہے۔

پھر یہ کہنا بھی درست نہیں ہے کہ آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں تجارتی قرضوں کا رواج نہیں تھا۔ اور سودی قرضے صرف ذاتی ضرورت کے لئے لیے جاتے تھے اس موضوع پر حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہ نے ''مسئلہ سود'' کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے اس کا

دوسرا حصہ حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب نے لکھا ہے۔اس حصہ میں مفتی صاحب نے کچھ مثالیں پیش کی ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ کے زمانے میں بھی تجارتی قرضوں کا لین دین ہوتا تھا۔

جب یہ کہا جاتا ہے کہ عرب صحرانشین تو اس کے ساتھ ہی لوگوں کے ذہن میں یہ تصور آتا ہے کہ وہ معاشرہ جس میں حضور اقدس ﷺ تشریف لائے تھے۔ وہ ایسا سادہ اور معمولی معاشرہ ہوگا جس میں تجارت وغیرہ تو ہوتی نہیں ہوگی اور اگر تجارت ہوتی بھی ہوگی تو صرف گندم اور جو وغیرہ کی ہوتی ہوگی۔ اور وہ بھی دس بیس روپے سے زیادہ کی نہیں ہوگی اس کے علاوہ کوئی بڑی تجارت نہیں ہوتی ہوگی، عام طور پر ذہن میں یہ تصور بیٹھا ہوا ہے۔

لیکن یاد رکھئے! یہ بات درست نہیں عرب کا وہ معاشرہ جس میں حضور اقدس ﷺ تشریف لائے اس میں بھی آج کی جدید تجارت کی تقریباً ساری بنیادیں موجود تھیں۔ مثلاً آجکل ''جائنٹ اسٹاک کمپنیاں'' ہیں۔ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ چودھویں صدی کی پیداوار ہے اس سے پہلے ''جائنٹ اسٹاک کمپنی'' کا تصور نہیں تھا۔ لیکن جب ہم عرب کی تاریخ پڑھتے ہیں تو یہ نظر آتا ہے کہ عرب کا ہر قبیلہ ایک مستقل ''جائنٹ اسٹاک کمپنی'' ہوتا تھا۔ اس لئے کہ ہر قبیلے میں تجارت کا طریقہ یہ تھا کہ قبیلے کے تمام آدمی روپے دو روپے لا کر ایک جگہ جمع کرتے اور وہ رقم ''شام'' بھیج کر وہاں سے سامان تجارت منگواتے آپ نے تجارتی قافلوں کا نام سنا ہوگا۔ وہ ''کاروان'' یہی ہوتے تھے کہ سارے قبیلے نے ایک ایک روپیہ جمع کر کے دوسری جگہ بھیجا اور وہاں سے سامان تجارت منگوا کر یہاں فروخت کر دیا۔ چنانچہ قرآن کریم میں یہ جو فرمایا کہ: ﴿لِاِ یلاف قریش ایلافهم رحلة الشتاء والصیف﴾ (سورۃ قریش:۱)

وہ بھی اسی بنا پر کہ یہ عرب کے لوگ سردیوں میں یمن کی طرف سفر کرتے تھے اور گرمیوں میں شام کی طرف سفر کرتے تھے اور گرمیوں اور سردیوں کے یہ سفر محض تجارت کے لئے ہوتے تھے۔ یہاں سے سامان لے جا کر وہاں بیچ دیا وہاں سے سامان لا کر یہاں بیچ دیا اور بعض اوقات ایک ایک آدمی اپنے قبیلے سے دس دس لاکھ دینار قرض لیتا تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا وہ اس لئے قرض لیتا تھا کہ اس کے گھر میں کھانے کو نہیں تھا؟...... یا اس کے پاس میت کو کفن دینے کے لئے کپڑا نہیں تھا؟...... ظاہر ہے کہ جب وہ اتنا بڑا قرض لیتا تھا تو وہ کسی کمرشل مقصد کے لئے لیتا تھا۔

جب حضور اقدس ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر سود کی حرمت کا اعلان فرمایا، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ﴿وربا الجاھلیة موضوع واول رباً اضع ربانا ربا عباس بن عبدالمطلب فانه موضوع کله.﴾ (صحیح مسلم، کتاب الحج)

"(آج کے دن) جاہلیت کا سود چھوڑ دیا گیا اور سب سے پہلا سود جو میں جو چھوڑتا ہوں وہ ہمارے چچا حضرت عباس کا سود ہے۔ وہ سب کا سب ختم کر دیا گیا۔"

چونکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ لوگوں کو سود پر قرض دیا کرتے تھے۔ اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ آج کے دن میں ان کا سود جو دوسرے لوگوں کے ذمے ہیں وہ ختم کرتا ہوں اور روایات میں آتا ہے کہ وہ دس ہزار (۱۰۰۰۰) مثقال سونا تھا۔ اور تقریباً چار (۴) ماشہ کا ایک مثقال ہوتا ہے، اور یہ دس ہزار مثقال کوئی سرمایا نہیں تھا۔ بلکہ یہ سود تھا جو لوگوں کے ذمہ اصل رقوم پر واجب تھا۔

اس سے انداہ لگائیے کہ وہ قرض جس پر دس ہزار سود لگ گیا ہو، کیا وہ قرض صرف کھانے کی ضرورت کے لئے تھا؟...... ظاہر ہے کہ وہ قرض تجارت کے لئے لیا ہوگا۔

حضرت زبیر بن عوامؓ جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ انہوں نے اپنے پاس بالکل ایسا نظام قائم کیا ہوا تھا جیسے آجکل بینک کا نظام ہوتا ہے۔ لوگ ان کے پاس امانتیں لاکر رکھواتے تو یہ ان سے کہتے کہ میں امانت کی رقم بطور قرض لیتا ہوں یہ رقم میرے ذمے قرض ہے۔ اور پھر آپ اس کو تجارت میں لگاتے۔

چنانچہ جس وقت آپؓ کا انتقال ہوا تو اس وقت جو قرض ان کے ذمہ تھا۔ اس کے بارے میں ان کے صاحب زادے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ: ﴿فحسبت ما علیه من الدیون فوجدته الفی الف و ما ئتی الف﴾ "یعنی میں نے ان کے ذمہ واجب الاداء قرضوں کا حساب لگایا، تو وہ بائیس لاکھ دینار نکلے۔

لہٰذا یہ کہنا کہ اس زمانے میں تجارتی قرض نہیں ہوتے تھے۔ یہ بالکل خلافِ واقعہ بات ہے اور حقیقت یہ ہے کہ تجارتی قرض بھی ہوتے تھے، اور اس پر سود کا لین دین بھی ہوتا تھا، اور قرآن کریم نے ہر قرض پر جو زیادتی وصول کی جائے اس کو حرام قرار دیا ہے لہٰذا یہ کہنا کہ "کمرشل لون" پر انٹرسٹ لینا جائز ہے، اور ذاتی قرضوں پر انٹرسٹ لینا جائز نہیں ہے، یہ بالکل غلط بات ہے۔

اس کے علاوہ ایک اور غلط فہمی پھیلائی جارہی ہے، وہ یہ کہ ایک سود مفرد ہوتا ہے اور ایک سود مرکب ہوتا ہے، یعنی سود پر سود لگتا چلا جائے بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں مرکب سود ہوتا تھا اور قرآن کریم نے اس کو حرام قرار دیا ہے لہٰذا وہ تو حرام ہے، لیکن سود مفرد جائز ہے اس لئے کہ وہ اس زمانے میں نہیں تھا اور نہ ہی قرآن نے اس کو حرام قرار دیا ہے۔ لیکن قرآن کریم میں فرمایا گیا کہ:

﴿یایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وذروا مابقی من الربا﴾ (سورۃ البقرۃ:۲۷۸)

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور ربا کا جو حصہ بھی رہ گیا ہو، اس کو چھوڑ دو۔'' یعنی اس کے کم یا زیادہ ہونے کا کوئی سوال نہیں، کوئی بحث نہیں، جو کچھ بھی ہو، اس کو چھوڑ دو۔ اور اس کے بعد آگے فرمایا کہ: ﴿وان تبتم فلکم رؤس اموالکم﴾ (سورۃ البقرہ:۲۷۹)

''اگر تم ربا سے توبہ کرلو تو پھر تمہارا جو راس المال ہے وہ تمہارا حق ہے۔''

اور قرآن مجید نے واضح فرمادیا کہ راس المال تو تمہارا حق ہے۔ لیکن اس کے علاوہ تھوڑی سی زیادتی بھی ناجائز ہے۔ لہٰذا یہ کہنا بالکل غلط ہے، کہ سود مرکب حرام ہے، اور سود مفرد حرام نہیں ہے، بلکہ کم ہو یا زیادہ سب حرام ہے، اور قرض لینے والا غریب ہو تب بھی حرام ہے، اور قرض لینے والا امیر اور مالدار ہو تو بھی حرام ہے، اگر کوئی شخص ذاتی ضرورت کے لئے قرض لے رہا ہو تو بھی حرام ہے، اور اگر تجارت کے لئے قرض لے رہا ہو، تو بھی حرام ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

یہاں یہ بات بھی عرض کروں کہ تقریباً ۵۰، ۶۰ سال تک عالم اسلام میں بینکنگ انٹرسٹ کے بارے میں سوالات اٹھائے جاتے رہے اور جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ سود مرکب حرام ہے، اور سود مفرد حرام نہیں ہے وغیرہ۔ یہ اشکال اور اعتراضات عالم اسلام میں تقریباً ۵۰ سال تک ہوتے رہے ہیں لیکن اب یہ بحث ختم ہوگئی ہے، اب ساری دنیا کے نہ صرف علماء بلکہ ماہرین معاشیات اور مسلم بینکرز بھی اس بات پر متفق ہیں کہ بینکنگ انٹرسٹ بھی اسی طرح حرام ہے، جس طرح عام قرض کے لین دین پر سود حرام ہوتا ہے اور اب اس پر اجماع ہو چکا ہے کسی قابل ذکر شخص کا اس میں اختلاف نہیں، اس کے بارے میں آخری فیصلہ آج سے تقریباً چار (۴) سال پہلے جدہ میں مجمع الفقہ الاسلامی جس میں تقریباً پینتالیس (۴۵) مسلم ملکوں کے سرکردہ علماء کا

اجتماع ہوا، اور ان تمام ملکوں کے تقریباً دوسو (۲۰۰) علماء نے بالاتفاق یہ فتویٰ دیا کہ بینکنگ بالکل حرام ہے۔ اور اس کے جائز ہونے کا کوئی راستہ نہیں لہٰذا یہ مسئلہ تو اب ختم ہو چکا کہ حرام ہے یا نہیں؟

اب ایک بات باقی رہ گئی ہے اس کو بھی سمجھ لینا چاہئے، وہ یہ کہ شروع میں جیسا کہ عرض کیا تھا کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں صرف ذاتی ضرورت کے لئے قرضے لئے جاتے تھے، اب اگر ایک شخص ذاتی ضرورت کے لئے قرض لے رہا ہے مثلاً اس کے پاس کھانے کو روٹی نہیں ہے یا میت کو دفنانے کے لئے کفن نہیں ہے اس کے لئے وہ قرض لے رہا ہے اور آپ اس سے سود کا مطالبہ کر رہے ہیں یہ تو غیر انسانی حرکت اور ناانصافی کی بات ہے، لیکن جو شخص میرے پیسے کو تجارت میں لگا کر نفع کمائے گا اگر میں نفع میں اس سے تھوڑا حصہ لے لوں تو اس میں کیا خرابی ہے؟......

پہلی بات تو یہ ہے کہ ایک مسلمان کو اللہ کے کسی حکم میں چوں چرا کی گنجائش نہیں ہونی چاہئے، اگر کسی چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا، وہ حرام ہو گئی، لیکن زیادہ اطمینان کے لئے یہ بات عرض کرتا ہوں تا کہ یہ بات اچھی طرح دل میں اتر جائے، وہ یہ کہ اگر آپ کسی شخص کو قرض دے رہے ہیں۔ تو اس کے بارے میں اسلام یہ کہتا ہے، کہ ان دو باتوں میں سے ایک بات متعین کر لو:۔ (۱) کیا تم اس کی کچھ امداد کرنا چاہتے ہو؟...... (۲) یا اس کے کاروباری حصہ دار بننا چاہتے ہو؟......

اگر قرض کے ذریعہ اس کی امداد کرنا چاہتے ہو تو وہ پھر آپ کی طرف سے صرف امداد ہی ہوگی، پھر آپ کو اس قرض پر زیادتی کے مطالبے کا کوئی حق نہیں، اور اگر اس کے کاروبار میں حصہ دار بننا چاہتے ہو تو پھر جس طرح نفع میں حصہ دار بنو گے اسی طرح نقصان میں بھی اس کا حصہ دار بننا ہوگا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ تم صرف نفع میں حصہ دار بن جاؤ، نفع ہو تو تمہارا، اور اگر نقصان ہو تو وہ اس کا، لہٰذا جس صورت میں آپ اس کو کاروبار کے لئے پیسے دے رہے ہیں تو پھر یہ نہیں ہو سکتا کہ کاروبار میں نقصان کا خطرہ تو وہ برداشت کرے، اور نفع آپ کو مل جائے بلکہ اس صورت میں آپ اس کو قرض نہ دیں، بلکہ اس کے ساتھ ایک جوائنٹ انٹر پرائز کیجئے۔ یعنی اس سے معاہدہ کریں کہ جس کاروبار کے لئے تم قرض لے رہے ہو، اس میں اتنا فیصد نفع میرا ہوگا، اور اتنا تمہارا ہوگا، اگر اس

کاروبار میں نقصان ہوگا تو وہ بھی اسی نفع کے تناسب سے ہوگا۔لیکن یہ بالکل درست نہیں ہے کہ آپ تو اس سے یہ کہیں کہ اس قرض پر ۱۵ فیصد آپ سے لوں گا، چاہے تمہیں کاروبار میں نفع ہو، یا نقصان ہو۔یہ بالکل حرام ہے، اور سود ہے۔

آج کل انٹرسٹ کا جو نظام رائج ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض اوقات قرض لینے والے کو نقصان ہو گیا، تو اس صورت میں قرض دینے والا فائدہ میں رہا، اور قرض لینے والا نقصان میں رہا، اور بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ قرض لینے والے نے زیادہ شرح سے نفع کمایا اور قرض دینے والے کو اس نے معمولی شرح سے نفع دیا۔اب قرض دینے والا نقصان میں رہا۔اس کو ایک مثال کے ذریعہ سمجھئے۔

مثلاً ایک شخص ایک کروڑ روپے قرض لے کر تجارت شروع کرتا ہے۔اب وہ ایک کروڑ روپیہ کہاں سے اس کے پاس آیا؟...... وہ ایک کروڑ روپیہ کس کا ہے؟...... ظاہر ہے کہ وہ روپیہ اس نے بینک سے لیا۔اور بینک کے پاس وہ روپیہ ڈیپازیٹرس کا ہے۔گویا کہ وہ ایک کروڑ روپیہ پوری قوم کا ہے۔اور اب اس نے قوم کے اس ایک کروڑ روپے سے تجارت شروع کی اور اس تجارت کے اندر اس کو سو فیصد نفع آیا جس میں سے پندرہ (۱۵) فیصد یعنی ۱۵ لاکھ روپے اس نے بینک کو دیئے، اور پھر بینک نے اس میں سے اپنا اور اپنے اخراجات نکال کر باقی سات (۷) فیصد یا دس فیصد کھاتا دار کو دے دیئے، نتیجہ یہ ہوا کہ جن لوگوں کا پیسہ تجارت میں لگا تھا، جس سے اتنا نفع ہوا ان کو تو سو روپے پر صرف دس روپے نفع ملا، اور یہ بیچارہ ڈیپازیٹ بڑا خوش ہے کہ میرے سو روپے ایک سو دس ہو گئے، لیکن اس کو یہ معلوم نہیں کہ حقیقت میں اس کے پیسوں سے جو نفع کمایا گیا اس کے لحاظ سے سو کے دو سو ہونے چاہئے تھے، اور پھر دوسری طرف یہ دس روپے جو نفع اس کو ملا قرض لینے والا اس کو دوبارہ اس سے واپس وصول کر لیتا ہے۔وہ کس طرح واپس وصول کرتا ہے؟......

وہ اس طرح وصول کرتا ہے کہ قرض لینے والا ان دس روپوں کو پیداواری اخراجات اور مصارف میں شامل کر لیتا ہے مثلاً ان فرض کرو کہ اس نے ایک کروڑ روپیہ بینک سے قرض لے کر کوئی فیکٹری لگائی، یا کوئی چیز تیار کی تو تیاری کے مصارف میں ۱۵ فیصد بھی شامل کروا دیئے جو اس نے بینک کو ادا کئے، لہٰذا جب وہ پندرہ فیصد بھی شامل ہو گئے تو اب جو چیز تیار ہوگی، اسکی قیمت پندرہ

فیصد بڑھ جائے گی۔ مثلاً اس نے کپڑا تیار کیا تھا، تو اب انٹرسٹ کی وجہ سے اس کپڑے کی قیمت پندرہ فیصد بڑھ گئی، لہٰذا ڈیپازیٹر جس کو ایک سو کے ایک سو دس روپے ملے تھے۔ جب بازار سے کپڑا خریدے گا تو اس کو اس کپڑے کی قیمت پندرہ فیصد زیادہ دینی ہوگی، تو نتیجہ یہ نکلا کہ ڈیپازیٹر کو جو دس فیصد منافع دیا گیا تھا وہ دوسرے ہاتھ سے اس سے زیادہ کر کے پندرہ فیصد وصول کرلیا گیا۔ یہ تو خوب نفع کا سودا ہوا۔ وہ ڈیپازیٹر خوش ہے کہ مجھے سو روپے کے ایک سو دس روپے مل گئے۔ لیکن حقیقت میں دیکھا جائے تو اس کو سو روپے کے بدلے ۹۵ روپے ملے، اس لئے کہ وہ پندرہ فیصد کپڑے کی کوسٹ میں چلے گئے، اور دوسری طرف ۸۵ فیصد منافع اس قرض لینے والے کی جیب میں چلا گیا۔

شرکت کا فائدہ

اور اگر شرکت پر معاملہ ہوتا، اور یہ طے پاتا، کہ مثلاً ۵۰ فیصد نفع سرمایا لگانے والے کا ہوگا، اور ۵۰ فیصد کام کرنے والے تاجر کا ہوگا۔ تو اس صورت میں عوم کو ۱۵ فیصد کے بجائے ۵۰ فیصد نفع ملتا اور اس صورت میں یہ ۵۰ فیصد اس چیز کی لاگت میں بھی شامل نہ ہوتا اس لئے کہ نفع تو اس پیداوار کی فروخت کے بعد سامنے آئے گا اور پھر اس کو تقسیم کیا جائے گا۔ اس لئے کہ سود تو لاگت میں شامل کیا جاتا ہے، لیکن نفع لاگت میں شامل نہیں کیا جاتا ہے۔ تو یہ صورت اجتماعی نفع کی تھی۔

اور اگر فرض کرو، کہ ایک کروڑ روپیہ بینک سے قرض لے کر جو تجارت کی، اس تجارت میں اس کو نقصان ہو گیا، وہ بینک اس نقصان کے نتیجے میں دیوالیہ ہو گیا، اب اس بینک کے دیوالیہ ہونے کے نتیجے میں کس کا روپیہ گیا؟...... ظاہر ہے کہ عوام ہی کا گیا۔ تو اس نظام میں نقصان ہونے کی صورت میں سارا نقصان عوام پر ہے۔ اور اگر نفع ہے۔ تو وہ سارا کا سارا قرض لینے والے کا ہے۔

قرض لینے والے تاجر کا اگر نقصان ہو جائے تو اس نے اس نقصان کی تلافی کے لئے ایک اور راستہ تلاش کرلیا ہے، وہ ہے ''انشورنس'' مثلاً فرض کرو کہ روئی کے گودام میں آگ لگ گئی تو اس نقصان کو پورا کرنے کا فریضہ انشورنس کمپنی پر عائد ہوتا ہے اور انشورنس کمپنی میں کس کا پیسہ ہے؟...... وہ غریب عوام کا پیسا ہے اس عوام کا پیسہ ہے جو اپنی گاڑی اس وقت تک سڑک پر نہیں

لا سکتے جب تک اس کو انشورڈ نہ کرلیں۔ اور عوام کی گاڑی کا ایکسیڈنٹ نہیں ہوتا، اس کو آگ نہیں لگتی لیکن وہ بیمہ کی قسطیں ادا کرنے پر مجبور ہیں۔

ان غریب عوام کے بیمہ کی قسطوں سے انشورنس کمپنی کی عمارت تعمیر کی گئی، اور غریب عوام کے ڈیپازیٹ کے ذریعہ تاجر کے نقصان کی تلافی کرتے ہیں، لہٰذا یہ سارا گورکھ دھندا اس لئے کیا جارہا ہے تاکہ اگر نفع ہو تو سرمایا دار تاجر کا ہو، اور اگر نقصان ہو تو عوام کا ہو، اس کے نتیجے میں یہ صورت حال ہو رہی ہے، بینک میں جو پوری قوم کا روپیہ ہے، اگر اس کو صحیح طریقے پر استعمال کیا جاتا تو اس کے تمام منافع بھی عوام کو حاصل ہوتے۔ اور اب موجودہ نظام میں تقسیم دولت کا جو سسٹم ہے، اس کے نتیجے میں دولت نیچے کی طرف جانے کے بجائے اوپر کی طرف جارہی ہے۔ انہی خرابیوں کی وجہ سے حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: ''سود کھانا ایسا ہے جیسا اپنی ماں سے زنا کاری کرنا۔'' اتنا سنگین گناہ اس لئے ہے کہ اس کی وجہ سے پوری قوم کو تباہی کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔

آج سے پہلے ہم ''سود'' کو صرف اس لئے حرام مانتے تھے کہ قرآن کریم نے اس کو حرام قرار دیا ہے، ہمیں اس کے عقلی دلائل سے زیادہ بحث نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے جب حرام قرار دیا ہے۔ بس حرام ہے، لیکن آج اس کے نتائج آپ خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے ہیں آج پوری دنیا میں انٹرسٹ کا نظام جاری ہے، آپ دیکھ رہے ہیں کہ امریکہ کا دنیا میں طوطی لبول رہا ہے، اور اب تو اس کا دوسرا حریف بھی دنیا سے رخصت ہو گیا۔ اور اب کوئی اس سے ٹکر لینے والا موجود نہیں، لیکن پھر بھی اقتصادی ابتری کا شکار ہے، اس کی بنیاد بھی انٹرسٹ ہے، اس لئے یہ کہنا کہ حضور ﷺ کے زمانے میں غریب فقیر قسم کے لوگ سود پر قرض لیا کرتے تھے۔ ان سے سود کا مطالبہ کرنا حرام تھا، لیکن آج اگر کوئی کمرشل لون پر سود لے رہا ہے تو اس کو حرام نہیں ہونا چاہئے عقلی اور معاشی اعتبار سے یہ بات درست نہیں ہے، اگر کوئی غیر جانبداری سے اس نظام کا مطالعہ کرے تو اس کو پتہ چل جائے گا کہ اس نظام نے دنیا کو تباہی کے آخری کنارے تک پہنچا دیا ہے۔ اور انشاء اللہ ایک وقت آئے گا کہ لوگوں کے سامنے اس کی حقیقت کھل جائے گی، اور ان کو پتہ چل جائے گا کہ قرآن کریم نے سود کے خلاف اعلان جنگ کیوں کیا تھا؟...... یہ تو سود کی حرمت کا ایک پہلو تھا جو ہم نے آپ کے سامنے پیش کیا۔

ایک دوسرا سوال بھی اہم ہے جو آجکل لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہم یہ تو مانتے ہیں کہ انٹرسٹ حرام ہے۔ لیکن اگر انٹرسٹ کو ختم کر دیا جائے تو پھر اس کا متبادل طریقہ کیا ہوگا؟...... جس کے ذریعہ معیشت کو چلایا جائے؟...... اس واسطے کہ آج پوری دنیا میں معیشت کی روح انٹرسٹ پر قائم ہے، اور اگر اس کی روح کو نکال دیا جائے تو اس کو چلانے کا دوسرا کوئی طریقہ نظر نہیں آتا۔ اس لئے لوگ کہتے ہیں کہ انٹرسٹ کے سوا کوئی دوسرا نظام موجود ہی نہیں ہے۔ اور اگر ہے تو ممکن اور قابل عمل نہیں ہے۔ اور اگر کسی کے پاس قابل عمل طریقہ موجود ہے تو وہ بتائے کہ کیا ہے؟......

اس سوال کا جواب تفصیل طلب ہے۔ اور ایک مجلس میں اس موضوع کا پورا حق ادا ہونا ممکن نہیں ہے۔ اور اس کا جواب تھوڑا سا ٹیکنیکل بھی ہے۔ اور اس کو عام فہم اور عام الفاظ میں بیان کرنا آسان بھی نہیں ہے، لیکن میں اس کو عام فہم انداز میں بیان کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ تا کہ آپ حضرت کی سمجھ میں آجائے۔

سب سے پہلے تو یہ سمجھ لیجئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو حرام قرار دے دیا کہ یہ چیز حرام ہے۔ تو پھر یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ چیز ناگزیر ہو، اس لئے کہ اگر وہ چیز ناگزیر ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس کو حرام قرار نہ دیتے۔ اس لئے کہ قرآن کریم کا ارشاد ہے: ﴿لایکلف الله نفساً الا وسعها﴾

(سورۃ البقرہ:۲۸۶)

"یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ انسان کو کسی ایسی چیز کا حکم نہیں دیتے جو اس کی وسعت سے باہر ہو۔" لہٰذا ایک مؤمن کے لئے تو اتنی بات بھی کافی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ایک چیز کو حرام قرار دے دیا تو چونکہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ جاننے والا کوئی نہیں ہے کہ کونسی چیز انسان کے لئے ضروری ہے۔ اور کون سی چیز ضروری نہیں ہے۔ لہٰذا جب اس چیز کو حرام قرار دے دیا تو یقیناً وہ چیز ضروری اور ناگزیر نہیں ہے۔ اس چیز میں کہیں خرابی ضرور ہے جس کی وجہ سے وہ ضروری اور ناگزیر معلوم ہو رہی ہے تو اب اس خرابی کو دور کرنے کی ضرورت ہے لیکن یہ کہنا درست نہیں ہے کہ اس کے بغیر کام نہیں چلے گا۔ اور یہ چیز ناگزیر ہے۔ دوسری بات یہ ہے بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ انٹرسٹ جس کو قرآن کریم حرام قرار دیتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ آئندہ جس کسی کو قرض دیا جائے تو ان کو غیر سودی

قرض دینا چاہئے۔ اور اس پر کسی منافع کا مطالبہ نہیں کرنا چاہئے۔ اور اس سے یہ نتیجے نکلتے ہیں کہ جب انٹرسٹ ختم ہو جائے گا تو ہمیں پھر غیر سودی قرضے ملا کریں گے، پھر جتنا قرض چاہیں حاصل کریں، اور اس سے کوٹھیاں بنگلے بنائیں، اور اس سے فیکٹریاں قائم کریں۔ اور ہم سے کسی انٹرسٹ کا مطالبہ نہیں ہوگا۔ اور اسی سوچ کی بنا پر لوگ کہتے ہیں کہ یہ صورت قابل عمل نہیں ہے اس لئے کہ جب ہر شخص کو سود کے بغیر قرض دیا جائے گا تو پھر اتنا پیسہ کہاں سے آئے گا کہ سب لوگوں کو بغیر سود کے قرض دیا جائے؟......

یاد رکھئے کہ انٹرسٹ کا متبادل قرض حسنہ نہیں ہے کہ کسی کو ویسے ہی قرض دے دیا جائے بلکہ اس کا متبادل ''مشارکت'' ہے یعنی جب کوئی شخص کاروبار کے لئے قرضہ لے رہا ہے تو وہ قرض دینے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ میں تمہارے کاروبار میں حصہ دار بننا چاہتا ہوں، اگر تمہیں نفع ہوگا تو اس نفع کا کچھ حصہ مجھے بھی دینا ہوگا اور اگر نقصان ہوگا تو اس نقصان میں بھی شامل ہوں گا، تو اس کاروبار کے نفع اور نقصان دونوں میں قرض دینے والا شریک ہو جائے گا، اور یہ ''مشارکت'' ہو جائے گی، اور یہ انٹرسٹ کا متبادل طریقہ کار ہے۔

اور ''مشارکت'' کا نظریاتی پہلو تو ہم آپ کے سامنے پہلے ہی پیش کر چکے ہیں کہ انٹرسٹ کی صورت میں تو دولت کا بہت معمولی حصہ کھاتہ دار کو ملتا ہے لیکن اگر ''مشارکت'' کی بنیاد پر کاروبار کیا جائے اور سرمایا کاری ''مشارکت'' کی بنیاد پر ہو تو اس صورت میں تجارت کے اندر جتنا نفع ہوگا اس کا ایک متناسب حصہ کھاتہ داروں کی طرف بھی منتقل ہوگا اور اس صورت میں تقسیم کا نظام اور اوپر کی طرف جانے کے بجائے نیچے کی طرف آئے گا، لہٰذا اسلام نے جو متبادل نظام پیش کیا وہ ''مشارکت'' کا نظام ہے۔

لیکن یہ ''مشارکت'' کا نظام چونکہ موجودہ دنیا میں ابھی تک کہیں جاری نہیں ہے اور اس پر عمل نہیں ہوا اس لئے اس کی برکات بھی لوگوں کے سامنے نہیں آرہی ہیں ابھی گزشتہ بیس پچیس سال کے دوران مسلمانوں نے مختلف مقامات پر اس کی کوششیں کی ہیں کہ وہ ایسے مالیاتی ادارے اور بینک قائم کریں جو انٹرسٹ کی بنیاد پر نہ ہوں بلکہ ان کو اسلامی اصولوں کی بنیاد پر چلایا جائے اور شاید آپ کے علم میں بھی یہ بات ہوگی کہ اسوقت پوری دنیا میں کم از کم اسی سے لے کر سو تک ایسے

بینک اور سرمایا کاری کے ادارے قائم ہو چکے ہیں جن کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ اسلامی اصولوں پر اپنے کاروبار کو چلا رہے ہیں اور انٹرسٹ سے پاک کاروبار کر رہے ہیں، ہم یہ نہیں کہتے کہ ان کا یہ دعویٰ سو فیصد صحیح ہے بلکہ ہوسکتا ہے کہ اس میں کچھ غلطیاں اور کوتاہیاں بھی ہوں۔ لیکن بہر حال! یہ حقیقت اپنی جگہ ہے کہ اس وقت پوری دنیا میں تقریباً ایک سو ادارے اور بینک غیر سودی نظام پر کام کر رہے ہیں اور یہ صرف اسلامی ملکوں میں نہیں بلکہ بعض مغربی اور یورپین ممالک میں بھی کام کر رہے ہیں۔ ان بینکوں اور اداروں نے ''مشارکہ'' کے طریقے پر عمل کرنا شروع کیا ہے۔ اور جہاں کہیں ''مشارکہ'' کے طریقے کو اپنایا گیا، وہاں اس کے بہتر نتائج نکلے ہیں۔

لیکن اس میں ایک عملی دشواری ہے، وہ یہ کہ اگر کوئی شخص ''مشارکہ'' کی بنیاد پر بینک سے پیسہ لے گیا، اور ''مشارکہ'' کے معنی نفع اور نقصان میں شرکت کے ہیں کہ اگر نفع ہوگا تو اس میں بھی شرکت ہوگی اور اگر نقصان ہوگا تو اس میں بھی شرکت ہوگی تو افسوس ناک بات یہ ہے کہ خود ہمارے عالم اسلام میں بد دیانتی اتنی عام ہے، اور بگاڑ اتنا پھیلا ہوا ہے کہ اب اگر کوئی شخص اس بنیاد پر بینک سے پیسے لے گیا کہ اگر نفع ہوا تو لا کر دوں گا اگر نقصان ہوا تو نقصان بینک کو بھی برداشت کرنا پڑے گا تو وہ پیسے لے کر جانے والا شخص کبھی پلٹ کر نفع لے کر نہیں آئے گا، بلکہ وہ ہمیشہ یہ ظاہر کرے گا کہ مجھے نقصان ہوا ہے، اور وہ بینک سے کہے گا کہ بجائے اس کے کہ آپ مجھ سے نفع کا مطالبہ کریں۔ بلکہ اس نقصان کی تلافی کے لئے مجھے مزید رقم دیں۔

عملی پہلو کا یہ ایک اہم مسئلہ ہے، مگر اس کا تعلق اس ''مشارکہ'' کے نظام کی خرابی سے نہیں ہے، اور اس کی وجہ سے یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ ''مشارکہ'' کا نظام خراب ہے۔ بلکہ اس مسئلہ کا تعلق ان انسانوں کی خرابی سے ہے جو اس نظام پر عمل کر رہے ہیں، ان عمل کرنے والوں کے اندر اچھے اخلاق دیانت اور امانت نہیں ہے، اور اس کی وجہ سے ''مشارکہ'' کے نظام میں یہ خطرات موجود ہیں کہ لوگ بینک سے ''مشارکہ'' کی بنیاد پر پیسے لے جائیں گے۔ اور پھر کاروبار میں نقصان دکھا کر بینک کے ذریعہ ڈیپازیٹر کو نقصان پہنچائیں گے۔

لیکن یہ مسئلہ کوئی ناقابل حل مسئلہ نہیں ہے اور ایسا مسئلہ نہیں ہے کہ اس کا حل نہ نکالا جاسکے، اگر کوئی ملک اس ''مشارکہ'' کے نظام کو اختیار کرے تو وہ بآسانی یہ حل نکال سکتا ہے کہ جس

کے بارے میں یہ ثابت ہو کہ اس نے بددیانتی سے کام لیا ہے اور اپنے اکاؤنٹس صحیح بیان نہیں کیئے، تو حکومت ایک مدت دراز کے لئے اس کو بلیک لسٹ کر دے، اور آئندہ کوئی بینک اس کو فائنالسنگ کی کوئی سہولت فراہم نہ کرے اس صورت میں لوگ بددیانتی کرتے ہوئے ڈریں گے۔ آج بھی جائنٹ اسٹاک کمپنیاں کام کر رہی ہیں، اور وہ اپنے بیلنس شیٹ شائع کرتی ہیں اور اس بیلنس شیٹ میں اگرچہ بدیانتی بھی ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود اس میں وہ اپنا نفع ظاہر کرتی ہیں۔ اس لئے اگر ''مشارکہ'' کو پورے ملکی سطح پر اختیار کریں تو اس حل کو اختیار کیا جا سکتا ہے البتہ جب تک ''مشارکہ'' کو ملکی سطح پر اختیار نہیں کیا جاتا۔ اس وقت تک انفرادی اداروں کو مشارکت پر عمل کرنا دشوار ہے، لیکن ایسے انفرادی ادارے سلیکٹڈ بات چیت کے ذریعہ مشارکہ کر سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ اسلام کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک ایسا دین عطا فرمایا ہے کہ اس میں ''مشارکہ'' کے علاوہ بینکنگ اور فائینانسنگ کے اور بہت سے طریقے ہیں، مثلاً ایک طریقہ اجارہ کا ہے، وہ یہ ہے کہ ایک شخص بینک سے پیسہ مانگنے آیا اور بینک نے اس سے پوچھا کہ تمہیں کس ضرورت کے لئے پیسے چاہئے؟...... اس نے بتایا کہ مجھے اپنے کارخانے میں ایک مشنری باہر سے منگا کر لگانی ہے، تو اب بینک اس شخص کو پیسے نہ دے، بلکہ خود اس مشنری کو خرید کر اس شخص کو کرایہ پر دے دے۔ اس عمل کو اجارہ کہا جاتا ہے البتہ آجکل فائینانسگ اداروں اور بینک میں فائینانشل لیزنگ کا جو طریقہ رائج ہے، وہ شریعت کے مطابق نہیں ہے اس ایگریمنٹ میں بہت سی شقیں شریعت کے خلاف ہیں، لیکن اس کو شریعت کے مطابق آسانی کے ساتھ بنایا جا سکتا ہے، پاکستان میں متعدد فائینانشل ادارے ایسے ہیں جن میں لیزنگ ایگریمنٹ شریعت کے مطابق ہیں، اس کو اختیار کرنا چاہئے۔

اسی طرح ایک اور طریقہ ہے، جس کا آپ نے نام سنا ہوگا، وہ ہے ''مرابحہ فائینانسنگ'' یہ بھی کسی شخص سے معاملہ کرنے کا ایک طریقہ ہے جس میں نفع پر وہ چیز بیچ دی جاتی ہے فرض کیجئے کہ ایک شخص بینک سے اس لئے قرض لے رہا ہے کہ وہ خام مال خریدنا چاہتا ہے، وہ بینک اس کو خام مال خریدنے کے لئے پیسے دینے کے بجائے وہ خود خام مال خرید کر اس کو نفع پر بیچ دے یہ طریقہ بھی شرعاً جائز ہے۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ''مرابحہ'' کی یہ صورت تو ہاتھ گھما کر کان پکڑنے والی بات

ہوگئی، کیونکہ اس میں بینک سے نفع لینے کے بجائے دوسرے طریقے سے نفع وصول کرلیا۔ یہ کہنا درست نہیں، اس لئے کہ قرآن کریم نے فرمایا: ﴿واحل اللہ البیع وحرم الربا﴾

سورۃ البقرۃ:۲۷۵)

''یعنی اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا اور ربا کو حرام کیا ہے۔'' اور مشرکین مکہ بھی تو یہی کہا کرتے تھے کہ بیع بھی ربا جیسی ہے، اس میں بھی انسان نفع کماتا ہے اور ربا میں بھی انسان نفع کماتا ہے، پھر دونوں میں فرق کیا ہے؟...... قرآن کریم نے ان کا ایک ہی جواب دیا کہ یہ ہمارا حکم ہے کہ ربا حرام اور بیع حلال ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ روپیہ کے اوپر روپیہ نہیں لیا جاسکتا، لیکن اگر درمیان میں کوئی چیز یا مال تجارت آجائے، اور اس کو فروخت کر کے نفع حاصل کرے اس کو ہم نے حلال قرار دیا ہے، اور ''مرابحہ'' کے اندر درمیان میں مال آجاتا ہے اس لئے شریعت کے اعتبار سے وہ سودا جائز ہو جاتا ہے۔

لیکن جیسا کہ ہم نے عرض کیا یہ ''مرابحہ'' اور ''لیزنگ'' مطلوبہ اور پسندیدہ متبادل نہیں ہیں، اور اس سے تقسیم دولت پر کوئی بنیادی اثر نہیں پڑتا، البتہ پسندیدہ متبادل ''مشارکہ'' ہے لیکن آئندہ جو منفرد ادارے قائم کئے جائیں، ان کے لئے آزمائشی اور تجرباتی مدتمیں مرابحہ اور ''لیزنگ'' پر بھی عمل کرنے کی گنجائش موجود ہے، اور اس وقت بھی کچھ فائنانشل انسٹیوٹوشن ان بنیادوں پر کام کر رہے ہیں۔

بہر حال! یہ تو ''سود'' اور اس کے متعلقات کے بارے میں عام باتیں تھیں جو ہم نے پیش کر دیں۔ ''سود'' سے متعلق ایک مسئلہ اور ہے، جس کی صدائے بازگشت بار بار سنائی دیتی ہے، وہ یہ ہے کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ دارالحرب جہاں غیر مسلم حکومت ہو وہاں سود کے لین دین میں کوئی قباحت نہیں، وہاں غیر مسلم حکومت سے سود لے سکتے ہیں اس مسئلہ پر بھی لمبی چوڑی بحثیں ہوئی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ چاہے دارالحرب ہو یا دارالاسلام، جس طرح سود دارالاسلام میں حرام ہے، اسی طرح دارالحراب میں بھی حرام ہے، البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ عام آدمی کو چاہئے کہ اپنا پیسہ بینک کے اندر کرنٹ اکاؤنٹ میں رکھے، جہاں پیسوں پر سود نہیں لگتا، لیکن اگر کسی شخص نے غلطی سے سیونگ اکاؤنٹ میں پیسے رکھ دئے ہیں اور اس رقم پر سود مل رہا ہے تو پاکستان میں تو ہم لوگوں

سے کہہ دیتے ہیں کہ سود کی رقم بینک میں چھوڑ دو، لیکن ایسے ملکوں میں جہاں ایسی رقم اسلام کے خلاف کام پر خرچ ہوتی ہے، وہاں اس شخص کو چاہئے کہ وہ سود کی رقم بینک سے وصول کر کے کسی مستحق زکوٰۃ کو ثواب کی نیت کے بغیر صرف اپنی جان چھڑانے کے لئے صدقہ کر دے اور خود اپنے استعمال میں نہ لائے۔

ایک بات اور عرض کروں وہ یہ کہ یہ کام نسبتاً ذرا مشکل لگتا ہے، لیکن اس کے باوجود ہم مسلمانوں کو اس بات کی پوری کوشش کرنی چاہئے کہ ہم خود ایسے مالیاتی ادارے قائم کریں جو اسلامی بنیادوں پر کام کریں اور جیسا کہ ہم نے ابھی آپ کے سامنے عرض کیا کہ ''مشارکہ، مرابحہ'' اور ''لیزنگ'' کی مکمل اسکیمیں موجود ہیں اور ان بنیادوں پر مسلمان اپنے ادارے قائم کر سکتے ہیں، اور یہاں کے مسلمان ماشاء اللہ اس بات کو سمجھتے ہیں اور اس میں خود ان کے مسائل کا بھی حل ہے، ان کو چاہئے کہ یہاں رہ کر فائینانشیل انسٹیٹوٹ قائم کریں۔ امریکہ میں ہمارے علم کے مطابق کم از کم ہاؤسنگ کی حد تک دو ادارے موجود ہیں، اور صحیح اسلامی بنیاد پر کام کر رہے ہیں ایک ٹورنٹو میں اور ایک لاس اینجلس میں ہے اب ان اداروں کی تعداد میں اضافہ ہونا چاہئے اور مسلمانوں کو اپنے طور پر ایسے ادارے قائم کرنے چاہئیں لیکن اس کی بنیادی شرط یہ ہے کہ ماہر فقہاء اور مفتی حضرات سے مشورہ کر کے اس کا نظام قائم کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

(بحوالہ چیدہ چیدہ اصلاحی خطبات)
(از شیخ الاسلام حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب)

سود خوروں کے دردناک واقعات

واقعہ نمبر ا

عبداللہ بن مدینیؒ کہتے ہیں کہ میرے بچپن کا زمانہ تھا اور میں اپنے والدؒ کی قبر پر قرآن خوانی کے لئے حاضر ہوا کرتا تھا، ایک دن فجر کے بعد اندھیرے ہی میں قبرستان پہنچ گیا۔ جہاں تک مجھے یاد آتا ہے کہ رمضان المبارک کا آخری عشرہ تھا اور شب قدر تھی۔ میں اپنے والد مرحوم کی قبر کے قریب بیٹھ کر قرآن کی تلاوت میں مشغول ہو گیا وہاں اس وقت میرے علاوہ اور کوئی دوسرا شخص نہ

تھا۔ میں نے اچانک سنا کہ کوئی نہایت دلدوز اور ہیبت ناک آواز میں کراہ رہا ہے، یہ آواز جس نے مجھے گھبرا دیا تھا، میرے قریب ہی ایک پختہ اور سفید قبر سے آرہی تھی۔ میں نے قرآن خوانی بند کر دی اور اس آواز کی طرف کان لگا دیئے، میں نے محسوس کرلیا کہ ہ آواز اسی قبر میں ہونے والے عذاب کی ہے اور مردہ اس وقت عذاب میں مبتلا ہے اور اس دردناک انداز سے آہ وزاری کر رہا ہے، یہ آواز ایسی ہے کہ جس سے آدمی کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے اور انسان گھبرا جائے۔

تھوڑی دیر تک میں اس آواز کو سنتا رہا، لیکن پو پھٹنے لگی تو اس آواز کا آنا بند ہو گیا، اس کے بعد ایک شخص ادھر سے گزرا تو میں نے پوچھا کہ یہ قبر کس کی ہے؟...... اس نے بتایا کہ فلاں کی ہے، میں بھی اس کو جانتا تھا اور بچپن میں بھی دیکھا تھا۔ اس کے اکثر اوقات مسجد میں گزرتے تھے، تمام نمازیں اپنے وقت پر ادا کرتا تھا اور وہ انتہائی خاموش اور سنجیدہ آدمی تھا۔ چونکہ میں اس کی نیکیوں اور خوبیوں سے واقف تھا اس لئے یہ صورتحال میرے اوپر شاق گزری، میں نے واپس آ کر اس کے دوستوں اور واقف کاروں سے اس کے احوال دریافت کیے۔ تو لوگوں نے بتایا کہ یہ شخص سودی کاروبار کیا کرتا تھا۔ (از مولانا عبدالمؤمن فاروقی)

واقعہ نمبر۲

کچھ عرصے قبل ایک واقعہ اخبار میں شائع ہوا تھا کہ بلوچستان کے ایک قصبے میں مردے کو لحد میں اتارتے ہوئے اس وقت لوگوں میں خوف و ہراس پھیل گیا جب مردے سے لپٹے ہوئے سانپ نے کفن سے اپنا سر باہر نکالا۔ عینی شاہدوں کے مطابق ہلاک ہونے والا سودی کاروبار کرتا تھا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ (بحوالہ روزنامہ دن، لاہور)

سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میں نے معراج کی رات (دوزخ میں) دیکھا، کچھ لوگ وہ ہیں جن کے پیٹ ایسے ہیں جیسے بڑے بڑے کمرے ہیں اور ان کے پیٹوں میں سانپ ہیں جو کہ باہر سے نظر آرہے تھے۔ میں نے کہا: جبرئیلؑ! یہ کون لوگ ہیں؟...... تو جبرئیل (علیہ السلام) نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ) یہ سود خور ہیں۔'' العیاذ باللہ تعالیٰ

مسلمانو! غور کرو، اور دیکھو کہ سود خور دنیا و آخرت میں کتنے بڑے عذاب میں مبتلا ہوتے ہیں۔ لہٰذا ہمیشہ حلال کماؤ اور حلال کھاؤ اور بال بچوں کو بھی رزق حلال کھلاؤ۔

واقعہ نمبر ۳

ایک صاحب اپنے مضمون میں رقم کرتے ہیں کہ ڈاکٹر بلوچ صاحب کی زبانی حالات لکھ رہا ہوں۔ بوسن روڈ ملتان کے ایک قبرستان میں بورڈ کے ذریعے قبر کشائی کا حکم ملا، یہ ایک ایسے آدمی کی نعش تھی جو اپنی زندگی کے بیس سال سعودی عرب میں رہا، الحاج تھا، حافظ قرآن تھا، سعودی عرب سے پاکستان واپس آکر سودی کاروبار شروع کر دیا، اچانک مرگیا۔ اس کی پہلی بیوی کے بچوں نے مجسٹریٹ کو درخواست دی کہ ہمارے ابو کو زہر دے کر مارا گیا ہے، دفن ہونے کے ایک سال بعد قبر کشائی کا حکم ملا۔ میں بورڈ کا ممبر تھا۔ سول جج کی موجودگی میں قبر کھولی گئی، نہ کوئی بو، نہ کوئی کیڑا تھا۔ جب کفن نعش سے ہٹایا گیا تو صرف ہڈیوں اور سیاہ راکھ کے سوا کچھ باقی نہ تھا۔ البتہ مختلف رنگ کے بچھو ہڈیوں کو چمٹے ہوئے تھے۔ ان بچھوؤں کو ہڈیوں سے ہٹانا ناممکن تھا۔ کیونکہ ان کے ڈنگ ہڈیوں کے اندر تھے۔ ان کو زیادہ چھیڑنے سے خطرہ تھا، اس لئے اسی حالت میں چھوڑ دیا گیا۔ یہ حالت دیکھ کر احساس ہوا کہ جو شخص سود کا کاروبار کرے گا مرنے کے بعد اس پر ایسی آگ مسلط کر دی جائے گی جو اس کو جلا کر راکھ کر دے گی۔ اس کی نعش پر کفن ویسے ہی تھا۔ معلوم ہوا کہ اس آگ کا اثر صرف مرنے والے کے جسم پر رہا۔

واقعہ نمبر ۴

ایک اخباری رپوٹ کے مطابق سود خور کی قربانی ناجائز، گائے رسہ تڑوا کر بھاگ نکلی، ذبح کرنے کی بار بار کوششوں کے باوجود گائے کی گردن پر چھری نہ چل سکی۔ کالج روڈ ڈسکہ کے مشہور زمانہ تاجر نے عید قربان کے موقعے پر قربانی کی خاطر پچاس ہزار روپے مالیت کی قیمتی گائے خریدی اور قربانی کی خاطر جب ذبح کرنے کے لئے قصائی نے گائے کی چاروں ٹانگیں کھلے میدان میں باندھ کر ذبح کرنے کی نیت کی تو گائے رسہ تڑوا کر فوراً بھاگ نکلی جسے علاقے کے لوگوں نے دوبارہ پکڑ کر ذبح کرنے کے لیے باندھا اور قصائی نے جونہی گائے کی گردن پر چھری چلائی تو قدرے زور

لگانے کے باوجود نہ چل سکی۔ حتیٰ کہ گائے کی گردن سے رتی بھر خون بھی نہ نکلا اور ایک غائبانہ آواز آئی کہ "سود حرام ہے اور ناجائز سود کی قربانی نہیں ہوسکتی۔" اس آواز کا سننا تھا کہ قصائی اور اس کے ساتھی اور دیگر قریب کھڑے لوگ دم دبا کر بھاگ نکلے اور گائے بھی موقعے سے غائب ہوگئی۔ اس واقعے کو سن کر لوگوں نے توبہ کی اور سود خور عمران شریف نے اعلانیہ اپنے گناہوں کا سینکڑوں لوگوں کی موجودگی میں اعتراف کیا اور اس کی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی، اس منظر کو دیکھنے والے کئی لوگ بھی معافی مانگنے لگے۔

اس دوران عمران شریف نے کالج روڈ پر لوگوں کے سامنے آہ وبکا کی، ناک کی لکیریں نکالیں اور کہا کہ "اے اللہ! مجھے بخش دے، بے شک تو بڑا رحیم ہے۔" اسی دوران ڈسکہ کے سینکڑوں لوگوں کی موجودگی میں وہی گائے دوبارہ اچانک بھاگتی ہوئی ان کے سامنے آگئی، جس کو دیکھ کر لوگ ورطۂ حیرت میں مبتلا ہوگئے، اور سمجھ لیا کہ خداوند کریم نے عمران شریف کی توبہ قبول کرلی ہے۔ دوبارہ قصائی بلوایا گیا اور قربانی کی گئی، جس کا سارا گوشت عمران شریف نے غریبوں میں تقسیم کردیا۔ اس واقعے کی خبر دور دراز تک لوگوں میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔

(روزنامہ انصاف لاہور روزنامہ خبریں لاہور، ۱۵ فروری ۲۰۰۳ء)

واقعہ نمبر ۵

اسی طرح کا ایک اور واقعہ ٹنڈو آدم کے ایک کپڑے کے تاجر کے ساتھ ہوا، اس سے عبرت حاصل ہوتی ہے، اخباری اطلاع کے مطابق قبرستان میں ایک جنازہ لایا گیا، امام صاحب نے جوں ہی نماز جنازہ کی نیت باندھی، مردہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ امام صاحب نے بھی نیت توڑ دی اور کچھ لوگوں کی مدد سے اس کو پھر لٹا دیا۔ تین مرتبہ وہ مردہ اسی طرح اٹھ کر بیٹھ گیا۔ امام صاحب نے مرحوم کے رشتہ داروں سے پوچھا: "کیا مرنے والا سود خور تھا؟......" انہوں نے اثبات (یعنی ہاں) میں جواب دیا۔ اس پر امام صاحب نے نماز جنازہ پڑھانے سے انکار کردیا۔ لوگوں نے جب لاش قبر میں رکھی تو قبر زمین کے اندر دھنس گئی۔ اس پر لوگوں نے لاش کو مٹی وغیرہ سے دبا کر بغیر فاتحہ ہی گھر کی راہ لی۔ (بحوالہ اللہ کے نافرمانوں پر عذابات کے عبرتناک واقعات)

واقعہ نمبر ۶

حضرت خواجہ حبیب عجمیؒ بڑے جلیل القدر اولیاء سے ہوئے ہیں۔ طریقت میں آپؒ حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے خلیفہ تھے۔ ابتداء میں بہت دولت مند تھے لیکن سود خور تھے۔ ہر روز تقاضا کرنے جاتے۔ جب تک وصول نہ کر لیتے اسے نہ چھوڑتے، ایک روز کسی مقروض کے گھر گئے لیکن وہ گھر پر موجود نہ تھا۔ اس کی بیوی نے کہا کہ اس کے پاس قرض ادا کرنے کے لئے رقم موجود نہیں ہے۔ البتہ بکری ذبح کی تھی۔ اس کی گردن موجود ہے۔ جو ہم نے گھر پر پکانی ہے، لیکن آپؒ اس عورت سے بکری کا گوشت زبردستی لے آئے اور گھر پہنچ کر بیوی سے کہا کہ یہ سود میں ملی ہے اسے پکالو، بیوی نے کہا کہ آٹا اور لکڑی بھی ختم ہے اس کا بھی بندوبست کردو، آپؒ دوسرے قرضداروں کے پاس گئے اور یہ چیزیں بھی سود میں لے آئے جب کھانا تیار ہو گیا تو کسی سوالی نے آواز دی کہ بھوکا ہوں کچھ کھانے کو دو، آپؒ نے اندر ہی سے اس سائل کو جھڑک دیا۔ سائل چلا گیا۔

جب آپؒ کی بیوی نے ہانڈی سے سالن نکالنا چاہا تو دیکھا کہ وہ خون ہی خون ہے، بیوی نے حیران ہو کر شوہر کی طرف دیکھا اور کہا کہ اپنی شرارتوں اور کنجوسی کا نتیجہ دیکھ لو، خواجہ حبیب عجمیؒ نے یہ ماجرہ دیکھا تو حیرت زدہ رہ گئے۔ اس واقعہ نے آپ کی زندگی میں انقلاب برپا کر دیا، اسی وقت سابقہ بے روی سے توبہ کی، ایک روز باہر نکلے، راستہ میں بچے کھیل رہے تھے انہوں نے خواجہ صاحب کو دیکھ کر چلانا شروع کر دیا:

''ہٹ جاؤ حبیب سود خور آ رہا ہے، ہم پر اس کی گرد بھی پڑ گئی تو ہم بھی ایسے ہی ہو جائیں گے۔'' یہ سنا تو تڑپ اٹھے، ندامت سے سر جھکا لیا، اور کہنے لگے: اے رب! بچوں تک تو نے میرا حال ظاہر فرما دیا خواجہ حسن بصریؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر توبہ کی، سب قرضداروں کا قرض معاف کر دیا، اپنا سارا مال و اسباب راہ خدا میں دے ڈالا، عبادت و ذکر الٰہی میں مصروف ہو گئے اور صائم الدہر اور قائم اللیل رہنے لگے، کچھ عرصہ بعد ایک دن پھر انہیں لڑکوں کے پاس سے گزر ہوا تو انہوں نے آپس میں کہا، خاموش رہو حبیب العابد جاتے ہیں، یہ سن کر آپؒ رونے لگے اور کہا کہ ''اے اللہ! یہ سب تیری طرف سے ہے۔

جب اس طرح عبادت کرتے ایک مدت گزر گئی تو ایک دن بیوی نے شکایت کی کہ ضرورت کیسے پوری کی جائے، آپ نے فرمایا کہ اچھا کام پر جاتا ہوں، مزدوری سے جو ملے گا لے آؤ گا۔ چنانچہ آپؒ دن بھر گھر سے باہر رہ کر عبادت کرتے اور شام کو گھر واپس آجاتے۔ بیوی انہیں خالی ہاتھ دیکھتی تو کہتی کہ یہ کیا معاملہ ہے، آپ فرماتے کہ میں کام کر رہا ہوں۔ جس کا کام کر رہا ہوں وہ بڑا سخی ہے، کہتا ہے وقت آنے پر خود ہی اجرت دے دیا کروں گا، فکر نہ کرو، لہٰذا مجھے اس سے مانگتے ہوئے شرم آتی ہے، وہ کہتا ہے ہر دسویں روز مزدوری دیا کروں گا، چنانچہ بیوی نے دس دن صبر کیا۔

جب آپ دسویں روز بھی شام کو خالی ہاتھ گھر واپس جانے لگے تو راستے میں آپ کو خیال آیا کہ اب بیوی کو کیا جواب دوں گا۔ اسی خیال میں گھر پہنچے، تو عجیب ماجرہ دیکھا، عمدہ عمدہ کھانے تیار رکھے ہیں، بیوی آپؒ کو دیکھتے ہی بول اٹھی کہ یہ کس نیک بخت کا کام کر رہے ہو جس نے دن رات کی اجرت اس قسم کی بھیجی اور تین ہزار درہم نقد بھی بھیجے ہیں اور یہ بھی کہلا بھیجا ہے کہ کام زیادہ محنت سے کرو گے تو اجرت زیادہ دوں گا۔ یہ دیکھ کر آپؒ کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں خیال گزرا کہ خدائے پاک نے ایک گنہگار بندے کی دس روز کی عبادت کا یہ صلہ دیا۔ اگر زیادہ حضور قلب سے عبادت کروں تو نہ جانے کیا کچھ دے، یہ خیال آتے ہی خلائق دنیا سے بالکل الگ ہو گئے اور ایسی عبادتیں اور ریاضتیں کیں کہ اسرار الٰہی بے نقاب ہو گئے، عنایت الٰہی کا نزول شروع ہو گیا اور آپؒ کو مستجاب الدعوات کا درجہ مل گیا۔ (بحوالہ اللہ میری توبہ)

ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جہنم میں لے جانے والے اس عمل یعنی سودی معاملات کرنے سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

جہنم میں لے جانے والا بارہواں عمل

نماز کا چھوڑنا

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں **فخلف من بعد هم خلف اضاعوا الصلوة واتبعوا الشهوات فسوف يلقون غيا.**

اس آیت کی تشریح میں ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس میں نماز ضائع کرنے کے معنیٰ نہیں کہ بالکل ہی پڑھتے نہ تھے بلکہ وہ تاخیر کردیتے تھے وقت کو ٹال کر پڑھتے تھے اس طرح امام التابعین حضرت سعید بن خبیبؒ فرماتے ہیں کہ ظہر کی نماز عصر کے وقت اور عصر کی نماز مغرب کے آنے تک اور مغرب کو عشاء تک اور عشاء کو فجر تک نہ پڑھے اگر اسی حال میں مر گیا اور توبہ نہ کی تو اس کو اللہ کے اس فرمان کے مطابق وادی غیی میں پھینک دیا جائیگا غیی ایک وادی ہے دوزخ میں جو بہت گہری اور بہت بری جگہ ہے ایک جگہ اللہ فرماتے ہیں فویل للمصلین ہلاکت ہے ایسے نمازیوں کے لئے جو نماز سے بے خبر ہیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرمؐ سے سوال کیا یارسول اللہ جو لوگ اپنی نمازوں سے بے خبر ہیں سے کون لوگ مراد ہیں آپ نے فرمایا جو نماز کے اوقات میں تاخیر کرنے والے ہیں وہ نام کے تو نمازی ہیں مگر اس سستی کی وجہ سے ان کے لئے ویل اور عذاب سخت ہے اور بعض حضرات نے ویل کی تفسیر یہ بھی کی ہے کہ ویل جہنم کی ایک وادی ہے اگر دنیا کے سارے پہاڑ بھی اس میں ڈالے جائیں تو وہ سارے پگھل جائیں وہ اس قدر سخت گرم ہے یہ تو ایسے لوگوں کا ٹھکانہ ہے ہاں اگر توبہ کرلی اور دنیا کے اندر ہی نادم ہوگئے تو اور بات ہے ایک جگہ ارشاد ربانی ہے۔ ﴿**یاایها الذین امنو الاتلهكم اموالكم ولااولادكم عن ذكر الله**......الخ﴾ ایمان والو! تم کو تمہارے مال واولاد اور تجارت غافل نہ کردیں اللہ کی یاد سے جس شخص نے یہ کام کیا تو یہ لوگ خسارے میں ہوں گے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ اس آیت میں ذکر

اللہ سے پانچ وقتی نمازیں مراد ہیں لہٰذا جو شخص مال اور اولاد تجارت کی وجہ سے تاخیر کر دیگا سستی کریگا تو خسارے میں پڑیگا گویہ آیت بھی نماز میں سستی کرنیوالوں کے لئے بطور وعید کے کافی ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا اگر نماز ناقص ہوگی تو وہ خسارے میں ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے جب دوزخیوں سے سوال کیا جائے گا ماسلککم فی سقر تمہیں دوزخ میں کس چیز نے پہنچایا تو وہ بھی جواب دیں گے ہم نماز نہیں پڑھتے تھے اور مسکینوں کو کھانا نہیں کھلاتے تھے اور مسخرے کیا کرتے تھے اصل بات یہ ہے کہ ہمیں قیامت کے دن کا یقین ہی نہیں تھا کہ ایک دن حساب والا بھی ہے جب آ گیا تو اب کیا کسی کی سفارش کام آئے گی، حدیث پاک میں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا فرق مسلمان اور کافر کا نماز کی وجہ سے ہے جس نے نماز کو جان بوجھ کر چھوڑا تو کافر ہو گیا یعنی کافروں والا فعل کیا نہ کہ حقیقتاً کیونکہ کلمہ گو ہے ایک جگہ ارشاد ہے بخاری شریف کی روایت ہے کہ جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی اس سے اللہ تعالیٰ بری ہیں پھر فرمایا مجھے اللہ کی طرف سے حکم ہے کہ میں لڑائی کروں لوگوں سے حتی کہ کلمہ طیبہ کی گواہی دیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں ایسی صورت میں ان کا مال جان محفوظ ہو جائے گا مگر حق کے ساتھ باقی حساب ان کا اللہ پر ہے یعنی ظاہر پر اعتبار کیا جائے گا ان کے ظاہری کلمہ کی برکت سے ان کا مال و جان محفوظ ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد نبوی ہے جو شخص نماز کا اہتمام کرے تو نماز اس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگی حساب پیش کرنے کے وقت حجت ہوگی اور نجات کا سبب ہوگی اور جو شخص نماز کا اہتمام نہ کرے اس کے لئے نور نہ ہوگا نہ حجت ہوگی نہ نجات کا کوئی ذریعہ، اس کا حشر فرعون ہامان ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا اور قارون کے ساتھ۔ حضرت عمرؓ کا فرمان ہے ایسے شخص کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں جو نماز نہ پڑھے اور بعض علماء نے کہا کہ تارک صلوۃ کا ان کے ساتھ حشر ہونیکی وجہ یہ ہے کہ فرعون ملک کی وجہ سے غافل تھا اور یہاں بھی یہی وجہ ہے اگر ہامان کے ساتھ حشر ہے تو اس کی وزارت کی وجہ سے اور قارون سے مال کی نسبت سے اور ابی بن خلف مکے کا مشہور تاجر تھا اس کے ساتھ نسبت تجارت کی وجہ سے ہے وہ بھی تاجر ہو کر خدا سے غافل تھا یہ بھی۔

''امام حنبلؒ نے معاذ بن جبلؓ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص جان

بوجھ کر نماز چھوڑ دے اس سے اللہ تعالیٰ بری ہیں اس طرح بیہقی نے حضرت عمرؓ کی روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور سوال کیا کہ اسلام میں بہترین عمل کون سا ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک فرمایا نماز کو اپنے اوقات پر پڑھنا اور جس نے نماز کو ترک کر دیا تو اس کے دین کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ نماز دین کا ستون ہے حضرت عمرؓ کو آخری وقت جب برچھا مارا گیا تو اکثر اوقات غفلت طاری رہتی تھی مگر نماز کے اوقات میں جگا دیا جاتا تھا تو فرماتے تھے ہاں ہاں جو شخص نماز کو ضائع کر دے اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں تو حضرت زخموں سے چور تھے خون بہتا تھا مگر نماز ادا فرماتے تھے۔

حضرت عبیداللہ بن شفیق جو تابعی ہیں فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے صحابہؓ ترک نماز کو کفر جانتے تھے، حضرت علی المرتضی سے ایک عورت نے تارک الصلوۃ کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا تارک نماز کافر ہے اس طرح ابن مسعودؓ فرماتے تھے تارک نماز بے دین ہے ابن عباسؓ کا قول ہے ایک نماز کو جان کر چھوڑنے والے پر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ناراض ہوں گے۔

ایک حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا بے نمازی کی خدا کے ہاں دوسری نیکیاں بھی برباد ہو جائیں گی ان پر کوئی اجر نہیں ملے گا۔ ابن حزمؒ کا قول ہے کہ شرک کے بعد بڑا گناہ نماز میں سستی کرنا ہے اس کے بعد مؤمن مسلمان کو قتل کرنا ہے ابراہیم نخعی کا فرمان ہے نماز ترک کرنا کفر ہے ایوب سختیانی نے بھی یہی قول اختیار کیا ہے عون بن عبداللہ فرماتے ہیں قبر میں بھی نماز پوچھی جائیگی اگر نماز درست نکل آئی تو باقی اعمال بھی دیکھے جائیں گے ورنہ دوسرے کسی عمل کی طرف نہیں دیکھا جائے گا ایک حدیث میں ہے کہ اگر نماز کو اپنے اوقات میں خشوع وخضوع سے پڑھتا ہے تو نماز عرش پر جاتی ہے دعائیں دیتی ہے کہ اللہ تجھے بھی ایسے آباد کرے جیسے تو نے مجھے آباد کیا اور اگر اوقات کو ٹال کر بری طرح سے پڑھتا ہے تو وہ نماز پرانے کپڑے میں لپیٹ کر اس کے منہ پر ماردی جاتی ہے کہ خدا تجھے برباد کرے جیسے تو نے مجھے برباد کیا اس لئے آج ہم بربادی کا گلہ کیوں کریں انسانوں کی بددعا لگے نہ لگے مگر نماز کے بددعا لگنے میں کوئی شک نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے ابوداؤد نے روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تین شخصوں کی نماز قبول نہیں ایک امام جس کے مقتدی راضی نہ ہوں دوسرا جو کسی آزاد کو غلام بنالے

تیسرا بے وقت نماز پڑھنے والا نیز آپ نے یہ بھی فرمایا جو شخص دو نمازوں کو جمع کرلے بغیر کسی عذر کے تو وہ کبیرہ گناہوں کے ایک دروازے پر پہنچ گیا۔ اللہ ہمیں نماز صحیح پڑھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

ابوداؤد نے اپنی سنن میں روایت نقل کی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا سات برس کی عمر میں بچے کو نماز کا حکم کرو اور دس برس کی عمر میں نماز مار کے پڑھاؤ۔ دوسری روایت میں اتنا اضافہ ہے کہ دس برس کے بعد ان کا بستر الگ کردو، امام ابوسلیمان خطابی نے اس حدیث سے بے نمازی کو سزا دینے پر دلیل پکڑی ہے امام شافعیؒ کے اصحاب نے اسی سے استدلال کیا ہے کہ جب بالغ کے لئے سزا کا حکم ہے تو تارک صلوۃ تو یقیناً مستحق ہوگا باقی تارک صلوٰۃ کے بارے میں علماء نے اختلاف کیا ہے امام مالک امام شافعیؒ اور احمد بن حنبل نے فرمایا کہ تارک صلوۃ کی گردن تلوار سے ماردی جائے اس کے کفر کے بارے میں اختلاف کیا ہے ابراہیم نخعی ایوب سختیانی عبداللہ بن مبارک احمد بن حنبل اسحاق بن راہویہ نے کہا کہ وہ کافر ہے اور حضور کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں آپ نے فرمایا کافروں کے درمیان اور ہمارے درمیان جو عہد ہے وہ نماز کا ہے جس نے اسکو چھوڑا اس نے کفر کیا پھر ایک جگہ فرمایا مسلمان اور کافر کے درمیان فرق نماز چھوڑنے کا ہے۔

ایک حدیث میں ہے جو شخص فرض نمازوں کا اہتمام کرے اللہ تعالیٰ اس کا پانچ طرح کا اکرام فرماتے ہیں پہلا رزق کی تنگی ہٹادی جاتی ہے دوسرا اس سے قبر کا عذاب ختم کردیا جاتا ہے تیسرا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا چوتھا پل صراط سے بجلی کی طرح گزر جائیگا پانچواں جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوجائے گا اور جو نماز میں سستی کرے پندرہ طریقے سے عذاب ہوگا تین طرح مرنے کے وقت تین طرح قبر میں تین طرح قبر سے اٹھنے کے بعد پانچ طرح دنیا میں دنیا کے پانچ یہ ہیں ۱۔ رزق سے برکت ختم ہوجائے گی۔ ۲۔ دوسرا صلحاء کا نور اس کے چہرے سے ہٹادیا جاتا ہے۔ ۳۔ تیسرے اس کے نیک کاموں کا اجر ہٹادیا جاتا ہے۔ ۴۔ چوتھے اس کی دعائیں قبول نہیں ہوتی۔ ۵۔ پانچویں خدا کے نیک بندوں کی دعاؤں میں اس کا حصہ نہیں ہوگا۔

موت کے وقت کے تین عذاب یہ ہیں ۱۔ اول ذلت کی موت مرتا ہے ۲۔ دوسرا بھوکا مرتا ہے۔ ۳۔ پیاس کی شدت میں مرتا ہے، اگر سمندر بھی پی لے تب بھی پیاس نہیں بجھے گی۔

قبر کے تین عذاب یہ ہیں ا۔اول قبر تنگ ہو جاتی ہے حتی کہ پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں ۔۲۔ دوسرا قبر میں ایک سانپ مسلط ہو جاتا ہے جس کی آنکھیں آگ کی، ناخن لوہے کے اتنے لمبے کہ ایک دن چل کر ختم ہو آواز اس کی بجلی کی کڑک کی سی وہ کہتا ہے مجھے میرے رب نے تجھ پر مسلط کیا ہے تاکہ میں تجھے صبح کی نماز ضائع کرنے کے بدلے آفتاب نکلنے تک مارے جاؤ پھر ظہر سے عصر تک پھر عصر سے مغرب تک پھر مغرب سے عشاء تک اور عشاء ضائع کرنے کی وجہ سے صبح تک ۔ جب ایک دفعہ مارتا ہے تو مردہ زمین میں ستر گز دھنس جاتا ہے اس طرح اس کو قیامت تک عذاب دیا جاتا ہے۔

۳۔ تیسرا قبر میں آگ جلادی جاتی ہے اور قبر سے نکلنے کے تین عذاب ہیں ا۔اول حساب سختی سے لیا جائیگا۔۲۔ اللہ اس پر ناراض ہونگے ۔۳۔ تیسرا جہنم میں داخل کیا جائیگا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کے ماتھے پر تین سطریں لکھی ہوئی ہونگی پہلی سطر اواللہ کے حق ضائع کرنے والے دوسری سطر اواللہ کے غصہ کے ساتھ مخصوص تیسری جس طرح تو نے اللہ کے حق کو ضائع کیا اس طرح آج تو میری رحمت سے مایوس ہے۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے ایک آدمی کو قیامت کے دن خداتعالیٰ کے سامنے لایا جائے گا وہ جہنم میں ہوگا وہ عرض کرے گا یا اللہ کیوں یہ حکم ہوا کس جرم میں کہا جائیگا تو نماز میں سستی کرتا تھا اور اللہ کے نام کی جھوٹی قسم کھاتا تھا ایک مرتبہ حضور ﷺ نے صحابہ سے فرمایا یوں کہو یا اللہ ہمیں شقی محروم نہ فرما پوچھا شقی محروم کون ہے فرمایا نماز کا چھوڑنے والا اور روایات میں ہے جس کا قیامت کے دن پہلے منہ سیاہ ہوگا وہ نماز کا چھوڑنے والا ہوگا دوزخ میں ایک وادی ہے جس کا نام لم لم ہے جس میں سانپ ہیں ہر سانپ اونٹ کی گردن کے موٹائی کے برابر ہے اور لمبائی ایک مہینے کی مسافت جو تارک الصلوۃ کو کاٹے گا اس کی زہر تمام جسم میں پھیل جائے گی ستر برس تک جس سے اس کا گوشت گل کر گر جائے گا۔

بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ ایک شخص کی بہن فوت ہوگئی اس کو دفن کرتے وقت ایک تھیلی جس میں رقم تھی اس قبر میں گر گئی جس کا پتہ نہ چل سکا جب سارے لوگ واپس چلے گئے اس کو اپنی تھیلی یاد آئی تو اس نے قبر کو کھولا دیکھا تو قبر آگ کے شعلوں سے بھری ہوئی تھی فوراً قبر کو بند

کر کے روتا ہوا گھر واپس آیا یہ ماجرا اپنی ماں کو بتایا دریافت کیا کہ میری بہن کا کیا گناہ تھا تو اس نے روتے ہوئے بتایا کہ وہ نماز میں سستی کرتی تھی یہ اس کا حال ہے اور جو بالکل ہی نماز نہ پڑھے اس کا کیا بنے گا۔

بخاری اور مسلم میں ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں آیا پہلے آتے ہی اس نے نماز پڑھی پھر نماز کے بعد اس نے سلام کیا۔ آپ نے فرمایا جا نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی اس نے پھر اسی طرح نماز پڑھی جیسے پہلے نماز پڑھی غرض تین مرتبہ اس نے نماز پڑھی تیسری مرتبہ اس نے عرض کیا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا میری نماز میں کیا کمی ہے مجھے اس کا صحیح طریقہ بتائیں آپ نے فرمایا جب تو نماز کے لئے کھڑا ہو تو تکبیر کہہ اور قرأت کر پھر رکوع اطمینان سے کر پھر سر اٹھا قیام اطمینان سے ادا کر اس طرح ساری نماز پڑھ مقصد یہ کہ تعدیل ارکان میں کمی تھی جس کا آپ نے اس کو سکھایا اس حدیث میں یہ بھی اشارہ ہے کہ جب تک طلب پیدا نہ ہو اس وقت تک مسئلہ نہ بتایا جائے تا کہ بے قدری نہ ہو۔

امام احمدؒ نے بدری سے روایت کی ہے کہ جس کی نماز میں رکوع سجدہ اچھی طرح ادا نہ ہو تو وہ نماز ہوتی نہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے ایک حدیث میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا سب سے زیادہ برا چور وہ ہے جو نماز سے بھی چوری کرے پوچھا گیا یا رسول اللہ نماز میں کس طرح چوری کرے گا فرمایا اُس کا رکوع اور سجدہ اچھی طرح ادا نہ کرے گا۔

اس طرح ایک جگہ امام احمد بن حنبلؒ ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے اپنی پیٹھ کو رکوع میں سیدھا نہ کیا اس کی نماز قبول ہی نہیں اور فرمایا منافق کی نماز یہ ہے کہ وہ سورج میں بیٹھا رہتا ہے جب سورج شیطان کے دو سینگوں میں نکلتا ہے تو یہ اٹھکر چار ٹھونگے مار لیتا ہے یہ منافق ہے۔ ابی موسیٰ سے روایت ہے کہ ایک دن نبی اکرم ﷺ بیٹھے ہوئے تھے صحابہ کے درمیان اتنے میں ایک شخص نے نماز پڑھی رکوع کیا دو ٹھونگے مارتا رہا آپ نے فرمایا دیکھا تم نے اس کو نماز پڑھتا ہوا اگر یہ مر گیا تو مردود مرے گا ملت محمد یہ پر اس کی موت نہیں آئیگی جو کوے کی طرح ٹھونگے مارتا ہے، حضرت عمرؓ بن خطاب سے روایت ہے فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہر نمازی کے دائیں اور بائیں ایک ایک فرشتہ ہوتا ہے نماز پوری ادا کرنے

کے بعد وہ اس کی نماز کو اوپر لے جاتے ہیں اگر اس کا رکوع اور سجدہ صحیح نہیں ہوتا تو نماز اس کے منہ پر مار دی جاتی ہے۔ حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا نماز کا ایک ترازو ہے جس نے اس کو پورا کیا تو اس کو بدلہ بھی پورا ملے گا۔ جس نے اس میں کمی کی تو اس کے بدلے میں بھی کمی کی جائے گی تم قرآن میں نہیں پڑھتے فویل للمصلین یہ ویل ایک وادی ہے جس کی گرمی سے دوزخ بھی پناہ مانگتی ہے نعوذ باللہ من ذلک۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا جب کوئی شخص سجدہ کرے تو منہ اور ناک اور دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھے کیونکہ اللہ نے وحی کی میری طرف کہ میں سات اعضاء پر سجدہ کروں پیشانی ناک دونوں ہتھیلیوں اور دونوں گھٹنے اور پنجے اور دونوں قدموں پر اور بال اور کپڑوں کو نہ لپیٹو۔ جس شخص نے نماز پڑھتے وقت ہر عضو کو اس کا حق نہ دیا تو وہ عضو لعنت کرتا ہے نماز ختم ہونے تک۔ امام بخاریؒ نے حذیفہ بن یمان سے روایت کی ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا نماز پڑھتے تو جو رکوع سجدہ اچھی طرح نہ کرتا تھا آپ نے فرمایا تو نے نماز پڑھی ہی نہیں اگر اس طرح پڑھتے پڑھتے مر گیا مطلب یہ کہ نماز کی اصلاح نہ کی تو تیرا خاتمہ ملت محمدیہ پر نہیں ہوگا۔ امام ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ حضرت حذیفہؓ نے اس سے پوچھا تو کتنے عرصہ سے نماز پڑھ رہا ہے اس نے کہا چالیس برس سے فرمایا ساری نمازیں تو نے برباد کردیں اگر ایسے حال میں مر گیا تو ملت محمدیہ پر تیرا خاتمہ نہ ہوگا۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں دین سے تجھے کوئی اور چیز محبوب ہے اگر تجھے دین محبوب ہوتا تو تیری نماز کیوں گھٹیا ہے حالانکہ قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا جیسے حضور ﷺ کا فرمان ہے سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا اگر نماز صحیح اور درست نکل آئی تو وہ بامراد اور کامیاب ہوگا اگر خراب نکلی تو نوافل دیکھے جائیں گے اور نوافل سے کمی پوری کی جائے گی اس طرح تمام اعمال کا حساب ہوگا دعا ہے اللہ رب العالمین صحیح نماز پڑھنے کی توفیق عطاء فرمائے، آمین۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد یوم یکشف عن ساق جس دن پنڈلی کھولی جائے گی اس دن آنکھیں جھک جائیں گی ان پر ذلت چھائی ہوگی حالانکہ ان کو دنیا میں نماز کے لئے بلایا جاتا تھا جبکہ وہ صحیح سالم تھے مگر پھر بھی نہ جھکے، ابراہیم تیمیؒ فرماتے ہیں اس سے نماز باجماعت نہ پڑھنا مراد ہے حضرت

سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو اذان سن کر تندرست ہونے کے باوجود جماعت میں نہ آتے تھے حضرت کعب احبار فرماتے ہیں یہ آیت نماز کو باجماعت نہ پڑھنے والوں کے حق میں نازل ہوئی ہے اس سے سخت وعید اور کیا ہوگی، بخاری و مسلم کی روایت میں تو یہ بات ملتی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا میرا دل چاہتا ہے کہ اپنے مصلے پر کسی اور کو کھڑا کروں جو لوگوں کو نماز پڑھائے اور چند جوانوں سے کہوں وہ لکڑیاں اکٹھی کریں اور جا کر ایسے لوگوں کے گھر جلا دوں جو نماز باجماعت نہیں پڑھتے کتنی سخت وعید ہے۔

ایک جگہ مسلم شریف کی روایت ہے کہ ایک نابینا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عذر پیش کیا کہ میرے پاس کوئی آدمی نہیں جو مجھے مسجد تک لے جائے اگر اجازت ہو تو میں گھر میں نماز پڑھ لوں آپ نے اسے رخصت دیدی جب وہ جانے لگا تو آپ نے بلا کر پوچھا کیا تو اذان کی آواز سنتا ہے اس نے کہا جی ہاں فرمایا پھر تجھے اجازت نہیں مسجد میں آنا پڑے گا اس طرح حضرت عمرؓ بن کلثوم سے مروی ہے کہ انہوں نے بھی اپنے نابینا ہونے کا عذر کیا کہ مدینے کی گلیوں میں حشرات الارض موذی جانور بھی ہیں مکان دور ہے کوئی آدمی مسجد میں لانے والا بھی نہیں اجازت ہو تو گھر پڑھ لوں ارشاد فرمایا اذان کی آواز سنتا ہے عرض کی جی ہاں فرمایا پھر تجھے مسجد میں آنا پڑیگا خود سوچو جب اندھے آدمی کو اجازت نہیں تو صحیح سالم کو کیسے اجازت ملے گی حضرت ابن عباس بھی فرماتے ہیں جو شخص قائم اللیل ہو، راتوں کو جاگنے والا شب زندہ دار صائم النہار دن بھر روزہ رکھنے والا ہو اگر وہ جمعہ اور جماعت میں شریک نہیں ہوتا تو وہ جہنمی ہے۔

ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں جو شخص اذان کی آواز سنے اور مسجد میں نہ جائے تو اس کے کان پگھلے ہوئے سیسے سے بھر دیئے جائیں یہ بہتر ہے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اذان کی آواز سنے اور بغیر عذر کے نماز کے لئے نہ جائے نماز گھر پڑھے تو نماز قبول ہی نہیں ہوگی پوچھا گیا عذر سے کیا مراد ہے ارشاد فرمایا دشمن کا خوف ہو یا کوئی مرض وغیرہ۔ حاکم نے مستدرک میں ابن عباس سے روایت نقل کی ہے فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تین آدمیوں پر اللہ کی لعنت ہے ایک اس امام پر جس پر مقتدی خوش نہ ہوں دوسری وہ عورت بھی ملعون ہے جو خاوند کے بلانے پر بستر پر نہ آئے تیسرا وہ شخص بھی ملعون ہے جو اذان سن کر بھی مسجد میں نہ آئے۔ حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا

نماز مسجد کے علاوہ جائز نہیں جو مسجد کا پڑوسی ہو پوچھا گیا مسجد کا پڑوسی کون ہے فرمایا جو اذان سن لے۔

اور بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں جو شخص یہ پسند کرے کہ کل قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں مسلمان بن کر حاضر ہو وہ ان نمازوں کو ایسی جگہ ادا کرے جہاں اذان ہوتی ہو یعنی مسجد میں بے شک اللہ نے تمہارے نبی ﷺ کے لئے ہدایت کے طریقے مقرر کر دیے ہیں یہ نماز بھی ان طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے اگر تم گھروں میں پڑھو گے جیسا کہ فلاں شخص پڑھتا ہے تو سنت کے طریقے کو چھوڑنے والے ہو گے، اور یاد رکھو جو سنت کے طریقے کو چھوڑ دے گا گمراہ ہو جائے گا ہمارا حال تو یہ تھا جماعت سے پیچھے کوئی نہیں رہ سکتا تھا ہاں اگر کھلم کھلا منافق ہوتا یا مریض ورنہ جماعت سے کوئی پیچھے نہ رہتا حتی کہ دو آدمیوں کے سہارے گھسٹتا ہوا بھی آ سکتا تھا تو اس کو بھی صف میں لا کر کھڑا کر دیا جاتا تھا۔

حضرت ربیع بن خثیم کے متعلق آتا ہے کہ ان کو فالج ہو گیا تو دو آدمیوں کے سہارے نماز کے لئے تشریف لاتے ان سے لوگ کہتے آپ تو معذور ہیں گھر میں پڑھا کریں وہ فرماتے ہاں ٹھیک ہے مگر میں موذن کی آواز حی علی الصلوۃ حی علی الصلوۃ سن لیتا ہوں تو چاہے مجھے گھٹنوں کے بل بھی چل کر جانا پڑے تب بھی جاؤں گا حضرت حاتم فرماتے ہیں ایک دفعہ میری ایک نماز فوت ہو گئی ابو اسحاق بخاری نے میری تعزیت کی مجھے افسوس ہوا کہ آج اگر میرا لڑکا فوت ہو جاتا تو دس ہزار سے زائد آدمی تعزیت کے لئے آتے لیکن دین کا نقصان لوگوں کی نظر میں ہلکا ہے۔

ابن عمرؓ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ ایک مرتبہ باغ کی طرف گئے واپس آئے تو نماز عصر قضاء ہو گئی آپ نے فرمایا انا اللہ وانا الیہ راجعون اس پر فرمایا میری جماعت کے فوت ہونے پر میں تمہیں گواہ بنا کر کفارہ کے طور پر یہ باغ مسکینوں کے لئے وقف کرتا ہوں، یہ باغ کھجور کا تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا منافقوں پر دو نمازیں بہت بھاری ہیں عشاء اور فجر اگر ان کو پتہ چل جاتا کہ انکا کتنا اجر ہے تو ان نمازوں کے لئے گھسٹ کر بھی چلے آتے ابن عمرؓ فرماتے ہیں جب کوئی شخص عشاء اور فجر کی نماز سے پیچھے رہ جاتا تو ہم گمان کر لیتے کہ شائد یہ منافق ہو گیا ہے۔

عبید اللہ ابن عمر قواریری سے روایت ہے کہتے ہیں میری عشاء اور فجر کی نماز کبھی فوت نہیں

ہوئی تھی ایک رات میرے مہمان آگئے ان کی مشغولی کی وجہ سے میری عشاء کی نماز فوت ہوگئی میں بصرہ کی گلیوں میں نکلا کہ کہیں جماعت مل جائے مگر مساجد بند ہو چکی تھیں پھر میں نے گھر آ کر اس حدیث کے مطابق کہ جس میں آتا ہے کہ جماعت کی نماز ستائیس گنا زیادہ درجہ رکھتی ہے تو میں نے فوت شدہ نماز کو ستائیس مرتبہ پڑھا اور سو گیا رات کو میں نے خواب میں ایک گھوڑے سوار جماعت کو دیکھا ان کے ساتھ میں نے بھی گھوڑا دوڑا دیا مگر انہیں نہ پکڑ سکا میں نے ان میں سے کسی ایک کو کہا تو اس نے کہا تو ہمیں نہیں مل سکے گا اس لئے کہ ہم نے عشاء کی نماز جماعت سے پڑھی ہے اور تو نے نہیں پڑھی پھر مجھے جاگ ہوگئی اس وجہ سے میں بڑا پریشان رہا۔

فائدہ: نماز کی محنت سے غفلت دور ہو جاتی ہے نماز کیا ہے سب کچھ کو چھوڑ و سب کچھ کے خیال کو بھی چھوڑ و دل لگا کر دھیان جما کر نماز ادا کرنا پھر یہ بھی ہے کہ نماز نہ پڑھنا بھی جرم ہے اور نماز کی دعوت نہ دینا بھی جرم ہے بدقسمتی سے آج مسلمان کی تقسیم ہوگئی نمازی مسلمان اور بے نمازی مسلمان ورنہ پہلے مسلمان کی ایک ہی قسم تھی وہ صرف مسلمان تھے اس لئے حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی کو وصیت فرمائی کہ تین چیزوں میں تاخیر نہ کرنا نماز کا جب وقت ہو جائے لڑکی جب بالغ ہو جائے جنازہ جب تیار ہو جائے کیوں کہ نماز کی تاخیر سے ایمان میں بدبو پھیلنے کا خدشہ خطرہ ہے لڑکی نہ اٹھانے میں عزت میں بدبو کا خطرہ ہے اور جنازہ میں تاخیر سے میت میں بدبو کا خطرہ ہے۔

(بحوالہ تباہی کے ستر راستے)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میرا دل چاہتا ہے کہ کسی آدمی کو حکم دوں کہ وہ نماز پڑھائے، اور میں جا کر ان کے گھروں کو جلا دوں جو گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں حالانکہ نبی پاک ﷺ کی جو اس امت پر شفقت ہے وہ واضح ہے مگر جماعت سے نماز نہ پڑھنے والے پر اتنا غصہ ہے کہ آگ لگا دینے کو بھی آمادہ ہیں۔ ایک حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جماعت کو چھوڑنے سے رک جاؤ ورنہ اللہ دلوں پر مہر لگا دینگے تو غافل ہو جاؤ گے، ایک حدیث میں ہے جس نے جمعہ چھوڑا بغیر عذر کے تو خدا کے ہاں منافق لکھا جائیگا وہ ایسا دفتر ہے جو نہ مٹے گا نہ تبدیل ہوگا حضرت حفصہؓ فرماتی ہیں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جمعہ ہر عاقل بالغ پر فرض ہے۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص بغیر عذر کے نماز وہیں پڑھ

لے تو وہ نماز قبول نہیں ہوگی عرض کیا گیا عذر سے کیا مراد ہے فرمایا خوف ہو یا کوئی درندہ، ترمذی میں حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا گیا ہے پوچھا گیا جو شخص دن بھر روزہ رکھے اور رات بھر نفل پڑھے مگر جمعہ اور جماعت میں شریک نہ ہو تو آپ نے فرمایا یہ شخص جہنمی ہے ایک نابینا صحابی نے رخصت مانگی کہ مجھ کو لانے والا کوئی نہیں اگر اجازت ہو تو میں گھر میں نماز پڑھ لیا کروں پہلے تو آپ نے رخصت دیدی پھر فرمایا او میاں تو اذان کی آواز سنتا ہے کہنے لگا ہاں یا رسول اللہ فرمایا پھر تجھے اجازت نہیں نماز مسجد میں آ کر پڑھنی پڑیگی وہ صحابی عبداللہ بن مکتوم تھے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں جو شخص اذان سن کر بھی مسجد میں نہ آئے اس کے کان سیسے سے بھر دیئے جائیں یہ بہتر ہے، حضرت علی بن ابی طالب فرماتے ہیں کہ جو شخص اذان کی آواز سنے مسجد کا پڑوسی ہو تو اس کی نماز مسجد کے علاوہ ہوگی بھی نہیں مقصد ہے قبول نہ ہوگی، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں جو شخص یہ چاہے کہ کل قیامت کے دن مسلمان بن کر اللہ کی دربار میں حاضر ہو تو اس کو چاہئے کہ پانچوں نمازوں کو ایسی جگہ ادا کرنے کا اہتمام کرے جہاں اذان ہوتی ہو، یعنی مسجد میں کیونکہ تمہارے لئے اللہ نے اپنے نبی کی سنتوں کو مشروع فرمایا اور اگر تم نے نبی کی سنتوں کو چھوڑا تو گمراہ ہو جاؤ گے اور فرماتے ہیں، ہم تو اپنا حال یہ دیکھتے تھے کہ جماعت سے یا تو کوئی مریض پیچھے رہ جاتا ہے یا کھلم کھلا منافق ورنہ جو شخص دو آدمیوں کے سہارے بھی آ سکتا تو لا کر صف میں کھڑا کر دیا جاتا تھا۔ ایک حدیث میں ہے جو شخص اچھی طرح وضو کرے پھر مسجد کی طرف چلے تو ہر ہر قدم کے بدلے اس کی نیکی لکھی جائے گی اور ہر ہر قدم کے بدلے گناہ معاف ہوگا اور رحمت کے فرشتے اس کی مغفرت کی دعا کرتے رہیں گے جب تک وہ مسجد میں باوضو بیٹھا رہے گا۔

فرشتے یہ کہتے ہیں "اللھم اغفر لھم وارحمھم" ایک حدیث میں ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں درجات کو بڑھانے والی اور گناہوں کو مٹانے والی چیز نہ بتاؤں صحابہ نے عرض کیا ضرور بتائیں یا رسول اللہ آپ نے فرمایا وضو کرنا مشقت کے وقت اور چل کر آنا مسجد کی طرف اور نماز کا انتظار کرنا۔ یہ رباط ہے یعنی جتنا ثواب اللہ مجاہد کو اسلامی سرحد کی چوکیداری کا عطا فرمائیں گے اتنا ہی اس نماز کا انتظار کرنے والے کو۔ (رواہ مسلم)

بے نمازیوں پر عذابات کے عبرتناک واقعات

واقعہ ا......فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ”میں نے دیکھا کچھ لوگ ہیں، جن کے سر پتھر سے کوٹے جا رہے ہیں۔ مجھے بتایا گیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو عشاء کی نماز پڑھے بغیر سو جاتے تھے، اور نمازوں کو قضا کر کے پڑھتے تھے۔“ (شرح الصدور)

واقعہ ۲......امام ابن کثیر نے امام اوزاعی کے واسطے سے بیان کیا ہے کہ ہمارے ہاں ایک آدمی تھا جو جمعہ کے روز شکار کو نکل جاتا تھا اور نماز جمعہ کا انتظار نہیں کرتا تھا، پس وہ اپنے خچر سمیت زمین میں دھنس گیا اور خچر کے صرف دو کان باہر رہے (البدایہ والنہایہ)

واقعہ ۳......مولوی ولی اللہ سے میں نے یہ واقعہ سنا کہ پٹن گجرات میں ایک شخص تھا محمد واسع وہ صالح اور خلیق انسان تھا، پارچہ بافی اس کا پیشہ تھا اور اس سے اپنی گذر اوقات کرتا تھا اس کی عادت تھی کہ جب اذان کی آواز کان میں آتی تو فوراً کام چھوڑ دیتا اور مسجد کی طرف چلا جاتا تھا۔

ایک دن ایسا ہوا کہ وہ اپنے کام میں مشغول تھا اور صرف ایک تار نلی میں باقی رہ گئی اور اذان کان میں آئی، اس نے سوچا کہ ایک تار کو معطل نہ چھوڑوں، چنانچہ اس کو نمٹا کر پھر کھڑا ہوا، جب مسجد میں آیا اور وضو کے لئے پانی حاصل کرنے کے لئے کنوئیں میں ڈول ڈالا تو ڈول بجائے پانی کے زر سرخ سے بھرا ہوا نکلا، اس نے سمجھا کہ یہ میرے اوپر عتاب ہوا ہے، یعنی میں نے طلب دنیا میں نماز کی طرف آنے میں تاخیر کر دی، اس لئے مجھے دنیا ہی میں عذاب دیا جا رہا ہے۔ فوراً استغفار کیا اور درگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ ”اے اللہ! مجھے یہی بافندگی بہت ہے، میں اور کچھ نہیں چاہتا آئندہ نماز میں تاخیر نہیں کروں گا۔“ اس کے بعد ڈول کنوئیں میں ڈالا تو حسب معمول پانی سے بھرا ہوا برآمد ہوا۔

(سفر نامہ حجاز)

ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جہنم میں لے جانے والے اس عمل یعنی نماز کے چھوڑنے سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یا رب العالمین۔

جہنم میں لے جانے والا تیرہواں عمل

بدعت کا اختیار کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خداﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی ہمارے اس دین میں وہ کام جاری کرے جو اس میں نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔ (رواہ صحیح بخاری و مسلم)

دین اسلام ایک صاف سچا کامل و مکمل دین ہے، رہتی دنیا تک اس کا ہر ہر حکم محفوظ ہے کیسے ہی احوال بدل جائیں اور کیسے ہی انقلابات آجائیں لیکن اسلام اپنی جگہ اٹل ہے اس کی کسی چیز میں بدلنے کی گنجائش نہیں اسلامی زندگی کے تمام شعبوں کے قوانین اسلام نے ایسے واضح کیے ہیں کہ ان سے بہتر کوئی پیش نہیں کرسکتا اور نہ آج تک کوئی پیش کرسکا اسلام کامل اس قدر ہے کہ اسلام کے نہ نظام حکومت میں کوئی تبدیلی کی گنجائش ہے نہ اس کے نظام اقتصادات میں کسی کی ضرورت ہے نہ اس کے نظام معاشرت میں کسی تبدیلی کا موقع ہے نہ اس کے وضع کردہ طرق معاملات کے متعلق کسی ترمیم کی حاجت ہے غرضیکہ تمام شعبہ ہائے زندگی میں اسلام جاری و ساری ہے اور اس میں کہیں بھی کسی جگہ تبدیل و ترمیم کی ضرورت نہیں اور کیونکر تبدیلی کی ضرورت ہوسکتی ہے؟ جبکہ اللہ جل شانہ الیوم اکملت لکم دینکم کا اعلان فرما چکے ہیں۔

پھر اسلام کے احکامات میں کوئی الجھاؤ اور پیچیدگی نہیں ہے جس کی وجہ سے سمجھنے یا عمل کرنے میں دقت پیش آئے، بلکہ اس کا ہر فیصلہ دوٹوک اور ہر حکم صاف اور صریح اور ہر قانون ظاہر اور بین ہے۔ الترغیب والترہیب میں ہے کہ رسول خداﷺ نے فرمایا کہ:

''البتہ میں نے تم کو ایسے صاف راستے پر چھوڑا ہے جس کا رات اور دن برابر ہے اس سے وہی ہٹے گا جو ہلاک ہوگا (یعنی اپنی جان کو دوزخ میں ڈالنے کو تیار ہوگا۔)

بدعت کی مذمت اور قباحت

جب کہ دین اسلام کامل ومکمل اور صاف وصریح دین ہے جس میں ذراسی بھی ترمیم اور اضافہ کی گنجائش نہیں ہے تو اب اس میں کسی بدعت کا نکالنا اور اپنی طرف سے کسی ایسے کام کو دین میں داخل کرنا جو دین میں نہیں ہے سراسر گمراہی ہوگی اور دین میں اپنی طرف سے پچر لگانا ہوگا۔

حضرت امام مالکؒ نے فرمایا: ﴿من اتی بدعة فکانّمٰا ان محمد اخطأ الرسالة﴾

یعنی جس نے بدعت کا کام کیا گویا اس نے یہ سمجھا کہ محمد ﷺ نے اللہ کا حکم پہنچانے میں غلطی کی ہے اور پورا دین نہیں پہنچایا اور احکام ٹھیک نہیں بتلائے ہیں لہٰذا میں اس میں اپنی طرف سے کوئی عمل جاری کر کے ناقص دین کی تکمیل کرتا ہوں (اللہ کی پناہ) بدعت والے یوں تو ہرگز نہیں کہتے کہ ہم بدعت کر رہے ہیں بلکہ اپنے اعمال کو عین دین سمجھتے ہیں جس کی وجہ سے ان کو قرآن وحدیث دیکھنے کی بھی توفیق نہیں ہوتی اور حق وباطل کی تمیز نہیں رہتی چونکہ معصیت اور سراسر نافرمانی کو اہل بدعت نیکی سمجھتے ہیں اس لئے بدعت سے توبہ بھی نہیں کرتے نہ ان کی انہیں توفیق ہوتی ہے۔

بدعت کے علاوہ کوئی کتنا بڑا گناہ ہو چونکہ انسان اسے گناہ سمجھتا ہے اس لئے اس کے کرنے سے ڈرتا بھی ہے اور توبہ بھی کرتا ہے، قیامت کے دن کی پکڑ کا بھی خیال اس کے دل میں پیدا ہوتا ہے، لیکن بدعت کو چونکہ نیکی سمجھ کر کیا جاتا ہے، اس لئے اس سے توبہ کرنے کا موقع ہی نہیں ملتا، شیطان کی سب سے بڑی چال یہی ہے کہ انسان کو ایسے عمل پر ڈال دے جو حقیقت میں گناہ ہو اور کرنے والا اسے نیکی سمجھتا ہو، الترغیب والترہیب میں ہے کہ:

"یعنی ابلیس نے کہا کہ میں نے لوگوں کو گناہ کرا کے ہلاک کیا (یعنی دوزخ کا مستحق بنایا) تو انہوں نے مجھے اس طرح ہلاک کر دیا کہ گناہ کر کے توبہ کر لی اور میری محنت پر توبہ کر کے پانی پھیر دیا، جب میں نے یہ ماجرا دیکھا تو میں نے ایسے عمل جاری کر دیئے جو نفسوں کی خواہشوں کے موافق ہیں اور حقیقت میں گناہ ہیں، وہ ان کاموں کو چونکہ نیکی سمجھتے ہیں اس لئے اپنے کو ہدایت پر جانتے ہیں، لہٰذا استغفار نہیں کرتے۔

جب اہل بدعت کو کسی بدعت پر تنبیہ کی جاتی ہے اور بتایا جاتا ہے کہ یہ بدعت ہے تو بجائے اس کو ترک کرنے کے الٹا منع کرنے والے پر اعتراض کر دیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ چونکہ ہم نے اس پر اعتراض جڑ دیا دیا اس لئے ہمارا عمل بدعت نہیں رہا، مثلاً جب کسی بدعتی سے کہا جاتا ہے کہ تمہارا عمل بدعت ہے تو جھٹ یوں کہنے لگتے ہیں کہ ریل بھی بدعت ہے، ہوائی جہاز بھی بدعت ہے تم ان میں کیوں سوار ہوتے ہو، یہ چیزیں حضور ﷺ اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں کہا تھیں؟ بلکہ بعضے ایسے جہالت کا مضبوط ثبوت دیتے ہیں یوں کہہ دیتے ہیں کہ تمہارا وجود بھی بدعت ہے تم حضور ﷺ کے زمانہ میں یا خلافت راشدہ کے دور میں کہاں تھے؟ بدعتیوں نے اپنی بدعت پر جمنے کے لئے یہ حیلہ خوب تراشا ہے اور سمجھتے ہیں کہ بدعتیں جائز کرنے کے لئے ہم بہت دور کی کوڑی لائے ہیں۔

شرعاً بدعت کا مفہوم کیا ہے

ان لوگوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ بدعت کسے کہتے ہیں بدعت کا تعلق دینی اعمال سے ہے دنیاوی انتظامات اور استعمالی اشیاء سے نہیں ہے، بدعت کا یہ مطلب کہ جو بھی کوئی چیز عہد نبوت اور خلافت راشدہ میں نہ ہو وہ بدعت ہے چاہے دنیاوی منافع کی چیزیں ہوں چاہے نئی ایجادات ہوں چاہے انسانوں کا وجود ہو یہ بالکل غلط ہے، بدعت کیا ہے؟ اس کو تو حضور اقدس ﷺ نے خود ہی ارشاد فرمایا کہ "من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد" (یعنی جو شخص ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات نکالے، جو ہمارے دین میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے) معلوم ہوا کہ بدعت کا تعلق ان چیزوں سے ہے جو نئی نکالی جائیں اور دین میں داخل کی جائیں، بس ریل اور ہوائی جہاز کی مثال دینا بالکل جہالت کی بات ہے، ان لوگوں سے گزارش ہے کہ اگر ریل، ہوائی جہاز بدعت ہے تو آپ اس سے بچیں، کیونکہ حدیث شریف میں تو کلُّ بدعةٍ ضلالة فرمایا ہے (یعنی ہر بدعت گمراہی ہے) جو چیز بدعت ہے آپ اس سے پرہیز کریں دوسروں کو الزام دینے سے خود بدعت کرنا کیسے جائز ہو جائے گا؟ جو کوئی عالم بتائے کہ تم بدعت کر رہے ہو اگر اس بتانے والے پر بھروسہ نہ ہو تو دوسرے کسی عالم سے پوچھو جو واقعی عالم ہو، اور بدعتیوں کو خوش کرنے کے لئے ان کی رضا کے

مطابق مسئلہ نہ بتاتا ہو اور جب کسی چیز کا بدعت ہونا ثابت ہو جائے تو اسے چھوڑ دو، کٹ حجتی اور الٹے سیدھے سوال و جواب کرنے سے بدعت نیکی نہ بن جائے گی یہی رہے گی اور آخرت میں مواخذہ کا باعث ہوگی۔ بعض لوگ اپنے عمل کو بدعت تو مانتے ہیں لیکن یہ کہہ کر پیچھا چھڑا لیتے ہیں کہ یہ بدعت حسنہ ہے حالانکہ حسب فرمان نبی اکرم ﷺ کل بدعة ضلالة ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر بدعت سیئہ ہے کوئی بدعت حسنہ نہیں ہے، بعض چیزیں جن کو بعض علماء نے بدعت حسنہ کہہ دیا ہے وہ درحقیقت بدعت نہیں ہے وہ سنتیں ہیں۔

ان کی اصل عہد نبوت اور عہد صحابہؓ اور عہد تابعین میں ملتی ہیں چونکہ ان صورت احوال کے اعتبار سے کچھ بدل گئی اس لئے اس کو بعض علماء نے قوی اعتبار سے بدعت حسنہ کہہ دیا، اگر بعض علماء نے بعض چیزوں کو بدعت حسنہ کہہ دیا ہو تو اس سے ہر بدعت حسنہ کیسے ہو جائے گی؟ جتنی بدعتیں ہیں ان کو اہل بدعت حسنہ ہی کہتے ہیں، اس طرح سے تو چودہ سو سال سے لے کر گویا اب تک کسی بدعت کا وجود ہوا ہی نہیں، بدعتوں میں مبتلا ہیں اور ہر بدعت کو حسنہ کہے جائیں، اس طرح سے کوئی بدعت، بدعت نہیں رہتی اور سرور عالم ﷺ کے ارشاد "کل بدعة ضلالة" کا کوئی معنی و مصداق باقی ہی نہیں رہتا۔ بدعت کے اعمال مقرر نہیں ہیں بلکہ بے شمار ہیں اور ہر ملک اور ہر صوبہ میں علیحدہ علیحدہ بدعتیں ہیں، عوام سے مرعوب ہو کر بہت سے علاقوں میں علماء بھی بدعتوں میں شریک نظر آتے ہیں علماء کی ذمہ داری ہے کہ عوام میں جو کوئی عمل ہوتا دیکھیں اسے قرآن وحدیث اور سنت خلفائے راشدین و عمل صحابہؓ میں تلاش کریں، اگر نہ ملے تو پوری کوشش صرف کریں کہ وہ عمل چھوٹ جائے اور اس کی جگہ سنت نبویہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ) پر عمل ہونے لگے، بیاہ شادی مرنے جینے میں ہر جگہ بے شمار بدعتیں ہوتی ہیں، قبروں پر بے شمار و بے انتہا گناہ ہوتے ہیں، جن کو کار ثواب سمجھا جاتا ہے لیکن حقیقت میں بدعت ہوتے ہیں، تیجہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں، برسی ثواب پہنچانے کے گھڑے ہوئے خود ساختہ طریقے، قبروں کے عرس، قبروں پر چادریں یا پھول چڑھانا، قبروں کو غسل دینا یا پختہ بنانا، قبروں پر روٹیاں یا غلہ تقسیم کرنا، شب برات کا حلوہ، حضرت جعفر کے کونڈے، حضرت پیران پیر کی گیارہویں، مولود میں قیام وغیرہ بے شمار بدعتیں رائج ہیں اور ان کے مٹانے کے لئے اللہ کے سچے بندے جان توڑ کوشش کر چکے ہیں، لیکن چونکہ ان چیزوں کو نیکی سمجھ کر

کیا جاتا ہے اس لئے چھوڑنے کے بجائے علمائے کرام ہی کو برا کہہ دیا جاتا ہے اور عورتیں تو رسموں اور بدعتوں کی ایسی پابند ہیں کہ ہرج، مرض، تنگی ترا شی، امیری غریبی ہر حال میں ان کے انجام دینے کو فرض سمجھتی ہیں، فرض نمازوں کو چھوڑ دیں گی، مگر بدعتیں اور رسمیں نہ چھوڑیں گی، اللہ تعالیٰ سمجھ دے اور ہر مسلمان کو ہر بدعت سے بچائے۔

سینکڑوں سنتیں موجود ہیں، حدیث شریف کی کتابوں میں صحیح سند سے مروی ہیں ان کو چھوڑ کر خود تراشیدہ طریقوں کو اختیار کرنا اور بدعت حسنہ کہہ کر ان پر مضبوطی سے جمنا (جبکہ قرآن وحدیث کا بھرپور علم رکھنے والے ان کو بدعت بتارہے ہیں) یہ کون سی سمجھداری اور دینداری ہے؟ آخر سنتوں پر چلنا کیوں ناگوار ہے؟ بس یہی بات ہے نا کہ نفسوں کو بدعتوں سے مانوس کرلیا ہے اور سنتوں پر چلنے کے لئے نفسوں کو راضی نہیں کرتے۔

حضرت ابوثعلبہ خشنیؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ نے بہت سے فرائض مقرر فرمائے ہیں، سو ان کو تم ضائع نہ کرو اور اس نے بہت سی چیزوں کو حرام قرار دیا ہے سو ان کا ارتکاب نہ کرو اور اس نے حدود مقرر فرمائی ہیں، سو ان سے آگے مت بڑھو، اور اس نے بہت سی چیزوں کے بارے میں خاموشی اختیار فرمائی ہے یہ خاموشی بھولنے کی وجہ سے نہیں ہے، سو ان کو مت کریدو۔ (مشکوۃ المصابیح)

اس حدیث پاک میں حضور ﷺ نے چار چیزوں کا حکم فرمایا ہے جو بہت ہی اہم ہیں، اول فرائض کی پابندی دوم محرمات سے بچنا سوم حدود خداوندی سے آگے نہ بڑھنا چہارم جن چیزوں کی حلت وحرمت کے بارے میں کچھ نہیں فرمایا ان کے کریدنے سے بچنا۔

فرائض کی پابندی اور حرام چیزوں سے بچنا سب سے زیادہ اہم ہے، لوگ اس سے بہت غافل ہیں، تعجب ہے کہ بہت سے لوگ مخلوق کے حکموں کی پابندی اور ڈیوٹی کی بجا آوری پوری طرح کرتے ہیں اور اللہ جو سب کا حاکم اور رازق وخالق ہے اس کے فرائض کی ڈیوٹی انجام دینے اور اس کی منع کردہ چیزوں سے بچنے کو کوئی اہمیت نہیں دیتے اور بہت سے لوگ نوافل اور تطوعات میں پیش پیش نظر آتے ہیں اور فرائض کی ادائیگی میں زبردست کوتاہی کرتے ہیں اور کھلے طور پر حرام چیزوں میں پڑے ہوئے ہیں، راقم الحروف نے بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ تہجد اور ذکر وتسبیح کے

بہت پابند ہیں لیکن فرض نمازیں ان کی ذمہ قضاء ہیں، بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ نفل صدقہ خیر خیرات کرنے اور مسکینوں کو کھانا کھلانے اور روزہ داروں کے روزہ کھلوانے میں اپنے مال میں سے بڑا خرچ کرتے ہیں لیکن زکوٰۃ صحیح حساب سے نہیں دیتے اور باقاعدہ ادا نہیں کرتے اور حج بھی چھوڑے ہوئے ہوتے ہیں بہت سے لوگ حرام کمانے سے دریغ نہیں کرتے اور اسی سے حج کرتے ہیں اور اپنے دیندار ہونے کے گمان میں ہی مبتلا ہیں۔

بہت سے پیروں اور فقیروں نے لوگوں کو بہکا رکھا ہے کہ سالانہ نذرانہ دیئے جاؤ تم جنتی ہو، نماز روزہ کی ضرورت نہیں، بس ہم کو نذرانہ دینے سے اللہ کو پیارے ہو جاؤ گے ایسے پیروں نے لوگوں کے ایمان کا ناس کر رکھا ہے خود ڈوبے ہیں مگر ان کو بھی لے ڈوبے ہیں، الحاصل فرائض خداوندیہ کی پابندی اور حرام کاموں سے بچنا بہت ہی زیادہ اہم اور ضروری ہے، اللہ ہم سب کو اس کی توفیق دے۔

یہ بات بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ فرائض ومحرمات قرآن مجید میں بھی ہیں اور حدیث شریف میں بھی فرقہ منکرین حدیث جو یہ کہتا ہے کہ قرآن پر عمل کرنا کافی ہے یہ اس کی جہالت ہے اور بے دینی کی بات ہے قرآن مجید میں ارشاد ہے: ﴿وما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا﴾ (سورۃ حشر)

''اور رسول جو کچھ تم کو دیں وہ لے لو اور جس چیز سے روک دیں اس سے رک جاؤ۔''

اور فرمایا ﴿قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ﴾ (آل عمران) ''آپ فرما دیجئے کہ تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت فرمائیں گے۔''

اور حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ: ''کیا تم میں سے کوئی یہ سمجھتا ہے کہ اپنی مسند سے تکیہ لگائے اٹکل سے یوں کہے کہ اللہ نے اس کے سوا کچھ حرام نہیں کیا، جو اس قرآن میں ہے، خبردار یقین جانو خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے بہت سی چیزوں کا حکم دیا ہے اور بہت سی نصیحتیں کی ہیں اور بہت سی چیزوں سے میں نے روکا ہے اور یہ سب تعداد میں قرآن کے احکام کے برابر ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ ہیں۔ (ابوداؤد شریف)

اور یہ فرمایا ﴿وحد حدودا فلا تعتدوھا﴾ ''اور اللہ نے بہت سی حدود مقرر کی ہیں اس

سے آگے نہ بڑھو۔" اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو حلال کیا ہے اس کو اپنے اوپر حرام کر لینا، جیسے کچھ لوگ بعض پھلوں کے متعلق طے کر لیتے ہیں کہ ہم یہ نہیں کھائیں گے اسی طرح سے حرام کر لیتے ہیں قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ: "اے ایمان والو! اللہ نے جو چیزیں تمہارے واسطے حلال کی ہیں، ان کو حرام مت کرو، اور حدود سے آگے مت نکلو بلا شبہ اللہ حد سے آگے نکلنے والوں سے محبت نہیں فرماتے۔"

حضور اقدس ﷺ نے ایک مرتبہ شہد پینے کے متعلق فرمادیا تھا کہ اب ہرگز نہیں پیوں گا، اللہ جل شانہ نے آیت نازل فرمائی، ﴿یاایھا النبی لم تحرم ما احل اللّٰہ لک﴾ "اے نبی تم اس چیز کو کیوں حرام کرتے ہو جسے اللہ نے تمہارے لئے حلال کیا ہے۔"

ایسی بہت سی رسمیں آج بھی لوگوں میں موجود ہیں جن میں عملاً بلکہ اعتقاداً بھی بہت سی حلال چیزوں کو حرام سمجھ رکھا ہے، مثلاً ذی قعدہ کے مہینہ میں (جسے عورتیں خالی کا مہینہ کہتی ہیں) اور محرم وصفر میں شریعت میں شادی کرنا خوب حلال اور درست ہے لیکن اللہ کی اس حد سے لوگ آگے نکلتے ہیں اور ان میں شادی کرنے سے بچتے ہیں، ماہ محرم میں میاں بیوی والے تعلقات سے بچتے ہیں، اور بہت سی قوموں میں بیوہ عورت سے نکاح ثانی کو معیوب سمجھتے ہیں اور عملاً اس کو حرام بنا رکھا ہے، یہ سب حدود سے آگے بڑھ جانا ہے۔

جس طرح حلال کو حرام کرنا منع ہے اسی طرح حرام کو حلال کر لینا بھی منع ہے، حرام وحلال مقرر فرمانے کا اختیار اللہ ہی کو ہے خواہ اس نے قرآن میں نازل فرمایا ہو یا اپنے نبی ﷺ کی زبانی بتایا ہو، قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ: "اور جب چیزوں کے بارے میں محض تمہارا زبانی جھوٹا دعویٰ ہے ان کی نسبت یوں مت کہہ دیا کرو کہ فلاں چیز حرام ہے جس کا حاصل یہ ہوگا کہ اللہ پر جھوٹی تہمت لگاؤ گے۔" (سورۂ نحل)

دوسرا طریقہ حد سے آگے بڑھنے کا یہ ہے کہ جو چیز اللہ کے یہاں تقرب اور نزدیکی نہ ہو اسے تقرب کا باعث سمجھ لیں، مثلاً قبروں کا طواف جو شرک ہے یا نہ بولنے کا روزہ رکھ لینا یا دھوپ میں کھڑے رہنا وغیرہ۔ ایک طریقہ حد سے آگے بڑھنے کا یہ ہے کہ جو چیز شریعت میں ضروری نہیں ہے اگرچہ مباح ہو عملاً یا اعتقاداً فرض کا درجہ دے دیں، اور جو اسے نہ کرے اس پر لعن طعن کریں مثلاً

شب برات کا حلوہ اور عید الفطر کی سویاں کہ شرعاً ان دونوں کی کوئی اصلیت نہیں ہے مگر لوگ اسے ضروری سمجھتے ہیں اور جو نہ پکائے اس کو نکو بننا پڑتا ہے، بیاہ شادی اور مرنے جینے میں بے شمار ایسی رسمیں کی جاتی ہیں جن کو فرض کا درجہ دیا جاتا ہے اور شرعاً ان کی کوئی اصل نہیں، بلکہ بعض ان میں شرکیہ رسمیں ہیں۔

ایک طریقہ حد سے آگے بڑھنے کا یہ ہے کہ عمومی چیز کو جو ہر وقت مستحب ہے کسی خاص وقت کے ساتھ مخصوص کرلیں، مثلاً نماز فجر اور نماز عصر کے بعد امام سے مصافحہ کرنا اور عید الفطر اور بقرعید کے دن نماز دوگانہ پڑھ کر گلے ملنا اور مصافحہ کرنا، مصافحہ بڑے ثواب کی چیز ہے اور ملاقات کی سنت ہے، نہ کہ عید کی اس کو کسی خاص وقت کے لئے مقرر کرنا اور عمل سے فرض واجب کا درجہ دینا صحیح نہیں۔

حد سے آگے بڑھ جانے کی ایک شکل یہ ہے کہ کسی عمل کے بارے میں وہ فضیلت تجویز کرلی جائے جو قرآن وحدیث سے ثابت نہیں جیسے دعائے گنج العرش اور درود لکھی کی فضیلتیں گھڑ رکھی ہیں۔

ایک صورت حد سے آگے بڑھ جانے کی یہ ہے کہ کسی عمل کی کوئی خاص ترکیب وترتیب تجویز کرلی جائے، مثلاً مختلف سورتیں پڑھنا تجویز کرلینا (جو حدیث سے ثابت نہ ہو) اس کی پابندی کرنا، یا سورتوں کی تعداد مقرر کرلینا جیسے تہجد کی نماز کے متعلق عوام میں مشہور ہے کہ پہلی رکعت میں ۱۲ مرتبہ قل ہو اللہ احد پڑھی جائے اور پھر ہر رکعت میں ایک ایک مرتبہ گھٹاتا جائے، یہ لوگوں نے خود تجویز کیا ہے، اسی طرح ہفتہ بھر کے دنوں کی نمازیں اور ان کی خاص خاص فضیلتیں اور ان کی مخصوص ترکیبیں لوگوں نے بنالی ہیں یہ بھی حد سے آگے بڑھ جانا ہے۔

کسی ثواب کے کام کو کسی خاص جگہ کے ساتھ مخصوص کرلینا (جس کی تخصیص شریعت سے ثابت نہ ہو) یہ بھی حد سے آگے بڑھ جانا ہے، جیسے بعض جگہ دستور ہے کہ قبر پر غلہ یا روٹی تقسیم کرتے ہیں، ثواب ہر جگہ سے پہنچ جاتا ہے پھر اس میں اپنی طرف سے قبر پر ہونے کو طے کرلینا اور یہ سمجھنا کہ یہاں تقسیم کرنے سے زیادہ ثواب ملے گا حدود اللہ سے آگے بڑھ جانا ہے۔

ایک صورت حد سے آگے بڑھ جانے کی یہ ہے کہ بعض کھانے کی چیزوں کے متعلق اپنی

طرف سے یہ تجویز کرلیا جائے کہ اسے فلاں شخص کھا سکتا ہے، اور فلاں نہیں کھا سکتا جیسے مشرکین مکہ کیا کرتے تھے قرآن مجید میں ان لوگوں کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ: ''اور وہ اپنے خیال باطل سے یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ (مخصوص) مویشی اور (مخصوص) کھیت ہیں ان کو کوئی نہیں کھا سکتا سوائے ان کے جن کو ہم چاہیں اور (یہ بھی اپنے خیال باطل سے کہتے ہیں کہ یہ (مخصوص) مویشی ہیں جن پر سواری یا بار برداری حرام کردی گئی ہے اور (مخصوص) مویشی ہیں جن پر یہ لوگ اللہ کا نام نہیں لیتے محض اللہ پر افتراء کرنے کے طور پر اللہ ان کو عنقریب افتراء کی سزا دے دیگا اور وہ (یہ بھی) کہتے ہیں جو چیز ان مواشی کے پیٹ میں ہے خالص ہمارے مردوں کے لئے ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے اور اگر وہ مردہ ہے تو اس میں وہ سب (مرد عورت) ساجھی ہیں اللہ ان کو عنقریب غلط بیانی کی سزا دے دیگا، بلاشبہ وہ حکمت والا ہے اور علم والا ہے۔''

اسی قسم کی شکلیں آج کل فاتحہ و نیاز والے لوگوں نے بنا رکھی ہیں، مثلاً حضرت فاطمہ زہرا کے ایصال ثواب کے لئے بی بی جی کی صحنک کے نام سے کچھ رسم لی جاتی ہے اس رسم سے جو کھانا پکتا ہے اس میں یہ قاعدہ بنا رکھا ہے کہ اس کھانے کو مرد اور لڑکے نہیں کھا سکتے، صرف لڑکیاں کھائیں گی اور اس کے ساتھ یہ فرض کرر کھا ہے کہ اس کھانے کے لئے کورے برتن ہوں جگہ لیپی ہوئی ہو، یہ سب خرافات اپنی ایجادات ہیں،۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ:

''آپ ان سے کہہ دیجئے کہ یہ تو بتلاؤ کہ اللہ نے تمہارے لئے جو کچھ رزق بھیجا تھا پھر تم نے (اپنی من گھڑت سے) اس کا کچھ حصہ حلال قرار دے لیا، آپ ان سے پوچھئے کیا تم کو خدا نے حکم دیا ہے یا محض اللہ ہی پر افتراء کرتے ہو۔''

ایک صورت حد سے بڑھ جانے کی یہ ہے کہ اپنی طرف سے کسی گناہ کا مخصوص عذاب تجویز کرلیا جائے جو کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ میں مذکور نہ ہو، جیسا کہ بہت سے واعظ بیان کرتے پھرتے ہیں۔

یہ صورت بھی حد سے بڑھ جانے کی ہے کہ کسی چیز کے متعلق یہ طے کرلیا جائے کہ اس کا حساب نہ ہوگا، جب کہ حدیث میں اس کا ثبوت نہ ہو، جیسے مشہور ہے کہ رمضان شریف کے آخری جمعہ کو نیا کپڑا یا نیا جوتا پہن لیا جائے تو وہ بے حساب ہو جاتا ہے اسی لئے بعض لوگ بہت سے

جوڑے اس دن پہن لیتے ہیں یہ سب غلط اور لغو ہے۔

یہ چند صورتیں حد سے آگے بڑھ جانے کی احقر نے لکھ دی ہیں غور کرنے سے اور نکل سکتی ہیں، اللہ کی حدود سے آگے بڑھنا زبردست جرم ہے، قرآن مجید میں جگہ جگہ اس سے منع فرمایا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہے ﴿تلک حدود اللہ فلا تقربوھا﴾ ''یہ اللہ کی حدود ہیں سو ان سے آگے مت نکلنا اور جو اللہ کی حدود سے باہر نکل جائیں سو ایسے ہی لوگ ظلم کرنے والے ہیں۔''

اور فرمایا ﴿**تلک حدود اللہ فلا تعتدوھا ومن یتعد حدود اللہ فاولئک ھم الظٰلمون**﴾ ''یہ اللہ کی حدود ہیں سو ان سے آگے مت نکلنا، اور جو اللہ کی حدود سے باہر نکل جائے سو ایسے ہی لوگ ظلم کرنے والے ہیں۔''

اور فرمایا ﴿**ومن یعص اللہ ورسولہ ویتعد حدودہ یدخلہ ناراً خالداً فیھا ولہ عذاب مھین**﴾ ''اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری نہ کرے اور اس کی حدود سے آگے بڑھ جائے، اللہ اس کو آگ میں داخل فرمائے گا، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے ذلیل کرنے والی سزا ہے۔''

حضور اقدس ﷺ نے جو یہ فرمایا کہ **وسکت عن اشیاء من غیر نسیان فلا تبحثوا عنھا** (اللہ تعالیٰ شانہ نے بہت سی چیزوں کے بارے میں خاموشی اختیار فرمائی ہے جو بھولنے کی وجہ سے نہیں ہے سو ان کو مت کریدو) اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں حلال بتائی ہیں ان کو حلال سمجھو اور جن چیزوں کو حرام کیا ہے ان کو عقیدہ اور عمل سے حرام سمجھو، حرام وحلال کے قواعد بھی بتا دیئے گئے ہیں، بوقت ضرورت ان قواعد سے کام لو، اور جن چیزوں کے متعلق کوئی حکم صادر نہیں فرمایا تم خواہ مخواہ ان کی کرید میں مت پڑو، زمانہ نبوت میں بعض مرتبہ سوال کرنے پر احکام نازل ہو جاتے تھے، لہٰذا حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جن چیزوں کے بیان سے خاموشی ہے ان کو مت کریدو، اللہ نے جس چیز کی ممانعت نہیں فرمائی اس کے متعلق یہ نہ سمجھو کہ العیاذ باللہ اللہ کو سہو ہو گیا ہے، جو اس کا حکم نازل نہیں فرمایا بلکہ اس نے تم پر رحم فرمایا کہ اس چیز سے نہیں روکا، اس کے کرنے پر تمہاری پکڑ نہ ہوگی، جب اللہ منع فرمانا چاہیں گے ممانعت نازل ہو جائے گی تم خود سوال کر کے ممانعت نازل ہونے کا باعث کیوں بنتے ہو؟ ممکن ہے کہ سوال کرنے پر ایسا حکم نازل

ہو جائے جس کے کرنے سے جان چراؤ اس وقت مجرم بنو گے۔ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ: ”اے ایمان والو! ایسی باتیں مت پوچھو کہ اگر تم سے ظاہر کر دی جائیں تو تمہاری ناگواری کا سبب ہو، اور اگر تم زمانہ نزول قرآن میں ان باتوں کو پوچھو تو تم سے ظاہر کر دی جاویں، سوالات گزشتہ اللہ نے معاف کر دیئے اور اللہ بڑی مغفرت والے بڑے حلم والے ہیں ایسی باتیں تم سے پہلے لوگوں نے بھی پوچھی تھیں پھر وہ ان باتوں کا حق نہ بجالائے۔“

حضور اقدس ﷺ کی وفات کے بعد کوئی نیا حکم نازل ہونے کا احتمال ختم ہو گیا جس دین پر آپ ﷺ نے چھوڑا ہے ان تمام احکامات کا اتباع لازم ہے، حضرت ابو ہریرہؓ روایت فرماتے ہیں کہ (حجۃ الوداع) کے موقع پر) رسول اللہ ﷺ نے ہم کو خطبہ دیا اور فرمایا کہ اے لوگو! تم پر حج فرض کیا گیا ہے لہٰذا حج کرو، ایک شخص نے سوال کیا یا رسول اللہ کیا حج ہر سال فرض ہے؟ اس کے جواب میں آنحضرت ﷺ نے کچھ نہ فرمایا حتی کہ سائل نے تین مرتبہ یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال ہی واجب ہو جاتا اور تم اس پر عمل نہ کر سکتے، اس کے بعد فرمایا کہ:

”میں جب تک (بغیر بتائے تم کو چھوڑے رکھوں) تم مجھے چھوڑے رکھو (یعنی سوال مت کرو) کیونکہ تم سے پہلے لوگ اسی لئے ہلاک ہوئے کہ سوال بہت کرتے تھے اور اپنے پیغمبروں کے خلاف چلتے تھے، لہٰذا میں تم کو جب کسی چیز کا حکم دوں جہاں تک ہو سکے اسے کرو اور جس چیز سے روکوں اس سے رک جاؤ۔ (بحوالہ مسلم شریف)

حضور اقدس ﷺ پورا دین کامل و مکمل ہم کو دے کر دنیا سے تشریف لے گئے ہیں حلال وحرام اور ناجائز و جائز خوب واضح کر کے بتا دیا ہے اور جن چیزوں کے متعلق صریح حکم موجود نہیں ہے قواعد سے ان کی حلت وحرمت اور جواز وعدم جواز کا پتہ چل جاتا ہے، جو قرآن وحدیث میں بیان کر دیئے گئے ہیں لہٰذا جن چیزوں کا حکم صریح قرآن وحدیث کے قواعد کے ماتحت ان کی حرمت اور عدم جواز کا فتویٰ نہ ملے ان کو جائز سمجھا جائے گا، مثلاً ہم بہت سی ترکاریاں کھاتے ہیں جن کا ذکر قرآن وحدیث میں نہیں ہے اور قواعد شرعیہ سے ان کی حرمت بھی ثابت نہیں اس لئے ان کا کھانا جائز ہے اسی طرح ریل، ہوائی جہاز بس کی سواری اور ان دواؤں کا حکم جن کی ممانعت سے خصوصی یا قواعد کی رو سے نہیں نکلتی ان کا استعمال درست ہے۔ (بحوالہ جستہ جستہ از تعلیم المسلمین)

خدا کے نزدیک تین شخص زیادہ مبغوض ہیں

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کو تین شخصوں سے بڑی دشمنی ہے، حرم میں گناہ کرنے والا، اسلام میں جاہلیت کا طریقہ ڈھونڈنے والا اور ناحق مسلمانوں کا خون چاہنے والا تاکہ اس کا خون بہائے۔" (بخاری شریف)

یعنی گناہ اللہ پاک کے غصہ کا سبب ہے، دنیا میں جس قدر گناہگار ہیں ان سب پر جس قدر غضب الٰہی اترا ہے اس سے زیادہ غضب اس پر ہے جو حرم میں گناہ کرے، کافروں کی رسمیں مسلمانوں میں پھیلائے اور ناحق مسلمان کا خون چاہے کیونکہ گویا یہ شخص اللہ کا مقابلہ کرتا ہے، حق تعالیٰ نے کعبہ شریف کو اپنا مقدس گھر ٹھرایا ہے اس کے ادب واحترام کا اور اس کی عبادت کا حکم دیا ہے، پھر جس نے حرم میں گناہ کیا اس نے حرم کی ایسی بے ادبی کی جس کی مثال نہیں ملتی، جس طرح کوئی بادشاہ کے منع کرنے کے باوجود بھرے دربار میں بادشاہ کی شان میں بے ادبی سے پیش آئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا، اسکی آنکھیں، کان، ناک اور سارے اعضاء درست فرمائے، اس کی تربیت فرمائی زمین پر جگہ عنایت کی، پھر اسے دولت ایمان سے مالا مال کیا، پھر اس نے اس کو مارڈالنے کا ارادہ کیا گویا اس نے اللہ پاک کا مقابلہ کیا کہ جس کو وہ رکھنا چاہتا ہے اسے یہ مٹانا چاہتا ہے، اسی طرح اللہ پاک نے پیغمبر ﷺ کو مبعوث فرما کر قرآن پاک نازل فرمایا اور آپ ﷺ کو حکم فرمایا کہ تمام پہلی رسموں کو مٹا دیں، اب اگر کوئی شخص وہی رسمیں اسلام میں پھیلائے گویا اس نے شریعت کو مٹانا چاہا اور کفر پھیلانا چاہا، گویا یہ شخص خدا کا دشمن ہے، پہلے کافروں کی بھی یہی عادتیں تھیں کہ وہ اپنے مولویوں اور درویشوں کی خود ساختہ باتوں کو وحی سمجھتے تھے، خواہ وہ خدا اور اس کے رسول کے حکم کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں اور ان کو غلط نہیں سمجھتے تھے بہر حال قرآن وحدیث کے مقابلہ میں ان کی بات کو مقدم کرنا، ان کو بطور دلیل کے پیش کرنا باپ دادا کے رسم ورواج کو پھیلانا اور پیش کرنا، دنیوی لالچ سے یا دوستوں کے برا ماننے کے ڈر سے یا نفسانیت سے حق بیان نہ کرنا خدا اور رسول ﷺ کے کلام میں ردوبدل کرنا، کمی بیشی کرنا، اپنے عقیدے کے مطابق آیتوں کو توڑ موڑ کر پیش کرنا، صلح کل کو پیش نظر رکھنا، اپنی ذات پر یا خاندان پر یا نسب پر فخر کرنا اور ڈینگیں

مارنا، مردوں پر ارمان کر کے رونا پیٹنا، ماتم کرنا، سیاہ لباس پہننا، بلند قبریں بنانا، قبروں پر یا مقبرے پر تاریخ وفات لکھنا، مقبرے بنانا، قبرستان میں مسجد بنانا، وہاں کھانے چڑھانا، باجے اور گانے کو عبادت جاننا، نوروز منانا، صفر کے ابتدائی پہلے تیرہ دنوں کو منحوس سمجھنا، دنوں کی اور تاروں کی سعادت ونحوست کا عقیدہ رکھنا، جنوں اور پریوں کو ماننا، ان کی منتیں کرنا، شگون لینا، بزرگوں کی منتیں ماننا، بزرگوں کی نیاز کو اچھوتا قرار دینا، تصویروں کی تعظیم کرنا اور جس شخص سے معجزہ سرزد نہ ہو اس کو نبی یا ولی نہ سمجھنا وغیرہ وغیرہ، یہ ہزاروں رسمیں یہودیوں، عیسائیوں، مشرکوں، منافقوں، اور مکہ کے جاہلوں کی ہیں، علاوہ ازیں ہزار ہا رسمیں ہندوؤں کی مسلمانوں میں داخل ہوگئی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ انہیں باتوں کو مٹانے کے لئے اور انہیں رسموں کو ملیامیٹ کرنے کے لئے تشریف لائے اور قرآن بھی اسی لئے نازل ہوا، اب اگر کوئی شخص خود بھی رسموں کا پابند ہے اور مسلمانوں میں بھی پھیلائے اس پر اس حدیث کی رو سے خدا کا قہر ہے، وہ معلون، مردود اور خدا کا دشمن ہے۔

یہاں یہ بھی یاد رکھو کہ ایک قسم کی بدعت یہ بھی ہے کہ کافروں کی رسمیں اسلام میں جاری رکھی جائیں، اگر کوئی کہے کہ جس کام کی برائی قرآن وحدیث میں کھلم کھلا نہیں ہے، اسے کیوں برا جانا جائے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس کام کی اسلام نے ہمیں اجازت نہیں دی وہ منع ہے۔

اور حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ سے پہلے اللہ پاک نے جس نبی کو بھی اس کی امت میں مبعوث فرمایا تو اس کے حواری اور صحابہ ضرور ہوئے جو اس کی سنتوں کو سیکھتے اور اس کے حکم کی پیروی کرتے تھے، پھر ان کی اولاد ایسی نالائق ہوئی کہ جو کہتے تھے کرتے نہ تھے اور جن باتوں کا انہیں حکم نہ تھا وہ کرتے تھے، پھر جس نے ان سے ہاتھ سے جہاد کیا وہ کامل مؤمن ہے جس نے ان سے زبان سے جہاد کیا وہ بھی مؤمن ہے اور جس نے ان سے دل سے جہاد کیا وہ بھی مؤمن ہے اس کے بعد ایمان رائی کے دانے کے برابر بھی نہیں۔ (مسلم)

رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو ہوشیار کرنے کے لئے پہلی قوموں کا حال بیان فرمایا، آہ آپ کی امت کا حال بھی اور امتوں کی طرح ہوا، صحابہ کرام پکے سچے مسلمان، جان نثار، صاف دل اور پاک باطن تھے، آپ کے لئے سینہ سپر رہتے تھے، اور آپ ﷺ کے حکم کے موافق عمل کرتے تھے ان کے ایک عرصہ دراز کے بعد ایسے لوگ پیدا ہوئے کہ لوگوں کو کچھ اور ہدایات دیتے اور خود ان کے

علاوہ کچھ اور ہی کرتے، دوسروں کو نصیحت کرتے اور خود عمل سے بھاگتے اور دین میں نئے نئے کام کرتے جن کا حکم نہیں ہے بلکہ ان سے ممانعت کردی گئی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا جوان لوگوں کو تباہ کردے اور بدعت کو روک دے وہ کامل مؤمن ہے اور جو صرف زبان سے منع کرتا ہے، بدعت کی برائی بیان کرتا ہے اور بدعتی کو بھرے مجمع میں رسوا اور ذلیل کرے وہ بھی مسلمان ہے مگر دوسرے درجہ پر، لیکن جو اس کام کو دل سے برا جانے، بدعت و بدعتی سے بیزار ہو اور اس کے دور کرنے کے منصوبے سوچتا رہے وہ تیسرے درجے کا کمزور ایمان والا مسلمان ہے، اور اگر اتنا بھی نہ ہو تو اس میں رائی برابر بھی ایمان نہیں، یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمان مقدور بھر بدعت مٹانے کی کوشش کرتا رہے، ہاتھ سے بدعتوں کو مٹادے یا زبان سے بدعتوں کی برائی بیان کرتا رہے یا دل سے بدعت کو برا سمجھتا رہے اور بدعتوں سے دوستی، میل جول اور لین دین نہ رکھے ورنہ اس کے ایمان میں نقصان ہے، انسان جس قدر بدعت سے بچتا رہے گا اور بدعتوں کو مٹاتا رہے گا اتنا ہی اس کا ایمان کامل ہوگا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جس کام کا حکم نہ ملا ہو اگر اس کی ممانعت بھی نہ آئی ہو تو بھی اس کام کو کرنا بدعت ہے، مثلاً اذان میں ۴ دفعہ اللہ اکبر کہنا چاہئے، اگر کوئی شخص ۵ دفعہ اللہ اکبر کہہ دے اور یہ دلیل پیش کرے کہ اس کی ممانعت نہیں ہے تو اس کی بات نہیں مانی جائے گی اور یہی کہا جائے گا کہ چار مرتبہ سے زیادہ کہنے کا حکم نہیں ہے، اسی طرح اگر کوئی اشہد ان محمد رسول اللہ کے بجائے اشہد ان حضرت محمد رسول اللہ کہہ دے اور یہ دلیل پیش کرے کہ اس کی ممانعت بھی نہیں ہے تو اس کی یہ بات نہیں مانی جائے گی اور یہی کہا جائے گا کہ اس طرح حکم نہیں ہے۔ منع کرنے کے لئے یہی دلیل کافی ہے کہ اس کام کی صاف طور سے یا بطور اشارے کے اجازت نہیں ملی، البتہ عمل کرنے کے لئے دلیل چاہئے، خواہ آیت ہو یا حدیث ہو یا صحابہ کا اور تابعین کا عمل و اتفاق ہو۔

اور حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت پر بنی اسرائیل کی طرح ایک زمانہ ایسا ضرور آئے گا کہ وہ اسرائیلیوں کے قدم بہ قدم چلیں گے، یہاں تک کہ اگر ان میں سے کوئی کھلم کھلا اپنی ماں کے پاس آیا ہوگا تو میری امت میں بھی ایسا کرنے والا ہوگا، بنی اسرائیل کے ۷۲ فرقے ہوگئے لیکن میری امت کے ۷۳ فرقے ہو جائیں گے، بجز ایک فرقے کے سب جہنمی ہیں، پوچھا گیا وہ کون سا فرقہ ہے؟ فرمایا جس راہ پر میں اور میرے صحابہ ہیں

میری امت میں ایسے لوگ ظاہر ہونے والے ہیں کہ خواہشیں ان کی رگ رگ میں گھس جائیں گی، جس طرح دیوانے کتے کا زہر انسان کے رگ رگ میں گھس جاتا ہے۔ (ترمذی شریف)

یعنی جس طرح پاگل کتے کی بیماری انسان کے رگ وریشہ میں سرایت کر جاتی ہے اسی طرح لوگوں میں بدعتیں اور نفسانی خواہشیں سرایت کر جائیں گی، نئے نئے عقیدے ہوں گے، نئی نئی عبادتیں ہوں گی، نئے نئے وظیفے ہوں گے، نئی نئی نمازیں ہوں گی، غرضیکہ روزے، صدقہ، خیرات، مراقبہ ہر بات نئی ہوگی، مسلمانوں میں اہل کتاب سے زیادہ پھوٹ پڑ جائے گی، ان کے تو 72 ہی فرقے تھے ان کے 73 فرقے ہو جائیں گے، آخر ایسا ہی ہوا، خارجی، رافضی، جبریہ، قدریہ، معتزلہ، جہمیہ، آزاد، ستر اشاہی، سنی، شیعہ، ایک فرقہ ہو تو گناؤں، سینکڑوں فرقے ہیں، آپ نے فرمایا، ان تمام فرقوں میں جنتی فرقہ وہی ہوگا جو میری اور میرے صحابہ کی راہ پر چلنے والا ہوگا، باقی تمام فرقے گمراہ اور جہنمی ہوں گے، معلوم ہوا کہ جنتی وہی ہے جس کا قرآن وحدیث پر ایمان ہو اور وہی سچا سنی ہے۔ اور جو نئی باتیں ایجاد کرے یا دینی طریقوں میں گھٹا بڑھا دے وہ جہنم کی طرف جارہا ہے، رسول اللہ ﷺ کے طریقے میں کیا کمی دیکھی جو اپنا طریقہ ایجاد کیا، اسلام کے نام سے کام نہیں چلتا بلکہ اسلام کے کام سے کام چلتا ہے، نام سے تو اور الٹا الزام سر تھپتا ہے۔

اور حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیٹا اگر تیرے بس کی یہ بات ہو کہ تو اس حال میں صبح وشام کرے کہ تیرے دل میں کسی کی طرف سے کدورت نہ ہو تو ایسا کر، پھر فرمایا بیٹا یہ میری سنت ہے جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔ (ترمذی شریف)

معلوم ہوا کہ آپ کی محبت کی نشانی آپ کی سنت سے محبت ہے اور سنت کے مطابق عمل کرنے والا اعلیٰ درجہ والا جنتی ہے کہ جنت میں پیغمبر اسلام کے ساتھ ساتھ ہوگا، لہٰذا ہر مسلمان مشتاق جنت کا فرض ہے کہ سنت کا گرویدہ رہے اور بدعت سے گھن کرتا رہے، ایک سنت یہ بھی ہے کہ ہمیشہ دل صاف رکھے، کبھی کسی کی طرف سے دل میں کدورت پیدا نہ ہونے دے۔

امت کے فساد کے وقت سنت پر عمل کا ثواب

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے میری امت کے بگاڑ کے وقت میری سنت کو مضبوط پکڑے رکھا اس کو سو شہیدوں کا ثواب ہے۔ یعنی جب امتی قسم قسم کی بدعتوں میں مبتلا ہوں گے اور ہر شخص اپنی اپنی بدعت کو کار ثواب جان کر ذوق شوق سے اس پر عمل کر رہا ہوگا، بدعتوں کا حد وشمار نہ ہوگا، کوئی تو بدعت کو فرض سمجھے گا، کوئی واجب، کوئی سنت اور کوئی مصلحت وقت سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہوگا، کوئی اپنے بزرگوں کا طریقہ سمجھ کر اور کوئی بدنامی کے خوف سے اس پر عمل کرے گا اور ہر ایک اپنے اپنے مسلک پر اڑا رہے گا، ایسے نازک دور میں جو سنت پر عمل کرے گا اور بدعت سے کنارہ کرے گا اس کو سو شہیدوں کے برابر ثواب ملے گا، کیونکہ تمام بدعتی اس کے دشمن بن جائیں گے، کوئی اسے گالیاں دیتا ہوگا کوئی اس کی آبرو ریزی کی فکر میں لگا ہوگا اور کوئی اسے مار ڈالنے کا منصوبہ بنا رہا ہوگا تو یہ چونکہ سنت کے مطابق صبر وتحمل سے کام لے گا، اس لئے اتنا اجر عظیم ملے گا۔

ہمارا زمانہ وہی زمانہ ہے، ہر شخص اپنی ہی گاتا ہے جو جس کے جی میں آتا ہے، بے دھڑک عمل میں لاتا ہے، پھر کوئی تو خود ہی نئی نئی باتیں گھڑتا ہے اور کوئی بے دینوں کی رسمیں مسلمانوں میں پھیلاتا ہے، ان تمام گمراہیوں کا واحد سبب ترک قرآن وحدیث ہے، اگر مسلمان اس علم سے غفلت نہیں برتتے اور دوسروں علموں میں نہیں لگتے تو یہ گمراہیاں نہ پھیلتی۔

اور حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر کہا کہ ہم یہودیوں سے باتیں سنتے ہیں جو ہمیں اچھی معلوم ہوئی ہیں کیا آپ ہمیں ان میں سے بعض باتوں کے لکھنے کی اجازت دیتے ہیں، فرمایا کیا تم بھی یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح ہو، میں تمہارے پاس ایک صاف شفاف اور روشن شریعت لایا ہوں، اگر موسیٰؑ زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری ہی پیروی کرنی پڑتی۔ (مسند احمد)

یعنی جس دین میں کمی ہوتی ہے اور اس میں سب احکام نہیں بیان کئے جاتے اس دین کے عوام وخواص شک میں ہوں تو ہوں کہ فلاں کام میں کیا فتویٰ دیا جائے اور کیا نہیں۔ پھر وہ

دوسرے دینوں کے علماء سے سیکھ کر فتویٰ دیں لیکن تمہارا حیران ہونا قابل تعجب ہے کہ اسلام میں سارے احکام بیان کیئے گئے اور نعمت اسلام کو مسلمانوں پر مکمل کر دیا گیا، پیغمبر اسلام نے ہر بات صاف صاف بتادی اور جتادی۔اب اس شریعت بیضاء میں کوئی کمی نہیں کہ اور دین کی حاجت ہو،اس کے زمانے سے پہلے سارے دین منسوخ ہو گئے، اگر آج موسیٰؑ بھی زندہ ہوتے تو اسی دین کو اختیار کرتے یہودی تو کس گنتی میں ہیں کہ ہم ان سے دین سیکھیں، اب اگر ہم ان سے دین سیکھنا چاہیں تو گویا ہم نے اپنا دین ناقص اور ان کا دین کامل سمجھا، اس بات سے ایمان میں نقصان آجاتا ہے، معلوم ہوا کہ دیگر دینوں کے علوم پڑھنا اور ان سے باتیں سیکھنا غیر مناسب ہے، البتہ دوسرے دینوں سے پرہیز کرنے کے لئے ان کے مسائل سیکھنے میں کوئی حرج نہیں، ایسے شخص کا پہلے تو اسلام خود پکا اور مضبوط ہونا چاہئے اور عالم بھی ہونا چاہئے، اکثر عوام اسی وجہ سے گمراہی میں پڑ گئے کہ اپنے دین سے تو بے خبر رہے البتہ کچھ یہودیوں کے، کچھ عیسائیوں کے اور کچھ ہندوؤں کے رواج سیکھ لئے اور ان پر عمل کرنے لگے، رفتہ رفتہ وہ دینی بات سمجھی جانے لگی، چنانچہ اکثر جاہل جب عیسائیوں کو پکی، اونچی اور گنبد والی قبریں دیکھتے ہیں اور ان پر تاریخ وفات اور نام لکھا ہوا پاتے ہیں یا ہندوؤں کی شادی کی رسمیں دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ ساری باتیں ہمارے دین میں بھی ہیں، انہیں یہ خبر نہیں کہ اس دین کے جاہلوں نے انہیں لوگوں سے یہ باتیں سیکھ کر اپنے کو ان کے مشابہ کرلیا پھر اگر کوئی انہیں نصیحت کرتا ہے، تو برا مانتے ہیں اور جھگڑا کرتے ہیں۔

حضرت ابوامامہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی قوم ہدایت پر آجانے کے بعد گمراہ نہیں ہوئی مگر اس وجہ سے کہ انہیں جھگڑا دیا گیا، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی، آپ سے مشرک بحث نہیں کرتے محض جھگڑتے ہیں بلکہ یہ لوگ ہیں ہی جھگڑالو۔ (ترمذی)

جھگڑا اسے کہتے ہیں کہ خود تو حق پر نہ ہو مگر حق والے کے حق کو جھٹلائے، دینی کاموں مین جب تک لوگ حق بات مانتے رہے راہ ہدایت پر رہے، اور جب حق کی جگہ ناحق نے لے لی، حق بات میں چوں چرا ہونے لگی اور اس کو جھٹلانے لگے، تو گمراہ ہو گئے، مسلمان کا فرض ہے کہ ناحق بات پر جھگڑا نہ کرے، اور جو بات قرآن وحدیث سے ثابت ہو اس کی پیروی کرے، جو شخص بدعت کو رواج دے اور اس کے لئے جھگڑے اس کا انجام گمراہی ہے۔عہد رسالت میں اکثر کافر حق کو حق

جانتے تھے اور پھر بھی جھگڑتے تھے، اللہ پاک نے ان کے بارے میں فرمایا کہ یہ لوگ محض جھگڑالو ہیں، مذاکرہ حق کی تحقیق کے واسطے نہیں کرتے بلکہ حق کو جھٹلانے کے لئے کرتے ہیں۔ سبحان اللہ ایک موحد قرآن وحدیث سے ثابت کر کے کہتا ہے کہ یہ کام بدعت ہے، اس کو چھوڑ دینا چاہئے۔ دوسرا جاہل اس کے مقابلے پر آ کر کہتا ہے کہ یہ کام ہمارے باپ دادا یا ہمارے پیر یا ہمارے شہر کے لوگ کرتے ہیں، اس لئے ہم بھی کریں گے، اس نے خدا اور رسول اللہ ﷺ کے حکم کو اپنے بزرگوں اور پیر مشائخ کی بات سے حقیر جانا اور شریعت کے آسان کام کو چھوڑ کر نا حق سخت تکلیف میں پھنسا، اپنی دنیا اور آخرت برباد کی اور گمراہی کی دلدل میں جا گرا۔

(بحوالہ تذکیر الاخوان)

ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جہنم میں لے جانے والے اس عمل یعنی بدعت کو اختیار کرنے سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

جہنم میں لے جانے والا چودھواں عمل

ملاوٹ کرنا

''ملاوٹ'' کا مفہوم تو بڑا وسیع ہے لیکن عام طور پر کسی گراں قیمت کی چیز میں کسی سستی چیز کے ملانے کو ملاوٹ کہتے ہیں مثلاً خالص دودھ میں پانی ملانا، خالص (دیسی) گھی میں چربی یا بناسپتی گھی ملانا، پسی ہوئی مرچ میں اینٹوں یا لکڑی کا برادہ ملانا، چنے کے چھلکوں کو ایک خاص طریقے سے چائے کی پتی میں ملانا وغیرہ وغیرہ۔

ملاوٹ کی ایک اور قسم یہ ہے کہ کسی جنس کی اچھی قسم میں اسی جنس کی ناقص گھٹیا، یا عیب دار قسم ملانا، ملاوٹ کی کوئی بھی قسم ہو اس کا مقصد ناجائز منافع کمانا ہوتا ہے۔ اس ناجائز منافع کی مقدار اکثر اوقات اتنی بڑھ جاتی ہے کہ ملاوٹ کرنے والا لالچ میں اندھا ہو جاتا ہے اور دولت کمانے کی انتہائی بڑھی ہوئی ہوس اسے مجبور کرتی ہے کہ ہر خطرے کو مول لے کر یا انتظامیہ کے بددیانت کارندوں کو رشوت دے کر ملاوٹ کا کاروبار جاری رکھے، ملاوٹ خواہ کھانے پینے کی چیزوں میں کی جائے یا دوسری اشیاء میں، ہر صورت میں بدترین گناہ ہے، لیکن افسوس صد افسوس کہ آج کل وطن عزیز میں ملاوٹ ایک ''منافع بخش'' کاروبار یا تجارت کی صورت اختیار کر گئی ہے اور ملاوٹ شدہ یا جعلی اشیاء تجارتی منڈیوں (مارکیٹوں) میں کھلم کھلا فروخت ہو رہی ہیں۔ یہ دیکھ کر اور بھی دکھ ہوتا ہے کہ ملاوٹ کا کاروبار کرنے والوں میں ایسے لوگ بھی شامل ہیں جن کا دعوی ہے کہ وہ اللہ اور رسول ﷺ سے محبت رکھتے ہیں اور ارکان اسلام کی سختی سے پابندی کرتے ہیں (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ) لیکن یہ گھناؤنا کاروبار کرتے ہوئے ان کے ضمیر میں ذراسی چبھن بھی محسوس نہیں ہوتی حالانکہ ملاوٹ کا کاروبار کئی برائیوں کا مجموعہ ہے مثلاً:

۱۔ دوسروں کو فریب دینا یا دھوکے بازی ۲۔ بددیانتی ۳۔ جھوٹ ۴۔ حرام خوری ۵۔ دوسروں

کی صحت برباد کرنا (کھانے پینے کی ملاوٹ شدہ ناقص چیزیں کھلا پلا کر)

اسلام میں ان میں سے کسی بھی برائی کا ارتکاب سخت گناہ ہے، ملاوٹ کرنے والا ان سب برائیوں کا مرتکب ہوتا ہے، اس سے اس کے گناہ کی سنگینی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ کسی چیز میں ملاوٹ کرنے سے وہ چیز عیب دار ہو جاتی ہے اور کوئی عیب دار چیز فروخت کرنا جائز نہیں جب تک خریدنے والے کو اس کا عیب بتلا نہ دیا جائے، جو ایسا نہیں کرے گا، وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دے گا، اس سلسلے میں ہادی اکرم ﷺ کے اشادات ملاحظہ ہوں۔

حضرت واثلہ بن اسقعؓ سے روایت ہے کہ میں نے خود سنا، رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے تھے کہ جس شخص نے کوئی عیب دار چیز کسی کے ہاتھ فروخت کی اور خریدار کو وہ عیب بتلا نہیں دیا تو اس پر ہمیشہ اللہ کا غضب رہے گا یا آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ اللہ کے فرشتے ہمیشہ اس پر لعنت کرتے رہیں گے۔ (سنن ابن ماجہ)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ غلہ کے ایک ڈھیر کے پاس سے گزرے جو ایک دکاندار کا تھا، آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ اس ڈھیر کے اندر داخل کیا تو آپ ﷺ کی انگلیوں نے گیلا پن محسوس کیا آپ ﷺ نے اس غلہ فروش دکاندار سے فرمایا، تمہارے ڈھیر کے اندر یہ تری کیسی ہے؟ اس نے عرض کیا، غلہ پر بارش کی بوندیں پڑ گئی تھیں (تو میں نے اوپر کا بھیگ جانے والا غلہ نیچے کر دیا اور خشک غلہ اس کے اوپر) آپ ﷺ نے فرمایا، تم نے اس بھیگے ہوئے غلہ کو اوپر کیوں نہ رہنے دیا تا کہ خریدنے والے لوگ اس کو دیکھ سکتے، (سن لو) جو آدمی دھوکے بازی کرے (دوسروں کو دھوکا دے) وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (صحیح مسلم)

طبرانیؒ نے معجم کبیر اور معجم صغیر میں یہی واقعہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کیا ہے اس کے آخر میں ان الفاظ کا اضافہ ہے: ”اس طرح کی دغابازی اور فریب کا انجام جہنم ہے“

(معارف الحدیث جلد ہفتم)

اس میں کوئی شک نہیں کہ ملاوٹ کے ذریعے مال کمانا ناجائز ہے اور ناجائز ذریعے سے کمایا ہوا مال مطلق حرام ہے..... حرام مال کی نحوست اور بدانجامی کو رسول اکرم ﷺ نے اس طرح

بیان فرمایا ہے:

''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی بندہ (کسی ناجائز طریقے سے) حرام مال کمائے اور اس میں سے للہ صدقہ کرے تو اس کا صدقہ قبول ہو اور اس میں سے خرچ کرے تو اس میں (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) برکت ہو اور جو شخص حرام مال (مرنے کے بعد) پیچھے چھوڑ کر جائے گا تو وہ اس کے لیے جہنم کا توشہ ہی ہوگا، یقیناً اللہ تعالیٰ بدی کو بدی سے نہیں مٹاتا بلکہ بدی کو نیکی سے مٹاتا ہے، یہ حقیقت ہے کہ گندگی گندگی کو نہیں دھو سکتی۔ (معارف الحدیث بحوالہ مسند احمد)

ملاوٹ کی طرح ماپ تول میں کمی بھی بدترین گناہ ہے، اس طریقے سے کمایا ہوا مال بھی مطلق حرام ہوگا، قرآن حکیم اور احادیث نبویؐ میں اس کے لیے سخت وعیدیں آئی ہیں، ملاوٹ مرتکب کی طرح اس کے مرتکب کی عاقبت بھی برباد ہو جائے گی۔

ناجائز ذرائع سے حرام مال کمانے والوں کے برعکس جائز ذرائع سے حلال رزق کمانے والوں کو آخرت میں بہت بلند درجہ حاصل ہوگا..... حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پوری سچائی اور ایمانداری کے ساتھ کاروبار کرنے والا تاجر نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔ (جامع ترمذی، سنن دارمی)

آج کل بازار میں ایسی نقلی اور جعلی اشیاء فروخت ہو رہی ہیں کہ اگر ان کو اصلی چیزوں کے ساتھ رکھ دیا جائے تو اصلی اور نقلی میں تمیز کرنا محال ہے مثلاً مصنوعی زعفران، ساگودانہ، مشک، عنبر، شکر سے بنا ہوا شہد، پھلوں کے ایسے شربت جن میں مبینہ پھلوں کے رس کا ایک قطرہ بھی شامل نہ کیا گیا ہو، مصنوعی روغن بادام، دارچینی وغیرہ وغیرہ۔

ان چیزوں کا کاروبار کرنے والے اسی طرح کے مجرم ہیں جیسے ملاوٹ کا کاروبار کرنے والے۔ ماپ تول میں کمی اور جعلی (نقلی) اشیاء کو اصلی ظاہر کر کے بیچنے جیسی برائیاں ہمارے معاشرے کا ناسور بن چکی ہیں، اگرچہ ان کا ارتکاب ملک کے قوانین میں بھی جرم ہے لیکن ان کا مرتکب کوئی مجرم شاید ہی کبھی قانون کی گرفت میں آیا ہو۔ اس کا سبب یہ ہے کہ حکومت کی طرف سے جو لوگ ایسے جرائم کی روک تھام کے لیے مقرر کیے جاتے ہیں وہ اپنے فرائض دیانت داری

کے ساتھ انجام نہیں دیتے اور بددیانت تاجروں کے ساتھ مل جاتے ہیں، ایسے جرائم کا انسداد صرف اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ ملک میں اسلامی نظام قائم ہو اور متعلقہ قوانین کا پوری قوت سے نفاذ کیا جائے، جب تک یہ نظام قائم نہیں ہوتا، علماء کرام اور اصلاح معاشرہ کا کام کرنے والے اصحاب (بشمول خواتین) کو چاہیے کہ ان برائیوں کے انسداد کے لیے اپنی پوری توانائیاں صرف کردیں۔ حکومت کا فرض ہے کہ وہ ایسے بھیانک جرائم کا قلع قمع کرنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرے۔ (بحوالہ حسن گفتار)

ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جہنم میں لے جانے والے اس عمل یعنی ملاوٹ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔
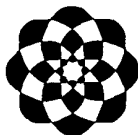
جہنم میں لے جانے والا پندرہواں عمل

حرام مال کھانا

قال اللہ تعالیٰ ولا تاکلوا اموالکم بالباطل. اور نہ کھاؤ لوگوں کا مال باطل طریقے سے۔ عبداللہ ابن عباسؓ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں اس سے مراد جھوٹی قسم کھا کر کسی کا مال کھانا مراد ہے اور باطل طریقے پر کھانا اس دو قسم کا ہوتا ہے ایک یہ کہ کسی کا مال غصب کر کے یا خیانت کر کے کھا جائے یا چوری کر کے دوسرا طریقہ جوا کھیل کر تماشہ دکھا کر مال کمایا جائے یا گانے بجانے کے ذریعہ یہ باطل طریقہ ہے وغیر ذالک۔ ایک حدیث میں ہے حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ آدمی لمبے لمبے سفر کرتا ہے پریشان حال غبار آلود کپڑے والا آسمان کی طرف منہ کر کے کہتا ہے یارب یارب مگر اس کا کھانا حرام پینا حرام لباس حرام تو اس کی دعا کیسے قبول کی جائے ایک لقمہ حرام کا کھانے سے چالیس دن تک اس کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ بیہقی نے سند کے ساتھ روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں جیسے اللہ نے رزق کی تقسیم کی ہے اسی طرح اخلاق کی بھی تقسیم اللہ نے کی ہے دنیا تو وہ ہر آدمی کو دیتا ہے دوست کو بھی دشمن کو بھی مگر دین صرف اس کو دیتا ہے جس کو وہ محبوب رکھتا ہے اگر کوئی شخص حرام کماتا ہے اس میں برکت نہیں ہوتی ہے اگر یہ خیرات کرتا ہے تو قبول نہیں ہوتی اگر وہ پیچھے چھوڑ کر مرتا ہے تو گویا جہنم کا توشہ چھوڑ کر مرا ہے اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں دھوتے بلکہ برائی کو نیکی سے دھوتے ہیں جیسے پیشاب کو پیشاب سے نہیں بلکہ پانی سے دھویا جاتا ہے۔ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، یہ مال سرسبز اور میٹھی چیز ہے جس نے حلال طریقے سے کمایا اور اللہ کی راہ میں خرچ کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو اجر کا مستحق بنا دیتے ہیں اور جنت کا وارث بنا دیتے ہیں اور اس کے برعکس جو حرام طریقے سے کماتے ہیں اور غیر مصرف میں خرچ کرتے ہیں تو دارالھون جو جہنم میں ایک جگہ ہے اس میں اس کی سیٹ بک ہے۔ نبی اکرم ﷺ

نے فرمایا جو مال کمانے میں حرام حلال کی پرواہ نہیں کرتا تو قیامت کے دن اللہ بھی پرواہ نہیں کرینگے کہ کونسے دراز ے سے اس کو دوزخ میں داخل کرے، حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں حرام کھانے سے آدمی کے منہ میں مٹی بھر لے تو بہتر ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب آدمی عبادت کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے کہ دیکھو اس کا رزق حلال ہے یا حرام اگر اس کا رزق حرام سے ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے چھوڑ دو اس کو یہ خواہ مخواہ اپنے آپ کو تھکا رہا ہے اور محنت کر رہا ہے یہ عبادت اس کو فائدہ نہ دیگی اس بات کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں آتا ہے کہ جس کا کھانا پینا حرام ہے اس کی عبادت کس طرح قبول ہوگی، ایک حدیث میں ہے روزانہ ایک فرشتہ بیت المقدس کی چھت پر کھڑے ہو کر اعلان کرتا ہے اے حرام کمانے والو تمہاری نہ نفل قبول ہیں نہ فرض۔

حضرت عبداللہ بن مبارک کا قول ہے کہ ایک درھم مشتبہ میں واپس لوٹا دوں یہ ایک لاکھ خیرات کرنے سے بہتر ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص حرام مال سے حج کرے اور لبیک کہے تو فرشتہ کہتا ہے **لا لبیک ولا سعدیک۔**

تیری کوئی لبیک منظور نہیں نہ حج قبول ہے، امام احمد فرماتے ہیں اگر دس درھم کا کپڑا خریدے اور اس میں ایک درھم حرام کا ہو تو اس کی نماز قبول نہیں ہوتی جب تک یہ کپڑا اس کے بدن پر رہے، حضرت وہب بن الوادؒ فرماتے ہیں اگر چہ ساری رات آدمی قیام کرے تو کوئی فائدہ نہیں ہوگا اگر اس کے پیٹ میں حرام مال ہے اور سفیان ثوری فرماتے ہیں جو شخص حرام مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتا ہے تو آیسا ہے جیسے کپڑے کو پیشاب سے پاک کر رہا ہو حالانکہ کپڑا پانی سے پاک ہوگا اور گناہوں کا کفارہ بھی حلال ہی سے ہوگا، ابن عمرؓ کا فرمان ہے کہ ہمارا حال تو یہ تھا کہ دس میں سے نو حصے حلال کے چھوڑ دیتے تھے حرام سے بچنے کے لئے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کا ایک غلام تھا ہر روز وہ مال کما کے لے آتا تھا اور آپ اس سے دریافت کرتے کہ کیسے کمایا اگر معقول جواب دیتا تو وہ کھانا استعمال کرتے ورنہ چھوڑ دیتے ایک مرتبہ وہ کھانا لایا حضرت ابو بکرؓ روزے دار تھے بغیر پوچھے کھالیا اور صرف ایک لقمہ ہی کھایا تھا کہ غلام نے پوچھا کہ آج آپ نے حسب معمول پوچھا نہیں تو فرمایا، بتا کیسے لایا اس نے کہا زمانہ جاہلیت میں میں کاہن تھا نجومی تھا ایک آدمی کو میں نے ایسے کہہ

دیا تھا اس کا کام ہو گیا تھا آج وہ مجھے بازار میں تلاش کر رہا تھا کہ اس کو انعام دوں یہ وہی چیز لایا ہوں تو آپ نے فرمایا اللہ کے بندے تو نے مجھے ہلاک کر ڈالا پھر منہ میں انگلی ڈال کر نکالنا چاہا مگر ایک ہی لقمہ تھا اور وہ بھی بھوک کی حالت میں کھایا گیا کہاں نکلتا تھا چنانچہ پانی کا گلاس منگوایا پی کر قے کیا جب تک باہر حرام کا لقمہ نکالا نہیں آرام نہیں آیا۔

آج ہم بھی غور کریں اس معاشرے میں کوئی احتیاط ہے حلال و حرام کی تمیز ہے ہم صرف الفاظ و گفتار کے غازی ہیں وہ کردار کے غازی تھے باتیں کم کرتے تھے عمل زیادہ کرتے تھے آج مسئلہ الٹ ہے کسی نے کہا بھی کہ حضرت ایک ہی لقمہ تھا فرمایا اگر میری جان ہی نکل جاتی تب بھی نکالتا کیونکہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے سنا تھا جو جسم حرام سے بنے آگ اس کے لئے بہتر ہے۔ علماء نے لکھا ہے حرام کھانے والوں میں سب شامل ہیں ا خائن ۲۔ ملاوٹ کرنے والا ۳۔ سود خور ۴۔ یتیم کا مال کھانے والا ۵۔ جھوٹی قسم کھانے والا ۶۔ چیز مانگے پھر نہ دے ۷۔ رشوت کھانے والا ۸۔ ناپ تول میں کمی کرنے والا ۹۔ عیب دار چیز بیچنے والا ۱۰۔ جواری ۱۱۔ جادوگر ۱۲۔ نجومی ۱۳۔ فوٹو گرافر ۱۴۔ زانیہ ۱۵۔ نوحہ خوان ۱۶۔ دلال ۱۷۔ چور وغیرہ۔

ایک روایت میں ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن کچھ لوگ ہونگے تھامہ پہاڑ جتنی نیکیاں ہونگی لیکن ساری نیکیاں ھباءً منثورا کر دی جائیں گی اور ان کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا پوچھا گیا یا رسول اللہ کیوں کیا وہ نماز روزہ حج زکواۃ نہ دیتے تھے فرمایا ضرور کرتے تھے مگر مال کمانے میں حرام حلال کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ کسی بزرگ کو مرنے کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا کیا گذری ہے کہنے لگا کہ اچھا ہے مگر جنت میں داخل ہونے سے روک دیا گیا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک سوئی میں نے عاریتاً لی تھی جو واپس نہ دے سکا۔ یہ ایک سوئی کی وجہ سے ہے کہ جنت کا داخلہ بند اور جہاں جانور کے جانور پلاٹ کے پلاٹ زمین غبن کر گئے ان کا کیا بنے گا۔

بہر حال گذارش یہ ہے کہ دنیا کے رہنے والے کا انجام زوال ہے اگر صحت ہے تو بیماری بھی ہے جوانی ہے تو بڑھاپا بھی ہے خوشی ہے تو غم بھی ساتھ الغرض ہر کمال کو زوال ہے. بہت سورج طلوع ہونے والے غروب ہو گئے بہت مضبوط قلعے تھے جنگی دیواریں گر گئیں لہٰذا زادِ راہ تیار کر لو سفر میں جانے سے پہلے سفر لمبا اور پر خطر ہے تعجب ہے اس شخص کے لئے جو دوستوں کی موت کو دیکھتا ہے اور

اپنی موت کا یقین بھی رکھتا ہے مگر پھر بھی تیاری نہیں کرتا آخرت کا یقین رکھتا ہے مگر آرام سے سوتا ہے اپنے گناہوں کی سزا کو بھول جاتا ہے حالانکہ موت آ کر اس کو خویش قبیلے سے جدا کر دیگی عقلمندی کا تقاضا ہے کہ قبر حشر کا فکر کرے دنیا کے دھوکے میں نہ پڑے بوڑھا ہو کر بھی گمان ہے کہ تیری جوانی لوٹ آئیگی اب تو توبہ کی ضرورت ہے ڈر اس رب سے جس کا عذاب واقع ہونے والا ہے اس کو کوئی روکنے والا نہیں خطرہ بہت ہے حساب سخت ہے راستہ لمبا ہے اور کوئی ساتھ دینے والا نہیں ہے۔ علماء نے لکھا ہے عبادت کے دس حصے ہوتے ہیں ۹ حصے صرف رزق حلال میں ہیں اس لئے عمر بن عبدالعزیزؒ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو بھی حرام کھانے کی نوبت آئی فرمایا حلال چیزیں اللہ تعالیٰ نے اتنی پیدا کی ہیں کہ حرام کھانے کی ضرورت ہی کیا ہے الحمد اللہ آج تک میرے پیٹ میں حرام لقمہ نہیں گیا (بحوالہ چیدہ چیدہ از تباہی کے ستر راستے)

حرام مال کھانے کی نحوست اور اس کے نقصانات

حضرت ابوعبداللہ ناجیؒ کا انتہائی زریں اور عبرت آموز قول ہے، فرماتے ہیں کہ پانچ اوصاف کے پائے جانے سے عمل پورا ہوتا ہے، ''اللہ کی معرفت پر ایمان، حق کی معرفت، عمل کو خالص اللہ کے لئے کیا جائے، سنت کے مطابق عمل اور رزق حلال، اگر ان میں سے کوئی ایک شرط بھی مفقود ہو جائے تو عمل قبول نہیں ہوتا، اگر تمہیں اللہ کی معرفت حاصل ہو لیکن تم حق کی معرفت سے محروم ہو تو فائدہ نہیں ہوگا، اگر تم حق کی پہچان رکھتے ہو مگر عمل سنت کے مطابق نہ ہو تو بھی نافع نہیں اور اگر یہ چاروں شرائط پائی جائیں مگر انسان کی روزی حلال نہ ہو تو بھی کچھ حاصل نہیں ہوتا۔''

ابن رجبؒ نے بھی اسی سے ملتی جلتی بات کہی ہے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو اور ان کی امتوں کو پاکیزہ اور حلال روزی کھانے اور عمل صالح کا حکم دیا ہے، جب روزی حلال ہو تو عمل صالح قبول ہوتا ہے اور اگر حلال روزی میسر نہ ہو تو عمل کیسے قبول ہوگا۔''

جیسے مختلف غذاؤں کے مادی اور حسی اثرات ہوتے ہیں، کوئی غذا جسم میں گرمی پیدا کرتی ہے، اور کوئی سردی، کوئی رطوبت پیدا کرتی ہے اور کوئی خشکی، کوئی غذا طبیعت میں نشاط کا سبب بنتی ہے تو کوئی افسردگی کا سبب بنتی ہے، اسی طرح غذاؤں کے روحانی اور معنوی اثرات بھی ہوتے

ہیں، قلب ودماغ، جذبات وخیالات اور اعمال وافعال سب ہی متاثر ہوتے ہیں یہاں تک کہ انسان کی اولاد بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتی۔ اگر سامان خورد ونوش اور ذریعہ معاش حرام اور ناپاک ہوگا تو دل سیاہ ہوجائے گا، اس پر قساوت اور ظلمت چھاجائے گی، قبول ہدایت کی استعداد ختم ہوجائے گی، دماغ میں گندے خیالات پرورش پائیں گے شیطان وساوس اور شہوانی افکار کی یلغار ہوگی، اعمال خیر کی توفیق سلب ہوجائے گی، نیکی کا کرنا مشکل اور بدی کا کرنا آسان معلوم ہوگا، اولاد بغاوت اور سرکشی پر اتر آئے گی، لیکن اگر رزق حلال میسر ہو تو دل میں رقت ولطافت پیدا ہوتی ہے، نور وعرفان کی بارش ہوتی ہے، صبر وشکر اور عفت وعصمت کے جذبات پرورش پاتے ہیں، اعمال صالحہ کی توفیق ارزانی ہوتی ہے۔ ایک عجیب سا سکون اور کیف محسوس ہوتا ہے شاعر مشرق نے صدق مقال اور اکل حلال (سچی بات اور حلال روزی) کو ''سر دین'' قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

سر دین، صدق مقال اکل حلال　　　خلوت وجلوت تماشائے جمال

علم وحکمت زاید از نان حلال　　　عشق ورقت آید از نان حلال

رزق حلال کی وجہ سے علم وحکمت میں اضافہ ہوتا ہے اور عشق ورقت جیسے پاکیزہ جذبات دل میں پرورش پاتے ہیں۔ قرآن کریم میں پاکیزہ چیزیں اور نیک عمل کرنے کا اکٹھے حکم دیا گیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے ''اے رسولو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو۔'' بعض علماء نے ان دونوں کو اکٹھا ذکر کرنے میں یہ حکمت بیان کی ہے کہ پاک اور حلال روزی کے استعمال سے اعمال صالحہ کی توفیق ملتی ہے۔ سورۃ البقرۃ میں ہے ''اے ایمان والو! کھاؤ پاکیزہ چیزیں جو ہم نے تم کو دی ہیں اور اللہ کا شکر کرو اگر تم اس کے بندے ہو'' حلال روزی کے میسر آنے پر اس کا شکر تو ادا کرنا ہی چاہئے مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ جو حلال پر قناعت کرتا ہے اسے شکر کی توفیق بھی خوب ہوتی ہے، اس کے مقابلے میں حرام کھانے والے کے پاس دولت کی کتنی ہی فروانی کیوں نہ ہو لیکن اسے شکر کی توفیق نہیں ہوتی وہ ہمیشہ حالات کا شکوہ ہی کرتا رہتا ہے۔

یہودی علماء کے جو جرائم اور قباحتیں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر کی ہیں، ان میں سے ایک جرم یہ تھا کہ ان کی قوم حرام خوری میں مبتلا تھی مگر وہ اسے منع نہیں کرتے تھے۔

سورہ مائدہ میں ہے ''ان کے مشائخ اور علماء انہیں گناہ کی بات سے اور حرام کھانے سے

کیوں نہیں روکتے، بہت برا عمل ہے جو وہ کرتے ہیں۔"

آج ہم اپنی آنکھوں سے اس تغافل، چشم پوشی اور کتمان حق کی جھلک کہیں نہ کہیں بخوبی دیکھ سکتے ہیں، حرام کی تمیز اور احساس ہی اٹھ گیا ہے وہ نہیں دیکھتے کہ جو کچھ وہ کما، یا کھا رہے ہیں وہ حلال ہے یا حرام ہے، اس کی پیشنگوئی رسول اکرم ﷺ نے فرمادی تھی، صحیح بخاری میں ہے آپ نے فرمایا "لوگوں پر ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ آدمی پرواہ ہی نہیں کرے گا کہ وہ جو کچھ لے رہا ہے وہ حلال ہے یا حرام ہے۔" بہت سے لوگوں کا شکوہ ہے کہ ہماری دعائیں قبول نہیں ہوتیں حالانکہ وہ اس پر غور نہیں کرتے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم ان اوصاف اور شرائط سے محروم ہیں جن کی وجہ سے دعائیں قبول ہوتی ہیں، دعائیں قبول ہونے کی ایک اہم شرط، روزی کا حلال ہونا بھی ہے، حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ نے بارگاہ رسالت میں ایک دفعہ درخواست کی تھی کہ یارسول اللہ! میرے لئے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مستجاب الدعوات کردے، آپ ﷺ نے فرمایا "اپنا کھانا حلال اور پاک بنادو، مستجاب الدعوات ہو جاؤ گے۔" جو شخص چالیس روز رزق حلال کھائے جس میں ذرہ بھر بھی حرام کی آمیزش نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو منور کردیتا ہے اور اس کی زبان سے حکمت کے چشمے جاری کردیتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "جس کا کھانا پینا، لباس اور غذا حرام ہو تو اس کی دعا کیسے قبول ہو سکتی ہے؟......"

اختصار کے ساتھ حرام روزی کے درج ذیل نقصانات بیان کئے جاسکتے ہیں۔

ا۔ آدمی دعائیں قبول ہونے سے محروم ہو جاتا ہے۔ ۲۔ حرام کی طرف میلان، نفس کی کمینگی کی دلیل ہے۔ ۳۔ حرام کھانے والا جبار کے غضب اور دوزخ کی آگ کا مستحق ہو جاتا ہے۔ ۴۔ حرام مال، انسان کو اللہ سے دور کردیتا ہے۔ ۵۔ اکل حرام سے نیک اعمال کا ثواب ضائع ہو جاتا ہے۔ ۶۔ رزق حرام کے نقصانات سے جسم اور عقل بھی محفوظ نہیں رہتی۔ ۷۔ حرام کی ہوس حقوق العباد کے ضائع کرنے کا سبب بنتی ہے۔

(بحوالہ خواتین کا اسلام)

ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جہنم میں لے جانے والے اس عمل یعنی حرام مال سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

جہنم میں لے جانے والا سولہواں عمل

ناپ تول میں کمی کرنا

خرید و فروخت اور لین دین زندگی کا ایک اہم شعبہ ہے اور اس شعبے میں عدل وانصاف ودیانت وصداقت کو قائم رکھنا اسلام کا بنیادی مقصد ہے لہٰذا تجارت میں لینے اور دینے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایک دوسرے کا حق ادا کریں سودا بیچنے والے کے لیے لازم ہے کہ ناپ تول پورا ہو، ناپ تول میں کمی اللہ کے قائم کردہ نظام عدل کے خلاف ہے، اسلام کا نظام عدل ایک فطری قانون ہے جس کا منشا یہ ہے کہ جس کی جو چیز ہو اسے دی جائے اور یہی وہ میزان ہے جسے اللہ قائم کرنا چاہتا ہے مگر جو شخص اپنی عملی زندگی میں اللہ کے اس نظام عدل پر نہیں چلتا تو وہ حقیقت میں خدا کا حکم نہیں مانتا اور یہ خسارے کا سودا ہے۔

اللہ نے قرآن پاک میں کئی مقامات پر اس امر پر بہت ہی زور دیا ہے کہ ناپ تول کو پورا رکھو، چنانچہ ہر شخص کو اس اصول پر کاربند ہونا چاہیے اور جو دوسرے کا حق ہو اسے بغیر کسی کمی کے ادا کرنا چاہیے، پورے ماپ تول کے متعلق اللہ کا فرمان یہ ہے: ﴿واوفوا الکیل والمیزان بالقسط﴾ ''اور ماپ تول انصاف کے ساتھ پورا کیا کرو۔'' ﴿الا تطغوا فی المیزان واقیموا الوزن بالقسط ولا تخسروا المیزان﴾ ''خبردار تم ترازو میں حد سے زیادہ تجاوز نہ کرو، اور انصاف کے ساتھ درست کرلو، اور تول کم مت کرو۔''

ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ جتنے مال کی قیمت وصول کی جائے اتنا ہی دیا جائے، ناپ تول کی کمی کے بارے میں قرآن پاک میں حضرت شعیبؑ کی قوم کا قصہ بیان کیا ہے جس نے سب سے پہلے ناپ تول میں کمی کے باعث دوسروں کا حق مارنا شروع کیا تھا، یہ قوم عربی النسل تھی اور مدین میں آباد تھی، مدین اس شاہراہ پر تھا جو حجاز سے شام فلسطین کو جاتی تھی، مدین دراصل ایک قبیلہ کا نام تھا لیکن جب وہ ایک مقام پر آباد ہو گیا تو اس علاقے کا نام مدین پڑ گیا، مدین کے لوگ

مظاہر فطرت کی پوجا کیا کرتے اور خدا کے ساتھ شرک کرتے تھے حتیٰ کہ ساری قوم بت پرستی میں مبتلا تھی اس کے علاوہ اس قوم میں برا رواج یہ تھا کہ وہ لین دین اور تجارت میں بے ایمانی کرتے تھے وہ جب کسی سے مال خریدتے تو خریداری میں اپنی مرضی کے باٹ استعمال کرتے اور جب کسی کے ہاتھ مال فروخت کرتے تو بیچنے کے باٹ اور ہوتے جو وزن میں اصل باٹوں کی نسبت کم ہوتے آخر ان کی برائیوں کی بنا پر اللہ کو اس قوم کی حالت زار پر رحم آیا اور اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو راہ حق پر لانے کے لیے حضرت شعیبؑ کو اس قوم میں پیغمبر بنا کر مبعوث فرمایا انہوں نے قوم کو راہ حق کی دعوت دی، آپ نے ان کو کفر و شرک چھوڑ کر خدائے واحد کی پوجا کی تلقین کی، انہوں نے کہا اے میرے قوم کے لوگو! ایک خدا کی عبادت کرو کیونکہ اس کے علاوہ اور کوئی عبادت کے لائق نہیں، خرید و فروخت میں اپنے ناپ تول کو پورا کرو، اپنے معاملات میں بے ایمانی سے کام نہ لو، میں اللہ کا پیغمبر ہوں اور میری نبوت کو تسلیم کرتے ہوئے جو میں کہتا ہوں اس پر عمل کرو، خدا کی زمین میں فتنہ فساد نہ مچاؤ، حضرت شعیبؑ نے اپنی قوم کو تمام برائیوں اور خامیوں سے آگاہ کیا اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ اے شعیبؑ! ہم تمہاری باتوں کو نہیں سمجھتے، بلکہ قوم کے سردار غصے میں آکر آگ بگولا ہوئے اور شعیبؑ سے کہنے لگے کیا تم یہ چاہتے ہو کہ ہم اپنے باپ دادا کے دیوتاؤں کو پوجنا چھوڑ دیں، کیا تم یہ چاہتے ہو کہ ہم ناپ تول میں کم کرنا چھوڑ دیں، اگر ہم ایسا نہ کریں تو ہم غریب اور نادار ہو جائیں گے، حتیٰ کہ قوم نے آپ کی ایک نہ سنی اور برے کاموں میں آگے بڑھتے گئے، حضرت شعیبؑ کے اس پیغام کو قرآن میں یوں بیان کیا گیا ہے جس کا مفہوم ہے کہ: ''تو ناپ تول پورا کرو اور لوگوں کو ان کی اشیاء مت گھٹا کر دو اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد خرابی مت ڈالو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تمہیں یقین ہو۔''

اس آیت میں وہی الفاظ ہیں جن کے ذریعے آپ نے قوم کو پورے ناپ تول کی دعوت دی تھی، پھر سورۂ شعراء میں اللہ تعالیٰ نے اسی مضمون کو دوبارہ دہرا دیا تا کہ آنے والے لوگ اس قوم کے کردار سے نصیحت پکڑیں۔

''اور پورا بھر دو ناپ اور نقصان دینے والے نہ بنو اور تولو سیدھی ترازو سے، اور لوگوں کو ان کی اشیاء مت گھٹا کر دو اور ملک میں فساد پھیلاتے ہوئے مت پھرو۔'' (الشعراء)

یاد رکھیئے! پیمائش میں کم ماپنے والے اور تول میں کم باٹ استعمال کرنے والے کا انجام بہت برا ہے، وہ لوگ جو دودھ ماپتے ہیں تو کم ماپتے ہیں، کپڑا بیچتے ہیں تو اس کی پیمائش کم کرتے ہیں ،اشیائے خوردنی بیچتے ہیں تو حقیر اور معمولی سی مقدار میں کمی کر لیتے ہیں، پیکنگ کرتے ہیں تو مقرر تعداد سے کم پیکنگ کرتے ہیں، گویا کہ انسان زندگی کے بے شمار لین دین کے معاملات میں بے ایمانی سے کام لیتا ہے اس کا انجام بہت برا ہے، جو ماپ تول میں کمی کرتا ہے، وہ دراصل اپنے آپ کو ہلاکت اور بربادی میں مبتلا کرتا ہے، اور اپنے برے انجام کا خود ہی سامان پیدا کرتا ہے، وہ حقیر دولت جو وہ کم تول اور کم ماپ سے کماتا ہے وہ اس کے دین ودنیا کو تباہ کر دیتی ہے، وہ کیا، جانے کہ طمع اور لالچ انسان کو لے ڈوبتا ہے، اس گناہ اور جرم کا خمیازہ دنیا میں بھی بھگتنا پڑتا ہے جو دوسروں کے لیے باعث عبرت ہوتا ہے، کم تولنے والوں کے مال میں اکثر خسارہ ہو جاتا ہے، دودھ کم ماپنے والوں کی اکثر بھینسیں مر جاتی ہیں کم ماپ تول سے کمائی ہوئی دولت عیش وعشرت اور برے کاموں کی نذر ہو جاتی ہے۔

اکثر یوں بھی ہو جاتا ہے کہ انسان جس اولاد کا پیٹ پالنے کے لیے حرام ذرائع معاش اختیار کرتا ہے وہ اولاد نافرمان اور گستاخ ہو جاتی ہے، اور اولاد جسے نادان انسان کم ناپ تول سے حرام روزی کما کر کھلاتا ہے اور اولاد کو جوان کر کے اپنے بڑھاپے کا سہارا بناتا ہے وہ اولاد الٹا والدین کو مصائب اور مشکلات میں ڈال دیتی ہے وہ بڑے ہو کر بدمعاش آوارہ ،بدچلن، قمار باز، شرابی اور برے انسان بن جاتے ہیں، جو والدین کے لیے سہارے کی بجائے وبال بن جاتی ہے اور یہ سب کچھ ناپ تول میں کمی کے باعث ہوتا ہے، اس لیے جو حضرات اس گناہ میں مبتلا ہوں وہ پہلی فرصت میں اللہ کے حضور توبہ کر لیں تا کہ ان کی آخرت سنور جائے۔ (بحوالہ اللہ میری توبہ)

ناپ تول میں کمی کرنا ایک عظیم گناہ ہے

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:﴿ویل للمطففین ،الذین اذااکتالوا علی الناس یستوفون،واذا کالوھم اووزنوھم یخسرون،الا یظن اولٰئک انھم مبعوثون لیوم عظیم یوم یقوم الناس لرب العلمین﴾

سورۃ مطففین کی ابتدائی ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک بہت بڑے گناہ اور معصیت کی طرف متوجہ فرمایا ہے اور وہ گناہ ہے "کم ناپنا اور کم تولنا" یعنی جب کوئی چیز کسی کو بیچی جائے تو جتنا اس خریدنے والے کا حق ہے، اس سے کم تول کر دے، عربی میں کم ناپنے اور کم تولنے کو "تطفیف" کہا جاتا ہے اور یہ "تطفیف" صرف تجارت اور لین دین کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ "تطفیف" کا مفہوم بہت وسیع ہے، وہ یہ کہ دوسرے کا جو بھی حق ہمارے ذمے واجب ہے، اس کو اگر اس کا حق کم کر کے دیں تو یہ "تطفیف" کے اندر داخل ہے۔

آیات کا ترجمہ یہ ہے کہ کم ناپنے اور کم تولنے والوں کے لئے افسوس ہے، (اللہ تعالیٰ نے "ویل" کا لفظ استعمال فرمایا، "ویل" کے معنی تو "افسوس" کے آتے ہیں دوسرے معنی اس کے "دردناک عذاب" اس دوسرے معنی کے لحاظ سے آیت کا ترجمہ یہ ہوگا کہ) ان لوگوں پر دردناک عذاب ہے جو دوسرں کا حق کم دیتے ہیں، اور کم ناپتے اور کم تولتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں کہ جب دوسروں سے اپنا حق وصول کرنے کا موقع آتا ہے تو اس وقت اپنا حق پورا پورا لیتے ہیں، (اس وقت تو ایک دمڑی بھی چھوڑنے کو تیار نہیں ہوتے۔) لیکن جب دوسروں کو ناپ کر یا تول کر دینے کا موقع آتا ہے تو اس وقت (ڈنڈی مار دیتے ہیں) کم کر دیتے ہیں، (جتنا حق دینا چاہئے تھا اتنا نہیں دیتے)۔ (آگے اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ) "کیا ان لوگوں کو یہ خیال نہیں کہ ایک عظیم دن میں دوبارہ زندہ کئے جائیں گے، جس دن سارے انسان رب العالمین کے سامنے پیش ہونگے، (اور اس وقت انسان کو اپنے چھوٹے سے چھوٹے عمل کو بھی پوشیدہ رکھنا ممکن نہیں ہوگا، اور اس دن ہمارا اعمال نامہ ہمارے سامنے آجائے گا، تو کیا ان لوگوں کو یہ خیال نہیں کہ اس وقت کم ناپ کر اور کم تول کر دنیا کے چند ٹکوں کا جو فائدہ اور نفع حاصل کر رہے ہیں، یہ چند ٹکوں کا فائدہ ان کے لئے جہنم کے عذاب کا سبب بن جائے گا، اس لئے قرآن کریم نے بار بار کم ناپنے اور کم تولنے کی برائی بیان فرمائی، اور اس سے بچنے کی تاکید فرمائی، اور حضرت شعیبؑ کی قوم کا واقعہ بھی بیان فرمایا۔)

حضرت شعیبؑ جب اپنی قوم کی طرف بھیجے گئے، (جیسا کہ پہلے بھی مختصراً گزرا) اس وقت ان کی قوم بہت سی معصیتوں اور نافرمانیوں میں مبتلا تھی، کفر شرک اور بت پرستی میں تو مبتلا تھی اس کے علاوہ پوری قوم کم ناپنے اور کم تولنے میں مشہور تھی، تجارت کرتے تھے، لیکن اس میں لوگوں کا

حق پورا نہیں دیتے تھے، دوسری طرف وہ ایک انسانیت سوز حرکت یہ کرتے تھے کہ مسافروں کو راستے میں ڈرایا کرتے اور ان پر حملہ کر کے لوٹ لیا کرتے تھے چنانچہ حضرت شعیبؑ نے ان کو کفر، شرک اور بت پرستی سے منع کیا، اور توحید کی دعوت دی، اور کم ناپنے کم تولنے اور مسافروں کو راستے میں ڈرانے اور ان پر حملہ کرنے سے بچنے کا حکم دیا، لیکن وہ قوم اپنی بداعمالیوں میں مست تھی، اس لئے حضرت شعیبؑ کی بات ماننے کے بجائے ان سے یہ پوچھا کہ: ''کیا تمہاری نماز تمہیں اس بات کا حکم دے رہی ہے کہ ہم ان معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی ہمارے آباء واجداد عبادت کرتے تھے، یا ہم اپنے مال میں جس طرح چاہیں، تصرف کرنا چھوڑ دیں۔

(سورہ ھود)

یعنی کہ یہ ہمارا مال ہے ہم اس کو جس طرح چاہیں، حاصل کریں چاہے کم تول کر حاصل کریں یا کم ناپ کر حاصل کریں۔ یا دھوکہ دے کر حاصل کریں، تم ہمیں روکنے والے کون ہو؟ ان باتوں کے جواب میں حضرت شعیبؑ ان کو محبت اور شفقت کے ساتھ سمجھاتے رہے کہ بالآخر ان کا وہی انجام ہوا جو نبی کی بات نہ ماننے والوں کا ہوتا ہے، وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسا عذاب بھیجا جو شاید کسی اور قوم کی طرف نہیں بھیجا گیا۔

وہ عذاب ان پر اس طرح آیا کہ پہلے تین دن متواتر پوری بستی میں سخت گرمی پڑی، اور ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ آسمان سے انگارے برس رہے ہیں اور زمین آگ اگل رہی ہے، حبس اور تپش نے ساری بستی والوں کو پریشان کر دیا، تین دن کے بعد بستی والوں نے دیکھا کہ اچانک ایک بادل کا ٹکڑا بستی کی طرف آ رہا ہے، اور اس بادل کے پیچھے ٹھنڈی ہوائیں چل رہی ہیں، چونکہ بستی کے لوگ تین دن سے سخت گرمی کی وجہ سے بلبلائے ہوئے تھے، اس لئے ساری بستی والے بہت اشتیاق کے ساتھ بستی چھوڑ کر اس بادل کے نیچے جمع ہو گئے، تا کہ یہاں ٹھنڈی ہواؤں کا لطف اٹھائیں لیکن اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بادل کے نیچے اس لئے جمع کرنا چاہتے تھے تا کہ سب پر ایک ساتھ عذاب نازل کر دیا جائے، چنانچہ جب وہ سب وہاں جمع ہو گئے تو وہی بادل جس میں ٹھنڈی ہوائیں آ رہی تھی، اس میں سے آگ کے انگارے برسنا شروع ہو گئے، اور ساری قوم ان انگاروں کا نشانہ بن کر جھلس کر ختم ہو گئی، اسی واقعہ کی طرف قرآن کریم نے ان الفاظ سے اشارہ فرمایا ہے

کہ: ﴿فکذبوہ فاخذھم عذاب یوم الظلۃ﴾ ''یعنی انہوں نے حضرت شعیب کو جھٹلایا، اس کے نتیجے میں ان کو سائبان والے دن عذاب نے پکڑ لیا۔''

ایک اور جگہ فرمایا: ﴿فتلک مسکنھم لم تسکن من بعد ھم الا قلیلا و کنا نحن الوارثین﴾ ''یعنی یہ ان کی بستیاں دیکھو، جو ان کی ہلاکت کے بعد آباد بھی نہیں ہو سکیں، مگر بہت کم، ہم ہی ان کے سارے مال و دولت اور جائیداد کے وارث بن گئے۔...... وہ تو یہ سمجھ رہے تھے کہ کم ناپ کر کم تول کر، ملاوٹ کر کے، دھوکہ دے کر ہم اپنے مال و دولت میں اضافہ کریں گے، لیکن وہ ساری دولت دھری کی دھری رہ گئی۔''

چنانچہ یاد رکھا جائے کہ اگر تم نے ڈنڈی مار کر ایک تولہ، یا دو تولہ، ایک چھٹانک یا دو چھٹانک مال خریدار کو کم دے دیا، اور چند پیسے کما لئے، دیکھنے میں تو یہ پیسے ہیں، لیکن حقیقت میں آگ کے انگارے ہیں، جس کو تم اپنے پیٹ میں ڈال رہے ہو، حرام مال اور حرام کھانے کے بارے میں قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''جو لوگ یتیموں کا مال ظلماً کھاتے ہیں، وہ درحقیقت اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں، جو لقمے حلق سے نیچے اتر رہے ہیں یہ حقیقت میں آگ کے انگارے ہیں، اگرچہ دیکھنے میں وہ روپیہ پیسہ مال و دولت نظر آ رہا ہے، کیونکہ اللہ کے حکم کے خلاف کر کے اور اللہ کی معصیت و نافرمانی کر کے یہ پیسے حاصل کئے گئے ہیں، یہ پیسے اور یہ مال و دولت دنیا میں تباہی کا سبب ہے، اور آخرت میں بھی تباہی کا ذریعہ ہے۔ (سورۃ نساء)

یاد رکھیے اور یہ کم ناپنا اور کم تولنا صرف تجارت کے ساتھ ہی خاص نہیں ہے۔ بلکہ کم تولنا اور کم ناپنا اپنے اندر وسیع مفہوم رکھتا ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ جو امام المفسرین ہیں، سورۃ مطففین کی ابتدائی آیات کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''قیامت کے روز سخت عذاب ان لوگوں کو بھی ہوگا جو اپنی نماز، زکوۃ اور روزے اور دوسری عبادات میں کمی کرتے ہیں''۔ اس سے معلوم ہوا کہ عبادات میں کوتاہی کرنا، اس کو پورے آداب کے ساتھ ادا نہ کرنا بھی تطفیف کے اندر داخل ہے۔ یا مثلاً ایک آقا مزدور سے پورا پورا کام لیتا ہے اس کو ذرا سی بھی سہولت دینے کو تیار نہیں ہے لیکن تنخواہ دینے کے وقت اس کی جان نکلتی ہے، اور

پوری تنخواہ نہیں دیتا، یا صحیح وقت پر نہیں دیتا، ٹال مٹول کرتا ہے، یہ بھی ناجائز اور حرام ہے، اور تطفیف میں داخل ہے، حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے: ﴿اعطوا الا جیر اجرہ قبل ان یجف عرقہ﴾ ''یعنی مزدور کو اس کی مزدوری پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کردو، اس لئے کہ جب تم نے اس سے مزدوری کرالی کام لے لیا تو اب مزدوری دینے میں تاخیر کرنا جائز نہیں۔''

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ آپ نے ایک نوکر رکھا، اور نوکر سے یہ طے کیا کہ تمہیں ماہانہ اتنی تنخواہ دی جائے گی، اور روزانہ دو وقت کا کھانا دیا جائے گا، لیکن جب کھانے کا وقت آیا تو خود تو خوب پلاؤ زردے اڑائے، اعلیٰ درجے کا کھانا کھایا، اور بچا کچا کھانا جس کو ایک معقول اور شریف آدمی پسند نہ کرے، وہ نوکر کے حوالے کردیا، تو یہ بھی ''تطفیف'' ہے، اس لئے کہ جب تم نے اس کے ساتھ دو وقت کا کھانا طے کرلیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اس کو اتنی مقدار میں ایسا کھانا دو گے جو ایک معقول آدمی پیٹ بھر کر کھا سکے، لہذا اب اس کو بچا کچا کھانا دینا اس کی حق تلفی ہے اور اس کے ساتھ ناانصافی ہے لہذا یہ بھی ''تطفیف'' کے اندر داخل ہوگی۔

یا مثلاً ایک شخص کسی محکمے میں، کسی دفتر میں آٹھ گھنٹے کا ملازم ہے تو گویا کہ اس نے یہ آٹھ گھنٹے اس محکمے کے ہاتھ فروخت کردیئے ہیں اور یہ معاہدہ کرلیا ہے کہ میں آٹھ گھنٹے آپ کے پاس کام کروں گا، اور اس کے عوض اس کو اجرت اور تنخواہ ملے گی، اب اگر وہ اجرت تو پوری لیتا ہے، لیکن اس آٹھ گھنٹے کی ڈیوٹی میں کمی کرلیتا ہے، اور اس میں سے کچھ وقت اپنے ذاتی کاموں میں صرف کرلیتا ہے، تو اسکا یہ عمل بھی ''تطفیف'' کے اندر داخل ہے، حرام ہے گناہ کبیرہ ہے، یہ بھی اسی طرح گنہگار ہے جس طرح کم ناپنے اور کم تولنے والا گنہگار ہوتا ہے، اس لئے کہ اس نے اگر آٹھ گھنٹے کے بجائے سات گھنٹے کام کیا، تو ایک گھنٹے کی ڈیوٹی ماردی، گویا کہ اجرت کے وقت اپنا حق اجرت تو پورا لے رہا ہے، اور جب دوسروں کے حق دینے کا وقت آیا تو کم دے رہا ہے، لہذا تنخواہ کا وہ حصہ حرام ہوگا جو اس وقت کے بدلے میں ہوگا جو اس نے اپنے ذاتی کاموں میں صرف کیا۔

کسی زمانے میں تو دفتروں میں ذاتی کام چوری چھپے ہوا کرتے تھے۔ مگر آج کل دفتروں کا یہ حال ہے کہ ذاتی کام چوری چھپے کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، بلکہ کھلم کھلا، اعلانیہ، ڈنکے کی چوٹ پر کیا جاتا ہے، اپنے مطالبات پیش کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہیں کہ تنخواہ بڑھاؤ، الاؤنس بڑھاؤ،

فلاں فلاں مراعات ہمیں دو، اور اس مقصد کے لئے احتجاج کرنے، جلسے جلوس کرنے اور نعرے لگانے کے لئے ہڑتال کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہیں، لیکن یہ نہیں دیکھتے کہ ہماری ذمے کیا حقوق عائد ہورہے ہیں؟ ہم ان کو ادا کر رہے ہیں یا نہیں؟ ہم نے آٹھ گھنٹے کی ملازمت اختیار کی تھی، ان آٹھ گھنٹوں کو کتنی دیانت اور امانت کے ساتھ خرچ کیا، اس کی طرف بالکل دھیان نہیں جاتا، یاد رکھو، ایسے ہی لوگوں کے لئے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ ان لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے، جو دوسرے کے حقوق میں کمی کرتے ہیں، اور جب دوسروں سے حق وصول کرنے کا وقت آتا ہے تو اس وقت پورا پورا لیتے ہیں، یاد رکھو، اللہ تعالیٰ کے یہاں ایک ایک منٹ کا حساب ہوگا، اس میں کوئی رعایت نہیں کی جائے گی۔

آج تنخواہ بڑھانے کی درخواست دینے کے بارے میں تو آپ روزانہ سنتے ہیں لیکن یہ کہیں سننے میں نہیں آتا کہ کسی نے یہ درخواست دی ہو کہ میں نے دفتری اوقات میں اتنا وقت ذاتی کام میں صرف کیا تھا، لہذا میری تنخواہ کاٹ لی جائے۔ یہ عمل وہی شخص کرسکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے کی فکر ہو، آج ہر شخص اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھے مزدوری کرنیوالے ملازمت کرنے والے لوگ کتنا وقت دیانت داری کے ساتھ اپنی ڈیوٹی پر صرف کر رہے ہیں؟ آج ہر جگہ فساد برپا ہے، خلق خدا پریشان ہے، اور دفتر کے باہر دھوپ میں کھڑی ہے اور صاحب بہادر اپنے ایئر کنڈیشنڈ کمرے میں مہمانوں کے ساتھ گپ شپ میں مصروف ہیں، چائے پی جارہی ہے، ناشتہ ہورہا ہے، اس طرز عمل میں ایک طرف تو تنخواہ حرام ہورہی ہے، اور دوسری طرف خلق خدا کو پریشان کرنے کا گناہ الگ ہورہا ہے۔

اور سب سے بڑا حق اللہ کا ہے، اس حق کی ادائیگی میں کمی کرنا بھی کم ناپنے اور کم تولنے میں داخل ہے، مثلاً نماز اللہ کا حق ہے، اور نماز کا طریقہ بتادیا گیا کہ اس طرح قیام کرو، اس طرح رکوع کرو، اس طرح سجدہ کرو، اور اس طرح اطمینان کیساتھ سارے ارکان ادا کرو، اب آپ نے جلدی جلدی بغیر اطمینان کے ایک منٹ کے اندر نماز پڑھ لی، نہ سجدہ اطمینان سے کیا نہ رکوع اطمینان سے کیا، تو آپ نے اللہ کے حق میں کوتاہی کردی، حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک صاحب نے جلدی جلدی نماز ادا کرلی، نہ رکوع اطمینان سے کیا نہ سجدہ اطمینان سے کیا، تو ایک صحابی نے ان کی

نماز دیکھ کر فرمایا کہ: ﴿لقد طففت﴾ ''تم نے نماز کے اندر تطفیف کی، یعنی اللہ کا پورا حق ادا نہیں کیا۔'' یاد رکھیے، کسی کا بھی حق ہو، چاہے اللہ تعالیٰ کا حق ہو، یا بندے کا حق ہو، اس میں جب کمی اور کوتاہی کی جائے گی تو یہ بھی ناپ تول میں کمی کے حکم میں داخل ہوگی، اور اس پر وہ ساری وعیدیں صادق آئیں گی، جو قرآن کریم نے ناپ تول کی کمی پر بیان کی ہیں۔

اسی طرح ''تطفیف'' کے وسیع مفہوم میں یہ بات بھی داخل ہے کہ جو چیز فروخت کی، وہ خالص فروخت نہیں کی، اس کے اندر ملاوٹ کر دی، یہ ملاوٹ کرنا کم ناپنے اور کم تولنے میں اس لحاظ سے داخل ہے کہ مثلاً آپ نے ایک سیر آٹا فروخت کیا۔ لیکن اس ایک سیر آٹے میں خالص آٹا تو آدھا سیر ہے، اور آدھا سیر کوئی اور چیز ملا دی ہے، اس ملاوٹ کا نتیجہ یہ ہوا کہ خریدار کا جو حق تھا کہ اس کو ایک سیر آٹا ملتا، وہ حق اس کو پورا نہیں ملا اس لئے یہ بھی حق تلفی میں داخل ہے۔

بعض لوگ یہ اشکال پیش کرتے ہیں کہ ہم تو خود صاحبِ فروش ہیں ہمارے پاس تھوک فروشوں کی طرف سے جیسا مال آتا ہے، وہ ہم آگے فروخت کر دیتے ہیں، لہٰذا اس صورت میں ہم ملاوٹ نہیں کرتے، ملاوٹ تو تھوک فروش کرتے ہیں، لیکن ہمیں لامحالہ وہ چیز ویسی ہی فروخت کرنی پڑتی ہے، اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ اگر ایک شخص خود مال نہیں بناتا، اور نہ ملاوٹ کرتا ہے، بلکہ دوسرے سے مال لے کر آگے فروخت کرتا ہے تو اس صورت میں خریدار کے سامنے یہ بات واضح کر دے کہ میں اس بات کا ذمہ دار نہیں کہ اس میں کتنی اصلیت ہے، اور کتنی ملاوٹ ہے، البتہ میری معلومات کے مطابق اتنی اصلیت ہے، اور اتنی ملاوٹ ہے۔

لیکن ہمارے بازاروں میں بعض چیزیں ایسی ہیں، جو اصلی اور خالص ملتی ہی نہیں ہیں، بلکہ جہاں سے بھی لو گے، وہ ملاوٹ شدہ ملے گی، اور سب لوگوں کو یہ بات معلوم بھی ہے کہ یہ چیز اصلی نہیں ہے، بلکہ اس میں ملاوٹ ہے، ایسی صورت میں وہ تاجر جو اس چیز کو دوسرے سے خرید کر لایا ہے اس کے ذمے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ ہر ہر شخص کو اس چیز کے بارے میں بتلائے۔ اس لئے کہ ہر شخص کو اس کے بارے میں معلوم ہے کہ یہ خالص نہیں ہے، لیکن اگر یہ خیال ہو کہ خریدنے والا اس چیز کی حقیقت سے بے خبر ہے تو اس صورت میں اس کو بتانا چاہئے کہ یہ چیز خالص نہیں ہے۔ بلکہ اس میں ملاوٹ ہے۔

اسی طرح اگر بیچے جانے والے سامان میں کوئی عیب ہو، تو وہ عیب خریدار کو بتا دینا چاہئے، تاکہ اگر وہ شخص اس عیب کے ساتھ اس کو خریدنا چاہتا ہے تو خرید لے، ورنہ چھوڑ دے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: "جو شخص عیب دار چیز فروخت کرے، اور اس عیب کے بارے میں وہ خریدار کو نہ بتائے کہ اس کے اندر یہ خرابی ہے تو ایسا شخص مسلسل اللہ کے غضب میں رہے گا، اور ملائکہ ایسے آدمی پر مسلسل لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔" (ابن ماجہ)

ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ بازار میں تشریف لے گئے، وہاں آپ نے دیکھا کہ ایک شخص گندم بیچ رہا ہے، آپ اس کے قریب تشریف لے گئے، اور گندم کی ڈھیری میں اپنا ہاتھ ڈال کر اس کو اوپر نیچے کیا تو یہ نظر آیا کہ اوپر تو اچھا گندم ہے، اور نیچے بارش اور پانی کے اندر گیلا ہو کر خراب ہو جانے والا گندم ہے، اب دیکھنے والا جب اوپر سے دیکھتا ہے تو اس کو یہ نظر آتا ہے کہ گندم بہت اچھا ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے اس شخص سے فرمایا کہ تم نے یہ خراب والا گندم اوپر کیوں نہیں رکھا، تاکہ خریدار کو معلوم ہو جائے کہ یہ گندم ایسا ہے، وہ لینا چاہے تو لے لے، نہ لینا چاہے تو چھوڑ دے، اس شخص نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ، بارش کی وجہ سے کچھ گندم خراب ہو گئی تھی، اس لئے میں نے اس کو نیچے کر دیا، آپ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو، بلکہ اس کو اوپر کر دو اور پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ: ﴿من غش فلیس منا﴾ (صحیح مسلم، کتاب الایمان)

جو شخص دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں، یعنی جو شخص ملاوٹ کر کے دھوکہ دے کہ بظاہر تو پوری چیز بیچ رہا ہے لیکن حقیقت میں اس میں کوئی دوسری چیز ملا دی گئی ہے یا بظاہر تو پوری چیز دے رہا ہے، لیکن حقیقت میں وہ اس سے کم دے رہا ہے، تو یہ غش اور دھوکہ ہے اور جو شخص یہ کام کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے، یعنی مسلمانوں میں سے نہیں ہے، دیکھئے ایسے شخص کے بارے میں حضور اقدس ﷺ کتنی سخت بات فرما رہے ہیں، لہٰذا جو چیز بیچ رہے ہو، اس کی حقیقت خریدار کو بتا دو کہ اس کی یہ حقیقت ہے، لیکن خریدار کو دھوکے میں اور اندھیرے میں رکھنا منافقت ہے، مسلمان اور مؤمن کو شیوہ نہیں ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہ جن کے ہم اور آپ سب مقلد ہیں، بہت بڑے تاجر تھے، کپڑے کی تجارت کرتے تھے، لیکن بڑے سے بڑے نفع کو اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے قربان کر دیا کرتے

تھے چنانچہ ایک مرتبہ ان کے پاس کپڑے کا ایک تھان آیا، جس میں کوئی عیب تھا چنانچہ آپ نے اپنے ملازموں کو جو دکان پر کام کرتے تھے، کہہ دیا کہ یہ تھان فروخت کرتے وقت گاہک کو بتادیا جائے کہ اس کے اندر یہ عیب ہے، چند روز کے بعد ایک ملازم نے وہ تھان فروخت کر دیا، اور عیب بتانا بھول گیا، جب امام صاحب نے پوچھا کہ اس عیب دار تھان کا کیا ہوا؟ اس ملازم نے بتایا کہ حضرت میں نے اس کو فروخت کر دیا، مگر امام صاحب نے پوچھا کہ کیا تم نے اس کو اس کا عیب بتادیا تھا؟ ملازم نے جواب دیا کہ میں عیب بتانا بھول گیا، آپ نے پورے شہر کے اندر اس گاہک کی تلاش شروع کر دی جو وہ عیب دار تھان خرید کر لے گیا تھا، کافی تلاش کے بعد وہ گاہک مل گیا تو آپ نے اس کو بتادیا کہ جو تھان آپ میری دکان سے خرید کر لائے ہیں، اس میں فلاں عیب ہے، اس لئے آپ وہ تھان مجھے واپس کر دیں اور اگر اسی عیب کے ساتھ رکھنا چاہیں تو آپ کی خوشی۔

آج ہم لوگوں کا یہ حال ہو گیا ہے کہ نہ صرف یہ کہ عیب نہیں بتاتے، بلکہ جانتے ہیں کہ یہ عیب دار سامان ہے اس میں فلاں خرابی ہے، اس کے باوجود قسمیں کھا کھا کر یہ باور کراتے ہیں کہ یہ بہت اچھی چیز ہے، اعلیٰ درجے کی ہے، اس کو خرید لیں۔

ہمارے اوپر یہ جو اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو رہا ہے کہ پورا معاشرہ عذاب میں مبتلا ہے، ہر شخص بدامنی اور بے چینی اور پریشانی میں ہے، کسی شخص کی بھی جان، مال، آبرو محفوظ نہیں ہے، یہ عذاب ہمارے انہی گناہوں کا نتیجہ اور وبال ہے کہ ہم نے محمد رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے طریقوں کو چھوڑ دیا، سامان فروخت کرتے وقت اس کی حقیقت لوگوں کے سامنے واضح نہیں کرتے، ملاوٹ، دھوکہ، فریب عام ہو چکا ہے۔

اسی طرح آج شوہر بیوی سے تو سارے حقوق وصول کرنے کو تیار ہیں، کہ وہ ہر بات میں میری اطاعت بھی کرے، کھانا بھی پکائے، گھر کا انتظام بھی کرے، بچوں کی پرورش بھی کرے، ان کی تربیت بھی کرے، اور میرے ماتھے پر شکن بھی نہ آنے دے، اور چشم و آبرو کے اشارے کی منتظر رہے، سارے حقوق وصول کرنے کو شوہر کہتا ہے، لیکن جب بیوی کے حقوق ادا کرنے کا وقت آئے، اس وقت ڈنڈی مار جائے، اور ان کو ادا نہ کرے، حالانکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے شوہروں کو حکم فرمادیا ہے کہ: ﴿وعاشروهن بالمعروف﴾ "بیویوں کے ساتھ نیک برتاؤ کرو۔" (سورۃ نساء)

اور حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: ﴿خیار کم خیار کم لنساء کم﴾ (ترمذی) ''تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنی عورتوں کے حق میں بہتر ہو۔''

ایک دوسری حدیث میں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: ﴿استوصوا بالنساء خیرا﴾ (صحیح بخاری) ''عورتوں کے حق میں بھلائی کرنے کی نصیحت کو قبول کرلو یعنی ان کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرو۔''

اللہ اور اللہ کے رسول تو ان کے حقوق کی ادائیگی کی اتنی تاکید فرما رہے ہیں، لیکن ہمارا یہ حال ہے کہ ہم اپنی عورتوں کے پورے حقوق ادا کرنے کو تیار نہیں، یہ سب کم ناپنے اور کم تولنے کے اندر داخل ہے، اور شرعاً حرام ہے۔

ساری زندگی میں بے چاری عورت کا ایک ہی مالی حق شوہر کے ذمے واجب ہوتا ہے، وہ ہے مہر، وہ بھی شوہر ادا نہیں کرتا، ہوتا یہ ہے کہ ساری زندگی مہر ادا نہیں کیا، جب مرنے کا وقت قریب آیا تو بستر مرگ پر پڑے ہیں، دنیا سے جانے والے ہیں، رخصتی کا منظر ہے، اس وقت بیوی سے کہتے ہیں کہ مہر معاف کردو، اب اس موقع پر بیوی کیا کرے؟ کیا رخصت ہونے والے شوہر سے یہ کہہ دے کہ میں معاف نہیں کرتی چنانچہ اس کو مہر معاف کرنا پڑتا ہے۔ ساری عمر اس سے فائدہ اٹھایا، ساری عمر تو اس سے حقوق طلب کئے، لیکن اس کا حق دینے کا وقت آیا تو اس میں ڈنڈی مار گئے۔

یہ تو مہر کی بات تھی، نفقہ کے اندر شریعت کا یہ حکم ہے کہ اس کو اتنا نفقہ دیا جائے کہ وہ آزادی اور اطمینان کے ساتھ گزارہ کرسکے، اگر اس میں کمی کرے گا تو یہ بھی کم ناپنے اور کم تولنے کے اندر داخل ہے، اور حرام ہے، خلاصہ یہ کہ جس کسی کا کوئی حق دوسرے کے ذمے واجب ہو، وہ اس کو پورا ادا کرے، اس میں کمی نہ کرے، ورنہ اس عذاب کا مستحق ہوگا جس عذاب کی وعید اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں بیان فرمائی ہے۔

ہم لوگوں کا یہ حال ہے کہ جب ہم مجلس جما کر بیٹھتے ہیں تو حالات پر تبصرہ کرتے ہیں کہ بہت حالات خراب ہو رہے ہیں، بدامنی ہے، بے چینی ہے، ڈاکے پڑ رہے ہیں، جان محفوظ نہیں، مال محفوظ نہیں، معاشی بدحالی کے اندر ہیں۔ یہ سب تبصرے ہوتے ہیں، لیکن کوئی شخص ان

تمام پریشانیوں کا حل تلاش کر کے اس کا علاج کرنے کو تیار نہیں ہوتا مجلس کے بعد دامن جھاڑ کر اٹھ جاتے ہیں۔

ارے، دیکھو کہ جو کچھ ہو رہا ہے، وہ خود سے نہیں ہو رہا ہے بلکہ کوئی کرنے والا کر رہا ہے، اس کائنات کا کوئی ذرہ اور کوئی پتہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر حرکت نہیں کر سکتا، لہٰذا اگر بدامنی اور بے چینی آ رہی ہے تو اس کی مشیت سے آ رہی ہے، اگر سیاسی بحران پیدا ہو رہا ہے تو وہ بھی اللہ کی مشیت سے ہو رہا ہے، اگر چوریاں اور ڈکیتیاں ہو رہی ہیں تو اسی کی مشیت سے ہو رہی ہے، یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے؟ یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب ہے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے: ﴿وما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم ویعفوا عن کثیرا﴾ (سورۃ الشوریٰ)

یعنی جو کچھ تمہیں برائی یا مصیبت پہنچ رہی ہے، وہ سب تمہارے اپنے ہاتھوں کے کرتوت کی وجہ سے ہے، اور بہت سے گناہ تو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں۔

دوسری جگہ قرآن کریم کا ارشاد ہے: ﴿ولو یواخذ اللّٰہ الناس بما کسبوا ماترک علی ظھرھا من دابة﴾

یعنی اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ہر گناہ پر پکڑ کرنے پر آ جائیں تو روئے زمین پر کوئی چلنے والا جانور باقی نہ رہے، سب ہلاک و برباد ہو جائیں، لیکن اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے اور اپنی رحمت سے بہت سے گناہ معاف کرتے رہتے ہیں، لیکن جب تم حد سے بڑھ جاتے ہو، اس وقت اس دنیا کے اندر بھی تم پر عذاب نازل کئے جاتے ہیں، تاکہ تم سنبھل جاؤ۔ اگر اب بھی سنبھل گئے تو تمہاری باقی زندگی بھی درست ہو جائے گی، اور آخرت بھی درست ہو جائے گی، لیکن اگر اب بھی نہ سنبھلے تو یاد رکھو، دنیا کے اندر تو تم پر عذاب آ ہی رہا ہے، اللہ بچائے...... آخرت کا عذاب اس سے بھی زیادہ سخت ہے۔

آج ہر شخص اس فکر میں ہے کہ کسی طرح دو پیسے جلدی سے ہاتھ میں آ جائیں، کل کے بجائے آج ہی مل جائیں، چاہے حلال طریقے سے ملیں، یا حرام طریقے سے ملیں، دھوکہ دے کر ملیں، فریب دے کر ملیں، یا دوسرے کی جیب کاٹ کر ملیں، لیکن مل جائیں، یاد رکھو، اس فکر کے نتیجے میں تمہیں دو پیسے مل جائیں گے، لیکن یہ دو پیسے نہ جانے کتنی بڑی رقم تمہاری جیب سے نکال کر لے

جائیں گے، یہ دو پیسے دنیا میں تمہیں کبھی امن اور سکون نہیں دے سکتے، یہ دو پیسے تمہیں چین کی زندگی نہیں دے سکتے، اس لئے کہ یہ دو پیسے تم نے حرام طریقے سے، اور دوسرے کی جیب پر ڈاکہ ڈال کر، دوسرے انسان کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر حاصل کئے ہیں، لہٰذا گنتی میں تو یہ پیسے شاید اضافہ کر دیں، لیکن تمہیں چین لینے نہیں دیں گے، اور کوئی دوسرا شخص تمہاری جیب پر ڈاکہ ڈال دے گا، اور اس سے زیادہ نکال کر لے جائے گا، آج بازاروں میں یہی ہو رہا ہے کہ آپ نے ملاوٹ کر کے دھوکہ دے کر پیسے کمائے، دوسری طرف دو مسلح افراد آپ کی دکان میں داخل ہوئے، اور اسلحہ کے زور پر آپ کا سارا اثاثہ اٹھا کر لے گئے، اب بتایئے، جو پیسے آپ نے حرام طریقے سے کمائے تھے، وہ فائدہ مند ثابت ہوئے، یا نقصان دہ ثابت ہوئے؟ لیکن اگر تم حرام طریقہ اختیار نہ کرتے، اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ درست رکھتے تو اس صورت میں یہ پیسے اگرچہ گنتی میں کچھ کم ہوتے لیکن تمہارے لئے آرام اور سکون اور چین کا ذریعہ بنتے۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے تو بہت امانت اور دیانت کے ساتھ پیسے کمائے تھے، اس کے باوجود ہماری دکان پر بھی ڈاکو آ گئے، اور لوٹ کر لے گئے...... بات یہ ہے کہ ذرا غور کرو کہ اگرچہ تم نے امانت اور دیانت سے کمائے تھے، لیکن یقین کرو کہ تم سے کوئی نہ کوئی گناہ ضرور سرزد ہوا ہوگا، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ یہی فرما رہے ہیں کہ جو کچھ تمہیں مصیبت پہنچ رہی ہے، وہ تمہارے ہاتھوں کے کرتوت کی وجہ سے پہنچ رہی ہے، ہو سکتا ہے کہ تم نے کوئی گناہ کیا ہو، لیکن اس کا خیال اور دھیان نہیں کیا، ہو سکتا ہے کہ تم نے زکوٰۃ پوری ادا نہ کی ہو، یا زکوٰۃ کا حساب صحیح نہ کیا ہو، یا اور کوئی گناہ کیا ہو، اس کے نتیجے میں یہ عذاب تم پر آیا ہو۔

دوسرے یہ کہ جب کوئی گناہ معاشرے میں پھیل جاتا ہے، اور اس گناہ سے کوئی روکنے والا بھی نہیں ہوتا تو اس وقت جب اللہ تعالیٰ کا کوئی عذاب آتا ہے تو عذاب یہ نہیں دیکھتا کہ کس نے اس گناہ کا ارتکاب کیا تھا، اور کس نے نہیں کیا تھا، بلکہ وہ عذاب عام ہوتا ہے تمام لوگ اس کی لپیٹ میں آ جاتے ہیں، چنانچہ قرآن کریم کا ارشاد ہے: ﴿واتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة﴾ (سورۃ انفال)

یعنی اس عذاب سے ڈرو، جو صرف ظالموں ہی کو اپنی لپیٹ میں نہیں لے گا، بلکہ جو لوگ

ظلم سے علیحدہ تھے، وہ بھی اس عذاب میں پکڑے جائیں گے، اس لئے کہ اگر چہ یہ لوگ خود تو ظالم نہیں تھے، لیکن کبھی ظالم کا ہاتھ پکڑنے کی کوشش نہیں کی، کبھی ظلم کو مٹانے کی جدوجہد نہیں کی، اس ظلم کے خلاف ان کی پیشانی پر بل نہیں آیا، اس لئے گویا کہ وہ بھی اس ظلم میں ان کے ساتھ شامل تھے، لہٰذا یہ کہنا کہ ہم تو بڑی امانت اور دیانت کے ساتھ تجارت کر رہے تھے، اس کے باوجود ہمارے ہاں چوری ہوگئی، اور ڈاکہ پڑ گیا، اتنی بات کہہ دینا کافی نہیں، اس لئے کہ اس امانت اور دیانت کو دوسروں تک پہنچانے کا کام تم نے انجام نہیں دیا، اس کو چھوڑ دیا، اس لئے اس عذاب میں تم بھی گرفتار ہو گئے۔

ایک زمانہ وہ تھا جب مسلمانوں کا یہ شیوہ تھا کہ تجارت بالکل صاف ستھری ہو، اس میں دیانت اور امانت ہو، دھوکہ اور فریب نہ ہو، آج مسلمانوں نے تو ان چیزوں کو چھوڑ دیا، اور انگریزوں اور امریکیوں اور دوسری مغربی اقوام نے ان چیزوں کو اپنی تجارت میں اختیار کر لیا، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کی تجارت کو فروغ ہو رہا ہے، دنیا پر چھا گئے ہیں۔

یاد رکھو، باطل کے اندر کبھی ابھرنے اور ترقی کرنے کی طاقت ہی نہیں، اس لئے کہ قرآن کریم کا صاف ارشاد ہے: ﴿ان الباطل کان زھوقا﴾

یعنی باطل تو مٹنے کے لئے آیا ہے، لیکن اگر کبھی تمہیں یہ نظر آئے کہ کوئی باطل ترقی کر رہا ہے، ابھر رہا ہے، تو سمجھ لو کہ کوئی حق چیز اس کے ساتھ لگ گئی ہے، اور اس حق چیز نے اس کو ابھار دیا ہے، لہٰذا یہ باطل لوگ جو خدا پر ایمان نہیں رکھتے، آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان نہیں رکھتے اس کا تقاضہ تو یہ تھا کہ ان کو دنیا کے اندر بھی ذلیل اور رسوا کر دیا جاتا، لیکن کچھ حق چیزیں ان کے ساتھ لگ گئیں، وہ امانت اور دیانت جو حضور اقدس ﷺ نے ہمیں سکھائی تھی، وہ انہوں نے اختیار کر لی، اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ان کی تجارت کو ترقی عطا فرمائی، آج وہ پوری دنیا پر چھا گئے، اور ہم نے تھوڑے سے نفع کی خاطر امانت اور دیانت کو چھوڑ دیا، اور دھوکہ، فریب کو اختیار کر لیا، اور یہ نہ سوچا کہ یہ دھوکہ، فریب آگے چل کر ہماری اپنی تجارت کو تباہ و برباد کر دے گا۔

مسلمان کا ایک طرۂ امتیاز یہ ہے کہ وہ تجارت میں کبھی دھوکہ اور فریب نہیں دیتا، ناپ تول میں کبھی کمی نہیں کرتا، کبھی ملاوٹ نہیں کرتا، امانت اور دیانت کو کبھی ہاتھ سے نہیں جانے دیتا، حضور

اقدس ﷺ نے دنیا کے سامنے ایسا ہی معاشرہ پیش کیا اور صحابہ کرام کی شکل میں ایسے ہی لوگ تیار کیے، جنہوں نے تجارت میں بڑے سے بڑے نقصان کو گوارہ کرلیا، لیکن دھوکہ اور فریب دینے کو گوارہ نہیں کیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ نے ان کی تجارت بھی چمکائی، اور ان کی سیاست بھی چمکائی، ان کا بول بالا کیا، اور انہوں نے دنیا سے اپنی طاقت اور قوت کا لوہا منوایا، آج ہمارا حال یہ ہے کہ عام مسلمان نہیں بلکہ وہ مسلمان جو پانچ وقت کی نماز پابندی سے ادا کرتے ہیں، لیکن جب وہ بازار میں جاتے ہیں تو سب احکام بھول جاتے ہیں، گویا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام صرف مسجد تک کے لئے ہیں، بازار کے لئے نہیں۔ خدا کے لئے اس فرق کو ختم کریں۔ اور زندگی کے تمام شعبوں میں اسلام کے تمام احکامات کو بجالائیں۔

خلاصہ یہ کہ ''تطفیف'' کے اندر وہ تمام صورتیں داخل ہیں، جس میں ایک شخص اپنا حق تو پورا پورا وصول کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہے، لیکن اپنے ذمے جو دوسروں کے حقوق واجب ہیں، وہ اس کو ادا نہ کرے، ایک حدیث شریف میں حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا، جب تک وہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے بھی وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔'' یہ نہ ہو کہ اپنے لئے تو پیمانہ کچھ اور ہے، اور دوسروں کے لئے پیمانہ کچھ اور ہے، جب تم دوسروں کے ساتھ کوئی معاملہ کرو تو اس وقت یہ سوچو کہ اگر یہی معاملہ کوئی دوسرا شخص میرے ساتھ کرتا تو مجھے ناگوار ہوتا، میں اس کو اپنے اوپر ظلم تصور کرتا، تو اگر میں بھی یہ معاملہ جب دوسروں کے ساتھ کروں گا تو وہ بھی آخر انسان ہے، اس کو بھی اس سے ناگواری اور پریشانی ہوگی، اس پر ظلم ہوگا، اس لئے مجھے یہ کام نہیں کرنا چاہیئے۔

لہٰذا ہم سب اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں اور صبح سے لے کر شام تک زندگی کا جائزہ لیں کہ کہاں کہاں ہم سے حق تلفیاں ہورہی ہیں، کم ناپنا، کم تولنا، دھوکہ دینا، ملاوٹ کرنا، فریب دینا، عیب دار چیز فروخت کرنا، یہ تجارت کے اندر حرام ہیں، جس کی وجہ سے تجارت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وبال آرہا ہے، یہ سب حق تلفی اور ''تطفیف'' کے اندر داخل ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس حقیقت کا فہم اور ادراک عطا فرمائے۔ اور حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ''تطفیف'' کے وبال اور عذاب سے ہمیں نجات عطا فرمائے۔ آمین (جستہ جستہ از اصلاحی خطبات)

ناپ تول میں کمی کرنے کی سزا

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت مالک بن دینار کسی شخص کی خبر گیری کے لیے گئے، دیکھا کہ قریب المرگ ہے، آپ نے کلمہ شہادت پڑھنے کو کہا، مگر اس نے نہ پڑھا، ہر چند کہ وہ کلمہ شریف پڑھنے کی کوشش کرتا مگر اس کی زبان سے ماسوائے دس گیارہ کے لفظ کے اور کوئی لفظ نہ نکلتا اور آپ سے کہنے لگا۔ ''حضور! جب میں کلمہ پڑھنے کا ارادہ کرتا ہوں تو آگ کا ایک پہاڑ مجھ پر حملہ کرنے کے لیے بڑھتا ہے۔''

آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ ''یہ کیا کام کرتا تھا؟''

تو معلوم ہوا کہ ''یہ ناپ تول میں کمی کرتا تھا اور دھوکے سے مال لیا دیا کرتا تھا۔''

انسان جب مال حرام استعمال کرتا ہے تو اس کی وجہ سے مرنے کے بعد اس کی قبر میں عذاب دیا جاتا ہے، علامہ کمال الدین دمیری ''حیاۃ الحیوان'' میں ایک واقعہ باب الالف الافعی کے تحت نقل فرماتے ہیں کہ چند مختلف علاقوں کے آدمی سفر حج کے لیے نکلے۔

حج سے فارغ ہو کر جب وہ لوگ واپس آئے تو مکہ مکرمہ سے تھوڑی دور گئے تھے، کہ ایک ساتھی کا انتقال ہو گیا، ساتھیوں نے قبر وغیرہ تیار کی، جب نماز جنازہ ادا کر کے اس کو دفن کرنے کے خیال سے قبر کے پاس لے گئے تو قبر میں ایک سانپ کو غضبناک پھنکار مارتا ہوا پایا تو اس قبر میں اس کو دفن نہیں کیا بلکہ آگے چل کر دوسری قبر دو فرلانگ کے فاصلے پر تیار کی اور ساتھی کو اٹھا کر اس قبر کے پاس لائے تو اس میں بھی سانپ موجود تھا۔

ان لوگوں نے سمجھا کہ شاید یہ سانپوں کی سرزمین ہے، اس لیے دفن کرنے کا مشورہ و فتویٰ حاصل کرنے کے لیے مکہ مکرمہ پہنچے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے فتویٰ دریافت کیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ﴿لو حصرتم له الارض كلها وجدتم كذالك﴾

''اس مردے کو اللہ تعالیٰ عذاب قبر میں مبتلا کرنا چاہتا ہے، اس لیے اگر تم پورے روئے زمین کو کھود ڈالو تو اس عذاب قبر کو ہر جگہ پاؤ گے، تم لوگ جاؤ اور اسی طرح دفن کر دو۔''

فتویٰ پانے کے بعد ان لوگوں نے اپنے ساتھی کو سانپ کی موجودگی میں اوپر ڈال دیا تو ان

لوگوں نے یہ عبرتناک منظر دیکھا کہ سانپ نے سب سے پہلے حملہ اس کی زبان پر کیا اور اس کی زبان کو کاٹنے لگا، ان لوگوں نے جلدی سے قبر کا منہ بند کیا، جب سب لوگ اپنے گھر پہنچے اور دو تین حاجی صاحبان متوفی حاجی صاحب کے گاؤں گئے اور ان کی عورت سے پوچھا کہ ''تمہارے میاں کیسے تھے؟ ان کے کیا اعمال تھے۔'' عورت نے کہا کہ ''میرے میاں نمازی تھے، روزہ دار تھے اور زکوٰۃ کے پابند تھے، حج کے لیے تو تمہارے ساتھ گئے تھے، ان کے سب کام اچھے تھے۔'' حاجی صاحبان نے قبر کے عذاب اور سانپ کا واقعہ سنایا کہ ''اس نے زبان پر پہلا حملہ کیا، آخر وہ کیا کرتے تھے؟''

تو عورت نے بیان کیا کہ ''میرے میاں کی ایک بات یاد آتی ہے، وہ یہ کہ جب وہ مہاجن سے سو بورہ گیہوں کا بھاؤ طے کر کے آتے تو سو بورہ گیہوں میں سے دس بورہ گیہوں اپنے لیے رکھ لیتے اور اس کی جگہ دس بورہ جو خرید کر نوے بورہ گیہوں میں ملا کر مہاجن کو دے آتے۔''

چونکہ یہ ایک طرح کا اکل حرام تھا، فروخت شدہ گیہوں کا نہ دینا اور اس کی جگہ جو دینا اور دس بورہ گیہوں سے خود فائدہ اٹھانا حرام تھا، اس لیے اکل حرام پر سزا ہوئی، اس واقعے سے معلوم ہوا کہ عذاب قبر کا مشاہدہ کبھی کبھی دنیا میں ہی کرا دیا جاتا ہے تاکہ لوگ عبرت پذیر ہوں۔

حضرت سدیؒ فرماتے ہیں جب نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو ایک شخص ابو جھینہ تھا جس کے پاس دو قسم کے پیمانے تھے دینے کا اور لینے کا اور اس پر یہ آیت نازل ہوئی حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں پانچ چیزیں پانچ کے ساتھ مخصوص ہیں لازم ملزوم ہیں جب کوئی قوم عہد شکنی کرے گی تو اللہ دشمن کو مسلط کر دیں گے، اگر بے حیائی اور برائی عام ہوگی تو موت کی کثرت ہو جائے گی اور اگر ناپ تول میں کمی کریں گے تو قحط سالی مسلط ہوگی اور جب زکوٰۃ نہیں دیں گے تو بارش نہ ہوگی، ا **لا یظن اولائک انھم مبعوثون** اگر ان کو خدا کی پیشی کا خوف ہوتا تو ناپ تول میں کمی نہ کرتے جس دن ساری دنیا خدا کے ہاں حساب کی انتظار میں کھڑی ہوگی پتہ نہیں آج میرا مالک کیا فیصلہ دے گا، حضرت مالک بن دینارؒ کے متعلق آتا ہے میرا ایک پڑوسی تھا جو قریب المرگ تھا میں جب اس کو پوچھنے گیا تو وہ کہہ رہا تھا آگ کے دو پہاڑ ہیں آگ کے دو پہاڑ ہیں میں نے پوچھا کیا کہہ رہا ہے تو اس نے کہا میرے پاس دو پیمانے تھے ایک سے لیتا تھا دوسرے سے دیتا تھا

حضرت مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں میں نے دیکھا تو واقعی اس کے پاس دو پیمانے تھے چنانچہ یہ کہتے کہتے وہ مرگیا یہ حشر ہے اس شخص کا جو ناپ تول میں کمی کرے یہ چوری بھی ہے اور حرام خوری بھی ہے ویل ایک وادی بھی ہے جہنم میں اگر دنیا کے سارے پہاڑ بھی اس پر رکھ دیئے جائیں تو وہ پگھل جائیں۔

ایک شخص کہتے ہیں میں ایک مریض کے ہاں گیا جو قریب المرگ تھا میں نے اس کو کلمہ تلقین کی مگر اس کی زبان نہیں چلتی تھی جب اس کو ہوش آیا تو میں نے پوچھا کیا وجہ تیری زبان نہیں چلتی کہنے لگا میری زبان پر قفل لگا ہوا ہے میں نے کہا کیا تو کم تولتا تھا اس نے کہا خدا کی قسم ایسی بات نہیں مگر کچھ عرصہ تک میں ترازو کو صاف نہیں کیا، اب بتاؤ یہ تو اس شخص کا حال ہے جو ترازو کو صاف نہ رکھے اور جو ڈنڈی مارے اس کا کیا بنے گا، حضرت نافعؒ فرماتے ہیں جب ابن عمرؓ کسی دوکان دار کے پاس سے گزرتے تو فرماتے تھے کہ خدا سے ڈرو، پورا تولو، کم تولنے والا قیامت کے دن اللہ کے دربار میں کھڑا ہوگا اور کانوں تک پسینے میں غرق ہوگا اس لئے کپڑے کے تاجر کے لئے بھی یہ حکم ہے کہ وہ لیتے وقت نرم ہاتھ نہ رکھے اور دیتے وقت سخت ہاتھ نہ رکھے، ایک دانہ کم دینے والے کے لئے بھی یہ ویل ہے یہ اتنی سخت وعید کیوں ہے اس لئے کہ جو انصاف کا ترازو تھا اللہ نے اس کو عدل وانصاف سے رکھا اس نے اسے بگاڑ دیا اس لئے یہ وعید ہے۔ (اللہ ہم سب کو عافیت سے رکھے)۔

اور ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جہنم میں لے جانے والے اس عمل یعنی ناپ تول میں کمی کرنے سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

جہنم میں لے جانے والا سترہواں عمل

چغل خوری کرنا

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے اور ارشاد فرمایا کہ: ”ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے، اور ان دونوں کو کسی بہت بڑی وجہ سے عذاب نہیں دیا جا رہا ہے، ان میں سے ایک تو اپنے پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا آدمی چغل خوری کیا کرتا تھا۔ (بخاری شریف)

حضرت حذیفہ بن الیمان سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا“ (بخاری ومسلم)

قتات ونمام دونوں ایک ہی معنی میں ہیں، بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ نمام وہ شخص ہے جو کچھ لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کرے اور پھر ان کی باتیں دوسروں تک پہونچائے، اور قتات سے وہ شخص مراد ہے جو چپکے سے لوگوں کی باتیں سن کر ان کی چغل خوری کرے۔

قبر میں حاصل ہونے والی راحت ونعمتیں اور عذاب کی تصدیق وہی لوگ کرتے ہیں جو بغیر دیکھے ایمان لاتے ہیں، اور دار الفناء (دنیا) سے دار البقاء (جنت) کی طرف جانے پر یقین رکھتے ہیں، عذاب قبر ایک ایسا معاملہ ہے جس کی حقیقت اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور اس کا علم اسے ہی ہوگا جو قبر میں جائے گا اور وہاں اپنے اچھے یا برے اعمال کا بدلہ پائے گا۔

ایک یہودی عورت نے حضرت عائشہؓ سے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو عذاب قبر سے بچائے، حضرت عائشہؓ اس کی یہ بات سن کر تعجب میں پڑ گئیں، اور رسول اکرم ﷺ سے عذاب قبر کے بارے میں دریافت کیا، تو آپ نے اس یہودی عورت کی بات کی تصدیق فرمائی اور یہ بتلایا کہ قبر میں لوگوں کو فتنہ دجال جیسا یا اس کے قریب قریب عذاب دیا جائے گا۔

رسول اکرم ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ آپ جب کسی کو دفن فرماتے تو اس کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر اس کے لئے استغفار کیا کرتے تھے اور لوگوں سے یہ فرماتے تھے کہ اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو اور اس کے لئے ثابت قدمی کی دعاء کرو اس لئے کہ اس سے ابھی ابھی سوال کیا جا رہا ہے، میت کو جب دفن کر دیا جاتا ہے تو اس سے اس کے رب اور اس کے نبی اور دین و مذہب کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے، میت کو جب دفن کر دیا جاتا ہے تو اس کا اور اس کے والدہ کا نام لیکر یا اے اللہ کے بندے یا اے اللہ کی بندی کہہ کر اسے مخاطب کیا جاتا ہے۔

اور میت کے لئے جو دعا یا استغفار یا تلاوت قرآن کی جاتی ہے اس سے میت کو فائدہ پہونچتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اسے اس ہدیہ سے بھی فائدہ پہونچاتا ہے جو اسے دیگر اعمال صالحہ مثلاً سبحان اللہ، لا الہ الا اللہ وغیرہ کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے حتیٰ کہ اس کے اردگرد جو سبز درخت تسبیح پڑھتے ہیں اسے اس سے بھی فائدہ پہونچتا ہے جیسے کہ نبی کریم ﷺ نے ان دو آدمیوں کی قبر پر ٹہنیاں گاڑ دی تھیں جنکو قبر کا عذاب دیا جا رہا تھا، اور آپ نے اللہ جل شانہ کے فضل سے یہ امید رکھی تھی کہ ان سے ان ٹہنیوں کے سوکھنے تک عذاب میں تخفیف فرما دیں گے۔

جب چغل خوری اور پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنا پہلے تو عذاب قبر کا موجب ہے، پھر میدان حشر و قیامت کے عذاب کا ذریعہ ہے تو ہمیں چاہئیے کہ ہم ان دونوں چیزوں سے بچیں، اور جو لوگ اس عظیم نقصان سے باواقف ہیں انہیں اس سخت عذاب اور معاشرے اور خود انسان کے لئے خطرناک ضرر سے آگاہ کریں، اس لئے کہ چغل خور فساد پھیلاتا ہے اور لوگوں کو وہ نقصان پہونچاتا ہے جو نقصان آگ بھوسے کو پہونچاتی ہے، چغل خوری دو دوستوں کے درمیان داخل ہو کر ان کو ایک دوسرے کا دشمن بنا دیتا ہے، اور ان میں سے ہر ایک سے دوسرے کی برائی اور آپس کے تعلقات خراب کرنیوالی باتیں نقل کرتا ہے، نبی کریم ﷺ نے چغل خور سے براءت کا اظہار فرمایا ہے اور چغل خوری کی بہتان اور کھلے گناہ کی طرف نسبت کی ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

''حسد کرنے والا اور چغل خور اور کاہن نہ مجھ سے ہے اور نہ میں اس سے ہوں۔''

پھر رسول اکرم ﷺ نے درج ذیل آیت کریمہ تلاوت فرمائی: ﴿والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبو افقد احتملو ابھتانا و اثما مبینا﴾

''اور جولوگ ایذاء پہچاتے رہتے ہیں ایمان والوں کو اور ایمان والیوں کو بدون اس کے کہ انھوں نے کچھ کیا ہو تو وہ لوگ بہتان اور صریح گناہ کا بار (اپنے اوپر) لیتے ہیں (الاحزاب)

اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میرے اصحاب میں سے کوئی بھی مجھے کسی کے بارے میں کوئی بات نہ پہونچائے اس لئے کہ میں یہ پسند کرتا ہوں کہ جب میں ان کے پاس جاؤں تو میرا دل صاف ہو، بعض حکماء سے مروی ہے کہ جو شخص آپ سے کسی کی چغلی کھاتا ہے وہ آپ کی چغلی کسی اور سے کھائے گا۔

حضرت لقمانؑ نے فرمایا: اے میرے بیٹے میں تمہیں ایسی باتوں کی وصیت کرتا ہوں کہ اگر تم نے ان پر عمل کرلیا تو تم سردار بن کر رہو گے، قریبی دوست اور اجنبی ہر ایک سے اخلاق سے پیش آؤ، اور شریف وکمینہ کسی کے ساتھ بھی جہالت سے پیش نہ آؤ، اور لوگوں کو ایسے شخص کی بات قبول کرنے سے مامون رکھو جو فساد پھیلانے والا ہو یا تمہیں غلط بات پہونچا کر برائی میں ڈالنا اور تمہیں دھوکہ دینا چاہتا ہو، اور تمہارا بھائی وہ ہونا چاہئے جن سے تم جب جدا ہو اور وہ تم سے جدا ہوں تو نہ تم ان کی عیب جوئی کرو اور نہ وہ تمہاری عیب جوئی کریں۔

اور نبی کریم ﷺ کا درج ذیل فرمان مبارک پہلے گذر چکا ہے کہ اللہ کے یہاں سب سے بدترین مخلوق وہ شخص ہے جو دو چہروں اور دو زبانوں والا ہو، چغل خوری سب سے زیادہ اس وقت نقصان پہونچاتی ہے جب وہ بادشاہوں اور برابر کی قوت وطاقت رکھنے والوں اور ایسے دو شخصوں کے درمیان ہو جن میں سے ہر ایک اپنے ساتھی پر حملہ کرنے اور اس سے بدلہ لینے کی طاقت رکھتا ہو، اور بری و پاک صاف لوگوں کو سزا دینے کا ظلم، اور مسکین کا مال لوٹنا یہ چغلی اور ظالم حکام اور بدکردار امراء کے مقربین کی چغل خوری ہی کی وجہ سے ہوتا ہے، اس لئے کہ یہ لوگ جب ان حکام وامراء کے پاس جاتے ہیں تو ان تک ایسی باتیں پہنچاتے ہیں جس سے ان کے سینے میں آتش انتقام بھڑک اٹھتی ہے، اور ان کی طمع بڑھ جاتی ہے چنانچہ وہ بلاحق قتل کرتے ہیں۔ اور بغیر جرم کے قید وبند میں گرفتار کرتے ہیں اور رعایا کے اموال ضبط کر لیتے ہیں یا ان کے مال پر اپنا ہاتھ اس دلیل وبرہان کے ذریعے صاف کرتے ہیں کہ وہ ان حکام کے نگران اور مامور ومقرر کردہ افراد ہیں، اور یہ کہ یہ اس شخص کے کرتا دھرتا ہیں جس کا کوئی نہیں، اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ فلاں شخص نے زکوۃ

نہیں دی، اور فلاں نے ٹیکس ادا نہیں کیا، اور فلاں نے امپورٹ ایکسپورٹ کے قوانین کی خلاف ورزی کی ہے۔

ایک صاحب خلیفہ وقت سلیمان بن عبدالملک کے پاس گئے اور ان سے بات کرنے کی اجازت لی اور کہا: اے امیر المؤمنین میں آپ سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں آپ اسے برداشت کیجئے گا خواہ وہ آپ کو ناپسند ہی کیوں نہ ہو، اس لئے کہ اگر آپ نے اسے قبول کرلیا تو آپ کو اس کے پس پردہ اچھی بات نظر آئے گی انہوں نے کہا: کہو کیا کہتے ہو؟ اس شخص نے کہا: اے امیر المؤمنین آپ کے زیر سایہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اپنے دین کو بیچ کر آپ کی دنیا خرید لی، اور اپنے رب کی ناراضگی کے بدلے آپ کی رضامندی خریدی ہے وہ لوگ اللہ کے معاملے میں آپ سے ڈرتے ہیں، لیکن آپ کے معاملے میں اللہ سے نہیں ڈرتے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے جس چیز کا آپ کو امین بنایا ہے آپ اس کے بارے میں ان پر اطمینان نہ کریں، اور اللہ تعالیٰ نے جس چیز کا محافظ آپ کو بنایا ہے اس کے بارے میں ان پر اعتماد نہ کریں، اس لئے کہ یہ امت زمین میں دھنسانے والے کام کرنے، امانت کے ضائع کرنے اور عزت وآبرو پر ڈاکہ ڈالنے میں کوئی کمی نہیں کریں گے ان کی سب سے بڑی نیکی بغاوت وسرکشی وچغل خوری ہے، اور اس کا سب سے بڑا وسیلہ غیبت اور دوسرے کی عزت سے کھیلنا ہے، یاد رکھئے یہ جو جرم بھی کریں گے اس کے ذمہ دار آپ ہوں گے لیکن وہ آپ کے جرم کے قطعاً ذمہ دار نہ ہوں گے، لہٰذا آپ اپنی آخرت خراب کر کے ان کی دنیا درست نہ کیجئے، اس لئے کہ لوگوں میں سب سے زیادہ نقصان وخسارے والا شخص وہ ہے جو دوسرے کی دنیا بنانے کے لئے اپنی آخرت بیچ ڈالے۔

ایک چغل خور نے صاحب بن عباد کو یہ خبر دی کہ فلاں یتیم کے پاس ایک خزانہ ہے اسے آپ اپنے قبضہ میں لے لیجئے تو انہوں نے اس کے اسی پرچے پر یہ لکھ دیا کہ: چغل خوری چاہے صحیح بات کی کیوں نہ ہو تب بھی بہت بری عادت ہے، اس لئے اگر تم نے یہ بات خیر خواہی کے لئے کی ہے تو تمہیں اس بات سے جو نقصان پہونچا ہے وہ فائدہ سے زیادہ ہے، اور اللہ ہمیں اس سے پناہ میں رکھے کہ کسی مستور ومخفی چیز کے بارے میں کسی بدنام ورسوا شخص کی بات قبول کریں، اور اگر تم بڑھاپے کی دہلیز پر نہ ہوتے تو تمہاری اس حرکت کی جو سزا ہونا چاہئے تھی ہم تمہیں وہ ضرور

دیتے، اے ملعون ایسے گناہ سے کنارہ کش رہو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ غیب سے بہت زیادہ باخبر ہے، میت پر اللہ رحم کرے اور یتیم کے حال کی اصلاح کرے، اور مال اللہ کا عطا کردہ پھل ہے، اور فساد پھیلانے کی کوشش کرنے والے (چغل خور) پر خدا کی لعنت ہو۔

کاش بادشاہ و حکام ان باتوں کی تحقیق و پڑتال کر لیتے جو ان تک پہونچائی جاتی ہیں اور ان باتوں کو ٹھونک بجا کر دیکھ لیتے جو جاسوس اور ملعون اخبارات ورسائل نقل کرتے ہیں اور اس کے ذریعہ روئے زمین پر فساد پھیلانے والے ادھر ادھر کی خبریں لکھتے ہیں، اور زید وعمرو کے بارے میں طرح طرح کی باتیں نقل کرتے ہیں خاص طور سے اطلاعات ونشریات کے وہ ملازمین جو دوسروں کو نقصان تو پہنچاتے ہیں لیکن فائدہ نہیں پہونچاتے، اور جس حکایت و واقع کو نقل کرتے یا جو بات سنتے یا دیکھتے ہیں، اس کی تصدیق نہیں کرتے اور یونہی اسے اڑا دیتے ہیں، اس زمانے کے بعض بادشاہوں سے مخاطب کرتے ہوئے بہترین کہے گئے عربی اشعار ہیں جس کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔

اور جب آپ کے پاس بھڑ کانے والے غیبت اور چغل خوری کے لئے آئیں تو آپ انہیں اپنی رسیوں سے جکڑ دیں اور شاعروں سے روگردانی کریں اگر وہ آپ کے پاس ان اشعار کو پڑھنا چاہیں جو انہوں نے آپ کے ملامت گروں کے بارے میں کہے ہیں یہ مقام ہر اس شخص کے لئے ہے جو آپ کے پاس اخلاص سے آئے نہ کہ اس شخص کے لئے جو زبانی دعوے دار اور خود میاں مٹھو بننے والا ہو۔

جنگ اور فتنوں اور اضطراب وانتشار کے موقعہ پر سمجھدار حاکم و بادشاہ اور حکومت کے کارندوں کو جاسوس رکھنا پڑتے ہیں، اور حالات سے باخبر رہنے کے لئے اپنے آدمی چھوڑنا پڑتے ہیں تا کہ ہر چیز پر مطلع رہیں اور اپنی کمزوریوں پر نظر رہے اور ان کو ٹھیک کر سکیں، اور دشمنوں اور ان کی سازشوں اور مکاریوں اور تدابیر سے محتاط و ہوشیار رہیں، خود رسول اللہ ﷺ نے بھی سمجھدار اور دیانتدار جاسوس مقرر کئے ہیں اور پھر جب آپ کو اسکی بات کی خبر ملتی تو آپ اس کے روایت کرنے والے کے بارے میں تحقیق کرتے اور اطمینان کر لیتے اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ: میرے ساتھیوں کے بارے میں مجھے کوئی شخص کوئی بات نہ پہنچائے اس لئے کہ میں یہ پسند کرتا ہوں کہ

تمہارے پاس آؤں تو میرا دل بالکل صاف ہو۔

اللہ جل شانہ نے چغل خور کے بارے میں ہمیں بتلا دیا ہے اور اس کی بات پر کان نہ دھرنے کا حکم دیا ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ:

''اور آپ ایسے شخص کا بھی کہنا نہ مانیئے گا جو بڑا قسمیں کھانے والا ہے، ذلیل ہے، طعنہ باز ہے، چلتا پھرتا چغل خور ہے، نیک کام سے روکنے والا ہے، حد سے گذرنے والا ہے، سخت گنہگار ہے، سخت مزاج ہے، اس کے علاوہ بدنسب بھی ہے۔'' (سورۃ قلم)

بعض سلف صالحین سے مروی ہے کہ نسب کے بارے میں متہم شخص ہی چغل خور ہوتا ہے، ایک صاحب نے حضرت بلال بن ابی بردہ اشعریؒ کے پاس آکر بصرے کے ایک صاحب کی چغلی کھائی تو انہوں نے فرمایا: تم چلے جاؤ میں تمہارے بارے میں تحقیق کروں گا، جب اس چغل خور کے بارے میں تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ وہ حرام کی پیداوار تھا، اور اگر چغل خور کی چغلی پر کان نہ دھرنے کے سلسلہ میں اللہ جل شانہ کا صرف درج ذیل ارشاد ہی ہوتا کہ:

''اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تم تحقیق کر لیا کرو، ایسا نہ ہو کہ کہیں تم نادانی سے کسی قوم کو ضرر پہنچادو (اور) پھر اپنے کئے پر پچھتاؤ۔'' (سورۃ حجرات)

تو بہت کافی ووافی ہوتا، علماء میں آپس کا بغض اور باہمی اختلاف حسد کے بعد سب سے زیادہ اس چغلی اور ادھر کی بات ادھر لگانے سے ہی ہوتا ہے جو جاہل قسم کے لوگ ان تک پہونچاتے ہیں، اور بعض شاگرد اپنے استاذ کے کلام میں تبدیلی وتحریف کر کے نقل کرتے ہیں اور اپنی خباثت نفس یا جہالت وبیوقوفی کی وجہ سے زبردست فتنہ کھڑا کر دیتے ہیں، اور اپنے شیخ کے خلاف جاہلوں کے جذبات برانگیختہ کر دیتے ہیں، اور بدباطنوں اور علماء سوء کو اپنے استاذ کے خلاف منہ کھولنے کا موقع فراہم کر دیتے ہیں، اور اس طرح اس کے لئے مصیبت کا دروازہ کھول دیتے ہیں اور اس کی طرف ہر غلطی کی نسبت کر دیتے ہیں۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ چغل خور اللہ کے گھر میں عبادت کے لئے جاتا ہے اور وہاں سے ثواب کما کر نکلنے کے بجائے گناہ کما کر نکلتا ہے، وعظ تقریر یا سبق ودرس جو کچھ سنا ہوتا ہے اس میں اپنے خبیث نفس کی مرضی اور شیطان کی خواہش کے مطابق تبدیلی کر لیتا ہے، اور اس طرح سے فتنہ

فساد کا دراوازہ کھول دیتا ہے، یہ کتنی سہل اور آسان سی بات ہے کہ علماء ایک جگہ جمع ہو کر ہر ایک انصاف سے کام لے، اور اگر ان میں سے کسی کے خلاف کسی شیطان قسم کے آدمی نے کوئی چغلی کھائی ہو تو اس کی تصدیق نہ کرے، اور اگر اس کو کوئی ناپسندیدہ بات پہونچے تو پہلے اس کی صحت کی تصدیق کرلے، اور چغل خور کو اپنے ساتھ رکھے، اگر وہ جھوٹا ہو تو اسے دوسروں کے سامنے رسوا کرے، اور اگر وہ سچا ہو تو لوگوں کو اس کے فتنہ وشر سے متنبہ کرے اور اس سے بچائے۔

بعض بد باطن غلط بات سنتے ہیں یا کسی غلطی کو دیکھتے ہیں لیکن ان میں اس کی اصلاح کی طاقت نہیں ہوتی یا اپنے بھائی کے ساتھ شماتت (دوسرے کی مصیبت پر خوش ہونا) کرنا چاہتا ہے، چنانچہ جب وہ مجلس میں حاضر ہو جاتا ہے اور مجلس حاضرین سے بھر جاتی ہے تو وہ یہ کہتا ہے کہ: اے فلانے آپ نے بہت اچھا کیا اور فلاں روز خطاب کرتے ہوئے فلاں بات بہت عمدہ کہی یا فلاں مسئلہ لکھاتے ہوئے آپ نے بڑی اچھی بات لکھوائی، وہ بے چارہ اس چغل خور کی بات کا اعتراف کرلیتا ہے، اور اس کی اس پسندیدگی کی تصدیق کرلیتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ وہ بالکل حق پر ہے، اور سامعین اس سے بہت متاثر ہیں، چنانچہ جب وہ پچھلی بات کا اعتراف اور جو کچھ کہا گیا اس کی تصدیق کرلیتا ہے، تو تمام لوگ مل کر اس پر ایک شخص واحد کی طرح حملہ آور ہوتے ہیں اور وہ چغل خور وہاں سے ہنستا ہوا بالکل اس طرح نکل جاتا ہے جس طرح شیطان نے جنگ بدر کے موقع پر کفار قریش سے کہا تھا، ارشاد ربانی ہے کہ:

"پھر جب دونوں جماعتیں آمنے سامنے ہوئیں وہ اپنے پاؤں بھاگا اور کہنے لگا میں تم سے بری الذمہ ہوں، میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے، میں تو خدا سے ڈرتا ہوں اور اللہ شدید سزا دیتے ہیں۔" (سورۃ انفال)

بعض بچے یا طلبہ اپنے والدین واساتذہ کے کان اپنے بعض بھائیوں یا طالب علموں کی طرف سے بھر دیتے ہیں یہ بھی چغل خوری میں داخل ہے اور اس کی وجہ سے فرمانبردار بچہ اور نیک شاگرد ناپسندیدہ ومبغوض بن جاتا ہے حالانکہ وہ اس بات کے مستحق تھے کہ والد یا استاذ ان کی قدردانی وہمت افزائی کریں۔

بڑے گھرانوں اور خاندانوں میں جو چغل خوری ہوتی ہے اس کے بارے میں بھی کچھ

بات کر لی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں، اور اگر یہ مان لیا جائے کہ ایک سوکن دوسری سوکن کے بارے میں چغل خوری کرنے اور اس کے خلاف شوہر کے جذبات بھڑکانے میں معذور ہوتی ہے تو اے ماؤں اور بہنوں تم ان گھروں میں فتنہ کی آگ بھڑکانے کے بارے میں کیا عذر کرو گی جو بھائیوں اور اولاد سے بھرے ہوتے ہیں، اور اس چغلی کا کتنا نقصان ہوتا ہے جو ایک عورت اپنی سوکن کے بچون کے بارے میں کرتی ہے اور جاہل دھوکہ میں آنے والے باپ سے ان کی طرح طرح کی شکایتیں کرتی ہے اور اگر اس کی کسی ایک بات کو سچ مان لیا جائے تو پھر تو وہ جادوگروں کی طرح ایک سچی بات کے ساتھ ننانوے جھوٹ ملا لیا کرتی ہے، اور اس کی بات سنی جاتی ہے، اس پر بھروسہ کیا جاتا ہے اور اس کا مطیع وفرمانبردار شوہر اس کی بات پر حرف بحرف یقین کر لیتا ہے، اس کی کسی امید پر پانی نہیں پھیرتا ہے اور اس کی کسی سفارش کو رد نہیں کرتا۔

علماء نے لکھا ہے کہ چغل خوری بھی اس جادو میں داخل ہے جس کے ذریعہ انسان اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق کی جاتی تھی، لکھا ہے کہ ایک شخص نے ایک غلام بیچا اور خریدار سے کہا کہ اس میں اور کوئی عیب نہیں سوائے اس کے کہ یہ چغل خور ہے، خریدار نے کہا ٹھیک ہے میں اس پر راضی ہوں، اور اس نے اسے خرید لیا، وہ غلام کچھ دن ٹھیک رہا پھر اس نے ایک روز اپنے آقا کی بیوی سے کہا کہ میرے آقا کو آپ سے محبت نہیں ہے اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ آپ کے ہوتے ہوئے کسی باندی کو رکھ لیں، اس لئے آپ استرہ لیکر سوتے ہوئے ان کی گردن کے چند بال کاٹ لیں تاکہ میں ان پر جادو کر دوں اور وہ آپ سے محبت کرنے لگ جائیں، پھر شوہر سے کہا کہ آپ کی بیوی نے کسی مرد سے دوستی کر لی ہے اور وہ آپ کو قتل کرنا چاہتی ہے اس لئے آپ سوتے بن جایئے گا تاکہ آپ کو صحیح صورت حال معلوم ہو جائے، چنانچہ مرد سوتا بن گیا، عورت استرہ لے کر آئی شوہر سمجھا کہ وہ اسے قتل کرنا چاہتی ہے چنانچہ اس نے بیوی کو پکڑ کر قتل کر دیا، عورت کے رشتہ دار آئے اور انہوں نے شوہر کو قتل کر دیا، اور اس طرح سے دونوں قبیلوں کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔

لکھا ہے کہ ولید بن عقبہ جنہیں نبی کریم ﷺ نے ایک مسلمان قوم کے پاس زکوۃ وصول کرنے بھیجا تھا، حضرت ولید کو اس قوم سے خطرہ تھا وہ سمجھتے تھے کہ وہ لوگ انہیں قتل کر دیں گے، چنانچہ وہ راستے سے واپس آ گئے، اور کہا کہ ان لوگوں نے زکوۃ دینے سے انکار کر دیا ہے اور وہ

مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں، چنانچہ آپ نے ان سے لڑائی کے لئے لشکر تیار کیا اور ان پر چڑھائی کرنا چاہی لیکن لشکر کے ان پر حملہ کرنے سے قبل وہ زکوٰۃ لے کر آ گئے نبی کریم ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا تو انہوں نے ولید کی بات کی تکذیب کی اور عرض کیا کہ نہ ہم نے ان کو دیکھا اور نہ انہوں نے ہمیں دیکھا ہے، اور انہی کے بارے میں قرآن کریم کی درج ذیل آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿**یا یھا الذین امنوا ان جاء کم فاسق بنباء فتبینوا ان تصیبوا قوما بجھالۃ فتصبحوا علی ما فعلتم ندمین**﴾

''اے ایمان والو اگر کوئی فاسق آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تم تحقیق کر لیا کرو ایسا نہ ہو کہ کہیں تم نادانی سے کسی قوم کو ضرر پہنچا دو (اور) پھر اپنے کئے پر پچھتاؤ۔'' (سورۃ الحجرات)

جو شخص پیشاب کی چھینٹوں اور نجاست سے اپنے کپڑوں اور بدن کے بارے میں نہیں بچتا، وہ بھی بدباطن اور فاسد وخبیث عقیدے والا ہے اور اللہ جل شانہ کے اس فرمان مبارک کی مخالفت کرنیوالا ہے۔ ﴿**وثیابک فطھر والرجز فاھجر**﴾ ''اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھیئے اور بتوں سے الگ رہیئے۔'' (المدثر)

ایسا شخص کھڑے ہو کر پیشاب کرتا ہے جس کی چھینٹیں اس کے پاؤں پر پڑتے ہیں اس کا پیشاب اس کے پاجامے میں جذب ہوتا ہے، وہ اور گدھا دونوں ایک دوسرے کے بھائی ہیں، شیطان اس کا مذاق اڑاتا ہے، ایسا شخص دین وآداب کی حدود سے نکل جاتا ہے، ایسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرتا ہے جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں، اور نہ ان میں شرم وحیاء اور مروت پائی جاتی ہے، اور واقعی جب انسان میں حیاء وشرم نہ ہو تو وہ جو چاہے کرے۔

ایسا کرنے والا عام طور سے نمازی نہیں ہوتا، اور اگر بالفرض وہ نماز پڑھے بھی تو وہ ناپاک ہوتا ہے، نجاست اس کے جسم اور کپڑوں پر موجود ہوتی ہے اور وہ اس لائق ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قبر میں عذاب دے اور کبیرہ گناہوں کے مجرم کے ساتھ اٹھائے، وہ گناہگار جن کے بارے میں ارشاد ہے کہ: ''اور جو لوگ کبیرہ گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے رہتے ہیں۔'' (سورۃ شوریٰ)

اور وہ لوگ جو اس بشارت سے محروم ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے درج ذیل قول سے دی ہے: ﴿**ان تجتنبوا کبئر ما تنھون عنہ نکفر عنکم سیئاتکم وندخلکم**

مدخلا کریما﴾ ''اگر تم ان برے کاموں سے جو تمہیں منع کئے گئے ہیں بچتے رہے تو ہم تم سے تمہاری (چھوٹی) برائیاں دور کردیں گے اور تمہیں ایک مقرر مقام پر داخل کردیں گے۔'' (النساء)

جو شخص لوگوں کے اٹھنے بیٹھنے کی جگہ اور راستوں میں پیشاب کرتا ہے وہ خود اپنے آپ کو نقصان پہنچاتا ہے اور خود کو دوسروں کی گالم گلوچ اور لعنت کا نشانہ بناتا ہے، اور ایسا شخص لوگوں کی نظر میں گندہ شمار ہوتا ہے، وہ لوگ اس کا یہ فعل حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں، ایسا شخص امراض کے پھیلانے کا سبب بنتا ہے، اور اس کی وجہ سے وہ جگہیں ملوث ہوجاتی ہیں جہاں سے لوگ گذرتے اور اٹھتے بیٹھتے ہیں، اور جہاں ان کی نگاہ پڑتی ہے، اس شخص کی مثال بالکل اس شخص کی طرح ہے جو ہر جگہ تھوکتا اور ناک سنکتا رہتا ہے، نہ کسی مجلس کا خیال رکھتا ہے نہ کسی اور جگہ کا، بلکہ بسا اوقات کسی سامنے کھڑے ہونے یا گزرنے والے پر بھی تھوک دیتا ہے جس کی وجہ سے اس کے کپڑے یا جسم گندہ ہوجاتا ہے، اور یہ نا ہنجار اس شخص کو اپنے زہریلے لعاب دہن کا نشانہ بنالیتا ہے۔

آداب اور ذوق سلیم انسان پر یہ لازم ہے کہ اپنے جسم سے نکلنے والے مواد اور ریزش کو لوگوں سے دور رکھے اور جہاں تک ہوسکے اسے چھپائے، مسجد میں تھوکنے کو گناہ قرار دیا گیا ہے، اور اس کے دفن کردینے کو اس کا کفارہ بتلایا گیا ہے، نبی کریم ﷺ نے مسجد کی قبلہ گاہ کی جانب تھوک یا ناک کی ریزش لگی دیکھی تو آپ ناراض ہوگئے، اور آپ نے ایک پتھر لیا اور اس سے اس ریزش کو رگڑ ڈالا اور فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے اس لئے اسے چاہئے کہ اپنے سامنے یا اپنی دائیں طرف نہ تھوکے بلکہ بائیں جانب یا پاؤں کے نیچے تھوکے یا اپنے کپڑے میں اس طرح سے کرے اور آپ نے اس کپڑے میں تھوک کر اس کپڑے کو ایک دوسرے سے رگڑ دیا۔

ایسا شخص کتنا گندہ ہوتا ہے جو اپنے ہاتھ میں تھوک کر اسے مسل دیتا ہے اور پھر اس ہاتھ سے لوگوں سے مصافحہ کرتا ہے اور ہاتھ دھونے سے قبل اسی ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے۔

اور کھڑے ہوکر پیشاب کرنا اس لئے ممنوع ہے کہ اس سے ناپاک ہونے کا خوف ہوتا ہے یا یہ کہ اس سے شرمگاہ دوسروں کے سامنے کھل جاتی ہے، اور ایسے شخص کی طرف لوگ بری نظر سے دیکھتے ہیں، لیکن اگر ضرورت ہو تو کھڑے ہوکر پیشاب کرسکتے ہیں، چنانچہ یہ بات ثابت ہے

کہ نبی کریم ﷺ کی ایڑھی میں ایک زخم تھا جس کی وجہ سے آپ کے لئے بیٹھنا مشکل تھا تو آپ نے کھڑے کھڑے یہ ضرورت پوری کی۔

بہرحال ضرورت کے احکام الگ ہوتے ہیں، اور مسلمانوں کی عادت کی مخالفت نہایت قبیح امر ہے، کھانسنا، آلہ تناسل کو حرکت دینا، چلنا، اچھلنا یا بیت الخلاء میں لٹکائی ہوئی کسی رسی کو پکڑ کر اچھلنا جیسا کہ بعض وسوسے کے مریض کیا کرتے ہیں یہ چیزیں پیشاب سے بچنے میں داخل نہیں ہے۔ وہمی لوگوں پر طہارت وغیرہ کے سلسلہ میں ایک شیطان مقرر ہے جس کا نام ''ولہان'' ہے، علامہ ابن القیم ''اغاثۃ اللہفان'' میں لکھتے ہیں: شیطان کا ان پر اس قدر تسلط ہو گیا ہے کہ اس نے انہیں آخرت سے پہلے دنیا ہی میں عذاب میں مبتلا کر دیا، اور انہیں رسول اللہ ﷺ کی اتباع و پیروی سے نکال کر غلو کرنے والوں اور خشک لوگوں میں سے بنا دیا اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں۔ لہٰذا جو شخص اس آفت و مصیبت سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہے تو اسے یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ حق دراصل حضور اکرم ﷺ کے قول و فعل کی اتباع میں مضمر ہے، ایسے شخص کو آپ کے طریقہ پر اس یقین کے ساتھ چلنا چاہیئے کہ یہی صراط مستقیم ہے، اور جو اس راستے کی مخالفت کرتا ہے وہ شیطان کے وسوسے اور دام میں گرفتار ہے، اور یہ یقین رکھنا چاہیئے کہ شیطان اس کا صریح دشمن ہے وہ اسے خیر و بھلائی کی طرف کبھی دعوت نہیں دے سکتا ارشاد ربانی ہے کہ: ''وہ تو اپنے گروہ کو محض اس لئے بلاتا ہے کہ وہ لوگ دوزخیوں میں سے ہو جائیں۔'' (سورۃ فاطر)

جو شخص رسول اللہ ﷺ کے طریقے کی مخالفت کر رہا ہو چاہے وہ کوئی بھی ہو اس کی پرواہ نہیں کرنا چاہیئے، اس لئے کہ اس میں قطعاً کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ صراط مستقیم پر تھے، پھر ابن قیمؒ نے وہمی لوگوں کی پریشانی و آزمائش پر طویل کلام کیا ہے اور ان کے دین و عقل کی کمزوری اور شیطان کے ان کے ساتھ کھیلنے کو بیان کیا ہے، اور ظاہر بات ہے کہ جو شخص اپنے اوپر شیطان کے لئے دراز ے کھول دے گا شیطان اس راستے سے اس پر حملہ آور ہو گا، اور رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ آپ جب پانی سے استنجا کیا کرتے تھے تو وسوسہ سے بچنے اور وہم دور کرنے کے لئے اپنی چادر پر پانی چھڑک لیا کرتے تھے، اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ شیطان تم میں سے کسی نمازی کے پاس آکر اس کے دبر (پچھلے راستے) میں پھونک مارتا ہے اور اس کو یہ وہم

ہوتا ہے کہ اس کا وضوٹوٹ گیا حالانکہ اس کا وضو نہیں ٹوٹا ہوتا ہے، اس لئے اگر کسی کے ساتھ ایسا ہو جائے تو اسے چاہیے کہ وہ اس وقت تک نماز نہ توڑے جب تک آواز نہ سن لے یا بدبو نہ پالے۔

شریعت اسلامیہ مسلمانوں پر تشدد و سختی نہیں کرتی اور ان کو تنگی میں ڈالنا نہیں چاہتی اسی لئے پیشاب پاخانہ کے دور کرنے کے لیئے اس جگہ پانی سے دھونے یا صاف کرنے والے پتھر سے صاف کرنے کو کافی جانا ہے، البتہ پانی کا استعمال کرنا زیادہ افضل ہے اس لئے کہ اس سے نجاست اور اس کا اثر دونوں زائل ہو جاتے ہیں اور پانی سے استعمال کرنے والوں کی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں درج ذیل الفاظ سے مدح و توصیف ذکر کی ہے: ﴿فیه رجال یحبون ان یتطهروا واللّٰه یحب المتطهرین﴾ ”وہاں ایسے مرد ہیں جو طہارت کو خوب پسند کرتے ہیں اور اللہ طہارت حاصل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔“ (التوبۃ)

ایسی جگہوں پر پیشاب کرنا منع ہے جو ٹھوس قسم کی ہوں جہاں سے پیشاب کے چھینٹیں اڑ کر دوبارہ پیشاب کرنے والے پر پڑنے کا ڈر ہو۔ اسی طرح ہوا کے رخ کی طرف منہ کر کے پیشاب کرنے کی بھی ممانعت ہے، اور بلوں اور سوراخوں اور ایسی جگہوں پر بھی پیشاب کرنے کی ممانعت ہے جہاں کسی موذی حیوان کے موجود ہونے یا پیشاب سے کسی حیوان کو تکلیف پہونچنے کا ڈر ہو، پیشاب سے بچنے میں یہ بھی داخل ہے کہ انسان بیت الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے پاک ہونے کا سامان تیار رکھے، اور آلہ تناسل کو دائیں ہاتھ سے نہ تھامے اور تین پتھروں سے کم سے استنجا نہ کرے۔ حدیث کی کتابوں میں قضاء حاجت سے متعلق بہت سے آداب مزکور ہیں مثلاً نبی کریم ﷺ جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو یہ دعاء پڑھتے: ﴿بسم اللّٰه، اللهم انی اعوذبک من الخبث والخبائث﴾ ”اللہ کا نام پڑھ کر داخل ہو رہا ہوں، اے اللہ میں آپ کے ذریعے سے پناہ چاہتا ہوں مذکر و مونث جنوں سے۔“

اور جب بیت الخلاء سے نکلتے تھے تو فرماتے: ﴿غفرانک، الحمد للّٰه﴾

”اے اللہ ہم آپ سے مغفرت مانگتے ہیں، اور تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔“ ایک روایت میں یہ دعاء آتی ہے: ﴿الحمدللّٰه الذی اذهب عنی الاذی وعافانی﴾

”تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھ سے موذی گندگی کو دور کیا اور مجھے

عافیت دی۔"

اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: "تین لعنت کی چیزوں سے بچو: پانی پینے کی جگہ پر پیشاب کرنا اور راستے کے درمیان اور سایہ کی جگہ پر پیشاب کرنا۔" اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: "جب تم میں سے کوئی شخص قضاء حاجت کے لئے جائے تو اسے چاہیئے کہ چھپ جائے۔"

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ: "اللہ نہیں چاہتا کہ تمہارے اوپر کوئی تنگی ڈالے بلکہ وہ (تو یہ) چاہتا ہے کہ تمہیں خوب پاک صاف رکھے اور تم پر اپنی نعمت پوری کرے تا کہ تم شکر گزاری کرو۔" (سورۃ مائدہ) (بحوالہ چیدہ چیدہ از اصلاحِ معاشرہ اور اسلام)

ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جہنم میں لے جانے والے اس عمل یعنی چغل خوری کرنے سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔
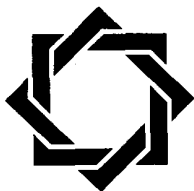
جہنم میں لے جانے والا اٹھارہواں عمل

والدین کی نافرمانی کرنا

تائید کے طور پر قرآن پاک سے والدین کے حقوق ثابت ہوتے ہیں اللہ رب عزت نے ارشاد فرمایا: ﴿وقضیٰ ربک الا تعبدوا الا ایاہ وبالو الدین احسانا﴾

اللہ تعالیٰ نے اپنے حقوق کے بعد دوسرا حق والدین کا ذکر فرمایا ہے، ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ تین چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے اکٹھے ذکر فرمایا ہے، ایک کے بغیر دوسری قبول نہیں۔ ایک جگہ فرمایا کہ: ﴿اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول﴾

''کوئی اگر اللہ کی اطاعت کرے مگر رسول کی اطاعت نہ کرے تو ایسی اطاعت بھی قبول نہیں ہوگی۔''

جیسے کسی نے کہا ہے ؎

جو کوئی تابع فرمان رسول نہیں............ لاکھ اطاعت کرے قبول نہیں

دوسری چیز نماز اور زکوۃ ہے ان کو بھی اللہ نے اکٹھے ذکر فرمایا ہے: ﴿واقیموا الصلواۃ و آتو الزکاۃ﴾

ایک کے بغیر دوسری قبول نہیں اگر کوئی نماز پڑھے مگر زکواۃ نہ دے تو قبول نہیں، تیسری چیز جو قرآن میں اکٹھے ذکر کی گئی ہے وہ ہے اللہ کا شکر اور والدین کا، فرمایا: ﴿ان اشکر لی ولو الدیک الخ﴾

''میرا شکر کر اور اپنے والدین کا بھی۔'' یہاں بھی ایک کے بغیر دوسری قبول نہیں، حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ کی رضا ماں باپ کی رضا میں ہے اور اللہ کی ناراضگی والدین کی ناراضگی ہے حضرت ابن عمرؓ سے رویت ہے کہ حضور ﷺ کی خدمت میں جہاد میں شرکت کے لئے اجازت لینے ایک شخص آیا حضور ﷺ نے فرمایا تیرے ماں باپ زندہ ہیں؟...... کہا جی ہاں۔ فرمایا: ''جا ان کی

خدمت کر، جو ثواب خدا تجھے جہاد میں دیگا وہ ثواب تجھے ماں باپ کی خدمت میں مل جائیگا۔"

ایک موقع پر حضور ﷺ نے فرمایا تمہیں سب سے بڑا گناہ بتاؤں وہ ہے شرک اور اس کے بعد والدین کی نافرمانی کرنا سب سے بڑا گناہ ہے ایک جگہ ارشاد فرمایا جنت میں تین آدمی داخل نہیں ہو سکتے ایک والدین کا نافرمان دوسرا صدقہ دے کر احسان جتلانے والا تیسرا شرابی یعنی یہ لوگ ابتدا ہی سے محروم ہیں پھر آپ نے منع فرمایا والدین کو اف کرنے سے اور کوئی کلمہ اس سے بھی معمولی ہوتا تو اس کو اللہ ذکر فرماتے، یہ آخری درجے کا کلمہ ہے تو اس سے یہ ثابت ہوا والدین کا نافرمان خواہ کتنا ہی نیک ہو دیندار ہو جنت میں داخل نہیں ہوگا، یعنی ابتدائی دخول اور اسی طرح والدین کا فرمانبردار خواہ کتنا ہی گناہ گار ہو دوزخ میں نہیں جائے گا، ایک حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے ماں باپ کو گالی دینے والے پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا ہر گناہ کی سزاء قیامت کو ملے گی مگر والدین کے نافرمان کو دنیا میں بھی سزا ملے گی، اور کعب احبار فرماتے ہیں کہ اس شخص کی عمر میں اللہ برکت عطا فرماتے ہیں جو والدین کا فرمانبردار ہو اور ان پر احسان کرنے کا یہ مطلب ہے کہ ان پر خرچ کرے اگر وہ ضرورت مند ہوں تو۔

ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا یارسول اللہ میرا باپ مجھ سے میرا مال لینا چاہتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے، حضرت کعب احبارؒ سے دریافت کیا گیا کہ ماں باپ کی نافرمانی کرنے کا کیا مطلب ہے؟...... آپؒ نے فرمایا جب وہ کسی بات پر قسم کھالیں تو اس کو پورا کرنے میں یہ مدد نہ کرے اور جس بات کا حکم کریں تو وہ اطاعت نہ کرے اور اس سے کوئی چیز طلب کریں تو وہ انکو نہ دے اور کوئی امانت رکھیں تو خیانت کرے۔

حضرت ابن عباسؓ سے دریافت کیا گیا کہ اصحاب اعراف کون لوگ ہوں گے آپؓ نے فرمایا اعراف ایک پہاڑ ہے جنت اور دوزخ کے درمیان، اس پر درخت ہیں، پھل ہیں، نہریں اور چشمے ہیں، اس میں وہ لوگ ہوں گے جو والدین کی اجازت کے بغیر جہاد میں شہید ہو گئے تھے اس وقت تک وہیں رہیں گے جب تک ان کا اللہ فیصلہ نہ کرے گا۔ بخاری اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص حاضر خدمت ہوا عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میں کس کے ساتھ حسنِ سلوک کروں؟...... آپ ﷺ نے فرمایا اپنی والدہ کے ساتھ پھر پوچھا اس کے بعد کون فرمایا اپنی والدہ سے

تین مرتبہ اس نے پوچھا آپ ﷺ نے تینوں مرتبہ فرمایا اپنی ماں کے ساتھ، چوتھی مرتبہ سوال کرنے پر آپ ﷺ نے باپ کا نام لیا، پھر اس کے بعد فرمایا تیرے قریبی رشتے دار۔ تین مرتبہ والدہ کا ذکر اس لئے کیا کہ وہ حمل کی تکلیف برداشت کرتی ہے دودھ بھی پلاتی ہے اور مشقت اٹھاتی ہے راتوں کو جاگتی ہے۔

حضرت ابن عمرؓ نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنے کندھے پر بوڑھی والدہ کو اٹھا کر طواف کرا رہا ہے پھر اس نے مسئلہ پوچھا کہ اے ابن عمرؓ! مجھے بتا میں نے والدہ کی خدمت کا حق ادا کر دیا؟...... فرمایا: ابھی تو تو نے اس ایک پل کا بھی حق ادا نہیں کیا جس وقت تو ماں کے پیٹ میں تھا بل کھاتا تھا اور اس کو تکلیف ہوتی تھی۔

حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا چار آدمی جنت میں داخل نہیں ہونگے، ایک شرابی، دوسرا سود کھانے والا، تیسرا یتیم کا مال کھانے والا، چوتھا والدین کا نافرمان، پھر فرمایا جنت تلاش کرنے والو! جنت ماں کے قدموں میں ہے، ایک حدیث میں ہے کہ تین آدمیوں کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے، مظلوم کی دعا مسافر کی دعا تیسرے والدین کی اپنے بیٹے کے حق میں۔ ایک جگہ حضور ﷺ نے فرمایا خالہ بھی ماں کی طرح ہے یعنی جس طرح والدہ کا احترام ضروری ہے ایسے ہی خالہ کا۔

حضرت وہب بن منبہؒ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ پر وحی فرمائی کہ اپنے والدین کی عزت کرو، جو شخص والدین کا احترام کرتا ہے تو اس کی عمر میں برکت عطا کرتا ہوں اور اس کی اولاد کو فرمانبردار عطا کرتا ہوں اور جو شخص نافرمانی کرتا ہے تو اس کی زندگی میں برکت نہیں دیتا اور اولاد بھی نافرمان ہو جاتی ہے۔

ابو بکر بن ابی مریم کہتے ہیں میں نے تورات میں پڑھا کہ جو اپنے باپ کو مارے اسکی سزا قتل ہے، حضرت وہبؒ فرماتے ہیں: جو اپنے باپ کو تھپڑ مارے تو اس کو سنگسار کیا جائے، حضرت عمر بن مرۃ جھنی سے رویت ہے کہ ایک آدمی نبی پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں پانچ نمازیں بھی پڑھتا ہوں اور رمضان کے روزے بھی رکھتا ہوں مال کی زکوٰۃ بھی ادا کرتا ہوں اور حج بھی میں نے کرلیا ہے میرے لئے کیا حکم ہے؟...... آپ ﷺ نے فرمایا تو قیامت

کے دن نبیوں صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا ہاں وہ شخص جو والدین کا نافرمان ہوگا تو اس کو سزا ملے گی، مزید آپ ﷺ نے فرمایا لعنت ہے ایسے شخص پر یعنی والدین کے نافرمان پر میں نے معراج کی رات ایک ایسے آدمی کو آگ میں الٹا لٹکا ہوا دیکھا تو میں نے جبرائیل سے پوچھا یہ کون شخص ہے؟...... آپؑ نے فرمایا: یہ والدین کو گالیاں دیتا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ والدین کے نافرمان کو قبر بھی ایسا دباتی ہے کہ اس کی پسلیاں آپس میں گھس جاتی ہیں اور فرمایا: سب سے زیادہ عذاب تین شخصوں کو ہوگا، ایک مشرک، دوسرا والدین کا نافرمان، تیسرا زانی۔

حضرت بشر حافیؒ مشہور بزرگ ہیں فرماتے ہیں اپنی والدہ کی بات سننا اللہ کی راہ میں تلوار چلانے سے بہتر ہے اور والدہ کی زیارت ہر عمل سے بہتر ہے۔

والدین دنیا کی سب سے بڑی نعمت ہیں

والدین دنیا کی سب سے بڑی نعمت بلکہ بے بدل نعمت ہیں، والدین کے اولاد پر اس قدر احسانات ہیں کہ انسان شب و روز والدین کے لئے اپنے آپ کو وقف کرے پھر بھی ان کے ان قدر احسانات کا حق ادا نہیں کر سکتا والدین خود بھوکے رہ کر بھی کوشش کرتے ہیں کہ اولاد پیٹ بھر کر کھالے۔ وہ اپنے آرام کی پرواہ نہیں کرتے مگر انہیں تکلیف نہیں ہونے دیتے، وہ اولاد کے آرام و راحت کے لئے دن کا چین، رات کا آرام اور دن کا سکون قربان کر دیتے ہیں، اس لئے اولاد کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ والدین کی ہر ممکن خدمت کرے اور ان کا حد درجہ احترام کرے۔

دنیا کے ہر مذہب میں والدین کی اطاعت اور فرمانبرداری اور ان کی خدمت کا حکم دیا گیا ہے۔ ہم جس مذہب کے ماننے والے ہیں اس کی تعلیم بھی یہی ہے کہ والدین کی خدمت کرو، ان کے قدموں میں جنت کی کنجی ہے۔ ہمارا مذہب اس اولاد کو بدقسمت، شقی القلب اور گمراہ کن قرار دیتا ہے جو اپنے والدین کی قدر و منزلت نہیں کرتی، اولاد کے لئے تو یہاں تک حکم ہے کہ ان کی آواز ان کے والدین کے برابر بھی نہ ہو بلکہ ان کی آواز سے نیچی ہو، چہ جائے کہ والدین سے سرکشی اور نافرمانی کی جائے، والدین کی دعائیں اولاد کے لئے دین و دنیا میں توشہ خیر ثابت ہوتی ہیں، خوش قسمت ہیں وہ بچے جو اپنے ماں باپ کی خدمت کرتے ہیں اور ان سے دعائیں لیتے ہیں، یہ

دعائیں آخرت تک ان کی راحت کا موجب بنتی ہیں۔ یہ پتہ اس وقت لگتا ہے جب اولاد خود صاحب اولاد ہوتی ہے کہ بچے کس طرح پلتے ہیں اور کتنی محنت اور محبت سے انہیں پروان چڑھایا جاتا ہے ساری عمر کی کمائی ان پر لگ جاتی ہے۔ محنت کر کے والدین کے بال سفید ہو جاتے ہیں، اعضاء کمزور ہو جاتے ہیں، اس وقت اولاد کے سہارے کی ضرورت ہوتی ہے، جس طرح بچہ چل نہ سکتا تھا تو اسے سہارے کی ضرورت تھی، اسی طرح بڑھاپے میں ماں باپ کو اولاد کے سہارے کی ضرورت ہوتی ہے۔ والدین کی دعائیں اللہ کے حضور مستجاب ہوتی ہیں اور ان کی ناراضگی غضب الٰہی بن جاتی ہیں۔

آج کا زمانہ جسے ہم ترقی یافتہ کہتے ہیں اتنا آگے بڑھ گیا ہے کہ وہ پرانی اخلاقی قدروں کو طاق نسیاں پر رکھتا جا رہا ہے۔ لوگ اس لئے ان قدروں پر عمل نہیں کرتے کہ وہ ان کے بقول دقیانوسی ہیں۔ حالانکہ ان ہی قدروں میں ان کی دینی اور دنیاوی بہتری کے سامان پوشیدہ ہیں اور آج کل کی اولاد کی یہ سوچ بالکل غلط اور عذاب الٰہی کو دعوت دیتی ہے کہ والدین کی اطاعت ایک پرانی بات ہے، وہ ہمارے کام کے نہیں رہے۔ ان کے اعضاء اور قواء کمزور ہو چکے ہیں۔ ہم کماتے ہیں اور یہ ہمیں بات بات پر ٹوکتے ہیں انہیں گھر سے نکال کر باہر کیا جائے، اس زمانے میں ایسے بیٹے بھی دیکھنے میں آئے ہیں کہ اپنے سادہ لوح والد کو والد ماننے سے بھی انکار کر دیتے ہیں اور لوگوں کو کہتے ہیں کہ یہ تو ہمارا ہمسایہ یا نوکر تھا۔ خدا غارت کرے ایسے ناہنجار بیٹوں کو، ایسے لوگوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ ایک دن آئے گا جب ان کیساتھ بھی ایسا ہی سلوک ہوگا، یہ وہی باپ ہے جس نے اسے پالا پوسا، پڑھایا لکھایا، جوان کیا، ملازمت دلوائی اور آج دفتر میں جھوٹی پوزیشن بنانے کو کہتا ہے کہ یہ میرا باپ نہیں ہے ہمسایہ یا نوکر ہے۔ تو ایسے لوگ اس ماں کو نوکرانی ہی کہیں گے جس نے محبت سے اپنی گود میں انہیں پالا، راتوں کو ان کے لئے جاگتی رہی۔ اگر خدانخواستہ بچہ بیمار ہو جاتا تھا تو اس کی جان پر بن جاتی تھی۔ وہ اسے حکیموں ڈاکٹروں کے پاس لئے لئے پھرتی تھی، وہ گیلی جگہ پر خود سوتی تھی اور خشک جگہ پر اسے لیٹاتی تھی، ہر وقت پیار سے اسے کھلاتی، پلاتی، نہلاتی، دھلاتی، سلاتی، جگاتی، گویا کہ وہ اسی کے لئے وقف تھی نہ اسے اپنے آرام کی پروا تھی نہ آسائش کی، یہی وہ ماں ہے جس کے پیروں تلے جنت ہے۔

دنیا کا کوئی معاشرہ، کوئی دانشور، کوئی فلسفی، کوئی سائنسدان والدین کے ادب واحترام سے منکر نہیں۔ خداوند عالم نے بھی قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو اور جب وہ بوڑھے ہو جائیں تو ان کے سامنے ''اف'' بھی نہ کرو اور انہیں نہ جھڑکو، سورۃ لقمان میں جہاں انسانوں کو خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنے کی تاکید کی ہے وہاں والدین کا شکر گزار رہنے کی تلقین اور ان کے حق میں دعا کرتے رہنے کی ہدایت بھی ہے۔ رسولِ خدا ﷺ کی یہ حدیث کہ ''جنت ماں کے قدموں میں ہے۔'' نیز یہ کہ رب کی رضا باپ کی رضا میں ہے اور رب کی ناخوشی باپ کی ناخوشی میں ہے، جو شخص اپنے والدین کو خوش کرتا ہے خدا بھی اس سے خوش ہوتا ہے، اور جو انہیں ناراض کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس سے ناراض ہو جاتا ہے۔ روایت ہے کہ ایک صحابی نے رسول خدا ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں سب سے زیادہ کس کی خدمت کروں؟...... آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنی ماں کی۔'' صحابی نے دوبارہ دریافت کیا پھر کس کی آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنی ماں کی۔'' تیسری بار بھی آپ ﷺ نے یہی جواب دیا کہ ''اپنی ماں کی'' صحابی نے پھر سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے باپ اور دوسرے رشتہ داروں کی۔

والدین آگے ہوں تو رہنمائی کرتے ہیں، پیچھے ہوں تو پشت پناہی کرتے ہیں، وہ حیات ہوں یا اس دنیا سے اٹھ گئے ہوں اولاد کے لئے سراپا دعا ہوتے ہیں، شاعر مشرق علامہ اقبالؒ نے اپنے بیٹے جاوید اقبال سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ اے بیٹے! تجھے دینی بصیرت نصیب ہو جائے، اور تو سعادت انسانیت سے بہرہ ور ہو جائے، تو میں تیرے لئے قبر میں بھی دعا کروں گا۔

اے مرا تسکین جان ناشکیب .... تو اگر از حفظ جاں گیری نصیب

سر دین مصطفیٰؐ گویم ترا .... ہم بہ قبر اندر دعا گوئم ترا

پس یہ انسانی، اخلاقی اور دینی فرض ہے کہ ہم اپنے والدین کی دل وجاں سے خدمت کریں اسی میں ہماری فلاح ہے۔

والدین کو گالی دینا کبیرہ گناہ ہے

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے رویت ہے

کہ: ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے ماں باپ کو گالی دینا بھی کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔لوگوں نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! کیا کوئی اپنے ماں باپ کو گالی دے سکتا ہے؟......آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی دوسرے کے ماں باپ کو گالی دے، پھر وہ جواب میں اس کے ماں باپ کو گالی دے۔''

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ کسی آدمی کا کسی دوسرے کو ماں باپ کی گالی دینا یا ایسی بات کہنا یا ایسی حرکت کرنا جس کے جواب میں دوسرا آدمی اس کے ماں باپ کو گالی دینے لگے، اتنی ہی بری بات ہے جتنی کہ خود اپنے ماں باپ کو گالی دینا، اور یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

دانائے کونین رحمت دو عالم ﷺ کے اس ارشاد مبارک پر قرآن حکیم کے بعض واضح احکام اور آپ ﷺ کی کچھ دوسری احادیث مبارکہ کی روشنی میں غور کیا جائے تو اس کی حکمت وموعظت کے کئی پہلو سامنے آتے ہیں اور ہمیں لامحالہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ کسی کے ماں باپ کو گالی دینا اپنے ماں باپ کو گالی دینے کے مترادف ہے اور یہ فی الواقع گناہ کبیرہ ہے۔

یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ اسلام میں گالی دینا خواہ کسی بھی قسم کی ہو اور کوئی بھی اس کا مخالف ہو، فی نفسہٖ بری بات اور گناہ کی بات ہے چہ جائیکہ کسی کے ماں باپ کو گالی دی جائے۔ سرور کائنات ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔'' یعنی اس کی زبان اور ہاتھ سے نہ کسی دوسرے مسلمان کو ایذا پہنچے اور نہ اس کی دل آزاری ہو، گالی دینے کا مطلب ہے دوسروں کو زبان سے تکلیف پہنچانا، اور اس کا دل دکھانا، گویا کہ گالی دینے کی قبیح حرکت اسلام کا دعویٰ کرنے والے کسی بھی شخص کی شان کے منافی ہے۔

اب رہا دوسرے کے ماں باپ کو گالی دینا تو یہ ہر لحاظ سے سخت مذموم حرکت ہے، ایک تو یہ کہ اس میں غیبت کا پہلو ہے جسے قرآن حکیم میں مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف ٹھہرایا گیا ہے جیسا کہ سورۃ الحجرات میں ارشاد ہوا ہے: ﴿ولا یغتب بعضکم بعضاً ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتاً﴾ (آیۃ:۱۲)

''تم میں سے کوئی کسی کو پیٹھ پیچھے برا نہ کہے، کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟......'' جب دوسرے کے ماں باپ سامنے نہیں ہیں

توان کو گالی دینا پیٹھ پیچھے ان کی برائی کرنا ہے جو بلا شبہ غیبت ہے اور پھر یہ کہ اس طرح گالی دینے کا مطلب یہ بھی ہے کہ دوسرے مسلمان کو جواب میں اسی طرح کی حرکت کرنے کی ترغیب دی جائے یعنی وہ بھی زبان کو گندہ کرنے اور غیبت کرنے کے گناہ کا ارتکاب کرے حالانکہ مسلمان کی تعریف یہ ہے کہ وہ دوسروں کو نیکی کی تلقین کرتا ہے اور برائی سے روکتا ہے، اس حدیث پاک میں سب سے اہم نکتہ جس پر زور دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ دوسرے کے والدین کو گالی دینا اپنے والدین کو گالی دینے کے برابر ہے اور والدین کو گالی دینا ان کو ایذا پہنچانے کے مترادف ہے۔

صحیح بخاری کی ایک اور روایت میں سرور دو عالم ﷺ نے والدین کی ایذا رسانی کو اکبر الکبائر یعنی بدترین اور خبیث ترین گناہوں میں شمار فرمایا ہے اور اسے شرک کے بعد دوسرے درجے پر رکھا ہے۔ اس کے برعکس آپ ﷺ نے ماں باپ کی خدمت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کو اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کا ضامن قرار دیا ہے، کیونکہ قرآن حکیم میں جا بجا اس کی سخت تاکید کی گئی ہے۔ سورۂ بقرہ اور سورۂ بنی اسرائیل میں حکم دیا گیا ہے: ﴿وبالو الدین احسانا﴾ ''والدین کے ساتھ اچھے سے اچھا برتاؤ اور ان کی خدمت کرو۔''

قرآن پاک میں اور بھی متعدد مقامات پر والدین کی خدمت اور اطاعت کی تاکید کی گئی ہے، سنن ابن ماجہ میں حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے، کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا یارسول اللہ ﷺ! اولاد پر ماں باپ کا کتنا حق ہے؟...... آپ ﷺ نے فرمایا: وہ تمہاری جنت اور دوزخ ہیں۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ آدمی ذلیل ہو، خوار ہو، رسوا ہو، عرض کیا گیا، کون یارسول اللہ ﷺ؟...... فرمایا: وہ بدنصیب جو ماں باپ کو یا دونوں میں سے کسی ایک ہی کو بڑھاپے میں پائے پھر (ان کی خدمت اور ان کا دل خوش کر کے) جنت حاصل نہ کرے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اپنے ماں باپ کی خدمت اور اطاعت کرو اس طرح تمہاری اولاد بھی تمہاری فرمابردار اور خدمت گزار ہوگی۔''

حضور ﷺ نے ماں باپ کی صرف زندگی ہی میں ان کی خدمت اور اطاعت کا حکم نہیں دیا بلکہ تاکید فرمائی کہ ان کے مرنے کے بعد بھی ان کے حق میں دعا کرتے رہو اور باپ کے انتقال

کے بعد اس کے دوستوں سے اکرام واحترام کا تعلق رکھو۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اور دوسروں کے والدین کی عزت واحترام کی توفیق نصیب فرمائے، آمین یارب العالمین۔ (بحوالہ حسنِ گفتار)

والدین کی نافرمانی سے توبہ کر لیجئے

ماں باپ کو ستانا برا فعل ہے، لیکن انہیں مارنا یا تکلیف دینا اس سے بھی برا ہے اسی لئے اسلام نے ماں باپ کی نافرمانی اور ایذا رسانی کو گناہ کبیرہ اور حرام قرار دیا ہے۔ وہ اولاد جو بڑی ہو کر ماں باپ کی نافرمائی کرتی ہے، بات بات پر انہیں برا بھلا کہتی ہے یا ماں باپ کو گالیاں نکالتی ہے یا اپنے ناجائز مطالبات پر انہیں مارتی پیٹتی ہے وہ نادان اور بیوقوف ہے، بلکہ اخلاقی طور پر مجرم ہے، اولاد کو کیا معلوم کہ جس ماں باپ کی وہ بے عزتی کر رہی ہے انہوں نے کتنی تکالیف اٹھا کر اسے پال پوس کر جوان کیا اور پڑھایا لکھایا، حسب توفیق کھلایا پلایا اور پہنایا، نیک اور صالح بنانے کی کوشش کی، اولاد ماں کی اس رات کی تکلیف کا بدلہ چکا نہیں سکتی جب وہ اپنی اولاد کے لئے پیشاب سے گیلے ہوئے کپڑے پر خود لیٹ کر انہیں خشک جگہ پر ڈالتی ہے، ایسے ہی انسان، والد کی اس مشقت کا کیا بدلہ چکا سکتا ہے جس کوفت سے والد کما کر اپنی اولاد کی ضروریات پوری کرتا ہے، القصہ والدین کو اولاد کی پرورش کے لئے بے پناہ مصائب اور پریشانیاں برداشت کرنا پڑتی ہیں جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے والدین کے احترام اور خدمت کو فرض قرار دیا ہے۔

والدین کی اطاعت ہی سے اللہ تعالیٰ کی خوشی حاصل ہوتی ہے اس لئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ: ”خدا کی خوشنودی باپ کی خوشنودی میں ہے، اور خدا کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے۔“ (ترمذی)

حضرت ابوامامہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! ماں باپ کا اولاد پر کیا حق ہے؟...... فرمایا: وہی تیری جنت ہیں اور وہی تیری دوزخ ہیں۔ (ابن ماجہ)

یعنی ماں باپ کا اولاد پر بہت حق ہے، ان کے ساتھ نیکی کرنا اور رنج نہ پہنچانا، اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک حصول جنت کا ذریعہ ہے اور انہیں رنجیدہ کرنا دوزخ میں جانے کا موجب

ہے، اس لئے فرمایا کہ تیری جنت اور دوزخ دونوں وہی ہیں، اور ماں باپ کو شفقت اور رحمت اور پیار سے دیکھنے سے حج مقبول کا ثواب ملتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ماں باپ کے ساتھ جو نیکی کرنے والا فرزند اپنے ماں باپ کو محبت کی نگاہ سے دیکھتا ہے تو خدا اس کے لئے ہر مرتبہ دیکھنے کے بدلے میں اس کے اعمال نامے میں ایک حج مقبول کا ثواب لکھتا ہے، صحابہ کرام نے عرض کیا اگر چہ وہ دن میں سو مرتبہ دیکھے، آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اللہ بہت بڑا اور پاکیزہ تر ہے۔'' (مسلم)

اس حدیث سے بات معلوم ہوئی کہ اگر اولاد ماں باپ کو پیار ومحبت سے دیکھے، تو حج کا ثواب پائے گی، دن میں سو مرتبہ دیکھے تو سو مرتبہ حج کا ثواب ملے گا، اطاعت اور خدمت گزاری کا اس سے بھی کہیں زیادہ ثواب ہے، حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے ماں باپ کی فرمابرداری میں صبح کرتا ہے، جنت کے دروازے اس کے لئے کھل جاتے ہیں، اگر ایک ہے تو ایک دروازہ کھل جاتا ہے۔ اور جو شخص ان کی نافرمانی میں صبح کرتا ہے، دوزخ کے دروازے کھل جاتے ہیں، اگر ایک ہے تو ایک دروازہ کھل جاتا ہے، ایک آدمی نے کہا: اگر چہ وہ اس پر ظلم کریں؟...... فرمایا: اگر چہ وہ اس پر ظلم کریں...... اگر چہ وہ اس پر ظلم کریں...... اگر چہ وہ اس پر ظلم کریں۔'' (بیہقی)

ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے سے اور ان کی خدمت گزاری کرنے سے اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت کی مصیبتوں کو دور کر دیتا ہے۔ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے والدین کی اطاعت کے ثواب کو ایک نہایت موثر حکایت میں فرمایا کہ تین مسافر راہ میں چل رہے تھے کہ موسلا دار بارش برسنے لگی، تینوں نے بھاگ کر ایک غار میں پناہ لی، اچانک ایک چٹان اوپر سے گری کہ اس سے اس غار کا منہ بند ہو گیا اب ان کی بے کسی، بے چارگی، اضطراب اور بے قراری کا کون اندازہ کر سکتا ہے ان کو موت سامنے کھڑی نظر آتی تھی، اسی وقت انہوں نے پورے خشوع اور خضوع کے ساتھ دربار الٰہی میں دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے، ہر ایک نے کہا کہ اس وقت ہر ایک کو اپنی خالص نیکی کا واسطہ خدا کو دینا چاہئے۔ تو پہلے نے کہا: یا اللہ تو جانتا ہے کہ میرے والدین بوڑھے تھے اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے تھے، میں بکریاں چرایا کرتا تھا اور اسی پر ان کی روزی کا سہارا تھا، میں شام کو بکریاں لے کر جب

گھر آتا تو دودھ دوہ کر پہلے اپنے ماں باپ کی خدمت میں لاتا تھا، جب وہ پی چکے ہوتے تب میں اپنے بچوں کو پلاتا، ایک دن کا واقعہ ہے کہ میں بکریاں چرانے کو دور نکل گیا، لوٹا تو میرے والدین سو چکے تھے، میں دودھ لے کر ان کے سرہانے کھڑا ہو گیا نہ ان کو جگاتا تھا کہ ان کی راحت میں خلل آ جاتا، اور نہ ہٹتا تھا کہ خدا جانے کس وقت ان کی آنکھیں کھلیں اور دودھ مانگیں۔ بچے بھوک سے بلک رہے تھے مگر مجھے گوارا نہ تھا کہ میرے والدین سے پہلے میرے بچے سیر ہوں، میں اسی پیالے میں دودھ لئے رات بھر اس کے سرہانے کھڑا رہا اور وہ آرام کرتے رہے، خداوند تجھے معلوم ہے کہ میں نے یہ کام تیری خوشنودی کے لئے کیا ہے، تو اس غار کے منہ سے چٹان کو ہٹا دے، یہ کہنا تھا کہ چٹان خود بخود جنبش ہوئی اور غار کے منہ سے تھوڑا سا سرک گئی اور اس کے بعد باقی دو مسافروں کی باری آئی اور انہوں نے بھی اپنے کاموں کو وسیلہ بنا کر دعا کی اور غار کا منہ کھل گیا اور وہ سلامتی کے ساتھ باہر نکل آئے۔ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ فرماتے ہیں کہ ''علقمہ'' نامی ایک شخص جو نماز روزہ کا بہت پابند تھا، جب اس کے انتقال کا وقت قریب آیا تو اس کے منہ سے باوجود تلقین کے کلمۂ شہادت جاری نہ ہوتا تھا، علقمہ کی بیوی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک آدمی بھیج کر اس واقعہ کے اطلاع کرائی، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ علقمہ کے والدین زندہ ہیں یا نہیں؟...... معلوم ہوا کہ صرف والدہ زندہ ہے اور وہ علقمہ سے ناراض ہے، آپ ﷺ نے علقمہ کی ماں کو اطلاع کرائی کہ میں تم سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں، تم میرے پاس آتی ہو یا میں تمہارے پاس آؤں، علقمہ کی والدہ نے عرض کی، میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، میں آپ (ﷺ) کو تکلیف دینا نہیں چاہتی بلکہ میں خود ہی حاضر ہوتی ہوں، چنانچہ بڑھیا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، آپ ﷺ نے علقمہ کے متعلق دریافت فرمایا تو اس نے کہا علقمہ نہایت نیک آدمی ہے لیکن وہ اپنی بیوی کے مقابلے میں ہمیشہ میری نافرمانی کرتا ہے اس لئے میں اس سے ناراض ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا اگر تو اس کی خطا معاف کر دے تو یہ اس کے لئے بہتر ہے لیکن اس نے انکار کیا، تب آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ لکڑیاں جمع کرو اور علقمہ کو جلا دو، بڑھیا یہ سن کر گھبرا گئی اور اس نے حیرت سے دریافت کیا کہ کیا میرے بچے کو آگ میں جلایا جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! اللہ کے عذاب کے مقابلہ میں ہمارا عذاب ہلکا

ہے خدا کی قسم! جب تک تو اس سے ناراض ہے نہ اس کی نماز قبول ہے نہ کوئی صدقہ قبول ہے، بڑھیا نے کہا میں آپ ﷺ کو اور لوگوں کو گواہ کرتی ہوں کہ میں نے علقمہ کا قصور معاف کر دیا۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا، دیکھو علقمہ کی زبان پر کلمہ شہادت جاری ہوا ہے کہ نہیں؟...... لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ علقمہ کی زبان پر کلمۂ شہادت جاری ہو گیا اور کلمہ شہادت کے ساتھ انہوں نے انتقال کیا، آپ ﷺ نے علقمہ کے غسل و کفن کا حکم دیا اور خود جنازے کے ساتھ تشریف لے گئے علقمہ کو دفن کرنے کے بعد فرمایا: ''مہاجرین و انصار میں سے جس شخص نے اپنی ماں کی نافرمانی کی یا اس کو تکلیف پہنچائی تو اس پر اللہ کی لعنت، فرشتوں کی لعنت اور سب لوگوں کی لعنت ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ نہ اس کا فرض قبول کرتا ہے نہ نفل، یہاں تک کہ وہ اللہ سے توبہ کرے اور اپنی ماں کے ساتھ نیکی کرے، اور جس طرح ممکن ہو اس کو راضی کرے اس کی رضا مالک کی رضا مندی پر موقوف ہے اور خدا تعالیٰ کا غصہ اس کے غصہ میں پوشیدہ ہے۔

لہٰذا جو حضرات خدانخواستہ اگر والدین کی نافرمانی یا ایذا رسانی میں مبتلا ہوں انہیں چاہئے کہ وہ سچے دل سے توبہ کر لیں اور ہر ممکن طریقے سے والدین کو راضی رکھنے کی کوشش کریں کیونکہ اسی میں انسان کی فلاح ہے۔ ایک تابعی ایک قبیلے میں سے ہو کر گزرے، وہاں ایک قبرستان میں دیکھا کہ عصر کے وقت ایک قبر شق ہوئی اور اس میں سے ایک آدمی نکلا، جس کا سر گدھے کے سر جیسا تھا اور بدن آدمی کا سا، اس نے قبر سے نکل کر تین دفعہ گدھے کی مکروہ آواز نکالی اور پھر قبر میں گھس گیا اور قبر بند ہو گئی، انہوں نے اس شخص کی عورت سے سارا حال دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ یہ شخص شراب بہت پیتا تھا، اور جب اس کی ماں اسے شراب پینے سے روکتی تو اس سے کہتا کیوں گدھے کی طرح ہیچوں ہیچوں کرتی ہو، ایک دن عصر کے وقت اس کا انتقال ہو گیا، اب ہر روز عصر کے وقت اس کی قبر شق ہوتی ہے اور خود گدھے کی طرح ہیچوں ہیچوں کرتا ہے۔ اس حکایت سے معلوم ہوا کہ والدہ کو زد و کوب کرنے کی وجہ سے انسان کا موت کے بعد بہت برا حال ہو گا، اس لئے والدین کی نافرمانی سے توبہ کر لینی چاہئے۔

ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جہنم میں لے جانے والے اس عمل یعنی والدین کی نافرمانی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یا رب العالمین۔

جہنم میں لے جانے والا انیسواں عمل
قتل کرنا

انسان بحیثیتِ انسان انتہائی محترم مخلوق ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے خود اپنے ہاتھوں سے بنایا، انتہائی خوبصورت جسم، ساخت اور شکل عطا فرمائی، فرشتوں سے سجدہ کروایا اور دنیا جہاں کی نعمتیں اس کی خدمت اور فائدے کے لیے پیدا کیں۔ لہٰذا ہر انسان کی عزت، مال اور جان لائق احترام اور قابل حفاظت ہے۔ الاّ یہ کہ انسان خود اپنے اس مقام واحترام کو ضائع کر دے چنانچہ درج ذیل چند صورتوں کے علاوہ کسی صورت میں انسان کا خون (خواہ کافر ہی کیوں نہ ہو) بہانا ہرگز جائز اور صحیح نہیں:

۱۔ اسلام قبول کر لینے کے بعد مرتد ہو جائے۔

۲۔ شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کا ارتکاب کرے۔

۳۔ کسی دوسرے انسان کو جان بوجھ کر قتل کرے اور معروف قانونی طریقے سے اس کا جرم ثابت ہو جائے۔

۴۔ اللہ کی زمین پر فساد برپا کرے، مثلاً ڈاکے ڈالے، لوٹ مار اور رہزنی کرے یا اسلامی حکومت کے خلاف بغاوت کرے۔

۵۔ دین حق قائم کرنے کی بزور بازو مخالفت کرے، اور اسے قتل کیے بغیر بات نہ بنتی ہو۔

قرآن کریم اور احادیث رسول اللہ ﷺ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی قتل شرک کے بعد سب سے بڑا جرم ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿**ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق**﴾

''اور کسی جان کو جسے اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے، ہلاک نہ کرو مگر حق کے ساتھ۔''

انسانی قتل کے خوفناک اور خطرناک انجام کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿من قتل نفسا بغیر نفس او فساد فی الارض فکا نما قتل الناس جمیعا﴾

''جس نے کسی انسان کو جان کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا، کسی اور وجہ سے قتل کیا تو اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کیا۔'' (سورۃ مائدہ)

انسانی قتل کتنا بڑا جرم ہے، اس کی وضاحت رسول اللہ ﷺ نے اس طرح کی ہے فرمایا کہ:

''سات قسم کے تباہ کن گناہوں سے دور دور رہو! کسی نے دریافت کیا: یارسول اللہ ﷺ وہ کون کون سے ہیں؟ فرمایا ''اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، ناحق کسی جان کو قتل کرنا جسے اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہو، یتیم کا مال کھانا، سود کھانا، دوران جہاد جان بچا کر بھاگ جانا، سیدھی سادھی اور پاک دامن مومنہ خواتین پر زنا کی تہمت لگانا۔''

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے بڑے بڑے گناہوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿الشرک باللہ، وعقوق الوالدین، وقتل النفس﴾ ''بڑے بڑے گناہ یہ ہیں، اللہ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، اور کسی جان کو قتل کرنا۔''

ایک عام انسان کا قتل سنگین جرم ہے اور کسی معاہد یا ذمی کا قتل اس سے زیادہ بڑا اور خوفناک وخطرناک جرم ہے، معاہد اور ذمی دراصل اس کافر کو کہتے ہیں جو اسلامی حکومت اور اسلامی ملک کا قانونی شہری ہو، یعنی وہ غیر مسلم جو کسی مسلمان ملک میں اس دستوری عہد کے تحت زندگی گزار رہا ہو کہ وہ اسلامی حکومت کو جزیہ ادا کرے گا اور اسلامی حکومت اس کی جان و مال اور عزت وآبرو کی محافظ ہوگی، معاہد کے لفظ میں لغوی عموم کے اعتبار سے وہ غیر مسلم بھی داخل ہوسکتا ہے جس کا کسی مسلمان کے ساتھ ذاتی سطح پر یا قبیلے اور برادری کی سطح پر امن کا معاہدہ ہو یا وہ مسلمان حکومت سے امن کا پروانہ (ویزا) لے کر اسلامی ملک میں داخل ہوا ہو، مگر ایسے شخص کو فقہاء کی قدیم اصطلاح میں معاہد نہیں بلکہ حلیف یا مستأمن کہتے ہیں۔ مگر یہ معاہد ہی کی ایک جدید شکل ہے۔

معاہد اور ذمی کا خون معاہدے کے پاس اور احترام کی بدولت عام انسان سے کہیں زیادہ قابل حفاظت اور محترم ہے، اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''جس انسان نے کسی معاہد کو

معاہدہ ختم ہونے سے پہلے قتل کر دیا اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے۔"

ایک دوسرے موقع پر آپ ﷺ نے یوں ارشاد فرمایا کہ: "جس کسی نے معاہد کو قتل کیا اسے جنت کی خوشبو بھی نصیب نہ ہوگی، حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کی دوری سے پائی جاتی ہے۔"

(بخاری شریف)

ذمی اور معاہد چونکہ اسلامی حکومت کے شہری ہوتے ہیں، اس لیے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اس کے جان، مال اور عزت کی حفاظت اسی طرح کرے جس طرح ایک مسلمان شہری کی کی جاتی ہے، اسی لیے بطور خاص آپ ﷺ نے اس کا تذکرہ فرمایا اور اس کے قاتل کے لیے زیادہ شدید سزا کی خبر دی فرمایا کہ: "جس نے کسی ذمی کو قتل کر دیا اسے جنت کی خوشبو بھی نصیب نہ ہوگی، جبکہ جنت کی خوشبو ستر سال کے فاصلے سے پائی جاتی ہے۔" (سنن نسائی)

نوٹ: پچھلی حدیث میں چالیس سال اور اس حدیث میں ستر سال کے فاصلے پر جنت کی خوشبو کا تذکرہ ہوا ہے، یہ فرق جرم کی نوعیت کے اعتبار سے ہے، مؤمن کا خون تو پھر مؤمن کا خون ہے، جس کی عظمت و حرمت اور مقام واحترام آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر میدان عرفات میں ۹ ذی الحجہ کی مبارک تاریخ میں ایک لاکھ سے زیادہ صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں ان الفاظ میں بیان فرمائی: ﷺ

"اے لوگو! یہ کون سا دن ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: حرمت والا دن، آپ ﷺ نے پوچھا: یہ کون سا شہر ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا حرمت والا شہر آپ ﷺ نے پوچھا یہ کون سا مہینہ ہے؟ صحابہؓ نے کہا حرمت والا مہینہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

"یقیناً تمہارے خون تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم پر آپس میں اس طرح حرام ہیں جس طرح تمہارے اس دن کی حرمت ہے، اور بالخصوص تمہارے اس شہر کی حدود میں اور اس مبارک و مقدس مہینے کے دوران۔" (بخاری شریف)

ایک موقع پر آپ ﷺ نے خانہ کعبہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ: "اے کعبۃ اللہ! تو کس قدر پاکیزہ ہے اور تیری خوشبو کس قدر عمدہ ہے، اور تو کتنے اونچے مقام والا ہے، اور تیری حرمت کس قدر زیادہ ہے (اس کے باوجود قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے، مؤمن کے مال

اور خون کی حرمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک تیرے اس مقام حرمت سے کہیں زیادہ ہے۔" (سنن ابن ماجہ)

جب مؤمن کا یہ مقام، اور اس کے خون کی حرمت کا یہ عالم ہے تو اسے ناحق بہانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک انتہائی سنگین بلکہ حقوق العباد میں سب سے بڑا جرم ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قتل مؤمن پر شدید ترین الفاظ میں ناراضگی کا اظہار کیا ہے اور آخرت میں قاتل کے لیے خوفناک سزا مقرر کی ہے، شرک کے علاوہ کسی دوسرے جرم یا گناہ پر ایسی سزا کی نظیر نہیں ملتی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

"اور جو شخص کسی مؤمن کو جان بوجھ کر قتل کر دے، تو اس کی سزا جہنم ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اس پر اللہ کا غضب اور لعنت ہے، اور اللہ نے اس کے لیے زبردست عذاب مہیا کر رکھا ہے۔" (سورۃ نساء)

مؤمن کی جان جب اس قدر اہمیت وحرمت کی حامل ہے تو اسے قتل کر دینا بھی اسی اعتبار سے سنگین جرم ہے، معاملے کی سنگینی کو حضور اکرم ﷺ نے ان الفاظ میں مزید واضح فرما دیا کہ:

"ایک مسلمان کے قتل کے مقابلے میں پوری دنیا کا تباہ و برباد ہو جانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ معمولی بات ہے۔" (ترمذی شریف)

یعنی مسلمان کا خون اللہ تعالیٰ کے نزدیک پوری دنیا سے زیادہ اہم ہے، اس ضمن میں آپ ﷺ نے یہ مزید ارشاد فرمایا کہ:

"اگر زمین و آسمان کے تمام باسی ایک مؤمن کے قتل میں شریک ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ لازماً ان سب کو جہنم میں اوندھے منہ پھینک دے گا۔" (ترمذی شریف)

روز محشر جب حساب شروع ہو گا تو بھی انسانی خون کے معاملے کو معاملات کے سلسلہ میں سب سے زیادہ اہمیت دی جائے گی، جہاں تک حقوق اللہ کا تعلق ہے تو ان میں یقیناً سب سے پہلے نماز کا حساب ہو گا، لیکن جب حقوق العباد کا دفتر کھلے گا تو سب سے پہلے انسانی خون کا حساب ہو گا، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ:

"انسان سے نماز کا حساب سب سے پہلے ہو گا، اور لوگوں کے باہمی معاملات میں سب سے پہلے خون کا فیصلہ ہو گا۔" (نسائی شریف)

ایک دوسرے موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ: "روز قیامت سب سے پہلے لوگوں کے

باہمی معاملات میں خون کا حساب ہوگا۔'' (بخاری شریف)

براہ راست قتل میں ملوث ہونا یقیناً انتہائی سنگین اور قبیح فعل ہے لیکن اس معاملے میں کسی بھی معنی میں شمولیت یا حصہ داری یہاں تک کہ ایک آدھ لفظی اشارہ بھی بہت بڑی ذمہ داری اور اخروی جوابدہی کا سبب ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

''جس نے کسی غلط حرکت کی طرف لوگوں کو دعوت دی تو جتنے لوگ اس کی پیروی میں وہ گناہ کریں گے، اس دعوت دینے والے کے برابر گناہ ہوگا، اور اس غلط حرکت کو اپنانے والوں کے اپنے گناہ بھی کم نہ ہوں گے۔ (مسلم شریف)

اس حدیث پاک کی روشنی میں مذہبی رہنما، سیاسی لیڈر، قومیتوں اور عصبیتوں کے ٹھیکیدار، لسانی اور علاقائی جاہلیت کے نمائندے اپنا اپنا محاسبہ خود کر کے دیکھ لیں کہ کہیں وہ اپنے پیروکار حضرات کو غلط راہ پر تو نہیں لے جارہے، اور آیا وہ روز قیامت ان سب کی گمراہی اور غلط کاری کا بوجھ اپنی اس گردن پر اٹھا سکیں گے، جو لیڈری اور انا پرستی کے شوق میں کسی حق بات پر آج جھکنے کے لیے تیار نہیں ہے، کل قیامت کے روز اس کے سارے کس بل نکل جائیں گے، اور یہ شوق لیڈری بہت مہنگا پڑے گا۔

اکثر لوگوں کے ہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت کریمہ کا بڑا غلط تصور پایا جاتا ہے، وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ دنیا میں جو مرضی ہو کرتے رہو، قتل کرو، مال حرام کھاؤ، زمین میں فتنہ فساد کرو، اور جو جی میں آئے کرو، اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دے گا۔

امر واقعہ یہ ہے کہ چھوٹے موٹے گناہ تو یقیناً اللہ تعالیٰ کی رحمت کریمہ میں از خود چھپ جائیں گے، لیکن بڑے گناہ صرف اسی شکل میں معاف ہوں گے جب پورے خلوص اور شروط کے ساتھ ان سے توبہ کی جائے اور معافی مانگی جائے اور بالخصوص شرک اور قتل مؤمن کا معاملہ تو انتہائی سنگین ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر گناہ معاف فرما دے گا، مگر صرف وہ آدمی جو حالت شرک میں مر گیا یا وہ مؤمن جس نے کسی مؤمن کو قتل کر دیا۔'' (ابوداؤد شریف)

صحابہ کرامؓ میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کا ایک خاص مقام تھا، آپ نے سینکڑوں احادیث روایت کی ہیں، اپنے وقت کے مفتی مانے جاتے تھے، تفسیر القرآن آپ کا خصوصی

امتیاز تھا، بلکہ صحابہ کرامؓ میں ''امام التفسیر'' تھے، آپؓ سے کسی نے دریافت کیا: کیا قاتل کی توبہ قبول ہوسکتی ہے؟ حضرت ابن عباسؓ نے بڑے تعجب سے پوچھا تم کیا کہہ رہے ہو؟ جب سائل نے دو تین بار اپنا سوال دہرایا تو فرمایا ''میں نے نبی کریم ﷺ کو یوں فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: ''روز قیامت مقتول اس حال میں اللہ کی جانب میں پیش ہوگا، کہ اس نے ایک ہاتھ میں اپنا سر تھاما ہوا ہوگا، دوسرے ہاتھ میں قاتل کا گریبان ہوگا، مقتول کی رگوں سے خون بہہ رہا ہوگا وہ اسی حال میں چلتے چلتے عرش الٰہی تک پہنچے گا، اللہ رب العالمین کے حضور اپنی فریاد پیش کرتے ہوئے کہے گا، اس نے مجھے قتل کیا تھا، اللہ تعالیٰ قاتل سے کہے گا تیری تباہی ہو، اور اسے جہنم میں بھیج دیا جائے گا۔''

(سنن نسائی)

روز محشر ہر انسان اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے اپنے اعمال نامے کے ساتھ پیش ہوگا، عام چھوٹے موٹے گناہ یعنی صغیرہ گناہ تو نیک اعمال کی برکت سے دھل چکے ہوں گے، بڑے گناہ بھی خالص توبہ کی وجہ سے معاف ہو جائیں گے، اور جن گناہوں پر توبہ کی توفیق نہ مل سکی ہوگی ان کے بدلے میں یا تو سزا ملے گی یا نیکیاں کاٹ کر معاف کر دیا جائے گا، لیکن قتل مؤمن کا معاملہ ان سب سے مختلف ہے اور بالخصوص جب اتنا سنگین جرم کرنے کے بعد انسان الٹا خوش ہوتا پھرے اور اپنی اس کارستانی کو کارنامہ قرار دیتا ہے (گویا ندامت اور توبہ کے آثار اس کے قریب تک نہ ہوں، تو پھر ایسا قاتل اپنی قرار واقعی سزا پائے بغیر قطعاً نہ چھوٹ سکے گا، اور نہ ہی کوئی بڑی سے بڑی نیکی اس کے اس جرم کا فدیہ بن سکے گی، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ: ''جس نے کسی مؤمن کا قتل کیا اور اپنے اس فعل پر خوش ہوا اللہ تعالیٰ روز محشر دوران حساب اس جرم کے بدلے میں نہ کوئی فرض نیکی قبول کریں گے، اور نہ کوئی نفل نیکی اس جرم کا فدیہ بنے گی۔'' (ابوداؤد شریف)

اولاد کا قتل کرنا

ایک عام انسان کا قتل، معاہد اور ذمی کا قتل اور اس کے بعد مؤمن کا قتل یہ سب کے سب درجہ بدرجہ انتہائی سنگین جرم ہیں لیکن ان سب سے زیادہ قبیح، دل دوز اور دلخراش اقدام اپنی اولاد کا خود اپنے ہاتھوں قتل ہے، یہ جاہلانہ واحمقانہ حرکت انسان عام طور پر ہوس پرستی اور سیم وزر کی پوجا

کی وجہ سے کرتا ہے، قتل اولاد نہ صرف ایک انسان کا خون ہے، بلکہ اپنے عقیدے اور ایمان کا بھی قتل ہے، کیوں کہ قاتل ماں باپ کو یہ ڈر ستارہا ہوتا ہے کہ آنے والا کہیں ان کے لقمے میں شریک ہو کر بھوک وافلاس کا سبب نہ بن جائے، یہی فلسفہ معیشت انسان کو ازل سے آج تک قتل اولاد پر اکساتا رہا ہے، اللہ نے اس غلیظ حرکت سے روکتے ہوئے اور رزق کی ذمہ داری اپنے اوپر لیتے ہوئے فرمایا: ﴿ولا تقتلوا اولادکم خشیة املاق نحن نرزقکم وایاھم﴾ "اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی دیں گے۔"

دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ: ﴿ولا تقتلوا اولادکم خشیة املاق نحن نرزقھم وایاکم ان قتلھم کان خطأً کبیرا﴾ "اپنی اولاد کو افلاس کے اندیشے سے قتل نہ کرو، ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی اور حقیقت ان کا قتل ایک بڑی خطا ہے۔"

قرآن کریم نے قتل اولاد کا سبب نادانی و جہالت اور انجام کار بہت بڑا گھاٹا اور خسارہ قرار دیا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: یقیناً خسارہ میں پڑ گئے وہ لوگ جنہوں نے اپنی اولاد کو حماقت اور نادانی کی بنا پر قتل کیا۔"

واضح رہے کہ 'خ،س،ر' کے مادے سے قرآن کریم میں پینسٹھ الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور یہ انجام صرف انہی لوگوں کا ہے جو کافر و مشرک تھے یا باطل کے حامی و مددگار یا انتہائی فاسق وفاجر اور گندے کردار کے حامل، تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قتل اولاد اتنا سنگین جرم ہے کہ اس نے قاتلین اولاد کو اس قماش کے لوگوں میں شمار کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے بھی قتل اولاد کو "اکبر الکبائر اور اعظم الذنوب" قرار دیا ہے، اور بالخصوص جب قتل اولاد نظریہ تنگی رزق کی وجہ سے کیا جائے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا جرم کون سا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ: "(سب سے بڑا گناہ) یہ ہے کہ تو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک بنائے حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں: میں نے کہا: یہ تو یقیناً بہت بڑا جرم ہے، لیکن اس کے بعد کون سا جرم سب سے بڑا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ یہ ہے کہ تو اپنی اولاد کو اس ڈر سے قتل کرے کہ وہ تیرے ساتھ کھانے میں شریک ہوگی۔" (بخاری شریف)

قتل ہی کی ایک قسم خودکشی کرنا

یہ حقیقت ہے کہ دنیا جہان کی ہر نعمت انسان کی خدمت اور فائدے کے لیے ہے، اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود میں رہ کر ان سب سے فائدہ اٹھانا انسان کا حق ہے، لیکن کسی بھی چیز کے غلط استعمال کی اسے اجازت نہیں، کیونکہ انسان مالک مطلق نہیں بلکہ صرف اور صرف امین ہے، حتیٰ کہ وہ اپنی اس جان کا بھی مالک نہیں، جس کی وجہ سے اس کی زندگی کا عمل جاری ہے، اسی لیے غلط جگہ یا غلط طریقے سے جزو (یعنی کوئی صلاحیت یا وقت) یا کل خرچ نہیں کرسکتا، اگر وہ اپنی یہ زندگی خود اپنے ہاتھوں ختم کرنا چاہے تو جان کے خالق و مالک نے اسے اس کی اجازت نہیں دی ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ولا تقتلوا انفسکم ان اللّٰہ کان بکم رحیما﴾

''اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو، یقین مانو کہ اللہ تمہارے اوپر مہربان ہے۔''

دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿لا تلقوا بایدکم الی التھلکۃ﴾ ''اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈلو۔''

مرنے والے کے ساتھ عام طور پر رحم دلی اور ترس کا معاملہ کیا جاتا ہے اکثر اوقات مخالف اور دشمن بھی اس موقعے پر ترس کھا جاتا ہے، آپ ﷺ کی ذات گرامی کس قدر مشفق اور سراپا رحمت تھی کہ ہمیشہ اپنے دشمن کے لیے بھی دعائے ہدایت کی، اور جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح حکم نہیں آگیا کسی منافق کی نماز جنازہ پڑھانے سے بھی انکار نہیں فرمایا، مگر جناب رحمۃ للعالمین ﷺ نے خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ پڑھانے سے انکار کردیا تھا، حضرت جابر بن سمرۃؓ بیان کرتے ہیں کہ: ''نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک جنازہ لایا گیا جس نے تیز دھار ہتھیار سے اپنے آپ کو قتل کرلیا تھا، آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔'' (مسلم شریف)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''میں تو اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھوں گا۔'' (سنن نسائی)

تقریباً تقریباً تمام اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام وقت اور نیک لوگوں کو خودکشی کرنے والے کے جنازے میں شریک نہیں ہونا چاہیئے، البتہ عام لوگ اس کا جنازہ پڑھ کر دفن

کر دیں، تا کہ دوسروں کے لیے عبرت کا سامان ہو۔

یہ تو خودکشی کرنے والے کے لیے دنیا میں ''آخری اور الوداعی کاروائی'' آخرت میں اس کے ساتھ جو معاملہ ہوگا وہ ان احادیث سے صاف ظاہر ہے:

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''جس کسی نے پہاڑ سے گر کر خودکشی کر لی وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اسی طرح گرتا رہے گا، جس کسی نے زہر پی کر خودکشی کر لی زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا اور جہنم کی آگ میں وہ اسے ہمیشہ ہمیش پیتا رہے گا، اور جس نے دھاروالی چیز مار کر خودکشی کر لی، تو وہ دھاردار آلہ اس کے ہاتھ میں ہوگا، جس سے وہ جہنم کی آگ میں مسلسل اپنا پیٹ چاک کرتا رہے گا۔'' (بخاری شریف)

ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''جس نے گلے میں پھندا ڈال کر خودکشی کی وہ آگ میں بھی پھندے کے ذریعے خودکشی کرتا رہے گا، اور جس نے اپنے آپ کو نیزہ مار کر خودکشی کی وہ آگ میں بھی اسی نیزے سے اپنے آپ کو قتل کرتا رہے گا۔'' (بخاری شریف)

حضرت جندب بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''ایک آدمی کو زخم تھا، اس نے (تنگ آکر) خودکشی کر لی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس نے اپنی جان کے بارے میں مجھ سے آگے نکلنے کی کوشش کی ہے، لہٰذا میں نے اس پر جنت حرام کر دی۔'' (بخاری شریف)

اللہ ہم سب کو اور تمام مسلمانوں کو قتل انسان کی ہر شکل سے محفوظ و مامون رکھے اور صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عنایت فرماتا رہے آمین یارب العالمین۔ (بحوالہ کبیرہ گناہوں کی حقیقت)

قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے

قتل عمد کبیرہ گناہوں میں سے ایک گناہ ہے خواہ مسلمان کا قتل ہو یا ذمی کا، اسلام ہر کلمہ گو مسلمان کے خون کو دوسرے مسلمان کے لیے حرام قرار دیتا ہے، جو شخص ایمان قبول کر لے اس کے خون کو وہ حرمت حاصل ہو جاتی ہے جو حرمت ذوالحجہ کے مہینے کو عرفہ کے دن کو اور مکہ مکرمہ بلکہ کعبہ مشرفہ کو حاصل ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا پہلا اور آخری حج تھا، ذوالحجہ کا مہینہ، عرفہ کا دن اور عرفات کا میدان تھا،

انبیاء علیہم السلام کے بعد کائنات کے مقدس ترین انسانوں کا جم غفیر اسی تاریخی میدان میں چاروں طرف پھیلا ہوا گوش برآواز تھا اس جم غفیر کے بیچ میں رحمت دو عالم ﷺ نے ناقہ پر سوار یہاں پر اپنی زندگی کا آخری اور تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا: ''لوگو! یہ کونسا دن، کونسا مہینہ ہے؟ صحابہ نے خیال کیا کہ شاید آپ ان کے نام بدلنا چاہتے ہیں ورنہ ایک بدیہی چیز کے بارے میں سوال کرنے کا کیا مطلب! اسی لیے صحابہ نے عرض کیا ''اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں'' پھر آپ نے خود ہی فرمایا ''کیا آج یوم عرفہ نہیں؟ کیا یہ مکہ مکرمہ نہیں؟ کیا یہ ماہ ذوالحجہ نہیں؟ اس کے بعد جو اصل مقصود تھا وہ بیان فرمایا: ''سنو! اللہ نے تمہارا خون اور تمہارا مال اسی طرح محترم قرار دیا ہے جس طرح تمہارا یہ دن، یہ مہینہ اور یہ شہر محترم ہیں۔'' اس کے بعد قدسیوں کے مجمع سے سوال کیا ''کیا میں نے تم کو (اللہ کا دین) پہنچا دیا۔'' اپنے وقت کے بزرگ ترین اور رشک ملائکہ انسانوں پر مشتمل ہزاروں کا مجمع بیک زبان پکار اٹھا ''نعم ادیت ونصحت'' (ہاں آپ نے پہنچایا ہی نہیں پہنچانے کا حق ادا کر دیا) پھر آپ ﷺ کی انگشت مبارک آسمان کی جانب اٹھی اور آپ نے اپنے رب کو پکار کر تین بار فرمایا ''اللھم اشھد'' (اے اللہ گواہ رہنا) اس کے بعد آپ ﷺ دوبارہ مجمع کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''دیکھو میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ تم مسلمان ہو کر آپس میں ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔''

حضور اکرم ﷺ کے چہیتے صحابی اور آپ کے متبنیٰ حضرت زید بن حارثہؓ کے بیٹے حضرت اسامہؓ نے حضور ہی کے حکم سے جب قبیلہ جہینہ پر حملہ کیا تو ان میں سے ایک شخص نے ''لا الہ الا اللہ'' پڑھنا شروع کر دیا، حضرت اسامہ نے سمجھا کہ یہ شخص محض جان بچانے کے لیے کلمہ پڑھ رہا ہے (اور بظاہر تھا بھی ایسا ہی) اس لیے آپ نے اسے قتل کر دیا، جب لشکر مدینہ واپس آیا اور آنحضرت ﷺ کو سارے واقعہ کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا: ''کیا تم نے اسے لا الہ الا اللہ کہنے کے باوجود قتل کر دیا؟۔'' حضرت اسامہ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ تو جان بچانے کے لیے کلمہ پڑھ رہا تھا، آپ نے پھر فرمایا: ارے تم نے اس کی زبان سے لا الہ الا اللہ سننے کے باوجود قتل کر دیا؟'' اسامہ کہتے ہیں آپ نے یہ بات اتنی بار ارشاد فرمائی کہ میں تمنا کرنے لگا...... اے کاش! میں نے آج سے پہلے اسلام قبول نہ کیا ہوتا (یعنی کاش! یہ عمل مجھ سے قبول اسلام کے بعد نہیں بلکہ زمانہ کفر میں

صادر ہوا ہوتا) اگر یہ شخص مسلمان تھا بھی تو چند لمحوں کا مسلمان تھا، اس نے حال ہی میں اسلام قبول کیا تھا مگر چند لمحوں کے مسلمان کے قتل کو بھی آپ نے برداشت نہ فرمایا، اس سے ان لوگوں کی سنگدلی اور شقاوت کا اندازہ لگایئے جو ساٹھ اور ستر سال کے مسلمان کا خون بہانے سے بھی نہیں چونکتے بلکہ آج کل تو علماء حق کے قتل کا سلسلہ بھی زوروں پر ہے۔

حالانکہ انبیاء علیہم السلام اور صلحاء کو قتل کرنا، یہود جیسی لعنتی قوم کا شیوہ ہے، ابوداؤد کی ایک روایت میں سرور دو عالم ﷺ نے مؤمن کے قتل کو نا قابل معافی جرم قرار دیا ہے، حضرت ابودرداءؓ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ''امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر گناہ معاف فرما دے گا سوائے اس شخص کے جس کا حالت شرک میں انتقال ہوا یا وہ مسلمان جس نے دوسرے مسلمان کی جان بوجھ کر قتل کیا۔''

چونکہ یہ بات بھی آیات اور احادیث ہی سے ثابت ہے کہ ہر مسلمان کو بالآخر جنت میں جگہ مل بھی جائے گی خواہ وہ کتنا ہی گناہگار کیوں نہ ہو، اس لیے علماء نے مذکورہ بالا احادیث کے بارے میں پہلی بات تو یہ فرمائی ہے کہ مسلمان کے قاتل کو اللہ تعالیٰ اس وقت تک معاف نہیں فرمائیں گے جب تک کہ مقتول خود اپنے قاتل کو معاف نہ کر دے، دوسری بات یہ کہی گئی ہے کہ یہ وعیدیں ان لوگوں کے بارے میں ہیں جو کسی مسلمان کے قتل کو جائز سمجھتے ہیں، نسائی میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ کے نزدیک پوری دنیا کا ختم ہو جانا ایک مسلمان کے قتل کے مقابلے میں زیادہ آسان ہے۔

مسلمان کو قتل کرنا تو بہت بڑی بات ہے، مسلمان پر صرف ہتھیار اٹھانے والے کے بارے میں بھی ایسی شدید وعید آئی ہے کہ اسے سن کر ایک سچے مسلمان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے ہمارے اوپر ہتھیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

احادیث کے علاوہ قرآنی آیات کا مطالعہ کریں (جیسا کہ چند گزشتہ صفحات میں گزری) تو ان میں بھی مؤمن کے قتل کی شدید مذمت کی گئی ہے بلکہ جتنے سخت الفاظ مؤمن کے قاتل کے بارے میں استعمال کیے گئے ہیں شاید کسی بھی دوسرے گناہ کے مرتکب کے بارے میں استعمال نہیں کیے

گئے۔

سورہ نساء میں ہے۔ ”جو شخص مسلمان کو قصداً قتل کرے گا تو اس کی سزا دوزخ ہے، جس میں وہ ہمیشہ جلتا رہے گا، اللہ کا اس پر غضب ہوگا اور اس پر لعنت کرے گا اور ایسے شخص کے لیے اس نے بڑا سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔“

جیسے مسلمان کو قتل کرنا حرام ہے اسی طرح اس کے قتل میں اعانت کرنا، کسی کو اس پر آمادہ کرنا، یا جان پڑ جانے کے بعد اسقاط حمل کرنا یہ بھی ایک مسلمان کا قتل ہے اس لیے کہ ہر بچہ اسلام کی فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ (بحوالہ خواتین کا اسلام)

ہمیشہ کے لئے قتل سے توبہ کیجئے

اول تو قتل چھپتا نہیں کیونکہ اس کی سزا اسے دنیا میں مل جاتی ہے، اگر کسی کا گناہ چھپ ہی جائے تو یہ گناہ اسے جہنم میں لے جائے گا لہٰذا کسی مسلمان کو ناحق خون کرنا گناہ کبیرہ ہے، اسی لیے قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ جو کوئی جان بوجھ کر مسلمان کو قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے ہمیشہ اس میں رہے گا اور اس نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لئے بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے ایک مقام پر ارشاد ہوا کہ اس نفس کو قتل نہ کرو جس کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی جان کو محترم قرار دیا ہے اور اسے صرف اس صورت میں ختم کیا جا سکتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ہلاک کرنے کی اجازت دی ہے یعنی جہاد میں۔

پھر ارشاد ہوا کہ جس شخص نے کسی کو خون کے بدلے میں یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے ناحق قتل کیا تو اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی کو زندگی بخشی اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی، اس سے معلوم ہوا کہ اگر ایک شخص کسی کو ناحق قتل کرتا ہے تو وہ دراصل انسانی جان کے احترام اور جذبہ ہمدردی کو ختم کرتا ہے اور یہ جذبہ ہمدردی ختم کرنا نوع انسانی کے قتل کے مترادف ہے، اسی طرح اگر کوئی ایک شخص کی جان بچاتا ہے تو وہ احترام جان اور انسانی ہمدردی کے جذبہ کو زندہ کرتا ہے اور یہ پوری انسانیت کی حیات و بقا کے مترادف ہے اور اسی فلسفہ حیات کے تحت انسانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اپنی اولاد کو مفلسی کے باعث قتل نہ کرو، ہم تمہیں اور

انہیں رزق دیتے ہیں پھر ایک جگہ ارشاد ہوا ہے کہ اپنی جان کو قتل نہ کرو بے شک اللہ مہربان ہے یعنی خودکشی کی ممانعت کی گئی ہے۔

آخرت میں اس جرم کی سزا کے بارے میں رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ اگر تمام زمین وآسمان والے ایک مسلمان کا خون کرنے میں شریک ہو جائیں تو اللہ ان سب کو منہ کے بل اوندھا کر کے جہنم میں ڈال دے گا، پھر فرمایا کہ ہر گناہ کے بارے میں امید ہے کہ اللہ بخش دے گا لیکن شرک کی حالت میں مرنے والے اور کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرنے والے کو نہیں بخشے گا۔

اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات اور نبی اکرم ﷺ کے فرمودات سے معلوم ہوا کہ قتل گناہ کبیرہ ہے، اور اس کی دو صورتیں ہیں، ایک بغیر ارادہ کے قتل ہے، اور دوسرا عمداً قتل ہے، ان دونوں صورتوں میں توبہ کی نیت یہ ہے: بغیر ارادہ کے قتل کی توبہ یہ ہے کہ مقتول کے ورثاء کو خون بہا ادا کیا جائے اور عمداً قتل میں قصاص کے بغیر جرم کی تلافی ناممکن ہے، اگر ورثاء قصاص سے دستبردار ہو جائیں اور قاتل کو معاف کر دیں تو قصاص ساقط ہو جائے گا اور آخرت میں سزا نہ ہوگی اگر قاتل قصاص یا معافی سے قتل کے جرم کی تلافی نہ کرے گا تو اس کے بارے میں وعید ہے کہ جو کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے گا اس کی سزا دوزخ ہے وہ ہمیشہ اسی میں رہے گا اور اس کا اس پر غضب ہوگا، اس پر لعنت ہے اور اللہ نے اس کے لئے بڑا بھاری عذاب تیار کر رکھا ہے۔

قاتل کو اگر دنیا میں اسلامی قانون کے مطابق سزا مل جائے تو پھر آخرت میں اس کو سزا نہ ہوگی کیونکہ اس نے اپنے کیے کی سزا دنیا ہی میں بھگت لی۔

حضور ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک شخص تھا جس نے ننانوے قتل کیے تھے، اس نے دنیا کے سب سے بڑے عالم کے متعلق پوچھ گچھ کی، تو لوگوں نے اسے ایک راہب کا پتہ دیا، چنانچہ وہ راہب کے پاس آیا اور اسے کہا کہ میں نے ننانوے قتل کیے ہیں، کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ راہب بولا نہیں، اور اس آدمی نے راہب کو بھی قتل کر کے سو قتل پورے کر لیے، پھر اس نے دوبارہ دنیا کے سب سے بڑے عالم کی تلاش شروع کی تو اسے ایک عالم کا پتہ بتایا گیا، وہ عالم کے پاس گیا اور کہا کہ اس نے سو (۱۰۰) قتل کیے ہیں، اس کے لیے توبہ ممکن ہے؟ عالم نے کہا ہاں! تیرے اور تیری توبہ کے درمیان کون حائل ہو سکتا ہے، فلاں فلاں جگہ جاؤ، وہاں اللہ تعالیٰ کے

نیک، عبادت گزار لوگ رہتے ہیں تم بھی وہیں جا کر ان کے ساتھ عبادت کرو اور پھر اپنے وطن واپس نہ ہونا کیونکہ یہ بہت بری جگہ ہے۔

چنانچہ وہ چل پڑا جب وہ آدھے راستے میں پہنچا تو اسے موت آگئی، لہٰذا اس کے متعلق رحمت اور عذاب کے فرشتوں کا آپس میں جھگڑا ہو گیا، رحمت کے فرشتوں نے کہا یہ تائب ہو کر اپنا دل رحمت خداوندی سے لگائے آرہا تھا، عذاب کے فرشتوں نے کہا اس نے کبھی کوئی نیکی نہیں کی، تب ان کے پاس آدمی کی شکل میں ایک فرشتہ آیا جسے انہوں نے اپنا حاکم تسلیم کر لیا، اس فرشتہ نے کہا تم زمین ناپ لو، وہ جس بستی کے قریب تھا وہ انہی میں شمار ہوگا، چنانچہ انہوں نے زمین ناپی اور وہ نیکوں کی بستی کے قریب نکلا لہٰذا اسے رحمت کے فرشتے لے گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ وہ ایک بالشت نیکوں کی بستی سے قریب تھا لہٰذا اسے بھی نیکوں میں سپرد کر دیا گیا، دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بروں کی بستی کی زمین کی طرف وحی فرمائی، اس سے کہا دور ہو جا اور نیکوں کی بستی کی زمین سے کہا تو قریب ہو جا اور فرمایا ان بستیوں کا فاصلہ ناپو، تو فرشتوں نے اسے ایک بالشت نیکوں کی بستی سے قریب پایا اور اسے بخش دیا گیا (مسلم)

(بحوالہ اللہ میری توبہ)

قاتلوں اور ظالموں کے عبرتناک واقعات

اسلام ایک کامل اور اکمل ضابطہ خداوندی ہے، اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کی پیدائش سے لے کر موت تک تمام احوال بیان فرمائے، اور ہر شعبۂ زندگی کو احسن طریقے پر گزارنے کے واضح طور طریقے بیان فرمائے، زندگی کا کوئی پہلو بھی ایسا نہیں جس کو اسلام نے واضح نہ کیا ہو۔

اللہ عز وجل نے جہاں اسلام کو پھیلانے والے اور اسلام کی دعوت کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچانے والے برگزیدہ لوگ پیدا فرمائے، تو دوسری طرف اس کی حفاظت کرنے والے جوان مرد اور باہمت جانثار و سرفروش بھی پیدا فرمائے، تمام ادیان میں محبوب اور اکمل دین اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں خود اللہ وحدہ لاشریک نے بیان فرمایا: ﴿ان الدین عنداللہ الاسلام﴾ ''اللہ کے نزدیک دین (صرف) اسلام ہے۔''

اللہ کو دین اسلام کتنا محبوب ہے اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے سب سے افضل اور برگزیدہ بندوں انبیاءؑ کا تو مشقت میں اور طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا ہونا برداشت کیا، لیکن اپنے دین کا مٹنا برداشت نہیں کیا، یہاں تک کہ اپنے پیارے محبوب بندے سید المرسلین، خاتم النبیین، سرکار دو عالم، فخر مجسم حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ ﷺ کا وادی طائف میں پتھر کھا کر لہولہان ہونا تو برداشت کیا، لیکن اپنے دین پر ذرہ برابر بھی آنچ نہیں آنے دی، اس سے واضح طور پر یہ بات معلوم ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسلام ہی محبوب و افضل ترین مذہب ہے تو جو شخص یا جو قوم، چاہے وہ کفار میں سے ہو یا نام نہاد مسلمانوں میں سے، اسلام کو مٹانے کی سازش کرے گا یا اسلام کے خلاف کسی قسم کا پروپیگنڈہ کرے گا تو اس کا انجام سوائے دائمی ہلاکت کے کچھ نہیں ہوگا اور یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

اسی طرح ہمارے سامنے پچھلی قوموں کے واقعات شاہد ہیں کہ ان کو کس طرح اللہ تعالیٰ نے بوجہ نافرمانی اور سرکشی کے صفحہ ہستی سے مٹا دیا اور ایسا مٹایا کہ ان کا نام و نشان بھی نہیں ملتا۔ پچھلی قوموں کو تو چھوڑیں عصر حاضر پر بھی نظریں دوڑائیں تو آپ کو یقین ہو جائے گا کہ واقعی اسلام دشمنی کا انجام ہلاکت اور رسوائی ہے۔ افغانستان میں ہونے والی جنگ جو طالبان اور شمالی اتحاد کے مابین عرصہ دراز تک جاری رہی اور اب بھی جاری ہے اور اس جنگ میں طالبان کا ۹۰ فیصد علاقے پر اسلام کا پرچم لہرانا اور شمالی اتحاد کا پسپا ہوتے چلے جانا، پھر ان کا ذلت و خواری کا شکار ہو کر مردار کی موت مرنا اظہر من الشمس ہے۔

انہی نام نہاد مسلمانوں کی ذلت و رسوائی کا واقعہ جنہیں آج شمالی اتحاد کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، جو ایک شخص کا آنکھوں دیکھا ہے اور وہ شخص خود بھی شمالی اتحاد کا حامی ہے، جس نے خود اپنی آپ بیتی زبان سے بیان کی ہے، کہ ایک مرتبہ یہی شمالی اتحاد کا حامی شخص پشاور میں کسی گاڑی میں سفر کر رہا تھا کہ ایک دوسرا شخص جو اس کے ساتھ سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا، اس نے اس سے افغانستان کے حالات کے بارے میں دریافت کیا کہ وہاں کے حالات کیسے ہیں؟ تو اس نے جواب میں کہا کہ: ''ایک مرتبہ حال ہی میں طالبان اور شمالی اتحاد کے مابین معرکہ ہوا، جس میں تقریباً شمالی اتحاد کے چودہ پندرہ افراد مارے گئے، ان میں میرا بیٹا اور داماد بھی مارا گیا، جب مجھے ان کے بارے میں

اطلاع ملی تو میں فوراً وہاں گیا اور دیکھا کہ کچھ لاشیں پڑی ہیں، ان میں میں نے اپنے بیٹے اور داماد کی لاش بھی دیکھی، میں نے دل میں کہا کہ ان کو کس طرح یہاں سے اٹھا کر گھر لے جاؤں، پہلے بیٹے کی لاش کو لے کر جاؤں اور پھر داماد کی لاش کو اٹھاؤں گا، چنانچہ میں نے اپنے بیٹے کی لاش کو اٹھانے کی کوشش کی اور اس کو اپنے کاندھے پر ڈال دیا۔

جیسے ہی لے کر چلا تو اس لاش نے میرے کاندھے پر زور سے کاٹا، جس کی وجہ سے میں نے اس کو نیچے اتار دیا کہ شاید یہ زندہ ہے، لیکن جب اچھی طرح چیک کیا تو وہ مردہ تھا۔ پھر اس کے بعد میں نے اس لاش کو دوبارہ اٹھالیا، پھر اس لاش نے مجھے زور سے کاٹا تو میں نے اس کو زمین پر پھینک دیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ تمام مردہ لاشیں جو زمین پر پڑی ہوئی تھیں وہ سب زندہ ہو کر کھڑی ہوگئیں اور ان کے ہاتھ پاؤں مڑ گئے اور ان سب کے پیچھے دم نکل آئی، وہ سب ایک دوسرے کو کاٹنے لگے اور جانوروں کی طرح بھاگنے لگے، یہ لوگ انسانی شکل میں حیوان نظر آرہے تھے قریب ہی ایک مکان جو امریکی بمباری سے تباہ ہو چکا تھا، وہاں کے لوگوں نے ان کتے نما انسانوں کو اس مکان میں بند کر دیا۔''

یہ واقعہ اس شخص نے خود سنایا جس کا بیٹا اور داماد ان کتے نما انسانون کے ساتھ چوپایا بن چکے تھے، اس کے علاوہ اور بھی اس قسم کے واقعات مختلف جگہوں میں رونما ہو رہے ہیں، اوز ایک خبر جو گزشتہ چند دن پہلے اخبارات میں شائع ہوئی تھی کہ افغانستان میں ایسی وباء پھیلتی جارہی ہے کہ جس سے زندہ انسانوں کی شکل بگڑ کر جانوروں کی طرح ہو جاتی ہے، اس قسم کے عبرتناک حالات محض اسلام دشمنی کا نتیجہ ہیں، اور اللہ کے شیروں کو ناحق قتل کرنے اور ان کو قید کر کے ان پر ظلم وتشدد کا نتیجہ ہے، اگر کوئی ان واقعات سے بھی عبرت حاصل نہ کرے تو اس کی بدنصیبی اور بدبختی ہے، اسلام سے دشمنی کرنے والوں کا ایسا ہی بلکہ اس سے بھی بدتر انجام ہونا چاہیے تا کہ لوگوں کو پتہ چلے کہ کون حق پر ہے اور کون باطل کی حمایت میں مصروف ہے؟ ورنہ کم فہم اور دین سے عاری مسلمان یہ کہتے ہیں کہ تم شمالی اتحاد سے کیوں جہاد کرتے ہو وہ تو مسلمان ہیں۔

تو اس کا جواب سوائے اس کے کوئی نہیں کہ وہ اگر مسلمان ہوتے تو اسلام کے خلاف دیوار نہ بنتے اور ان کا مرنے کے بعد یہ انجام نہ ہوتا۔ لہٰذا اگر اللہ کے عذاب سے بچنا چاہتے ہو تو اسلام

دشمنی چھوڑ دو، ورنہ یہ دنیا تو عذاب ہے، آخرت میں جو عذاب ہوگا وہ کسی کے وہم وگمان میں نہیں اور اگر اسی حال میں مر گئے تو قیامت کے دن مخالفین اسلام کے ساتھ اٹھائے جاؤ گے، تم جتنی بھی مخالفت کرلو، پھر بھی اسلام کی شمع کو نہیں بجھا سکتے، یہ تو آندھیوں میں بھی روشن رہے گی، انشاء اللہ۔

ان چراغوں کو تو جلنا ہے ہوا کیسی بھی ہو

ان پھولوں کو تو کھلنا ہے خزاں جیسی بھی ہو (از مولانا شمشاد احمد انصاری)

واقعہ ۲۔ ایک شخص نے واقعہ لکھا کہ میرے ایک دوست شوگر کے مریض تھے اور اپنے علاقے کے بڑے زمیندار تھے، میرے ہاں داخل ہوئے، ان کی حالت خراب ہوگئی اور سکرات کی حالت شروع ہوگئی، نزع کے وقت جو میں نے عجیب چیز دیکھی وہ یہ کہ وقفے وقفے سے وہ ہاتھ اور پاؤں اکٹھے کرلیتے، جیسے کوئی ان کو مار رہا ہو اور وہ اپنے بچاؤ کی کوشش کررہا ہو، جونہی موت کا وقت قریب آیا، ان کی دونوں آنکھیں باہر نکلنا شروع ہوگئیں اور آنکھ کے ڈھیلے باہر آنا شروع ہوگئے اور شکل بہت ڈراؤنی ہوگئی، اسی حالت میں وہ مالک کو جا ملے۔

چند دنوں بعد میں نے اس بات کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ جب وہ تندرست تھے تو ایک آدمی ان کی زمین سے گزر رہا تھا، اس آدمی کو صرف زمین سے بغیر اجازت گزرنے پر بندوق مار کر زخمی کردیا اور وہ تڑپ تڑپ کر مر گیا اور مرتے وقت اس کی آنکھیں باہر نکل آئیں، غالباً یہ عذاب اس بے گناہ کو قتل کرنے کی سزا تھی۔

واقعہ ۳۔ یہ واقعہ کراچی کے جناب رشید الدین احمد صاحب نے لکھ کر بھیجا ہے وہ لکھتے ہیں: حیدر آباد (دکن) پولیس کے ایک افسر بڑے ماہر تفتیشی شمار ہوتے تھے، وہ ملزموں سے اقرار جرم کرانے کے لیے بہت مشہور تھے، وہ ایک گول ڈنڈے پر سرخ مرچ کا لیپ کرا سے ملزم کے خفیہ مقام میں داخل کردیتے جس کے بعد وہ کردہ وناکردہ جرائم کا اقرار کرلیتا تھا۔

وقت گزرتا گیا، یہاں تک کہ وہ اپنی مدت ملازمت پوری کرکے ریٹائر ہوگئے، عمر ڈھلنے کے ساتھ ساتھ صحت بھی ڈھلتی گئی، یہاں تک بیماریوں نے انہیں آگھیرا۔ مختلف شکایات کے علاوہ ایک تکلیف انہیں بہت تنگ کرنے لگی، ان کے مقعد میں ورم وسوزش کی شکایت ہوگئی، درد جلن کے مارے انہیں کسی پل چین نہ آتا تھا، لیٹتے یا بیٹھتے تو درد کی شدت ناقابل برداشت ہوجاتی، تمام علاج

بے کار ثابت ہوئے، نیند کی نعمت بھی گئی، صرف کھڑے رہنے سے آرام ملتا تھا۔

بالآخر چھت کی دو کڑیوں سے دو رسیاں باندھ دی گئیں، ان کے دونوں ہاتھ ان رسیوں سے بندھے رہتے اور وہ اسی طرح لٹکے لٹکے نیند کی جھپکی لے لیتے۔ اسی حالت میں بالآخر اس سوزش نہانی سے ان کا انتقال ہو گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی لاٹھی بے آواز ہے، اللہ آدمی کو ایک وقت تک اس کے اعمال پر ڈھیل دیتا رہتا ہے، لیکن آدمی یہ سمجھتا ہے کہ وہ بالکل بااختیار اور آزاد ہے، پھر جلدی یا دیر میں ایک وقت ایسا آتا ہے کہ آدمی کے گناہوں اور مظالم کے باعث آزادی واختیار کی ڈھیل ختم ہو جاتی ہے، اس وقت اللہ تعالیٰ اس بندے کو سزا دینا شروع کرتے ہیں، یہ سزا دنیا میں بھی ملتی ہے اور آخرت میں بھی۔ درج بالا واقعہ اسی دنیاوی سزا کی ایک شہادت ہے۔

واقعہ ۴۔ عبداللہ نامی ایک شخص اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی قوم کی ایک جماعت کے ہمراہ دریائی سفر پر گیا، دریا سے گزرنے کے بعد ایک گاؤں میں پہنچے تو پانی کی ضرورت لاحق ہوئی، میں پانی کی تلاش میں نکلا، مجھے ایک جگہ کئی دروازے نظر آئے، وہ بند تھے، لیکن ہوا آتی جاتی تھی، میں نے دروازے پر آواز دی، لیکن اندر سے کوئی جواب نہ آیا، اس وقت اچانک دو سوار سفید کمبل پر بیٹھے ہوئے وارد ہوئے، انہوں نے مجھ سے کہا "اے عبداللہ! تو اس راستے پر چل، آگے ایک حوض ملے گا، اس سے پانی لے لینا، اور دیکھنا وہاں جو واقعہ پیش آئے اس سے ذرا بھی نہ ڈرنا۔"

میں نے ان سواروں سے بند دروازوں کا حال دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ "ان میں مردوں کی روحیں ہیں" پھر میں آگے بڑھا اور حوض کے قریب پہنچا، میں نے وہاں دیکھا کہ ایک آدمی منہ کے بل لٹکا ہوا ہے، وہ پانی کے لیے لپکتا تھا، مگر پانی تک اس کا ہاتھ نہیں پہنچتا تھا، مجھے دیکھ کر اس نے آواز دی کہ "اے اللہ کے بندے مجھے پانی پلا دے۔"

میں نے اپنا پیالہ بھر کر اس کو پانی پلانا چاہا تو میرا ہاتھ جہاں تھا وہیں رک گیا اور میں اس کے قریب نہ پہنچ سکا، پھر اس نے کہا کہ "اچھا اپنی پگڑی کو پانی میں بھگو کر میرے پاس پھینک دے تاکہ اس کو نچوڑ کر پی لوں۔ میں نے اپنی پگڑی بھگوئی مگر اچانک میرا ہاتھ رک گیا اور اٹھ نہ سکا۔

میں نے اس شخص سے کہا کہ "اے اللہ کے بندے، میں تجھ کو پانی پلانے کے ہر ترکیب

میں بے بس رہا، میرا ہاتھ رک گیا، تو کون شخص ہے کہ تجھ کو پانی پلانا اللہ کو منظور نہیں ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ”میں آدم کا بیٹا قابیل ہوں، میں پہلا شخص ہوں جس نے زمین پر ناحق خون کیا۔“

(ابن ابی دنیا)

ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جہنم میں لے جانے والے اس عمل یعنی قتل کرنے سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یا رب العالمین۔
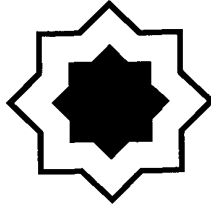
جہنم میں لے جانے والا بیسواں عمل

گناہوں کا ارتکاب کرنا

اللہ تعالیٰ نے دین کے احکام وقوانین اس لئے نازل فرمائے ہیں تاکہ ان کی پابندی کی جائے، اوران سے بال برابر ادھر ادھر نہ ہوا جائے۔ انسان بہر حال کمزوریوں، کوتاہیوں اور لغزشوں کا مجموعہ ہے، اس لیے اس سے بھول چوک، غلطی یا نادانی ہو ہی جاتی ہے نتیجۃً وہ صراط مستقیم سے بھٹک جاتا ہے اسی غلطی اور نادانی کا نام ''گناہ'' ہے۔

اگر یہ غلطی معمولی نوعیت کی ہو تو اسے ''گناہ صغیرہ'' کہتے ہیں اور اگر یہ غلطی غیر معمولی اور اہم قسم کی ہو مثلاً کسی کی حق تلفی (حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد) خدائی احکام کی نافرمانی یا ان تعلقات اور رشتہ داریوں کو توڑنے یا خراب کرنے کی شکل میں ہو جن پر انسانی زندگی کا امن اور قرار منحصر ہے تو اسے ''گناہ کبیرہ'' کہتے ہیں۔

اہل علم نے گناہ کبیرہ کی پہچان ان الفاظ میں بیان کی ہے ''ہر وہ کام گناہ کبیرہ میں شامل ہے جس کے مرتکب کے لیے:

ا۔ دنیا میں کوئی حد یا تعزیر مقرر کی گئی ہو، مثلاً چوری کرنا، زنا کرنا، زنا کی تہمت لگانا قتل کرنا، زمین میں فتنہ فساد برپا کرنا۔

ب۔ یا آخرت میں اس کے لیے سزا کی وعید ہو۔ مثلاً مرتد ہو جانا، نفاق والی زندگی گزارنا، اللہ کے ساتھ شرک کرنا، رسولوں کا مذاق اڑانا،

ج۔ یا اس گناہ کے نتیجہ میں خاتمہ ایمان کی اطلاع دی گئی ہو، مثلاً امانت میں خیانت کرنا، بدعہدی کرنا، نماز ترک کرنا،

د۔ یا گناہ کرنے والے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یا رسول اللہ ﷺ کی طرف سے

بے تعلقی کا اعلان ہو، مثلاً دھوکہ دینا، معرکے سے فرار ہونا،

ھ۔یا کتاب وسنت نے واضح الفاظ میں اسے امت مسلمہ سے خارج قرار دیا ہو۔مثلاً شرک کرنا غیر اللہ کے نام پر نذر ونیاز دینا۔

و۔یا اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ نے اس پر لعنت کی ہو، مثلاً غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا، والدین کو برا بھلا کہنا،

ز۔یا اس پر اللہ کے غصے اور غضب کا اعلان کیا گیا ہو، مثلاً کچھ کیے کرائے بغیر ڈینگیں مارنا، بڑھاپے میں زنا کرنا، بادشاہ ہوتے ہوئے جھوٹ بولنا،

ح۔یا کتاب وسنت میں ایسے کام کے مرتکب کو فاسق قرار دیا گیا ہو۔ مثلاً غیر شرعی احکام نافذ کرنا، جھوٹی گواہی دینا،

ط۔یا کتاب وسنت کی نص صریح نے اس کام کو ''حرام'' قرار دیا ہو، مثلاً مردار کھانا، خنزیر کھانا، خون پینا،

ی۔ہر گناہ صغیرہ، گناہ کبیرہ بن جاتا ہے جب وہ دین کے استخفاف یا اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں استکبار کے جذبے سے کیا جائے، اسی طرح اگر کوئی گناہ صغیرہ مسلسل کیا جائے تو گناہ کبیرہ کے زمرے میں شامل ہو جاتا ہے، یہ بات حضرت ابن عباسؓ کے درج ذیل قول سے ثابت ہے:

﴿لا کبیرۃ مع الاستغفار ولا صغیرۃ مع الاصرار﴾

''استغفار کرنے سے بڑا کوئی گناہ بھی باقی نہیں رہتا۔اور مسلسل کرتے رہنے سے صغیرہ گناہ بھی کبیرہ بن جاتا ہے۔''

دل پر گناہوں کے اثرات

انسانی جسم کا اہم ترین جزو دل ہے، اگر یہ زندہ ہے تو انسان زندہ ہے اور اگر یہ مر گیا تو انسان بھی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا، عین اسی طرح انسان کی اصلاح اور بگاڑ کا دارومدار بھی دل پر ہے، اگر دل صحیح ہے تو انسان کا سارا کردار، اس کے اعمال اور اس کی ساری جدوجہد صحیح راستے کی

طرف ہوگی اور اگر دل میں بگاڑ پیدا ہو گیا تو سارے کا سارا انسان اور اس کا کردار بگڑ گیا، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ اور انسان کو نیت کے مطابق ہی پھل ملے گا۔'' (بخاری)

ایک دوسرے موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''یاد رکھو! جسم میں ایک ٹکڑا ہے، اگر یہ ٹھیک رہا تو سارا جسم ٹھیک ہے اور اگر یہ بگڑ گیا تو سارا جسم بگڑ جائے گا، توجہ سے سن لو: اس ٹکڑے کا نام ہے دل۔ (بخاری)

اگر دل میں جذبہ اطاعت کے ساتھ خلوص واخلاص ہو، ریاکاری نہ ہو، کوئی دنیوی غرض نہ ہو تو ہر نیک کام باعث اجر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا اجر دس گنا سے ستر گنا بلکہ سات سو گنا تک اور اس سے بھی زیادہ بڑھتا رہتا ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ''آدم زاد کی ہر نیکی دس گنا سے لے کر سات گنا تک بڑھادی جاتی ہے۔'' (مسلم شریف)

دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک کا فرق خلوص واخلاص اور صدق اطاعت کے تناسب سے ہے، ایسا ہرگز نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں کوئی اتار چڑھاؤ آتا رہتا ہو یا اللہ تعالیٰ کے ہاں عطاء وعنایت کی تقسیم غیر منصفانہ بنیاد پر ہو، نیز اگر نیک کام کرتے وقت کوئی دنیوی لالچ، دکھلاوا، یا شہرت وناموری کا خیال آجائے تو نہ صرف بڑی سے بڑی نیکی ضائع ہو جاتی ہے بلکہ روز قیامت الٹے وبال جان بن جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے اخروی نجات کے لیے سب سے اہم شرط دل کی پاکیزگی کو قرار دیا ہے فرمایا: ﴿یوم لا ینفع مال و لا بنون، الا من اتی اللّٰہ بقلب سلیم﴾

''اس دن نہ مال کوئی فائدہ دے گا اور نہ اولاد، بجز اس کے کہ کوئی شخص قلب سلیم لیے ہوئے اللہ کے حضور پیش ہو۔''

جب انسان کی اصلاح یا بگاڑ، اعمال صالحہ کے قبول یا عدم قبول، اور اخروی نجات یا عذاب، کا معاملہ اصلاً دل پر منحصر ہے تو سب سے پہلے دیکھا جانا چاہیے کہ برے کاموں کا انسان کے دل پر کیا اثر ہوتا ہے، تاکہ معلوم ہو سکے کہ برے کام انسان کی اصلاح یا بگاڑ اور اخروی حساب پر کس قدر اثر انداز ہوتے ہیں۔

ا۔ ہر مسلمان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور محبت موجود ہوتی ہے، البتہ گناہ کرنے سے یہ عظمت و محبت رفتہ رفتہ ختم ہوتی چلی جاتی ہے، کیونکہ یہ تو ممکن ہی نہیں کہ اللہ کا خوف بھی انسان کے دل میں رہے اور پھر وہ گناہ بھی کرے۔

۲۔ کبھی کبھار گناہ کرنے کی شکل میں انسان کے دل میں ندامت و شرمندگی اور حیا کا خفیہ جذبہ بیدار ہوتا جاتا ہے، لہٰذا وہ غلطی کر کے پچھتاتا بھی ہے، بالآخر اسے توبہ کی توفیق مل جاتی ہے، لیکن مستقل گناہوں کا عادی ان پاکیزہ جذبات سے بالکل خالی ہوتا چلا جاتا ہے، چنانچہ گناہ کرنے کے باوجود اسے نہ کوئی ندامت ہوتی ہے اور نہ شرمندگی، بلکہ الٹا وہ اس پر فخر محسوس کرنے لگتا ہے اور محفلوں میں اس کا چرچا کرتا ہے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ:

''میری امت کے ہر فرد کو عافیت مل جائے گی، سوائے اعلانیہ گناہ کرنے والے کے، اور علی الاعلان گناہ کرنے کی ایک شکل یہ ہے کہ کوئی انسان رات کی تاریکی میں کوئی کام کرے، پھر اس حالت میں صبح کرے کہ اللہ تعالیٰ نے تو اس کی پردہ پوشی کر رکھی ہو، لیکن از خود کہے کہ آج رات میں نے فلاں فلاں کام کیے۔'' (بخاری شریف)

۳۔ مسلسل گناہ کرنا اور کرتے ہی رہنا دل میں ٹیڑھ اور کجی پیدا کر دیتا ہے، اس ٹیڑھ اور کجی سے مراد یہ نہیں ہے کہ وہ گوشت پوست کا ٹکڑا جو انسان کے اندر ہر دم حرکت میں رہتا ہے اس میں کوئی مادی خرابی آجاتی ہے، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ انسان کی سوچ، سمجھ اور اس کی توجہ کا رخ ٹیڑھا ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

''پھر جب انہوں نے ٹیڑھ اختیار کی تو اللہ نے بھی ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے، اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔'' (سورۃ صف)

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: ''اور یہ حقیقت ہے کہ بہت سے جن اور انسان ایسے ہیں جن کو ہم نے جہنم ہی کے لیے پیدا کیا ہے ان کے پاس دل ہیں، مگر وہ ان سے سوچتے نہیں۔ ان کے پاس آنکھیں ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں، ان کے پاس کان ہیں، مگر انسے سنتے نہیں، وہ جانوروں کی طرح ہیں، بلکہ ان سے بھی زیادہ گئے گزرے، یہ وہ لوگ ہیں جو غفلت مین کھوئے ہوتے ہیں۔'' (سورۃ اعراف)

۴۔ محض لفظوں کو پڑھ لینے یا ان کا مفہوم سمجھ لینے کا نام علم نہیں ہے، بلکہ علم صحیح کی پہچان یہ ہے کہ وہ انسان کو حقیقت کی راہ دکھائے اور گمراہیوں سے بچانے کا ذریعہ بنے، گناہوں کا رسیا انسان خواہ کتنے ہی لفظ پڑھ لیتا ہو اور اس کے معانی میں کتنے ہی لطیف اور باریک نکتے بیان یا ایجاد کر سکتا ہو، وہ علم کی برکت اور اس کے نور سے ہمیشہ محروم رہتا ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حصول علم کے لیے تقویٰ کی شرط لگائی ہے، فرمایا: ﴿واتقوا اللّٰہ ویعلمکم اللّٰہ﴾ ''اور اللہ سے ڈرتے رہو! اللہ تعالیٰ تم کو حقائق کا علم دیتا رہے گا۔''

حضرت امام شافعیؒ، امام مالکؒ کے پاس حصول علم کے لیے آئے حضرت امام شافعی کا حافظہ اور سوجھ دیکھ کر امام مالکؒ کو بہت خوشی ہوئی، انہوں نے حضرت امام شافعیؒ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ''مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے دل کو منور کیا ہوا ہے، گناہوں کی تاریکی میں پڑ کر اس نور کو ضائع نہ کر لینا۔

امام شافعیؒ کے درج ذیل دو شعر تو ہر طالب حق اور طالب علم کو ہمیشہ یاد رہنے چاہئیں:

شکوت الی وکیع سوء حفظی　　فارشدنی الی ترک المعاصی
واخبرنی بان العلم نور　　ونور اللّٰہ لا یعطی لعاصی

''میں نے اپنے استاد وکیعؒ سے حافظہ کے کمزور ہونے کی شکایت کی، انہوں نے مجھے گناہ چھوڑ دینے کی ہدایت کی، اور ساتھ ہی یہ بھی سمجھایا کہ علم اللہ کا نور ہے، اور اللہ کا نور غلط لوگوں کو عطا نہیں کیا جاتا۔''

۵۔ ظاہر بین انسان سمجھتا ہے کہ سکون اور آرام مال ودولت اور آسائش دنیا میں ہے، حالانکہ اصل سکون اور چین صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کی اطاعت میں ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ: ﴿الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب﴾ ''آگاہ رہو کہ اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو سکون نصیب ہوتا ہے۔''

احکام الٰہی سے منہ موڑنے والے آدمی کو یہ سکھ چین کبھی نصیب نہیں ہو سکتا، خواہ وہ کروڑ پتی ہو جائے یا دنیا کی کتنی ہی نعمتیں اس کے پاس مہیا ہوں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

''اور جو میرے ذکر سے منہ موڑے گا اس کے لیے دنیا میں تنگ زندگی ہوگی، اور قیامت

کے روز ہم اسے اندھا اٹھائیں گے۔" (سورۃ طٰہٰ)

۶۔گناہوں اور بدکاریوں میں مستقل ملوث رہنے کی وجہ سے انسان کے دل سے گناہ کا احساس اور اس کی کراہیت ہی ختم ہو جاتی ہے، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ:

"مؤمن اپنے گناہوں کو اس انداز سے دیکھ رہا ہوتا ہے گویا کہ وہ کسی پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہے اور اسے اندیشہ ہے کہ یہ پہاڑ اس کے اوپر گر نہ جائے، اور فاسق وفاجر آدمی کے نزدیک گناہوں کا معاملہ ایسے ہے جیسے کوئی مکھی اس کی ناک پر بیٹھی اور اس نے ہاتھ کے اشارے سے اسے اڑا دیا۔" (بخاری شریف)

۷۔ایمان کامل کا تقاضا ہے کہ انسان نہ صرف خود برائیوں سے دور رہے بلکہ دوسروں کو بھی حسب توفیق برائیوں سے روکتا رہے، اور اگر روک نہیں سکتا تو کم از کم اسے دل میں برا ضرور سمجھے اور یہ ایمان کا کم از کم تقاضا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

"تم میں سے جو کوئی برائی دیکھے وہ اسے بزور بازو بدل دے، اگر ایسا نہیں کر سکتا تو زبان سے اس کے خلاف جہاد کرے، اور اگر یہ بھی نہیں کر سکتا تو کم از کم دل میں ہی اسے برا کہے، اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے۔" (مسلم شریف)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جو آدمی ہاتھ سے برائی کے خلاف جہاد کرے وہ بھی مؤمن ہے، اور جو زبان سے برائی کے خلاف جہاد کرے وہ بھی مؤمن ہے اور جو دل سے برائی کو برا سمجھے وہ بھی مؤمن ہے......اور اس کے بعد رائی کے دانے جتنا بھی ایمان باقی نہیں رہتا، معلوم ہوا کہ کم از کم ایمان بلکہ ایمان کا آخری حصہ برائی سے نفرت ہے اگر کوئی برائی سے نفرت کے بجائے الٹا محبت شروع کر دے تو اس کے پلے ایمان کا کوئی حصہ باقی نہیں بچتا اور اس کے دل پر کفر کی مہر لگا دی جاتی ہے، خواہ وہ کسی بڑے سے بڑے مسلمان گھرانے کا فرد ہو اور اس کا نام بھی عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہی کیوں نہ ہو، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ: "جب مؤمن کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ دھبہ پڑ جاتا ہے، اگر پھر وہ استغفار کر لے اور گناہ سے باز آجائے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے، اگر گناہوں میں آگے بڑھتا گیا تو یہ سیاہ دھبہ بھی بڑھتا چلا جاتا ہے، یہاں تک کہ اس کے سارے دل کو کالا کر دیتا ہے، اور یہی وہ رَان (زنگ اور میل کچیل) ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے

(سورۃ المطففین آیت ۱۴ میں) تذکرہ کیا ہے۔ ”کہ ہرگز نہیں، بلکہ ان لوگوں کے دلوں پر ان کے برے اعمال کا زنگ چڑھ گیا ہے۔“ (مسند احمد)

مذکورہ بالا آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوا کہ انسان کا دل صاف ستھرے کپڑے کی طرح سفید ہے، جوں جوں انسان گناہ کرتا چلا جاتا ہے اس پر دھبے پڑتے چلے جاتے ہیں، اس دوران انسان مختلف مراحل سے گزرتا چلا جاتا ہے، چھ مراحل کا ہم نے تذکرہ کیا ہے اور بالآخر ساتویں مرحلے پر اس کے دل پر مستقل زنگ چڑھ جاتا ہے اور وہ کلیۃً سیاہ ہو جاتا ہے۔

امام ابن جریر طبری، امام ابن کثیرؒ اور دیگر ائمہ تفسیر کی رائے ہے کہ جب اس کے سارے دل پر زنگ چڑھ جائے اور وہ مکمل طور پر گناہوں کی پاداش میں سیاہ ہو جائے تو وہ مرحلہ آجاتا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ختم اللّٰہ علی قلوبھم علی سمعھم وعلی ابصارھم غشاوۃ﴾ ”اللہ نے ان کے دلوں اور ان کے کانوں پر مہر لگادی ہے اور ان کی نگاہوں پر پردہ پڑ گیا ہے۔“

تو معلوم ہوا کہ گناہوں کا اثر دل پر ایک نکتے سے شروع ہوتا ہے اور بالآخر سارے دل کو کالا کر کے چھوڑتا ہے، انجام کار اس دل پر اللہ کی طرف سے مہر لگادی جاتی ہے اور وہ مستقل ہدایت ربانی سے محروم ہو جاتا ہے،

انسان کی انفرادی زندگی پر گناہوں کے اثرات

اللہ نے اس زمین کو بسایا، اس میں رنگارنگ نعمتیں رکھیں اور بارشوں، دریاؤں، سورج کی شعاعوں اور ٹھنڈی ہواؤں کے ذریعے اسے سرسبز وشاداب بنایا، اب اس کے اندر جو بھی کوتاہی، خرابی اور فساد ہوگا اس کا فی الواقع سبب انسان کے غلط کرتوت اور برے اعمال ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: ”خشکی اور تری میں فساد برپا ہو گیا ہے لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے، تاکہ (اللہ) مزا چکھائے ان کو ان کے بعض اعمال کا، شاید کہ وہ باز آجائیں۔“ (سورۃ روم)

اس حقیقت کا بار بار ادراک کر لینے کے باوجود انسان ہے کہ فساد فی الارض سے باز ہی

نہیں آتا، اور کرتا ہی چلا جاتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ قیامت تک کے لیے زمین اپنی خصوصیات سمیت اپنا وجود برقرار رکھے گی، لہٰذا انسان کو توجہ دلانے اور اسے گناہوں سے باز رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے کچھ تنبیہات کا انتظام کر رکھا ہے، اور وہ یہ ہیں کسی معاشرے کو گناہوں کی پاداش میں اجتماعی شکل میں ملنے والی سزائیں، لیکن یہ صرف اہل دل اور صاحب بصیرت حضرات کو ہی نظر آتی ہیں، مثلاً سیلاب، قحط، زلزلے، وبائی بیماریاں، باہمی دنگا فساد، خانہ جنگی وغیرہ باقی رہے وہ لوگ جو ایمان سے خالی اور راور کور چشم ہیں تو ایسے حضرات اس قسم کی سزاؤں کی صرف عقلی تعبیریں ہی کرتے ہیں، انفرادی جرائم کی قانونی سزا اللہ تعالیٰ نے حدود، تعزیرات اور کفارات کی شکل میں مقرر کی ہے جس کی تفصیل یہ ہے:

گناہوں کی دنیوی سزا......قانونی شکل میں

شریعت نے مندرجہ ذیل جرائم کی حسب ذیل حدود مقرر فرمائی ہیں: ا۔قتل عمد کی سزا۔قتل ۲۔شادی شدہ زانی کی سزا۔قتل (بذریعہ سنگساری) ۳۔مرتد کی سزا۔قتل ۴۔جادو کی سزا۔قتل ۵۔بغاوت کی سزا۔قتل (اسی میں ڈاکہ، فساد فی الارض بھی شامل ہے) ۶۔غیر شادی شدہ زانی کی سزا۔سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی۔ ۷۔نشہ آور اشیاء کے استعمال کی سزا۔اسی کوڑے ۸۔زنا کی تہمت لگانے کی سزا۔اسی کوڑے۔اور آئندہ کے لیے ناقابل اعتماد و نااہل قرار دیا جانا ۹۔چوری کی سزا۔ہاتھ کاٹ دینا۔

دیگر مختلف جرائم کی اس طرح دوٹوک سزا تو مقرر نہیں فرمائی، البتہ قاضی کو سزا تجویز کرنے کا اختیار دیا ہے جسے تعزیرات کہتے ہیں، اس کا اصول یہ ہے کہ کسی نے کسی کی جان، مال، عزت اور نسب پر اس انداز کی زیادتی کی ہو کہ وہ مذکورہ جرائم کی فہرست میں تو نہ آتی ہو لیکن متعلقہ فرد کا حق تلف ہوتا ہو یا اسے تکلیف پہنچتی ہو۔

علاوہ ازیں کچھ قصور ایسے بھی ہیں جن کی پاداش میں کفارے (شرعی جرمانے) مقرر فرمائے گئے ہیں، مثلاً:۔

ا۔قسم توڑنا: اس کا کفارہ ہے غلام آزاد کرنا، یا دس مسکینوں کو لباس مہیا کرنا یا دس مسکینوں کو

کھانا کھلانا، اور اگر ان میں سے کسی ایک کفارے کی استطاعت نہ ہو تو تین روزے رکھنا۔

۲۔ حدود حرم میں شکار کرنا: اس کا کفارہ یہ ہے کہ جس جانور کا شکار کیا ہے اسی جیسا جانور قربان کرے، اس کا فیصلہ دو متقی پرہیز گار افراد پر مشتمل پنچایت کرے گی۔

۳۔ رمضان کا روزہ جماع کر کے توڑنا: اس کا کفارہ ہے غلام آزاد کرنا، اس کی استطاعت نہ ہو تو ساٹھ روزے رکھنا، اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔

۴۔ ظہار کرنا: یعنی اپنی بیوی کو جان بوجھ کر حرمت کی نیت سے ماں، بہن، بیٹی کے برابر قرار دینا، اس کا کفارہ ہے غلام آزاد کرنا، اس کی استطاعت نہ ہو تو ساٹھ روزے رکھنا، اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔

مصیبتیں اور پریشانیاں

غلطی، کوتاہی، لغزش اور خطا تو ہر انسان سے سرزد ہوتی رہتی ہے، البتہ جس انسان کو اللہ تعالیٰ اصلاح اور سنبھل جانے کی مہلت دینا چاہتا ہو اسے کسی نہ کسی آزمائش اور پریشانی میں مبتلا کر دیتا ہے، تاکہ شاید وہ اسی طرح چونک جائے اور اپنی اصلاح کی طرف مائل ہو جائے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ: ''اس بڑے عذاب سے پہلے ہم دنیا میں (کسی نہ کسی چھوٹے) عذاب کا مزا ان کو چکھاتے رہیں گے، شاید کہ یہ (اپنی باغیانہ روش سے) باز آجائیں۔'' (سورۃ سجدہ)

اس حکم الٰہی کے علاوہ کچھ گناہ ایسے ہیں جن کی سزا کو اللہ تعالیٰ موخر نہیں کرنا چاہتا، تاکہ مجرم کو اس دنیا میں سزا بھی ملے اور وہ دوسروں کے لیے سامان عبرت بھی بنے، باقی رہا آخرت کا معاملہ تو وہاں تو اسے اپنے کرتوتوں کا مزا چکھنا ہی ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ''سرکشی اور نسبی قرابت کو کاٹنے سے بڑھ کر کوئی گناہ اس بات کا مستحق نہیں کہ اس کے مرتکب کی اخروی سزا برقرار رکھتے ہوئے دنیا میں اس کی سزا کے لیے اللہ تعالیٰ جلدی کرے۔'' (مسند احمد)

یعنی سرکشی کرنا قرابت کا ٹنا دو ایسے سنگین جرم ہیں، جس کے مرتکب کو دنیا میں بھی نقد سزا ضرور ملتی ہے اور وہ آخرت میں بھی اپنے انجام کو ضرور بھگتے گا۔

گناہوں میں مبتلا ہونے کا ایک سبب مال کی محبت ہے، حالانکہ مقررہ رزق انسان کو ہر

شکل میں ملنا ہی ملنا ہے، انسان جب اپنی آخرت کو بھول کر صرف دنیا پرست اور مال و دولت کا غلام بن جاتا ہے تو دنیا تو اسے نصیب ہی کی ملتی ہے البتہ زندگی ضرور اجیرن ہو جاتی ہے، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ: ''جس انسان کا مقصد زندگی صرف دنیا ہی ہو اللہ تعالیٰ اس کے معاملات کو بکھیر دیتے ہیں، اور اس کا فقر و تنگدستی اس کی آنکھوں کے سامنے کر دیتے ہیں اور اسے دنیا بھی بس اتنی ہی ملتی ہے، جتنی اس کے نصیب میں لکھی جا چکی ہے۔'' (سنن ابن ماجہ)

اس پریشان حال زندگی کا نقشہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان کیا ہے: ﴿من اعرض عن ذکری فان له معیشة ضنکا و نحشره یوم القیامة اعمی﴾ ''جو میرے درس نصیحت سے منہ موڑے گا، اس کے لیے دنیا میں تنگ زندگی ہوگی، اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا اٹھائیں گے۔'' ان سب مفصل دلائل کے باوجود بھی اگر کوئی صرف دنیا پر ریجھ کر اپنی آخرت خراب کر رہا ہو تو اس کے حق میں صرف دعا ہی کی جا سکتی ہے۔

نیک اعمال پر گناہوں کے اثرات

گناہوں میں ملوث آدمی بس اسی حد تک ہی بدنصیب نہیں ہوتا کہ وہ گناہ کر رہا ہے، بلکہ آئندہ کے لیے بھی وہ توفیق الٰہی سے محروم ہو جاتا ہے، اور شیاطین اس پر مسلط ہو جاتے ہیں پھر وہ انہی کی فریب کاریوں کا شکار رہتا ہے، بالآخر موت سے واسطہ پیش آجاتا ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ: ''جو شخص رحمٰن کے ذکر سے تغافل برتتا ہے، ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں، اور وہ اس کا رفیق بن جاتا ہے، یہ شیاطین ایسے لوگوں کو راہ راست پر آنے سے روکتے ہیں، اور وہ اپنی جگہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ٹھیک جا رہے ہیں۔'' (سورۃ زخرف)

بعض گناہ تو اتنے خطرناک اور انجام کے اعتبار سے اتنے نقصان دہ ہوتے ہیں کہ ان کی وجہ سے سابقہ کیے کرائے سارے نیک کام تباہ ہو جاتے ہیں، مثلاً شرک کرنا، جو آدمی ساری زندگی نیک کام کرتا رہا اور کبھی لمحہ بھر کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ ہوا، اگر وہ بھی شرک کر لے تو اس کے سارے سابقہ نیک اعمال بالکل ملیامیٹ ہو جائیں گے، خواہ وہ انسان کتنے ہی عظیم درجے اور مرتبے پر فائز ہو، اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ جلیل القدر و عظیم المرتبت پیغمبروں کا ذکر کرنے کے بعد

فرمایا: ”لیکن اگر کہیں (بفرض محال) ان پیغمبروں نے بھی شرک کیا ہوتا تو ان کا کیا کرایا سب غارت ہوجاتا۔“ (سورۃ انعام)

جس طرح شرک بہت بڑا جرم ہے اسی طرح نیک کام میں اللہ کے علاوہ کسی اور کی خوشنودی یا رضا جوئی بھی بہت بڑا جرم ہے، جسے شرک اصغر یا ریا کاری کہا جاتا ہے، ریا کاری بڑے سے بڑے نیک کام کے اجر وثواب کو نہ صرف ضائع کر دیتی ہے، بلکہ الٹا ریا کاری کو روز قیامت مجرموں کی قطار میں کھڑا کر دے گی جس کی تفصیل ریا کاری کے ذیل میں دیکھی جا سکتی ہے۔

اس عقیدے کی خرابی کے علاوہ بعض گناہ بہت دوررس نتائج کا سبب بنتے ہیں مثلاً حرام خوری کرنا، حرام خور کی کوئی عبادت حتی کہ دعا بھی قبول نہیں ہوتی، خواہ حرام خور میدان عرفات میں نو ذی الحجہ کی مبارک تاریخ کو رو رو کر، اور آہ وزاری کر کے دعا کرے۔ حدیث میں ہے کہ: ”رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسے انسان کا تذکرہ فرمایا جو لمبا سفر کر کے آتا ہے، (سفر کی وجہ سے) اس کا حال پراگندہ ہو چکا ہوتا ہے، آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہوئے کہتا ہے: ”اے میرے رب! اے میرے رب! (میری فلاں فلاں دعا قبول کر لے)

جبکہ اس کا کھانا حرام کا ہوتا ہے، پینا حرام کا، لباس حرام کا، اور اس کی ساری غذا کا دارومدار حرام پر ہی ہوتا ہے، پھر آخر ایسے آدمی کی دعا کیونکر قبول ہو۔؟“ (مسلم شریف)

ایسے ہی مہلک اور انتہائی نقصان دہ گناہوں میں سے نماز کا چھوڑ دینا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ”آدمی اور شرک کے درمیان صرف نماز چھوڑ دینا حائل ہے۔“ (مسلم شریف)

اور بالخصوص نماز عصر چھوڑ دینا تو مسلمان کے لیے بہت بڑا خسارہ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ”جس آدمی نے نماز عصر چھوڑ دی، اس کا عمل ضائع ہوگیا!“ (بخاری شریف)

گناہوں کی وجہ سے رزق کی برکت ختم ہو جاتی ہے

رزق حلال کمانا نہ صرف فرض ہے بلکہ بہت بڑی نیکی اور مقام و مرتبے کی بات ہے، اور بالخصوص تجارت تو سراپا برکت ہے، دنیوی برکت کا بہت بڑا حصہ تجارت میں پنہاں ہے اور اخروی اجر وثواب کے اعتبار سے بھی نیک تاجر نبیوں اور صدیقوں کے ساتھ ہوگا، لیکن جھوٹ، خیانت

اورفریب کاری کا فوری اور نقد انجام رزق کی برکت سے ہاتھ دھونا ہے،اس وقت موجود تجارتی منڈیوں پر ایک نظر ڈالنے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ جوممالک ایمانداری اور صحیح معاملے کا ثبوت نہیں دیتے ان کا مال نہ دکاندار رکھتا ہے اور نہ ہی گاہک اطمینان سے لیتا ہے۔خواہ بنانے والا ملک مسلمان ہی کیوں نہ ہو،البتہ جوممالک ایمانداری اور سچائی کی شہرت رکھتے ہیں ان کا مال دھڑا دھڑ بکتا ہے،خواہ کافر،مشرک اور بے دین ممالک ہی وہ مال بنا کر سپلائی کرر ہے ہوں،اس حقیقت کو آپ ﷺ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ:''خرید وفروخت کرنے والے دونوں بااختیار ہیں،جب تک وہ جدانہ ہوجائیں،اگر دونوں نے سچ سچ کہااور بات واضح واضح کی تو ان کی خرید وفروخت میں برکت دی جائے گی،اور اگر وہ جھوٹ بولے اور عیب کو چھپایا تو ان کی تجارت کی برکت ختم ہوجائے گی۔'' (بخاری شریف)

معاشرے پر گناہوں کے اثرات

تاریخ انسانیت پر ایک نظر ڈالنے سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ تمام امم سابقہ کی تباہی و بربادی کفر وشرک کے علاوہ مختلف گناہ اور جرائم میں ملوث ہونے کی وجہ سے ہوئی،قرآن حکیم کا ایک بڑا حصہ ان قوموں کے مفصل تذکرے،ان کی مجرمانہ زندگی اور ان کے انجام پر مشتمل ہے،قوم نوح غرق ہوئی،قوم عاد شدید طوفانی آندھی سے ہلاک ہوئی،قوم ثمود شدید کڑک کے ذریعے ہلاک ہوئی،حضرت لوطؑ کی قوم کی بستی کو اٹھا کر الٹ دیا گیا،فرعون اور قوم فرعون کو غرق کردیا گیا،اس کے علاوہ سورت عنکبوت ،آیات ۱۴ تا ۴۰ میں حضرت نوح ،حضرت ابراہیم،حضرت لوط اور حضرت شعیبؑ کی قوموں کا تفصیلی تذکرہ اور ان کے جرائم کی فہرست ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:'' آخر کار ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ میں پکڑا،پھر ان میں سے کسی پر ہم نے پتھراؤ کرنے والی ہوا بھیجی،اور کسی کو ایک زبردست دھماکے نے آلیا،اور کسی کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا،اور کسی کو غرق کردیا،اللہ ان پر ظلم کرنے والا نہ تھا،مگر وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کرر ہے تھے۔'' (سورۃ عنکبوت)

اللہ تعالیٰ کا یہ قانون صرف دور ماضی کی قوموں کے لیے ہی نہ تھا، بلکہ اس کی سنت اور

طریقہ یہ ہے کہ جو قوم صالح عنصر سے یکدم فارغ ہو جائے اور اس کے اکثر لوگ غلط کاریوں میں ملوث ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ایسی ناقص اور غلیظ قوم کو پکڑتا ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ: ''حقیقت یہ ہے کہ اللہ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے اوصاف کو نہیں بدل دیتی، اور جب اللہ کسی قوم کی شامت لانے کا فیصلہ کر لے تو پھر وہ کسی کے ٹالے نہیں ٹل سکتی، نہ اللہ کے مقابلے میں ایسی قوم کا کوئی حامی و مددگار ہو سکتا ہے۔'' (سورۃ رعد)

مذکورہ بالا مکمل اور خوفناک تباہی سے پہلے متعدد شکلوں میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا ظہور ہوتا ہے، کہ شاید معاشرے کا ذہین طبقہ ان اشارات خداوندی کو سمجھ کر اپنی اور دوسروں کی اصلاح کی طرف مائل ہو جائے، اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا ظہور بالعموم مندرجہ ذیل شکلوں میں ہوتا ہے:۔

ا۔ نعمت ایمان سے محرومی

گناہوں کے دل پر اثرات کے ضمن میں یہ بحث پوری تفصیل اور دلیل سے گزر چکی ہے۔

۲۔ مال اور رزق سے محرومی

اللہ اپنے بندوں کو متعدد اور قسم قسم کی نعمتوں سے فیضیاب فرماتا رہتا ہے، لیکن جب بندے بالکل ہی ناشکری پر اتر آئیں تو اللہ تعالیٰ انہیں ان نعمتوں سے محروم کر دیتا ہے، مسلمان معاشروں میں یہ کیفیت روز روشن کی طرح دیکھی جا سکتی ہے، بشرطیکہ آنکھوں میں دیکھنے کی صلاحیت ہو اور دل بالکل سیاہ ہو کر مر نہ چکے ہوں، اللہ تعالیٰ نے اپنی اس سنت کا ان الفاظ میں تذکرہ فرمایا ہے کہ: ''اللہ ایک بستی کی مثال دیتا ہے، وہ امن واطمینان کی زندگی بسر کر رہی تھی، اور ہر طرف سے بفراغت رزق پہنچ رہا تھا، کہ اس نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری شروع کر دی تب، اللہ نے اس کے باشندوں کو ان کے کرتوتوں کا یہ مزا چکھایا کہ بھوک اور خوف کی مصیبتیں ان پر چھا گئیں۔''

(سورۃ نحل)

ان نعمتوں سے محرومی کی ایک شکل تو وہ ہے جو مذکورہ بالا آیت میں بیان ہوئی ہے، ایک دوسری شکل یہ بھی ہے کہ نعمتوں کو ختم کرنے کی بجائے انسانوں کو ہی اٹھا لیا جائے، اور نعمتیں اپنے حال پر برقرار رہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے لاؤلشکر کے ساتھ کیا، اور ان کے

حسرت ناک انجام کا نقشہ ان الفاظ میں بیان فرمایا کہ: ''کتنے ہی باغ اور چشمے اور کھیت اور شاندار محل تھے، جو وہ چھوڑ گئے، کتنے ہی عیش کے سروسامان جن میں وہ مزے کررہے تھے ان کے پیچھے دھرے رہ گئے، یہ ہوا ان کا انجام اور ہم نے دوسروں کو ان چیزوں کا وارث بنادیا۔'' (سورۂ دخان)

۳۔امن وسکون سے محرومی

کسی بھی معاشرے میں سب سے بڑی نعمت امن وسکون ہے، اگر ہر فرد جان، مال، عزت اور دین کے معاملے میں محفوظ و مامون ہو تو اس سے زیادہ خوش بخت وخوش نصیب اور کوئی معاشرہ نہیں ہوسکتا لیکن یہ مقام ایمان پر استقامت اور برائیوں سے بچے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ: ''جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ آلودہ نہیں کیا، درحقیقت امن انہیں کے لیے ہے اور وہی راہ راست پر ہیں۔'' (سورۃ انعام)

البتہ گناہوں اور جرائم کی وجہ سے یہ امن وسکون نہ صرف برباد ہوجائے گا بلکہ ہر وقت خوف، پریشانی اور مشکلات کے بادل اس علاقے پر چھائے رہیں گے، اور ہر فرد کا دل اندر سے ڈرا ڈرا سہما سہما سا رہے گا، اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کی ناشکری کا انجام ذکر کرتے ہوئے قرآن حکیم کہتا ہے: ﴿فاذ اقهم الله لباس الجوع والخوف بما كانوا يصنعون﴾ ''تب اللہ نے اس کے باشندوں کو ان کے کرتوتوں کا یہ مزا چکھایا کہ بھوک اور خوف کی مصیبتیں ان پر چھا گئیں۔''

اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد احادیث میں بایں الفاظ نقل ہوا ہے کہ: ''اے جماعت مہاجرین! پانچ عادتیں ایسی ہیں اور میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ تم ایسی عادتوں کا شکار ہوجاؤ (لیکن جب یہ عادتیں ظاہر ہوں گی تو ان کے نتائج بھی ساتھ ساتھ چلے آئیں گے)۔

ا۔جب کسی قوم میں زناکاری عام اور علی الاعلان ہوجائے تو اس قوم میں طاعون اور ایسی ایسی تکلیفوں والی بیماری پھیل جائے گی، جو زمانہ سابقہ کے لوگوں میں نہ ہوگی۔

۲۔جس قوم نے ناپ تول میں کمی کی اسے قحط سالی، مشکل زندگی اور حکام کے ظلم سے واسطہ پڑے گا۔

۳۔جس قوم نے اپنے مال کی زکوٰۃ روک لی، آسمان سے ان کے لیے بارش کا سلسلہ

روک لیا جائے گا، اگر جانور نہ ہوں تو قطعاً بارش نہ ہو۔

۴۔ اور جن لوگوں نے اللہ اور رسول ﷺ سے کیے ہوئے وعدے کو توڑ دیا اللہ ان پر بیگانے دشمن مسلط کر دے گا، اور ان دشمنوں کے ہاتھ جو لگا وہ لے اڑیں گے۔

۵۔ جس قوم کے لیڈر کتاب اللہ کو نافذ نہیں کریں گے اور اللہ کے نازل کردہ احکام پر عمل پیرا نہیں ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے درمیان باہم خانہ جنگی پیدا کر دے گا۔

۴۔ صحت و عافیت سے محرومی

صحت کتنی بڑی نعمت ہے؟ یہ کسی بیمار سے پوچھیں یا جب انسان خود بیمار ہو جاتا ہے تو صحت کی قدر معلوم ہوتی ہے، گناہوں میں ملوث معاشرے مستقل بیماریوں، وبائی امراض اور طبی مشکلات کا شکار رہتے ہیں، طاعون، سرطان، ایڈز، ٹی بی، کینسر، اور ایسی ہی متعدد مہلک بیماریاں اللہ کے عذاب ہی کی شکلیں ہیں۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ: ''یہ تکلیفیں اور بیماریاں درحقیقت عذاب ہیں، جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے سابقہ قوموں کو عذاب دیا تھا، (عذاب الٰہی کی یہ شکل) اب بھی زمین پر باقی ہے، کبھی چلی جاتی ہے، اور کبھی واپس آجاتی ہے۔'' (بخاری شریف)

گناہوں اور غلط کرتوتوں کی وجہ سے مہلک بیماریاں مسلط ہو جاتی ہیں، جیسا کہ ''امن'' کے بیان میں طویل حدیث سے معلوم ہو چکا ہے کسی معاشرے کی اجتماعی موت بھی ان گناہوں ہی کی وجہ سے ہوتی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''جب کسی قوم نے عہد شکنی کی تو قتل و غارت ان کے ہاں عام ہو گیا، اور جب کسی قوم میں زنا کاری پھیلی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر موت مسلط کر دیا، اور جب کسی قوم نے زکوٰۃ کو روک لیا اللہ تعالیٰ نے ان سے بارش کو روک لیا۔

'(المستدرک للحاکم)

تو ثابت ہوا کہ جس قوم کو جسم و جان کی امان حفاظت درکار ہو وہ گناہوں اور برائیوں سے دور رہے اور بالخصوص زنا کاری اور بے حیائی کے تو نزدیک بھی نہ پھٹکے، زمانہ حال کی مہذب ترین اور تعلیم یافتہ قوموں میں بھی یہ واقعات دیکھے جا سکتے ہیں کہ جب کوئی قوم یا خطۂ زمین گناہوں کی آماجگاہ بن گئی تو اللہ تعالیٰ نے سیلاب، زلزلے، قحط، یا باہمی خانہ جنگی کے ذریعے اسے جزوی تباہی

سے دوچار کر دیا یا مکمل طور پر صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔ **فاعتبروا یا اولی الابصار**

۵۔ زمینی آفات

بسا اوقات گناہوں کی پاداش میں بڑی بڑی زمینی آفات آجاتی ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''اس امت میں عذاب کی مختلف شکلیں ہوں گی، کبھی لوگ زمین میں دھنسا دیئے جائے گے، کہیں شکلیں بگڑ جائیں گی، اور کہیں پتھروں کی بارش ہوگی، ایک صحابی نے پوچھا: یا رسول اللہ یہ کب ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا'' جب گانا اور آلات موسیقی عام ہو جائیں گے، اور شراب پی جانے لگے گی۔'' (ترمذی شریف)

گناہ کی یہ شکلیں ایک وباء کی شکل میں جوں جوں عام ہو رہی ہیں، دنیا میں امن سکون اور چین اسی حساب سے رخصت ہو رہا ہے، جدید اسلحہ کی ترقی اور بالخصوص جوہری اسلحے نے زمین کی تباہی شکلوں کے مسخ ہونے اور پتھروں کی بارش کی ظاہری شکلیں بھی پیدا کر دی ہیں۔

عام مخلوق خدا پر گناہوں کے اثرات

انسان کی بداعمالیوں کا انجام بدصرف انسان ہی نہیں بھگتا بلکہ اس کے اردگرد ہر چیز اس کے کرتوتوں کے نتائج سے متاثر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ: ''اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے کرتوتوں پر پکڑتا زمین پر کسی جاندار کو زندہ نہ چھوڑتا۔'' (سورۂ فاطر)

دوسری جگہ فرمایا کہ: کتنے ہی پرندے اپنے گھونسلے میں ظالموں کے سبب بھوک پیاس سے مر جاتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں ایک جنازہ گزرا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

''یہ جنازہ یا تو خود راحت یافتہ ہے یا اس سے راحت پائی گئی ہے، صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا، یا رسول اللہ ﷺ مستریح (راحت یافتہ) یا مستریح منہ (اس سے راحت پائی گئی) سے آپ کی کیا مراد ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''بندہ مؤمن اللہ کی رحمت میں پہنچ کر دنیا کی پریشانیوں اور تکلیفوں سے آرام پا جاتا ہے، (گویا بندہ مؤمن مستریح ہے) اور فاسق وفاجر انسان کے شر سے بندے علاقے، درخت، اور جانور سب آرام پا جاتے ہیں (گویا فاسق وفاجر انسان مستراح منہ ہے)

جاندار تو جاندار، جمادات اور بے جان چیزیں بھی گناہوں کی نحوست سے محفوظ نہیں رہ سکتیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''حجر اسود جب جنت سے اترا تو دودھ سے بھی زیادہ سفید تھا، اولاد آدم کے گناہوں نے اسے کالا کر دیا ہے۔'' (ترمذی شریف)

(بحوالہ کبیرہ گناہوں کی حقیقت)

گناہوں سے اجتناب کیجئے

گناہ ایسی چیز ہے کہ اگر اس میں سزا بھی نہ ہوتی تب بھی یہ سوچ کر اس سے بچنا ضروری تھا کہ اس کے کرنے سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہو جاتی ہے، اگر دنیا میں کوئی اپنے ساتھ احسان کرتا ہو، اس کو ناراض کرنے کی ہمت نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ کے احسانات تو بندہ کے ساتھ بے شمار ہیں اس کو ناراض کرنے کی کیسے ہمت ہوتی ہے، اور اب تو سزا کا بھی ڈر ہے خواہ دنیا میں سزا ہو جائے یا صرف آخرت میں، چنانچہ دنیا میں ایک سزا یہ بھی ہے جو آنکھوں سے نظر آتی ہے کہ اس شخص کو دنیا سے رغبت اور آخرت سے وحشت ہو جاتی ہے اور اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اس سے دل کی مضبوطی اور دین کی پختگی جاتی رہتی ہے، تو اس حالت میں تو گناہ کے پاس بھی نہ پھٹکنا چاہیے، خواہ دل کے گناہ ہوں خوہ ہاتھ پاؤں کے خواہ زبان کے پھر خواہ وہ اللہ کے حقوق ہوں، خواہ بندوں کے ہوں اور یہ سزا سب گناہوں میں مشترک ہے اور بعض بعض گناہوں میں خاص خاص سزائیں بھی آتی ہیں، ان سب باتوں کے متعلق حدیثیں لکھی جاتی ہیں۔

(۱) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ مؤمن جب گناہ کرتا ہے اس کے دل پر سیاہ دھبہ ہو جاتا ہے پھر اگر توبہ استغفار کر لیا تو اس کا قلب صاف ہو جاتا ہے اور اگر گناہ میں زیادتی کی تو وہ سیاہ دھبہ اور زیادہ ہو جاتا ہے سو یہی رنگ جس کا ذکر اللہ نے اس آیت میں فرمایا ہے ہرگز ایسا نہیں جیسا کہ وہ لوگ سمجھتے ہیں بلکہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال بد کا زنگ بیٹھ گیا ہے۔ (احمد و ترمذی و ابن ماجہ)

(۲) حضرت معاویہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے کو گناہ سے بچانا کیونکہ گناہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو جاتا ہے۔ (احمد)

(۳) انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تم کو تمہاری بیماری اور دوا نہ بتلا دوں سن لو کہ تمہاری بیماری گناہ ہیں اور تمہاری دوا استغفار ہے۔

(عین ترغیب از بیہقی)

(۴) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دلوں میں ایک قسم کا زنگ لگ جاتا ہے یعنی گناہوں سے اور اس کی صفائی استغفار ہے۔ (عین ترغیب از بیہقی)

(۵) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ بے شک آدمی محروم ہو جاتا ہے رزق سے گناہ کے سبب جس کو وہ اختیار کرتا ہے۔ (عین جزاء الاعمال از مسند احمد غالباً)

(۶) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ دس آدمی حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے، آپ ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے،، پانچ چیزیں ہیں، میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں کہ تم لوگ ان کو پاؤ، جب کسی قوم میں بے حیائی کے افعال علی الاعلان ہونے لگیں گے وہ طاعون میں مبتلا ہوں گے اور ایسی ایسی بیماریوں میں گرفتار ہوں گے جو ان کے بڑوں کے وقت میں کبھی نہیں ہوئیں اور جب کوئی قوم ناپنے تولنے میں کمی کرے گی، قحط اور تنگی اور ظالم احکام میں مبتلا ہوگی، اور نہیں بند کیا کسی قوم نے زکوٰۃ کو مگر بند کیا جائے گا ان سے باران رحمت کو اگر بہائم بھی نہ ہوتے تو کبھی ان پر بارش نہ ہوتی اور نہیں عہد شکنی کی کسی قوم نے مگر مسلط فرمائے گا اللہ تعالیٰ ان پر ان کے دشمن کو غیر قوم سے، پس یہ جبراً لے لیں گے ان کے اموال کو۔ (عین جزاء الاعمال از ابن ماجہ)

(۷) ابن عباس سے روایت ہے کہ جب کسی قوم میں خیانت ظاہر ہوئی اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں رعب ڈال دیتا ہے اور جو قوم ناحق فیصلہ کرنے لگی، ان پر دشمن مسلط کر دیا گیا۔ (مالک)

(۸) ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، قریب زمانہ آرہا ہے کہ کفار کی تمام جماعتیں تمہارے مقابلے میں ایک دوسرے کو بلائیں گی جیسے کھانے والے خوان کی طرف ایک دوسرے کو بلاتے ہیں، ایک کہنے والے نے عرض کیا، ہم اس روز شمار میں کیا کم ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ تم اس روز بہت ہو گے لیکن تم کوڑہ اور ناکارہ ہو گے جیسے کہ ہمیں کوڑہ آجاتا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہاری ہیبت نکال دے گا اور تمہارے دلوں میں کمزوری ڈال دے گا۔ ایک کہنے والے نے عرض کیا یہ کمزوری کیا چیز ہے یعنی اس کا سبب کیا

ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا دنیا کی محبت اور موت سے نفرت۔ (ابوداؤد و بیہقی)

(۹) ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جب اللہ تعالیٰ بندوں سے گناہ کا انتقام لینا چاہتا ہے بچے بہ کثرت مرتے ہیں اور عورتیں بانجھ ہو جاتی ہیں۔

(عین جزاء الاعمال از ابن ابی الدنیا)

(۱۰) حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میں بادشاہوں کا مالک ہوں، بادشاہوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں اور جب بندے میری نافرمانی کرتے ہیں، ان باشاہوں کے دلوں کو میں غضب اور عقوبت کے ساتھ پھیر دیتا ہوں پھر وہ ان کو سخت تکلیف دیتے ہیں، (مختصراً ابونعیم)

(۱۱) وہب نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ جب میری اطاعت کی جاتی ہے، میں راضی ہوتا ہوں برکت کرتا ہوں اور میری برکت کی کوئی انتہا نہیں اور جب میری اطاعت نہیں ہوتی غضب ناک ہوتا ہوں اور لعنت کرتا ہوں اور میری لعنت کا اثر سات پشت تک پہنچتا ہے۔ (عین جزاء الاعمال از احمد)

یہ مطلب نہیں کہ سات پشت پر لعنت ہوتی ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس کے نیک ہونے سے جو اولاد کو برکت ملتی ہے وہ نہ ملے گی۔

(۱۲) وکیع سے روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کی بے حکمی کرتا ہے تو اس کی تعریف کرنے والا خود ہجو کرنے لگتا ہے۔ (عین جزاء الاعمال از احمد)

ان احادیثوں میں زیادہ تر مطلق گناہ کی خرابیاں مذکور ہیں۔ اب بعض بعض گناہوں کی خاص خاص خرابیاں بھی لکھی جاتی ہیں:

(۱۳) جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی سود کھانے والے یعنی لینے والے پر اور اس کے کھلانے والے یعنی دینے والے پر اور اس کے لکھنے والے پر اور اس کے گواہ پر اور فرمایا یہ سب برابر ہیں یعنی بعض باتوں میں۔ (مسلم)

(۱۴) ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کبائر کے بعد سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ کوئی شخص مرجائے اور اس پر قرض یعنی کسی کا حق مالی ہو اور اس کے ادا کرنے

کے لیے کچھ نہ چھوڑ جائے۔ (احمد وابوداؤد)

(۱۵) ابو ہریرہؓ رقاشی اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سنو! ظلم مت کرنا، سنو! کسی کا مال حلال نہیں بدوں اس کی خوشی دلی کے۔ (بیہقی ودار قطنی)

(۱۶) سالم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی کی زمین سے بدون حق کے ذرا سی بھی نے لے۔ احمدؒ کی ایک حدیث میں ایک بالشت آیا ہے، اس کو قیامت کے روز ساتویں زمیں میں دھنسایا جائے گا۔ (بخاری)

(۱۷) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے رشوت دینے والے پر اور رشوت لینے والے پر۔ (ابوداؤد وابن ماجہ وترمذی)

اور ثوبانؓ کی روایت میں یہ بھی زیادہ ہے، اور لعنت فرمائی ہے اس شخص پر جوان دونوں کے بیچ میں معاملہ ٹھہرانے والا ہو۔ (احمد بیہقی)

البتہ جہاں بدوں رشوت دیئے ظالم کے ظلم سے نہ بچ سکے وہاں دینا جائز ہے، مگر لینا وہاں حرام ہے۔ (جیسا کہ تفصیل سے گزشتہ اوراق میں گزرا)

(۱۸) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شراب اور جوئے سے منع فرمایا...... الخ (ابوداؤد) شراب میں نشہ کی چیزیں آگئیں اور جوئے میں بیمہ ولاٹری وغیرہ سب آ گئی۔

(۱۹) حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسی سب چیزوں سے منع فرمایا ہے جو نشہ لائے (یعنی عقل میں فتور لائے) یا جو حواس میں فتور لائے۔ (ابوداؤد)

(۲۰) ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ کو میرے رب نے حکم دیا باجوں کے مٹانے کا جو ہاتھ سے بجائے جائیں اور منہ سے بجائے جائیں۔...... الخ

(۲۱) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، دونوں آنکھوں کا زنا شہوت سے نگاہ کرنا ہے اور دونوں کانوں کا زنا شہوت سے باتیں سننا ہے اور زبان کا زنا شہوت سے باتیں کرنا ہے، اور ہاتھ سے زنا شہوت سے کسی کا ہاتھ وغیرہ پکڑنا اور پاؤں کا زنا شہوت سے قدم اٹھا کر جانا ہے اور قلب کا زنا یہ ہے کہ وہ خواہش کرتا ہے اور تمنا کرتا ہے...... الخ (مسلم)

اور لڑکوں کے ساتھ ایسی باتیں کرنا اس سنے بھی زیادہ سخت گناہ ہے اور اس حدیث کے ساتھ اس سے پہلی حدیث کو ملا کر دیکھنا چاہیے کہ ناچ رنگ میں کتنے گناہ جمع ہیں۔

(۲۲) عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بڑے بڑے گناہ یہ ہیں، اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا اور ماں باپ کی نافرمانی کر کے ان کو تکلیف دینا اور بے خطا جان کر قتل کرنا اور جھوٹی قسم کھانا۔ (بخاری)

(۲۳) ابو ہریرہؓ سے اس حدیث میں بجائے اس کے جھوٹی گواہی دینا ہے۔ (بخاری ومسلم)

(۲۴) ابو ہریرہؓ سے یہ چیزیں بھی منقول ہیں۔ یتیم کا مال کھانا اور جنگ جو کافر کی جنگ کے وقت جب شرع کے موافق جنگ ہو بھاگ جانا اور پارسا ایمان والی بیویوں کو جن کو ایسی باتوں کی خبر بھی نہیں، تہمت لگانا۔ (بخاری ومسلم)

(۲۵) ابو ہریرہؓ سے یہ چیزیں بھی منقول ہیں، زنا کرنا، چوری کرنا، ڈکیتی کرنا۔

(بخاری ومسلم)

(۲۶) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چار خصلتیں ہیں، جس میں وہ چاروں ہوں وہ خالص منافق ہوگا اور جس میں ایک خصلت ہو، اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی، جب تک اس کو چھوڑ نہ دے گا وہ خصلتیں یہ ہیں، جب اس کو امانت دی جائے خواہ وہ مال ہو یا کوئی بات ہو وہ خیانت کرے اور جب بات کرے جھوٹ بولے اور جب عہد کرے اس کو توڑ ڈالے اور جب کسی سے جھگڑے تو گالیاں دینے لگے۔ (بخاری ومسلم)

اور ابو ہریرہؓ کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جب وعدہ کرے تو خلاف کرے۔

(۲۷) صفوان بن عسالؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کئی احکام ارشاد فرمائے، ان میں یہ بھی ہے کہ کسی کو بے خطا کسی حاکم کے پاس مت لے جاؤ کہ وہ اس کو قتل کرے یا اس پر کوئی ظلم کرے، جادو مت کرو۔ (ترمذی وابوداؤد ونسائی)

اور ان گناہوں پر عذاب کی وعیدیں آئی ہیں: حقارت سے کسی پر ہنسنا، کسی پر طعن کرنا، برے لقب سے پکارنا، بدگمانی کرنا، کسی کا عیب تلاش کرنا، غیبت کرنا، بلاوجہ برا بھلا کہنا، چغلی کھانا یعنی ایسی تہمت لگانا کہ اس کے منہ پر نہ بول سکے، دھوکہ دینا، عار دلانا، کسی کے نقصان پر خوش ہونا،

تکبر وفخر کرنا، ضرورت کے وقت باوجود قدرت کے (یعنی اختیار کے باوجود مدد نہ کرنا، کسی کے مال کا نقصان کرنا، کسی کی آبرو کو صدمہ پہنچانا، چھوٹوں پر رحم نہ کرنا، بڑوں کی عزت نہ کرنا، بھوکوں اور ننگوں کی حیثیت کے مطابق خدمت نہ کرنا، کسی دنیوی رنج سے بولنا چھوڑ دینا، جاندار کی تصویر بنانا، زمین پر موروثی کا جھوٹا دعویٰ کرنا، ہٹے کٹے کا بھیک مانگنا، ان امور کے متعلق آیتیں اور حدیثیں کچھ کچھ اوپر گذر چکی ہیں، ڈاڑھی منڈوانا، یا کٹوانا، کافروں یا فاسقوں کا لباس پہننا، عورتوں کے لیے مردانہ وضع بنانا جیسے مردانہ جوتا پہننا وغیرہ۔

(۲۸) عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس کا کوئی گناہ ہی نہ تھا، (بیہقی)

البتہ حقوق العباد میں توبہ کی شرط ہے کہ اہل حقوق سے بھی معاف کرائے۔

(۲۹) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کے ذمہ اس کے بھائی مسلمان کا کوئی حق ہو آبرو کا یا اور کسی چیز کا اس کو آج معاف کرالینا چاہیے اس سے پہلے کہ نہ دینار ہوگا، نہ درہم ہوگا۔ (بخاری) مراد قیامت کا دن ہے۔

اگر اس کے پاس کوئی نیک عمل ہو تو بقدر اس کے حق کے اس سے لے لیا جائے گا اور صاحب حق کو دے دیا جائے گا اور اس کے پاس نیکیاں نہ ہوئیں تو دوسرے گناہ لے کر اس پر لاد دیئے جائیں گے۔ (عین جمع الفوائد از مسلم)

(بحوالہ حیٰوۃ المسلمین)

ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جہنم میں لے جانے والے تمام گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

جہنم میں لے جانے والا اکیسواں عمل

ذخیرہ اندوزی کرنا

ذخیرہ اندوزی کو اسلام میں احتکار کہا جاتا ہے اس کا لفظی مطلب ظلم ہے لیکن شرعی اصطلاح میں ذخیرہ اندوزی یہ ہے کہ کسی استعمال کی چیز کو اس غرض سے روک لیا جائے کہ وہ مہنگی ہو جائے اور جب اس کی قلت ہو جائے تو منہ مانگے داموں فروخت کی جائے، چونکہ لوگوں کو اس کی اشد ضرورت ہوتی ہے تو وہ مجبوراً مہنگے داموں پر خریدنے کے لے مجبور ہوتے ہیں، شریعت میں یہ جائز نہیں بلکہ ایسا کرنا حرام ہے جرم ہے، لیکن یاد رہے کہ فروخت کی غرض سے جمع شدہ سٹاک کو احتکار نہیں کہا جاتا، نبی اکرم ﷺ نے ذخیرہ اندوزی سے منع فرمایا ہے اور اس کے متعلق آپ ﷺ کی احادیث مندرجہ ذیل ہیں:

"حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص چالیس دن غلے کا ذخیرہ کرتا ہے اور اس کے مہنگا ہونے کا انتظار کرتا ہے وہ شخص حق تعالیٰ سے دور ہوا اور اللہ اس سے بیزار ہوا۔"

اس حدیث میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ احتکار وہ ہے جس میں نرخوں کی گرانی مطلوب ہو، تا کہ چیز کی کمیابی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے زیادہ سے زیادہ نفع کمانے کی نیت ہو اور جو شخص اس نیت سے ذخیرہ اندوزی کرے وہ محتکر ہوگا، اور محتکر اللہ کی رحمت سے دور ہو جاتا ہے۔

"حضرت معمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ احتکار یعنی ذخیرہ اندوزی کرنے والا گنہگار ہے۔"

نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کی رو سے ذخیرہ اندوزی گناہ ہے کیونکہ اجناس خوردنی کا استعمال زندگی کی بقا کے لئے ضروری ہے اس لئے اگر کوئی شخص زرعی اجناس مہنگا کرنے کی غرض

سے خرید کر رکھ لے تو اس سے دوسرے لوگوں کا بنیادی حق غصب ہوگا، جس کی بناء پر اسے گناہ قرار دیا گیا ہے۔

''حضرت عمرؓ نبی اکرم ﷺ سے بیان کرتے ہیں فرمایا کہ غلہ لانے والا روزی دیا جائے گا اور احتکار کرنے والا ملعون ہے۔''

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر تاجر نیک نیتی سے تجارت کرے تو اس کے رزق میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے اور اگر وہ ذخیرہ کرنے والا ہو تو اس پر خدا کی لعنت پڑ جاتی ہے اور جس پر خدا کی لعنت پڑ جائے وہ آخرت میں سزا کا مستحق ہوگا۔

''حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں غلہ مہنگا ہو گیا، صحابہؓ نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ! بھاؤ مقرر کر دیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ ہی بھاؤ مقرر کرنے والا ہے تنگ کرنے والا اور فراخ کرنے والا ہے اور رزق دینے والا ہے، میں امید کرتا ہوں کہ اپنے رب کو ملوں گا اس حال میں کہ تم میں سے کوئی بھی مجھ سے کسی خون یا مال کا مطالبہ نہیں کرے گا۔''

(ترمذی، ابوداؤد)

لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ذخیرہ اندوزی کا علاج اشیاء کی قیمتیں مقرر کرنا ہے لیکن اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ اشیاء کی کمی یا کثرت کا کنٹرول اللہ کے پاس ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جس فصل پر غلہ اللہ کی رحمت سے زیادہ پیدا ہوتا ہے تو اس کی کثرت کے باعث اس کے نرخ کم ہو جاتے ہیں اور اگر کم ہو تو نرخ زیادہ ہو جاتے ہیں، قیمتیں مقرر کرنے سے خریدار اور فروخت کرنے والے کو دونوں صورتوں میں نقصان ہو سکتا ہے۔ اگر تاجروں کو ایک چیز زیادہ قیمت سے خریدنا پڑے اور قیمت مقرر ہونے کی وجہ سے کم قیمت پر فروخت کرنا پڑے تو تاجر پر ظلم ہوگا اور اگر تاجر نے بہت کم قیمت پر خریدی ہو، اور مقررہ قیمت بہت زیادہ ہو تو اس سے خریدار پر ظلم ہوگا، اس صورت کے پیش نظر اللہ کے رسول ﷺ نے تجارت میں قیمتیں مقرر کرنے سے منع کر دیا ہے بلکہ توکل کا درس دیا ہے جس کے تحت تاجر کو چاہیئے کہ کم منافع لے۔

''حضرت معاذؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ احتکار کرنے والا بندہ برا ہے اگر اللہ تعالیٰ بھاؤ سستا کر دے تو وہ بہت غمگین ہوتا ہے اور اگر مہنگا کر دے تو خوش

ہوتا ہے۔"

اس حدیث میں ذخیرہ اندوز کا مزاج بیان کیا گیا ہے کہ ذخیرہ اندوز گرانی سے خوش ہوتا ہے اور بھاؤ سستا ہونے سے غمگین ہوتا ہے، اگر اللہ پر استقامت ایمان اس درجے تک ہو کہ نفع نقصان تو اللہ کے ہاتھ میں ہے تو پھر انسان ہر حال میں اللہ پر راضی رہتا ہے۔

"حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، فرماتے تھے مسلمانوں کے غلہ کو جو بند کر کے بیچتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو جذام اور افلاس پہنچاتا ہے۔"

اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے غلہ ذخیرہ کر کے دوسروں کو بھوکا مارنے والوں کے لئے جذام اور افلاس میں مبتلا ہونے کی خبر دی ہے، انسان بظاہر تو ذخیرہ اندوزی سے فائدہ اٹھانے کی سوچتا ہے مگر ایسے لوگوں کو زندگی کے کسی نہ کسی موڑ پر ایسا نقصان پہنچتا ہے کہ وہ اپنے کیے کی سزا غربت، افلاس اور بیماریوں کی صورت میں پاتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کے ان اقوال سے یہ بالکل عیاں ہے کہ اسلام میں ذخیرہ اندوزی حرام ہے لیکن اس کے باوجود تاجر حضرات اس حرکت سے باز نہیں آتے اور اشیاء کو ذخیرہ کر کے قلت کے انتظار میں رہتے ہیں اور موقعہ پا کر منہ مانگی قیمت وصول کرتے ہیں چنانچہ ایسے حضرات کو اس فعل سے توبہ کر لینی چاہئیے۔

ایک دفعہ ایک شخص نے اجناس خوردنی کی تجارت شروع کی، کچھ عرصہ کے بعد شیطان نے اس کے ذہن میں ذخیرہ اندوزی کی لعنت کو سوار کر دیا۔ چنانچہ اس نے ذخیرہ اندوزی شروع کر دی، فصل کے موقعہ پر زمیندار کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سستے داموں خرید لیتا اور جب ان اجناس کی قیمت بڑھ جاتی تو منہ مانگے داموں فروخت کرتا، عرصہ دراز تک یونہی کرتا رہا حتی کہ اس کے پاس ان گنت سرمایہ جمع ہو گیا مگر تھوڑے عرصہ بعد حالات نے رخ بدلا اور تجارت میں اسے خسارہ شروع ہو گیا، جو سودا بھی کرتا اس میں گھاٹا اٹھاتا حتی کہ جو دولت ذخیرہ اندوزی سے کمائی تھی وہ اسی رستے نکل گئی اور خود بیمار ہو گیا اور بیماری نے اس حد تک لاغر کر دیا کہ بھیک مانگنے تک نوبت پہنچ گئی، لوگ اس کی حالت زار پر بڑے حیران ہوئے، کہ یہ شخص اسی علاقے کی ایک معزز شخصیت شمار کیا جاتا تھا جبکہ آج یہ بھکاری ہے اور ہر کوئی نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگا۔

ایک روز وہ ایک مسجد کی سیڑھیوں پر بیٹھ کر مانگ رہا تھا کہ ایک اللہ کے بندے کا گزر ہوا اس نے نظر باطن سے اس کا حال معلوم کیا اور اسے کہا کہ دولت ذخیرہ اندوزی میں نہیں ہے بلکہ امارت اور غربت اللہ کی طرف سے ہے، اور تو بے یار و مددگار ہو کر اللہ کے نام پر مانگ رہا ہے، اگر تو اس وقت بھی اللہ سے راہ راست اور جائز طریقے سے مانگتا تو وہ تمھیں ہر صورت تیرے مقدر کا رزق دیتا، اب تو سچے دل سے سابقہ زندگی پر توبہ کر، بہتر ہو جائے گا، تاجر اس کے کہنے پر مسجد میں جا کر اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوا اور بڑی دیر تک روتا رہا، حتی کہ تائب ہو کر عبادت میں محو ہو گیا، کچھ عرصہ بعد اس کی سختی معاف ہو گئی اور اس کی گزر اوقات کا اللہ نے بہتر ذریعہ بنا دیا۔

(بحوالہ اللہ میری توبہ)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو جہنم میں لے جانے والے اس عمل یعنی ''ذخیرہ اندوزی'' سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

اللہ اکبر

جہنم میں لے جانے والا بائیسواں عمل

ناچ گانا کرنا

اسلام میں ناچ گانے کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ رقص اور گانا دونوں شیطانی ہتھکنڈوں میں سے ہیں، جس سے شیطان انسان کو راہ راست سے گمراہ کرتا ہے اس لئے اسلام میں ناچ گانا حرام ہے اور اسے بطور پیشہ اختیار کرنا بھی حرام ہے، ناچ اور گانا اور حیا سوز ایکٹنگ اور اس قسم کے دوسرے بے ہودہ کام صنفی جذبات کو ابھارتے ہیں اور طبیعت میں جنسی میلان ابھرتا ہے، اس لئے یہ تمام زنا کے راستے کے معاون حربے ہیں، اور ترقی پسند لوگوں نے اسے فن آرٹ کا نام دے کر معاشرے میں داخل کر رکھا ہے، اس سے اسلامی معاشرے کا تقدس مجروح ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلام نے نکاح کے علاوہ جنسی جذبات کو تسکین دینے والے تمام ذرائع کو حرام قرار دیا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: ''اور زنا کے قریب نہ جاؤ، بیشک وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی بری راہ ہے''

(الاسراء:۳۲)

زنا فحاشی کی انتہا ہے اس لیے اسے بالکل حرام قرار دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ہی وہ تمام ذرائع جن سے زنا جنم لے سکتا ہے وہ بھی حرام ہو گئے، ناچ گانے سے چونکہ برائی کو فروغ ملتا ہے اس لئے اس آیت کی رو سے اسلام میں وہ بھی حرام ہے، ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا گیا ہے کہ:

''اور کچھ لوگ کھیل کی باتیں خریدتے ہیں کہ اللہ کی راہ سے سمجھ کے بغیر بہکا دیں اور اسے ہنسی بنالیں ان کے لئے ذلت کا عذاب ہے'' (لقمان:۶)

راہ ہدایت کو چھوڑ کر ناچ گانے اور کھیل تماشے کی طرف راغب ہونا نادانی اور دین سے دوری ہے، اس طرح شیطان مختلف مشاغل اور تفریحات میں پھنسا کر اللہ کے دین اور اس کی راہ سے بہکانا چاہتا ہے جو انسان کے لیے آخرت میں باعث عذاب ہوگا، اس آیت میں لفظ

لھوالحدیث آیا ہے جس کا مطلب ہر وہ چیز ہے جو اللہ کی عبادت اور اس کی یاد سے غافل کردے، مثلاً فضول گوئی، ہنسی مذاق، کی باتیں، واہیات مشغلے اور گانا بجانا وغیرہ سب لھوالحدیث ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے اس لفظ کی تشریح پوچھی گئی تو آپ نے تین مرتبہ قسم کھا کر ارشاد فرمایا: ہووالله الغناء" خدا کی قسم اس سے مراد گانا ہے اور راگ رنگ ہے۔"

ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے مزامیر یعنی آلات موسیقی کو تباہ کرنے اور توڑ ڈالنے کے لیے مبعوث فرمایا ہے، ایک اور جگہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص گانے والی لونڈی کی مجلس میں بیٹھ کر گانا سنے گا تو قیامت کے روز اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔

حضرت صفوان بن امیہؓ سے روایت ہے کہ ہم ایک بار نبی اکرم ﷺ کی مجلس میں تھے، اتنے میں عمرو بن قرہ نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرے لیے اللہ تعالیٰ نے شقاوت اور بدبختی مقرر فرمائی ہے کہ بغیر دف بجانے کے رزق نہیں مل سکتا۔ آپ مجھ کو گانے بجانے کی اجازت دے دیں۔ میں فحش گانا نہیں گاؤں گا۔ نبی اکرم ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ میں تجھے ہرگز اجازت نہیں دوں گا۔ نہ تیری عزت کروں گا اور نہ ہی تجھ کو چشم عطا سے دیکھوں گا، اے خدا کے دشمن! تو جھوٹ بولتا ہے، اللہ نے تجھ کو حلال اور پاک رزق عطا فرمایا ہے اور تو خدا کے رزق میں حرام اختیار کرتا ہے۔ اگر میں تجھ کو اس سے پیشتر منع کر چکا ہوتا تو اس وقت تجھ سے بری طرح پیش آتا۔ یہاں سے چلے جاؤ اور خدا کے سامنے توبہ کرو، یاد رکھ اگر اب تو نے ایسا کیا تو تجھ کو دردناک سزا دی جائے گی، تجھ کو تیرے گھر بار سے نکال کر شہر بدر کردوں گا اور تیرا ساز سامان مدینہ کے غریبوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

یہ باتیں سن کر عمرو بن قرہ نہایت ہی افسردہ ہو کر وہاں سے اٹھ کر چلا گیا، جب وہ جا چکا تو حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا یہی لوگ عاصی اور نافرمان ہیں جو کوئی ان میں سے بغیر توبہ کے مرے گا، حشر میں اللہ تعالیٰ اس کو ننگا کر کے اٹھائے گا کپڑے کا ایک ٹکڑا بھی ان کے جسم پر نہ ہوگا، اور جب کھڑا ہونے لگے گا تو لڑکھڑا کر گر پڑے گا۔

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے گانے والی لونڈیوں کے خریدنے اور بیچنے اوران کو گانے بجانے کی تعلیم دینے سے منع فرمایا ہے۔اورارشادفرمایا کہ ان کی قیمت کھانا حرام ہے۔اور پھراوپر والی آیت تلاوت فرمائی یعنی بعض لوگ ایسے ہیں کہ لہو کی باتیں خریدتے ہیں تا کہ لوگوں کو خدا کی راہ سے گمراہ کردیں اوراس کو ایک تمسخر سمجھیں، ایسے ہی لوگوں کے لیے ذلت آمیز عذاب ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے روایت کیا کہ حضوراقدس ﷺ نے فرمایا، مجھ کواللہ تعالیٰ نے دوآوازوں سے جن میں حماقت اور فجور پایا جاتا ہے منع فرمایا ہے،ایک نغمہ کی آواز دوسرے مصیبت میں چیخ کررونے ،منہ پیٹنے،گریبان پھاڑنے اورشیطانی نوحہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت انسؓ آنحضرت ﷺ کاارشادنقل کرتے ہیں کہ جب میری امت پانچ چیزوں کوحلال سمجھنے لگے گی توان پرتباہی نازل ہوگی۔

۱۔جب ان میں باہمی لعن طعن عام ہوجائے،

۲۔مردریشمی لباس پہننے لگیں،

۳۔جب لوگ گانے بجانے والی اورناچنے والی عورتیں رکھنے لگیں،

۴۔شرابیں پینے لگیں،

۵۔اورلذت ہم جنس پرکفایت کی جانے لگے،

حضرت انسؓ، آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آخری زمانہ میں کچھ لوگ بندراور خنزیر کی شکل میں مسخ ہوجائیں گے،صحابہؓ نے عرض کیا،یارسول اللہ ﷺ کیا وہ توحید ورسالت کا اقرارکرتے ہوں گے؟ فرمایاہاں! وہ (برائے نام) نماز،روزہ اورحج بھی کریں گے،صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ پھران کا یہ حال کیوں ہوگا؟ فرمایا وہ آلات موسیقی ،رقاصہ عورتوں اورطبلہ وسارنگی وغیرہ کے رسیا ہوں گے اورشرابیں پیا کریں گے اوررات بھرمصروف لہورہیں گے اورصبح لوگی تو بندراورخنزیروں کی شکل میں مسخ ہوچکے ہوں گے۔

ناچ گانے کی حرمت کو جانتے ہوئے بھی بہت سے لوگ اس لعنت میں ملوث ہیں اوراسے ذریعہ معاش بنانے میں فخرمحسوس کیا جاتا ہے،لیکن میرے دوست! حقیقت کے آگے

آنکھیں بند کرلینا نادانی ہے۔اس لیے ناچنے گانے والے حضرات کو اس فن سے توبہ کر کے راہ راست پر آجانا چاہیے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ بصرے میں ایک نہایت خوبصورت اور نہایت ہی شکیلہ اور جمیلہ خوش الحان آواز سے گانے والی عورت رہتی تھی اس کے گانے کی آواز اتنی دلکش اور پرکشش تھی کہ جو اسے ایک بار سن لیتا ہے،تو پھر اسے بار بار سننے کے لیے بے قرار ہو جاتا۔وہ اپنے پاس آنے والوں سے بڑی دلبری سے پیش آتی کہ اس کا چرچا بصرے کی گلی گلی میں تھا۔اس کا نام شعوانہ تھا۔جہاں کہیں خوشی کی تقریب ہوئی تو اسے ناچ گانے کے لیے بلایا جاتا۔

ایک روز وہ اتفاق سے ایک مقام پر مجرا کرنے کے لیے گئی اور لونڈیاں بھی اس کے ساتھ تھیں،بڑے نازونعم سے اس نے مجرا شروع کیا۔گانے بجانے کی محفل جمانے کی کوشش کی مگر کچھ دیر کے بعد اس نے محسوس کیا کہ اس کی محفل میں سامعین دلچسپی نہیں لے رہے بلکہ تھوڑے سے فاصلے پر ایک مجلس وعظ گرم ہے لوگ اس کی طرف ہمہ تن متوجہ ہیں۔بڑا ہجوم ہے،ایک باریش بارعب چہرہ بزرگ اللہ کی باتیں سنا رہے ہیں اور لوگ بڑی محبت سے محو ہیں بلکہ کچھ لوگوں پر ایسی حالت طاری تھی کہ لوگ چیخیں مار مار کر رو رہے تھے،جب شعوانہ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ آج کی کمائی تو گئی،تو اس نے ایک لونڈی کو مجلس میں بھیجا کہ جاؤ دیکھ کر آؤ،وہاں کیا ہو رہا ہے،لوگ میری طرف آج متوجہ نہیں اور ادھر زیادہ متوجہ کیوں ہیں؟ جو لونڈی گئی تو اس نے جا کر دیکھا کہ مجلس وعظ پورے جوبن پر ہے،عذاب قبر اور حشر کا بیان ہو رہا ہے اور لوگوں پر حالت طاری ہے خوف خدا سے کوئی ادھر گر پڑا ہے کوئی ادھر۔لونڈی کے کان میں جب اس بزرگ کی آواز پڑی تو اس پر بھی مستی طاری ہوگئی۔

شعوانہ نے اس لونڈی کا انتظار کر کے پھر دوسری لونڈی بھیجی کہ جاؤ پتہ تو کرو کہ وہاں کیا بات ہے؟ جب دوسری لونڈی مجلس میں گئی تو وہ بھی وہیں کی ہو کر رہ گئی حتی کہ اس نے تیسری بھیجی پھر چوتھی بھیجی،لیکن ان میں سے کوئی بھی واپس نہ آئی۔آخر شعوانہ نے سوچا خود جاؤں،پتہ کروں کہ وہاں کیا بات ہے،جسے بھیجا وہی واپس نہ آیا۔

یہ سوچ کر خود تماشا دیکھنے کے لیے مجلس وعظ میں آگئی،جب وہ آئی تو بزرگ کی زبان پر

تھا کہ ہے کوئی گنہگار کہ وہ اس وقت خدا کے حضور توبہ کرے تو وہ اسے معاف کرے خواہ وہ شعوانہ، گانے بجانے والی جتنا بدکار اور گنہگار ہی کیوں نہ ہو، جب یہ الفاظ شعوانہ کے کان میں پڑے تو دل پر تیر سا لگا کہ میں اتنی بدکار ہوں کہ آج میری گنہگاری کی مثالیں سر راہ دی جا رہی ہیں۔ نگاہ ولی اس کے قلب پھرنے کا سبب بنا اور اس کے دل میں خوف خدا پیدا ہو گیا، وہ اپنے ماضی پر لرز گئی اور کہنے لگی ہائے افسوس! میری سابقہ زندگی گنہگاری میں کیوں گزری۔ اے اللہ کیا میری نجات ہوگی اور زار زار رونے لگی کہ آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات جاری ہوگئی۔

اس مرد قلندر نے کہا اے بی بی! اللہ تعالیٰ کی ذات سے ناامید نہ ہو وہ بڑا کریم ہے، آج سچے دل سے اس کے حضور توبہ کر، وہ تیرے سب گناہ معاف کر دے گا، اگرچہ تیرے گناہ شعوانہ کی مانند بے حد و حساب کیوں نہ ہوں، پھر اس نے زور سے چیخ ماری اور کہا ہائے افسوس! کہ شعوانہ میں ہی ہوں کہ جس کی برائی ضرب المثل بنی تو آج آپ کی زبان پر میرا نام آیا۔

گھر واپس گئی، سارا مال خدا کی راہ میں لٹا دیا، سب لونڈیاں آزاد کر دیں، ناچ گانے سے ہمیشہ کے لیے کنارہ کشی اختیار کر لی، گوشہ نشین ہو کر عبادت الٰہی میں مشغول ہوگئی حتیٰ کہ اسی حالت میں اس دار فانی سے کوچ کر گئی کچھ عرصہ بعد خواب میں ایک شخص نے اسے جنت میں دیکھا اور اس سے پوچھا کہ اے شعوانہ تجھے یہ مقام کیسے ملا، اس نے جواب میں کہا کہ مجھے جو کچھ ملا ہے وہ سب توبہ سے ملا ہے۔ (بحوالہ اللہ میری توبہ)

دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو ناچ گانے سے بچنے اور توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

جہنم میں لے جانے والا تیسواں عمل

بدنظری کرنا

نظرِ شہوت سے حسین چہروں کو دیکھنا حسن پرستی کہلاتا ہے، یہ ایک ایسا فعل ہے جو انسان کو زنا تک لے جاتا ہے اس لیے اسلام میں اس کی سخت ممانعت ہے، جو شخص اس سے بچ جائے وہ بڑا خوش قسمت ہے۔

نوجوانوں میں حسن پرستی کا جذبہ عام ہوتا ہے، خصوصاً طلبہ اور طالبات جوانی کے میدان میں قدم رکھتے ہیں تو وہ فتنہ نظر کا شکار ہو کر ایک دوسرے کے ساتھ حسن پرستی میں پھنس جاتے ہیں اور آخر برے نتائج برآمد ہوتے ہیں، بری نظر سے عورتوں کو دیکھنے سے بے شمار برائیاں پیدا ہوتی ہیں بلکہ بدنظری تمام فواحش کی بنیاد ہے۔

دانشمندوں نے نظر کو عشق کا پیغام رساں قرار دیا ہے، کیونکہ نظریں ہی جب ایک دوسرے کو دیکھ کر فریفتہ ہوتی ہیں تو پھر دل و دماغ میں برے خیالات جنم لیتے ہیں جو انسان کو عورت سے جنسی ملاپ کی طرف راغب کرتے ہیں حتیٰ کی زنا جیسے گناہ کبیرہ میں لوگ ملوث ہو جاتے ہیں۔

لہٰذا اسلام نے ہر برائی کی بنیاد کو جڑ سے اکھاڑنے کے اصول پیش کیے ہیں، نگاہ پر اسلام نے اخلاقی پابندی عائد کی ہے کہ کسی کو شہوت آمیز نگاہوں سے نہ دیکھو، نگاہ کو نیچا رکھنا فطرت اور حکمت الٰہی کے عین مطابق ہے کیونکہ عورتوں کی چاہت اور دل میں ان کی خواہش فطرت کا تقاضا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: ﴿زین للناس حب الشهوات من النساء﴾ ”عورتوں جیسی دلکش چیزوں پر انسان مائل ہو جاتا ہے۔“ (آل عمران:۱۴)

اس قدرتی تقاضے کو پورا کرنے کا جائز طریقہ شادی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے بھی نظر کے فتنوں سے بچنے کے لیے بہت تاکید کی ہے، اس کے متعلق آپ کی احادیث یہ ہیں:

''حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ ایک بار نظر اٹھنے کے بعد دوسری نظر نہیں اٹھنی چاہیے، پہلی بار اتفاق کی نظر معاف ہے اور دوبارہ جائز نہیں'۔

(ترمذی)

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ عورت ستر ہے جب بازار میں نکلتی ہے تو شیطان اس کو گھورتا ہے۔'' (ترمذی)

''حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کسی مسلمان کی حسین عورت پر ایک بار نظر پڑ جائے، وہ اپنی نظر کو اس سے پھیرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک عبادت پیدا کرے گا وہ اس کا مزا پائے گا۔'' (احمد)

''حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عورت شیطان کی صورت میں آتی ہے اور شیطان کی صورت میں جاتی ہے، جب تم کو کوئی عورت محبوب لگے تو وہ اپنی عورت کی طرف قصد کرے اس سے صحبت کرے تو یہ اس کے دل میں آئی ہوئی چیز کو دور کردے گی۔'' (مسلم)

بدنظری کرنے پر عبرتناک واقعات

واقعہ ا

ایک بزرگ رحمۃ اللہ علیہ کو انتقال کے بعد خواب میں دیکھا گیا کہ ان کا آدھا چہرہ سیاہ تھا۔ وجہ پوچھنے پر بتایا کہ جنت میں جاتے ہوئے جہنم پر سے جونہی گزرا ایک خوفناک سانپ برآمد ہوا اور اس نے ایک زوردار پنجہ چہرے پر مارتے ہوئے کہا کہ تو نے فلاں دن ایک مرد کو بنظر شہوت دیکھا تھا تو یہ اس کی سزا ہے۔ اگر تو زیادہ دیکھتا تو تجھے زیادہ سزا دیتا۔ (تذکرۃ الاولیاء)

آہ! جب بنظر شہوت دیکھنے کا انجام اس قدر ہولناک ہے تو پھر اندیشۂ شہوت کے باوجود امردوں سے دوستی، ان کے آگے یا پیچھے اسکوٹر پر سوار ہونا، ان سے لپٹنا، ان سے اپنا جسم ٹکرانا وغیرہ وغیرہ کس قدر غضب الٰہی کو ابھارتا ہوگا۔

واقعہ نمبر۲

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ جا رہے تھے، ایک نصرانی کا حسین لڑکا سامنے سے آیا تھا۔ ایک مرید نے پوچھا کہ "اللہ تعالیٰ ایسی صورت کو بھی دوزخ میں ڈالیں گے۔"
حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا کہ "تو نے اس کو نظر استحسان سے دیکھا ہے، عنقریب اس کا اثر تم کو معلوم ہوگا۔" چنانچہ نتیجہ اس کا یہ ہو کہ وہ شخص قرآن بھول گیا. نعوذ باللہ من ذالک

واقعہ نمبر۳

ایک بزرگؒ کو بعد انتقال خواب میں دیکھ کر کسی نے پوچھا "**مافعل اللہ بک**" "یعنی اللہ عز وجل نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟" کہنے لگے۔ "مجھے بارگاہ خداوند عز وجل میں پیش کیا گیا اور میرے گناہ گنوانے شروع کیے گئے۔ میں اقرار کرتا گیا اور وہ معاف ہوتے گئے، مگر ایک گناہ پر میں خاموش ہوگیا اور مجھے اقرار کرتے ہوئے بے حد شرم آئی۔ بس پھر کیا تھا، دیکھتے ہی دیکھتے میرے چہرے کی کھال اور گوشت سب کچھ جھڑ گیا۔ پوچھا گیا آخر وہ کونسا گناہ تھا۔ فرمایا: میں نے ایک امرد یعنی خوبصورت لڑکے پر شہوت بھری نظر ڈال دی۔" (کیمیائے سعادت)

واقعہ نمبر۴

ایک بزرگ طواف کر رہے تھے۔ ان کی ایک ہی آنکھ تھی، دوسری نہ تھی وہ طواف کرتے ہوئے یہ کہتے جاتے تھے: ﴿**اللّٰھم انی اعوذبک من غضبک**﴾ "اے اللہ میں تیرے غصے سے پناہ چاہتا ہوں۔"
کسی نے پوچھا "اس قدر کیوں ڈرتے ہو؟ کیا بات ہے؟" کہا کہ "میں نے ایک لڑکے کو بری نظر سے دیکھ لیا تھا۔ غیب سے چپت لگی اور آنکھ پھوٹ گئی، اس لیے ڈرتا ہوں کہ پھر عود نہ ہو جائے۔"

واقعہ نمبر۵

امام ابن جوزیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک شخص کی حکایت معلوم ہوئی جو بغداد میں رہتا تھا،

اس کا نام صالح تھا۔اس نے چالیس سال تک اذان دی تھی اور نیک نامی میں بہت مشہور تھا،ایک دن یہ اذان دینے کے لیے مینارے پر چڑھا تو مسجد کے ساتھ واقع عیسائیوں کے گھر میں اس کی نگاہ ایک لڑکی پر پڑگئی،اس کے حسن و جمال کے باعث یہ اس کے فتنے میں مبتلا ہوگیا۔اذان دے کر اس کے دروازے پر پہنچ گیا،دروازہ بجایا۔لڑکی نے اندر سے پوچھا ''کون؟'' اس نے کہا'' صالح مؤذن'' نام سن کر لڑکی نے دروازہ کھول دیا۔مؤذن نے فوراً اس کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا۔لڑکی نے حیرانگی سے پوچھا کہ ''تم مسلمان تو بڑے دیانتدار ہوتے ہو،پھر یہ خیانت کیسی؟'' مؤذن نے اپنا حال اس کے سامنے بیان کر دیا،لڑکی نے کہا کہ ''ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا،ہاں اگر تم اپنا دین چھوڑ دو تو شاید یہ ممکن ہوجائے۔'' مؤذن بدبختی کا مظاہرہ کرتے ہوئے فوراً بولا (معاذ اللہ) ''میں اسلام سے بیزار ہوں اور اس سے بھی جو محمد ﷺ لے کر مبعوث ہوئے'' یہ کہہ کر وہ لڑکی کے قریب ہوا،لڑکی نے کہا۔یہ جو کچھ تم نے کہا صرف اس لیے تھا کہ اپنا مقصد حاصل کرلو،ہوسکتا ہے کہ اپنا مطلب پورا کر کے تم دوبارہ اپنے دین کی طرف لوٹ جاؤ۔لہٰذا اب میری بھی کچھ شرائط ہیں،ان میں سے ایک یہ کہ پہلے تم خنزیر کا گوشت کھاؤ۔'' مؤذن نے عشق کے ہاتھوں مجبور ہوکر اسے کھالیا۔لڑکی نے کہا کہ اب ''شراب بھی پیو'' اس نے پی لی۔

جب شراب نے اپنا اثر کیا تو آگے بڑھا۔لڑکی نے جلدی سے ایک کمرے میں داخل ہوکر اندر سے کنڈی لگالی اور اندر سے ہی بولی ''اب تم چھت پر چڑھ جاؤ،حتیٰ کہ میرا باپ آجائے اور میرا نکاح کردے۔'' حسب ہدایت وہ نشے کی حالت میں چھت پر چڑھ گیا،جہاں سے اس کا پاؤں پھسلا اور وہ نیچے گر کر مر گیا،لڑکی نے اسے ایک کپڑے میں لپیٹ کر رکھ دیا،جب اس کا باپ آیا تو اس نے سارا قصہ سنایا۔دونوں نے رات کے وقت اسے اٹھا کر گلی میں ڈال دیا۔پھر اس کا قصہ مشہور ہوگیا اور لوگوں نے اسے اٹھا کر ایک گندگی کے ڈھیر میں پھینک دیا۔(ذم الھوٰی)

واقعہ نمبر ۶

ابو عمران بن علوان کہتے ہیں کہ میں کسی کام سے رجبہ بازار میں گیا تو مجھے ایک جنازہ نظر آیا،میں شرکت کی نیت سے اس کے پیچھے پیچھے چل دیا،نماز و دفن کے بعد میری نگاہ بلا ارادہ ایک

حسین عورت کے چہرے پر پڑ گئی، میں نے آنکھیں بند کر لیں اور ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' کہا اور اپنے گھر لوٹ آیا۔ ایک بڑھیا نے مجھ سے کہا کہ ''آقا! مجھے کیا ہو گیا کہ میں آپ کا منہ کالا دیکھ رہی ہوں۔'' میں نے آئینہ اٹھا کر دیکھا تو واقعی میرا منہ کالا ہو چکا تھا، میں نے غور تفکر شروع کیا کہ یہ کالک مجھے کہاں سے لگی ہے، اچانک مجھے اپنی بغیر ارادہ کے کی گئی بدنگاہی یاد آ گئی تو میں نے خلوت میں جا کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی اور چالیس دن تک کی مہلت طلب کی، پھر مجھے خیال آیا کہ اپنے شیخ حضرت جنید بغدادیؒ کی زیارت کروں۔ چنانچہ میں بغداد روانہ ہو گیا، جب میں نے آپ کے حجرہ مبارک کا دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ نے (بذریعہ کشف) فرمایا ''اے ابو عمرو! آ جاؤ، گناہ تو رجبہ کے بازار میں کرتے ہو اور اپنے پروردگار سے معافی مانگنے کے لیے وسیلہ ڈھونڈنے بغداد میں آتے ہو۔'' (ذم الھوی لابن جوزی)

واقعہ نمبر ۷

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس خون بہاتے ہوئے حاضر ہوا، جناب رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا ''یہ تیری کیا حالت ہے؟'' کہا ''میرے پاس سے ایک عورت گذری تھی، میں نے اس کی طرف دیکھ لیا اس کے بعد سے میری آنکھ اس کی تاک میں رہی اور میرے سامنے ایک دیوار آ گئی، جس نے مجھے ضرب لگائی اور یہ کر دیا جو آپ ﷺ دیکھ رہے ہیں۔''

جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ﴿وان اللہ اذا اراد بعبد خیرا، عجل لہ عقوبتہ فی الدنیا﴾ ''اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو دنیا میں اس کو سزا دینے کی جلدی فرما دیتے ہیں۔''

واقعہ نمبر ۸

ایک صالح شخص فرماتے ہیں کہ بصرہ میں ایک شخص تھا، اسے ذکوان کہتے تھے، اور اپنے زمانے میں سردار تھا، جب اس کی وفات ہوئی تو بصرہ کے سب لوگ اس کے جنازے مین شریک ہوئے، جب لوگ اس کے دفن سے فارغ ہو کر لوٹے تو میں ایک قبر کے پاس سو گیا، ایک فرشتہ

آسمان سے اترا اور پکارا ''اے اہل القبور، اٹھو اپنا اجر لے لو۔'' چنانچہ قبریں پھٹ گئیں اور سب کے سب اہل قبور نکل کھڑے ہوئے اور تھوڑی دیر کے لیے سب غائب رہے۔ پھر جب واپس آئے تو ذکوان بھی ان کے ہمراہ تھے اور ان پر دو حلے زر سرخ کے جواہر اور موتی سے جڑے ہوئے تھے اور ان کے آگے آگے چند غلام تھے جو انہیں قبر تک پہنچا رہے تھے، اور ایک فرشتہ آواز دیتا تھا کہ ''یہ بندہ اہل تقویٰ میں سے تھا، نگاہ کی وجہ سے اس پر تکلیف اور ابتلاء نازل ہوئی اس کے متعلق حکم الٰہی کا امتثال کرو۔'' چنانچہ وہ جہنم کے قریب ہوا اور اس میں سے ایک زبان یا اژدھا نکلا اور اس کے منہ پر کاٹ لیا اور وہ جگہ سیاہ ہوگئی، آواز آئی کہ ''اے ذکوان! تیرا کوئی کام اللہ سے پوشیدہ نہیں ہے، یہ اس نگاہ کا بدلہ ہے اگر اور زیادہ کرتا تو ہم بھی اور زیادہ کرتے۔'' اس حالت میں ایک شخص قبر سے سر نکالے دکھائی دیا اور اس نے ان لوگوں سے چلا کر کہا کہ ''تمہارا کیا ارادہ ہے، واللہ مجھے مرے ہوئے نوے سال ہوگئے، اب تک تلخی موت کی میرے حلق سے نہ گئی، اللہ سے دعا کرو کہ مجھے جیسا تھا ویسا ہی کردے۔''

واقعہ نمبر ۹

حضرت یحییٰ بن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ ایک عورت کھڑی ہو کر چراغ جلانے لگی، ایک آدمی نے اس کی طرف دیکھا، عورت کو پتہ چل گیا اور وہ یہ بھی سمجھ گئی کہ یہ آدمی کبھی کبھی مجھے اس طرح دیکھتا رہتا ہے، چنانچہ اس نے اس آدمی کو مخاطب کر کے کہا کہ ''غیر عورت کو دونوں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے اس طرح دیکھ رہے ہو؟'' اس آدمی نے اللہ سے دعا کی کہ ''اے اللہ! میری بصارت چھین لے۔'' چنانچہ وہ بصارت سے محروم ہوگیا اور بیس سال نابینا رہا۔ جب عمر زیادہ ہوگئی تو اللہ سے دعا کی کہ ''اے اللہ! میری بصارت لوٹا دے۔'' تو اللہ نے اس کی بصارت لوٹا دی، یحییٰ بن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ واقعہ ایسے آدمی نے سنایا جس نے اس آدمی کو بصارت سے محروم رہ کر پھر سالم آنکھوں والا بھی دیکھا تھا۔ (العقوبات الالٰھیۃ)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جہنم میں لے جانے والے اس موذی مرض یعنی بدنظری سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یا رب العالمین۔

جہنم میں لے جانے والا چوبیسواں عمل

لعنت کرنا

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس کا قتل کرنا کفر ہے اور مؤمن کو لعنت کرنا قتل کی مانند ہے مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا لعنت کرنے والے کے لئے قیامت کے دن کوئی سفارش ہوگی نہ کوئی گواہی دینے والا۔ سچے آدمیوں کی شان کے خلاف ہے لعنت کرنا، ایک حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا مؤمن کی صفات میں سے ہے کہ وہ طعن کرنے والا نہیں ہوتا نہ لعنت کرنے والا ہوتا ہے نہ فحش بکنے والا ہوتا ہے ایک حدیث میں ہے جب بندہ لعنت کرتا ہے تو وہ لعنت اوپر جاتی ہے آسمان کی طرف تو آسمان کے دروازے بند کردئے جاتے ہیں پھر نیچے اترتی ہے زمین کی طرف جب زمین پر بھی جگہ نہیں ملتی تو دائیں بائیں پھرتی ہے جب کوئی جگہ نہیں ملتی تو پھر اسی کی طرف جاتی ہے جس کو لعنت کی گئی وہ اگر اس کا اہل ہوتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ لعنت کرنے والے کی طرف لوٹتی ہے وہ خود ملعون بن جاتا ہے لعنت کرنا اپنے پیر پر آپ کلہاڑی مارنے کے مترادف ہے نبی اکرم ﷺ نے ایک ایسے شخص کو سزا دی تھی جس نے اپنی اونٹنی کو لعنت کی تھی پھر اس سے وہ اونٹنی بھی چھین لی، حضرت عمران بن حصین فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم حضور کیساتھ تھے ایک انصاریہ عورت نے اپنی اونٹنی کو لعنت کی تو آپ نے فرمایا اس عورت سے اونٹنی چھین لو اور اس کو چھوڑ دو کیونکہ اب یہ ملعونہ بن گئی تو وہ اونٹنی ہمارے درمیان چل رہی تھی مگر اس پر کوئی سوار ہونا گوارہ نہ کرتا تھا عمر بن قیس کہتے ہیں جب آدمی سواری پر سوار ہوتا تو سواری کہتی ہے یا اللہ اس سوار کو میرے اوپر رحم کرنیوالا بنادے اگر وہ سواری کو لعنت کرتا ہے تو وہ کہتی ہے ہمیں خدا نے محفوظ کیا ہے تیرے اوپر اللہ کی لعنت ہے۔

وضاحت..... لعنت کا جواز کس وقت ہے اور کس پر ہے چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے سود

خور پر لعنت کی ہے کھلانے والے پر گواہی دینے والے پر لکھنے والے پر اور حلالہ کرنے والے پر اور وہ عورت جو اپنے بالوں میں دوسرے کے بال ملائے، غم کے موقع پر بال نوچنے والی پر کپڑے پھاڑنے والی پر تصویر بنانے والے پر والدین کے نافرمان پر اور نابینے شخص کو غلط راستے پر لگانے والے پر جانور کے ساتھ بدفعلی کرنے والے پر قوم لوط والا عمل کرنے والے پر اپنی عورت سے دبر میں جماع کرنے والے پر اور اس امام پر جس پر مقتدی ناراض ہوں اور اس عورت پر جس پر خاوند ناخوش ہوکر وہ الگ رات گذارے اور اذان کی آواز سن کر جو مسجد میں نہ آئے اس پر لعنت فرمائی ہے اور غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنے والے اور صحابہ کو برا بھلا کرنے والے پر اور اس پر جو اپنے آپ کو خصی کرا کے ہیجڑہ بن جائے اور اس عورت پر جو مرد کی شکل بنائے اور وہ مرد جو عورتوں کی شکل بنائے لباس وغیرہ پہن کر اور راستے میں پیشاب پاخانہ کرنے والے پر اور اس مرد پر جو حیض کی حالت میں اپنی عورت سے جماع کرے یا عورت کے دبر میں جماع کرے یا اپنے بھائی پر ہتھیار اٹھائے اور زکوۃ نہ دینے والے پر اور جو اپنا باپ دوسرے کو بنائے اس پر لعنت ہے اور اس پر جو جانوروں کو داغ دے اور اس شخص پر جو حدود اللہ میں سفارش کرے یا کرائے اور لعنت ہے اس عورت پر جو خاوند کی اجازت کے بغیر نکلے اور اس پر جو امر بالمعروف نہ کرے اور نہی عن المنکر نہ کرے طاقت کے باوجود اور لعنت ہے فاعل مفعول قوم لوط والا کام کرنے کرانے والے اور شرابی پر پلانے والے پر نچوڑنے والے پر اٹھانے والے بیچنے والے پر دلالی کرنے والا۔ ایک حدیث میں ہے حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں چھ شخصوں پر میں نے بھی لعنت کی ہے اور ہر نبی نے، ایک خدا کی کتاب میں تحریف کرنے والا، دوسرا تقدیر کا منکر، تیسرا متکلم بالجبروت، چوتھا میری اولاد کا خون حلال سمجھنے والا، پانچواں میری سنت کو چھوڑنے والا، چھٹا اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنے اور مشت زنی کرنے والا، اس کے علاوہ بیٹی سے زنا کرنے والا اپنی ماں سے زنا کرنے والا اور مشت زنی کرنے والا اور رشوت دینے والا اور دلانے والا اور علم چھپانے والے پر لعنت ہے اور غلہ جمع کرنے والے پر اور لعنت ہے اس پر جو مسلمان کو ذلیل کرے۔ اور ظالم بادشاہ پر اور اس پر جو گناہ میں ملوث ہے اور نکاح نہ کرے ایسا ہی عورت پر اور جانوروں سے بدفعلی کرنے والے پر لعنت ہے۔

اور البتہ گناہ سے نچنے والے پر بالا جماع لعنت جائز نہیں البتہ ان خاص گناہوں والے پر

حضور اکرم ﷺ نے خود لعنت فرمائی ہے یا ان پر لعنت جائز ہے جو منصوص من اللہ ہیں ﴿لعنة الله علی الظالمین، لعنة اللہ علی الکافرین﴾ یا حدیث میں ہے لعن اللہ الیھود والنصاری یا جو کفر پر مر گئے ابو جہل ابولہب فرعون ہامان وغیرہ کیونکہ انسان نہیں جانتا کہ کس کا ایمان پر خاتمہ ہوتا ہے جو کفر پر مر چکے ہیں ان پر لعنت منصوص ہے جب کسی کے منہ سے لعنت کا کلمہ نکل جائے تو فوراً یوں کہے نہ مستحق ہو اس لعنت کا، البتہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنے والے یا ادب سکھانے کے لئے کلمات بطور تادیب کہنا جائز ہیں مثلاً تیرا ستیاناس ہوا ے ظالم وغیرہ بشرطیکہ تجاوز الی الکذب نہ ہو اس سے بھی تنبیہ مقصود ہو یا زجر تب ورنہ محض رسوا کرنا مقصود نہ ہو۔ سابقہ مذکورہ چالیس آدمیوں پر حضور اکرم ﷺ نے لعنت فرمائی ہے اب یہ لعنت کا کلمہ خدا کی طرف سے آخری درجے کا کلمہ ہے جو غصہ کے طور پر استعمال کیا گیا اللہ اپنے غضب سے محفوظ فرمائے، آمین یارب العالمین۔

مؤمن پر لعنت بھیجنا

مؤمن پر لعنت بھیجنے کو اس کے قتل کے مترادف اس لئے قرار دیا گیا ہے کہ اس کی وجہ سے اس کی جان ونفس پر زیادتی ہوتی ہے اور لعنت کرنے سے اس کی عزت وکرامت پر زیادتی ہوتی ہے اور دونوں ہی گناہ ہیں چاہے ان پر مواخذہ وسزا میں فرق کیوں نہ ہو، اور تمام مسلمان ایک جان کی طرح ہیں اور ان کے مال ایک آدمی کے مال کی طرح ہیں، اور ان میں سے کسی ایک پر زیادتی کرنا ان سب پر زیادتی کرنا ہے۔

اور جو شخص خودکشی کرتا ہے یا اپنی جان کو ناحق کسی برائی یا تکلیف کا نشانہ بناتا ہے، اور اپنے بھائی کی اس چیز کو حلال سمجھتا ہے جسے اللہ نے حرام قرار دی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے درج ذیل فرمان مبارک کی خلاف ورزی کرتا ہے۔

﴿یاایھا الذین امنوا لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارة عن تراض منکم ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما﴾

''اے ایمان والو نہ کھاؤ ایک دوسرے کا مال آپس میں ناحق مگر یہ کہ تجارت ہو آپس کی خوشی سے اور نہ خون کرو آپس میں بیشک اللہ تم پر مہربان ہے۔'' (سورۃ النساء)

لعنت کی برائی وقباحت احادیث کی روشنی میں

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ (ایک مرتبہ) عیدالفطر یا عیدالضحیٰ کے موقعہ پر عیدگاہ تشریف لے جارہے تھے۔ (راستہ میں) عورتوں پر گزر ہوا، آپ ﷺ نے ان کو خطاب کر کے فرمایا کہ اے عورتو......! صدقہ کرو، کیونکہ مجھے دوزخ میں زیادہ تعداد عورتوں کی دکھائی گئی ہے۔ عورتوں نے سوال کیا...... یہ کس وجہ سے یارسول اللہ ﷺ؟ آپ ﷺ نے فرمایا! اس لئے کہ تم لعنت بہت کرتی ہو اور شوہر کی ناشکری کرتی ہو۔ (پھر فرمایا کہ) میں نے عورت سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا کہ عقل اور دین کے اعتبار سے ناقص ہوتے ہوئے بہت ہوشیار مرد کی عقل کو ختم کردے۔ عورتوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ ہمارے دین اور عقل میں کیا نقصان ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا! کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ عورت کی گواہی مرد کی آدھی گواہی کے برابر ہے؟ عرض کیا! جی ہاں ایسا تو ہے۔ فرمایا! یہ اس کی عقل کی کمی (کے باعث) ہے۔ پھر فرمایا کیا یہ بات نہیں ہے کہ جب عورت کو حیض آتا ہے (تو ان دنوں میں حسب حکم شرع) نہ نماز پڑھتی ہیں اور نہ روزہ رکھتی ہیں۔ عورتوں نے جواب دیا کہ ہاں ایسا تو ہے۔ فرمایا کہ یہ اس کے دین کا نقصان ہے۔ (مشکوۃ شریف، از بخاری ومسلم)

تشریح...... یہ حدیث بہت سی نصیحتوں پر مشتمل ہے۔ سب کی تشریح غور سے پڑھیں۔

سرور عالم ﷺ نے اولاً فرمایا کہ عورتو! صدقہ دو، کیونکہ دوزخ میں زیادہ تر میں نے عورتوں کو دیکھا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ دوزخ میں زیادہ تعداد عورتوں ہی کی ہوگی، جو انسان (مرد وعورت) کافر یا مشرک یا منافق یا بے دین ہوں گے، وہ تو ہمیشہ ہی دوزخ میں رہیں گے اور بہت سے مسلمان (مرد وعورت) بھی اپنی اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے چلے جائیں گے، دوزخ کے داخل میں زیادہ تر عورتیں ہونگی اور ان کے دوزخ میں جانے کی کئی وجوہ ہونگی، عورتوں کا جو عام حال ہے، نمازوں کا قضا کرنا زیور کی زکوٰۃ نہ دینا اور بدگوئی اور بدزبانی میں لگے رہنا، یہ سب بڑے بڑے گناہ ہیں، اللہ تعالیٰ معاف نہ کرے گا اور جن لوگوں کی برائی کرتی تھیں وہ معاف نہ کریں تو بڑے بڑے عذاب بھگتنے پڑینگے۔ اس حدیث میں ایک خاص عمل کی ترغیب دی گئی ہے یعنی صدقہ کرنا، صدقہ کا

دوزخ سے بچانے کا بہت دخل ہے۔

ایک حدیث میں فرمایا ہے: یعنی صدقہ کر کے دوزخ سے بچو، اگرچہ آدھی کھجور ہی دے دو۔ اس میں فرض صدقہ یعنی زکوٰۃ اور نفلی صدقہ خیر خیرات سب داخل ہو گئے ان سب کو دوزخ سے بچانے میں خاص دخل ہے جس قدر ہو سکے اللہ کی راہ میں مال خرچ کرو، اپنے مال میں تو ذرا اختیار ہے، اور اگر شوہر کا مال ہو تو اس سے اجازت لے کر خرچ کرو۔

زیادہ تعداد میں عورتوں کا دوزخ میں جانے کا ایک سبب حضور اقدس ﷺ نے یہ بتایا کہ لعنت بہت کرتی ہیں، یعنی کوسنا پیٹنا، برا بھلا کہنا، الٹی سیدھی باتیں زبان سے نکالنا یہ عورتوں کا ایک خاص مشغلہ ہے۔ شوہر اولاد اور بہن بھائی، گھر در، جانور چوپایہ، آگ پانی ـــــ ہر چیز کو کوستی رہتی ہیں۔ اسے آگ لگے وہ لگی لگا ہے، یہ ناس پیٹی ہے، اسے ڈھائی گھڑی کی آئے، وہ موت کا لیا ہے، اس کا ناس ہو،...... اس طرح کی ان گنت باتیں عورتوں کی زبان پر جاری رہتی ہیں، اس میں بددعا کے کلمات بھی ہوتے ہیں گالیاں بھی ہوتی ہیں، یہ بات اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔

حضور اقدس ﷺ نے اس کو دوزخ کا سبب بتایا لعنت کرنا یعنی یوں کہنا کہ فلاں پر لعنت ہے یا فلاں ملعون ہے یا مردود ہے یا اس پر اللہ کی مار یا پھٹکار ہو بہت سخت بات ہے اللہ کی رحمت سے دور کرنے کی بددعا کو لعنت کہا جاتا ہے۔ عام طور پر یوں تو کہہ سکتے ہیں کہ کافروں پر اللہ کی لعنت ہو اور جھوٹوں پر اور ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے لیکن کسی پر نام لے کر لعنت کرنا جائز نہیں ہے جب تک یہ یقین نہ ہو کہ وہ کفر پر مر گیا، آدمی تو آدمی بخار کو، ہوا کو، جانور کو بھی لعنت کرنا جائز نہیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے ہوا پر لعنت کی، آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہوا کی طرف لعنت نہ کرو کیونکہ یہ اللہ کی طرف سے دی ہوئی ہے اور جو شخص کسی ایسی چیز پر لعنت کرے جو لعنت کی مستحق نہیں ہے تو لعنت اسی پر لوٹ جاتی ہے جس نے لعنت کی (ترمذی)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ بلاشبہ انسان جب کسی چیز پر لعنت کرتا ہے تو لعنت آسمان کی طرف بڑھ جاتی ہے اور وہاں دروازے بند کر دئے جاتے ہیں (اوپر کو جانے کا کوئی راستہ نہیں ملتا) پھر زمین کی طرف اتاری جاتی ہے زمین کے دروازے بھی بند کر دیئے جاتے ہیں (کوئی جگہ

ایسی نہیں ملتی جہاں وہ نازل ہو) پھر وہ دائیں بائیں کا رخ کرتی ہے، جب کسی جگہ کوئی راستہ نہیں پاتی تو وہ پھر واپس اس شخص پر لوٹ جاتی ہے جس پر لعنت کی گئی ہو، اگر وہ لعنت کا مستحق ہوا تو اس پر پڑ جاتی ہے ورنہ اس شخص پر آ کر پڑتی ہے جس نے منہ سے لعنت کے الفاظ نکالے تھے۔ (ابوداؤد)

ایک حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے اشاد فرمایا کہ اللہ کی لعنت ایک دوسرے پر مت ڈالو اور نہ آپس میں یوں کہو کہ تجھ پر اللہ کا غصہ ہو اور نہ آپس میں ایک دوسرے کے لئے یہ کہو کہ جہنم میں جائے۔ (ترمذی ابوداؤد)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زبان سے ایک موقع پر بعض غلاموں کے بارے میں لعنت کے الفاظ نکل گئے، حضور اقدس ﷺ وہاں سے گزر رہے تھے، آپ نے (کراہت اور تعجب کے انداز میں) فرمایا: لعانین و صدیقین کلا ورب الکعبة

یعنی لعنت کرنیوالے اور صدیقین (کیا دونوں جمع ہو سکتے ہیں) رب کعبہ کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا (کہ کوئی شخص صدیق بھی ہو اور لعنت کرنیوالا بھی ہو)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اس بات سے بہت اثر ہوا اور اس روز انہوں نے اپنے بعض غلام (بطور کفارہ) آزاد کر دیئے اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اب ہرگز ایسا نہیں کروں گا۔ (بیہقی)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ لعنت کرنے والے قیامت کے دن کسی کے حق میں گواہ نہ بن سکیں گے اور نہ سفارش کر سکیں گے۔ (صحیح مسلم)

دوسری بات حدیث میں یہ بتائی (جو دوزخ میں داخل ہونے کا باعث ہے کہ عورتیں شوہر کی ناشکری کرتی ہیں۔ ایک دوسری حدیث میں اسکی تشریح اس طرح وارد ہوئی ہے:

لو احسنت الی احدٰھنّ دھرا ثُمّ رَاتْ منک شیئاً قالت ما رایت منک خیر اًقطُّ.

یعنی اگر تم عورت کیساتھ ایک عرصہ دراز تک اچھا سلوک کرتے رہو پھر کبھی کسی موقع پر ذرا سی کوئی بات پیش آجائے تو (پچھلا سب کیا دھرا سب مٹی کر دے گی اور) کہے گی میں نے تیری

جانب سے کبھی کوئی بھلائی نہیں دیکھی ہے۔ (مشکوٰۃ، ص ۱۳۰، از بخاری و مسلم)

درحقیقت حضور ﷺ نے عورتوں کی ایک اور عادت کا تذکرہ فرمایا اور وہ یہ کہ بہت زیادہ ہوشمند مرد کو بالکل بے وقوف بنا کر رکھ دیتی ہیں، ضد کر کے اور پٹی پڑھا پڑھا کر اچھے خاصے ہوش و گوش والے مرد کو بدھو بنا دیتی ہیں مثلاً مرد سے کہا کہ تمہاری آمدنی کم ہے، سارے گھر کا گزارہ نہیں ہوتا ایسا کرو کہ ماں باپ سے علیحدہ ہو جاؤ پھر تمہارا گزارہ کشادگی کے ساتھ ہو سکے گا، ماں باپ کا فرمانبردار بیٹا اولاً کچھ دنوں تک دھیان نہیں دیتا مگر وہ اسے اتنا مجبور کرتی ہے اور روزانہ اتنا سبق پڑھاتی ہیں کہ آخر وہ کسی دن ماں باپ سے جدا ہونے کا فیصلہ کر ہی لیتا ہے۔ وہ شخص جو بڑے بڑے اداروں کو چلاتا ہے حکومت کے کسی اعلیٰ محکمہ کا افسر ہے اس کے ماتحت بہت سے کام کرتے ہیں، باوجود اس بڑائی اور ہوش مندی کے اسے بھی سبق پڑھا پڑھا کر بالآخر اسے بھی اپنے ڈھب پر ڈال ہی دیتی ہیں، اس کا سارا ہوش و گوش عورت کے سامنے کچھ کام نہیں دیتا، زیور اور کپڑے کے سلسلے میں اپنا مطلب پورا کر ہی لیتی ہیں، محلّہ کی کسی عورت نے ہار بنوالیا تو سمجھے گی کہ ہم پیچھے رہ گئے، ہمارا بھی ہار بنے اور اسی ڈیزائن کا ہو اور کم سے کم اتنے ہی تولہ کا ہو جیسا کہ پڑوسن نے بنوایا ہے، اب شوہر کے سر ہیں کہ ابھی بنے اور آج ہی آرڈر دو، شوہر کہتا ہے کہ ابھی موقع نہیں ہے کاروبار مندہ ہے یا تنخواہ تھوڑی ہے، بس برس پڑیں، تم کبھی فرمائش پوری ہی نہیں کرتے، ہمیشہ حیلے بہانے کرتے ہو، کیا ضرورت تھی کسی کی بیٹی پلّے باندھنے کی خرچ نہیں چلتا ہے تو پاپ کاٹو، پہلی مرتبہ تو اتنی بات سن کر شوہر خاموش ہو گیا، رات کو جب گھر آیا تو کان کھانے شروع کئے، بیچارہ سمجھا بجھا کر کسی طرح سو گیا، صبح اٹھ کر جب کام پر جانے لگا تو پھر ٹانگ پکڑی کہ آج تم ضرور کہیں سے رقم لے کر آؤ، شوہر نے کہا آج کہاں سے لے آوں گا، کیا کہیں ڈاکہ ڈالوں؟ ہم کچھ نہیں جانتے ڈاکہ ڈالو یا کچھ کرو رقم لانی ہوگی شوہر نے کہا میں تو رشوت بھی نہیں لیتا، کہیں قرض ملنے کی امید بھی نہیں ہے، کہاں سے لاؤں گا؟ فوراً آڑے ہاتھوں لیا، ساری دنیا رشوت لیتی ہے تم بہت بڑے متقی بنے ہو، ہم چار عورتوں کے درمیان بیٹھنے کے قابل بھی نہیں، نہ ہاتھ میں چوڑی نہ گلے میں لاکٹ۔ غرضیکہ ضد کر کے پیچھے پڑ کے زیور بنوا کر چھوڑتی ہیں۔

کپڑوں کے سلسلہ میں بھی یہی طرزِ عمل ہے، جب کوئی نیا کاٹ دیکھا، نیا کپڑا بازار میں

آیا جدید طرز کا فیشن چلا فوراً اسی طرح کا کپڑا بنانے کیلئے تیار ہوگئیں، شوہر کے پاس پیسہ ہو یا نہ ہو، موقع ہو نہ ہو بنانے کیلئے ضد شروع کردی، اصرار کرتے کرتے آخر بنا کر چھوڑتی ہیں، پھر عجیب بات یہ ہے کہ جو جوڑا ایک مرتبہ کسی شادی پر پہن لیا اب اسے آئندہ کسی تقریب میں پہننے کو عیب سمجھتی ہیں، نئی شادی کیلئے نیا جوڑا ہونا چاہئے، پھر کاٹ بھی نئی ہو چھانٹ بھی ماڈرن ہو...... انہی خیالات میں گم رہتی ہیں اور ان خواہشات کے پورا کرنے میں بہت سے گناہ خود ان سے سرزد ہوتے ہیں اور بہت سے گناہ شوہر سے کراتی ہیں۔ شوہر اتنے اخراجات سے عاجز ہوتا ہے تو رشوت لیتا ہے یا بہت زیادہ محنت کر کے رقم حاصل کرتا ہے جس سے صحت پر اثر پڑتا ہے۔ یہ جانتے ہوئے کہ رشوت لینا حرام ہے اور یہ عمل دوزخ میں لے جانیوالا ہے اور زیادہ محنت کرنے سے صحت پر برا اثر پڑے گا اچھا خاصا ہوشمند آدمی بے وقوف بن جاتا ہے اور عورت کی ضد پوری کرنے کیلئے سب کر گزرتا ہے۔

عورت کو زیور پہننا جائز تو ہے مگر اس جائز کیلئے اتنے بکھیڑے کرنا اور شوہر کی جان پر قرض چڑھانا اور اسکو رشوت لینے پر مجبور کرنا اور پھر دکھاوے کیلئے پہننا اسلام میں اسکی گنجائش کہاں ہے؟۔

بیاہ شادی کے موقع پر عورتوں نے بہت سی بری رسموں کا رواج ڈھال رکھا ہے جو غیر شرعی ہیں، ان رسموں کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتی ہیں، مرد کیسا ہی علم دار اور دیندار ہو اسکی ایک چلنے نہیں دیتیں آخر وہی ہوتا ہے جو یہ چاہتی ہیں۔

مرنے جینے میں بھی بہت سی بدعات اور شرکیہ رسمیں نکال رکھی ہیں، انکی پابندی نماز سے بھی بڑھ کر ضروری سمجھی جاتی ہے، اگر مرد سمجھائے کہ یہ شریعت سے ثابت نہیں انہیں چھوڑ دو تو یہ ایک نہیں سنتیں، بالآخر مرد مجبور ہو کر ان رسموں میں خرچ کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

یہ سب مثالیں ہم نے حدیث کا مطلب واضح کرنے کے لئے لکھ دی ہیں حضور اقدس ﷺ کا یہ فرمانا کہ دین اور عقل میں ناقص ہوتے ہوئے بہت بڑے ہوشمند آدمی کو بے وقوف بنا دیتی ہیں ...... بالکل حق ہے۔

حدیث کے آخر میں ہے کہ عورتوں نے یہ دریافت کیا کہ ہمارے دین اور عقل میں کیا کمی ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ عقل کی کمی تو اس سے ظاہر ہے کہ شریعت نے دو عورتوں کی گواہی ایک مرد

کے برابر شمار کی ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے جسکا مفہوم ہے کہ: پھر اگر وہ دو گواہ مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتوں میں سے کوئی ایک بھول جائے تو ان میں سے ایک دوسری کو یاد دلا دے

(سورہ بقرہ)

اور عورت کے دین کا یہ نقصان ہے کہ ہر مہینے جو خاص ایام آتے ہیں، ان میں نمازوں سے محروم رہتی ہیں اور ان ایام میں روزہ بھی نہیں رکھ سکتیں (اگر رمضان میں یہ دن آجائیں تو رمضان میں روزہ چھوڑ دیں اور بعد میں قضا رکھ لیں)

شاید کوئی عورت دل میں یہ سوال اٹھائے کہ اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟ خاص ایام کی مجبوری قدرتی ہے اور شریعت نے ان دنوں میں خود ہی نماز روزہ سے روکا ہے۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ مجبوری اگرچہ فطری اور طبعی ہے اور شریعت نے بھی ان دنوں میں نماز روزے سے روکا ہے مگر یہ بات بھی تو ہے کہ نماز روزہ کی ادائیگی کی جو برکات ہیں ان سے محرومی رہتی ہیں فطری مجبوری ہی کی وجہ سے تو یہ قانون ہے کہ ان ایام کی نمازیں بالکل معاف کردی گئی ہیں جن کی قضا بھی نہیں اور رمضان کے روزے کی قضا تو ہے مگر رمضان میں روزے نہ رکھنے پر کوئی مواخذہ نہیں۔ اب اگر کوئی عورت یوں کہے کہ خدا تعالیٰ نے یہ مجبوری کیوں لگائی ہے؟ تو یہ اللہ کی حکمت میں دخل دینا اور اسکی قدرت و مشیت پر اعتراض کرنا ہوا، یہ ایسی ہی بات ہے کہ جو شخص حج کریگا اسے حج کا ثواب ملے گا جو نہ کریگا اسے یہ ثواب نہ ملے گا، جس کے پاس حج کرنے کا پیسہ نہیں ہے اگر وہ کہیں کہ خدا تعالیٰ نے پیسہ کیوں نہیں دیا تو یہ اسکی بیوقوفی ہے اور اسکی کم عقل ہونے کی دلیل ہے۔ (بحوالہ تحفہ خواتین وخواتین کیلئے شرعی احکام)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جہنم میں لے جانے والے اس عمل یعنی لعنت سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

جہنم میں لے جانے والا پچیسواں عمل

خیانت کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یا یھاالذین امنو ا لا تخونوااللّٰہ والرسول......الخ" "اے ایمان والو نہ خیانت کرو اللہ اور اس کے رسول کے احکام میں اور نہ خیانت کرو اپنی امانت میں اور تم جانتے بھی ہو۔"

یہ آیت دراصل حضرت ابولبابہ انصاریؓ کے حق میں نازل ہوئی کیونکہ نبی ﷺ نے بنو قریضہ کی مسلسل شرارتوں کی وجہ سے انکا محاصرہ کرلیا تھا 27 دن تک محاصرہ رہا اس کے بعد انہوں نے کہا ہمارے لئے ثالث مقرر کردیں جو وہ فیصلہ کرے بس ٹھیک ہے آپ نے سعد بن معاذ کو مقرر کردیا انہوں نے کہا ابولبابہ کو مقرر فرمادیں چنانچہ انکو بھی مقرر کردیا گیا، انہوں نے پوچھا حضور ﷺ ہمارے بارے میں کیا فیصلہ کریں گے حضرت ابولبابہ نے گلے کی طرف اشارہ کیا کہ اب تمہیں قتل کردیا جائے گا یہ ایک راز تھا جو حضرت ابولبابہ نے ان پر ترس کر کے بتادیا چونکہ ان کے بچے بھی بنی قریضہ میں تھے تو بعد میں احساس ہوا کہ یہ تو خیانت ہوگئی، حضور ﷺ کا راز نہیں بتانا چاہیئے تھا۔

اس پر نادم ہوئے تو اپنے آپ کو مسجد نبوی کے ستون سے باندھ دیا کہ جب تک میری توبہ قبول نہ ہو میں نہیں کھولونگا چنانچہ چھٹے دن ان کی توبہ قبول ہوئی اس پر یہ آیت نازل ہوئی، کلبی کہتے ہیں خیانت سے مراد اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی ہے آگے فرمادیا انتم تعلمون تم جانتے بھی ہو کہ خیانت حرام ہے دوسری جگہ فرمایا "ان اللّٰہ لا یھدی کید الخائنین" خدا خیانت کرنے والوں کو ہدایت نہیں دیتے ۔ایک حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا منافق کی تین علامتیں ہیں جب بات کرے جھوٹ بولتا ہے جب وعدہ کرے خلاف کرتا ہے اور جب امانت رکھو خیانت کرتا ہے ایک جگہ حضور ﷺ نے فرمایا ﴿ لا ایمـان لـه لمن لا امانة لـه ﴾ "اس کا کوئی ایمان نہیں جس کے

اندر امانت نہیں خیانت ہر چیز میں بری ہے پھر اس میں درجہ بدرجہ زیادہ ہوتی جائیگی مثلاً پیسے میں مال میں بری ہے مگر عزت میں خیانت کا ارتکاب اور زیادہ برا ہے۔ایک حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اگر کوئی تیرے ساتھ خیانت کرے تو تو اس کے ساتھ برائی نہ کر برائی کا بدلہ بھلائی سے دے ایک حدیث میں ہے مؤمن کے ہر عمل پر مہر لگتی ہے سوائے جھوٹ اور خیانت کے۔ایک حدیث میں ہے قیامت کی تین علامتوں میں سے ایک یہ ہے کہ امانت میں خیانت پیدا ہو جائے گی نیز حضور اکرم ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن ایک خائن کو کہا جائے گا امانت ادا کروہ کہے گا یا اللہ دنیا اب چلی گئی اب کہاں سے لاؤں،حکم ہوگا جہنم میں چلا جائے یونہی اس کے ساتھ ہمیشہ ہوتا رہے گا،حضور اکرم ﷺ نے فرمایا وضو بھی امانت ہے غسل بھی امانت ہے۔اسی طرح سرکاری ڈیوٹی وغیرہ پر وقت پر نہ جانا خیانت ہے نوکر ملازمت صحیح نہیں کرتا یہ بھی خیانت ہے بہت احتیاط کی ضرورت ہے ورنہ تنخواہ میں حرام کی ملاوٹ ہو جائے گی۔

بہر حال امانت اور دیانت کا تقاضہ ہے کہ جس کا حق ہو اسے دیا جائے اگر اس میں خیانت کی جائے گی تو بے ایمانی ہوگی۔انسان یہ خیال کرتا ہے کہ بے ایمانی سے اسے زیادہ ملے گا لیکن یہ صرف ایک فریب ہے جو انسان اپنے آپ کو دیتا ہے۔

ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ معاملات میں صرف اپنا حق لیا جائے اور دوسروں کا حق جو اللہ اور اس کے رسول نے مقرر کیا ہے وہ دیا جائے۔اگر اس شرعی اصول کے خلاف فریب یا دھوکہ دہی کریں گے تو وہ بے ایمانی کہلائے گی۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:”اے ایمان والو آپس میں ناحق طریقے سے مال نہ کھاؤ۔“ (النساء)

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ان تمام طریقوں کی نفی کر دی گئی ہے جو ایمانداری کے برعکس ہیں یعنی آپس میں مال کھانے کا جو بھی ناحق طریقہ ہے وہ بے ایمانی ہوگا،لہٰذا دھوکہ،فریب،ظلم،غصب،خیانت اور ملاوٹ کا شمار اسی زمرے میں آتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے بے ایمانی کو بہت برا جانا ہے،ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ جس نے ہم پر ہتھیار اٹھایا اور جس نے ہمارے ساتھ بے ایمانی کی وہ ہم میں سے نہیں،نبی اکرم ﷺ کی اس

حدیث میں دو بڑی جامع باتیں ہیں کہ جو شخص مسلمانوں پر دست درازی کرے اور انہیں دھوکہ دے وہ مسلمانوں کا ساتھی یا دینی بھائی کیسے ہوسکتا ہے، مگر جوں جوں قرب قیامت کا دور آئے گا، مسلمانوں میں یہ دونوں جرائم زیادہ ہوتے جائیں گے لہٰذا ان سے اللہ محفوظ رکھے۔

ایک اور مقام پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی کسی مؤمن کو نقصان پہنچائے یا اس کے ساتھ دھوکہ یعنی بے ایمانی کرے۔ وہ ملعون ہے۔ اس حدیث میں بے ایمان پر لعنت کی گئی ہے جو خدا کی رحمت سے دوری ہے نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو ہمارے ساتھ دھوکہ بازی کرے وہ ہم میں سے نہیں، کیونکہ مکروفریب دھوکہ بازی کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے نبی کریم ﷺ بازار سے گزر رہے تھے، ایک جگہ غلے کا ڈھیر دیکھا آپ ﷺ نے اس کے اندر ہاتھ ڈالا تو معلوم ہوا کہ اندر سے غلہ گیلا ہے اور باہر سوکھا ہے، آپ ﷺ نے غلے والے سے پوچھا یہ کیا ہے؟ اس نے عرض کیا یہ بارش سے بھیگ گیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا پھر تم نے اسے اوپر کیوں نہیں رکھا تا کہ خریدنے والے دیکھ لیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا جو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ناقص سودا فروخت کرنا بے ایمانی ہے یا کسی سودے کے خامی کو چھپانا بھی بے ایمانی ہے۔ بے ایمانی کی یہ صورت عام ہے، لوگ دکھاتے کچھ ہیں اور دے کچھ اور دیتے ہیں۔

بے ایمانی سے فائدہ یا اضافہ کم ہوتا ہے لیکن انسان تھوڑے سے فائدہ کی خاطر گناہوں سے اپنی آخرت کو بہت وزنی کر لیتا ہے، لہٰذا بے ایمانی کا دین اور دنیا میں نقصان ہی نقصان ہے، بے ایمانی کرنے والے جب بے نقاب ہو جاتے ہیں تو ان کی عزت ہمیشہ کے لئے خاک میں مل جاتی ہے پھر ایسی دولت سے کیا فائدہ جو دین و دنیا میں ذلت اور رسوائی کا سبب بنے، اس لئے میرے عزیزو! اگر کسی شخص میں بے ایمانی اور دھوکہ کی بدعادت موجود ہو تو اسے فوراً اللہ کے حضور توبہ کر لینی چاہیئے۔ (بحوالہ اللہ میری توبہ)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو خیانت سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

جہنم میں لے جانے والا چھبیسواں عمل

کسی کا مذاق اڑانا

شریعت کی رو سے کسی کا مذاق اڑانا یا کسی کا ٹھٹھا کرنا کسی کی آواز اور لہجہ کی اس طرح کی نقل اتارنا کہ لوگ ہنسیں، جائز نہیں ہے، کیونکہ مذاق سے عموماً دوسرے انسان کا دل دکھتا ہے جو رنجش اور دل آزاری کا سبب بنتا ہے اور اسلام میں دوسرے کو رنجش پہنچانا جائز نہیں کیونکہ مذاق میں دوسروں کی تضحیک ہوتی ہے اور مذاق کرنے والے میں خفیہ تکبر اور غرور کا عنصر پایا جاتا ہے جس کی بنا پر اسلام میں یہ حرام ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا کہ: ''اے ایمان والو! نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں ہوسکتا ہے وہ ان سے بہتر ہوں۔'' (الحجرات)

اس آیت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ کسی صورت میں بھی دوسروں کا مذاق نہ اڑایا جائے کیونکہ یہ بات انسانی تعلقات اور بھائی چارے پر اثر انداز ہوتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے تمسخر کی تمام صورتوں کو ناجائز قرار دیا ہے۔

دوسروں کا مذاق نہ اڑانے کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص ایسے گناہ میں غیبت کرے جس سے وہ توبہ کر چکا ہو تو غیبت کرنے والا اس گناہ میں مبتلا ہو کر مرتا ہے۔ اور نیز فرمایا کہ کسی کی ہوا خارج ہونے پر نہیں ہنسنا چاہئے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے منع فرمایا ہے کیونکہ جو بات خود کسی سے ممکن ہے تو اس کی وجہ سے ہنسنے کی کیا ضرورت ہے، اور فرمایا جو استہزا کرتا ہے اور لوگوں پر ہنستا ہے قیامت کے دن بہشت کا دروازہ کھولا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا آجاؤ وہ قریب ہوگا تو دروازہ بند کرلیں گے، پھر دوسرے دروازے پر بلایا جائیگا وہ اندر جانے کی امید میں قریب ہوگا تو پھر اسی طرح دروازہ بند ہو جائے گا، حتی کہ وہ رنج والم میں ترستا رہے گا یہ ایک قسم کا اس کے ساتھ مذاق ہوگا اور اسے احساس دلایا جائے گا کہ تو دوسروں کے ساتھ استہزا کیوں کیا کرتا تھا۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک انسان کی خوبی ایمان واخلاص اور تعلق باللہ میں ہے نہ کہ شکل و صورت اور جاہ و مال میں حدیث میں آیا ہے: ''اللہ تمہاری صورتیں اور تمہارے مال کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔'' (مسلم)

لہٰذا کسی مرد یا کسی عورت کا اس بنا پر مذاق اڑانا جائز نہیں کہ وہ جسم یا خلقت کی کسی خرابی یا مالی افلاس میں مبتلا ہے۔

روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی پنڈلی کھل گئی ان کی پنڈلی بہت دبلی پتلی تھیں، بعض لوگ دیکھ کر ہنس پڑے لیکن نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''کیا تم ان کی پنڈلیوں کے دبلا ہونے پر ہنستے ہو؟ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میرے جان ہے وہ میزان میں احد پہاڑ سے زیادہ وزنی ہوگا۔''

نبی کریم ﷺ کی ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اسلام میں کسی صورت بھی کسی کا ہنسی مذاق جائز نہیں، بلکہ اس سے ہر ممکن بچنے کی تاکید کی گئی ہے، بلکہ یہ ایک ایسا گناہ بےلذت ہے کہ انسان محسوس بھی نہیں کرسکتا کہ میں نے کوئی گناہ کیا ہے۔ لیکن اس کا اعمال نامہ گناہوں سے سیاہ ہو جاتا ہے لہٰذا جو لوگ اس عادت میں مبتلا ہیں انہیں چاہئے کہ اس عادت سے ہمیشہ کے لئے توبہ کرلیں۔

معاشرے میں دوسروں کا مذاق کرنے کی رسم عام ہے زندگی کے جس شعبے میں بھی کوئی شخص جو دوسروں کی نسبت کم حیثیت رکھتا ہے تو دوسرے اسے طرح طرح کی باتیں بنا کر مذاق کرتے ہیں، برے لفظوں سے پکارتے ہیں، الٹا سیدھا دل آزاری کرنے والا نام رکھ دیتے ہیں اس طرح بغض اور کینہ جنم لیتا ہے، مدرسوں میں طالب علم استادوں کا مذاق کرتے ہیں اور اصل نام بگاڑ کر طرح طرح کے مزاحیہ نام رکھ لیتے ہیں ایسے ہی دفاتر اور کارخانوں میں آپس میں ایک دوسرے کا مذاق کرتے ہیں، ایسے ہی محلوں میں اور مساجد میں لوگ کسی انسان کو تذلیل کا نشانہ بنا لیتے ہیں یہ تمام امور اسلام کے ضابطۂ اخلاق کے منافی ہیں لہٰذا دوسروں کو مذاق اور ہنسی کا نشانہ بنانے سے ہمیشہ کے لئے توبہ کرلینی چاہئے ورنہ اس کا انجام دین و دنیا میں عبرتناک ہوگا، آج جو لوگ اپنی قوت، جوانی اور دولت پر فخر کرتے ہیں دوسروں کو مذاق کا نشانہ بناتے ہیں ایک وقت آتا

ہے جب وہ بوڑھے ہو جاتے ہیں تو پھر ان کو بھی مذاق کرنے والے پیدا ہو جاتے ہیں لہٰذا اس رسم سے ہمیشہ کے لئے توبہ کر لینی چاہیئے، اللہ توبہ قبول فرمائے، آمین۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جہنم میں لے جانے والے اس عمل یعنی کسی کے مذاق اڑانے سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

کلٌ عام وأنتم بخیر

جہنم میں لے جانے والا ستائیسواں عمل

لڑائی جھگڑا کرنا

حجۃ الاسلام امام غزالیؒ فرماتے ہیں ﴿الـمـراء والجدال والخصومة﴾ الخ یہ تین لفظ ہیں المراء سے مراد خود پسندی ہے دوسرے کو حقیر جاننا۔ اور خصومت سے مراد جھگڑا اور جدال کبھی حق کے لئے ہوتا ہے کبھی بغیر حق کے لئے جیسے آیا ہے ﴿ولا تجادلوا اهل الكتاب الا بالتي هي احسن.. الخ﴾ اگر جدال حق کے لئے ہو تو یہ محمود ہے اگر ناحق ہو تو برا ہے، اگر کوئی کہے کہ اپنے حق کے لئے لڑنا چاہیے اس کا وہی جواب ہے جو امام غزالیؒ نے دیا ہے کہ اس جھگڑے کی مذمت ہے جو بغیر علم کے ہو باطل طریقے سے ہو اور اس لڑائی میں جھوٹ اور ایذاء دینا اور اپنے مدمقابل پر غلبہ مقصود ہو اور اس کو ذلیل کرنا مقصود ہو تو ایسا جھگڑا مذموم ہے لیکن وہ مظلوم جو امداد چاہے اپنے حق کی خاطر شرعی طریقے پر بغیر عناد اور ایذاء کے یہ حرام نہیں ہے لیکن زبان کو ضبط کرنا اور حد اعتدال میں رکھنا تو نہایت مشکل کام ہے۔ جھگڑا کینہ پیدا کرتا ہے غصے کی آگ مزید بھڑکتی ہے اس کا دور ہونا مشکل ہے جو شخص جھگڑا کرے گا وہ کئی آفات کا شکار ہوگا اور کم از کم اس کا اثر دل پر یہ ہوگا کہ دل غافل ہو جائے گا حتی کہ نماز بھی پڑھے گا تو اس کا دل اسی جھگڑے کی طرف ہوگا۔

جھگڑا بہر حال شر کی بنیاد ہے لہٰذا بغیر ضرورت کے جھگڑے کا دروازہ نہیں کھولنا چاہیے، حضرت ابن عباسؓ سے مروی یہ کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تجھے گناہ کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ ہمیشہ جھگڑا کرتا ہی رہے۔ حضرت علیؓ سے بھی روایت ہے کہ جھگڑے میں ہلاکت ہے۔

حضرت ابو امامہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کوئی قوم گمراہ نہیں ہوگی جب تک ہدایت پر رہیں ہاں جب جھگڑے پر اتر آئیں تو پھر خطرہ ہے گمراہی کا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا مجھے سب سے زیادہ خوف تمہارے اوپر جو ہے وہ یہ ہے کہ عالم پھسل جائے اور منافق قرآن کے بارے میں جھگڑے، اس وقت تمہاری گردنیں کاٹی جائیں گی کیونکہ آپ نے فرمایا قرآن میں جھگڑنا کفر ہے۔

دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو لڑائی جھگڑے سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔
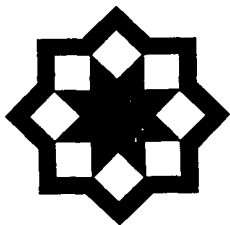
جہنم میں لے جانے والا اٹھائیسواں عمل

خودکشی کرنا

(نوٹ)..... خودکشی کے بارے میں کچھ تفصیل قتل کے ذیل میں بھی آچکی ہے، البتہ اب ہم اس کی مزید وضاحت کے لئے الگ عنوان کے تحت اسے یہاں بیان کر رہے ہیں لیجئے ملاحظہ فرمائیے:۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ: ﴿ولا تقتلوا انفسکم ان اللّٰہ کان بکم رحیما﴾ ''اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اور نہ قتل کرو اپنے آپ کو تحقیق اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ رحمت کرنے والا ہے۔

واحدی نے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ ایک دوسرے کو قتل نہ کرو کیونکہ مسلمان ایک جان ہے ایک قوم اس طرف گئی ہیں کہ اس آیت سے مراد خودکشی ہے۔ حضرت عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ سردی کی رات میں مجھے احتلام ہو گیا اور ہم غزوہ ذات السلاسل میں تھے میں نے سردی کے مارے غسل نہیں کیا اور تیمم کر لیا اور فجر کی نماز جماعت سے پڑھ لی میں نے یہ واقعہ حضور اکرم ﷺ سے عرض کر دیا کہ سردی کی وجہ سے غسل نہیں کیا تھا یہی آیت پڑھ کر سنائی ﴿ولا تقتلوا انفسکم﴾ اس آیت پر آپ ہنس پڑے اور کچھ نہ فرمایا نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم سے پہلے ایک شخص تھا جس کو کوئی زخم آ گیا زخم سے گھبرا کر اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا خون بند نہ ہونے کی وجہ سے مر گیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے تو تیرا موت کا وقت مقرر کیا تھا مگر تو نے جلدی کی اور لہٰذا تم پر جنت میں نے حرام کر دی۔

ایک حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے آپ کو جس آلے سے قتل کرے گا اسی سے اپنے آپ کو جہنم میں ہلاک کرتا رہے گا اگر کسی نے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا مارا تو جہنم میں بھی ایسا ہی کرتا رہے گا یہی اس کی سزا ہے۔ ثابت بن ضحاک

سے مروی ہے کہ مؤمن کولعنت کرنا قتل کی مانند ہے اور اس پر تہمت لگانا کفر کی مانند ہے اور جو کوئی خودکشی کرے قیامت تک اس کو وہی عذاب دیا جائے گا۔ یہ خودکشی کرنا دوزخی عمل ہے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کونفس کے شر سے اور بداعمالی سے بچائے۔

خودکشی کی قباحت اور ممانعت

اور جو شخص اپنے آپ کو چھری تلوار وغیرہ سے قتل کرتا ہے تو وہ جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا اور اس تلوار یا چھری سے اپنا پیٹ چاک کرتا رہے گا، ایک صاحب زخمی تھے انہوں نے شدت تکلیف سے بچنے کے لئے قینچی سے اپنا گلا کاٹ لیا، ان کو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لایا گیا تو آپ ﷺ نے ان پر نماز جنازہ نہ پڑھی، اس لئے کہ آپ کو اس کے بارے میں تردد تھا اور آپ کو یہ معلوم نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ کیا کریں گے، اور آپ ﷺ کو یہ بات ناپسند تھی کہ ایسا شخص جو خودکشی کرکے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے غضب کا مستحق بنالے اس کے لئے آپ سفارش کریں اور آپ کی سفارش رد کردی جائے، اس لئے آپ نے اور لوگوں کو ان پر نماز جنازہ پڑھنے کا حکم دے دیا، تاکہ اللہ تعالیٰ چاہیں تو اس شخص کے بارے میں ان کی سفارش قبول فرمالیں اور اس کی مغفرت کردیں اور چاہیں تو سفارش رد کردیں اور اس شخص کو اس کے لئے سزا دیں۔

انسان اپنے نفس کا ایسا مالک نہیں ہے کہ اس کا جو چاہے کرے قتل کرے، ضائع کرے، بلکہ انسانوں کی جان کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے اور کسی کی ملکیت میں اس کی اجازت کے بغیر کسی کو تصرف کرنے کی اجازت نہیں ہے، کمزور شخص سختیاں برداشت نہیں کرسکتا اور آفات پر صبر نہیں کرسکتا بلکہ جب بھی اس پر کوئی مصیبت آئے گی تنگ دل ہوجائے گا اور اس کو اس چیز کے ذریعے دور کرنا چاہے گا جو اس کے بس میں نہ ہو، اور پھر جب اس سے چھٹکارا حاصل نہ کرسکے گا اور مایوس ہوجائے گا اور اسے ہلاکت وخطرے میں پڑنے کا یقین ہوجائے گا تو وہ خودکشی کرلے گا اور اپنے آپ کو بدترین ٹھکانہ یعنی جہنم کی طرف جلد از جلد پہونچادے گا، حالانکہ وہ یہ سمجھ رہا ہوگا کہ وہ اپنے اس گندے اور شنیع فعل کی وجہ سے اس تکلیف سے بچ جائے گا جس میں وہ گرفتار تھا یا جس ہلاکت میں واقع ہونے کا اسے ڈر تھا، لیکن ایسا شخص اپنے ایمان کی کمزوری اور پست ہمتی کی وجہ سے اللہ کی

ناراضگی وغضب کے نہایت گہرے گڑھے میں گر جاتا ہے اور اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کے ایسے عذاب کا مستحق بنا دیتا ہے جسے وہ برداشت نہیں کر سکتا۔

یورپ وامریکہ اور ان کی تقلید کرنے والے ملکوں اور ایسے علاقوں میں جہاں کے رہنے والے یورپ کی ہر بری سے بری بات کو بھی اچھا سمجھتے ہیں ایسے ممالک میں خودکشی بہت عام ہے، یہ لوگ اسے بہادری سمجھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ خودکشی کے ذریعے دنیا کی تکلیف ومشقتوں سے چھٹکارا مل جائے گا، اور اگر کوئی طالب علم امتحان میں ناکام ہو جائے تو اپنی اس غلطی کا کفارہ خودکشی کو سمجھتا ہے اور اپنے موقف کی تائید کے لئے اسے جائز سمجھتا ہے، اسی لئے ان میں خودکشی کا مرض بہت عام ہو گیا ہے، اور ان لوگوں نے اس کی وجہ سے اپنے اور اپنے والدین بلکہ اساتذہ وملک ووطن پر بھی زیادتی کی ہے، انہی لوگوں کے بارے میں شوقیؒ نے ایک طویل قصیدہ کہا ہے جس میں ان کو سرزنش کی ہے اور ان کے اس برے کام وقبیح حرکت پر ملامت کی ہے جس کا اردو ترجمہ ذیل میں ہم پیش کرتے ہیں۔

تم اپنے والدین پر کیوں زیادتی کرتے ہو، بڑھاپے میں اولاد کے گم ہونے پر سخت تکلیف پہونچتی ہے، اور تم ایسے وطن کی نافرمانی کرتے ہو جو تمہارے بارے، میں خوف وڈر میں لگا رہتا ہے، ملک کے لئے نوجوان کے گم کرنے کی مصیبت، ایسی ہے جیسے زمین کی کھیتی کو نظر لگ جانے کی مصیبت، تم میں سے کسی کو معلوم نہیں ہے کہ اگر وہ صبر، اور انتظار کر لیتا تو اسے کیا دیا جاتا، بہت سے ایسے بچے ہیں جو خستہ حالی میں رہے، لیکن جب وہ نوجوان ہوئے تو ان پر نعمتوں کی بارش برسنے لگی، اور کتنے ہی ایسے بچے ہیں جن کی دنیا نے تحقیر کی وہ نوجوان ہوئے تو معزز ومحترم اور دبدبہ والے بن گئے، اور کتنے ہی ایسے عزت ومرتبہ والے ہیں جن کے والد نے انہیں سردار نہیں بنایا، بتلایئے سورج کا باپ کون ہے اور چاند کا دادا کون ہے، آسمان چکر لگا رہا ہے اور دنیا میں نہ، خوش بختی دائمی ہوتی ہے اور نہ بدقسمتی ہمیشہ رہتی ہے، دل کو بچپن وجوانی کی لذتوں سے راحت پہونچاؤ اس لئے کہ کدورت پیدا کرنے کے لئے بڑھاپا بہت کافی ہے، حکمت سے کام لو اور اس سے شفا حاصل کرو اور اس میں سے جو گم ہو گیا ہو اسے سیرت کی کتابوں میں تلاش کرو؟ اور اپنے سے پہلے گزرنے والوں کے حالات پڑھ لو، بہت سی مرتبہ گزرے ہوئے لوگ زندوں کو تعلیم دیتے

تھے، اور اللہ نے تصویروں اور حقیقت و معانی کے جمال و خوبصورتی، میں جو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے اسے غنیمت جانو، اور علم کو صرف علم کی خاطر حاصل کرو اس سے تمہارے۔ مقصد ڈگریاں اور دوسرے مقاصد نہ ہوں۔ بہت سے ایسے لڑکے جو اسباق میں نا قابل ذکر کمزور ہوتے تھے وہ علم کے بے پایاں سمندر اور اپنے زمانے کے لوگوں کے استاذ بن گئے، اور بہت سے علم کے حصول کے لئے محنت کرنے والے گمنام ہو گئے، نہ ان کا نام گزرے ہوئے لوگوں میں آتا ہے نہ موجود لوگوں میں، خودکشی کرنے والا خواہ وہ اپنے نفس ہی کو قتل کرتا ہے لیکن وہ، اللہ تعالیٰ کو بھی ناراض کرتا ہے اور بندوں کو بھی راضی نہیں کرتا، زندگی کا میدان اس اللہ کے قبضے میں ہے جس نے وہاں آنا اور جانا اپنی اجازت پر موقوف رکھا ہے، کوئی نفس اس کے نام کے بغیر نہیں مر سکتا جس ذات نے اس پر موت کو مقرر و لازمی کر دیا ہے، نوجوان اپنی روح کی سخاوت اس وقت کرتا ہے جب دشمن سے جنگ میں، خطرے و خوف کا وقت ہو اور لشکر ایک دوسرے میں گھس گیا ہو، اس میں اجر و ثواب بھی ملتا ہے اور فخر و مباہات بھی ہوتی ہے، جو زندہ رہا اس کی حمد و ثناء ہوگی اور جو مر گیا اسے اجر و ثواب ملے گا۔

بہر حال جس کو اپنی جان کا مرتبہ معلوم ہو اور اس کی زندگی اس کو عزیز ہو وہ اپنے آپ کو تلف کرنے اور ضائع ہونے سے بچاتا ہے اور موت و ہلاکت سے دور رکھتا ہے الا یہ کہ اسے اللہ کے راستے میں قربان کرنا پڑے تو وہ اس میں قطعاً پس و پیش نہیں کرتا اور خوب اجر و ثواب کماتا ہے اور جام شہادت نوش کر لیتا ہے یا معزز و مکرم زندہ بچ جاتا ہے تو وہ اس کو آخرت کی طرف لے جاتا ہے اور اس کو اللہ کے راستے میں لگاتا ہے اور دنیا سے راضی و خوش لے جاتا ہے اور میدان جنگ میں قربان کر دیتا ہے۔

ذلت و رسوائی کی زندگی میں کوئی خیر و بھلائی نہیں، اور حقارت و ذلت اور ظلم و عدوان کی زندگی کبھی اچھی نہیں ہوتی، حدیث میں آتا ہے، جو شخص اپنی جان کی حفاظت کرتا ہوا قتل ہو جائے وہ شہید ہے، اور جو شخص اپنے دین کی حفاظت کرتے ہوئے مر جائے وہ شہید ہے، اور جو شخص اپنی (عزت و آبرو) گھر والوں کی حفاظت کرتا ہوا قتل ہو جائے وہ بھی شہید ہے۔

اس سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ عزت و کرامت کی راہ میں مر جانا ذلت و رسوائی کی زندگی سے بہتر ہے چاہے بزدل و کمزور نفس والے اس کے خلاف گمان رکھیں، اللہ کے

یہاں شہید وہی شخص شمار ہوگا جو حق کے لئے قتل ہو، اور اپنے دین، مال و عزت وکرامت کی حفاظت کے لئے مرا ہو، ایسا شخص خودکشی کرنے والا شمار نہ ہوگا جو خوفناک مہلک جگہوں میں گھس گیا ہو اور میدان کارزار میں شجاعت و بہادری اور اللہ کی تقدیر اور درج ذیل فرمان مبارک پر ایمان کی وجہ سے بے دریغ داخل ہو گیا ہو: ﴿ولن یوخر اللّٰہ نفسا اذاجاء اجلھا واللّٰہ خبیر بما تعملون﴾
''اور ہر گز ڈھیل نہ دے گا کسی جی کو جب آ پہنچا اس کا وعدہ اور اللہ کو خبر ہے جو تم کرتے ہو۔''

(المنافقون)

ایک صحابی مسلمانوں اور کافروں کی صفوں کے درمیان آگئے اور ہتھیار سے لیس ہو کر دشمن کی طرف آگے بڑھے تو لوگوں نے کہا کہ ان صاحب نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیا ہے، تو حضرت ایوب انصاریؓ نے فرمایا: تم لوگ قرآن کریم کی ایسی تفسیر کرتے ہو جو وہاں مراد نہیں ہوتی، بات یہ تھی کہ انصار جہاد کرنے سے رک گئے تھے اور اپنے مال و جان سے اللہ کے راستے میں جہاد نہیں کر رہے تھے تو ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان مبارک نازل ہوا کہ: ''اور خرچ کرو اللہ کی راہ میں اور اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور نیکی کرو بیشک اللہ دوست رکھتا ہے نیکی کرنے والوں کو۔'' (سورۂ بقرہ)

ہلاکت سے مراد ہے جہاد نہ کرنا، اور جو قوم بھی جہاد چھوڑ دیتی ہے وہ ذلیل ہو جاتی ہے اور وہ اس مصیبت میں گرفتار ہو جاتے ہیں جس سے وہ ڈرتے ہیں اور موت انہیں ایسی جگہ سے آ کر پکڑ لیتی ہے جہاں سے انہیں گمان بھی نہیں ہوتا۔

یہاں ایک چیز ہے جسے قربانی کہا جاتا ہے اور ایک چیز ہے جسے فدائیت کہتے ہیں، جو آج نہ مسلمانوں کے بوڑھوں میں موجود ہے نہ نوجوانوں میں، اور اپنی ناپاک جان اور خبیث مال بچانے کے لئے اسے نہ دین کے جانے کی فکر ہے نہ مسلمانوں کے ختم ہونے کی، روپیہ پیسہ اس کے نزدیک زیادہ دقیع اور اس کی حیثیت اس کے یہاں ایمان اور امت کی شرافت کی حفاظت اور ملک کی آزادی سے زیادہ بڑی ہے جب کہ ہمارے آباء و اجداد ایک بُری بات سننا بھی پسند نہیں کرتے تھے اس پر جان دیتے تھے اور ملک و ملت و عزت وکرامت کی خاطر قتل ہو جایا کرتے تھے اور چاہے کچھ بھی ہو جائے تب بھی کوئی چھچھوری و بری حرکت نہیں کرتے تھے۔

مــخــص اس بہادر وجری نوجوان کو کہا جاتا ہے جو سخت ترین حالات کا مقابلہ کرے اور ہلاکت کی جگہوں میں گھس جاتا ہے، مطلب یہ ہے کہ کبھی بہادر آدمی بچ جاتا ہے اور بزدل ہلاک ہو جاتا ہے حالانکہ بہادر آدمی خطرناک سے خطرناک مقامات میں گھسا ہوتا ہے، اور اس سب سے مقصد یہ ہے کہ بہادری جرأت اور پیش قدمی پر ابھارا جائے۔

مشرکین اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز پر ایمان نہیں رکھتے ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنی جان دوسروں پر قربان کر دیتے ہیں اور اپنے پاس موجود ہر قیمتی و معمولی چیز کو اپنے اہل وعیال اور قوم کی عزت و آبرو اور ملک و ملت اور قوم کے لئے قربان کر دیتے ہیں حالانکہ ان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

موجودہ دور کے ممالک میں سے ایک حکومت نے کوئی جنگی سامان بنایا، اس کا تجربہ کرنا بھی ضروری تھا، اس لئے انہوں نے ایک ایسا آدمی مانگا جو اس جدید ایجاد واختراع کے لئے اپنی جان کی قربانی دے چنانچہ مقررہ وقت گزرنے سے قبل چار سو نوجوانوں نے اپنے آپ کو پیش کیا اس کے برخلاف ہم سب یہ جانتے ہیں کہ موت برحق ہے اور مرنے کے بعد مؤمنوں کو جنت ملے گی لیکن ہم پھر بھی موت سے ڈرتے ہیں، زندگی کے حریص ہیں حالانکہ موت نے بہر حال آنا ہی ہے۔

اور اس طرح جو شخص ایسی چیز کو اپنے اوپر لازم کرلے جس کا وہ مالک نہ ہو اور ایسی نذر مان لے جس کو پورا نہ کر سکتا ہو تو اس پر کچھ نہیں آتا اور اس کی نذر باطل ہے، نذر سے متعلق مسائل کی تفصیل کتب فقہا میں تفصیل سے موجود ہے، یہاں ہم نذر کے احکام سے متعلق کچھ حصہ بیان کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیے:۔

قرآن کریم میں اللہ نے ان لوگوں کی تعریف وتوصیف کی ہے جو نذر پوری کرتے ہیں اور ایسے دن کی گرفت سے ڈرتے ہیں جس کا شر بہت عام ہوگا، اور اللہ نے حج بیت اللہ کرنیوالوں کو یہ حکم دیا ہے کہ ''پھر چاہئے کہ ختم کر دیں اپنے میل کچیل اور پوری کریں اپنی منتیں اور طواف کریں اس قدیم گھر کا۔'' (سورۃ حج)

کافر کی نذر صحیح نہیں ہوتی، اور کافر نے اگر نذر مانی ہو تو جب وہ مسلمان ہو تو اس کا پورا کرنا

اس پر واجب ہوتا ہے اس لئے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ کی حدیث میں آتا ہے کہ انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں نے زمانۂ جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ میں مسجد حرام میں ایک رات اعتکاف کروں گا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنی نذر پوری کرو اور اعتکاف کرو۔

بچے اور دیوانے کی نذر صحیح نہیں ہوتی نہ بالغ ہونے اور جنون ختم ہونے کے بعد ان پر اس کا پورا کرنا لازم ہوتا ہے، نشہ والے شخص کی نذر درست ہے، جس بے وقوف شخص کو تصرفات سے روک دیا گیا ہو وہ مال کے علاوہ کی نذر مان سکتا ہے، اور جو مفلس ہو اس کی ذمہ میں نذر واجب ہوگی عین مال میں نہیں، مرض الموت میں تہائی مالدار پر ہو یا فقیر پر دونوں صورتوں میں اس کی نذر درست ہے، اور غلام وغیرہ کی بھی نذر درست ہے، لیکن رہن شدہ چیز جب تک چھڑا نہ لی جائے اور کرایہ پر دی گئی چیز جب تک اس کی مدت پوری نہ ہو جائے اس وقت تک اس کی نذر درست نہیں ہے، لیکن جو چیز رہن ہے وہ قرض دینے والے کے لئے نذر مان سکتے ہیں الا یہ کہ اگر قرض کے وقت یہ شرط لگالی جائے اور اس میں ربا کا حیلہ محسوس ہو تو درست نہیں، یا یہ کہ خرید و فروخت کرنے والوں میں سے ایک دوسرے سے کہے کہ اگر تم اپنے اس حق کو میرے لئے نذر مان لو تو میں تمہارے لئے اس کی نذر مان لوں گا۔

ہمارے بعض اصحاب یہ کہتے ہیں کہ خریدنے اور بیچنے والے اگر یہ نذر مان لیں تو درست ہوگی خصوصاً ایسی چیز جس کی بیع درست نہ ہو جیسے حقوق کی بیع اور ایسی چیز جس کے حوالہ کرنے پر قادر نہ ہو، اور یہ معاملہ ہمارے یہاں سکے کی سکے سے بیع کی شکل میں عام ہے جیسے سونا سونے کے بدلے اور چاندی چاندی کے بدلے، ٹوٹی ہوئی صحیح کے بدلے اور صحیح ٹوٹی کے بدلے اور ایک ملک میں چلنے والی کرنسی دوسرے ملک کی کرنسی کے بدلے۔

جس کے لئے نذر مانی جا رہی ہے اس کا قبول کرنا ضروری نہیں ہے چاہے وہ مخصوص شخص کیوں نہ ہو شوافعؒ کے یہاں نذر لفظ نذر کے ساتھ ہی منعقد ہوتی ہے خواہ نیت نہ بھی ہو، اور جس چیز کی نذر مانی گئی ہے اور وہ ذمے میں ہو وہ واپس کرنے سے ساقط ہو جاتی ہے برخلاف متعین چیز کے، اگر کوئی نذر ماننے والا اس چیز کو جس کی نذر مانی ہے اس شخص کو ھبہ کر دے جس کے لئے نذر مانی ہے تو اس سے بھی نذر ساقط ہو جاتی ہے، اسی طرح اگر وہ شخص جس کے لئے نذر مانی ہے وہ

اس چیز کو نذر ماننے والے کو معاف کردے تب بھی نذر ساقط ہو جاتی ہے خواہ اسے نذر کی مقدار کا علم ہو یا نہ ہو، مستحب نذر نیکی یا فرض کفایہ کی ہوتی ہے فرض عین کی نذر ماننا درست نہیں اسی طرح ایسی چیز کی نذر ماننا بھی درست نہیں جو ممنوع، حرام یا مکروہ ہو، اس لئے کہ حضرت عائشہؓ کی حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری کی نذر مانے اسے چاہیئے کہ اس کو پورا کرے، اور جو شخص اللہ کی نافرمانی کی نذر مانے تو اسے اللہ کی نافرمانی نہیں کرنا چاہیئے، مثلاً کوئی شخص اگر یہ نذر مان لے کہ وہ زنا یا چوری کرے گا تو اس نذر کا پورا کرنا حرام ہے اور ایسے شخص پر ہمارے یہاں کوئی کفارہ نہیں آتا، اور جو شخص یہ نذر مانے کہ وہ پیدل حج یا عمرہ کرے گا تو اس پر حج لازم ہوگا اور اگر پیدل نہ جاسکے یا چلنے سے عاجز آجائے تو اس کے اوپر ایک جانور ذبح کرنا لازم ہوگا، اگر کوئی مسجد نبویؐ یا مسجد اقصیٰ کی زیارت کی نذر مانتا ہے تاکہ وہاں نماز پڑھ سکے تو یہ نذر درست ہے اور اگر اسے پورا نہیں کرتا تو اس پر کفارہ لازم آئے گا، تینوں مسجدوں کا حکم یہی ہے۔

جو شخص ہزار رکعت یا پورا قرآن کریم پڑھنے کی نذر مانے تو اس کے بدلے مسجد نبوی میں ایک نماز کافی نہ ہوگی اور نہ پورے قرآن کے بدلے تین مرتبہ قل ھو اللہ احد یعنی سورۃ اخلاص پڑھنا کافی ہوگا، اور جو شخص کسی اور مسجد میں اعتکاف یا نماز پڑھنے کی نذر مانے تو وہ جہاں جس مسجد میں چاہے اعتکاف کرلے اور جس میں چاہے نماز پڑھ لے، اور اگر کسی نے نذر میں صدقہ یا روزے یا جانور ذبح کرنے کی لئے کوئی دن یا جگہ متعین کی ہے تو اس کا پورا کرنا واجب ہے بشرطیکہ اس نذر کو پورا کرنے سے کوئی معصیت سرزد نہ ہوتی ہو جیسے کہ عید کے دن روزہ رکھنا، یا قبر کے پاس ذبح کرنا جیسا کہ مشرکین کی عادت تھی، جو شخص یہ نذر مانے کہ جانور ذبح کرے گا یا اپنے بیٹے کا سر فلاں ولی اللہ کے سامنے مونڈے گا تو اس کی یہ نذر معصیت وگناہ ہے اور اس کا پورا کرنا جائز نہیں ہے، اور ایسی نذر اگر چھوڑ دے تو اس پر کچھ گناہ نہیں ہے۔

ایک بری چیز اس طرح نذر ماننا بھی ہے کہ اگر اللہ نے اتنا مال دے دیا یا فلاں معصیت دور کردی تو مقبروں پر چراغ جلائیں گے یا اگر بتیاں لگائیں گے یا تابوت پر چادر چڑھائیں گے، یا قبر پر قبہ بنائیں گے، نذر اللہ کی رضا کے لئے مانی جاتی ہے، اور اس کا مصرف فقراء ومساکین اور ثواب کے مقامات ہیں، اور وہ شخص جو مالک بن سکتا ہو خواہ وہ ماں کے پیٹ میں کیوں نہ ہو، البتہ

جانور اور مردے کے لئے نذر نہیں مان سکتے، جس نے اپنے اوپر کچھ لازم کرلیا یا کسی غیر معین چیز کی نذر مان لی تو ہمارے یہاں اسے اختیار ہے کہ چاہے نذر پوری کرے یا قسم کا کفارہ دے اس لئے کہ حضرت عقبہ بن عامرؓ کی حدیث میں آتا ہے: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نذر کا کفارہ قسم کے کفارے کی طرح ہے، اور اگر کوئی شخص یہ نذر مانتا ہے کہ اپنا تمام مال صدقہ کردے گا یا اس میں سے ایک مخصوص حصہ صدقہ کرے گا تو یہ نذر درست ہے اور اسے اس نذر کو پورا کرنا پڑے گا اور اس کی طرف سے کفارہ دینا کافی نہیں ہوگا اور نذر مطلق کا کفارہ قسم کے کفارے کی طرح ہے۔

جو شخص کسی چیز کی نذر مانے اور مطلق رکھے کسی چیز سے مقید نہ کرے تو اس چیز کا کم سے کم جس چیز پر اطلاق ہوتا ہے اس پر وہ واجب ہوگی، مثلاً اگر مطلق نماز کی نذر مانی تو دو رکعتیں پڑھنا پڑیں گی، اور مطلق روزہ کی نذر میں ایک روزہ رکھنا پڑے گا، اور صدقہ کی صورت میں کم از کم جس کو مال کہا جا سکے وہ صدقہ کرنا پڑے گا، جو شخص پورے ایک سال کے روزے رکھنے کی نذر مانے تو اس سے عیدیں اور تکبیر تشریق والے دنوں اور حیض ونفاس کی حالت کے روزے ساقط ہوں گے، مریض اگر افطار کرلے تو اسے قضاء رکھنا پڑے گی اور کسی کو افطار کی اجازت نہیں، ارشاد باری ہے کہ: ''اور تم جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو یا جو نذر مانتے ہو یقیناً اللہ سب کچھ جانتا ہے اور نا انصافوں کا حامی کوئی بھی نہ ہوگا۔'' (سورۂ بقرہ) (بحوالہ جستہ جستہ از اصلاح معاشرہ اور اسلام)

(نوٹ)...... کیونکہ خودکشی سے متعلق کچھ حصہ ہم نے ''اصلاحِ معاشرہ اور اسلام'' نامی کتاب سے لیا ہے اور اسی کتاب میں خودکشی کے ساتھ نذر سے متعلق بھی وضاحت کی گئی ہے، چنانچہ اسی لئے افادہ عام کے لئے ہم نے بھی اسے نقل کردیا ہے، امید ہے کہ اس کے مطالعہ سے بھی انشاء اللہ معلومات میں اضافہ ہوگا۔ بہر حال ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جہنم میں لے جانے والے تمام اعمال سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

جہنم میں لے جانے والا انتیسواں عمل

جادو کرنا

جادو کفر ہے بطور زجر کے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہاروت وماروت کا واقعہ ذکر کر کے فرمایا:

﴿وما کفر سلیمان ولکن الشیطان کفروا یعلمون الناس السحر ......الخ﴾ شیطان ملعون لوگوں کو جادو سکھاتے تھے کفر بھی کراتے تھے سلیمان اس سے پاک تھے باقی فرشتے آزمائش کے طور پر آئے اس کی تفصیل قرآن شریف کے پہلے پارے میں مذکور ہے آجکل لوگ ایسے کلمے سیکھتے ہیں جس سے مرد وعورت کی تفریق یا محبت پیدا ہو جائے حالانکہ یہ سراسر گمراہی ہے اور جادو کی سزا قتل ہے اس لئے کہ یہ کفر ہے یا کفر کے مشابہ تو ضرور ہے ایک حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو ان میں سے ایک جادو ہے لہٰذا آدمی کو خدا سے ڈرنا چاہیے ایسی چیزوں سے بچے جس سے اس کی دنیا وآخرت برباد ہوتی ہے حضور ﷺ نے فرمایا جادو کرنے والے کی سزا قتل ہے اور بالکل صحیح ہے جو حضرت جندب کے قول سے اور بجالہ بن عبدہ کے قول سے بھی روایت ہے کہ امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین فاروق اعظمؓ نے ہمارے پاس خط میں لکھا جس میں آپ نے فرمایا جادو کرنے والے کو قتل کر دو مرد ہو چاہے عورت ہو اس طرح وہب بن منبہ فرماتے ہیں میں نے بعض کتب میں پڑھا ہے حدیث قدسی ہے اللہ رب العزت فرماتے ہیں میں ہی معبود حقیقی ہوں میرے سوا کوئی نہیں جادو میری طرف سے نہیں نہ وہ میرے لئے ہے جس کے لئے جادو کیا گیا اور اسی طرح نجومی غیب کی خبریں دینے والا اور اسی کے پوچھنے والا اور فال نکالنے والا اور جس کے لئے فال نکالی جائے ایسے لوگ میرے دشمن ہیں اس لئے حضرت علی المرتضیٰؓ فرماتے ہیں کاہن ساحر ہے اور ساحر کافر ہے حضرت ابی موسیٰؓ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا تین قسم کے لوگ جنت میں داخل نہیں ہوں گے ایک شرابی دوسرا قطع رحمی کرنے والا تیسرا جادو کی تصدیق کرنے والا۔

ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ تعویذ وتولہ شرک ہیں اس سے مراد جاہل لوگ دھاگے منکے وغیرہ اپنی اولاد اور جانوروں کے گلے وغیرہ میں ڈال دیتے ہیں اس خیال سے کہ بدنظری سے محفوظ ہو جائیں ایسے تمیمہ اور تعویذ جس میں شرکیہ الفاظ ہوں یہ شرک ہے اور تولہ بھی جادو کی ایک قسم ہے جس سے عورت خاوند کی نظر میں محبوب بن جائے اور خطابی فرماتے ہیں وہ تعویذ جو اسماء الھیہ یا آیات قرآنیہ سے دم کیا جائے وہ جائز ہے کیوں کہ نبی پاک ﷺ حسنین کریمین کو دم کرتے تھے ان الفاظ سے ﴿**اعیذ کما بکلمات اللّٰہ التامةمن کل شیطان وھامة ومن کل عین لامة وباللّٰہ المستعان وعلیه التکلان** ......الخ﴾ آج کل جو نجومی بیٹھے ہوتے ہیں ہاتھ دیکھ کر لوگوں کی قسمت کا فیصلہ کرتے ہیں لکھا ہوتا ہے نجومی پروانہ ہاتھ دکھانا بھول نہ جانا یہ بھی گناہ ہے یہ بدقسمت بین الاقوامی یتیم اگر لوگوں کی قسمت بتا سکتے تو خود کیوں دھوپ پر فٹ پاتھ پر پڑے رہتے پہلے اپنی قسمت کا فیصلہ کر لیتے۔ (بحوالہ تباہی کے ستر راستے)

جادو کیا ہے؟

جادو، عملیات، ٹونے، کالا علم اور گنڈے سب تقریباً تقریباً ایک ہی قسم کی قبیل کے مختلف انداز اور الفاظ پر مشتمل کلام یا اعمال کا نام ہے۔ جادو کو عربی زبان میں ''سحر'' کہا جاتا ہے، اس کے معنی ہیں ''انتہائی لطیف اور خفیف انداز میں کسی پر اثر انداز ہونا اور اسے نفسیاتی طور پر متاثر کر کے اپنے مقصد کے مطابق استعمال کرنا۔'' جادو اصلاً انسان کی نفسیات پر اثر کرتا ہے اور نفسیات کا اثر انسان کے جسم پر ظاہر ہوتا ہے، جیسے ڈر جانا اصلاً نفسیاتی اثر ہے، لیکن ڈرنے کی وجہ سے جسم کا کانپنا نفسیاتی اثر کا جسم پر ظہور ہے اسی نفسیاتی اثر کی وجہ سے انسان بسا اوقات بیمار ہو جاتا ہے کہیں تعلقات میں کشیدگی پیدا ہو جاتی ہے، خاص طور پر میاں بیوی کے درمیان، کبھی بھول چوک کا مرض لاحق ہو جاتا ہے اور کبھی کسی اور الجھن کا شکار ہو جاتا ہے، ان اثرات کی کتاب وسنت نے توثیق کی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں آیا ہے کہ:

یکایک ان کی رسیاں اور ان کی لاٹھیاں ان کے جادو کے زور سے موسیٰ کو دوڑتی ہوئی محسوس ہونے لگیں، اور موسیٰ اپنے دل میں ڈر گیا۔ (سورۂ طٰہٰ)

ایک اور جگہ اللہ نے اس حقیقت کو اس طرح واضح کیا کہ: ﴿سحروا اعین الناس﴾ ''انہوں نے لوگوں کی آنکھوں کو مسحور کر دیا۔''

تعلقات میں اثر انداز ہونے کی تصدیق قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان کی ہے: ﴿فیتعلمون منهما مایفرقون به بین المرء وزوجه﴾ ''پھر یہ لوگ ان سے وہ چیز سیکھتے تھے جس سے شوہر اور بیوی کے درمیان جدائی ڈال دیں۔''

جب رسول اللہ ﷺ پر لبید بن عاصم نے جادو کیا تو آپ ﷺ بھی کسی قدر متاثر ہو گئے اور آپ ﷺ کو بھی خیال کی حد تک دنیاوی امور میں پریشانی اور چوک ہونے لگی۔ (بحوالہ بخاری شریف)

جادو کرنے والے کا حکم

جادو کرنے والا قرآن کے واضح فتویٰ کے مطابق کافر ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اور لگے ان چیزوں کی پیروی کرنے جو شیاطین سلیمان کی سلطنت کا نام لے کر پیش کیا کرتے تھے، حالانکہ سلیمان نے کبھی کفر نہیں کیا، کفر کے مرتکب تو وہ شیاطین تھے جو لوگوں کو جادوگری کی تعلیم دیتے تھے، وہ پیچھے پڑے اس چیز کے جو بابل میں فرشتوں ہاروت، ماروت پر نازل کی گئی تھی، کہ دیکھ، ہم محض ایک آزمائش ہیں، تو کفر میں مبتلا نہ ہو پھر بھی یہ لوگ ان سے وہ چیز سیکھتے تھے، جس سے شوہر اور بیوی میں جدائی ڈال دیں، ظاہر تھا اذن الٰہی کے بغیر وہ اس ذریعے سے کسی کو بھی ضرر نہ پہنچا سکتے تھے، مگر اس کے باوجود وہ ایسی چیز سیکھتے تھے جو خود ان کے لئے نفع بخش نہیں، بلکہ نقصان دہ تھی، اور انہیں خوب معلوم تھا جو اس چیز کا خریدار بنا، اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ کتنی بری متاع تھی جس کے بدلے انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا، کاش انہیں معلوم ہوتا۔'' (سورۂ بقرہ)

اسی لئے امام مالک، امام ابوحنیفہ اور امام حنبل رحمہم اللہ کے نزدیک ہر جادوگر کافر ہے، البتہ امام شافعیؒ یہ وضاحت کرتے ہیں اگر اس کا کلام کفریہ اور شرکیہ ہو تو کافر ہے ورنہ فاسق و فاجر قرار دیں گے کافر نہیں، امام مالک، امام ابوحنیفہ، اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا فتویٰ زیادہ صحیح اور برحق ہے، اس لئے کہ قرآن کریم نے بغیر کسی شرط یا تخصیص کے جادو کو کفر قرار دیا ہے۔ اگر کوئی مسلمان جادو کا عمل کرتا ہے تو اسے کہا جائے گا کہ توبہ کرو اور ایمان کی تجدید کرو، بصورت دیگر اسے

مرتد کی سزا کے طور پر قتل کر دیا جائے گا، صحابہ میں سے حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت عبداللہ بن عمر، اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اس بات کے قائل ہیں کہ جادوگر کو قتل کر دیا جائے، تابعین میں سے حضرت جندب بن عبداللہ، جندب بن کعب، قیس بن سعد، اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہم اللہ بھی اسی فتوے کے قائل ہیں۔

اسی معنی کا ایک فرمان حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی شہادت سے محض ایک سال قبل جاری کیا تھا، مشہور اور انتہائی قابل اطمینان تابعی حضرت بجالہ بن عبدہ رحمۃ اللہ علیہ جو امیر اہواز جزء بن معاویہ کے سیکریٹری تھے، بیان کرتے ہیں کہ: ''حضرت عمر کی وفات سے ایک سال قبل ان کا خط ہمیں پہنچا، انہوں نے حکم دیا ہر جادوگر، اور جادوگرنی کو قتل کر دو، چنانچہ ہم نے تین جادوگرنیوں کو قتل کیا۔'' (مسند احمد)

عہد صحابہ اور خلافت راشدہ کی اتنی واضح مثال اور دلیل کے بعد جادوگر کو قتل کرنے کے لئے کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں ہے، اسی دلیل کی بنیاد پر تقریباً تقریباً تمام ائمہ فقہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر جادوگر کفریہ یا شرکیہ الفاظ کے ساتھ جادو کرتا ہے تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ امام قرطبی نے اپنی تفسیر احکام القرآن میں سورۃ البقرۃ آیت ۱۰۲ کی تفسیر کی ضمن میں پوری صراحت کے ساتھ امام مالک، امام احمد بن حنبل، ابوثور، اسحاق، امام شافعی، اور امام ابوحنیفہ (رحمہم اللہ) کا نام لیا ہے کہ ان سب ائمہ فقہ کے نزدیک جادوگر کی سزا قتل ہے تو گویا پوری امت کا اس بات پر اجماع ثابت ہے کہ جادوگر کی سزا قتل ہے حضور اکرم ﷺ نے جادو کو ہلاکت خیز گناہوں میں شمار فرمایا ہے۔ ارشاد ہوا کہ: ''سات ہلاکت خیز گناہوں سے دور رہو، صحابہ، نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! وہ کون سے ہیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شرک کرنا جادو کرنا...... الخ۔''

جس طرح جادو کرنا ہلاکت خیز گناہ ہے اسی طرح جادوگر کی باتوں پر یقین کرنا بھی انتہائی خطرناک گناہ ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''تین قسم کے آدمی جنت میں داخل نہ ہونگے، شراب پینے والا، قریبی رشتہ داروں سے قطع رحمی کرنے والا، اور جادوگر کی باتوں پر یقین کرنے والا۔''

جادو کرنے والے کے ساتھ ساتھ جادو کرانے والا بھی دینی طور پر سخت خطرے میں ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''اس آدمی سے ہمارا کوئی ناطہ اور تعلق نہیں جس نے بدشگونی کی، یا کسی

دوسرے سے بدشگونی کی فال نکلوائی، کہانت کروائی اور جس نے خود جادو کیا یا کسی دوسرے سے جادو کا عمل کروایا۔"

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جادو کفر ہے، اسے کرنے والا کافر اور واجب القتل ہے، اس طرح جادو کروانے والا بھی بہت بڑا مجرم ہے۔

(بحوالہ کبیرہ گناہوں کی حقیقت)

دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جہنم میں لے جانے والے اس عمل یعنی جادو کرنے اور جادو کروانے سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔
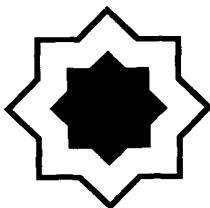
جہنم میں لے جانے والا تیسواں عمل

قطع رحمی کرنا

قرآن مقدس کا بیان ہے ﴿واتقوا اللّٰہ الذی تسآءلون بہ والارحام﴾ ''ڈرو اس خدا سے جس کے ذریعے سوال کرتے ہو اور خیال کرو رشتہ داری کا۔

دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے: ﴿فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض الخ﴾ ترجمہ یہ ہے کہ پھر تم سے بھی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو زمین پر فساد برپا کر دو گے اور قطع رحمی کرو گے۔ ایسے لوگوں پر اللہ کی لعنت ہے پھر ان کو بہرا اندھا کر دیا۔ تیسری جگہ ارشاد ہے وہ لوگ جو وعدہ پورا کرتے ہیں اور نہیں توڑتے عہد کو پھر فرمایا اللہ نے ملانے کا جو حکم کیا ہے وہ ملاتے ہیں اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور برے حساب سے ڈرتے ہیں ایک جگہ ہے بہت سے لوگوں کو اللہ گمراہ کرتے ہیں اور بہت سے لوگوں کو ہدایت دیتے ہیں اور گمراہ نہیں ہوتے مگر فاسق فاجر۔

حدیث پاک میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جنت میں قطع رحمی کرنے والا داخل ہی نہیں ہوسکتا جو قطع رحمی کرتا ہے اور تکبر کی وجہ سے میل میلاپ نہیں رکھتا نہ ان پر نیکی ہمدردی کی سوچ رکھتا ہے تو یہ شخص واقعی اس وعید کا مستحق ہے دوسری جگہ آپ کا ارشاد ہے جس کے رشتے دار کمزور ہوں وہ ان پر احسان و مروت نہ کرے اور خیرات نہ کرے بلکہ دوسروں کو صدقہ خیرات سے نوازے اللہ رب العزت اس کا صدقہ خیرات بھی قبول نہیں کرے گا قیامت کے دن اس کی طرف نظر کرم نہ فرمائے گا اگر وہ شخص خود غریب ہے تو صرف اپنے ہمسایوں سے تعلق رکھے انکی زیارت ملاقات کرتا رہے حال احوال پوچھتا رہے اتنا کافی ہے، نبی پاک ﷺ کا ارشاد ہے اپنے رشتہ داروں سے تعلق پیدا کرو اگر چہ سلام ہی کی حد تک کیوں نہ ہو پھر فرمایا جو شخص خدا پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو تو اسے چاہیئے کہ صلہ رحمی کرے اور فرمایا صلہ رحمی کرنے والا وہ شخص ہے جو کوئی تعلق

جوڑے یہ اس سے جوڑے یہ نہیں کہ کسی معاوضہ میں صلہ رحمی کرے، ایک جگہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا ارشاد ہے میں رحمٰن ہوں اور یہ رحم جو شخص جوڑے میں بھی جوڑوں گا اور جو شخص توڑے میں بھی اس سے توڑوں گا، حضرت علی بن حسینؓ نے اپنے بیٹے کو وصیت فرمائی تھی کہ قاطع الرحم سے دوستی نہ کرنا کیوں کہ میں نے قرآن کا مطالعہ کیا تو تین مقام پر ایسے شخص کو ملعون پایا۔

ایک مرتبہ حافظ الحدیث ابو ہریرہؓ حدیث بیان کر رہے تھے اعلان فرمایا جو شخص قطع رحمی کرنے والا ہے میری مجلس سے اٹھ جائے چنانچہ ایک شخص اٹھ کر اپنی پھوپھی کے پاس چلا گیا جا کر اس سے صلح کر لی اس کی پھوپھی نے کہا آج کیسے آنا ہوا تو اس نے کہا ابو ہریرہؓ نے آج اعلان کیا تھا کہ جو شخص قاطع الرحم ہے میرے ہاں سے چلا جائے تو اس کی پھوپھی نے کہا جا کر ابو ہریرہؓ سے پوچھ کر آ کہا انہوں نے ایسا کیوں کہا وہ شخص آیا پوچھا تو جواب ملا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا تھا کہ جس مجلس میں ایسا شخص ہو اس مجلس پر اللہ کی رحمت نازل نہیں ہوتی۔

ایک شخص جب امیر کبیر تھا جب حج پر گیا تو ایک ہزار دینار کسی آدمی کے پاس امانت رکھے وہ آدمی بڑا دیندار تھا متقی اور پرہیز گار تھا مشہور امانت دار تھا اتفاق سے جب یہ شخص حج سے واپس آیا تو وہ فوت ہو چکا تھا اس حاجی نے اس کے گھر والوں سے اپنا مال طلب کیا لیکن اس کے گھر والوں کو علم نہ تھا کہ مال کہاں رکھا ہے بہت پریشان ہوا مکہ مکرمہ کے علماء سے اپنا واقعہ بیان کیا تو انہوں نے فرمایا ایک تجویز ہے اگر تو اس پر عمل کرے تو شاید تیرا کام بن جائے ایسا کر کہ آدھی رات کے وقت تو زم زم کے کنوئیں پر جا کر اس مذکورہ شخص کو آواز دے اس کا نام لے کر اگر وہ جنت میں ہوگا تو جواب دے گا اس نے ایسا ہی کیا مگر جواب ندارد، واپس آ کر علماء کو خبر کی تو انہوں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا کہنے لگے ہمیں خطرہ ہے تیرا دوست دوزخ میں ہے لہٰذا اب تو ایسا کر تو یمن کے علاقہ میں چلا جا وہاں پر ایک کنواں ہے جس کو برہوت کہتے ہیں سنا ہے کہ وہ جہنم کے دھانے پر ہے تو وہاں جا کر اس کو آواز دے انشاء اللہ تجھے جواب ملے گا وہ شخص یمن چلا گیا کنویں کو تلاش کیا رات کے وقت اس نے آواز دی تو اس نے جواب دیا پوچھا میرا مال کہاں ہے اس نے بتلایا کہ فلاں جگہ دفن ہے میرے بیٹے امانت دار نہیں تھے اسلئے میں نے اس کو دفن کر دیا پھر اس شخص نے دریافت کیا تو یہاں کس عمل کی وجہ سے پہنچا اس نے کہا میں نے اپنی بہن سے قطع تعلق کر رکھا تھا، اس سے ملنا جلنا بند کر دیا تھا

اس کی سزا مجھے اللہ نے یہ دی ہے اس واقعہ سے حضور ﷺ کی اس حدیث کی تصدیق ہوگئی جس میں آپ نے فرمایا قاطع الرحم جنت میں نہیں جائے گا، اس سے مراد بہن خالہ پھوپھی بھانجی قریبی رشتہ دار ہیں اللہ ہمیں اس گناہ سے محفوظ فرمائے عمل کی توفیق عطاء فرمائے، آمین۔

(بحوالہ تباہی کے ستر راستے)

دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جہنم میں لے جانے والے اس عمل یعنی قطع رحمی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔
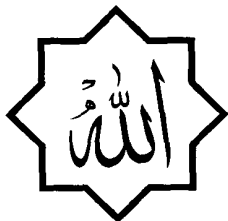
اللہ

جہنم میں لے جانے والا اکتیسواں عمل

یتیم کا مال کھانا اور اس پر ظلم کرنا

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں جولوگ یتیموں کا مال ظلماً کھاتے ہیں گویا اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں عنقریب ان کو جہنم کی آگ میں داخل کیا جائے گا۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا یتیم کے مال کے قریب ہی نہ جانا مگر اس طریقے سے جو طریقہ بہتر ہے جب تک وہ بلوغت کو نہ پہنچ جائیں۔

حضرت ابی سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا معراج کی رات میں نے دیکھا چند لوگوں کو ان کے جبڑوں کو پھاڑ کر ان کے منہ میں پتھر ٹھونستے ہیں جو انکی دبر سے نکل جاتے ہیں میں نے جبرائیل سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں کہا کہ یہ یتیم کا مال کھانے والے ہیں یہی ہیں جو اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کچھ لوگ قبروں سے جب اٹھیں گے تو انکے پیٹوں سے آگ شعلے مارے گی اور ان کے منہ سے بھی آگ نکل رہی ہوگی پوچھا حضور ﷺ یہ کون لوگ ہوں گے فرمایا تجھے پتہ نہیں یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں گویا وہ اپنے پیٹوں میں آگ جمع کر رہے ہیں سریؒ فرماتے ہیں جب لوگوں کا یہ حشر ہوگا ہر شخص ان کو دیکھتے ہی پہچان لے گا کہ یہ یتیموں کا مال کھانے والا ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ﴿ومن کان غنیا فلیستعفف﴾ جو شخص یتیم کا وارث بنے اگر وہ خود مالدار ہے غنی ہے تو بچے ﴿ومن کان فقیرا فلیاکل بالمعروف﴾ اور جو غریب ہے اور یتیم کا وارث بن گیا تو اس کو معروف طریقے پر یتیم کا مال استعمال کرنے کی اجازت ہے، اور معروف طریقے پر کھانے کے چار طریقے ہیں ایک بطور قرض کے، دوسرا ضرورت کے بقدر اسراف نہ کرے، تیسرا ضرورت کے مطابق لے جب کہ یتیم برسرِ روزگار ہو چوتھا طریقہ یہ ہے کہ اگر اس نے ضرورت کے مطابق لیا تھا اب اگر فراخ دست ہے تو واپس کر دے اگر تنگ دست ہے تو اس کو

حلال ہے اس کے علاوہ بھی کافی اقوال ہیں جن کو علامہ ابن جوزیؒ نے بیان کیا ہے۔

بخاری شریف میں ایک حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا اس طرح جنت میں ہوں گے آپ نے دونوں انگلیوں کا اشارہ کیا۔ اسی طرح ایک روایت صحیح مسلم میں بھی ہے یتیم کی کفالت کا یہ مطلب ہے کہ اس کے کام کو سرانجام دے اس کی بہتری کی کوشش کرے کھانا کھلانے میں کپڑا پہنانے میں اگر اس کا مال ہے تو اس کے بڑھانے میں فکر کرے اور اگر اس کا مال کچھ نہیں تو اس پر خرچ کرے اللہ کی رضا کی خاطر۔ حدیث میں جو یہ الفاظ ہیں لہ اولغیرہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ یتیم خواہ رشتہ دار ہو یا غیر قرابت دار ہو جیسے اس کا دادا یا بھائی یا پھوپھی ہے یا سوتیلے باپ ماموں یا دوسرے رشتہ دار وغیرہ' اجنبی وہ ہے جو رشتہ دار نہ ہو۔ ایک حدیث میں ہے کہ وہ شخص جو یتیم کو اپنے کھانے پینے میں شامل کرے حتی کہ یتیم خود کفیل ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت واجب کر دیتے ہیں، بشرطیکہ ایسا کوئی اور گناہ نہ ہو جس کی وجہ سے بخشش نہ ہوتی ہو۔ ایک حدیث میں ہے جو یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرے گا تو ہر بال کے بدلے اللہ اس کی نیکیاں لکھواتے جائیں گے۔ حضرت ابوداؤد سے ایک شخص نے کہا مجھے وصیت فرمادیجئے آپ نے فرمایا یتیم بچوں پر رحم کرو ان کو اپنے قریب بٹھاؤ اپنے ساتھ کھانے میں شریک کرو کیوں کہ حضور ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا جس نے اپنی سخت دلی کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا دل نرم ہو جائے تو یتیم کے سر پر ہاتھ پھیر تیرا دل نرم ہو جائے گا تیری حاجتیں پوری ہوں گی۔

ایک شخص اپنا واقعہ بیان کرتا ہے کہ میں ابتداء عمر میں بہت گناہ کرتا تھا شرابی تھا ایک دن یتیم لڑکا میرے ہاتھ آیا جو فقیر تھا میں نے اس کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا کھانا کھلایا کپڑے پہنائے اور حمام میں غسل کرایا اس کی میل کچیل صاف کی غرض ہر قسم کی عزت کی اپنی بیٹے سے بھی زیادہ خدمت کی۔ چنانچہ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت ہوگئی ہے مجھے حساب کے لئے بلایا جا رہا ہے اور اپنے اعمال بد کی وجہ سے جہنم میں لے جایا جا رہا ہے اور میں فرشتوں کے ہاتھوں ذلیل ہو رہا ہوں اچانک وہ یتیم لڑکا راستہ میں سامنے آ گیا اور فرشتوں سے میری سفارش شروع کر دی کہ یا اللہ اس شخص نے میرے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا تھا چنانچہ اس ثناء میں اچانک

اللہ کی طرف سے آواز آئی کہ اس کو چھوڑ دو اس کو میں نے یتیم کی سفارش کی وجہ سے بخشش دیا اتنے میں مجھے جاگ ہوگئی تو میں نے بارگاہ رب العزت میں گناہوں سے توبہ کی اور آئندہ یتیموں کے ساتھ ہمدردی کرنے کی پوری کوشش کی۔

اسی لئے حضرت انسؓ جو حضور ﷺ کے خادم ہیں نے فرمایا بہترین گھر ہے وہ جہاں یتیم کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے اور احسان کیا جائے اور بدترین گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ بد سلوکی کی جاتی ہے یہ بات بھی نقل کی گئی ہے کہ حضرت داؤد پر وحی ہوئی کہ اے داؤد تو یتیم کے ساتھ ایسا ہو جا جیسا مہربان ہوتا ہے باپ اپنی اولاد کے لئے اور بیوہ عورت کے لئے ایسے بن جیسے شفیق خاوند ہوتا ہے اور یہ بات یاد رکھ جیسے بوئے گا ویسے کاٹے گا یعنی جیسا تو کرے گا اس طرح تیرے ساتھ کیا جائے گا ہوسکتا ہے تیرے بیٹے بھی یتیم ہو جائیں بیوی بیوہ بن جائے حضرت داؤد نے عرض کی مناجات کرتے وقت یا اللہ کیا بدلہ ہے اس شخص کو جو یتیم اور بیوہ کو خوش کرے تیری رضا کے لئے اللہ نے جواباً ارشاد فرمایا اس کا بدلہ یہ ہے کہ قیامت کے دن اس کو میں اپنے عرش کے نیچے سایہ دوں گا جس دن کوئی سایہ نہیں ہوگا۔

علوی خاندان کا ایک شخص بلخ میں رہتا تھا یہ شہر روس کے شہروں میں سے ایک شہر ہے اس کی بیوی اور لڑکیاں تھیں وہ ایک خوش وخرم، ہر قسم کی عیش ونعمت میں تھے، جب وہ فوت ہوا تو اس کے گھر فقر اور تنگ دستی آ گئی چنانچہ یہ عورت اپنی لڑکیوں کو لے کر کسی دوسرے شہر چلی گئی تا کہ دشمنوں کے طعن وتشنیع سے بچے اتفاقاً وہ نکلے بھی سردی کے موسم میں جب اس شہر میں داخل ہوئے تو اس عورت نے اپنی لڑکیوں کو تو بٹھایا ایک غیر آباد مسجد میں اور خود ان کے کھانے کے بندوبست کے لئے شہر چلی گئی راستے میں اس کا دو جماعتوں پر گزر ہوا ایک جماعت تو مسلمانوں کی تھی اس میں ان کا امیر شیخ البلد بھی موجود تھا دوسری جماعت ایک مجوسی کی تھی جو شہر کا نائب تھا پہلے اس نے مسلمان کے پاس جا کر اپنا حال سنایا کہ میں علوی گھرانے کی عورت ہوں ہم شریف خاندان والے ہیں ہمیں تنگ دستی نے آگھیر لیا ہے میری لڑکیاں غیر آباد مسجد میں ہیں ہمیں ایک رات کا کھانا چاہئے اس شخص نے کہا کوئی گواہ پیش کرو کہ تو واقعی علوی خاندان سے ہے۔ عورت نے کہا میں ایک اجنبیہ ہوں کوئی میرا شہر میں واقف نہیں چنانچہ اس شیخ نے اس سے منہ موڑ لیا وہ عورت شکستہ دل ہو کر چلی گئی پھر وہ

اس مجوسی آدمی جو نائب تھا شہر کا اس کے پاس گئی اور اپنا حال بیان کیا اور شیخ البلد کا قصہ اس نے سنا دیا تو وہ شخص مجوسی اٹھا اور فوراً اپنی عورتوں کو بھیجا کہ اس کی لڑکیوں کو مسجد سے لے آئیں مکان پر پھر ان کو نفیس کھانا کھلایا اور بہترین لباس پہنایا رات کو اپنے مکان میں ٹھرایا۔ اسی رات شیخ البلد نے خواب میں دیکھا کہ قیامت برپا ہوگئی ہے حضور ﷺ کا جھنڈا گاڑ دیا گیا ہے ایک محل ہے جو موتیوں سے جڑا ہوا ہے سبز قسم کے موتی یاقوت اور مرجان کے ہیں اس نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ یہ محل کس کا ہے آپ نے فرمایا یہ مؤمن موحد کا ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تو گواہ پیش کر کہ تو واقعی موحد مسلمان آدمی ہے وہ شخص حیران ہو گیا نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب وہ علوی عورت تیرے پاس آئی تھی تو تو نے اس سے بھی گواہ طلب کیے تھے آج تو بھی اپنے ایمان کے گواہ لے آ اس پر وہ بیدار ہو گیا نہایت غمگین پریشان صبح کو مارے مارے پھر رہا تھا کہ اس عورت کو تلاش کرو معلوم ہوا کہ وہ عورت ایک مجوسی کے گھر پر ہے اس شیخ نے مجوسی سے کہا یہ عورت بمعہ لڑکیوں کے مجھے دے دیں اس نے کہا یہ کام بہت مشکل ہے اس عورت کو گھر لانے کی برکات میں دیکھ چکا ہوں کہنے لگا مجھ سے ایک ہزار دینار لے لے اور ان کو میرے حوالے کر اس نے کہا بالکل نہیں جس چیز کی تجھے ضرورت ہے اس کی مجھے بھی ضرورت ہے جو محل خواب میں تو نے دیکھا ہے وہ میرے لئے بنایا گیا ہے اور خدا کی قسم میں اور میرے اہل وعیال تمام کے تمام اس وقت تک رات کو سوئے نہیں جب تک کہ ہم نے اس علویہ کے ہاتھ اسلام قبول نہیں کیا میں نے خواب میں حضور ﷺ کو اسی طرح دیکھا جس طرح تم نے دیکھا ہے اور مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ عورت علویہ تیرے پاس ہے۔ میں نے عرض کیا جی ہاں تو آپ نے فرمایا یہ محل تیرا اور تیرے گھر والوں کا ہے تو اور تیرے گھر والے جنتی ہیں تم کو ازل سے اللہ نے مؤمن لکھا تھا اس پر وہ شیخ البلد واپس چلا گیا اور بڑا غمگین تھا اس کو وہ روحانی تکلیف تھی جس کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا اور اس مجوسی پر خدا کی رحمت ہوئی بیوہ اور یتیموں کی عزت کرنے کے بدلے اللہ نے اس کو یہ اعزاز عطاء فرمایا اور صحیحین کی ایک روایت سے ثابت ہے کہ بیوہ اور مساکین کی خبر گیری کرنے والا مجاہد فی سبیل اللہ کی طرح ہے یا اس نمازی کی طرح ہے جو سلام نہ پھیرے یا روزہ رکھے پھر افطار نہ کرے۔

اس لئے کہتے ہیں کسی یتیم بچے کے سامنے اپنے بچے سے پیار نہ کرو ہو سکتا ہے یتیم کو اپنے

والد کی محبت یاد آجائے اس کی آہ نکلے خدا کا عرش ہل جائے اسی طرح کسی بیوہ عورت کے سامنے اپنی عورت سے دل لگی نہ کرو شاید اس کو اپنا خاوند یاد آجائے اس قدر احتیاط کی ضرورت ہے۔

(بحوالہ تباہی کے ستر راستے)

دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو یتیموں اور بیواؤں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

كل عام وأنتم بخير

جہنم میں لے جانے والا بتیسواں عمل

جوا کھیلنا

جوا دولت حاصل کرنے کا وہ ناجائز ذریعہ ہے جس میں اسلام کی تقسیم دولت کا بنیادی اصول، حقوق یا محنت کا عوضانہ کارفرما نہیں ہوتا بلکہ کسی اتفاقی امر کی وجہ سے ایک سے زائد آدمیوں کی دولت فرد واحد کے ہاتھ میں چلی جاتی ہے۔ اس لئے اسلام میں یہ حرام اور گناہ کبیرہ ہے جوا کھیل یا لاٹری کی صورت میں رائج ہے، اس میں دو فریق ہوتے ہیں اور دونوں کے درمیان فیصلہ ہار یا جیت پر ہوتا ہے، ہارنے والے کا سرمایہ جیتنے والے کے پاس چلا جاتا ہے اور یہ صورت اسلام میں ظلم کے مترادف ہے اس لئے جوئے کو ذریعہ معاش بنانا حرام قرار دیا گیا ہے۔

اسلام سے پہلے عربوں میں شراب اور جوا کھیلنے کا عام رواج تھا بلکہ اسے عزت اور مالداری کی علامت تصور کیا جاتا تھا، لیکن جوا آپس میں فتنہ فساد کا باعث بنتا، اور پشت در پشت جھگڑے جاری رہتے اس طرح معاشرے کا امن خراب ہو جاتا اس کے علاوہ جوئے کی بیشمار خرابیاں تھیں جس کی بنیاد پر اللہ نے اس کی ممانعت کا حکم دیا شراب اور جوئے کی ممانعت کے احکامات کا نزول بتدریج ہوا، کیوں کہ نبی اکرم ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تو وہاں بھی اس برائی کا رواج تھا لیکن کچھ صحابہؓ ایسے تھے جو فطرتاً برائیوں سے اجتناب کیا کرتے تھے اور وہ کبھی شراب اور جوئے کے قریب نہ گئے مدینہ طیبہ میں پہنچنے کے بعد چند صحابہؓ کو شراب اور جوئے اور جہالت کی رسموں کے برے اثرات کا بہت احساس ہوا تو حضرت عمر، معاذ بن جبل اور چند انصاری صحابہؓ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا شراب اور جوا انسانی عقل کو خراب کرتے ہیں اور اس سے مال برباد ہوتا ہے لہٰذا اس کے بارے میں آپ ﷺ کا کیا ارشاد ہے، اس سوال کے جواب میں اللہ کی طرف سے مندرجہ ذیل آیت کا نزول ہوا جس میں شراب اور جوئے سے روکنے کے لئے ابتدائی حکم تھا کہ: ''تم سے شراب اور جوئے کا حکم پوچھتے ہیں تم فرما دو کہ ان دونوں میں گناہ ہے

اور لوگوں کے لئے کچھ دنیوی نفع بھی ہے اور ان کا گناہ ان کے نفع سے بڑا ہے۔" (البقرہ ۲۱۹)

اس آیت میں بتلایا گیا کہ اے لوگو اگرچہ تمہیں شراب اور جوئے میں ظاہری طور پر فائدے نظر آتے ہیں یعنی شراب سے سکون ملتا ہوا محسوس ہوتا ہے اور جوئے سے دولت آتی ہے لیکن یہ دونوں بہت سی برائیاں پیدا کرنے کا سبب بنتے ہیں، جب برائیاں اور الجھنیں پیدا ہوں تو پھر نہ سکون میسر آتا ہے اور نہ ہی دولت آنے کے امکان رہتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ جوئے کے نتیجہ میں جو شخص ہار جاتا ہے اس کے دل میں جیتنے والے کے خلاف انتقامی آگ بھڑک اٹھتی ہے جس سے جھگڑا اور فساد پیدا ہو جاتا ہے، تو لہٰذا جوئے سے جو فائدہ ایک فریق کو ہوا وہ اسی کے لئے بے سکونی اور جھگڑے کا سبب بنا، لہٰذا اس سے بالواسطہ نقصان کا اندیشہ ہوا، لہٰذا مندرجہ بالا حکم کی بنا پر لوگوں کو ترغیب دی گئی تاکہ وہ شراب اور جوا ترک کر دیں۔ پھر جوئے کی قطعی حرمت کے بارے میں اس آیت کا نزول ہوا کہ: "اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور پانسے شیطان کے گندے کاموں میں سے ہیں پس ان سے بچتے رہنا تاکہ تم فلاح پاؤ۔" (المائدہ)

اس آیت کی رو سے چار چیزوں کو قطعی طور پر حرام قرار دیا گیا ہے، ایک شراب، دوسرا جوا اور تیسرا انصاب یعنی جہاں بت پوجا کے لئے رکھے جاتے تھے اور چوتھے پانسے یعنی فال گیری اور قرعہ اندازی، ان اعمال کو شیطانی عمل قرار دیا گیا، کیوں کہ ان تمام سے برائیاں جنم لیتی ہیں اور شیطان بھی برائی پیدا کرنے کے پیش در پیش رہتا ہے اور ان چیزوں کے ذریعے شیطان کو برائی پھیلانے کا خوب موقعہ ملتا ہے کیوں کہ شراب اور جوے کے ذریعے وہ لوگوں میں دشمنی ڈلوا دیتا ہے اور دشمنی کی بناء پر لوگوں کو فساد میں مبتلا کر کے اللہ کی یاد سے غافل کر دیتا ہے اس لئے انہیں شیطانی اعمال قرار دے کر ہمیشہ کے لئے ترک کرنے کی تاکید کی گئی ہے، اسی لئے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

"شیطان یہی چاہتا ہے کہ تم میں شراب اور جوئے کی بنا پر دشمنی اور بغض ڈلوائے، اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روکے، تو کیا تم باز آئے۔" (المائدۃ)

جوئے کے لئے عربی میں میسر کا لفظ استعمال ہوا ہے اور اس کے معنی تقسیم کرنے کے ہیں، زمانہ جاہلیت میں مختلف طریقوں سے جوا کھیلا جاتا تھا جوئے کی ایک قسم یہ بھی تھی کہ اونٹ ذبح کر کے اس کے حصے تقسیم کرنے میں جوا کھیلا جاتا، بعض کو ایک یا زیادہ حصہ ملتے، بعض محروم رہتے،

محروم رہنے والے کو پورے اونٹ کی قیمت ادا کرنی پڑتی گوشت وغیرہ فقراء میں تقسیم کر دیا جاتا، اس تقسیم کی مناسبت سے جوئے کو میسر کہا جاتا ہے، ہر وہ کھیل جس میں جوئے کی علامت موجود ہو وہ میسر ہے لہٰذا تاش کے کھیل میں ہار جیت کی شرط لگانا جوا ہے ایسے ہی گھوڑوں کی دوڑ پر جیتنے والے گھوڑوے کے حق میں شرط لگانا جوا ہے، کسی چیز کی ٹاس پر شرط لگانا جوا ہے ایسے ہی گھوڑوں، جوسر اور شطرنج کے کھیل پر شرط مقرر کر کے ہار جیت مقرر کی جاتی ہے جس کا شمار جوئے میں ہوتا ہے، لاٹری وغیرہ بھی جوا ہے خواہ کسی صورت میں ہو، اس سے معلوم ہوا کہ کسی چیز پر شرط مقرر کرنا جس میں جیت اور ہار ہو حرام ہے۔

مگر یاد رہے وہ کھیل جس میں شرط مقرر نہیں وہ بھی منع ہے، مثلاً شطرنج، تاش، جوسر گنجفہ، بارہ گٹی وغیرہ سب منع ہیں، کیونکہ اس میں دل اتنا لگتا ہے کہ کھیلنے والے کو یہ خبر نہیں ہوتی کہ کتنا وقت اس میں ضائع کیا اور کس، وقت کی نماز فوت ہوگئی، بسا اوقات کھیلنے والوں کو دیکھا ہوگا کہ گھر سے کسی کام کو نکلے مگر راستے میں شطرنج دیکھنے کھڑے ہو گئے تو سب کچھ بول گئے، پھر اس میں دل اس قدر لگتا ہے کہ وہ اور کام نہیں کر پاتے، لہٰذا ایسے آدمیوں کے ذاتی کاموں میں خلل شروع ہو جاتا ہے چنانچہ جو کام ایسا ہو جس سے یادِ الٰہی اور ضروری کاموں سے غفلت ہو جائے وہ بھی منع ہے، احادیث کی رو سے بھی جوا منع اور حرام ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ بیشک نبی ﷺ نے شراب، جوا اور نرد کھیلنے اور غُبیرا سے منع کیا ہے اور آپ نے فرمایا ہر نشہ آور چیز حرام ہے (ابوداؤد) اس حدیث میں بھی تمام ان چیزوں کو حرام قرار دیا گیا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیات میں حرام قرار دیا ہے: ''اور حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا جوا کھیلنے والا، احسان جتلانے والا اور ہمیشہ شراب پینے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔'' اس حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ جوا ان افعال میں سے ہے جو انسان کو جنت سے محروم کر دیتے ہیں یعنی آخرت میں نجات حاصل نہیں ہوتی۔

جوا ایک لعنت ہے

جوا ایک ایسی لعنت ہے کہ معاشرہ میں اس کے معاشی، سماجی اور مذہبی لحاظ سے بے شمار

نقصانات ہیں ایک بنیادی نقصان تو یہ ہوتا ہے کہ جوئے کا عادی محنت کر کے کمانے سے محروم ہو جاتا ہے، کیوں کہ اس کی خواہش یہی ہوتی ہے کہ بیٹھے بٹھائے ایک شرط لگا کر دوسرے کا مال چند منٹ میں حاصل کر لے جس میں نہ کوئی محنت ہے نہ کوئی مشقت جوئے کا معاملہ اگر دو چار آدمیوں کے درمیان ہو تو اس سے بھی مضرتیں بالکل نمایاں نظر آتی ہیں لیکن اس نئے دور میں جس طرح شراب کی نئی نئی قسمیں اور نئے نئے نام رکھ لئے گئے ہیں، سود کی نئی نئی قسمیں اور نئے نئے طریقے سے اجتماعی بینکنگ کے نام سے ایجاد کر لئے گئے ہیں، اسی طرح قمار اور جوئے کی بھی ہزار قسمیں چل گئی ہیں جن میں بہت سے قسمیں ایسی اجتماعی ہیں کہ قوم کا تھوڑا تھوڑا پیسہ جمع ہوتا ہے، اور جو نقصان ہوتا ہے وہ ان سب پر تقسیم ہو کر نمایاں نہیں رہتا اور جس کو یہ رقم ملتی ہے اس کا فائدہ نمایاں ہوتا ہے اس لئے بہت سے لوگ اس کے شخصی نفع کو دیکھتے ہیں لیکن قوم کے اجتماعی نقصان پر توجہ نہیں دیتے اس لئے ان کا خیال ان نئی قسموں کے جواز کی طرف چلا جاتا ہے حالانکہ اس میں وہ سب مضرتیں موجود ہیں جو دو چار آدمیوں کے جوئے میں پائی جاتی ہیں، اور ایک حیثیت سے اس کا ضرر اس قدیم قسم کے قمار سے بہت زیادہ اور اس کے خراب اثرات دوررس اور پوری قوم کی بربادی کا سامان ہیں۔ کیوں کہ اس کا لازمی اثر یہ ہوگا کہ ملت کے عام افراد کی دولت گھٹتی جائے گی اور چند سرمایہ داروں کے سرمایہ میں مزید اضافہ ہوتا رہے گا۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ پوری قوم کی دولت سمٹ کر محدود افراد میں مرتکز ہو جائے گی جس کا مشاہدہ سٹہ بازی اور قمار کی دوسری قسموں میں روزمرہ ہوتا رہتا ہے اور اسلامی معاشیات کا اہم اصول یہ ہے کہ ہر ایسے معاملے کو حرام قرار دیا جائے جس کے ذریعے دولت ملت سے سمٹ کر چند سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں چلی جائے جوئے میں چونکہ دو فریق ہوتے ہیں اور ایک شخص کا فائدہ دوسرے فریق کے نقصان پر موقوف ہے جیتنے والے کا نفع ہارنے والے کے نقصان کا نتیجہ ہوتا ہے اور جوئے سے دولت میں اضافہ نہیں ہوتا بلکہ اس کھیل کے ذریعے ایک کی دولت سلب ہو کر دوسرے کے پاس پہنچ جاتی ہے۔ اس لئے قمار مجموعی حیثیت سے قوم کی تباہی کا باعث بنتا ہے، کیونکہ وہ انسان جسے ایثار و ہمدردی کا پیکر ہونا چاہئے، وہ ایک خونخوار درندہ کی خاصیت اختیار کر لیتا ہے اور دوسرے مسلمان کے نقصان میں اپنا نفع سمجھنے لگتا ہے اور اپنی پوری قابلیت اس خودغرضی پر صرف کرتا ہے، اس طرح جواری کی صلاحیتیں ختم، ہو جاتی

ہیں۔اور ملت کو ان کا کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔

جوئے کا ایک نقصان یہ بھی ہے کہ یہ باطل طریقے پر دوسرے لوگوں کا مال ہضم کرنے کا ایک ذریعہ ہے کہ بغیر کسی معقول معاوضہ کے دوسرے بھائی کا مال لے لیا جاتا ہے جسے اسلام نے ناجائز قرار دیا ہے۔ جوئے میں ایک بڑی خرابی یہ بھی ہے کہ دفعۃً بہت سے گھر برباد ہو جاتے ہیں لکھ پتی فقیر بن جاتا ہے جس سے صرف یہی شخص متاثر نہیں ہوتا جس نے جوئے میں بازی ہاری ہو بلکہ اس کا پورا گھرانہ اور خاندان مصیبت میں پڑ جاتا ہے اور اگر غور کیا جائے تو معاشرے کے دوسرے لوگ بھی متاثر ہوتے ہیں کیونکہ جن لوگوں نے اس سے لین دین کیا ہوتا ہے وہ بھی اس کی ہار سے نقصان اٹھاتے ہیں۔

جوئے کا ایک نقصان یہ بھی ہے کہ اس سے انسان کی قوت عمل سست ہو کر بازی جیتنے پر لگ جاتی ہے اور وہ بجائے اس کے کہ اپنے ہاتھ یا دماغ کی محنت سے کوئی کاروبار کر کے دولت حاصل کرے، وہ صرف دوسرے لوگوں کو ہرانے کی سوچ میں لگا رہتا ہے جس سے انسان ذہنی طور پر مفلوج ہو جاتا ہے۔ تو ان انفرادی اور اجتماعی نقصانات سے معلوم ہوا کہ جوئے کی انتہاء ذلت اور رسوائی ہے اور تمام برائیوں کا انجام ایسا ہی ہے، اس لئے جو حضرات اس برائی میں خدانخواستہ ملوث ہوں۔ تو انہیں جوئے سے توبہ کر لینی چاہئے کیا معلوم کہ دوسرا سانس آئے گا کہ نہیں۔

(بحوالہ اللہ میری توبہ)

دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جہنم میں لے جانے والے اس عمل یعنی جوئے اور اس قسم کی دیگر خرافات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

جہنم میں لے جانے والا تینتیسواں عمل

چوری کرنا

کسی چیز کو اس کے مالک یا صاحب تصرف کی اجازت کے بغیر چھپا کر لینے کو چوری کہا جاتا ہے یہ بری حرکت ہے اللہ کو ناپسند ہے، چوری کے گناہ اور جرم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ چور دوسرے کے مال کو اس کی اجازت کے بغیر چپکے سے اپنے تصرف میں لے آتا ہے، دوسرے لفظوں میں اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص اپنی جائز محنت سے کما کر جو حاصل کرتا ہے، دوسرا کسی جائز محنت کے بغیر بلا وجہ اس پر قبضہ کر کے پہلے کی محنت کو اکارت کر دیتا ہے، اگر اس کی روک تھام نہ کی جائے تو کسی کو اپنی محنت کا پھل نہ ملے، اس کے علاوہ اس ایک برائی میں بہت سی دوسری برائیاں بھی شامل ہیں۔

بلا وجہ دوسرے کے گھر میں داخل ہونا اور اس کی ملکیت کا جائزہ لینا چور کے اندر کی خباثت کو ظاہر کرتا ہے اس لئے چوری بہت ہی برا فعل ہے۔

حضرت عبادہ بن صامتؓ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ ہم لوگ آنحضرت ﷺ کے پاس بیٹھے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہم سے عہد کرو کہ تم شرک، چوری اور بدکاری نہ کرو گے، پھر یہ آیت پڑھی، جو کوئی یہ عہد پورا کرے گا تو اس کی مزدوری خدا کے ذمے ہے اور جو ان میں سے کسی ایک کا مرتکب ہوا اور اس کی سزا اس کو دیدی گئی تو اس کے اس گناہ کا کفارہ ہو گیا۔ اور اگر کسی نے ان میں سے کسی ایک کا ارتکاب کیا اور خدا نے اس کو چھپا دیا تو اس کی بخشش خدا کے ہاتھ میں ہے چاہے معاف کرے چاہے سزا دے۔

ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے چور پر لعنت بھیجی۔ فرمایا اللہ تعالیٰ چور پر لعنت کرے کہ ایک معمولی خود یا رسی چراتا ہے پھر اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے چوری کا گناہ بندہ اسی لئے کرتا ہے کہ وہ خدا کے حاضر ناظر ہونے پر یقین نہیں رکھتا یا کم از کم یہ کہ فعل کے ارتکاب کے وقت اس کا یقین ماند

پڑ جاتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ جب بندے نہیں دیکھتے تو خدا بھی ہم کو نہیں دیکھتا۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ''جب چور چوری کرتا ہے تو اس میں ایمان نہیں رہتا۔

اللہ کے نزدیک چوری بہت بڑا جرم ہے، جس پر اللہ تعالیٰ نے اس کی سزا بہت شدید رکھی ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: ''چوری کرنے والا مرد ہو یا عورت اس کا ہاتھ کاٹ دیا کرو، یہ سزا ان کے کسب کرنے کے سبب سے ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے پھر جو شخص اپنے کیئے ہوئے گناہ پر توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے بے شک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا ہے۔''

(سورہ مائدہ)

اس آیت کی رو سے اسلام میں چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے، لیکن چوری کے مال کی حد مقرر کرنے میں فقہاء کرام میں اختلاف پایا جاتا ہے، بعض فقہاء کہتے ہیں کہ چوری کی چیز کی کوئی حد مقرر نہیں، مگر شافعیوں کے نزدیک چوری کے مال کی حد ۳ درہم ہے لیکن حنفیوں کے نزدیک ۱۰ درہم ہے۔

بہر کیف چوری کے معاملے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ چور کو اپنے فعل سے توبہ کرنی چاہیئے۔ اور جو شخص اس گناہ کے بعد توبہ کرے اور خدا کی طرف جھک جائے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دیتا ہے، البتہ چوری کا مال مالک کو لوٹانا چاہیئے اگر توبہ کرتے وقت چور اس حیثیت میں نہیں رہا تو اسے مال کی پوری قیمت ادا کرنی چاہیئے اور مالک کو رضا مند کرنا چاہیئے، چوری پکڑی جانے کی صورت میں اگر چور پر حد لاگو ہوگئی اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا تو پھر بھی چور کو اللہ کے حضور توبہ کرنی چاہیئے تاکہ آئندہ چوری نہ کرے، اگر چور کو اس دنیا میں سزا نہ ملی اور نہ ہی اس نے چوری سے توبہ کی تو آخرت میں اس کو سزا ملے گی لیکن دنیا میں چوری کی سزا پانے کے بعد آخرت میں سزا نہ ہوگی۔

ایک حدیث میں ہے کہ ایک چور حضور ﷺ کے سامنے لایا گیا جس نے چوری کی تھی تو آپ نے فرمایا کیا تم نے چوری کی ہے؟ اس شخص نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ (ﷺ)! میں نے چوری کی ہے۔ تو آپ ﷺ نے اس پر حکم صادر فرمایا کہ اسے لے جاؤ اور اس کا ہاتھ کاٹ دو، جب ہاتھ کٹ گیا تو آپ کے پاس آیا، تو آپ نے فرمایا کہ توبہ کرو اس شخص نے توبہ کی تو آپ ﷺ نے

فرمایا کہ تمہاری توبہ اللہ کے ہاں قبول ہوئی۔

نبی اکرم ﷺ کے دور میں ایک عورت نے کچھ زیور چرا لیے لوگوں نے اس عورت کو رسول پاک ﷺ کے پاس پیش کیا تو آپ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا، جب ہاتھ کٹ چکا تو عورت نے کہا یا رسول اللہ کیا میری توبہ قبول ہوگئی، تو آپ نے فرمایا تم پاک صاف ہوگئی ہو، یہ عورت مخزوم قبیلہ کی تھی، چونکہ یہ عورت بڑے گھرانے کی تھی تو لوگوں میں تشویش پھیلی کہ ہاتھ کٹنے کے حکم سے پہلے حضور ﷺ سے سفارش کی جائے۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ نے حضور ﷺ سے سفارش کی تو آپ کو بہت ناگوار گزرا اور غصے سے فرمایا کہ اے اسامہؓ! تو اللہ کی حدوں میں سے ایک حد کے بارے میں سفارش کر رہا ہے۔ اب حضرت اسامہؓ بہت گھبرائے اور کہنے لگے مجھ سے بڑی خطا ہوئی۔ میرے لیے آپ استغفار کیجئے۔ شام کے وقت اللہ کے رسول نے ایک خطبہ دیا، جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا کہ تم سے پہلے لوگ اسی خصلت کی بناء پر تباہ ہوئے کہ ان میں جب کوئی بڑے گھرانے کا آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی معمولی آدمی چوری کرتا تو اس پر حد جاری کر دیتے۔ اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر فاطمہؓ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرتی تو اس کے لئے بھی ہاتھ کاٹنے کا حکم ہوتا۔

بسا اوقات لوگوں سے ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ چھوٹی موٹی چیزیں چرا لیتے ہیں اور پکڑے بھی نہیں جاتے، جیسے اسکول میں کوئی طالب علم کسی دوسرے طالب علم کی کوئی چیز چرا لے یا دفتر سے کوئی شخص کوئی چیز چرا کے گھر لے آئے یا کسی کارخانہ سے کوئی مزدور کوئی چیز چوری کر لے تو ان سب صورتوں میں آئندہ چوری سے توبہ کر لینی چاہیے اور سابقہ فعل سے اللہ کی معافی مانگنا چاہیے، اگر وہ اللہ سے اپنے جرم کی معافی نہیں مانگے گا تو آخرت میں اسے اس چوری کی سزا ضرور ملے گی اور اگر اس نے معافی مانگ لی تو اللہ اس کا جرم معاف کر دے گا اور وہ سزا سے بری الذمہ ہو جائے گا۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میرا کام چوری کرنا اور لوگوں کو لوٹنا تھا، ایک روز دریائے دجلہ پر گیا وہاں دو کھجور کے درخت تھے، ایک تروتازہ اور ایک خشک میں نے دیکھا کہ ایک پرندہ تروتازہ درخت سے کھجوریں توڑتا ہے اور پھر اڑ کر خشک کھجور پر چڑھ جاتا ہے اور وہاں ایک اندھا سانپ

تھا، یہ پرندہ اس کو کھجور کھلاتا ہے، میں نے دل میں کہا اے پروردگار! یہ سانپ ہے کہ نبی پاک ﷺ نے جس کے مارنے کا حکم دیا ہے تو نے اس کے کھانا کھلانے کے لئے ایک پرندہ مقرر فرمادیا ہے، حالانکہ میں تیری وحدانیت کی شہادت دیتا ہوں، پھر بھی مجھے ڈاکو بنادیا ہے، اتنے میں ہاتف غیبی نے آواز دی کہ میرے بندے توبہ کرنے والوں کے لئے میرا دروازہ کھلا ہے یہ سنتے ہی اس نے اپنی تلوار توڑ دی، اور توبہ توبہ پکارنے لگا اور غیب سے یہ آواز آنے لگی قبلناک قبلناک (ہم نے تجھے قبول کیا، ہم نے تجھے قبول کیا) وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں اپنے ساتھیوں سے الگ ہو گیا، جب انھوں نے سنا کہ میں توبہ توبہ پکارتا پھرتا ہوں، انھوں نے اس کی وجہ پوچھی، تو میں نے کہا اب میں نے اپنے خدا سے صلح کر لی ہے، یہ سن کر ساتھیوں نے کہا ہم بھی تمہارے ساتھ صلح کرتے ہیں، ہم نے چوری کے کپڑے اپنے بدن سے اتار دیئے اور مکہ معظّمہ کی طرف روانہ ہوئے، راستہ میں ہم ایک گاؤں میں داخل ہوئے، وہاں ایک بڑھیا ملی اس نے پوچھا کیا تمہارے ساتھ فلاں شخص کُردی ہے، میں نے کہا وہ میں ہی ہوں، اس نے کچھ کپڑے لاکر کہا یہ میرے بچے کے پکڑے ہیں، میں آپ پر ان کو صدقہ کرنا چاہتی ہوں، کیونکہ حضور ﷺ نے مجھے خواب میں حکم فرمایا کہ یہ کپڑے فلانے کُردی کو دے دو، چنانچہ میں نے وہ کپڑے بڑھیا سے لے لیے اور ان کو اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیا۔

حضرت حاتم اصمؒ ایک بار بلخ شہر میں وعظ فرمارہے تھے آپ نے اثناء وعظ میں فرمایا کہ الٰہی! جو مجلس میں سب سے زیادہ گنہگار ہے اس پر رحم فرما اور اس کو بخش دے، ایک کفن چور بھی اس مجلس میں موجود تھا، جب رات ہوئی تو کفن چور قبرستان گیا اور ایک قبر کو کھودا، اس نے ہاتف سے ایک آواز سنی کہ اے کفن چور! تو تو آج حاتم اصم کی مجلس وعظ میں بخش دیا گیا ہے، پھر آج ہی رات کو دوبارہ یہ گناہ کیوں کرنے لگے ہو؟ کفن چور نے یہ آواز سنی تو رونے لگا اور سچے دل سے تائب ہو گیا۔

حضرت رابعہ بصریؒ ایک دن نماز پڑھتے پڑھتے تھک گئیں اور سو گئیں اتفاقاً اسی رات آپ کے گھر پر چور گھس آیا اور آپ کے سامان کی گٹھڑی باندھ کر اٹھائی اور چاہا کہ چل دے، مگر جب اس نے گٹھڑی اٹھائی تو اندھا ہو گیا اور راستہ نہ پایا، گھبرا کر اس نے گٹھڑی رکھ دی، گٹھڑی رکھی تو پھر بینا

ہو گیا، اس نے پھر گٹھڑی اٹھائی، تو پھر اندھا ہو گیا، غرض دو تین بار ایسا ہی ہوا۔ اور پھر اس نے ہاتف سے ایک آواز سنی کہ اے نادان، اگر ایک دوست سو رہا ہے تو دوسرا دوست جاگ رہا ہے، بیوقوف! رابعہ نے جب سے اپنے آپ کو ہمارے سپرد کر رکھا ہے اس وقت سے بچارے ابلیس کو یہ قدرت حاصل نہیں کہ وہ اس کے پاس پھٹکے پھر چور بیچارے کی کیا طاقت ہے کہ اس کے سامان کے پاس پھٹکے، آخر اللہ سے معافی مانگتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت عطاء ازرق رات کی نماز پڑھنے کی غرض سے جنگل کی طرف چلے۔ ایک چور راستہ میں آپ سے معترض ہوا۔ آپ نے فرمایا اے اللہ! تو جس طرح چاہے مجھے اس سے بچالے، چنانچہ فوراً اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں خشک ہو گئے، وہ رونے لگا اور کہنے لگا، پھر کبھی ایسا نہ کروں گا، آپ نے چھوڑ دیا، وہ شخص آپ کے پیچھے ہولیا اور کہا میں اللہ کے واسطے تم سے دریافت کرتا ہوں کہ تمہارا کیا نام ہے؟ فرمایا میرا نام عطاء ہے، جب صبح ہوئی تو وہ شخص لوگوں سے دریافت کرنے لگا کہ تم کسی ایسے شخص بزرگ صالح کو بھی جانتے ہو جو رات کے وقت صحرا میں نماز کے واسطے جاتا ہو؟ لوگوں نے کہا ہاں وہ عطاء سلمی ہیں، وہ عطاء سلمی کے پاس پہنچا اور کہا میں فلاں فلاں قصہ سے توبہ کر کے آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں میرے لیے، دعا فرمائیے، آپ نے آسمان کی جانب ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی اور روتے جاتے تھے، ارے بھلے مانس! وہ میں نہ تھا۔ وہ عطاء ازرق تھے۔

روایت ہے کہ شیخ ابوالحسن نوری رضی اللہ عنہ غسل کے ارادہ سے پانی میں گھسے، ایک چور آپ کے کپڑے چرا کر بھاگ گیا۔ پھر ایک ساعت کے بعد دیکھا تو چور کپڑے لیے ہوئے چلا آرہا ہے اور اس کے ہاتھ خشک ہو گئے ہیں، حضرت نے اپنے کپڑے پہن لیے پھر فرمایا الٰہی! آپ نے مجھے میرے کپڑے لوٹا دیے، اسی وقت وہ جسم سالم ہو کر چلا گیا۔ (بحوالہ اللہ میری توبہ)

دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو چوری وغیرہ جیسے تمام بُرے اعمال سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

جہنم میں لے جانے والا چونتیسواں عمل

مرد و عورت کا ایک دوسرے کی مشابہت کرنا

صحیح حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان مردوں پر لعنت کی ہے جو عورتوں کی شکل بناتے ہیں اور ان عورتوں پر لعنت کی ہے جو مردوں کی مشابہت کرتے ہیں ایک روایت میں ہے ان ہجڑوں پر بھی لعنت ہے جو مشابہت کرتے ہیں عورتوں کی اور ان عورتوں پر بھی لعنت ہے جو مردوں کا لباس پہنیں یا ان کی طرح بات چیت کریں اس جیسا مضمون دوسری روایت جو ابو ہریرہؓ سے ہے اس میں بھی یہی الفاظ ہیں کہ جو عورتیں مردوں کا لباس پہنیں ان پر بھی لعنت یا مرد عورتوں کا لباس پہنیں۔ عورت اگر لباس پہنتی ہیں تو وہ مردوں کی مشابہت کرتی ہے لہٰذا اگر طاقت ہے تو اس کو اس فعل سے روکا جائے۔

قرآن میں حکم ہے ﴿قوا انفسکم و اھلیکم نارا......الخ ﴾ ایک حدیث میں ہے ﴿کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ......الخ ﴾ ہر ایک تم میں سے حاکم ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں اور ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

ایک حدیث میں آپ نے فرمایا وہ مرد برباد ہو گئے جو عورتوں کے مرید بن گئے۔ حضرت حسن فرماتے ہیں جو مرد عورتوں کی اطاعت کرتے ہیں وہ جہنم میں اوندھے منہ ڈالے جائیں گے۔ ایک حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا وہ عورتیں جو باریک لباس پہنتی ہیں لوگوں کو مائل کرتی ہیں اپنی طرف پھسلاتی ہیں بہکاتی ہیں ورغلاتی ہیں یہ نہ جنت میں داخل ہونگی نہ ان کو جنت کی خوشبو آئیگی۔

عبداللہ بن عمرؓ کے پاس ایک عورت آئی جس کے کندھے پر کمان تھی لباس عجیب وغریب تھا آپ نے فرمایا تو مرد ہے یا عورت، اس نے کہا میں عورت ہوں آپ نے فرمایا لعنت فرمائی ہے حضور ﷺ نے ایسی عورت پر جو مردوں کی مشابہت کرے بہت سی ایسی عورتیں دنیا میں باریک

لباس پہننے والی قیامت کے دن ننگی ہونگی۔حضورﷺ نے فرمایا میں نے جہنم میں اکثر عورتوں کو دیکھا نیز آپﷺ نے فرمایا ہر امت کا ایک فتنہ تھا میری امت کا فتنہ عورت ہے۔

مردوں کی مشابہت کرنا باعث لعنت ہے

وہ کام جو عورتیں کیا کرتی تھیں اور اب تک کرتی چلی آرہی ہیں ان کاموں سے حدیث نبویہ میں صراحۃً ممانعت آئی ہے،مثلاً چال چلن اور ہیئت وشکل میں عورتوں کا مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنا،نیز مردوں کا عورتوں کی ہیئت وشکل اور حرکات میں ان جیسا بننا،ایسے مرد اور عورتیں ملعون قرار دی گئی ہیں۔لعنت کا معنی ہوتا ہے،اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت اور جنت سے محروم ہونا۔

حضور نبی محبوبﷺ کا ارشاد مبارک ہے:''اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں پر لعنت کی ہے جو مردوں کی مشابہت کرتی ہیں۔اور ان مردوں پر لعنت کی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں۔وہ عورتیں جو لباس وغیرہ میں مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرتی ہیں (جیسا کہ پہلے بھی حدیث گزری)۔

ایسی عورتیں اس زمانے میں بہت ہیں،اسی طرح جو مرد رفتار،گفتار اور کردار وافعال میں عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرتے ہیں ان کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے،نیز آج کے دور میں ان مردوں کی بھی کوئی کمی نہیں جو لباس وعادات واطوار میں مشابہت اختیار کئے ہوئے ہیں۔جو عورتیں مستحق لعنت ہیں ان میں سے ایک وہ عورت بھی ہے جسے اس کا خاوند ہمبستری کے لئے بلائے لیکن وہ انکار کردے اور کہے کہ میں حالت حیض میں ہوں،حدیث پاک میں مغسلہ عورت سے یہی عورت مراد ہے،فرمان رسول اللہﷺ ہے:''اللہ نے مغسلہ عورت پر لعنت فرمائی ہے جسے اس کا شوہر بلائے تو وہ کہہ دے کہ میں حالت حیض میں ہوں......

نیز اللہ نے اس عورت کو بھی ملعون قرار دیا ہے جو وشم کا فعل انجام دیتی ہے خواہ وہ یہ فعل خود کرتی ہو یا کسی دوسری سے کرواتی ہو،وشم کہتے ہیں۔زینت وزیبائش کی خاطر جسم کو گودنا،اس میں نشان بنانا،نیز اس عورت پر بھی لعنت فرمائی جو نمص کا فعل کرتی یا کرواتی ہے۔یعنی وہ عورت جو

زینت اور فیشن کی خاطر اپنی ابروؤں کے بال اکھاڑتی ہو۔ ہمارے پیارے نبی ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے بدن گودنے والی، گودوانے والی، ابروؤں کے بال اکھاڑنے والی اور اکھڑوانے والی، خوبصورتی کی خاطر دانتوں کو باریک کروانے والی اور خلق اللہ میں تغیر کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔

اسی طرح نوحہ باز، حلق کرنے والی اور مصیبت کے وقت آواز کو بلند کرنے والی عورت بھی ان عورتوں میں داخل ہے جو خدائی لعنت کی سزاوار ہیں، حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے نوحہ کرنے والی، کان لگا کر سننے والی، سر منڈانے والی، نزول مصیبت کے وقت چلانے والی اور جسم گودنے والی اور گدوانے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔

حدیث مذکورہ میں ایک لفظ آیا ہے ''سالقہ'' اس کا مطلب ہے وہ عورت جو نزول مصیبت کے وقت خوب چلاتی ہو، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اس عورت پر بھی لعنت فرمائی ہے جو مصیبت کے وقت اپنا چہرہ پیٹتی ہو، اور گریبان چاک کرتی ہو، اسی طرح وہ عورت جو مصیبت پیش آنے کے وقت واہی تباہی بکتی ہو اور واویلا کرتی ہو۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ نے اس عورت پر لعنت فرمائی جو اپنا چہرہ چھیلتی ہو، گریبان چاک کرتی ہو، اور واویلا ہلاکت و بربادی کو پکارتی ہو۔''

ایسی ملعون عورتوں میں وہ عورتیں بھی شامل ہیں جو ملبوس ہونے کے باوجود برہنہ ہوتی ہیں رسول اکرم ﷺ نے ان پر لعنت بھیجنے کا حکم دیا ہے، طبرانی کبیر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: '' آخر زمانہ میں کچھ عورتیں ایسی ہونگی جو مردوں کی طرح زینوں میں سوار ہونگی، مسجد کے دروازے پر اس حال میں اتریں گی کہ لباس میں ہونے کے باوجود برہنہ ہونگی، ان عورتوں کے سر دبلے بخت اونٹ کی کوہانوں کی مانند ہونگے، ایسی عورتوں پر لعنت بھیجو، کیونکہ وہ ملعون ہیں، اگر تمہارے بعد کوئی امت ہوتی تو وہ ان کی خدمت کرتیں، جیسے تم سے قبل امتوں کی عورتیں تمہاری خدمت کرا کرتی تھیں۔

اس قسم کی عورتوں کو عصر حاضر میں دیکھا جا سکتا ہے۔ جو ان مساجد کی زیارت کے لئے جاتی ہیں جہاں مثلاً حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی مبارک قبریں ہیں، ان مسجدوں یا قبروں کی زیارت کے لئے اس طرح کھڑی ہوتی ہیں کہ نیم برہنہ ہونگی، زیبائش و فیشن کئے ہونگی اور

غیر اللہ سے دعا و برکت کی طلبگار و خواہش مند ہوں گی یہ بالکل کفر اور شرک ہے، **لاحول ولاقوۃ الا باللہ**

دعا کیجئے اللہ تعالیٰ ہم سب کو جہنم میں لے جانے والے تمام بُرے اعمال سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

جہنم میں لے جانے والا پینتیسواں عمل

علم کو چھپانا

اللہ تعالیٰ کا قول ہے ﴿انما یخشی اللّٰہ من عبادہ العلماء﴾ اللہ سے ڈرنے والے علماء ہی ہیں معلوم ہوتا ہے جو اللہ سے نہ ڈرے وہ عالم ہی نہیں۔ دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے ﴿ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات...... الخ﴾ جو لوگ خدا کی آیات کو چھپاتے ہیں ایسے لوگوں پر اللہ کی لعنت اور تمام مخلوق کی۔ یہ آیت یہود کے بارے میں نازل ہوئی تھی کیونکہ وہ خدا کے احکام رجم اور حدود وغیرہ کو چھپاتے تھے والھدی سے مراد حضور ﷺ کی تعریف کو چھپانا مراد ہے، بقول ابن مسعودؓ جب بھی اس آیت کو جن و فرشتے تلاوت کرتے ہیں تو یہود و نصاریٰ پر تازہ لعنت برستی ہے، اور بھی کافی آیات ہیں جس میں اللہ نے یہود سے وعدہ لیا تھا کہ تم میرے آخری نبی کی شان ضرور بیان کرو گے کیونکہ کہ تورات میں حضور ﷺ کا ذکر مبارک تفصیل سے موجود تھا مگر یہود نے اس عہد کی بھی پرواہ نہیں کی چند ٹکوں کی خاطر حق بات کو چھپایا تو یہ کتنا برا سودا ہے ایک حدیث میں ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ کے لئے علم نہ پڑھے دنیا تو جو اس کے مقدر میں ہو گی مل جائے گی مگر آخرت میں جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکتا۔ ایک حدیث میں ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے علم حاصل کیا اور پھر اس سے کوئی مسئلہ دریافت کیا گیا اور اس نے چھپایا تو قیامت کے دن اس کو جہنم کی لگام پہنائی جائے گی، ایک حدیث میں ہے حضور اکرم ﷺ نے ایسے علم سے پناہ مانگی جو نفع نہ دے مزید آپ نے فرمایا جو خدا کی رضا کی خاطر علم نہ پڑھے تو اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

ابن مسعودؓ فرماتے ہیں علم بغیر عمل کے تکبر پیدا کریگا حضرت ابوامامۃ فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ عالم بے عمل قیامت کے دن دوزخ میں ڈالا جائیگا اور گدھے کی طرح چکی کے اردگرد گھومے گا لوگ کہیں گے تجھے کیا ہوا حالانکہ تو تو ہمیں ہدایت کرتا تھا وہ کہے گا میں خود عمل نہیں

کرتا تھا صرف تم کو کہتا تھا اور بلال بن العلاء فرماتے ہیں کہ علم طلب کرنا بہت سخت کام ہے اس کو محفوظ کرنا طلب کرنے سے بھی زیادہ سخت ہے اور اس پر عمل کرنا حفاظت کرنے سے بھی زیادہ سخت ہے اللہ ہر بلاء سے محفوظ فرمائے۔ علم کو چھپانا حق بات کو چھپانا اس امت میں بھی یہ جرم موجود ہے اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے، آمین۔

دعا کیجئے اللہ تعالیٰ ہم سب کو جہنم میں لے جانے والے اس عمل یعنی کتمانِ علم سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

اللہ اللہ اللہ

جہنم میں لے جانے والا چھتیسواں عمل

کاہن اور نجومی کی تصدیق کرنا

اللہ پاک فرماتے ہیں وہ بات نہ کہو جس کا علم تمہیں نہیں حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں یوں نہ کہو کہ میں نے سنا ہے حالانکہ سنا نہ ہو اور میں نے دیکھا ہے حالانکہ دیکھا نہ ہو میں جانتا ہوں اور وہ جانتا نہ تھا اس لئے ان السمع والبصر یہ کان آنکھ پوچھے جائیں گے کہ ان کو کہاں کہاں استعمال کیا تھا مطلب ہے کہ غلط دیکھنے پر پکڑ ہوگی۔ ایک حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص کاہن کی تصدیق کرے تو اس نے میری تکذیب کی۔ حضرت زید بن خالد الجہنی سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ہم نے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی اسی رات بادل بھی تھے جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا جانتے ہو تمہارے رب نے کیا فرمادیا ہم نے کہا اللہ اور اس کے رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ پھر ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں دو قسم کے بندے ہیں کچھ وہ ہیں جو میرے اوپر ایمان لانے والے ہیں اور کچھ وہ جو کفر کرنے والے ہیں سو جو یہ کہے کہ یہ بارش اللہ کی رحمت کی وجہ سے نازل ہوئی ہے تو یہ مؤمن ہے اور جو کہے کہ یہ بارش فلاں ستارے کی وجہ سے ہوئی ہے تو گویا یہ اس نے میرے ساتھ کفر کیا ہے اس کا ستاروں پر ایمان ہے میرے اوپر نہیں اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی مسلمان یہ کہے کہ فلاں فلاں وجہ سے ہوئی ہے اور اس کو موجد یا فاعل سمجھے تو وہ کافر ہو گیا لیکن اس کو محض بارش کی علامت سمجھے تو پھر کافر تو نہیں ہوگا مگر ایسا کہنا مکروہ ہے ایک حدیث میں ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جو نجومی کے پاس جائے اس کی تصدیق کرے تو چالیس دن اس کی نماز قبول نہیں۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے لوگوں نے سوال کیا کہ یہ کاہن کیا ہیں فرمایا کچھ بھی نہیں پھر لوگوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ (ﷺ) فلاں فلاں بات اس طرح ہو گئی کاہن کے کہنے پر آپ ﷺ نے فرمایا بعض باتیں گھڑ جن کر کے ان کے دلوں میں القا کر دیتے ہیں سو جھوٹ میں سے ایک سچ نکلتا ہے، اور دوسری روایت میں ہے

حضرت عائشہؓ فرمائی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب فرشتے آسمان پر اترتے ہیں انکو کوئی حکم ملتا ہے تو یہ شیاطین اس کو سن کر اپنی طرف سے سو جھوٹ ملا کر ان کاہنوں کو کہہ دیتے ہیں۔ جاہلیت کے دور میں سفر پر جانے سے پہلے کسی پرندے کو اڑاتے تھے اگر دائیں طرف سے اڑتا تو یہ سمجھتے کہ یہ سفر صحیح ہے اگر وہ بائیں طرف اڑتے تو یہ منحوس سمجھ کر ملتوی کر دیتے آپ نے فرمایا یہ غلط ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں نجومی جادوگر ہے اور جادو کفر ہے آج کل جو طوطے لیکر بیٹھے ہوتے ہیں یہی نجومی ہیں اس کے علاوہ جو آج کل نجومی بابا یا دست شناس اور ماہر علم نجوم جو کہ لوگوں کے ماضی حال اور مستقبل کی خبریں دیتے ہیں سب شامل ہیں ان سے پرہیز کرنا لازم ہے ورنہ ایمان چلے جانے کا خطرہ ہے۔

دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس قسم کی تمام خرافات سے (جو جہنم تک پہنچانے کا ذریعہ ہیں) بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔
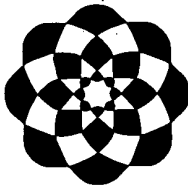
جہنم میں لے جانے والا سینتیسواں عمل

عورت کا خاوند کی نافرمانی کرنا

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے **والّاتی تخافون نشوزھن فعظو ھن واھجرو ھن الخ** اور جن عورتوں کی نافرمانی کا ڈر ہو تو ان کو نصیحت سے سمجھاؤ دوسرے نمبر پر اس کو بستروں سے الگ کر دو یہاں نشوزھن سے مراد خاوند کی نافرمانی ہے حضرت عطاء فرماتے ہیں اس سے مراد خاوند کے لئے میک اپ نہ کرنا مراد ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں اس کو بستر پر اکٹھے نہ سلائے بات چیت نہ کرے واضربوھن ایسی تکلیف دے جو ہلکی پھلکی ہو بطور تادیب کے جیسے طمانچہ وغیرہ مکا وغیرہ مارنا مگر منہ پر مارنے کی اجازت نہیں یہ اشرف الاعضاء ہے نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں جب کوئی مرد اپنی عورت کو بستر پر بلائے اور وہ نہ آئے تو ساری رات فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔ ایک حدیث میں حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں تین شخصوں کی نہ نماز قبول ہوگی نہ کوئی اور نیکی ایک بھگوڑا غلام، دوسرا نافرمان عورت، تیسرا نشہ پینے والا جب تک کہ وہ ہوش میں نہ آئے۔

حضرت حسنؓ روایت فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ سے میں نے سنا تھا کہ قیامت کے دن عورت سے سب سے پہلے جو سوال ہوگا نماز کا اور خاوند کی اطاعت کا پھر آپ نے فرمایا جو عورت خدا اور اس کے رسول پر ایمان رکھتی ہے اور قیامت کے دن پر تو اس کو چاہئے کہ نفلی روزے خاوند کی اجازت کے بغیر نہ رکھے، نیز آپ نے فرمایا اگر میں غیر خدا کو سجدے کی اجازت دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ خاوند کو سجدہ کرے اس قدر حقوق ہیں خاوند کے۔ حضرت حصین بن محض کی پھوپھی کہتی ہیں کہ میں نے اپنے خاوند کا شکوہ کیا حضور ﷺ کے سامنے تو آپ نے فرمایا دیکھ خیال کر وہ تیرے لئے جنت بھی ہے اور دوزخ بھی۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس عورت کی طرف نظر رحمت بھی نہیں فرماتے جو خاوند کی ناشاکر ہو اور فرمایا جب عورت گھر سے نکلتی ہے تو فرشتے لعنت کرتے ہیں جب تک واپس نہ لوٹے اور توبہ نہ کرے مزید فرمایا جو عورت

خاوند کی رضا میں مرجائے تو وہ جنت میں داخل ہوگی لہٰذا عورت پر واجب ہے کہ خاوند کی ناراضگی سے بچے۔

ایک حدیث میں ہے کہ عورت کو اگر مرد بلائے تو فوراً آئے اگرچہ تنور پر روٹی بھی لگا رہی ہو اگر حائضہ ہے تو پھر نہ آئے مرد کو بھی چاہیے کہ پرہیز کرے جب تک غسل کر کے پاک نہ ہو جائے کیونکہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا وہ ملعون ہے جو حائضہ عورت کے پاس آئے، اس کے علاوہ عورت کو چاہیے اپنے آپ کو غلام سمجھے خاوند کے مال میں تصرف نہ کرے خاوند کا حق ہر حال میں مقدم سمجھے اپنے رشتہ داروں کے حقوق سے بھی اور خوبصورتی پر فخر نہ کرے، اگرچہ خاوند کے اندر کوئی قباحت ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت اصمعیؒ فرماتے ہیں میں ایک دیہات میں گیا ایک عورت نہایت خوبصورت تھی اس کا خاوند بدصورت تھا میں نے اس عورت سے کہا تو کیسے اس کے ساتھ گذارہ کر رہی ہے تو اس عورت نے بڑا عجیب ۔ اب دیا کہ شاید وہ نیک شخص تھا اور مجھے بطور ثواب دیدیا اور شاید میرا کوئی گناہ تھا جس کی سزا مجھے مل رہی ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں اے عورتوں کی جماعت اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ خاوند کا تم پر کیا حق ہے تو تم اس کے قدموں کی مٹی اٹھا کر منہ پر مل لو، ایک حدیث میں فرمایا وہ عورت جنتی ہے جو خاوند کو راضی کرے اس وقت تک نیند نہ کرے جب تک کہ خاوند کو راضی نہ کر لے اور عورت پر واجب ہے کہ ہمیشہ خاوند سے حیا کرے نگاہ نیچی رکھے اس کے حکم کو مانے اور خاموش رہے جب تک کہ وہ بات میں پہل نہ کرے جب گھر آئے تو کھڑی ہو جائے اس کے استقبال کے لئے اس کے مال میں خیانت نہ کرے اور اس کے لئے زینت کرے میک اپ کرے خوشبو لگائے مسواک کرے بن ٹھن کے رہے اور جب وہ باہر چلا جائے تو زینت کو چھوڑ دے اور اپنے خاندان کا اکرام کرے اور تھوڑی چیز پر اکتفا کرے۔

ایک حدیث میں یوں بھی ارشاد نبوی ہے کہ جو عورت پانچ وقت نماز ادا کرتی ہے، رمضان شریف کے روزے رکھتی ہے خاوند کی اطاعت کرتی ہے تو اس کو قیامت کے دن کہا جائے گا جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے، ایک حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا خاوند کی اطاعت کرنے والی عورت کے لئے ساری مخلوق استغفار کرتی ہے پرندے ہوا میں مچھلیاں پانی میں فرشتے

آسمان میں چاند بھی اور جو عورت خاوند کی نافرمانی کرتی ہے تو اس پر خدا کی لعنت فرشتوں کی لعنت اور تمام لوگوں کی اور جو خاوند کو ناراض کرے وہ خدا کی ناراضگی میں رہتی ہے جب تک کہ خاوند کو راضی نہ کر لے۔ ایک حدیث میں ہے کہ چار قسم کی عورتیں جنتی ہیں اور چار قسم کی جہنمی، جنتی عورتوں میں سے پہلی وہ عورت جو پاک دامن ہو اور اطاعت گذار ہو اور اولاد جننے والی صابرہ قناعت کرنے والی حیا والی اس کے پس پشت اپنی عزت کی حفاظت کرنے والی اور چوتھی وہ عورت جو خاوند مر جانے کے بعد اولاد چھوٹی ہونے کی وجہ سے دوسرا نکاح نہ کرے مقصود ان کی تربیت ہو۔

اور چار قسم کی عورتیں جہنمی ہیں ایک بدزبان فحش گو خیانت کرنیوالی خاوند کو تکلیف دینے والی اور غیر محرم کے سامنے بن ٹھن کر نکلنے والی چوتھی وہ بدنصیب عورت جو نماز روزے کی پرواہ کرے نہ سوائے کھانے پینے کے اور اس کو کوئی غم نہ ہو اس لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میں نے دوزخ میں دیکھا تو اکثر عورتیں نظر آئیں کیونکہ جب گھر سے نکلتی ہیں تو شیطان بھی ان کے ساتھ ہوتا ہے یہ بن سنور کر جب نکلتی ہیں تو کئی لوگوں کے ایمان کو برباد کرنے کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔

اس لئے ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے اپنی زوجہ فاطمۃ الزہراؓ سے فرمایا بتا کونسی عورت اچھی ہے تو حضرت فاطمہؓ نے فرمایا جس کو کوئی مرد نہ دیکھے اور نہ وہ کسی مرد کو دیکھے یہ سب سے بہتر عورت ہے اور فرماتے تھے علی المرتضیٰؓ کہ تمہیں شرم نہیں آتی کہ تمھاری عورت مردوں کے درمیان چلتی پھرتی رہے ہر ایک اس کو اپنی نظروں کا نشانہ بنائے۔ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ حضرت عائشہؓ اور حفصہ کے پاس تھے کہ ایک نابینا صحابیؓ عبداللہ بن ام مکتوم بھی آ گئے حضور ﷺ نے فرمایا پردہ کرلو عرض کیا یا رسول اللہ وہ تو نابینا ہے آپ نے فرمایا وہ نابینا ہے تم تو نابینا نہیں جس طرح مرد کے لئے پردے کی ضرورت ہے اسی طرح عورت کو بھی مرد سے پردہ ضروری ہے ہاں مجبوری کی بناء پر اگر عورت گھر سے نکلے تو انتہائی سادگی سے نگاہ کی حفاظت کرتے ہوئے نکلے۔ حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں جب کوئی عورت اپنے خاوند کو تکلیف دیتی ہے تو جنت کی حور کہتی ہے خدا تجھے ہلاک کرے اس کو تکلیف نہ دے یہ تیرے پاس چند دن کا مہمان ہے۔

شوہر کی نافرمانی کرنا باعث مضرت ہے

عورت اگر اپنے شوہر کی اطاعت کرے، پانچوں نمازیں پڑھے، رمضان کے روزے رکھے، اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی کو بجالائے تو وہ بحکم الٰہی جنت میں داخل ہو جائے گی۔

جب کہ شوہر کی نافرمانی کرنے والی عورت جہنم میں داخل ہوگی، اگرچہ نماز روزہ کی پابند ہو۔ اس لئے کہ عورت کے جنت میں داخل ہونے کی شرط شوہر کی رضامندی ہے۔ فرمان رسول کریم ﷺ ہے: ''جس عورت کا انتقال ہوا اور اس کا شوہر اس سے راضی ہو وہ جنت میں داخل ہوگی۔''

البتہ شوہر کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ مشروط ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے کسی مخلوق کی اطاعت حرام ہے۔ چنانچہ شوہر اگر بیوی کو بے پردگی کا حکم دے تو اس کو چاہیئے اس حکم میں شوہر کی اطاعت نہ کرے۔ اس لئے کہ شوہر نے اس کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم دیا ہے۔ جب تک وہ شوہر اس غلط حکم سے توبہ نہ کرلے وہ دیوث کے حکم میں ہوگا۔ ہاں اگر شوہر کسی امر مباح کا حکم دے تو اس کو بجالانا عورت پر واجب اور ضروری ہے۔ فرمان خداوندی ہے: ''پھر اگر وہ تمھاری اطاعت کرنا شروع کر دیں تو ان پر بہانہ مت ڈھونڈو۔'' فرمان نبوی ﷺ ہے: ''اگر میں کسی کو کسی کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ شوہر کے سامنے سجدہ کرے۔''

آپ ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے: ''اگر شوہر اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ انکار کرے جس پر شوہر ناراضگی میں رات گزارے تو صبح تک فرشتے اس عورت پر لعنت کرتے رہیں گے۔''

یہ بھی فرمان رسول ﷺ ہے: ''کسی عورت کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر روزہ رکھے۔'' (یعنی نفل روزہ، فرض روزہ اس کی موجودگی اور غیر موجودگی ہر حالت میں رکھنا ضروری ہے)۔

دعا کیجئے کہ تمام بہنوں کو اللہ تعالیٰ اپنے شوہروں کی فرمانبرداری کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العٰلمین۔

جہنم میں لے جانے والا اڑتیسواں عمل

تصویر بنانا

تصویر خواہ کپڑے پر بنائی جائے یا دیوار پر یا پتھر پر یا درہم پر دیگر اشیاء وغیرہ پر یہ تصویر موم سے ہو آٹے سے ہو یا لوہے سے یا تانبے وغیرہ سے بنائی جائے سب حرام ہے انکو ضائع کرنے کا حکم ہے اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ **اِنَّ الذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا و الاخرہ...... الخ**

اس آیت سے استدلال اس لئے کیا ہے کہ حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگ تصویریں بناتے ہیں قیامت کے دن ان کو سخت عذاب دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ ان کو زندہ کر کے دکھاؤ۔ حضرت عائشہؓ ارشاد فرماتی ہیں حضور اکرم ﷺ ایک سفر سے واپس تشریف لائے تو میرے گھر پر ایک پردہ لٹکا ہوا تھا جس میں تصویریں تھیں آپ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا سخت عذاب قیامت کے دن ان مصوروں کو ہوگا جو خدا کی مشابہت کرتے ہیں میں نے وہ پردہ اتار کر تصویریں کاٹ کر بچھونا بنا دیا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں ہر مصور کو ہر صورت کے بدلے مستقل عذاب دیا جائے گا انہی سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اس سے بڑا ظالم کون ہے جو میری مثل بنائے تصویر بنانے کی اگر طاقت ہے تو ایک دانہ گندم یا جو کا بنا کے دکھائیں۔ یا ایک ذرہ مٹی کا بنا کر دکھائیں۔ ایک حدیث میں حضور نے فرمایا قیامت کے دن جہنم سے ایک گردن نکلے گی اور کہے گی میں تین شخصوں پر مسلط کی گئی ہوں ایک مشرک، دوسرا متکبر، تیسرا مصور اور فرمایا یاد رکھو رحمت کے فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہو یا تصویر ہو۔ ایک حدیث میں جنبی کا ذکر بھی ہے کہ جو بغیر غسل کے آدمی ہو وہاں بھی فرشتے داخل نہیں ہونگے اس سے رحمت کے فرشتے مراد ہیں البتہ موت کا فرشتہ یا محافظ فرشتہ مراد نہیں وہ ہر وقت ساتھ رہتے ہیں حضور اکرم ﷺ سے تاخیر سے غسل کرنا بھی ثابت ہے اس لئے آدمی عادت نہ

بنالے سستی کی وجہ سے بغیر غسل کے پلید پھرتا رہے کتے سے مراد وہ کتا ہے جو شوقیہ لایا جائے شکاری کتا اس سے مستثنیٰ ہے یا گھر کی حفاظت کے لئے تب بھی جائز ہے باقی تصویر چاہے دیوار پر ہو اخبار ہو کپڑے پر کڑھائی کی ہو یا برتن پر چھپی ہوئی ہو یہ حکم سب کے لئے ہے کہ ان کا ہٹانا واجب ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں مجھے نبی اکرم ﷺ نے بھیجا کہ ہر تصویر کو مٹا دو اور ہر اونچی قبر کو برابر کر دو اللہ ہم سب کو عمل کی توفیق عطاء فرمائے، آمین ثم آمین۔ اور اللہ تعالیٰ ہم سب کو تصویر سازی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

جہنم میں لے جانے والا انتالیسواں عمل

پڑوسی کو تکلیف دینا

آپ ﷺ نے تین دفعہ قسم اٹھا کر فرمایا وہ مؤمن نہیں، پوچھا گیا کون فرمایا جس کا ہمسایہ اس کی تکلیف سے محفوظ نہیں۔ ایک حدیث میں فرمایا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کا ہمسایہ اس کی تکلیف سے محفوظ نہیں اور نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ اللہ کے ہاں سب سے بڑا گناہ کون سا ہے آپ ﷺ نے تین چیزیں بیان فرمائیں، ایک مشرک یہ بھی جنت سے محروم ہے دوسرا اولاد کو قتل کرنے والا اس خوف سے کہ کھائے گی کہاں سے اپنے اوپر ان کا بوجھ سمجھے تیسرا گناہ ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرنے والا ایک حدیث میں ہے جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیئے کہ ہمسایہ کو تکلیف نہ دے پھر پڑوسی کی تین قسم ہیں ایک وہ جو مسلمان ہے اور قریب رہتا ہے تو اس کے تین حق ہیں حق قرابت بھی اور حق اسلام بھی اور ہمسائیگی کی بھی اگر پڑوسی کافر ہے تو اس کا صرف حق قرابت ہے۔ حضرت عمرؓ کا ہمسایہ یہودی تھا آپ جب بھی بکری ذبح کرتے تو فرماتے اس میں سے ہمارے پڑوسی کو بھی دے آؤ۔ اور یہ بھی آتا ہے فقیر ہمسایہ امیر پڑوسی سے قیامت کے دن الجھے گا اور کہے گا یا اللہ اس سے پوچھ کہ اس نے مجھے اچھی باتوں سے کیوں محروم رکھا اور اپنی عطا سے کیوں محروم کیا، ایک شخص رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا مجھے ایسا عمل بتائیں جس سے میں جنت میں داخل ہو جاؤں آپ نے فرمایا تو احسان کرنے والا بن جا پوچھا مجھے کیسے پتہ چلے کہ میں محسن ہوں فرمایا اگر تیرے پڑوسی تجھ کو محسن کہیں تو محسن ہے اگر وہ تجھے برا کہیں تو تو برا ہے کیونکہ جو شخص پڑوسی کو ایذاء دے وہ مؤمن نہیں اور کہا گیا کہ دس عورتوں سے بدکاری کرنا ہلکا ہے پڑوسی کی عورت سے زنا کرنے سے، اور دس گھروں کی چوری کرنا اتنا گناہ نہیں جتنا ہمسایہ کے گھر چوری کرنے کا گناہ ہے۔ سنن ابی داؤد میں حضرت ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص نے پڑوسی کے ایذاء کی شکایت کی آپ نے فرمایا صبر کر پھر آیا دو مرتبہ یا تین

مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے اس کو تجویز بتائی کہ جا کر اپنا سامان باہر رستے میں رکھ دے اس نے ایسا ہی کیا جو بھی راستے سے گزرتا پوچھتا تو یہ پڑوسی کا حال بتاتا پھر لوگ اس کے پڑوسی کو ملامت کرتے اور بددعائیں دیتے چنانچہ تنگ آ کر پڑوسی نے اس سے معذرت کی اور کہا گھر واپس چل میں آئندہ ایسا نہیں کروں گا یہ علاج ہے۔

سہل بن عبداللہ تستری سے مروی ہے کہ ان کا ایک ذمی پڑوسی تھا جو ان کے گھر میں کوڑا کرکٹ پھینکتا رہتا تھا یہ اس کی گندگی اکٹھی کر کے رکھتے رہے جب سہل کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے ذمی پڑوسی کو بلایا اور کہا دیکھ یہ سارا کوڑا تیری طرف سے پھینکا ہوا ہے تو ڈالتا رہا میں اس کو تاحیات برداشت کرتا رہا آج اگر میرے مرنے کا وقت قریب نہ ہوتا تو تجھے میں نہ بلاتا اب بتا کیا خیال ہے اس مجوسی کو ندامت ہوئی اور کہا میں زندگی بھر ایذاء دیتا رہا لہٰذا آپ کی انتہائی برداشت کی وجہ سے میں سابقہ گناہوں سے توبہ کرتا ہوں اور آپ کو کلمے کا گواہ بناتا ہوں چنانچہ وہ اسی وقت مسلمان ہو گیا اس کے بعد حضرت سہلؒ کا انتقال ہو گیا۔

پڑوسی کو پریشان کرنے کی وجہ سے جہنم

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ فلاں عورت نماز، خیرات اور روزہ بکثرت رکھتی ہے ہاں مگر اپنی زبان سے پڑوسی کو تکلیف دیتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ جہنم میں ہوگی۔ (مشکوۃ)

فائدہ...... پڑوسیوں کے حقوق اور اس کی رعایت کے متعلق قرآن پاک اور حدیث پاک میں بڑی اہمیت اور تاکید منقول ہے۔ اور اسے تکلیف دینے اور ستانے پر سخت وعید منقول ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے دو پڑوسیوں کا مقدمہ پیش کیا جائیگا۔

(ترغیب ۳۵۴)

ایک حدیث میں ہے کے جس نے پڑوسی سے لڑائی کی اس نے مجھ سے لڑائی کی۔

ایک حدیث میں ہے کے جس کے ضرر سے پڑوسی نہ بچ سکے وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔

(ترغیب ۳۴۵)

ایک حدیث میں ہے کہ پڑوسی کے ساتھ برائی قیامت کی علامت ہے۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ پڑوسیوں کا حق صرف یہی نہیں ہے کہ ان کو تکلیف نہ دی جائے بلکہ ان کا حق یہ ہے کہ ان کی تکلیف کو برداشت کیا جائے۔ ایک حدیث میں حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد وارد ہوا ہے کہ جانتے ہو پڑوسی کا کیا حق ہے۔ (وہ یہ ہے کہ) اگر تجھ سے مدد چاہے تو اس کی مدد کر۔ قرض مانگے تو اسے قرض دے۔ اگر محتاج ہو تو اس کی اعانت کر۔ بیمار ہو تو عیادت کر۔ اگر وہ مر جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جا۔ اگر اس کو خوشی حاصل ہو تو مبارک باد دے۔ اگر مصیبت پہنچے تو تعزیت کر۔ بغیر اس کی اجازت کے اس کے مکان کے پاس اپنا مکان اونچا نہ کر جس سے اس کی ہوا رک جائے۔ اگر کوئی پھل خریدے تو اس کو بھی ہدیہ دے۔ اگر نہ ہو سکے تو پھل پوشیدہ گھر میں لا کر دے کہ وہ نہ دیکھے۔ اور اس کو تیری اولاد لے کر باہر نہ نکلے تاکہ پڑوسی کے بچے اسے دیکھ کر رنجیدہ نہ ہوں۔ اپنے گھر کے دھوئیں سے اس کو تکلیف نہ پہنچا۔ (بحوالہ فضائل صدقات)

دعا کیجئے اللہ تعالیٰ ہم سب کو پڑوسیوں کے حقوق پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

اللہ

جہنم میں لے جانے والا چالیسواں عمل

پاک دامن عورت پر تہمت لگانا

ارشاد ربانی ہے ان الذین یرمون المحصنت الغافلات المؤمنات لعنوافی الدنیا والاخرہ ولھم عذاب عظیم.

جو لوگ پاک دامن عورتوں کو تہمت لگاتے ہیں جو کہ بالکل ان باتوں سے بے خبر ہیں ان کے لئے دنیا میں اور آخرت میں عذاب عظیم ہے اگلی آیت میں فرمایا جس دن ان کے اوپر ان کی زبانیں اور ہاتھ اور پاؤں بھی گواہی دیں گے جو کچھ وہ کر رہے ہیں ایک اور آیت میں ہے کہ جو لوگ پاک دامن عورتوں کو تہمت لگاتے ہیں اور چار گواہ بھی پیش نہیں کر سکتے تو ایسے لوگوں کو (۸۰) اسی درے لگاؤ اور آئندہ کے لئے ان کی کسی معاملے میں گواہی بھی مردود ہے یہ لوگ فاسق ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو ان میں ایک تہمت ہے پاکدامن عورت پر مثلاً یہ الفاظ کہے اے زانیہ اے باغیہ اے قحبہ یا اس کے خاوند کو کہے قحبہ کے خاوند یا اس کے بچے کو کہے اے حرام زادے یا لڑکی کو کہے اے بد کار عورت کی بچی یا اس کے ہم معنی الفاظ اے قحبہ یعنی زانیہ کی بچی تو ایسے شخص پر اسی ۸۰ کوڑے کی حد لگائی جائے گی ہاں اگر وہ چار گواہ پیش کر دے تو حد نہیں لگے گی، اسی طرح اپنے خاوند کو تہمت لگائے یا اپنی لونڈی کو تب بھی حد قائم کی جائے گی۔ بعض جاہل قسم کے لوگ ایسی بے ہودہ باتیں کہہ دیتے ہیں انکو دنیا آخرت کا وبال بھگتنا پڑے گا ایک حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا بعض دفعہ آدمی کسی بات کو ہلکا سمجھ کر کہہ دیتا ہے جس کی وجہ سے جہنم میں اتنا دور پھینک دیا جائے گا جتنا مشرق سے مغرب کا فاصلہ ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ نے پوچھا یا رسول اللہ کیا ہم بات چیت کے متعلق بھی پکڑے جائیں گے آپ نے فرمایا اے معاذ تجھے تیری ماں روئے چھ قسم کے لوگ جہنم میں منہ کے بل گرائے جائیں گے اسی زبان کی بدولت لہذا جو خدا اور اس کے رسول پر ایمان لاتا ہے اس کو چاہیے کہ اچھی بات

کرے یا خاموش رہے۔ حضرت عقبہ بن عامر نے کہا یا رسول اللہ نجات کس چیز میں ہے آپ نے فرمایا اپنی زبان کو روک لے اور اپنے گناہوں پر روتا رہ اور گھر بیٹھا رہ اور نبی پاک ﷺ نے فرمایا سب سے زیادہ مبغوض لوگوں میں وہ شخص ہے جو فحش بکنے والا ہے اور گندی بات کرنے والا ہے اللہ ہم سب کو محفوظ فرمائے، اور اللہ تعالیٰ ہم سب کو جہنم میں لے جانے والے تمام برے اعمال سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یا رب العالمین۔

جہنم میں لے جانے والا اکتالیسواں عمل

ٹخنوں سے کپڑا نیچے لٹکانا

قرآن میں ہے ﴿ولا تمش فی الارض مرحا انک لن تخرق ا لارض ولن تبلغ الجبال طولا......الخ﴾
زمیں پر اکڑ کر نہ چل خدا کو اکڑ پسند نہیں حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں ٹخنوں سے نیچے کپڑے لٹکانا یہ جہنمی عمل ہے اللہ ایسے متکبر کی طرف نظر رحمت ہی نہیں فرماتے اور تین آدمیوں سے خدا بات نہیں کرے گا نہ انکو پاک کرے گا ان کی طرف دیکھے گا نہیں، ان میں سے پہلا ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا دوسرا احسان جتلانے والا تیسرا مال بیچنے کی خاطر جھوٹی قسم کھانے والا یہ حدیث پہلے گذر چکی ہے۔ایک آدمی فخر سے چلتا تھا اچانک زمیں نے اس کو پکڑ لیا وہ قیامت کے دن تک دھنستا جائے گا متکبر آدمی جو اترا کر چلتا ہے اس کی طرف خدا دیکھے گا بھی نہیں۔ نبی پاک ﷺ نے فرمایا چادر نصف پنڈلی تک سنت ہے اس سے نیچے بھی جائز ہے مگر ٹخنے سے نیچے باندھنا آگ کا مستحق ہونا ہے چاہے قمیص ہو چادر ہو شلوار ہو کوئی کپڑا ہو سب کا ایک ہی حکم ہے۔
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے چادر نیچے لٹکائی اور آکر نماز پڑھی نبی پاک ﷺ نے فرمایا جاؤ وضو کر کے آؤ پھر آیا پھر نماز پڑھی پھر آپ نے فرمایا جاؤ وضو کر کے آؤ تو پھر آیا کسی نے عرض کیا حضرت اس کو آپ بار بار وضو کا ارشاد فرما رہے ہیں اس کی کیا وجہ ہے فرمایا اس کی چادر ٹخنے سے نیچے ہے یہ مسبل الازار ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی نماز قبول نہیں فرماتے۔ جب یہ حدیث ابو بکرؓ نے سنی تو فرمایا یا رسول اللہ ﷺ میری چادر بھی بھاری بدن کی وجہ سے نیچے ڈھلک جاتی ہے تو آپ نے فرمایا تو ان متکبرین میں سے نہیں تیری مجبوری ہے۔ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس عمل سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یا رب العالمین۔

جہنم میں لے جانے والا بیالیسواں عمل

مصیبت کے وقت بے صبری کرنا نوحہ ماتم وغیرہ کرنا

صحیح بخاری میں ہے عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں جو مصیبت کے وقت گریبان چاک کر کے منہ پر طمانچے مارے جاہلیت والے بین کرے وہ ہم میں سے نہیں۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ بیزار ہیں اس شخص سے جو بال نوچے آوازے بلند کرے کپڑے پھاڑے نوحہ کرے طمانچے مارے، ام عطیہ فرماتی ہیں ہم نے بیعت کی اس بات پر نبی اکرم ﷺ سے کہ ہم نوحہ نہیں کریں گی، حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ دو چیزیں کفر کی ہیں ایک نسب میں طعن کرنا دوسرا نوحہ خوانی کرنا میت پر حضور اکرم ﷺ نے لعنت فرمائی ہے نوحہ کرنے والی عورت پر، حضرت نعمان بن بشیر فرماتے ہیں جب حضرت عبداللہ بن رواحہ بیماری میں بے ہوش ہو گئے تو ان کی بہن کہتی تھی ان کی خوبیاں بیان کر کے تو ایسا تھا اور ویسا تھا جب ہوش میں آئے تو فرمایا اے بہن جب تو کہتی تھی تو ایسا تھا ویسا تھا تو مجھے فرشتے کہتے تھے کیا واقعی تو ایسا تھا اور ویسا تھا، یعنی بغیر وجہ کے مبالغہ آمیزی سے کام لینا جو کہ اکثر نوحہ کرنے والوں کا شیوہ ہے تو یہ سراسر غلط ہے ایک حدیث میں ہے میت کو نوحہ کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں جب کوئی آدمی مرتا ہے تو اس کے وارث مبالغہ آمیزی سے اس کی صفات کا تذکرہ کرتے ہیں تو فرشتے اس پر مسلط ہوتے ہیں جو اس کے جبڑے کو پھاڑتے ہیں اور کہتے ہیں کیا واقعی تو ایسا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اگر نوحہ کرنے والی نے توبہ نہ کی تو قیامت کے دن اس کو تارکول کا لباس پہنایا جائے گا اور آپ ﷺ نے فرمایا مجھے ایسی آوازوں سے منع کیا گیا ہے ایک احمقوں فاجروں کی، گانے لھو ولعب کی، مزامیر کی آواز سے جو شیطان کی آواز ہے دوسری آواز نوحہ کی۔ حضرت حسن فرماتے ہیں دو آوازیں ملعون ہیں گانے کی اور نوحہ کی، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا نوحہ کرنے والوں کی دو قطاریں بنائی جائیں گی دوزخ میں پھر وہ

کتے کی طرح بھونکیں گی، حضرت عمرؓ بن الخطاب نے کسی گھر سے رونے کی آواز سنی تو کوڑا لے کر ایسا انکو مارا کہ دوپٹہ اتر گیا اور فرمایا ایسی عورت کی کوئی عزت نہیں یہ تمھارے کو نہیں روتیں اپنے پیسوں کو روتی ہیں، آنسو بہانے کے پیسے لیتی ہیں تمھارے مردوں کو تکلیف دیتی ہیں اللہ حکم فرماتے ہیں صبر کرا اور یہ بے صبری کر کے نافرمانی کر رہی ہے، اس لئے علماء نے لکھا ہے نوحہ کے وقت آواز بلند کرنا حرام ہے۔

حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ سعد بن عبادہؓ کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے تو آپ کے ساتھ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص بھی تھے اور عبداللہ بن مسعود بھی یہ جب رو پڑے تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تم نے سنا نہیں اللہ رونے اور دل کے غم سے عذاب نہیں فرماتے بلکہ زبان کے رونے سے عذاب فرماتے ہیں۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ کے پاس اپنی پوتی مرض کی حالت میں لائی گئی آپ رو پڑے اور فرمایا یہ رحمت ہے اللہ جس کو نصیب کر دے بخاری میں ہے حضرت ابراہیم آپ کے لخت جگر کی وفات پر آپ نے آنسو بہائے تو عبدالرحمٰن بن عوف نے فرمایا آپ بھی رو رہے ہیں ہم کو تو صبر کا فرماتے ہیں آپ نے فرمایا آنکھیں بہہ رہی ہیں دل غمگین ہے مگر ہم اللہ کی رضا پر راضی ہیں اے ابراہیم تیرے فراق پر تیری جدائی پر ہم نہایت غمگین ہیں باقی جو حدیث میں آیا ہے کہ میت کو عذاب ہوتا ہے رونے کی وجہ سے تو اس کا علماء نے یہ مطلب لکھا ہے کہ جب میت رونے کی وصیت کر جائے۔

اللہ صبر کی تلقین کرتے ہیں ﴿واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ ان اللّٰہ مع الصابرین......الخ﴾ پھر فرمایا میں تمہیں دنیا میں آزمائش میں ڈالوں گا کبھی خوف دے کر کبھی بھوک دے کر کبھی مال میں کمی کر کے مگر صبر والوں کے لئے بشارت ہے جو مصیبت کے وقت یہ کلمہ کہیں انا للہ وانا الیہ راجعون حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا مؤمن کو جو مصیبت بھی پہنچے تو اس کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گی اگر ایک کانٹا بھی چبھ جائے، ایک جگہ فرمایا جس کسی کو مصیبت پہنچے تو وہ میری مصیبت یاد کرے کیوں کہ میری مصیبت بہت بڑی تھی ایک حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا جس کسی کا لڑکا فوت ہو جاتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں فرشتوں سے کہ تم نے میرے بندے کی روح قبض کر لی وہ کہتے ہیں وہ بندہ پھر بھی تیری حمد کرتا ہے تو رب

العزت فرماتے ہیں کہ اس کا بہشت میں گھر بناؤ اس کا نام رکھو بیت الحمد۔ایک حدیث میں ہے جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی کوئی پسندیدہ چیز لے لیتا ہے اور وہ صبر کرتا ہے تو جنت کے سوا اس کا کوئی بدلہ نہیں، ایک حدیث میں آپ نے فرمایا مؤمن کی سعادت یہ ہے کہ خدا کی رضا پر راضی رہے اور اس کی بدبختی یہ ہے کہ خدا کے فیصلے پر ناخوش ہو۔حضرت عمرؓ بن الخطاب فرماتے ہیں جب فرشتہ کسی کی روح قبض کرتا ہے تو وہ گھر والے روتے ہیں پیٹتے ہیں جزع فزع کرتے ہیں تو ملک الموت کہتا ہے خدا کی قسم میں نے اس کی عمر کم نہیں کی میں نے اس کا رزق کم نہیں کیا میں نے کوئی ظلم نہیں کیا اگر تمہیں کوئی شکایت ہے تو میں مامور ہوں مجبور ہوں اور اگر میت پر ناراض ہو تو وہ مقہور ہے اگر خدا پر ناراض ہو تو تم کافر ہو مجھے تو تمھارے پاس بار بار آنا ہے حتیٰ کہ کسی کو بھی نہیں چھوڑوں گا پھر حضور ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم اگر وہ اس کو دیکھ لیں یا اس کی آواز سن لیں تو میت کو بھول جائیں اپنے آپ کو رونا شروع کردیں۔

دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جہنم میں لے جانے والے اعمال سے بچ کر جنت میں لے جانے والے اعمال اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

جہنم میں لے جانے والا تراليسواں عمل

غیبت کرنا

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے، میں نے کسی کتاب میں پڑھا ہے جو شخص غیبت سے توبہ کر کے مراوہ جنت میں سب سے آخر میں داخل ہوگا اور جو غیبت کرتے ہوئے مر گیا وہ جہنم میں سب سے پہلے جائے گا فرمان الٰہی ہے: ﴿ویل لکل همزة لمزة﴾ ”ہر پیٹھ پیچھے برائیاں کرنے والے اور تیری موجودگی میں برائیاں کرنے والے کے لئے جہنم کا گڑھا ہے۔“

یہ آیت ولید بن مغیرہ کے حق میں نازل ہوئی جو مسلمانوں کے سامنے حضور ﷺ اور مسلمانوں کی برائیاں کیا کرتا تھا۔ اس آیت کا شان نزول تو خاص ہے مگر اس کی وعید عام ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے آپ کو غیبت سے بچاؤ، یہ زنا سے بھی بدتر ہے، پوچھا گیا، یہ زنا سے کیسے بدتر ہے؟ تو آپ نے فرمایا آدمی زنا کر کے توبہ کر لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے مگر غیبت کرنے والے کو جب تک وہ شخص جس کی غیبت کی گئی ہو، معاف نہ کرے اس کی توبہ قبول نہیں ہوتی، لہٰذا ہر غیبت کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ کے حضور شرمندہ ہو کر توبہ کرے تاکہ اللہ کے کرم سے فیض یاب ہو کر پھر اس شخص سے معذرت کرے جس کی اس نے غیبت کی تھی تاکہ غیبت کے اندھیروں سے رہائی حاصل ہو۔

فرمان نبویؐ ہے کہ جو اپنے مسلمان بھائی کی غیبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا منہ دبر کی طرف پھیر دے گا، اس لئے ہر غیبت کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لے اور جس شخص کی غیبت کی اس تک بات پہنچنے سے قبل ہی رجوع کر لے کیونکہ غیبت کے وہاں تک پہنچنے سے پہلے جس کی غیبت کی گئی ہو، اگر توبہ کر لی جائے تو توبہ قبول ہو جاتی ہے مگر جب بات اس شخص تک پہنچ جائے تو جب تک وہ خود معاف نہ کرے توبہ سے گناہ معاف نہیں ہوتا۔ لہذا جو شخص اپنے آپ میں غیبت کی برائی محسوس کرتا ہو اسے اس سے

ہمیشہ کے لئے توبہ کرلینی چاہئیے۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کو دیکھا جو سوال کررہا تھا، حضرت جنید کے دل میں خیال آیا کہ یہ شخص تندرست ہو کر سوال کررہا ہے حالانکہ خود کما سکتا ہے، شب کو سوئے تو خواب میں دیکھا کہ ایک خوان سرپوش سے ڈھکا ہوا سامنے رکھا ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ کھاؤ، حضرت جنید نے سرپوش اٹھایا، تو دیکھا وہی سائل درویش مردہ اس میں رکھا ہوا ہے، جنید فرمانے لگے کہ میں مردار خور تو نہیں ہوں، لوگوں نے جواب دیا تو پھر آپ نے اس درویش کو دن کے وقت کیوں کھایا تھا؟ جنید فرماتے ہیں، میں سمجھ گیا کہ شاید یہ اشارہ اسی میرے دلی خیال کی طرف ہے پس میں مارے ہیبت کے جاگ اٹھا اور وضو کرکے دو رکعت نماز پڑھی اور اس درویش کی تلاش میں نکلا، دیکھا کہ وہ دریا کے کنارے بیٹھا ہوا ہے اور ساگ، جو لوگ دھو کر چلے گئے ہیں، اس کے ٹکڑے پانی میں سے چن چن کر کھارہا ہے، میں اس کے قریب پہنچا، تو اس نے سر اٹھایا اور کہا اے جنید! میرے حق میں جو تمھارے دل میں خیال آیا تھا اس سے توبہ کرلی؟ میں نے کہا ہاں، کہنے لگا اب جاؤ ھو الذی یقبل التوبة عن عبادہ یعنی خدا اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے، جنید! اب دل کی حفاظت کرنا۔

(بحوالہ اللہ میری توبہ)

دعا کیجئے اللہ تعالیٰ ہم سب کو غیبت سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

جہنم میں لے جانے والا چوالیسواں عمل

شکوے شکایات کرنا

رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شا کی عورت جو اپنے خاوند کی بہت شکوے کرتی ہو وہ اس بات کی اہل ہے کہ وہ جہنمی عورتوں کا ایک نمونہ ہو، تاریخ اور سیرت کی کتابوں سے انبیاء کی حیات میں شکوے کرنیوالی عورت کا ایک نمونہ ہمیں ملتا ہے۔ اور وہ ہیں حضرت اسماعیل علیہ السلام بن ابرہیم علیہ السلام کی زوجہ کا نمونہ، تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام جب جوان ہوئے اور قبیلہ جرہم سے جب عربی زبان سیکھی تو انہوں نے اسی قبیلہ کی ایک عورت عمارہ بنت سعد بن اسامہ بن اکیل عمالیقی سے شادی کی، آپ کی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انتقال فرما گئی تھیں، ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کو ملنے آئے تو گھر پر بیٹے سے ملاقات نہیں ہوئی۔ بیٹے کی زوجہ سے ملاقات ہوئی جو آپ کو پہچانتی نہیں تھیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے پوچھا تمہارا کیا حال ہے؟ اس عورت نے جو یہ نہیں جانتی تھی کہ ان سے بات کرنے والے انکے شوہر کے والد ماجد ہیں، یہ جواب دیا کہ ہم برے حال میں ہیں، ہم لوگ بڑی تنگ حالی اور زبوں حالی کا شکار ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زوجہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے تنگی حیات اور بدحالی کا شکوہ کیا اور اپنے حالات کے متعلق اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا نہیں کی، اسلئے والد ماجد نے اس سے فرمایا کہ "جب تیرا خاوند آجائے تو پہلے تو میرا اسے سلام کہنا اور پھر اس سے کہنا کہ اپنے دروازہ کی دھلیز بدل دے"۔ شکوے کرنیوالی عورت یہ سمجھی کہ یہ کوئی بوڑھے آدمی ہیں جو میرے ساتھ بات کر رہے ہیں، شاید یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اب میری زندگی کے حالات بدلنے والے ہیں، اچھے حالات آرہے ہیں، بہر حال جب انکے شوہر آئے تو انہوں نے پوچھا: "کیا تمہارے پاس کوئی شخص آئے تھے؟ بیوی نے جواب میں کہا: "ہاں، کوئی

بہت بوڑھے سے آدمی آئے تھے، انہوں نے آپ کے بارے میں بھی پوچھا تھا تو میں نے بتایا کہ ہم بہت سخت حالی میں مبتلا ہیں، خاوند نے پوچھا کہ کیا انہوں نے تجھے کسی بات کی نصیحت کی تھی؟ عورت نے جواب دیا کہ ہاں، انہوں نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں تمہیں اسکا سلام کہوں اور وہ آپ کیلئے کہہ رہے تھے کہ اس سے کہنا کہ اپنے دروازہ کی دہلیز تبدیل کر دے"۔

اللہ کے نبی حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا: "وہ میرے والد تھے، انہوں نے مجھے اس بات کا حکم دیا ہے کہ میں تجھ سے علیحدگی اختیار کرلوں، لہٰذا تم اپنے گھر چلی جاؤ، آپ نے اسکو طلاق دی اور کسی اور عورت سے نکاح فرمایا، حضرت اسماعیل علیہ السلام نے قبیلہ جرہم ہی میں نکاح فرمایا: ان زوجہ محترمہ کا نام سیدہ بنت مضاض بن عمرو جرہمی تھا، یہ زوجہ بڑی شاکرہ اور ہر حال میں اللہ کی حامدہ تھیں، ایک روز حضرت اسماعیل علیہ السلام کے والد محترم حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کو ملنے آئے، مگر بیٹے کو گھر پر نہ پایا، انکی زوجہ سے انکے متعلق پوچھا تو عرض کیا: تلاشِ رزق میں کہیں باہر نکلے ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا تم کیسے ہو؟ شاکرہ عورت نے جواب میں کہا کہ الحمدللہ ہم بالکل خیریت سے ہیں اور کشادہ حالی میں ہیں، اللہ تعالیٰ کا بہت کرم اور اسکی نوازشیں ہیں والد نے پوچھا کہ تمہارا کھانا کیا ہے؟ شکر گزار بیوی نے کہا کہ گوشت، والد نے پوچھا کہ تمہارا پینا کیا ہے؟

اس نے جواب دیا پانی، چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سے فرمایا: اللہ تمہارے گوشت اور پانی میں برکتیں عطا فرمائیں، جب تیرا خاوند آئے تو اسے میرا سلام کہنا اور اسکو حکم دینا کہ اپنے دروازے کی دہلیز کو قائم رکھنا"۔

انکے شوہر حضرت اسماعیل علیہ السلام جب گھر آئے اور اپنی زوجہ سے پوچھا کہ کیا کوئی آیا تھا؟

زوجہ نے کہا......! جی ہاں ایک خوب شکل بوڑھے سے آدمی آئے تھے آپ کے بارے میں پوچھ رہے تھے، اور انہوں نے ہماری زندگی کے متعلق پوچھا تھا، میں نے انہیں جواب میں کہا تھا کہ ہم بحمداللہ خیریت سے ہیں۔ شوہر نے پوچھا کیا انہوں نے تجھے کسی بات کی وصیت کی تھی؟ بیوی نے کہا جی ہاں وہ آپ کو سلام کہہ رہے تھے۔ اور آپ کو اس بات کا حکم دے رہے تھے کہ اپنے دروازہ کی دہلیز کو ثابت اور قائم رکھنا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا: دراصل وہ میرے والد گرامی تھے، اور تم وہ دروازہ کی

دہلیز ہو، مجھے انہوں نے یہ حکم دیا کہ میں تجھے اپنے پاس رکھے رکھوں، پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس شاکرہ (شکر گزار) بیوی سے بارہ شریف بچے عطا فرمائے۔

ایسی شاکی عورتیں ہر زمانے میں ہمیشہ سے ہوئی ہیں، جو اپنے رب کی شکر گزاری نہیں کرتیں، ہر وقت ان کی زبانوں پر شکوے شکایتیں رہتی ہیں، لعن طعن بہت کرتی ہیں، فقر وافلاس اور مال و دولت کی کمی کا ہر وقت شکوہ کریں گی، اپنے خاوند کیساتھ بہت زیادہ لڑائی جھگڑے کرتی ہیں، اس کی زندگی کو جہنم بنا دیتی ہیں، اپنے گھر اجاڑ کر رکھ دیتی ہیں، ایسی عورت کو طلاق دے دینا ہی بہتر ہے جیسا کہ آپ کو معلوم ہوا کہ باپ نے اپنے بیٹے کو اس بات کی وصیت کی تھی۔

دعا کیجئے اللہ تعالیٰ ہم سب کو شکوے شکایات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یا رب العالمین۔

جہنم میں لے جانے والا پینتالیسواں عمل

عورتوں کا مزاروں پر جانا

مزاروں پر جانے والی عورتوں کو جنت کی خوشبو بھی نصیب نہیں

''حضرت سلیمان اور ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک دن آپ ﷺ نماز پڑھ کر نکلے، گھر کے دروازے پر کھڑے ہوئے تو حضرت فاطمہؓ آئیں۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا تم کہاں سے آرہی ہو؟ کہا فلاں کے گھر گئی تھی جسکا انتقال ہوگیا تھا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا تم قبرستان بھی گئی تھی؟ حضرت فاطمہؓ نے کہا خدا کی پناہ۔ اس بات کے بعد کہ میں آپ سے اس کے بارے میں (قبرستان اور قبروں پر جانے کے سلسلے میں) اتنی وعید سن چکی ہوں ایسا کروں گی۔ یعنی صرف گھر گئی تھی قبرستان نہیں گئی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو قبرستان چلی جاتی تو جنت کی خوشبو بھی نہ پاتی۔''

فائدہ...... خدا کی پناہ عورتوں کو مزاروں اور قبرستان پر جانے کی کتنی سخت وعید ہے۔ کہ آپ نے اپنی لاڈلی بیٹی حضرت فاطمہؓ سے فرمادیا کہ اگر تو قبرستان جاتی تو جنت سے محروم ہوجاتی۔ بھلا حضرت فاطمہ جیسی نیک سیرت صالحات کی پیشوا جنت کی سردار جب آپ ﷺ سے اسکے متعلق پہلے ہی وعید سن چکی تھی تو اس ممنوع منع کردہ چیز کا ارتکاب کیسے کرسکتی تھیں۔ عورتوں کا قبرستان اور مزاروں پر جانا لعنت کی بات ہے۔ شریعت سے ناواقف عورتیں بزرگوں کے مزارات پر جاتی ہیں اور بے حیائی کا ارتکاب کرتی ہیں۔ یہ سب معصیت اور جنت سے دور کرنے والے اعمال ہیں فقہ وفتاویٰ کی مشہور کتاب ''نصاب الاحتساب'' میں ہے۔

سوال:۔ عورتیں جمعرات کے دن مزارات کی زیارت کو جاتی ہیں۔ کیا اسکی گنجائش ہے؟

جواب:۔اسکے جائز ہونے کومت پوچھو، بلکہ یہ پوچھو کہ کس قدر لعنت میں گرفتار ہوتی ہے۔سنو......!جب وہ مزار پر جانے کا ارادہ کرتی ہیں تو خدا اور فرشتوں کی لعنت میں گرفتا ہو جاتی ہیں اور جب (ارادہ کے بعد) نکل جاتی ہیں تو شیطان انہیں چاروں طرف سے گھیر لیتے ہیں۔ پھر جب وہ قبر پر آ جاتی ہیں۔تو صاحب قبر کی روح ان پر پھٹکار کرتی رہتی ہے۔ جب تک کہ وہاں سے چلی نہ جائیں (کہ اجنبی عورتوں کا ان کے پاس بے پردگی کے ساتھ آنا ان کیلئے اذیت کا باعث ہوتا ہے۔کیا یہ بزرگ اگر زندہ رہتے تو اس طرح بلا پردے کے ان کی مجلس میں آسکتی تھیں۔ ہر گز نہیں،تو پھر موت کے بعد برزخی زندگی میں کس طرح گوارا کریں گے) پھر جب وہاں سے نکلتی ہیں تو خدا تعالیٰ کی لعنت و پھٹکار پڑتی ہے۔ جب تک کہ گھر واپس نہ آ جائیں۔ایک خبر میں ہے جو عورت مزار پر جانے کے ارادے سے گھر سے نکلتی ہیں تو ساتوں آسمان۔ ساتوں زمینوں کی لعنت و پھٹکار میں گرفتار ہو جاتی ہے اور خدا کی لعنت میں چلتی ہے۔اور جو عورت گھر بیٹھے بیٹھے صاحب قبر کیلئے دعا کرتی ہے،(ایصالِ ثواب کرتی ہے اور گھر سے باہر نہیں نکلتی ہے) تو خدائے پاک اسے حج وعمرہ کا ثواب دیتے ہیں۔ (نصاب الاحتساب)

فائدہ......دیکھئے!عورتوں کے مزار پر جانے ہی سے نہیں، بلکہ اسکا ارادہ کرنے پر بھی خدا اور رسول اور آسمان وزمین کی کس قدر لعنت و پھٹکار ہے۔خیال رہے کہ یہ صرف جانے میں ہے۔اگر بے پردگی کرے ، بے حیائی کرے،بن سنور کر نکلے،اجنبی مردوں اوراوباش لوگوں کے جمگھٹوں کے ساتھ نکلے اور جائے اور مزار پر رہے،تو پھر لعنت پر لعنت اور پھٹکار ہی پھٹکار۔سوچو ذرا اگر وہ بزرگ زندہ ہوتے تو کیا اس طرح بے پردگی کیساتھ عورتوں کو آنے دیتے۔ ہرگز نہیں،تو پھر اے پیاری بہنو......! ایسا برا کام کیوں کرتی ہو؟اور جان اور مال خرچ کر کے خدا رسول کی پھٹکار کو کیوں لیتی ہو۔

عرس اور مزاروں پر جانے والی عورتوں پر خدا رسول کی لعنت

’’حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی جو قبروں پر جانے والی ہیں۔‘‘

''حضرت عبدالرحمٰن بن حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے مزارات پر جانے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے مزاروں پر جانے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔'' (ابوداؤ)

فائدہ...... عورتوں کومزارات پر جانے سے آپ ﷺ نے شدت سے منع فرمایا ہے۔ عورتیں ضعیف القلب ہوتی ہیں۔ شیطان اور نفس کے جال ومکر میں بہت جلد گرفتار ہوجاتی ہیں۔ چنانچہ مزارات پر انکا آنا جانا عقیدت اور شرکیہ افعال کا باعث ہوجائیگا۔ انکی عفت، پاکدامنی اور پردہ کا جنازہ نکل جائیگا، وہ شرعی حدود کو ہرگز باقی نہ رکھ سکیں گی۔ ایک کھیل تماشہ بن جائیگا۔ اس وجہ سے شریعت نے سختی سے روکا ہے۔ اوراسے باعث لعنت قرار دیا ہے۔

عورتوں پر نفس اور شیطان کا غلبہ جلدی ہوجاتا ہے۔ عبرت ونصیحت کی بجائے خواہشاتِ نفس کا رخ جلد ہی ان میں داخل ہوکر سرایت کر جاتا ہے۔ اسی وجہ سے تو شریعت نے عورتوں کیلئے جماعت کی شرکت مشروع نہیں کی اور گھر میں پڑھنے کا حکم دیا۔

اس ممانعت اور شدت سے منع کرنے کے باوجود آپ دیکھیں گے کہ مزارات پر اور عرس کے موقعہ پر عورتیں کس کثرت سے جاتی ہیں۔ بزرگوں کے مشہور مزارات لاہور، دہلی، کلیر، اجمیر، گلبرگہ، کچھوچھہ، ناگور وغیرہ میں جاکر دیکھئے کہ عورتیں کس قدر بے حیائی، فحاشی اور بے پردگی کا مظاہرہ کرتی ہیں۔ کس طرح بن سنور کر فیشن وزینت کیساتھ مزارات پر عفت کا جنازہ نکالتی ہیں کہ ایک شریف آدمی وہاں ایصال وثواب کیلئے جانے میں پس وپیش کرتا ہے۔ سر کھولے بال لٹکائے وہاں حسن کا مظاہرہ کرتی ہیں گویا معاذ اللہ زنا کی دعوت دیتی ہیں۔ جائے عبرت میں فیشن اور زینت اور بے پردگی کا مظاہرہ کرتی ہیں، جس طرح آزادانہ شادی بیاہ میں ناچ گانے بے حیائی کا مظاہرہ ہوتا ہے اسی طرح ان بزرگ اور مقدس ہستیوں کے مزارات پر بے شرمی کا مظاہرہ کرتی ہیں۔ اسی وجہ سے آپ دیکھیں گے کہ یہ مزارات جو معرفت اور عبرت کے مقامات تھے۔ لہو لعب کے مراکز اور اوباش آوارہ لوگوں کے اڈے بن گئے ہیں۔ اسی طرح اجمیر لاہور اور دہلی وغیرہ میں عرس کے موقعہ پر بسوں اور گاڑیوں میں عورتوں کی تعداد مردوں سے زائد نہیں تو کم بھی

نہیں ہوتی۔عموماً نئی عمر کی جوان عورتیں بے پردہ فیشن و بے حیائی کا مظاہرہ کرتی ہوئی جاتی ہیں۔کیا اس طرح بے حیائی اور بے پردگی کیساتھ یہ مزاروں پر عبرت کیلئے جاتی ہیں۔ہر گز نہیں ان عورتوں کے مجمع میں فساق و فجار لوگ ہوتے ہیں۔سفر میں ہر گز شرعی پردہ باقی نہیں رہ سکتا۔شریعت نے عورتوں کے مزاج کو سمجھا،اسی وجہ سے پہلے ہی بندش لگادی کہ مزار پر جانے والی عورتیں خدا اور رسول ﷺ کی لعنت میں گرفتار ہوتی ہے۔افسوس کہ جہالت کی وجہ سے اسے نیک کام اور کار عبادت سمجھتی ہیں۔حالانکہ اپنے آپ کو جہنم میں جھونکتی ہیں۔بعض ماحول میں تو یہاں تک دیکھا گیا ہے کہ جس طرح حج بیت اللہ کیلئے سالوں روپیہ جمع کرتے ہیں،اور زیارت بیت اللہ کی تمناؤں میں ایک مدت یا عاشقانہ الٰہی گزارتے ہیں،اسی طرح یہ جہلاء مرد اور عورتیں لاہور،دہلی اور خصوصاً اجمیر کے عرس میں شرکت کیلئے رقم جمع کرتے ہیں اور تمنا کرتے ہیں اور اسے باعث مغفرت و نجات سمجھتے ہیں۔اس لعنت پر مال کا لگانا گویا مال خرچ کر کے لعنت کو خریدنا اور حاصل کرنا ہے۔جس کو آپ ﷺ نے باعث لعنت قرار دیا ہے۔جس کام پر خدا اور رسول کی لعنت ہو بھلا اس پر جان و مال کا خرچ کرنا باعث نجات اور باعث ثواب ہو سکتا ہے......؟افسوس کہ آج مزاج بھی بدل گیا ہے۔بددینی کی باتوں کو دین سمجھ کر کرنے لگے۔بھلا اصلاح اور توبہ کی امید ہو سکتی ہے......؟عرس اور مزارات پر بھیڑ بھاڑ قوالی سماع وغیرہ یہ سب گناہ ہے۔اور اسکے لئے سفر کرنا اور جانا گناہ ہے۔

ذرا سوچئے......!اگر مزاروں پر عرس کرنا ثواب کا کام ہوتا تو مدینہ طیبہ میں سرکار دو عالم ﷺ کے مزار مقدس پر اور صدیق اکبر،عمر فاروق اور جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مزارات پر عرس ہوتا۔اسی طرح حضرات انبیاء کرامؑ کے مزارات پر بھی عرس کا انتظام ہوتا آپ ﷺ اسکا حکم فرماتے حضرات صحابہ کرامؓ کے زمانے میں اس پر عمل ہوتا۔خیر القرون میںجس میں نیکی کے غلبہ کی آپ ﷺ نے شہادت دی ان امور پر عمل ہوتا۔جب یہ باتیں نہیں تو معلوم ہوا کہ یہ سب دین کی باتیں نہیں۔بلکہ جاہلوں کی گھڑی ہوئی ہیں۔قباحتوں اور برائیوں سے خالی ہونے کی صورت میں محض عبرت کیلئے مردوں کو تو اجازت ہو بھی سکتی ہے مگر عورتوں کو تو کسی بھی صورت میں جائز ہی نہیں حرام ہے۔اے ماؤں اور بہنو!خدا کے واسطے اس طرح کے حرام کام کر کے اپنے اوپر جہنم کی سزا مت واجب کرو،اور خدا اور رسول ﷺ کی لعنت میں گرفتار مت ہو۔جب سرکار دو عالم

ﷺ نے لعنت کا کام قرار دیا ہے تو کسی کے کہنے اور کرنے کو مت دیکھو۔ کل قیامت میں سرکار کو کیا منہ دکھاؤ گی۔ تمہاری جو بہنیں اس میں گرفتار ہیں انہیں بھی سمجھاؤ اور منع کرو۔

دعا کیجئے اللہ تعالیٰ ہماری ماؤں بہنوں کو مزاروں پر جانے سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

کلا وأنتم بخير

جہنم میں لے جانے والا چھیالیسواں عمل
بغض وکینہ رکھنا

باطنی گناہوں میں سے ایک خطرناک گناہ ''کینہ'' بھی ہے، عربی زبان میں اسے ''حقد'' کہا جاتا ہے۔ عربی لغت کے مشہور امام ابن منظور ؒ فرماتے ہیں کہ ''حقد'' یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے دل میں نفرت اور عداوت چھپائے رکھے اور انتقام لینے کے لئے کسی مناسب وقت کا انتظار کرتا ہے، علامہ جرجانی ؒ فرماتے ہیں ''اصل میں تو حقد طلبِ انتقام کو کہا جاتا ہے، اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ کوئی شخص فی الحال انتقام سے عاجز ہونے کی وجہ سے غصے کو دبانے کی کوشش کرتا ہے تو یہ غصہ بتدریج کینہ کی صورت اختیار کر جاتا ہے''۔

امام ابن حجر ؒ فرماتے ہیں کہ ''کینہ، ناجائز غصہ اور حسد تینوں باطن کے کبیرہ گناہوں میں سے ہیں اور ان تینوں کے درمیان ایک خاص ترتیب اور تلازم پایا جاتا ہے کیونکہ باطل غصے کے نتیجے میں کینہ اور کینے کے نتیجے میں حسد پیدا ہوتا ہے''۔

جن بدنصیبوں کے دل میں کینے کا مرض پیدا ہو جاتا ہے وہ اس کی آگ میں جلتے رہتے ہیں، وہ جب دیکھتے ہیں کہ جن نعمتوں کی تمنا انہوں نے کی تھی وہ ان کی بجائے دوسروں کو حاصل ہو گئی ہیں، جس عزت اور مرتبے کے وہ امیدوار تھے اس پر کوئی دوسرا فائز ہو گیا ہے تو یہ چیز ان کی اندرونی آگ کو مزید بھڑکا دیتی ہے اور یوں وہ ابلیس کی خلافت اور نیابت کے حقدار بن جاتے ہیں کیونکہ ابلیس نے اپنے دل میں ایک بڑے مقام کی آرزو پال لی تھی اور خود ہی یہ طے کر لیا تھا کہ اس مقام کا مجھ سے زیادہ کوئی بھی استحقاق نہیں رکھتا، لیکن جب یہ مقام اس کی بجائے خاکی انسان کو دے دیا گیا تو وہ جل بھن گیا اور اس نے قسم اٹھالی کہ میں انسان سے انتقام لے کر رہوں گا اور جیسے میں ہدایت سے محروم ہوا ہوں انسان کو بھی اس سے محروم رکھنے کی کوشش کروں گا، اس بدبخت نے

اللہ تعالیٰ سے زندگی کی مہلت نہ تو توبہ کے لئے مانگی اور نہ ہی اپنی آخرت سنوارنے کے لئے، بلکہ اس نے محض اس لئے مہلت مانگی تا کہ وہ انسانوں کو راہِ راست سے ہٹا سکے، یہی وہ ابلیسی آگ ہے جو ہر کینہ ور سینے میں جلتی رہتی ہے، بہت سے لوگ ایسے ہیں جنہیں کوشش کے باوجود شیطان بتوں کی عبادت میں تو نہیں لگا سکتا لیکن اس نے انہیں خطرناک باطنی گناہوں میں مبتلا کر رکھا ہے، انسانوں کے اس ابتلاءِ عام کو دیکھ کر شیطان کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہتا بالخصوص جب دلوں میں بغض وحسد اور عداوت وکینہ کی آگ شعلہ زن ہوتی ہے تو وہ خوشی سے دیوانہ ہو جاتا ہے، وہ خوب جانتا ہے کہ یہ آگ ان کے فضائل وکمالات، ان کی باہمی محبت اور برادرانہ تعلقات سمیت ہر چیز کو بھسم کر کے رکھ دے گی، اگر دل میں نفرتوں کی آگ لئے ہوئے کسی کا انتقال ہو گیا تو وہ آتشِ دوزخ کا مستحق ٹھہرے گا۔ مغفرت کے حقدار تو بس وہی ہوں گے جو ''سلیم القلب'' ہوں گے، جن کے دل نفرت اور عداوت سے پاک ہوں گے، یہ وہ خوش نصیب ہوں گے جو دنیا میں کسی کے پاس کوئی نعمت دیکھتے تھے تو اللہ کی رضا اور قضا پر راضی رہتے تھے اور جب مخلوق میں سے کسی کو تکلیف میں مبتلا دیکھتے تھے تو تڑپ اٹھتے تھے۔

قرآن کریم میں ان کینہ وروں کا ذکر آیا ہے جو رسول اکرم ﷺ کے مقامِ بلند اور مسلمانوں کی روز افزوں عزت کو دیکھ کر بغض اور کینہ کی بیماری میں مبتلا ہو گئے تھے۔

سورۃ البقرہ میں ہے کہ ''بعض لوگوں کی دنیاوی غرض کی باتیں آپ کو خوش کر دیتی ہیں اور وہ اپنے دل کی باتوں پر اللہ کو گواہ کرتا ہے حالانکہ دراصل وہ زبردست جھگڑالو ہے، جب وہ لوٹ کر جاتا ہے تو زمین میں فساد پھیلانے کی اور کھیتی اور نسل کی بربادی کی کوشش میں لگا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ فساد کو ناپسند کرتا ہے''۔

احادیث نبویہ میں بھی اس ہلاکت خیز بیماری کی مذمت آئی ہے۔ حضرت ابوثعلبہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ نصفِ شعبان کی رات بندوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے پس ایمان والوں کی مغفرت فرما دیتا ہے اور کافروں کو مہلت دے دیتا ہے اور کینہ وروں کا معاملہ اس وقت تک مؤخر کر دیتا ہے جب تک کہ وہ کینہ سے باز نہ آجائیں''۔ (ترغیب وترہیب)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''جن لوگوں کے اندر

تین بیماریاں نہ ہوں، ان میں سے جسے چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ معاف فرمادیتے ہیں۔(۱)۔ جس شخص کا اس حال میں انتقال ہو جائے کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو۔ (۲)۔ وہ ساحر نہ ہو کہ ساحروں کے پیچھے پڑا رہے۔ (۳)۔ اپنے مسلمان بھائی سے بغض اور کینہ دل میں نہ رکھتا ہو۔“

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ سے سنا ”چغل خوری اور کینہ دوزخ میں لے جانے والی ہیں اور یہ کہ مسلمان کے دل میں یہ دونوں جمع نہیں ہو سکتے“۔

صحابہ کرامؓ اپنے دلوں کو بغض و کینہ سے محفوظ رکھتے تھے اور اسے بہت بڑی نیکی شمار کرتے تھے۔

حضرت زید بن اسلمؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابودجانہؓ کی عیادت کے لئے ان کے پاس گیا، میں نے دیکھا کہ ان کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا، کسی نے اس خوشی کی وجہ کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا ”مجھے اللہ کے ہاں اپنے دو اعمال کی قبولیت کی سب سے زیادہ امید ہے ایک تو یہ کہ میں اپنے آپ کو فضول گوئی سے بچا کر رکھتا ہوں، دوسرا یہ کہ میرا دل مسلمانوں کے بارے میں بالکل صاف ہے اور اس میں کسی کے لئے نفرت و عداوت نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ کینہ اپنے دامن میں اتنے دینی اور دنیاوی نقصانات کو لئے ہوئے ہے کہ ایک سمجھدار انسان جب ان نقصانات پر ایک نظر ڈالتا ہے تو اس موذی بیماری سے اپنے آپ کو بچانے کی پوری کوشش کرتا ہے۔ آیئے ان نقصانات پر ایک نظر ڈال لیں۔

(۱)۔ کینہ ور کی ساری زندگی حزن والم میں گزرتی ہے، اسے کبھی سکون نصیب نہیں ہوتا۔

(۲)۔ کینہ ایسا خطرناک قلبی مرض ہے، جس کی وجہ سے اندیشہ یہ ہے کہ کہیں ایمان ہی دل سے نہ نکل جائے۔

(۳)۔ کینہ ایک شیطانی وسوسہ ہے اور اس وسوسہ کو وہی قبول کرتا ہے جو عقل سے پیدل ہوتا ہے۔

(۴)۔ کینہ ور، اللہ تعالیٰ کے غضب کا مستحق ہو جاتا ہے اور اسے دنیا اور آخرت میں خسارے کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

(۵)۔ کینہ ور ایک گمراہ شخص ہوتا ہے، راہِ راست سے بھٹکا ہوا، تنگ دل، تنگ ذہن، تقدیر سے نابلد۔

(۶)۔ کینہ کی وجہ سے باہمی الفت و محبت ختم ہو جاتی ہے، اختلافات جنم لیتے ہیں اور قتل و قتال تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔

(۷)۔ کینہ انسان کے عیوب کو ظاہر کر دیتا ہے اور اس کی باطنی غلاظت کو کسی نہ کسی انداز میں ظاہر کر دیتا ہے۔ (بحوالہ خواتین کا اسلام)

دعا کیجئے اللہ تعالیٰ ہم سب کو بغض و کینے سے دور رہنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔
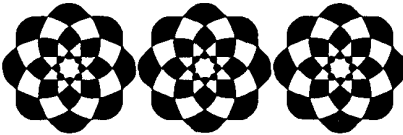
جہنم میں لے جانے سینتالیسواں عمل

بے پردگی کرنا

عورت کا غیروں کو اپنے محاسن دکھانے کیلئے بے پردگی کرنا بھی جنت سے محرومی کا ایک سبب ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس ارشاد مبارک میں خبر دی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اہل دوزخ کے دو گروہ ایسے ہیں جن کو میں نے نہیں دیکھا۔ (ایک) وہ قوم جس کے پاس بیلوں کی دموں کی طرح کے کوڑے ہونگے، جس سے وہ لوگوں کو ماریں گے، اور دوسری وہ عورتیں، جو لباس پہننے کے باوجود برہنہ ہونگی، مائل ہونیوالی اور مائل کرنیوالیاں ہونگی، ان کے سر بختی اونٹ کی جھکی ہوئی کوہانوں کی طرح ہوں گے، وہ جنت میں داخل نہیں ہونگی، اور نہ جنت کی ہوا پائیں گی حالانکہ جنت کی ہوا اتنی اتنی مسافت سے محسوس ہوتی ہے۔'' (صحیح مسلم عن ابی ہریرہؓ)

پہلی قسم ان لوگوں کی ذکر کی گئی ہے جو کوڑے اٹھائے ہوئے ہونگے جس سے وہ لوگوں کو ماریں گے، اس سے مراد اس وقت کے حکمران اور سپاہی ہیں۔

دوسری قسم ان عورتوں کی ہے جو اپنے جسم کے کچھ حصے کھولیں گی اور کچھ حصوں کو چھپائیں گی، یعنی وہ نفس کی خواہش اور موقع کے مطابق ایسا کریں گی۔ اسی کو (قرآن کریم میں) ''تبرّج'' کہا گیا ہے۔

ایسی عورتوں کو مذکورہ حدیث مبارک نے جنت میں داخل نہ ہونے کی، بلکہ اسکی خوشبو تک نہ سونگھنے کی خوشخبری سنائی ہے، آج یہ عورت بے پردگی اور برہنہ سر ہونے کے باوجود یہ دعویٰ کرتی ہیں کہ وہ بڑی باحیا ہے، صوم وصلوٰۃ کی پابند ہے، قرآن کریم کی تلاوت بھی کرتی ہے اور بہت سے نیک کام کرتی ہے، لیکن اس کا حال یہ ہے کہ اس شرعی حجاب کی تارک ہے جو سر سمیت سارے جسم کو ڈھانپنے سے عبارت ہے جس سے چہرہ اور دونوں ہاتھ مستثنیٰ ہیں۔

حجاب شرعی کی تو تارک ہے اور نیک ہونے کی دعویدار ہے، اسلئے کے وہ نماز، روزہ اور باقی فرائض وعبادات کو بجالاتی ہے لیکن اس نے اس بات کو یکسر فراموش کر دیا کہ شرعی پردہ نہ کرنا بھی دخول جنت سے مانع ہے، جیسا ابھی حدیث رسول ﷺ کے ذریعہ معلوم ہوا کہ شرعی پردہ کرنے اور چہرے اور ہاتھوں کے سوا سارے جسم کو ڈھانپے بغیر نہ صوم وصلوٰۃ مفید ہے، نہ حج وعمرہ نافع ہے اور نہ ذکر اللہ یا کوئی دوسری عبادت کام آئے گی، بلکہ شرعی پردہ نہ کرنے والی عورت کا سرپرست اور ذمہ دار بھی دیوث ہے جو جنت سے محروم ہوگا، کیونکہ جنت کے دروازے پر لکھا ہوگا کہ دیوث آدمی کا جنت میں داخلہ نہیں ہوسکتا، دیوث وہ شخص ہے جو اپنی اہلیہ کے متعلق باغیرت نہ ہو، ایک آدمی کے لئے اس سے زیادہ خلاف غیرت کوئی امر نہیں ہوسکتا کہ وہ اپنی بیوی کو کھلم کھلا بے پردہ گھومتے دیکھے اور پھر خاموش رہے، رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری ساری امت جنت میں داخل ہوگی، مگر جس نے انکار کیا؟ دریافت کیا گیا: یارسول اللہ کون انکار کرتا ہے؟ فرمایا ''جس نے میرا کہا مانا وہ جنت میں جائے گا، اور جس نے میرا کہا نہ مانا، تحقیق اس نے انکار کیا ہے۔''

عورتوں کا اجنبی مردوں کیساتھ بیٹھنا حرام ہے

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا......! خبردار کوئی مرد کسی عورت کیساتھ ہرگز خلوت اختیار نہ کرے الا یہ کہ ذی محرم ہو۔'' عورتوں کا غیر محرم کیساتھ اس طرح بیٹھنا اور رہنا کہ وہاں اور دوسرے محارم اور رشتہ دار نہ ہوں حرام ہے۔ شیطان آنکھ کان اور دل کے زنا میں مبتلا کر دیتا ہے۔ بسا اوقات جہاں اس طرح اٹھنا بیٹھنا اور ربط رکھنا پڑتا ہونا جائز اور حرام ہے۔ خدا ہی حفاظت فرمائے۔ جب دنیاوی تعلیم اسی غرض سے دلائی جائیگی تو ان گناہوں کا ارتکاب جو غضب اور لعنتِ خداوندی کا باعث ہے ضرور ہوگا۔ بلا ضرورتِ شدیدہ کے غیر محرم سے بولنا درست نہیں۔ بلا پردے کے تو اور گناہ کی بات ہے۔ آج دنیا کی پریشانی برداشت کر کے ان گناہوں سے بچ جایئے، کل کو راحت کی زندگی جنت میں ملے گی۔

دعا کیجئے اللہ تعالیٰ ہماری تمام ماؤں بہنوں کو بے پردگی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

جہنم میں لے جانے والا اڑتالیسواں عمل

احسان جتلانا

اللہ تعالیٰ کا قول ہے ﴿یایھا الذین اٰمنو الاتبطلو اصدقاتکم بالمن والاذی......الخ﴾ اے ایمان والو اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور ایذاء دے کر باطل نہ کرو صحیح حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تین آدمیوں سے اللہ قیامت کے دن بھی بات نہیں فرمائیں گے نہ ان کی طرف نظر رحمت فرمائیں گے نہ ان کو پاک کریں گے ان کے لئے دکھ دینے والا عذاب ہوگا، ایک ٹخنے سے نیچے کپڑا لٹکانے والا اور دوسرا احسان کر کے جتلانے والا تیسرا جھوٹی قسم کھا کر سودا کرنے والا، ٹخنے سے نیچے خواہ چادر ہے یا پاجامہ یا کوئی بھی کپڑا ہو اس کے لئے وعید ہے جس میں آیا ہے کہ ہلاکت ہے فرمایا جو نیکی کر کے احسان جتلائے تو اس کا ثواب نہیں ملے گا ابن سیرین نے دیکھا ایک شخص کسی کو کہہ رہا تھا میں نے تیرے ساتھ یہ کیا یہ کیا آپ نے فرمایا خاموش ہو جا نیکی برباد کر کے گناہ لازم نہ کر۔ (اشعار کا ترجمہ): لوگوں کا احسان نہ اٹھا بس جو تیرے مقدر میں ہے اس پر راضی رہ اور صبر کر کیونکہ صبر ڈھال ہے، لوگوں کو احسان کرنا نیزوں کے زخم سے سخت ہے شاعر کہتا ہے کافی سارے دوست میں نے دیکھے جن سے احسان کیا میں نے مگر اس نے دشمنی سے بدلہ دیا بہر حال احسان جتلانا والا شریف آدمی نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو احسان جتلانے سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

جہنم میں لے جانے والا انچاسواں عمل

وصیت میں نقصان دینا

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا جسکا ایک حصہ یہ ہے:

﴿من بعد وصية يوصى بها او دين غير مضار...... الخ﴾

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے وصیت میں نقصان دینے سے منع فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ جانتا ہے بڑا تحمل والا ہے آگے فرمایا جو خدا کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرمائینگے اور جو خدا کی تقسیم پر راضی نہیں ہوتا تو وہ جہنمی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایک آدمی اگر ساٹھ برس تک عبادت بھی کرے اور موت کے وقت وصیت میں کسی کو نقصان دے، وارث کو وراثت سے محروم رکھے، تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کی میراث سے محروم کرے گا۔

جہنم میں لے جانے والا پچاسواں عمل

دھوکہ بازی کرنا

نبی کریم ﷺ نے فرمایا دھوکہ کرنے والا فریب کرنے والا فراڈ کرنے والا جہنمی ہے۔ ایک حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تین شخص جنت میں داخل نہیں ہونگے ایک بخیل دوسرا احسان جتلانے والا تیسرا دھوکہ باز۔ دھوکہ بازی منافقوں کی نشانی ہے جیسے قرآن پاک میں اللہ نے ارشاد

فرمایا "یخادعون اللہ والذین امنوا الخ" قیامت کے دن ان کو دھوکہ کی سزا مل جائے گی ان کو عارضی طور پر نور دیا جائے گا جب یہ راستے میں جائیں گے تو نور بجھ جائے گا پھر کٹ کر جہنم میں جا پڑیں گے دوزخی پانچ ہیں ان میں سے ایک دھوکے باز کا ذکر فرمایا جو صبح و شام دھوکہ دے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس عمل سمیت تمام مذکورہ جہنم میں لے جانے والے اعمال سے دور رہنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا رب العالمین۔

تمت بحمد اللہ

تیسرا باب

جہنم سے متعلق بیس متفرق مضامین

قابل احترام قارئین! یہ باب ہماری کتاب ''جہنم اور جہنم میں لے جانے والے اعمال'' کا تیسرا اور آخری باب ہے، اس باب میں بھی ہم نے جہنم ہی سے متعلق کلام کیا ہے، اور بیس مختلف مضامین ترتیب دیئے ہیں جن میں جہنم کے حالات کا بھی ذکر ہے اور جہنم میں گرانے والے بُرے اعمال بھی ہیں۔ کیونکہ آج ہمارے دلوں سے جہنم کا ڈر وخوف نکل گیا ہے جس کی وجہ سے بُرے اعمال کرتے وقت ہم سوچتے نہیں، اپنے انجام کو سامنے نہیں رکھتے اور اگر جہنم اور آخرت کی گھاٹی ہر وقت ہمیں یاد رہے تو بے شک ہم کتنے ہی گناہوں سے بچ جائیں گے، یقیناً جب ہم گناہوں سے اور جہنم تک پہنچانے والے اعمال سے بچیں گے تو بے شک ہم جہنم جیسی خطرناک وادی سے بھی بچ سکیں گے۔

چنانچہ اسی دعوتِ فکر کے لئے ہم نے اس کتاب کو ترتیب دیا، اور اب آپ اس کتاب کا تیسرا اور آخری باب پڑھیں گے، ہمیں قوی امید ہے کہ انشاء اللہ پچھلے ابواب کی طرح اس باب کے بیس مضامین بھی آپ کے لئے کافی سودمند ثابت ہوں گے، جنہیں ہم نے قرآن وحدیث کی روشنی میں ترتیب دیا ہے، بحر حال اب ہم اپنی تمہیدی بات کو سمیٹتے ہیں اور اصل مضامین کا سلسلہ شروع کرتے ہیں، دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

لیجئے ملاحظہ فرمایئے اور پہلے مضمون سے مطالعہ شروع کیجئے:۔

مضمون نمبر ۱

جہنم اور جہنم میں لے جانے والے اعمال

قابل احترام قارئین! جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ ہماری کتاب جہنم اور جہنم میں لے جانے والے اعمال کے نام سے موسوم ہے۔ چنانچہ اتفاقاً ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری صاحب مدظلہ کی مایہ ناز کتاب "ندائے منبر ومحراب" میں اسی عنوان پر مشتمل ایک تقریر نظروں میں آئی، مطالعہ کے بعد اندازہ ہوا کہ یہ تقریر ہماری کتاب کی زینت کے لئے لازمی اور ضروری ہے، لہٰذا ہم نے اس تقریر کو اپنی کتاب کا حصہ بنانے کا پختہ ارادہ کرلیا لیکن مسئلہ یہ تھا کہ یہ تقریر تھی اور ہماری کتاب تحریری انداز کی ہے، چنانچہ مجبوراً پھر ہم نے اس تقریر کو مضمون کی شکل دی اور اب ہم حضرت مولانا صاحب کے شکریہ کے ساتھ آپ کی خدمت میں یہ گراں قدر تحریر پیش کر رہے ہیں، البتہ اسے ہم نے دو مضامین میں تقسیم کردیا ہے پہلے مضمون میں صرف جہنم سے متعلق ہے اور دوسرے مضمون میں جہنم میں لے جانے والے اعمال سے متعلق کلام کیا گیا ہے، لیجئے ملاحظہ فرمایئے:۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿یا ایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارًا وقودھا الناس والحجارۃ علیھا ملائکۃ غلاظ شداد لا یعصون اللہ ماامرھم ویفعلون مایؤمرون﴾ (سورۃ التحریم)

"اے ایمان والو! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، اس پر تندخو بڑے مضبوط فرشتے مقرر ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے کسی بات میں جو وہ ان کو حکم دیتا ہے اور جو کچھ ان کو حکم دیا جاتا ہے اسے فوراً بجالاتے ہیں۔"

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ارشاد

فرمایا: "یہ آگ جسے انسان (دنیا میں) جلاتے ہیں، یہ جہنم کی آگ کا سترواں حصہ ہے۔" لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! یہی آگ کافی تھی فرمایا "وہ (جہنم کی) آگ اس آگ سے انہتر درجے زیادہ سخت ہے، ان اجزاء میں سے ہر جزء دنیاوی آگ کی طرح ہے۔"

(بخاری و مسلم)

محترم قارئین حضرات! اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے بڑا پیار اور بڑی محبت ہے۔ اگر بندوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی محبت کو دیکھنا چاہو تو اس کی صفات کا مطالعہ کیجئے، کیونکہ ہم براہ راست اللہ تعالیٰ کی ذات کو تو نہیں دیکھ سکتے ہیں۔ البتہ صفات کے آئینے میں اس کا مشاہدہ ضرور کر سکتے ہیں۔ جب ہم صفات باری تعالیٰ پر سرسری نظر ڈالتے ہیں تو ہمارا دل اس کی محبت سے بھر جاتا ہے وہ اپنے بندوں پر کتنا مہربان ہے؟ اس کا تو حقیقت میں اندازہ ہی نہیں لگایا جا سکتا، اس کے فضل و کرم کی کوئی حد ہی نہیں۔ وہ المؤمن ہے یعنی امن دینے والا، وہ اپنے ماننے والوں کو امن دیتا ہے دنیا کی مصیبتوں سے اور آخرت کے عذاب سے۔ وہ المہیمن ہی یعنی حفاظت کرنے والا، وہ اپنے بندوں کی جب تک چاہتا ہے اس طرح حفاظت فرماتا ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت انہیں نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ وہ الغفار ہے، یعنی بہت زیادہ بخشنے والا، جتنا وہ مالک بخشتا ہے، اتنا کوئی نہیں بخش سکتا ہے۔ وہ "الوہاب" ہے، یعنی بلاعوض دینے والا۔ وہ "الرزاق" ہے، یعنی ساری مخلوق کو رزق دینے والا۔ وہ "الفتاح" ہے، یعنی اپنی رحمت اور علم کے دروازے کھولنے والا۔ وہ "العدل" ہے، یعنی بہت انصاف کرنے والا۔ وہ "الغفور" ہے، یعنی بہت گناہ بخشنے والا۔ وہ "الشکور" ہے، یعنی قدر کرنے والا۔ وہ "الکریم" ہے، یعنی کرم کرنے والا۔ وہ "رحمٰن" ہے، یعنی بے حد مہربان۔ وہ "رحیم" ہے، یعنی بے انتہا رحم کرنے والا۔ وہ "الودود" ہے، یعنی محبت والا۔ وہ "الوکیل" ہے، یعنی کام بنانے والا۔ وہ "الولی" ہے، یعنی مدد کرنے والا۔ وہ "البر" ہے، یعنی احسان کرنے والا۔ وہ "التواب" ہے، یعنی توبہ قبول کرنے والا۔ وہ "العفو" ہے، یعنی بہت معاف کرنے والا۔ وہ "الرؤف" ہے، یعنی بہت شفقت کرنے والا۔ وہ "الہادی" ہے، یعنی ہدایت کرنے والا۔ وہ "الرشید" ہے، یعنی مصلحت بتانے والا۔ وہ "الصبور" ہے یعنی بہت تحمل والا۔

اس مالک کی یہ صفات اس کے کرم کو، اس کی شفقت کو، اس کی کارسازی کو، اس کی رزق

رسائی کو، اوراس کے محسن ہونے کو بتاتی ہیں۔ اور جب انسان ان صفات کی روشنی میں اس کے بارے میں مراقبہ کرتا ہے، غور وفکر کرتا ہے، تو اس کا دل اپنے مالک حقیقی کی محبت سے بھر جاتا ہے۔

اوراس کے دل سے آواز اٹھتی ہے کہ ارے ظالم! جھک جا اس ہستی کے سامنے جو تیرے بگڑے کاموں کو سنوارتی ہے، تجھے ضلالت کے اندھیروں سے نکالتی ہے، تیرے سامنے علم وحکمت کے دروازے کھولتی ہے، تیری توبہ کے آنسو اپنے دامن رحمت سے صاف کرتی ہے، جو تیری گستاخیوں پر تحمل سے کام لیتی ہے، جس کے احسانات اور نوازشوں کی کوئی حد نہیں ہے۔

یہاں ہم یہ بھی عرض کرنا مناسب سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بعض صفات ایسی ہیں کہ انہیں اس کے غیظ وغضب کی علامت سمجھا جاتا ہے، حالانکہ وہ بھی اس کی رحمت اوراس کی عدل وانصاف کا آئینہ دار ہیں، مثلاً ''الجبار'' کا مطلب کئی لوگ سمجھتے ہیں، جبر کرنے والا، حالانکہ اس کا معنیٰ ہے ''درستی کرنے والا یا مستغنی کرنے والا۔'' اسی طرح ''القہار'' کا مفہوم کئی لوگ بیان کرتے ہیں، قہر ڈالنے والا، حالانکہ اس کا معنیٰ ہے ''مخلوقات پر غالب'' اوراس میں شک ہی کیا ہے وہ ساری مخلوق پر غالب ہے غالب ہونے کا یہ مطلب کہاں سے آگیا کہ معاذ اللہ وہ مخلوق پر قہر وغضب ڈھاتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ وہ ''المتکبر'' ہے لیکن متکبر کا معنی ہے، بڑائی والا اوراس بات سے کون انکار کرسکتا ہے کہ بڑائی اور عظمت اسی کے لئے ہے۔

اس میں شبہ نہیں کہ وہ ''المنتقم'' ہے، جس کا معنی ہے بدلہ لینے والا لیکن بدلہ لینے سے ظلم کا ارتکاب لازم نہیں آتا، بلکہ بسا اوقات انصاف کا تقاضا ہوتا ہے کہ بدلہ لیا جائے۔ عرض یہ کررہا تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے بڑی محبت اور بڑا پیار کرتا ہے اوراس محبت اور پیار کا اندازہ لگانا ہو تو اس کی صفات کا مراقبہ اوران میں غور وفکر کیجئے۔

وہ بندوں کو پیار کرنے والا اللہ، وہ بندوں کو رزق دینے والا اللہ، وہ بندوں پر رحمت کرنے والا اللہ، وہ بندوں کی توبہ قبول کرنے والا اللہ، وہ ندامت کے دو آنسو بہادینے سے سو سال کے گناہ معاف کردینے والا اللہ۔

اپنے بندوں کو جہنم میں ڈال کر ہرگز خوش نہیں ہوتا، وہ تو چاہتا ہے کہ میرے بندے کسی نہ کسی طریقے سے جہنم میں جانے سے بچ جائیں، وہ اگر بندوں کو جہنم سے نہ بچانا چاہتا تو ایک لاکھ

سے زائد انبیاء کرام (علیہم السلام) کو انسانوں کی ہدایت کے لئے مبعوث نہ کرتا۔

وہ اگر بندوں کو جہنم سے بچانا نہ چاہتا، تو انہیں جنت کا راستہ دکھانے کے لئے آسمان سے کتابیں نازل نہ فرماتا، وہ اگر بندوں کو جہنم سے بچانا نہ چاہتا تو موت تک درِ توبہ کو کھلا نہ رکھتا۔

رب کریم نے بندوں کو سمجھانے کے لئے جو انداز اختیار کیا ہے، وہ بڑے ہی پیار اور محبت کا انداز ہے۔ وہ ایک ایک مضمون کو مختلف انداز سے مختلف اسلوب میں مختلف الفاظ میں اتنی بار بیان کرتا ہے، کہ تعجب ہونے لگتا ہے، توحید کو لے لیں، نماز کو دیکھ لیں، ہر ایک کو بار بار بیان کیا ہے۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ بیٹا سفر پر جائے یا خراب حالات میں گھر سے باہر نکلنے لگے تو ماں اسے بار بار سمجھاتی ہے، بعض اوقات بیٹا جوان ہو تو وہ چڑ چڑا سا ہو جاتا ہے کہ میں اتنا بڑا ہو گیا ہوں مگر شاید میری ماں مجھے بیوقوف سمجھتی ہے کہ ایک ایک بات کو دس دس بار دہراتی ہے لیکن وہ یہ نہیں جانتا کہ ماں کے دل میں اپنی اولاد کے لئے محبت کا جو شدید ترین جذبہ ہے وہ اسے ایک ہی بات کے بار بار دہرانے پر مجبور کر رہا ہے۔

یقین جانیں کہ ماں کو اپنی اولاد کے ساتھ جو محبت ہے وہ کچھ بھی نہیں ہے، اس محبت کے مقابلے میں جو اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کے ساتھ ہے۔ وہ بندوں کیساتھ محبت کرنے والا اللہ ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ میں اپنے بندوں کو عذاب دوں یہ بھی تو سوچیں کہ بندوں کو عذاب دے کر اسے کیا ملے گا؟ کتنے پیارے انداز میں سورۂ نساء میں بندوں سے کہا گیا ہے کہ: "اللہ کو تمہارے عذاب سے کیا کرنا ہے اگر تم شکر گزاری کرو اور ایمان لے آؤ اللہ تو بڑا قدر دان ہے اور بڑا علم والا ہے۔"

مسلمانوں کا خدا غیر قوموں کے ان دیوی دیوتاؤں جیسا نہیں ہے، جنہیں مخلوق کو عذاب اور تکلیف میں دیکھ کر لطف آتا ہے۔ وہ تو نیکوں کی قدر کرتا ہے، اور ہر چھوٹے بڑے عمل کو جانتا ہے۔

تھوڑی سی توجہ اس آیتِ کریمہ پر مرکوز کیجئے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "یاایھا الذین امنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا" اے حسنِ ازل سے پیمانِ وفا باندھنے والو!......اے اپنے محبوب کی یکسائی کا کلمہ پڑھنے والو!۔اے اپنے خالق و مالک کی خدائی کا اقرار کرنے والو! اے غیبی

حقائق پر یقین رکھنے کا دعویٰ کرنے والو!

بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو عذاب سے وہ رحمٰن اور رحیم اللہ جو چاہتا ہے کہ بندوں کو محبت اور پیار کے انداز میں خطاب کر کے کہتا ہے کہ تم اپنے آپ کو بھی جہنم سے بچاؤ اور گھر والوں کو بھی، کیوں کہ جہنم کا اور جہنم کے عذابوں کا برداشت کرنا تمہارے بس میں نہیں، اس کی آگ انوکھی آگ ہے، اس آگ کا ایندھن لکڑی نہیں ہوگی، بلکہ اس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔ صرف یہی نہیں بلکہ ظلوم وجہول بندوں کو سمجھنے کے لئے نہ معلوم قرآن کریم میں کتنے ہی مقامات پر باری تعالیٰ نے جہنم کا، جہنم کی سزاؤں کا اور جہنم میں لے جانے والے اعمال کا ذکر کیا ہے اور یہ بھی اس مالک کا بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں دنیا ہی میں بتا دیا ہے کہ جہنم میں کتنی سخت سزائیں ہوں گی۔

یہاں ایک عجیب نکتہ ذہن میں آرہا ہے جو بعض اساتذہ سے سنا تھا، کہا جاتا ہے کہ متحدہ ہندوستان میں مشہور پنڈت دیانند سرسوتی نے اسلام پر اور قرآن پر مختلف اعتراضات کئے تھے ایک اعتراض یہ تھا کہ سورۂ رحمٰن جسے تم لوگ قرآن کی زینت کہتے ہو اس میں مختلف نعمتوں کا ذکر کر کے بار بار یہ سوال کیا گیا ہے: ﴿فبای آلآء ربکما تکذبان﴾ ''پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ جہاں تک پانی، جنت، پھلوں اور پھولوں کی نعمتوں کا تعلق ہے، ان کے بارے میں تو یہ سوال مناسب ہے کہ: ﴿فبای آلآء ربکما تکذبان﴾

لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ اس سورۃ میں جہنم اور جہنم کی ہولناک سزاؤں کا ذکر کرنے کے بعد یہی سوال کیا گیا ہے، حالانکہ جہنم یا جہنم کی سزائیں تو کوئی نعمت نہیں ہیں کہ ان کا تذکرہ کر کے سوال کیا جائے ﴿فبای آلآء ربکما تکذبان﴾ ''پس تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟''

مثلاً آیت نمبر ۳۵ میں ہے: ﴿یرسل علیکما شواظ من نار ونحاس فلا تنتصران﴾ (سورۂ رحمٰن) ''تم دونوں (جنوں اور انسانوں) پر آگ کا شعلہ اور دھواں چھوڑا جائے گا، سو تم ہٹا نہ سکو گے۔''

اس آیت کے فوراً بعد فرمایا گیا: ﴿فبای آلآء ربکما تکذبان﴾ ''پس تم اپنے پروردگار

کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

تو دیانند سرسوتی کہنے لگا کہ معاذ اللہ، یہ تو بس تک بندی ہے ورنہ جہنم اور جہنم کے عذابوں کو نعمت شمار نہ کیا جاتا۔

حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی قدس اللہ سرہٗ نے اس اعتراض کا جواب یہ دیا کہ پنڈت صاحب اگر کوئی ڈاکٹر یا حکیم ہمیں یہ بتا دے کہ اگر تم نے فلاں چیز کھائی تو تم فلاں خوفناک بیماری میں مبتلا ہو جاؤ گے اور ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ واقعی جن جن لوگوں نے ان چیزوں کو کھایا وہ اس بیماری میں مبتلا ہو گئے تو ہم اس حکیم اور ڈاکٹر کو اپنا محسن سمجھیں گے کہ اس نے ہمیں پہلے سے آگاہ کر دیا۔ چنانچہ ہم بچ گئے جب دنیا کی کسی بیماری کے اسباب بتا دینے کی وجہ سے ہم ڈاکٹر کو اپنا محسن سمجھ سکتے ہیں، تو ہم اس اللہ تعالیٰ کو اپنا محسن کیوں نہ سمجھیں، جس نے ہمیں واضح طور پر بتا دیا کہ جہنم کیا ہے اور جہنم میں لے جانے والے اعمال کون کون سے ہیں، اس میں شک کیا ہے کہ یہ آگاہی اس کا سب سے بڑا احسان ہے اور وہ ہمیں یہ آگاہی عطا کرنے کے بعد بجا طور پر سوال کر سکتا ہے، ﴿فبای آلآء ربکما تکذبان﴾ میرے بندو! میرا تم پر کتنا بڑا احسان ہے، کہ تمہیں دنیا میں آگاہ کر رہا ہوں، کہ تمہاری بداعمالیاں آگ کے اس گڑھے میں گرا دیں گی جس کے مختلف قسم کے عذاب تم برداشت نہیں کر سکتے۔

بہرحال جہنم وہ ایک ''جیل'' ہے، مگر دنیا کی خطرناک سے خطرناک جیل اس کے مقابلے میں ہیچ ہے۔ جہنم وہ ایک ''عقوبت خانہ'' ہے، مگر دنیا کا کوئی عقوبت خانہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ جہنم وہ ایک ''ٹارچر سیل'' ہے، مگر دنیا کا ہر ٹارچر سیل اس کے مقابلے میں صفر ہے۔ سورۃ الفرقان میں ہے کہ: ''بیشک وہ بری قرارگاہ اور قیام گاہ ہے۔''

سورۂ ص میں ہے کہ: ''جہنم میں وہ داخل ہوں گے سو وہ برا بچھونا ہے۔''

سورۂ توبہ میں ہی کہ: ''(اے نبی!) کہہ دے کہ دوزخ کی آگ زیادہ گرم ہے۔''

وہاں کی آگ کبھی نہ بجھے گی بجھنے لگے گی تو اسے بھڑکا دیا جائے گا۔ سورۂ بنی اسرائیل میں ہے کہ: ''جب وہ وہ بجھنے لگے گی تو ہم اس کو اور زیادہ بھڑکا دیں گے۔''

اس کے شعلے دور دور سے نظر آئیں گے۔ سورۂ مرسلات میں ہے کہ: ''بیشک وہ محلوں کی

مانند چنگاریاں پھینکتی ہے، گویا وہ چنگاریاں زرد اونٹ ہیں، وہ ایسی آگ ہے جو چمڑا ادھیڑ لے گی۔"

سورۂ معارج میں ہے کہ: "یہ ہرگز نہیں ہوگا، وہ شعلے والی آگ ہے، منہ کی کھال ادھیڑ نے والی ہے، اسے بلاتی ہے جس نے پیٹھ پھیری اور منہ موڑا۔"

وہ عجیب و غریب آگ ہوگی جو دلوں پر شعلہ زن ہوگی۔ مزید سورۂ ہمزہ میں فرمایا کہ: "اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے جو دل پر چڑھ جاتی ہے، بیشک وہ ان پر دروازہ بند کی ہوئی ہے لمبے ستونوں کی شکل میں۔" جہنم کے سات دروازے ہیں اور ہر دروازے سے داخل ہونے والے بھی مقرر ہیں۔

سورۃ الحجر میں ہے کہ: "اس کے سات دروازے ہیں ہر ایک دروازے کے لئے ان میں سے بانٹا ہوا ایک حصہ ہے۔" (سورۃ حجر)

جہنم بہت وسیع و عریض ہے، بیشمار انسانوں کو اس میں جھونک دیا جائے گا، مگر وہ پھر بھی نہیں بھرے گی۔ سورۂ ق میں ہے کہ: "جس دن ہم دوزخ سے پوچھیں گے کہ کیا تو بھر گئی اور وہ کہے گی کہ کچھ اور بھی ہے، (تو لے آؤ)"

جہنم میں جانے والے لوگ نہ زندہ ہوں گے اور نہ مردہ، بلکہ وہ موت و حیات کی کشمکش میں ہوں گے۔ سورۂ طٰہٰ میں ہے کہ: "بیشک جو شخص اپنے پروردگار کے ہاں گنہگار ہو کر حاضر ہوگا اس کے لئے دوزخ ہے نہ وہ اس میں مرے گا اور نہ زندہ ہی رہے گا۔ (سورۂ طٰہٰ)

جہنمیوں کے گلے میں طوق پڑے ہوئے ہوں گے، انہیں زنجیروں میں جکڑ دیا جائے گا اور بڑی ذلت و خواری کے ساتھ گھسیٹتے ہوئے انہیں جہنم میں ڈال دیا جائے گا، سورۃ المؤمن میں ہے کہ:

"جبکہ ان کی گردن میں طوق اور زنجیریں ہوں گی، ان کو گھسیٹتے ہوئے کھولتے ہوئے پانی میں لے جایا جائے گا پھر یہ آگ میں جھونک دیئے جائیں گے۔ (سورۂ مؤمن)

سورۂ الحاقہ میں اس ناکام انسان کے بارے میں بتایا گیا ہے، جس کا اعمال نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ فرمایا کہ: "اور وہاں جس کا نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، تو وہ کہے گا: کیا اچھا ہوتا کہ جو مجھے میرا نامۂ اعمال ہی نہ ملتا، اور مجھے خبر ہی نہ ہوتی کہ میرا حساب کیا ہے،

کاش موت ہی خاتمہ کر چکی ہوتی، میرا امال میرے کچھ بھی کام نہ آیا، میرا جاہ (بھی) مجھ سے گیا گزرا پکڑو اس کو پھر اس کو دوزخ میں داخل کرو، پھر ایک ایسی زنجیر میں اسے جکڑو، جس کی پیمائش ستر گز ہے۔" (سورۃ الحاقہ)

دوزخیوں کو کھانے پینے کے لئے جو کچھ دیا جائے گا اس کا تصور بھی ہمارے لئے محال ہے، لیکن چونکہ اسکے علاوہ کچھ ہوگا ہی نہیں اس لئے وہ اسے کھانے اور پینے پر مجبور ہوں گے، سورۂ کہف میں ہے کہ: "اور اگر وہ فریاد کریں گے تو ان کی فریاد رسی ایسے پانی سے کی جائے گی جو پگھلے ہوئے تانبے کی مانند ہوگا۔ وہ مونہوں کو بھون ڈالے گا۔ برا پینا ہے اور وہ آگ فائدہ اٹھانے میں بُری ہے۔" (سورۃ کہف) سورۂ صٓ میں ہے کہ: "یہ ہے عذاب پس اسے چکھو گرم پانی ہے اور پیپ۔"

(سورۂ صٓ)

وہ پانی کیسے کھول رہا ہوگا اور اس کی تپش کا کیا عالم ہوگا، اس چیز کو سورۂ محمد میں بیان کیا گیا ہے کہ: "اور انہیں کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا سو وہ ان کی آنتیں کاٹ ڈالے گا۔" (سورۂ محمد)

دوزخیوں کے بارے میں سورۂ دخان میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

"بیشک سینڈھ کا درخت گنہگاروں کا کھانا ہے، پگھلے ہوئے تانبے کی طرح پیٹوں میں کھولے گا، جیسے گرم پانی کھولتا ہے، (حکم ہوگا) اسے پکڑو، پھر اسے دوزخ کے بیچوں بیچ گھسیٹو پھر اس کے سر پر کھولتے ہوئے پانی کا عذاب چھوڑ دو، چکھ، بیشک تو ہی عزت والا بزرگی والا ہے، بیشک یہ وہ ہے جس میں تم شک کرتے تھے۔"

سورۂ الحاقہ میں ہے کہ: "اور ان کے لئے کھانا زخمیوں کا دھوون ہی ہوگا جسے وہی کھائیں گے جو گنہگار ہیں۔" وہ لوگ جو دنیا میں مرغن غذائیں اور لذیذ کھانے کھانے کے عادی ہیں، اگر کھانے میں نمک مرچ کی کمی بیشی ہو جائے یا کھانا ٹھنڈا یا باسی ہو تو ان کے حلق سے نیچے نہیں اترتا، وہ سوچیں تو سہی کہ آخرت میں زخموں کا دھوون اور سینڈھ کا درخت حلق سے کیسے اترے گا؟...... وہ لوگ جو یہاں ہلکا سا گرم پانی نہیں پی سکتے وہ ایک لمحے کے لئے غور تو کریں کہ وہاں کھولتا ہوا پانی اور پیپ کیسے پی سکیں گے؟

کھولتے ہوئے پانی اور غلیظ کھانے سے نبچنے کی ایک ہی صورت ہے، وہ یہ کہ من چاہی

زندگی گذرنے کی کوشش نہ کی جائے، خدا چاہی زندگی گذاری جائے، نفس کی پرستش نہ کی جائے بلکہ رب تعالیٰ کی پرستش کی جائے۔

جو شخص دنیا میں خدا چاہی زندگی گزارے گا اسے آخرت میں من چاہی نعمتیں اور راحتیں عطا کی جائیں گی اور من چاہی زندگی گزارنے کا نتیجہ جہنم ہو گا جس کی آگ جس کے طوق وسلاسل اور جس کے سامان خورد ونوش کے بارے میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ ان کے لباس کے بارے میں بھی پڑھ لیں، سورۂ الحج میں ہے کہ: ''سو جنہوں نے کفر کیا ان کے لئے آگ کے کپڑے بیونتے جائیں گے ان کے سروں پر سے گرم پانی چھوڑا جائے گا۔''

یہ تو لباس کا حال ہو گا اور جہنمی کے جوتے بھی آگ کے ہوں گے، بلکہ سب سے کم درجے کے عذاب والا شخص وہ ہو گا جسے آگ کے جوتے پہنائے جائیں۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''دوزخیوں میں سب سے کم عذاب والا شخص وہ ہو گا جسے آگ کے دو جوتے اور تسمے پہنائے جائیں گے، جن سے اس کا دماغ اس طرح پکے گا جس طرح ہانڈی جوش مارتی ہے وہ یہ سمجھے گا کہ اس سے سخت عذاب کسی کو نہ دیا جائے ہو گا، حالانکہ وہ ان میں سب سے کم درجے والا عذاب ہو گا۔''

جہنمی آپس میں جھگڑیں گے ایک دوسرے پر لعنت بھیجیں گے اور ایک دوسرے کو موردِ الزام ٹھہرائیں گے، سورۃ الاعراف میں ہے کہ: ''جس وقت بھی کوئی (نئی) جماعت (دوزخ میں) داخل ہو گی اس کی ہم رنگ دوسری جماعتیں اس پر لعنت کریں گی۔'' (سورۃ الاعراف)

دین فروش لیڈروں اور دنیا پرست پیروں کی اقتداء والے اور ان کی دیکھا دیکھی گمراہی میں مبتلا ہونیوالے یہ دیکھ کر حیران رہ جائیں گے کہ ہم بھی جہنم میں اور ہمارے پیشوا بھی جہنم کا ایندھن بنے ہوئے ہیں۔ حالانکہ وہ انہیں بڑے سبز باغ دکھایا کرتے تھے کہ ہمارے پیچھے چلنے والا کبھی ناکامی کا شکار نہیں ہو سکتا نہ دنیا میں اور نہ ہی آخرت میں، سورۂ مؤمن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: ''اور جب وہ آگ میں ایک دوسرے سے جھگڑیں گے تو ناتواں ان لوگوں سے جو بڑے بنے ہوئے تھے، کہیں گے کہ ہم تمہاری پیروی کرتے تھے تو کیا تم ہمارے لئے آگ کے ایک حصے

سے کفایت کرنے والو ہو، وہ جو بڑے بنے ہوئے تھے، کہیں گے کہ ہم تم سب اسی میں ہیں پس بیشک اللہ نے بندوں کے درمیان فیصلہ کردیا۔ (سورۂ مؤمن)

جہنمی کبھی تو جنتیوں کو پکار پکار کر درخواست کریں گے کہ: "ہم پر پانی سے یا اس نعمت سے جو اللہ نے تمہیں دی ہے کچھ فیض کرو۔" (سورۃ الاعراف)

اور کبھی جہنم کے داروغہ (مالک) سے کہیں گے کہ: "اور دوزخی پکاریں گے کہ اے مالک! تیرا پروردگار ہم پر موت بھیج دے، وہ کہے گا کہ تمہیں یہاں ہمیشہ رہنا ہے۔" (سورۂ احزاب)

یہ بات ذہن سے نکال دو کہ موت تمہاری مصیبتوں اور پریشانیوں کا خاتمہ کردے گی، وہاں تو موت کو بھی موت آجائے گی اور یوں عذاب سے چھٹکارے کی آخری امید بھی جاتی رہے گی، جہنمی ادھر ادھر سے مایوس ہو کر براہ راست اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں گے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ: "اے ہمارے پروردگار ہمیں اس (دوزخ) سے نکال، اگر ہم (دوبارہ برے کام) کریں تو بیشک ہم ظالم ہیں، اللہ فرمائے گا کہ اسی میں خوار پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔" (سورۃ الحج)

جب وہ دیکھیں گے کہ جہنم سے نکلنے اور دنیا میں دوبارہ واپس جانے کی تو کوئی امید نہیں تو وہ جہنم کے داروغہ سے کہیں گے کہ عذاب میں کچھ تخفیف کردو۔ سورۂ مؤمن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: "اور جو دوزخ میں ہوں گے وہ دوزخ کے داروغوں سے کہیں گے کہ اپنے پروردگار سے دعا کرو وہ ایک دن ہم سے عذاب ہلکا کردے وہ جواب دیں گے کہ کیا تمہارے پاس تمہارے رسول کھلی دلیلیں لے کر نہیں آئے تھے؟...... وہ کہیں گے کیوں نہیں، کہیں گے تو تم خود ہی دعا کرو، کافروں کی دعا تو بیکار ہے۔" (سورۂ مؤمن)

محترم قارئین! ہم نے انتہائی اختصار کے ساتھ آپ کے سامنے جہنم اور جہنم کی سزاؤں کا ذکر کیا اور اس سلسلے میں ہم نے زیادہ تر قرآن مجید کی آیات پر انحصار کیا ہے، اس ساری گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ جہنم بہت بڑی جگہ ہے، وہاں آگ کا فرش اور بچھونا ہوگا، آگ کا سائبان ہوگا، آگ کا لباس ہوگا۔ آگ کے ستون ہوں گے، وہاں کوئی شنوائی نہیں ہوگی، وہاں معذرت قبول نہیں کی جائے گی، پینے کے لئے جہنمیوں کی پیپ اور کھانے کے لئے سینڈھ کا درخت ہوگا۔ وہاں موت نہیں آئے گی اور جو زندگی وہاں حاصل ہوگی وہ موت سے بدتر ہوگی، کھال ادھڑ جائے گی اور شکل

بگڑ جائے گی، انتڑیاں کٹ کر باہر نکل جائیں گی۔

ہم اور آپ گرمیوں کی دھوپ برداشت نہیں کر سکتے، دہکتی ہوئی آگ کے پاس کھڑے نہیں ہو سکتے اور بدمزہ کھانا نہیں کھا سکتے، معمولی سا زخم ہم پر نیند اور آرام حرام کر دیتا ہے۔

جب ہم دنیا کی یہ چھوٹی موٹی تکلیفیں اور بیماریاں برداشت نہیں کر سکتے تو آخرت کے وہ عذاب اور وہ سزائیں کیسے برداشت کر سکیں گے جن کے تصور ہی سے کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے، مگر جیسا کہ ہم نے ابتداء میں عرض کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے بڑی محبت کرنے والا ہے، بڑا پیار کرنے والا ہے، وہ "رحمٰن" ہے، وہ "رحیم" ہے، وہ "غفور" ہے، وہ "کریم" ہے، وہ چاہتا ہے کہ میرے بندے جہنم میں جانے سے بچ جائیں، اسی مقصد کے لئے اس نے انبیاء بھیجے اور بالآخر سیدالرسل محمد رسول اللہ ﷺ کو بھیجا، کتابیں نازل فرمائیں، اور سید الکتب قرآن کریم نازل کی، جس میں ہر ممکن طریقے سے بندوں کو جہنم سے بچنے کا طریقہ اور جنت میں جانے کا راستہ بتایا گیا ہے مگر غلطی انسان کی ہے، غلطی ہماری ہے کہ از خود جنت کا راستہ چھوڑ کر جہنم کا راستہ اختیار کرتے ہیں، زعفران کے بجائے خسران کو پسند کرتے ہیں، رحمٰن کے مقابلے میں شیطان کو ترجیح دیتے ہیں، ہدایت کی راہ کو چھوڑ کر ضلالت کی راہ پر چل پڑتے ہیں، ہم جس قسم کے اعمال کرتے ہیں، وہ جہنم کے انگارے بھی بن سکتے ہیں اور جنت کے پھل اور پھول بھی، بعض اعمال قیامت کے دن سایہ دار اور پھلدار درختوں کا روپ دھار لیں گے، اور بعض اعمال سانپ اور بچھو کی شکل اختیار کر لیں گے۔

اعمال کو چھوڑیئے اقوال اور کلمات تک اپنا ایک اثر اور نتیجہ رکھتے ہیں، "سبحان اللہ" اور "اللہ اکبر" جیسے پاکیزہ کلمات اپنے کہنے والے کی آخرت کو گلزار بنا سکتے ہیں اور کفر و شرک پر مشتمل کلمات کہنے والے کی آخرت کو تباہ کر سکتے ہیں۔

ہمیں اس موقع پر ایک سندھی کہاوت یاد آرہی ہے جو اوتا ئیو فقیر کی طرف منسوب ہے، کہتے ہیں کہ وہ ایک دن اپنی والدہ کے ساتھ جنگل میں تھا، والدہ نے کہا کہ کھانا پکانا ہے جاؤ کہیں سے آگ لے کر آؤ، اوتا ئیو فقیر نے ادھر ادھر آگ تلاش کی مگر اسے آگ کہیں نہ ملی، وہ ناکام ہو کر واپس لوٹا اور آکر ماں سے کہا کہ ماں! میں نے بہت تلاش کیا مگر مجھے کہیں بھی آگ نہیں ملی، والدہ نے غصے میں آکر کہا: جہنم میں چلا جاتا وہاں تو تمہیں آگ مل ہی جاتی۔ اوتا ئیو فقیر نے بڑی

معصومیت کے ساتھ جواب دیا: "ماں! جہنم میں آگ کہاں ہے؟ وہاں تو ہر شخص اپنی آگ اپنے ساتھ لے کر جاتا ہے۔"

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ہم میں سے بہت سے لوگ اعمال کی شکل میں سانپ، بچھو اور جہنم کے انگارے جمع کر رہے ہیں، مگر ہمیں شاید آخرت پر اور جنت و دوزخ کے وجود پر یقین نہیں ہے اور اگر یقین ہے بھی تو بہت کمزور قسم کا ہے، ہم نے علماء سے، بزرگوں، ادھر ادھر کے مسلمانوں سے سنا کہ قیامت ہوگی، حساب و کتاب ہوگا، پھر جنت یا دوزخ ہوگی، ہم بھی سن کر یہی کچھ کہنے لگے مگر دل کی گہرائیوں میں یہ عقیدہ اتر نہیں سکا۔

ورنہ جو قیامت پر، حساب کتاب پر، جزاء سزاء پر، دوزخ پر سچا یقین رکھنے والے لوگ تھے، ان کے سامنے اگر جہنم کا تذکرہ کر دیا جائے تو ان پر عجیب کیفیت طاری ہو جاتی تھی، صحابہ کرامؓ کے سامنے اگر قیامت کا تذکرہ ہوتا تو ان پر رقت طاری ہو جاتی تھی، ان میں سے بعض بے ہوش ہو کر گر پڑتے تھے، ابوداؤد شریف میں کہ ایک بار دو صحابیوں میں وراثت کے متعلق کچھ جھگڑا پیدا ہو گیا، ان میں کسی کے پاس بھی گواہ نہیں تھا، وہ دونوں جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے فرمایا: میں ایک انسان ہوں، ہوسکتا ہے کہ تم میں کوئی چرب زبان اور تیز طراز ہو، اس کی باتوں سے متاثر ہو کر میں اس کے حق میں فیصلہ کر دوں، لیکن اگر اس کا یہ حق نہیں تھا بلکہ اس نے محض تیز طراری کی بنا پر اپنے حق میں فیصلہ کروالیا تو اسے یقین کر لینا چاہئے کہ میں نے اس کے گلے میں آگ کا ایک طوق لٹکا دیا ہے۔ دونوں صحابہ آخرت کے خوف سے رونے لگے اور ان میں سے ہر ایک اپنا حق دوسرے کو دینے کے لئے آمادہ ہو گیا، جب سورۃ الحج کی یہ آیت نازل ہوئی کہ:

"لوگو! اپنے اللہ سے ڈرو، کیونکہ قیامت کا زلزلہ ایک بڑی مصیبت ہوگی۔" تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ کی طرف خطاب کر کے فرمایا: "جانتے ہو یہ کون سا دن ہے؟...... یہ وہ دن ہے، جب اللہ آدم سے کہے گا کہ آگ کی فوج بھیجو، وہ کہیں گے، اے اللہ! آگ کی فوج کون ہے؟...... اللہ کہے گا، ہزار میں نو سو ننانوے جہنم میں جھونکے جائیں گے، اور جنت میں صرف ایک جائے گا۔"

صحابہ نے یہ سنا تو بے اختیار سب رونے لگے: ترمذی شریف میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک بار جہنم میں جانے والے دولت مند، مجاہد اور قاری والی مشہور روایت بیان کرنے

لگے تو بیان کرنے سے پہلے تین بار روتے ہوئے بیہوش ہو گئے اور جب یہی روایت حضرت امیر معاویہؓ کے سامنے بیان کی گئی تو وہ اتنا روئے کہ روتے روتے ہلاکت کے قریب ہو گئے تھے۔

ایک بار رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''اگر کسی کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی غرور ہوگا تو وہ مرنے کے بعد دوزخ میں داخل ہوگا۔'' حضرت عبداللہ بن قیسؓ نے سنا تو رونے لگے، آپ ﷺ نے فرمایا کیوں روتے ہو، انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ (ﷺ) کی بات سن کر رونا آ گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمہیں خوشخبری ہو کہ تم جنتی ہو۔''

حضرت عمر بن خطابؓ کے مقام اور ان کے کارناموں سے کون مسلمان ناواقف ہے، آپؓ وہ عظیم شخصیت ہیں کہ جنہیں رسول اللہ ﷺ نے دنیا میں ہی جنت کی بشارت سنا دی تھی۔ لیکن اس کے باوجود قیامت کا خوف اور جہنم کا ڈر اتنا غالب تھا کہ ایک موقع پر فرمانے لگے کہ جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایمان لائے، ہجرت کیا اور بہت سے نیک کام کئے، ان کا ثواب تو ہمیں مل جائے، لیکن آپ (ﷺ) کے بعد جو نیک کام کئے تو اس کے بدلے میں صرف دوزخ سے بچ جائیں، اور نیکی اور بدی برابر ہو جائیں، تو خدا کی قسم! مجھے غنیمت معلوم ہوتا ہے۔

اگر ہمیں اللہ کی اور اللہ کے رسول ﷺ کی باتوں کا یقین آ جائے تو ہمارے لئے ان اعمال سے بچنا بہت آسان ہو جائے جو جہنم میں لے جانے والے ہیں۔

(چیدہ چیدہ ندائے منبر و محراب از مولانا محمد اسلم شیخوپوری صاحب مدظلہ)

مضمون نمبر۲

جہنم میں لے جانے والے اعمال

سب سے پہلا عمل یا عقیدہ کہہ لیں جو جہنم میں لے جانے کا ذریعہ بنتا ہے، وہ کفر وشرک ہے۔ اگر کوئی شخص صاحب ایمان ہے مگر گنہگار ہے، خواہ وہ صغیرہ گناہوں میں مبتلا ہو یا کبیرہ گناہوں میں، اس کی مغفرت اور بخشش کی کوئی نہ کوئی صورت ہو سکتی ہے، یہ بھی ممکن ہے کہ سزا دیئے بغیر اسے یوں ہی معاف کر دیا جائے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ کچھ وقت تک اسے جہنم میں رکھ کر گناہوں کی غلاظت اور نجاست سے پاک کر کے اسے جنت میں داخل کر دیا جائے، لیکن کفر وشرک کا معاملہ بڑا سخت ہے، کافر اور مشرک کی کسی حالت میں اور کبھی مغفرت اور نجات نہیں ہو سکتی ان کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رحمت کے دروازے بند کر دیئے گئے ہیں۔ سورۃ العنکبوت میں ہے کہ: "اور جو لوگ اللہ کی آیتوں کو اور اس کے سامنے حاضر ہونے کو نہیں مانتے، یہی لوگ ہماری رحمت سے ناامید ہو بیٹھے ہیں، اور یہی لوگ ہیں جن کو دردناک عذاب ہونا ہے۔"

(سورۃ عنکبوت)

کافروں اور مشرکوں کے ساتھ ساتھ اعتقادی منافقوں کا ٹھکانا بھی جہنم ہوگا، بلکہ انہیں سب سے زیادہ سخت سزا دی جائے گی۔ سورۂ نساء میں ہے کہ: "بیشک منافق دوزخ کے سب سے نیچے کے درجے میں ہوں گے اور تو کسی کو بھی ان کا مددگار نہ پائے گا۔" (سورۂ نساء)

ایمان قبول کرنے کے بعد مسلمان پر کئی عبادتیں فرض ہو جاتی ہیں، ان میں سے سب سے زیادہ اہمیت نماز کی ہے جو کہ ہر مسلمان پر فرض ہے، خواہ وہ امیر ہو یا غریب، مسافر ہو یا مقیم، تندرست ہو یا بیمار، مرد ہو یا عورت، جوان ہو یا بوڑھا، امن ہو یا جنگ، ہر حالت میں ہر مسلمان پر نماز فرض ہے، کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتے تو لیٹ کر پڑھے، رکوع سجدہ نہیں کر سکتا تو اشارے سے

پڑھے، وضو اور غسل نہیں کر سکتا تو تیمم سے پڑھے، لیکن نماز کا پڑھنا بہر حال ضروری ہے، جب تک زندگی کا رشتہ بحال ہے اور حواس قائم ہیں، نماز چھوڑنے کی اجازت نہیں، نماز کا چھوڑنا جہنم میں لے جانے کا ایک اہم سبب ہے۔ سورۂ مدثر میں ہے کہ اہل ایمان قیامت کے دن گنہگاروں سے سوال کریں گے کہ: ''تمہیں دوزخ میں کس چیز نے ڈالا وہ کہیں گے کہ ہم نمازیوں میں نہ تھے اور محتاج کو کھانا نہیں دیتے تھے، اور بیہودہ بکواس کرنے والوں کے ساتھ بکواس کیا کرتے تھے، اور ہم انصاف کے دن کو جھٹلاتے تھے، یہاں تک کہ ہمیں موت آگئی۔''

قیامت کے دن بندے سے نماز کا حساب لیا جائے گا اگر وہ درست نکلی تو وہ بامراد اور کامیاب ہوگا، اور اگر بے کار ثابت ہوئی تو بندہ نامراد اور ناکام ہوگا۔ (ترمذی، نسائی)

مسلم شریف میں حدیث ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آدمی کو کفر و شرک سے ملانے والی چیز ترک نماز ہے۔''

مسند احمد میں ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص نماز کا پابند ہو نماز اس کے لئے قیامت کے روز نور، دلیل و برہان اور وسیلۂ نجات ثابت ہوگی، ورنہ اس کا حشر فرعون وہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔''

نماز کے بعد زکوٰۃ کا نمبر ہے جو کہ ہر صاحب نصاب مسلمان پر فرض ہے، قرآن کریم میں اکثر نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر ہے کتنے ہی مقامات پر ''واقیموا الصلوۃ واتوا الزکوٰۃ'' کہہ کر گویا بتا دیا گیا ہے کہ اے ایمان والو! تم پر نماز کے ساتھ زکوٰۃ بھی فرض ہے جو لوگ مال جمع کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں مگر زکوٰۃ ادا نہیں کرتے ان کے لئے قرآن کریم میں اور احادیث نبویہ میں سخت ترین وعیدیں آئی ہیں۔''

سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۳۴ اور آیت نمبر ۳۵ میں ہے کہ: ''اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور ان کو خرچ نہیں کرتے اللہ تعالیٰ کی راہ میں، انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے جو اس روز (واقع ہوگا) جبکہ اس (سونے چاندی) کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر اس سے ان کی پیشانیوں کو اور ان کے پہلوؤں کو اور ان کی پشتوں کو داغا جائے گا۔ (اور کہا جائے گا) یہی ہے وہ جسے تم اپنے واسطے جمع کرتے تھے، پس اب مزہ چکھو اپنے جمع کرنے کا۔''

(سورۂ توبہ)

بخاری شریف کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ نہ دے گا، اس کا مال قیامت کے دن اس کے لئے گنجا سانپ بن جائے گا، جس کی پیشانی پر دو نقطے ہوں گے وہ اس کے گلے میں طوق بنے گا، اور اس کے جبڑے پکڑ کر کہے گا کہ "میں تمہارا مال ہوں۔"

اور مسند احمد کی روایت ہے کہ اس سانپ سے اس مال کا مالک بھاگنا چاہے گا، لیکن سانپ اسے پکڑ لے گا، اس کی انگلیاں اس کے منہ میں دیدے گا، یا وہ شخص اس سے بچنے کے لئے اپنی انگلیاں سانپ کے منہ میں دے دے گا۔

جس مال پر انسان دنیا میں خزانے کا سانپ بن کر بیٹھا تھا وہ مال قیامت کے دن واقعی اس کے لئے سانپ بن جائے گا۔

حرام مال کمانا، حرام غذا کھانا، حرام کا پیسہ جمع کرنا، حرام کے پیسے سے مکان گاڑی، لباس اور دوسری ضروریات خریدنا، یہ چیز آج ہمارے معاشرے میں عام ہوگئی ہے، لوگ اپنا اسٹیٹس اور سوسائٹی میں جھوٹی عزت بنانے کے لئے حلال اور حرام میں کوئی امتیاز نہیں کرتے۔ ہمارے اندر مال کی ہوس اتنی عام ہوگئی ہے کہ ہم بس پیسہ کمانے والی مشینیں بن کر رہ گئے ہیں، ہمیں تو پیسہ چاہئے، خواہ وہ کسی بھی طریقے سے آئے، اللہ جل مجدہٗ کے حکم توڑ کر آئے تو!...... کسی کا حق دبا کر آئے تو!...... چوری، ڈاکہ غصب ونہب اور ملاوٹ کر کے آئے تو!...... رشوت، فراڈ، اور یتیموں، بیواؤں، بھائی، بہنوں کا حق دبا کر آئے تو!...... ہیروئن، افیون شراب بلکہ اپنی عزت وآبرو بیچ کر آئے تو!...... بس پیسہ آنا چاہئے تا کہ ہم شادی غمی کے موقع پر جھوٹی عزت کا بھرم قائم رکھ سکیں، تا کہ ہم ہر سال نئے ماڈل کی گاڑی خرید سکیں۔ تا کہ ہم کسی مالدار علاقہ میں شاندار بنگلہ خرید سکیں، تا کہ ہمارے بچے مہنگے انگلش اسکول میں تعلیم حاصل کر سکیں۔

مگر ہم نے کبھی سوچا نہیں کہ ہم نے رشوت کے پیسے سے منشیات کی دولت سے، فراڈ اور غصب کے روپے سے معاشرے میں تو اپنی ناک اونچی کر لی مگر یہ حرام مال آخرت میں ہماری ناک کٹنے کا ذریعہ بن جائیگا۔ یہ حرام مال ہمیں جہنم میں لے جانے کا سبب بن سکتا ہے۔ یہ حرام

ہمارے تمام نیک اعمال کو تباہ کر سکتا ہے۔ ابوداؤد میں حدیث شریف ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

''جو شخص گناہ سے مال کماتا ہے، پھر وہ اس سے عزیزوں کی امداد کرتا ہے یا صدقہ خیرات کرتا ہے یا اللہ کے راستے میں خرچ کرتا ہے، یہ سب کچھ قیامت کے دن جمع کیا جائے گا اور اس کے ساتھ جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔''

بیہقی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''وہ جسم جنت میں نہیں جائے گا جس نے حرام غذا سے پرورش پائی۔''

یوں تو احادیث ہم سب کے لئے اپنے اندر عبرت کا سامان رکھتی ہیں، لیکن وہ حضرات جو عبادت بھی کرتے ہیں، حرام بھی کھاتے ہیں صدقہ وخیرات بھی کرتے ہیں اور رشوت بھی کھاتے ہیں، انہیں خاص طور پر سوچنا چاہئے کہ کہیں ہماری حرام کمائی ہمیں جہنم میں جانے کا ذریعہ نہ بن جائے، آخرت میں تو جو کچھ ہوگا سو ہوگا، آج دنیا میں بھی ہماری دعاؤں میں جو اثر نہیں رہا تو اس کی بڑی وجہ حرام ذریعہ معاش ہے۔

کشمیر میں مسلمان مظلوم ہیں، بوسنیا میں ان کی عزتیں لوٹی جا رہی ہیں، انڈیا میں ان کا مال جان غیر محفوظ ہے، خود پاکستان میں ہم طرح طرح کے مظالم اور ناانصافیوں کا شکار ہیں، یہ جو کچھ ہو رہا ہے، اس کے لئے چیخ چیخ کر، ہاتھ لمبے کر کے، زور زور سے دعائیں کی جاتی ہیں، ہزاروں کا مجمع ان دعاؤں پر آمین آمین کہتا ہے، مگر ہماری دعائیں قبول نہیں ہوتیں نہ کافر مغلوب ہوتے ہیں، نہ مشرک نیست و نابود ہوتے ہیں، نہ دہشت گرد فنا ہوتے ہیں، نہ ظالموں سے ہم کو نجات ملتی ہے، نہ چوروں اور ڈاکوؤں سے ہم کو چھٹکارا ملتا ہے، نہ مہنگائی ختم ہوتی ہے، نہ بیماریوں سے شفاء ملتی ہے، نہ آپس کے جھگڑے اور لڑائیاں ختم ہوتی ہیں تو اس کی بہت بڑی وجہ بھی یہی ہے کہ ہر طرف حرام کی کثرت ہے، چند خوش قسمت افراد کے سوا پوری قوم سر سے پاؤں تک حرام میں ڈوبی ہوئی ہے۔

مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''جس کا کھانا حرام، پینا حرام، لباس حرام اور غذا حرام ہوا، تو ایسے شخص کی دعا کیسے قبول ہوگی۔''

انفرادی اور اجتماعی مسائل کے بارے میں ہماری دعائیں کیسے قبول ہوں گی جب کہ حرام کو ہم نے اوڑھنا بچھونا بنالیا ہے یوں تو حرام کی مختلف صورتیں ہم نے اپنا رکھی ہیں لیکن جو صورت سب سے زیادہ عام ہے وہ سود خوری کی صورت ہے، ہمارا سارا حکومتی نظام سود کے لین دین پر مبنی ہے حالانکہ رسول اکرم ﷺ نے سود کھانے والے پر سود دینے والے پر سود کا معاملہ لکھنے والے پر سود کا گواہ بننے والوں پر لعنت بھیجی ہے۔

مسند احمد میں روایت ہے کہ سود کا ایک درہم چھتیس مرتبہ زنا سے زیادہ برا ہے، اور یہ کہ جو گوشت سود کے پیسے سے بنے گا وہ آگ میں ضرور جلے گا۔

جہنم میں لے جانے کا ذریعہ بننے والے اسباب میں سے ایک بہت بڑا سبب اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے اعضاء کا غلط استعمال بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو اعضا دیئے ہیں، یہ اس کا بہت بڑا انعام ہیں، سوچئے تو سہی اگر آنکھوں میں بینائی نہ ہوتی، کانوں میں شنوائی نہ ہوتی اور زبان میں گویائی نہ ہوتی، تو کیا ہوتا؟......

اللہ تعالیٰ کے اس انعام کا تقاضا یہ ہے کہ ان کو اسی طریقے سے اور اسی جگہ استعمال کیا جائے، جہاں اللہ تعالیٰ نے استعمال کرنے کی اجازت دی ہے، زبان ہی لے لیجئے اس کا صحیح استعمال ہمیں جنت میں لے جا سکتا ہے اور جہنم میں بھی، صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

بعض اوقات انسان اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا کوئی کلمہ کہتا ہے، لیکن اسے اس کی اہمیت کا اندازہ نہیں ہوتا، لاپرواہی سے وہ کلمہ زبان سے ادا کر دیتا ہے مگر اس کلمہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے درجات کو بلند فرما دیتا ہے، اور بعض اوقات ایک انسان اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والا کوئی کلمہ زبان سے نکال دیتا ہے، اور اسے اس کی پرواہ بھی نہیں ہوتی، لیکن وہ کلمہ اس کو جہنم میں لے جا کر گرا دیتا ہے۔

کافر تھا، زبان سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا، گناہ گار تھا، زبان سے سچے دل سے استغفار کر کے توبہ کر لی، زبان سے کسی کو کلمہ پڑھا دیا، دین سکھا دیا کسی پریشان حال اور شکستہ دل کو دیکھا تو تسلی کے دو بول کہہ دیئے، جب بھی موقع ملا زبان سے ذکر کرتا رہا۔ تو زبان کا یہ صحیح استعمال انشاء

اللہ اسے جنت میں پہنچا دیگا۔

لیکن اگر زبان سے اس نے کلمۂ کفر نکال دیا، زبان سے دین کا، اللہ کے کسی حکم کا، حضور اکرم ﷺ کی کسی سنت کا مذاق اڑایا، یا کسی مسلمان کا دل دکھا دیا، زبان سے کوئی ایسی بات کہہ دی جس سے میاں بیوی میں تفریق ہوگئی، یا دو مسلمانوں میں لڑائی ہوگئی، قتل اور لڑائی تک نوبت پہنچ گئی۔ تو زبان کا یہ غلط استعمال اسے جہنم میں لے جانے کا ذریعہ بن سکتا ہے، یوں ہی آنکھوں اور کانوں کا غلط استعمال بھی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا ذریعہ ہے۔

آج گھر گھر میں ٹی وی اور وی سی آر سے فحش گانے سنے جاتے ہیں، گندے ڈرامے اور فلمیں دیکھی جاتی ہیں، ناچ گانے، میوزک اور ڈانس ہماری گھریلو زندگی کا حصہ بن کر رہ گیا ہے۔ کیا یہ کان اور آنکھ کا غلط استعمال نہیں ہے؟...... افسوس تو یہ ہے کہ بہت سے نام نہاد دیندار بھی اس لعنت سے محفوظ نہیں ہیں، حالانکہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو رات کو گانا گاتے ہوئے سنا، تو آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا: ﴿**لا صلاة له لا صلاة له لا صلاة له**﴾

(نیل الاوطار)

"اس کی نماز کا کوئی اعتبار نہیں، اس کی نماز کا کوئی اعتبار نہیں، اس کی نماز کا کوئی اعتبار نہیں۔" حضرت انسؓ اور حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: "دو آوازیں دنیا و آخرت میں ملعون ہیں، خوشی کے وقت گانے کی آواز اور مصیبت کے وقت نوحے کی آواز۔"

افسوس کہ آج یہ ملعون آوازیں گھر گھر سے اٹھ رہی ہیں اور آوازوں کے ساتھ ساتھ گھروں سے غیرت کے جنازے بھی اٹھ رہے ہیں، ایسے ایسے واقعات پیش آرہے ہیں جن میں باپ بیٹی کے ساتھ اور بھائی بہن کے ساتھ منہ کالا کرتے ہیں، اور پھر وہ اعتراف کرتے ہیں کہ گندی اور فحش فلمیں دیکھنے کی وجہ سے ہم نے یہ حرکت کی، اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے آمین۔

جہنم میں جانے کا ایک بہت بڑا سبب حقوق العباد کا ضائع کرنا بھی ہے، ممکن ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنی شانِ رحیمی کی بناء پر کسی کو اپنے حقوق معاف کردیں، لیکن بندے کے حقوق

اس وقت تک معاف نہیں ہوں گے، جب تک ان کی تلافی نہ کر دی جائے یا ان کی سزا نہ دے دی جائے، حقوق العباد میں سب سے زیادہ اہمیت کسی کی جان کی ہے اور قیامت کے دن بندے کے حقوق میں سے سب سے پہلا سوال قتلِ ناحق کے بارے میں ہوگا۔

ہمارے ناقص مطالعہ کی حد تک قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے کسی گناہ گار کے بارے میں اتنا سخت انداز اختیار نہیں فرمایا، جتنا سخت انداز کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنے والے کے بارے میں اختیار فرمایا ہے۔

سورۂ نساء میں ہے کہ: ''اور جو کسی مسلمان کو قصداً قتل کرے گا اس کا بدلہ دوزخ ہے، اور اس میں پڑا رہے گا، اور اللہ اس پر ناراض ہوا، اور اس پر لعنت کی، اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار کیا۔''

ترمذی شریف میں ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر آسمان اور زمین والے مؤمن کا خون بہانے میں شریک ہو جائیں تو اللہ ان سب کو دوزخ میں ڈالے گا۔''

جان کے بعد مسلمان کے مال اور عزت و آبرو کی اہمیت ہے، صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو کوئی قسم کھا کر مسلمان کا (مالی) حق مارے گا، اللہ اس کے لئے دوزخ واجب اور جنت حرام کرے گا، ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! معمولی سی چیز ہو تب بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: درخت کی ایک شاخ ہی کیوں نہ ہو۔''

اسی طرح بخاری و مسلم میں حدیث ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''جو شخص کسی کی بالشت بھر زمین ظلماً (زبردستی) لے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سات زمینوں کو اس کی گردن میں ڈالے گا۔''

مسلمان کے مال کی طرح اس کی عزت و آبرو کی حفاظت بھی ضروری ہے اگر بالفرض کسی کے اندر ہم کوئی عیب دیکھ بھی لیں تو بھی اسکی پردہ پوشی کرنی چاہئے، اگر دنیا میں ہم کسی مسلمان کے عیوب پر پردہ ڈالیں گے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہمارے عیوب پر پردہ ڈالے گا اور اگر ہم نے دنیا میں کسی مسلمان کے عیوب کھولے اور ان کی تشہیر کی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہمارے عیوب کی تشہیر کرے گا۔

کسی کے جہنم میں داخل ہونے کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب باطنی امراض اور گناہ بھی ہیں، جن کی طرف بہت کم لوگوں کی توجہ ہے، شاید ان کی ضرر رسانی کما حقہ ہمارے ذہن میں نہیں ہے، یوں تو باطنی امراض کی فہرست بہت طویل ہے لیکن ہم اس وقت ان میں سے صرف دو گناہوں کی طرف آپ کی توجہ خاص طور پر مبذول کرانا چاہتے ہیں، نمبر ایک تکبر، اور نمبر دو حسد۔

قیامت کے دن متکبر کو حکم ہوگا کہ: ''پس جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ سو متکبر کا کیا برا ٹھکانہ ہے۔'' حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ: ''جس کے دل میں رائی کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوسکتا۔'' حسد کی قباحت وشناعت کا اندازہ آپ اس بات سے لگائیں کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ فلق میں حسد کرنے والے کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے، اور حدیث میں آتا ہے کہ ''حسد نیکیوں کو ایسے کھا جاتا ہے، جیسے آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔''

محترم قارئین! ہمیں اپنے ظاہر کے ساتھ باطن کی صفائی اور دل کے تزکیہ کی بھی فکر ہونی چاہئے۔ جہنم میں لے جانے والے اعمال میں سے ایک عمل اخلاقی خرابیاں بھی ہے، یعنی جھوٹ بولنا، وعدہ خلافی کرنا، کسی پر بہتان باندھنا، امانت میں خیانت کرنا، فضول خرچی کرنا، دیوث اور بے حیاؤں والے کام کرنا اور جھوٹ بولنا۔ قرآن کریم میں بار بار آیا ہے، **لعنة الله على الكاذبين** ''جھوٹوں پر اللہ کی لعنت۔'' وعدہ خلافی اور امانت میں خیانت کو حضور اکرم ﷺ نے منافق کی نشانیاں بتایا ہے۔ بے حیائی کی مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں، عورتوں کا بے پردہ ہو کر گھر سے باہر نکلنا، یہ بھی بے حیائی ہے۔ اجنبی مردوں سے بلاضرورت باتیں کرنا، یہ بھی بے حیائی ہے۔ مردوں کا دوسروں کے گھر میں جھانکنا، یہ بھی بے حیائی ہے۔ عورتوں کو تاڑنا اور نظر بازی کرنا یہ بھی بے حیائی ہے۔ مردوں اور عورتوں کا ایک دوسرے کی مشابہت کرنا، یہ بھی بے حیائی ہے۔

اور زنا کرنا تو گویا بے حیائی کا آخری اور انتہائی درجہ ہے۔ سورۃ الفرقان میں رب تعالیٰ زنا کرنے والوں کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: ''اور جو ایسا (یعنی زنا) کرے گا اس کو سزا سے سابقہ پڑے گا، قیامت کے دن اس کا عذاب بڑھتا جائے گا، وہ اس میں (ہمیشہ) ذلیل ہو کر پڑا رہے گا۔'' (الفرقان)

انتہائی قابل احترام قارئین! ہم نے انتہائی اختصار کے ساتھ آپ کے سامنے جہنم کا، جہنم

کی سزاؤں کا اور جہنم میں لے جانے والے اعمال کا تذکرہ کیا ہے، جہنم تو ظاہر ہے، مرنے کے بعد ہی ہوگی، لیکن اگر غور کریں تو ہماری بداعمالیوں کی وجہ سے ہماری یہ دنیا کی زندگی بھی جہنم کا نمونہ بن چکی ہے، ہمیں سکون حاصل نہیں، تحفظ حاصل نہیں، قتل وغارت گری ہے، لڑائی جھگڑے ہیں، گھروں میں عداوتیں ہیں، اولاد باغی ہوچکی ہے، ڈاکوؤں کا راج ہے، بھتہ لینے والوں کی حکمرانی ہے، کمینہ صفت لیڈروں کا تسلط ہے، انتظامیہ کرپٹ ہے، رشوتوں کا بازار گرم ہے، ہر طرف لاقانونیت ہے، ظلم کا اندھیرا ہے اور گلی کوچوں میں خوف کا بسیرا ہے، اس ماحول میں کتنے ہی لوگ ہیں جو اندر ہی اندر جل رہے ہیں، یہ عذاب نہیں تو اور کیا ہے، اسے ہم جہنم کی جھلک نہ کہیں تو اور کیا کہیں؟ آیئے ہم اپنے گناہوں سے سچی توبہ کریں تاکہ ہم اِس جہنم سے بھی محفوظ رہیں، اور اُس جہنم سے بھی نجات پائیں۔ اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جہنم میں لے جانے والے اعمال سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العلمین۔

(از چیدہ چیدہ ندائے منبر ومحراب)
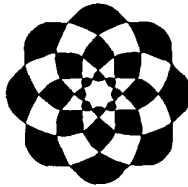
مضمون نمبر ۳

جہنم سے ڈرانے والا ایک اچھا مضمون

مقام عبرت ہے ان لوگوں کے لیے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کو نہ صرف پس پشت ڈالتے ہیں بلکہ الٹا مذاق اڑاتے ہیں اور آخرت کی زندگی انہیں قطعاً یاد نہیں اگر اسی حالت میں انہیں موت نے آگھیرا تو اللہ نہ کرے کہ کسی کا انجام اس شخص جیسا ہو، جو اپنے حالات خود بتا رہا ہے، ذیل میں ملاحظہ فرمائیے۔

میرا بچپن نادانیوں میں گزر گیا، جب سے ہوش سنبھالا، اپنے بڑوں کی طرح دنیا کے پیچھے بھاگتا رہا، مجھے غرض دولت سے تھی، چاہے حلال طریقے سے آئے یا حرام، سودی لین دین، کرکٹ میچوں پر شرطیں، پرائز بانڈ، لاٹری اور رشوت کی کمائی نے دنوں میں مجھے کروڑ پتی بنا دیا، اتنی دولت اکٹھی کی کہ مجھے اندازہ نہیں۔ ہر قسم کا نیا فیشن میرے گھر میں آتا۔ ہائی فائی، ٹی وی، ڈھیر ساری فلمیں، ڈش غرض ایسی کوئی نحوست نہ تھی جو میرے گھر میں موجود نہ ہو رات کو فیملی سمیت کم از کم ایک فلم دیکھ کر سونا ہر روز کا معمول تھا۔ جب کوئی مہمان گھر آتا میں بڑے فخر سے چھوٹی بیٹی کو آواز دیتا بیٹی ذرا انکل اور آنٹی کو ڈانس تو کر کے دکھاؤ۔ دوسرے بچے بھی ڈراموں اور فلموں کے مختلف کرداروں کی نقلیں اتارنے میں بڑے ماہر تھے۔ مختلف قسم کے ڈائیلاگ انکو خوب اچھی طرح یاد تھے۔ جھوم جھوم کر گانے سنانے اور اچھی کارکردگی پر انعام پاتے۔

گھر میں مین گیٹ پر نمایاں لکھا تھا "ھذا من فضل ربی" اکثر میرے ذہن میں آتا کہ شیطان میرے بارے میں کیا سوچتا ہوگا کہ دولت اکٹھی کرنے کے سارے گر میں نے سکھائے، پھر اسی کمائی سے اتنا عالی شان گھر بنایا اور اب اتنے بے وفا نکلے کہ اس پر لکھوا دیا "ھذا من فضل ربی"۔

انتظامیہ سے ٹھیک ٹھاک مراسم کی وجہ سے کوئی مجھے پوچھنے والا نہ تھا، میرا شمار شہر کے چند ایک شرفاء میں ہوتا، اتنی دولت ہونے کے باوجود ساری عمر مجھے حج کی سعادت نصیب نہ ہو سکی لیکن اکثر لوگ مجھے صاحب کہہ کر پکارتے، میرے ہاں اکثر مجمع سالگا رہتا، اونچی آواز میں ایک دوسرے کو گالیاں دینا تو عام معمول تھا اور اس شور شرابے سے پورا محلّہ تنگ تھا، خصوصاً اگر پڑوس میں کوئی بیمار ہوتا مگر کسی کو میرے خلاف بات کرنے کی جرات نہ تھی، محلّہ کی مسجد میں میرا آنا جانا بس عید کے روز ہی تھا۔

دنیاوی باتیں کرتے میں تھکتا نہیں تھا، میری زبان قینچی کی طرح چلتی، مگر بدقسمتی سے میری زبان اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کرنے کے معاملے میں بالکل گونگی تھی، کبھی کسی داڑھی والے سے سامنا ہوتا تو نہ جانے کیوں طبیعت مچلنے لگتی، خوب بحث ومباحثہ ہوتا اور اکثر باتوں میں میرے دلائل کچھ اس قسم کے ہوتے۔

نماز: صوفی صاحب یہ فارغ لوگوں کا کام ہے، ابھی تو بڑی عمر پڑی ہے۔ ابھی ٹانگیں ساتھ دے رہی ہیں، جب ٹانگیں کام کرنا چھوڑ جائیں گی تو پھر مسجد اور تسبیح ہی رہ جائے گی۔

روزہ: روزے تو رکھیں غریب جن کے پاس کھانے کے لیے کچھ نہیں۔ ہم تو کھاتے پیتے لوگ ہیں۔

زکوٰۃ: یہ تو ٹیکس کی ایک قسم ہے اور یہ ہم حکومت کو دے رہے ہیں۔

داڑھی: حضرت جی یہ کوئی عمر ہے داڑھی رکھنے کی؟ کیوں شادی کی مارکیٹ میں میرا ریٹ ڈاؤن کر رہے ہو۔ مجھے ابھی چاچا یا بابا جی نہیں کہلوانا۔

پردہ: پردہ تو دل کا ہوتا ہے۔ تم لوگوں کی اپنی نیت میں فتور ہے۔

صدقہ: اللہ چاہتا تو غریبوں کو خود کھلا دیتا۔ جنہیں اللہ نہیں دیتا انہیں ہم کیوں دیں؟

آخرت: چھوڑو جی، یہ سب مولویوں کی گھڑی ہوئی باتیں ہیں خواہ مخواہ ڈراتے رہتے ہیں، وہ جہان کسی نے دیکھا ہے، ہاں اگر ایسا کوئی چکر ہوا تو چونکہ مجھے یہاں بہت کچھ ملا ہوا ہے، آگے جا کر بھی میرے پاس بہت کچھ ہوگا، پھر میں نے کوئی اکیلے مرنا ہے جہاں سبھی ہوں گے وہاں میں بھی چلا جاؤں گا۔ چار دن کی زندگی ہے، خوب عیاشی کے ساتھ گزارو۔

وقت گزرتا گیا، لاپرواہی بڑھتی گئی، ایک دن اچانک میرے وجود نے کام کرنا چھوڑ دیا۔ بیک وقت ایسی حالت ہوگئی کہ صرف ایک گلاس پانی مانگنے کے لیے مجھے پورے جسم کی قوت صرف کرنا پڑی۔ اگلے ہی لمحے ڈاکٹروں کی پوری ٹیم میرے گرد موجود تھی۔ میرے کانوں میں آواز پڑی کہ دل کا شدید دورہ ہے بس دعا کیجئے۔ یہ سنتے ہی مجھ پر کیا گزری، یہ میں ہی جانتا ہوں یا میرا اللہ، اس وقت مجھے پتہ چلا کہ میں کتنی بکواس کیا کرتا تھا کہ موسیقی روح کی غذا ہے اور گانے بجانے سے روح کو سکون ملتا ہے۔ آج تو مجھے اس سکون کی بہت ضرورت تھی، آج میرا دل گانا سننے کو کیوں نہیں چاہ رہا؟

مجھے شہر کے سب سے بڑے اسپتال کے ائیر کنڈیشنر کمرے میں لا کر لٹا دیا گیا۔ میں بستر پر پڑا چھت کو گھور رہا تھا۔ حیرانی کی بات ہے کہ اس وقت چھت ایک بہت بڑی اسکرین تھی اور اس پر میری گھناؤنی زندگی کی پوری فلم چل رہی تھی۔ چھوٹے بڑے سبھی گناہ بہت صاف نظر آ رہے تھے۔ آہ کیسی عجیب فلم تھی؟ میں گناہ کرتا تو دروازے بند کر لیتا کہ کوئی دیکھ نہ لے، افسوس یہ نہ سوچا کہ ایک ذات ایسی بھی ہے جو میری ایک ایک حرکت دیکھ رہی ہے۔ میری بدبختی کہ فرش والوں سے مجھے اتنی شرم آتی رہی اور عرش والے سے مجھے کبھی شرم نہ آئی۔ آہ کتنا بے شرم تھا میں، اس وقت مجھے احساس ہوا کہ اے بد بخت انسان اللہ تعالیٰ کی ہستی کس قدر صابر ہے کہ تیری مسلسل بداعمالیوں اور سیاہ کاریوں پر اس ذات نے کتنا صبر کیا اور تو ایسا ظالم تھا کہ اتنی مہلت دیے جانے کے باوجود اپنی جان پر ظلم کرتا رہا، اپنی ساری بھیانک فلم میں الجھا ہوا تھا کہ مجھے محسوس ہوا جیسے میرے گرد لا الہ الا اللہ کا ورد ہو رہا ہے پھر اچانک کلمے کی ورد میں تیزی آ گئی، حیرت ہے، جب میں گانے سنتا تو بے اختیار میری زبان حرکت کرتی، ساتھ ساتھ میں بھی گنگناتا تھا مگر آج میرے چاروں طرف ایک ہی کلمے کا ورد ہو رہا تھا مگر بڑی کوشش کے باوجود میرے زبان سے ایک لفظ جاری نہ ہو سکا۔

مجھے محسوس ہوا جیسے مجھے ابلتی ہوئی دیگ میں ڈال دیا گیا ہو، جیسے تلوار سے میرے جسم کے ٹکڑے کرنا شروع کر دیئے گئے ہوں، جیسے زندہ بکری کی کھال اتاری جا رہی ہو، جیسے بیلنے میں گنے کے ساتھ مجھے بھی ڈال دیا گیا ہو، جیسے ریل کی پٹڑی پر میرا سر رکھ کر اوپر سے ٹرین گزار دی گئی ہو، جیسے زندہ چڑیا کو آگ پر بھونا جا رہا ہو، جیسے میرے جسم کے چپے چپے پر ڈرل مشین سے سوراخ کیئے

جارہے ہوں، جیسے ایک کانٹے دارٹہنی کو میرے اندر داخل کر کے ایک دم باہر کھینچ لیا گیا ہو۔ اللہ کی قسم اگر موت کی اس تلخی کا جانوروں کو پتہ چل جاتا تو دنیا والو! کوئی تندرست جانور تمہیں کھانے کو نہ ملتا۔ میں بہت چلایا، بہت واویلا کیا، اللہ کا واسطہ دے کر منتیں کرتا رہا کہ آج چھوڑ دو میں بہت نیک ہو جاؤں گا، آئندہ گناہ کے قریب نہیں پھٹکوں گا، آج سے نماز نہیں چھوڑوں گا، آج سے گانے نہیں سنوں گا، فلمیں نہیں دیکھوں گا، ہائے میرے اللہ، ہائے ماں، کاش تو نے مجھے جنا ہی نہ ہوتا کیا ہو گیا ہے مجھے، آج تو میرا مال بھی میرے کام نہیں آ رہا۔ کہاں مر گئے کارندے، کہاں گئے تعلقات، کہاں گیا موبائل پر بار بار میوزک کا بجنا؟......

اچانک ملک الموت کی دہشت ناک آواز میرے کانوں میں گونجی، جس نے رہی سہی کسر بھی نکال دی "نکل اے خبیث روح، اپنے خبیث بدن سے نکل، آج تو بہت قابل مذمت ہے، کھولتے ہوئے پانی، پیپ، زقوم اور طرح طرح کے عذابوں کی تجھے خوش خبری ہو۔ اُف میرے اللہ! کیا ہر بدکار کی روح اس طرح نکلتی ہے؟ اس وقت میں اتنی تکلیف محسوس کر رہا تھا کہ جیسے کسی نے باریک سا کپڑا کانٹے دارٹہنیوں پر ڈال کر زور سے اپنی طرف کھینچا ہو، اس طرح میرا سارا بدن تار تار ہو گیا، پہلے پاؤں ٹھنڈے ہوئے پھر پنڈلیاں اور آہستہ آہستہ پورا بدن ٹھنڈا ہو گیا۔

ملک الموت نے میری روح کھینچ کر نکالی۔ (جیسے گرم سلاخ، گیلی اون میں رکھ کر کھینچی گئی ہو) اس وقت آسمان سے سیاہ چہرے والے فرشتے اترے، انہوں نے پلک جھپکنے میں میری روح کو پکڑا اور ایک گندے سے ٹاٹ میں لپیٹ دیا جو ان کے پاس پہلے سے موجود تھا (ایک وقت تھا کہ میں گھر سے بہترین سوٹ اور اعلیٰ قسم کی خوشبو لگا کر نکلتا اور جس گلی سے گزرتا، پتہ چلتا کہ فلاں صاحب گزر رہے ہیں مگر آج مجھ سے اس قدر بدبو آ رہی تھی جیسے کئی جانوروں کی لاشیں کسی جگہ اکٹھی پڑی ہوں)۔ فرشتے میری روح کو لیکر آسمان کی طرف چڑھنا شروع ہو گئے، وہ فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گزرتے وہ پوچھتے یہ خبیث روح کس کی ہے؟ وہ کہتے فلاں بن فلاں کی۔ وہ بہت بُرے طریقے سے میرا نام بتا رہے تھے، جس طرف سے گزرہوا ان گنت فرشتوں کی آوازیں میرے کانوں میں گونج رہی تھیں، لعنت ہو، لعنت ہو، لعنت ہو۔

(آسمان دنیا پر پہنچ کر فرشتوں نے دروازہ کھولنے کے لیے کہا) مگر دروازہ نہ کھولا گیا آواز

آئی اس قسم کے لوگوں کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے اور نہ ہی اس قسم کے لوگ جنت میں داخل ہوں گے، ان کا جنت میں جانا اتنا ہی محال ہے جتنا سوئی کے ناکے میں اونٹ کا داخل ہونا پھر میری روح نیچے پھینک دی گئی۔

ادھر دنیا میں جامع مسجد کے بڑے بڑے اسپیکروں سے میرے جنازے کا اعلان ہو رہا تھا وہ مسجد جس کے بارے میں پہلے بتا چکا ہوں کہ ساری عمر مجھے کم ہی داخلہ نصیب ہوا مگر نہ جانے کیوں آج عجیب قسم کے تعریفی کلمات کے ساتھ میرے جنازے کا بار بار اعلان ہو رہا تھا اور ہر مرتبہ مجھے حاجی صاحب کہہ کر پکارا گیا، زندگی میں جب کسی کے مرنے کا اعلان ہوتا تو میں ہنستے ہوئے کہتا! جی آج ایک اور صاحب آؤٹ ہو گئے، لیکن یہ بات میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھی کہ اسی اسپیکر پر کبھی میرے جنازے کا بھی اعلان ہو گا۔

میری آنکھیں بند کر دی گئی اور جبڑوں پر کپڑا باندھ دیا گیا میری بدقسمتی کہ روتے روتے کچھ نے ماتم کرنا شروع کر دیا اور کچھ نے بال نوچنا شروع کر دیئے۔ (مگر بعد میں عذاب مجھے بھگتنا پڑا) اسی دوران عصر کی اذان ہوئی گھر میں عورتوں کا ہجوم اور باہر مردوں کا۔ لیکن افسوس شاید ہی کسی نے نماز پڑھی ہو میں نے چیخ کر کہا او غافلو مجھے چھوڑو، میں تو اپنے انجام کو پہنچ چکا تم اپنی فکر کرو نماز کا وقت جا رہا ہے مگر اتنے شور شرابے میں میری کون سنتا؟

میری لاش کے گرد گھر والوں اور رشتہ داروں کا ایک ہجوم تھا، میرا ایک ہاتھ چھوٹی بہن نے اور دوسرا ہاتھ بڑی نے اپنے گالوں کو لگا رکھا تھا، پاؤں کو بیٹیوں نے اپنے بازوؤں سے جکڑا ہوا تھا، میری بیوی بار بار میرے چہرے کی طرف دیکھ رہی تھی، میری ماں میرے چہرے پر ہاتھ پھیر رہی تھی آخری مرتبہ میری ماں نے میرے ماتھے کو چوما اور پھر ایک دم گہما گہمی ہو گئی کوئی کفن خریدنے کے لیے کہہ رہا تھا کوئی قبر کھودنے کے لیے لائٹ کا بندوبست کرنے اور کوئی غسل دینے والے کو بلانے کے لیے۔

غسل دینے کے لیے مسجد سے مولوی صاحب کو لایا گیا، انہوں نے مجھے ایک تختے پر لٹا کر آہستہ آہستہ میرے پیٹ کو دبانا شروع کیا تا کہ اگر کوئی گندگی وغیرہ ہو تو نکل جائے، پھر انہوں نے اپنے ہاتھ پر کپڑے کا لفافہ باندھ کر غسل کی نیت کی اور میری شرمگاہ دھوئی، نجاست صاف کی، پھر

ہاتھ سے لفافہ اتار کر مجھے نماز کے وضو کی طرح وضو کروایا اور میرے جسم پر پانی ڈالا، اوپر سے شروع کیا اور نیچے کو لے گئے، تین بار ایسا کیا اور یہ وہی مولوی صاحب تھے جن سے زندگی میں اکثر میں مذاق کیا کرتا تھا اور کبھی اپنے قریب نہیں پھٹکنے دیتا مگر آج وہی میرے کام آرہے تھے۔ میرے گھر والوں نے کفن کے طور پر ریشمی کڑھائی والا لباس مجھے پہنا دیا اور پھر مجھ بدنصیب پر انتہائی قیمتی پرفیوم کا بھرپور چھڑکاؤ کیا گیا۔ ان عقل کے اندھوں کو کیا پتہ کہ ابھی میرے ساتھ کیا بیتی ہے؟ اگر میں بتانے کے قابل ہوتا کہ فرشتوں نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا تو اللہ کی قسم، سب میری میت کو چھوڑ کر بھاگ جاتے اور اپنی اپنی فکر میں لگ جاتے۔ اسی دوران میرا چھوٹا بیٹا بھاگ کر ایک فوٹو گرافر کو لے کر آیا جو بڑی پھرتی سے ادھر سے اُدھر سے میری تصویر کھینچ رہا تھا، پھر ویڈیو والے آگئے انہیں دیکھ کر میں سمجھ گیا کہ مجھے ریشمی لباس کیوں پہنایا گیا، لوگ اپنی اپنی فلم بنوانے کے لیے انداز بدل بدل کر میری چارپائی کے گرد گھوم رہے تھے۔

پروگرام کے مطابق جنازے کا وقت ہو گیا، آوازیں آنا شروع ہو گئیں۔ ''دیر ہو رہی ہے جی'' جنازہ اٹھانے کی دیر تھی کہ عورتوں کی چیخوں کی آواز سے سارا محلہ ہل کر رہ گیا، میرے بیوی بچے چارپائی سے لپٹ گئے، بڑی مشکل سے مجھے باہر نکالا گیا، چار آدمیوں نے میرے چارپائی کو کندھوں پر اٹھایا، سڑک پر پہنچے تو سارے دوکاندار کھڑے ہو کر افسوس کا اظہار کرنے لگے، کچھ لوگ آگے ٹریفک کنٹرول کر رہے تھے۔ لوگوں کے قدموں کی چاپ سے میں نے اندازہ لگایا کہ لاکھوں کا مجمع ہے، افسوس، پرہیزگار، تہجد گزار، غریب آدمی کا جنازہ ہوتا تو پچاس آدمی اکٹھے نہ ہوتے۔

جنازہ گاہ میں عجیب منظر تھا، کچھ لوگ میرے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی موجود تھے، جو سیاسی اور کاروباری گپیں ھانک رہے تھے، آواز آئی سب آگئے جی۔ صفیں درست کی گئیں، اتنے میں میرے بڑے بیٹے نے رسم پوری کرنے کے لیے آہستہ سے آواز نکالی، جو شاید پہلی صف والے بھی ٹھیک سے نہ سن سکے ہوں، بھائیو! اگر کسی کا قرض میرے باپ کے ذمہ ہو تو وہ بعد میں مجھ سے رابطہ کر سکتا ہے۔ اگر امام صاحب کو میرے قرض کے متعلق علم ہوتا تو مجھے یقین ہے کہ وہ میری نماز جنازہ پڑھانے سے انکار کر دیتے۔ امام صاحب نے اللہ اکبر کہا ہی تھا کہ ایک شخص کی زوردار آواز آئی۔ ''ٹھہرو جی، کچھ لوگ اور آگئے ہیں''۔ بہرحال امام صاحب نے ہاتھ باندھ لیے، افسوس اتنے

بڑے مجمع میں چند ایک ہوں گے جنہیں نماز جنازہ آتی ہو، ورنہ اس معاملہ میں سبھی میرے بھائی نظر آ رہے تھے اور مارے شرم کے دائیں بائیں نظر گھما رہے تھے، کچھ سامنے لگے بڑے سے بورڈ کو گھور رہے تھے جیسے کچھ پڑھنے کی کوشش کر رہے ہوں۔ چار تکبیر کہہ کر سلام پھیر لیا گیا اور میرے ان بھائیوں کی جان میں جان آئی، چونکہ ہر میت کے ساتھ میں بھی ایسے ہی کرتا تھا، آج میرے ساتھ بھی وہی سلوک ہوا، میرے جنازے میں بہت سی ایسی ہستیاں موجود تھیں کہ اگر میرے ساتھ ان کی بھی نماز جنازہ پڑھا دی جاتی تو بہتر ہوتا۔ آخری دیدار کے لیے میرے منہ سے چادر ہٹا دی گئی، بڑی بے ڈھنگی سی قطار میں سبھی میرا منہ دیکھ کر آگے بڑھنے لگے، کوئی اپنے کانوں کو ہاتھ لگاتا، کوئی منہ اوپر کر کے ہاتھ جوڑتا کسی کی آواز آئی یا اللہ معاف کر دے اور کوئی میرے بیٹوں کو ڈھونڈ رہا تھا تا کہ اپنی حاضری لگوا سکیں، پھر مجھے کندھوں پر اٹھا کر سب نے میری قبر کی طرف جو پہلے تیار تھی چلنا شروع کر دیا، پھولوں کی دوکان سے کچھ نے گلاب کے ہار لیے اور کچھ پتیاں لفافے میں ڈال کر لے آئے، مجھے قبر میں اتار کر میرے اوپر مٹی ڈالی جانے لگی، میرے بعض ''خیر خواہ'' ساتھ والی قبروں کی مٹی بھی مجھ پر ڈال رہے تھے۔ اس طرح مجھے منوں مٹی تلے دبا دیا گیا۔ سب اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے، ہر طرف خاموشی چھا گئی، میں جوتیوں کی آواز سن رہا تھا، میں سمجھا کہ جتنی سزا ملنی تھی مل چکی، اب قبر میں آرام سے پڑا رہوں گا مگر یہ بات میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھی کہ اب ایک مستقل عذاب سے پالا پڑنے والا ہے، ایسا دردناک عذاب کہ اللہ کسی دشمن کو بھی نہ دکھائے میری قبر کے باہر گلاب کی خوشبو اور اگر بتیوں کی لپٹیں اور گیلی مٹی کی اپنی مہک تھی مگر قبر میں میرا جی گھبرا رہا تھا۔

قبر نے عجیب طریقے سے میرے ساتھ شکوہ کیا۔ ''اے غافل انسان! تو دنیا میں مگن تھا کوئی دن ایسا نہیں گزرا جس دن میں نے تجھے آواز نہ دی ہو کہ میں وحشت کا گھر ہوں میں تنہائی کا گھر ہوں، میں کیڑوں کا گھر ہوں، جتنے لوگ میرے پشت پر چلتے تھے، میرے نزدیک ان سب سے زیادہ قابل نفرت تو تھا جبکہ آج میں تجھ پر حاکم بنا دی گئی ہوں اور تو میری طرف مجبور کر دیا گیا ہے تو دیکھے گا کہ میں تیرے ساتھ کیا سلوک کرتی ہوں''۔

آناً فاناً دو سیاہ رنگ کے فرشتے میرے قبر میں آ دھمکے انہوں نے مجھے اٹھا کر بٹھا دیا (نہ

پوچھو اس وقت میری حالت کیا تھی، میں تھر تھر کانپ رہا تھا) انتہائی غضبناک لہجے میں بولے "من ربک" حیرانی کی بات ہے کہ زندگی میں شاید کبھی میں نے کوئی قرآنی آیت یا حدیث نبوی ﷺ سنی ہو، لیکن مجھے عربی صحیح سمجھ میں آرہی تھی کہ یہ پوچھ رہے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ عجیب خبط سوار ہوا مجھ پر کہ میں نے جواب دینے کی بجائے عجیب قسم کی بڑھکیں مارنا شروع کر دیں، جیسے شیطان نے کسی کو چھوڑ کر باؤلا کر دیا ہو ہاہالا ادری (ہاہا میں نہیں جانتا) پھر مزید سختی سے بولے، ما دینک (تیرا دین کیا ہے؟) دوبارہ میں نے وہی جواب دیا، انتہائی غضبناک ہو کر بولے "ماھذا الرجل الذی بعث فیکم" (کون ہیں یہ جن کو تیری طرف بھیجا گیا) قسمت کھوٹی اس مرتبہ بھی میری زبان سے وہی الفاظ جاری ہوئے۔ آسمان سے آواز آئی کذب (کہ یہ جھوٹا ہے) فافرشوہ من النار (اس کا بستر آگ کا بچھادو) والبسوہ من النار (اسے آگ کا لباس پہنادو) وافتحوا لہ باب من النار (اس کے لیے دوزخ کی طرف ایک دروازہ کھول دو)۔

یہ آواز آنے کی دیر تھی کہ اسی وقت میری قبر میں لو اور گرمی آنا شروع ہوگئی اور قبر اتنی تنگ ہو گئی کہ میری پسلیاں ایک دوسرے میں گھس گئیں، پھر کیا سناؤں، ایک اندھا اور بہرہ فرشتہ میری قبر پر مسلط کر دیا گیا جس کے ہاتھ میں لوہے کا ایک گرز تھا، اس نے اس گرز سے مجھے مارنا شروع کر دیا اور اتنا مارا کہ میری چیخوں کی آواز جنوں اور انسانوں کے علاوہ ارد گرد کی باقی تمام چیزیں سن رہی تھیں۔

بھائیو اور بہنو: اگر تمہیں پتہ چل جائے کہ مجھے اس وقت کتنی تکلیف ہوئی تو اللہ کی قسم تم لوگ اپنے مردے دفنانا چھوڑ دو۔ یہاں میں نے بہت کچھ برداشت کیا اور بھی کر رہا ہوں مگر ایک بات جو اس سزا سے زیادہ اذیت ناک دکھائی دے رہی ہے وہ یہ کہ اے اللہ قیامت کے روز یہ ذلیل و مکروہ چہرہ لے کر کس طرح تیرے حضور حاضری دوں گا، اپنے جرائم کا تجھے کیا جواب دوں گا؟ قبر میں تو کوئی دیکھنے والا نہیں کہ یہاں میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے مگر میدان حشر میں تو ساری امتیں ہونگی سارے انبیائے کرام ہوں گے اور خصوصاً سرور دو جہاں، سید الاولین و آخرین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بھی موجود ہوں گے، کیا سوچیں گے میرے بارے میں؟

کاش کوئی بہن یا بھائی میرا پیغام میری اولاد کو بھی پہنچا دے کہ آؤ اپنے بدنصیب باپ کی

انگاروں سے بھری ہوئی قبر دیکھو، میرے بچو، میری قبر میں بہت سے سانپوں نے مجھے گھیر رکھا ہے جو سارا دن میرے بدن کو نوچتے رہتے ہیں میرے بیٹو، میرے قبر پر ایک بار آ کر تو دیکھو اگر تمہیں یہاں آنے کی فرصت نہیں تو میرے چھوڑے ہوئے مال سے کچھ صدقہ کر دو، یہ بھی نہیں تو اس مسکین کی ایک التجا ہے کہ میرے ذمہ عبدالرحمٰن کی رقم ہے جس کا تمہیں علم ہے، کم از کم اس کا کچھ کر دو، برخوردارو ابھی تم نے اس سے رابطہ نہیں کیا، تمہیں یاد ہوگا کہ تم نے جنازہ گاہ میں اعلان کیا تھا عبدالرحمٰن نے اس وقت مناسب نہ سمجھا کہ رقم کے بارے میں تم سے بات کرے اس کی شرافت دیکھو کہ رقم کے مطالبے کے لیے آج تک تمہارے دروازے پر نہیں آیا، اللہ کے واسطے کم از کم وہی حساب چکا دو، میں یہاں بہت بے بس ہوں، چک بک سیف میں پڑی رہ گئی اور آتے وقت تم نے میری راڈو کی گھڑی، سونے کی انگوٹھی، لاکٹ، بٹوا، سب کچھ نکال لیا حتیٰ کہ میرے کپڑے تک اتار لیے، اب یہاں کیا ہے میرے پاس؟ کل جب وہ مجھ سے کچھ مانگے گا تو کہاں سے دوں گا؟ نیکیاں تو پہلے ہی میرے پاس نہیں کہ اسے دے کر راضی کرلوں، اب لگتا ہے اس کے گناہ مجھ پر لاد دیئے جائیں گے۔

بیٹا کتنے دکھ کی بات ہے کہ قرضہ ادا کرنے کی تمہیں توفیق نہ ہوئی مگر میرے چالیسویں پر تم نے کئی لاکھ خرچ کر ڈالے، کیا ضرورت تھی اتنے بڑے بڑے لوگوں کو اکٹھا کرنے کی؟ کیا ضرورت تھی اخبارات میں تصویر اور خبر لگوانے کی؟ کیا ضرورت تھی دعوتی کارڈ چھپوانے کی؟ روسٹ، مرغ، پائے، بریانی، میٹھے چاول، فرنی، پھلوں کی ڈشیں اور سویٹ وغیرہ لائنوں میں سجا کر ویڈیو بنواتے ہوئی تمہیں ذرا شرم نہ آئی اور پھر ڈوب مرنے کا مقام تھا جب دو بھانڈ شامیانے دیگیں اور اتنا بڑا مجمع دیکھ کر مخصوص آواز نکالتے ہوئے پنڈال میں آئے، وہ تو ایک صاحب نے عقلمندی کی کہ جلدی سے آگے بڑھ کر انہیں بتایا کہ یہ شادی کی تقریب نہیں بلکہ حاجی صاحب کا چالیسواں ہے مگر وہ بھی آخر بھانڈ تھے، جاتے دفعہ کہنے لگے "اللہ حاجی صاحب کے چالیسویں کا یہ حال ہے تو شادی پر کیا طوفان برپا ہوا ہوگا"۔

میرے بچو! جب تم گھر میں (جسے میں اپنا سمجھتا تھا زور زور سے قہقہے لگاتے ہو اللہ کی قسم مجھے یہاں بہت تکلیف ہوتی ہے اتنے لچر اور فحش قسم کے گانوں کی آوازیں اس گھر سے بلند ہوتی

ہیں کہ اللہ کی پناہ اگر گانے بجانے کے بغیر تمہاری گزر نہیں ہوتی تو کم از کم آواز ہی آہستہ رکھا کرو اور یہ میرے مرنے کے بعد نئی کار، نئی موٹر سائیکل، کیا سوچتے ہوں گے محلے والے؟ تمہارے سامنے تو کچھ نہیں کہتے مگر سارا محلّہ کہتا ہے کہ باپ کے مرنے پر جشن منا رہے ہیں۔ میرے بچو! میں جانتا ہوں کہ تمہارا وقت بہت قیمتی ہے، بس آخری بات! اس کے بعد کچھ نہیں کہوں گا، بیٹا! اپنی ماں اور بہنوں سے کہنا کہ اللہ سے ڈریں، چند دن بھی ان سے صبر نہ ہو سکا، خوب بناؤ سنگھار کر کے اتنے چمکیلے، بھڑ کیلے لباس اور کھلے بالوں کے ساتھ بے پردہ باہر آنا جانا چھوڑ دیں، کیوں کرتے ہو یہ سب کچھ کیوں اذیت دیتے ہو مجھے؟ یقین مانو، یہ سب کچھ کرتے تم ہو مگر بھگتنا پڑتا ہے مجھے۔ میری سزا میں اضافہ ہوتا ہے، کیوں کرتے ہو اس طرح؟ آخر میں تمہارا باپ ہوں جو سلوک تم میرے ساتھ کر رہے ہو اس طرح تو کوئی شریف ہمسایہ بھی نہیں کرتا، تم تو میری اولاد ہو، باپ سمجھ کر نہیں تو کم از کم ایک ہمسائے جتنی حیثیت تو دے دو زندگی میں تم ابا جان، ابا جان کہتے تھکتے نہیں تھے، تمہیں ہی پالنے کے لیے حرام کماتا رہا، آج کیا ہو گیا ہے مجھے؟ یہی نا کہ یہاں میرے پاس دولت نہیں ہے تمہارا ستیاناس ڈرائنگ روم میں میری اتنی بڑی تصویر پر ہار ڈال کر سجا رکھی ہے کس کو دکھانے کے لیے جاؤ میں تمہیں جائیداد سے عاق کرتا ہوں اللہ تم جیسی اولاد کسی کو نہ دے۔

خیر، اس میں میرا اپنا قصور بھی ہے، میں نے اولاد کے لیے سب کچھ کیا مگر ان کی تربیت کے لیے کچھ نہ کیا، میں کہتا تھا کہ بچے بڑے ہو کر کیا کہیں گے کہ ہمارے باپ نے ہمارے لیے کوئی جائیداد بھی نہیں بنائی۔ افسوس اگر ان کی تربیت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق کرتا تو آج یہی اولاد میرے لیے صدقہ جاریہ ہوتی۔ اس وقت اگر کوئی کہتا کہ اپنی اولاد کو قرآن کی تعلیم بھی دلواؤ تو میں کہتا، میں نے انہیں افسر بنانا ہے "ملا نہیں بنانا"۔ افسوس اچھے افسر تو بن گئے مگر اچھے مسلمان نہ بن سکے یا کم از کم ایک بیٹی کی اچھی تربیت کر دیتا تو شاید میرے لیے جنت میں داخلے کا ذریعہ بن جاتی مگر اب پچھتانے سے کیا فائدہ یہ تو ظاہر ہے کہ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے مجھ جیسے ماں باپ کے نافرمان کا یہی حال ہونا چاہیے۔

بھائیو اور بہنو! بس آخری بات، میرے زخمی اور لرزتے ہوئے ہاتھ دیکھو، اب اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ میرے اس انجام سے عبرت پکڑو، بڑھاپا آنے سے پہلے جوانی میں کچھ کر لو

بیماری آنے سے پہلے تندرستی میں کچھ کرلو، تنگی آنے سے پہلے خوشحالی میں کچھ کرلو، مصروفیت آنے سے پہلے فرصت میں کچھ کرلو اور موت آنے سے پہلے زندگی میں کچھ کرلو، ورنہ میری طرح پچھتاؤ گے، بہت پچھتاؤ گے، مجھے اب امید کی ایک ہی کرن نظر آتی ہے کہ میری باتیں سن کر کسی بہن یا بھائی نے اللہ کے خوف سے صرف ایک آنسو بہادیا اور سچی توبہ کرلی تو نہ جانے کیوں میرا دل گواہی دیتا ہے کہ ایسے ایک فرد کی بدولت اللہ میری قبر بھی ٹھنڈی کردے گا۔ میرا عذاب ٹل جائے گا، میری قبر تا حد نگاہ کشادہ کردی جائے گی۔ مجھے جنتی خوشبوئیں آئیں گی، میری قبر میں جنتی بستر بچھ جائے گا، مجھے جنتی لباس پہنا دیا جائے گا اور کہا جائے گا سو جا جس طرح دلہن سو جاتی ہے۔

بھائیو اور بہنو! اب ترس کھاؤ اس بدنصیب بھائی پر اللہ کے واسطے سستی نہ کرنا، ابھی سے یہاں آنے کی تیاری شروع کردو، میری طرف دیکھو، مجھے مرے ہوئے کئی سال گزر گئے جان نکلتے وقت جو تکلیف ہوئی، آج بھی محسوس کر رہا ہوں اب تو دل سے ایک دعا نکلتی ہے کہ پروردگار! مجھ جیسے انجام سے ہر مسلمان مرد اور عورت کو محفوظ فرما، ان کی قبر اور حشر کی منزلیں آسان فرما۔ آمین۔

(بشکریہ یادگار پبلشرز حیدرآباد)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی آخرت کی فکر اور جہنم میں لے جانے والے اعمال سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العلمین۔

اللہ
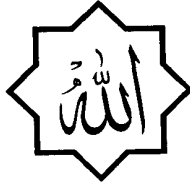
مضمون نمبر ۴

جہنم اور ہم سب کے لئے لمحہ فکریہ اور سامان عبرت

جہنم اور جہنمیوں کے حالات جواب تک آپ نے پڑھے یہ اس لئے نہیں لکھے گئے کہ سرسری نظر سے پڑھ کر کتاب الماری کے سپرد کردی جائے اور جہنم اور جہنمیوں کے حالات کو پڑھ کر دیگر قصوں اور افسانوں کی طرح بھلا دیا جائے۔

درحقیقت گزشتہ واقعات واحوال جو بیان کئے گئے ہیں چونکہ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کا ترجمہ ہیں اس لئے بلاشک صحیح اور واقعی ہیں اگران کو بار بار پڑھا جائے اور اپنی بداعمالیوں پر نظر کی جائے تو سخت دل والا انسان بھی اپنی زندگی کو بہت آسانی سے پلٹ سکتا ہے، اور اپنے نفس کو دوزخ کے حالات سمجھا کر نیکیوں کے راستہ پر ڈال سکتا ہے، بشرطیکہ خداوند عالم اور اس کے رسول ﷺ کو سچا سمجھتا ہو اور ان کے بتائے ہوئے احوال دوزخ کو صحیح اور واقعی مانتا ہو۔ مومن بندے ہمیشہ اپنی زندگی کا حساب کرتے رہتے ہیں اور اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں دوزخ سے پناہ میں رہنے کی دعا کرتے رہتے ہیں، بھلا ہوسکتا ہے کہ جو شخص ان حالات کو صحیح سمجھتا ہو وہ اپنی زندگی کو دنیا کی لذتوں اور فنا ہو جانے والی عزت اور دولت کے حاصل کرنے میں گنوا دے؟ رسول ﷺ نے فرمایا کہ دوزخ کو لذتوں میں چھپا دیا گیا ہے اور جنت ناگواریوں میں چھپائی گئی ہے۔

یعنی گنہگار دنیاوی لذتوں میں پڑ کر زندگی گذارنے والے وہ کام کررہے ہیں جن کے پردہ میں دوزخ ہے اور نفس کو ناگواریوں میں پھنسا کر اچھے عمل کرنے والے وہ کام کررہے ہیں جن کے پردے میں جنت ہے۔ آہ! ان لوگوں کو جہنم کے حالات کا پتہ ہی نہیں جو خودکشی کر کے یہ سمجھتے ہیں کہ مصیبت سے چھٹکارا ہو جائے، اور جو دنیا کی سختی اور مشقت سے گھبرا کر یوں کہہ دیتے ہیں کیا خدا کے یہاں میرے لئے دوزخ میں بھی جگہ نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر دوزخ کی آگ، اس کے سانپ، بچھو، آگ کے کپڑے عذاب کے طریقے، اہل دوزخ کی خوراک وغیرہ کا دھیان رہے تو صدارت وزارت اور دوسرے عہدوں کی تحصیل میں گناہ کرنے والے حرام کمائی سے روپیہ جمع کرنے اور بلڈنگ و جائیداد بنانے والے ہرگز اپنی آخرت خراب نہ کرتے، بھلا جسے دوزخ کی بھوک کی خبر ہو وہ روزہ چھوڑ سکتا ہے؟ اور جو دوزخ کی آگ سے واقف ہو وہ ذرا سی نیند اور فانی آرام کے لئے نماز برباد کر سکتا ہے؟ اور جو دوزخ کے سانپ بچھوؤں کے ڈسنے کی سوزش سے باخبر ہو وہ یوں کہہ سکتا ہے کہ داڑھی رکھنے سے کھجلی ہوتی ہے؟ جنہیں حب الحزن کی خبر ہو وہ ریا کاری کے لئے عبادت کیسے کر سکتے ہیں اور جن کو تصویر کشی کے انجام کا پتا ہو وہ تصویر بنا سکتے ہیں؟ جن کو یقین ہو کہ شراب پینے کی سزا میں دوزخیوں کے جسموں کا دھوون یا نچوڑ پینا پڑے گا وہ شراب کے پاس جا سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں! ہرگز نہیں!

حقیقت یہ ہے کہ جنت اور دوزخ کے حالات صرف زبانوں تک محدود رہ گئے ہیں اور یقین کے درجہ میں نہیں رہے ورنہ گناہ تو درکنار چھوٹے گناہوں کے پاس جانا بھی بعید از تصور ہوتا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے تھے کہ اگر جنت اور دوزخ میرے سامنے رکھ دیئے جائیں تو میرے یقین میں ذرا سا بھی اضافہ نہ ہوگا۔ یعنی میرا ایمان بالغیب اس قدر مضبوط ہے کہ آنکھوں سے دیکھ کر بھی اتنا ہی یقین ہو سکتا ہے جتنا کہ دیکھے بغیر ہے، جن کو دوزخ کے حالات کی خبر ہو تو وہ گناہ تو کیا کرتے اس دنیا میں نہ ہنستے نہ خوشی مناتے۔ الترغیب والترغیب میں ایک روایت نقل کی ہے کہ رسول ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے میں نے میکائیل کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا؟ عرض کیا جب سے دوزخ کی پیدائش ہوئی ہے میکائیل نہیں ہنسے۔

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر تم نے وہ منظر دیکھا ہوتا جو میں نے دیکھا ہے تو ضرور کم ہنستے اور زیادہ روتے! صحابہؓ نے عرض کیا آپ نے کیا دیکھا؟ ارشاد فرمایا میں نے جنت اور دوزخ دیکھے۔

حضرت ابن انسؓ فرماتے تھے، مجھے تعجب ہے کہ لوگ ہنستے ہیں حالانکہ ان کو دوزخ سے

بچنے کا یقین نہیں ہے۔ حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ ایک بار (مکان سے) باہر تشریف لائے اور دیکھا کہ لوگ کھل کھلا کر ہنس رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ اگر تم لذتوں کو ختم کر دینے والی چیز (یعنی موت) کو کثرت سے یاد کرتے تو تمہیں اس کی فرصت نہیں ملتی جس حال میں تم کو دیکھ رہا ہوں۔

الحاصل ہوشیار وہی ہے جو اپنی آخرت کی زندگی بنائے اور گناہوں کے ذریعہ دو چار روزہ مال و دولت، عزت و آبرو، جاہ و حکومت کے پھندوں میں پڑ کر اپنی جان کو دوزخ کے حوالے نہ کرے، جب عذاب میں مبتلا ہوگا تو پچھتانے اور **یلیتھا کانت القاضیہ ما اغنی عنی مالیہ ج ھلک عنی سلطنیہ ط** (ہائے کاش وہ موت ہی ختم کر دیتی، میرے کام کچھ نہ آیا میرا مال، جاتی رہی میری حکومت) کہنے اور ہاتھ ملنے سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ جنت جیسی آرام کی جگہ کی طلب سے لاپرواہی اور دوزخ جیسے بے مثال دارالعذاب سے بچنے کی فکر سے غفلت بے عقلوں ہی کا کام ہو سکتا ہے رسول ﷺ نے فرمایا کہ جنت کو طلب کرو جتنا تم سے ہو سکے اور دوزخ سے بھاگو جتنا تم سے ہو سکے کیونکہ جنت کا طلبگار اور دوزخ سے بھاگنے والا (لاپرواہی کی نیند) سو نہیں سکتا۔ (الترغیب والترغیب)

حضرت یحیٰ محمد بن المنکدر رجب روتے تھے تو آنسو کو اپنے منہ اور ڈاڑھی سے پونچھتے تھے اور اس کی وجہ یہ بتاتے تھے کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ اس جگہ جہنم کی آگ نہ پہنچے گی جہاں خوف خدا کی وجہ سے آنسو پہنچے ہوں گے۔ حضرت زین العابدینؒ ایک مرتبہ نماز پڑھ رہے تھے کہ گھر میں آگ لگ گئی مگر آپ نماز میں مشغول رہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ کو خبر نہ ہوئی؟ فرمایا کی دنیا کی آگ سے آخرت کی آگ نے غافل رکھا۔

ایک صاحب دل کا قصہ ہے کہ رات کو سونے کے لئے بستر پر جاتے اور سونے کی کوشش کرتے مگر نیند نہ آتی لہٰذا نماز شروع کر دیتے تھے اور بارگاہ خداوندی میں عرض کرتے تھے، کہ اے اللہ آپ کو معلوم ہے کہ جہنم کی آگ کے خوف نے میری نیند اڑا دی پھر صبح تک مشغول رہتے۔

حضرت ابو یزید ہر وقت روتے رہتے تھے، اس کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا کہ خدا کا یوں ارشاد ہو کہ گناہ کرو گے تو ہمیشہ کے لئے حمام (غسل خانہ) میں قید کئے جاؤ گے تو اس کے خوف سے

میرا آنسو ہرگز نہ تھمے گا۔ پھر جب کہ گناہ کرنے پر دوزخ سے ڈرایا گیا ہے جس کی آگ تین ہزار سال تک گرم کی گئی ہے تو میرے آنسو کیسے رکیں؟ **فاعتبروا یا اولی الابصار**

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی آخرت کی فکر اور جہنم میں لے جانے والے اعمال سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العلمین۔

مضمون نمبر ۵

جہنم سے ہمیشہ ڈرتے رہیئے

اس سلسلے میں بہت سی آیات قرآنی اور احادیث مبارکہ وارد ہیں۔ یہاں چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے﴿ **یایھاالذین آمنوا قوا انفسکم و اھلیکم نارا وقودھا الناس والحجارۃ علیھا ملائکۃ غلاظ شداد لا یعصون اللہ ما امرھم ویفعلون مایؤمرون**﴾ (التحریم : ۶)

ترجمہ اے ایمان والو تم اپنے آپ کو اور گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جس پر تند خو اور مضبوط قوی فرشتے متعین ہیں کہ نہ وہ کسی پر رحم کریں نہ کوئی ان کا مقابلہ کر کے بچ سکے‘ جو خدا کی نافرمانی نہیں کرتے کسی بات میں جو ان کو حکم دیتا ہے۔ اور جو کچھ ان کو حکم دیا جاتا ہے اس کو فوراً بجالاتے ہیں۔

فائدہ اس آیت میں تمام مسلمانوں کو حکم ہے کہ جہنم کی آگ سے اپنے آپ کو بھی بچائیں اور اپنے اہل وعیال کو بھی۔ پھر جہنم کی آگ کی شدت کا ذکر فرمایا اور آخر میں یہ فرمایا کہ جو اس جہنم کا مستحق ہوگا وہ کسی زور طاقت جتھہ یا خوشامد یا رشوت کے ذریعہ ان فرشتوں کی گرفت سے بچ نہیں سکے گا جو جہنم پر مسلط ہیں جن کا نام زبانیہ ہے۔ لفظ اھلیکم میں اہل وعیال سب داخل ہیں جن میں بیوی‘ اولاد‘ غلام‘ باندیاں‘ سب داخل ہیں اور بعید نہیں کہ ہمہ وقتی نوکر چاکر بھی غلام باندیوں کے حکم میں ہوں۔

فائدہ ایک اور روایت میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر بن خطاب ؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ اپنے آپ کو جہنم سے بچانے کی فکر تو سمجھ میں آگئی (کہ ہم گناہوں سے بچیں اور احکام الٰہیہ کی پابندی کریں) مگر اہل وعیال کو ہم کس طرح جہنم سے بچائیں؟ رسول اللہ

ﷺ نے فرمایا کہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو جن کاموں کے لئے منع فرمایا ہے ان کاموں سے ان سب کو منع کرو اور جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے تم ان کے کرنے کا اہل وعیال کو حکم کرو تو یہ عمل ان کو جہنم کی آگ سے بچا سکے گا۔ (روح المعانی۔قرطبی ص۱۹۶ ج۱۸)

فائدہ عبدالعزیز بن ابی رواد فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک ایسے پہاڑ کے پاس سے گزرے جو آسمان اور زمین کے درمیان لٹکا ہوا تھا۔تو آپ اس میں داخل ہوئے اور رو پڑے اور تعجب فرمایا پھر اس سے نکلے اور آس پاس کے لوگوں سے اس کے لٹکنے کا سبب دریافت فرمایا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں اس کا علم نہیں ہمارے باپ دادا نے بھی اسے اسی طرح لٹکا ہوا پایا ہے۔تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اس پہاڑ کو اجازت دیں کہ یہ مجھے اپنا قصہ بیان کرے تو اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کو اجازت دی تو اس نے بتلایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے آگ کے متعلق فرمایا کہ اس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہوں گے تو میرے اندر ہیجان اور خوف پیدا ہوا کہ میں بھی اس آگ کے ایندھن میں نہ ہوں؟ بس اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ مجھے اپنی امان میں رکھیں۔پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے اس پہاڑ کو امان دی پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کو کہا کہ اب تو تو خوش ہے؟ اس کے بعد سے پہاڑ کو زمین پر رکھ دیا گیا۔ (رواہ ابن المنذر، در منثور)

فائدہ.... حضرت عبدالعزیز بن ابی رواد فرماتے ہیں جب اللہ جل شانہ نے یہ آیت حضور ﷺ پر نازل فرمائی اور آپ ﷺ نے اسے ایک روز اپنے صحابہ کے سامنے تلاوت کیا تو ایک نوجوان بے ہوش ہو کر گر گیا، تو آپ ﷺ نے اس کے دل پر دست مبارک رکھا تو وہ دھڑک رہا تھا تو حضور ﷺ نے فرمایا اے نوجوان کہو لا الہ الا اللہ تو اس نے کلمہ پڑھا پھر آپ ﷺ نے اسے جنت کی بشارت دی۔

جہنم سے ڈرنے سے متعلق آیات قرآنی

(پہلی آیت شروع میں گزر چکی ہے باقی آیات درج ذیل ہیں)

(آیت نمبر۲)﴿ فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکفرین ﴾ (البقرہ:۲۴)

(ترجمہ) بچو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں تیار رکھی ہوئی ہے کافروں

کے لئے۔

(آیت نمبر۳) ﴿ واتقوا النار التی اعدت للکفرین ﴾ (آل عمران:۱۳۱)

(ترجمہ) اور اس آگ سے بچو جو دراصل کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

(آیت نمبر۴) ﴿ فانذرتکم نارا تلظی ﴾ (اللیل:۱۴)

(ترجمہ) اور تم کو ایک بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈرا چکا ہوں۔

(آیت نمبر۵) ﴿ لھم من فوقھم ظلل من النار ومن تحتھم ظلل ذلک یخوف اللہ بہ عبادہ یعباد فاتقون ﴾ (الزمر:۱۶)

(ترجمہ) ان کے لئے ان کے اوپر سے بھی آگ کے شعلے ہوں گے اور انکے نیچے سے بھی آگ کے (محیط) شعلے ہوں گے یہ وہی (عذاب) ہے جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔

(آیت نمبر۶ تا۱۲) ﴿ وماھی الا ذکری للبشر کلا والقمر والیل اذادبر والصبح اذااسفر انھا لاحدی الکبر نذیرا للبشر لمن شاء منکم ان یتقدم اویتأخر ﴾ (المدثر:۳۱۔۳۷)

(ترجمہ) اور دوزخ (کا حال بیان کرنا) صرف آدمیوں کی نصیحت کے لئے ہے (تاکہ وہاں کے عذاب کو سن کر ڈریں) بالتحقیق قسم ہے چاند کی اور رات کی جب جانے لگے اور صبح کی جب روشن ہو جائے کہ دوزخ بڑی بھاری چیز ہے جو انسان کے لئے بڑا ڈراوا ہے (یعنی) تم میں جو (خیر کی طرف) آگے بڑھے اس کے لئے بھی یا جو (خیر سے) پیچھے ہٹے اس کے لئے بھی۔

حضرت حسن بصری اللہ تعالیٰ کے فرمان نذیرا للبشر کے متعلق فرماتے ہیں قسم بخدا اللہ تعالیٰ نے بندوں کو جہنم سے زیادہ خوفناک کسی شئے سے نہیں ڈرایا۔ (ابن ابی حاتم)

اللہ تعالیٰ نے جہنم کو نافرمان جن وانس کے لئے پیدا فرمایا ہے اور انہیں سے جہنم کو بھرا جائے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

﴿ ولقد ذرأنا لجھنم کثیرا من الجن والانس لھم قلوب لا یفقھون بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا ﴾ (الاعراف ۱۷۹)

(ترجمہ) ہم نے ایسے بہت سے جن اور انسان دوزخ (ہی میں رہنے) کے لئے پیدا

کیے ہیں جن کے (نام کوتو) دل (ہیں مگر) ایسے ہیں جن سے (حق بات کو) نہیں سمجھتے (چونکہ اس کا ارادہ ہی نہیں کرتے) اور جن کے (نام کوتو) آنکھیں (ہیں مگر) ایسی ہیں جن سے (نظر استدلال کے طور پر کسی چیز کو نہیں دیکھتے جن کے (نام کوتو) کان (ہیں مگر) ایسے ہیں جن سے (متوجہ ہو کر حق بات کو) نہیں سنتے۔ و تمت کلمة ربک لأملأنّ جهنم من الجنة و الناس اجمعين

(ھود:۱۱۹)

(ترجمہ) اور آپ کے رب کی یہ بات پوری ہوگئی کی میں جہنم کو جنات سے اور انسانوں سے دونوں سے بھر دوں گا۔

﴿ ولكن حق القول منى لأملا ن جهنم من الجنة و الناس اجمعين ﴾

(السجدة :۱۳)

(ترجمہ) اور لیکن میری (تو) یہ (ازلی تقدیری) بات (بہت سی حکمتوں سے) محقق (پختہ) ہو چکی ہے کہ جہنم جو جنات وانسان دونوں (میں جو کافر ہوں گے ان) سے ضرور بھروں گا۔

ويوم يحشر هم جميعًا يٰمعشر الجن قداستكثر تم من الانس......الخ

(انعام:۱۲۸)

(ترجمہ) اور (وہ دن یاد کرنے کے قابل ہے) جس روز اللہ تعالیٰ تمام خلائق کو جمع کریں گے (اور ان میں سے بالخصوص کفار کو حاضر کر کے ان میں جو شیاطین الجن ہیں ان سے کہا جاوے گا کہ) اے جماعت جنات کی تم نے انسانوں (کے گمراہ کرنے) میں بڑا حصہ لیا (اور ان کو خوب بہکایا۔ اسی طرح انسانوں سے پوچھا جاوے گا الم اعهد اليكم يا بني ادم ان لا تعبدوا الشيطان الغرض شیاطین الجن بھی اقرار کریں گے) اور جو انسان ان (شیاطین جن) کے ساتھ تعلق رکھنے والے تھے وہ (بھی اقرار) کریں گے اے ہمارے پروردگار (آپ صحیح فرماتے ہیں واقعی) ہم میں ایک نے دوسرے سے (اس ضلال و اضلال کے باب میں نفسانی فائدہ حاصل کیا تھا اور ہم اپنی اس معین میعاد تک آپہنچے جو آپ نے ہمارے لئے معین فرمائی (یعنی قیامت آگئی) اللہ تعالیٰ (سب کفار جن وانس سے) فرمائیں گے کہ تم سب کا ٹھکانا دوزخ ہے جس میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہو گے (کوئی سبیل و تدبیر نہیں) ہاں اگر خدا ہی کو (نکالنا) منظور ہو تو دوسری بات ہے۔

﴿ وانا منا المسلمون ومنا القسطون فمن اسلم فا و لئک تحروا رشدًا واما القسطون فکانوا لجھنم حطبا﴾ (الجن : ۱۴ ۔ ۱۵)

(ترجمہ) اور ہم میں بعضے تو مسلمان (ہوگئے) ہیں اور بعضے ہم میں (بدستور سابق) بے راہ ہیں سو جو مسلمان ہو گیا انہوں نے بھلائی کا راستہ ڈھونڈ لیا (جس پر ثواب مرتب ہوگا) اور جو بے راہ ہیں وہ دوزخ کے ایندھن ہیں۔

یہ جنات کا کلام تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کی زبانی قرآن میں نقل فرمایا

﴿ سنفرغ لکم ایه الثقلان فبأی الاء ربکما تکذبان ﴾ (الرحمن : ۳۱، ۳۲)

(ترجمہ) اے جن و انس ہم عنقریب تمہارے (حساب و کتاب کے) لئے خالی ہوئے جاتے ہیں۔ پس تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

﴿ یرسل علیکما شواظ من نا ر و نحاس فلاتنتصران ﴾ الٰی قوله فبأی الاء ربکما تکذبان فیومئذ لا یسئل عن ذنبه انس ولاجان فبای ء الاء ربکما تکذبان یعرف المجرمون بسیمٰھم فیؤخذ بالنواصی والا قدام ﴾

(الرحمٰن: ۳۵۔۴۱)

(ترجمہ) تم (جن وانس) پر آگ کے صاف شعلے اور دھواں ملے ہوئے شعلے چھوڑے جائیں گے پھر تم بدلہ بھی نہیں لے سکو گے۔ پس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ پھر جب آسمان پھٹ جائے گا اور رنگے ہوئے چمڑے کی طرح گلابی ہو جائے گا۔ پس تم رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ پھر اس دن کسی آدمی سے اور جن سے اس کے گناہ کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا۔ پس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے، مجرم اپنے چہرے سے ہی پہچانے جائیں گے۔ پھر ان کو پیشانی کے بالوں اور پاؤں سے پکڑا جائے گا (اور جہنم میں پھینک دیا جائے گا

(فائدہ) حدیث میں ہے کہ اس سورۃ کو نبی کریم ﷺ نے جنات کے سامنے پڑھا اور اس کی تبلیغ کی کیونکہ یہ ان کی پیدائش، موت، جی اٹھنے اور ان کی جزاء و سزا پر بھی مشتمل ہے۔

(بحوالہ جہنم کے خوفناک مناظر)

جہنم سے ڈرنے سے متعلق احادیث نبوی ﷺ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے جماعت مسلمین! تم اس شئے میں رغبت نہ رکھو جس سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں خوف دلایا ہے اور جہنم سے ڈرو اور جنت کا شوق رکھو کیونکہ جنت کا ایک قطرہ تمہاری دنیا میں تمہارے پاس آجائے گا تو ساری دنیا کو تم پر شیریں کردے اور اگر جہنم کا ایک قطرہ تمہاری دنیا میں تمہارے پاس آجائے تو ساری دنیا کو تم پر بدمزہ کردے۔ (بیہقی)

حضرت ابو ہریرہؓ حضور ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"بلاشبہ میری اور میری امت ایسے آدمی کی طرح ہے جس نے آگ جلائی بس جانور اور پتنگے اس میں گرنے لگ گئے۔ پس میں تمہیں جہنم سے بچانے کے لئے تمہارے دامن سے پکڑ رہا ہوں اور تم اس میں دھڑ ادھڑ گرے جارہے ہو۔" (بخاری ومسلم)

یہ روایت مختلف الفاظ سے مسند احمد، مسند بزار، طبرانی وغیرہ میں بھی مروی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں جب آیت وانذر عشیر تک الاقربین (شعراء) نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے قریش کو جمع کیا جب وہ جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے عمومی اور خصوصی طور پر قبیلوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ اے بنو کعب اپنے نفسوں کو آگ سے بچاؤ، اے بنو مرہ بن کعب اپنے نفسوں کو آگ سے بچاؤ، اے بنو عبد شمس اپنے نفسوں کو آگ سے بچاؤ، اے بنو ہاشم اپنے نفسوں کو آگ سے بچاؤ، اے بنو عبدالمطلب اپنے نفسوں کو آگ سے بچاؤ، اے فاطمہ بنت محمد اپنے نفسوں کو آگ سے بچاؤ۔ بلاشبہ میں اللہ سے کسی شئے کا تمہارے لئے مالک نہیں ہوں۔

(مسلم شریف)

حضرت کلیب بن حزنؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے فرماتے سنا کہ: جنت کو اپنی کوشش کے ساتھ طلب کرو اور جہنم سے اپنی کوشش کے ساتھ دور بھاگو پس جنت کے طالب کو سونا نہیں چاہئے اور جہنم سے بھاگنے والے کو (بھی) نہیں سونا چاہئے کیونکہ آخرت آج ناپسندیدہ اشیاء کے احاطہ میں ہے اور بلاشبہ دنیا لذات اور شہوات کے احاطہ میں ہے یہ تمہیں آخرت سے بے پرواہ

نہ کردے (طبرانی وغیرہ)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا وما رایت مثل النار نام ھا ربھا ، ولا مثل الجنۃ نام طالبھا . میں نے آگ جیسی چیز سے بھاگنے والے کو سونے والا نہیں دیکھا اور جنت کی مثل طلب گار کو سونے والا بھی نہیں دیکھا۔ (ترمذی۔طبرانی)

ھرم بن حیانؒ کبھی رات کو نکلتے تھے اور بلند آواز سے یہ منادی کرتے تھے مجھے تعجب ہے کہ جنت کا طالب کیسے سو گیا ہے؟ مجھے تعجب ہے کہ جہنم سے دور بھاگنے والا کیسے سو گیا ہے پھر یہ آیت پڑھتے تھے؛ افأمن اھل القری ان یأتیھم بأسنا بیاتا وھم نائمون (الاعراف)

ترجمہ: کیا پھر بھی ان بستیوں کے رہنے والے اس بات سے بے فکر ہو گئے ہیں کہ ان پر (بھی) ہمارا عذاب شب کے وقت آپڑے جس وقت وہ پڑے سوتے ہوں۔

ابوالجوزاء فرماتے ہیں کہ لوگوں کا کچھ معاملہ اگر میرے سپرد کر دیا جائے تو میں راستہ پر ایک مینار بنواؤں اور اس پر چند آدمیوں کو مقرر کروں جو لوگوں کو یہ منادی کریں "جہنم سے بچو" "جہنم سے بچو" (کتاب الزھد امام احمد)

حضرت مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں؛ اگر میں کچھ مددگار پاؤں تو رات کے وقت بصرہ کے مینار پر منادی کروں کہ "جہنم کی آگ سے بچو" "جہنم کی آگ سے بچو" پھر فرمایا اگر میں کچھ مددگار پاؤں تو ان کو دنیا کے میناروں کی طرف پھیلاؤں اور وہ یہ منادی کریں اے لوگو جہنم کی آگ سے بچو جہنم کی آگ سے بچو۔ (زوائد کتاب الزھد امام عبداللہ بن امام احمد)

دعا کیجئے اللہ تعالیٰ ہم سب کو جہنم سے بچنے اور جنت والے اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

مضمون نمبر۶

جہنم میں عورتوں کی کثرت ہوگی

''حضرت عمران بن حصین سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جنت میں رہنے والی عورتیں کم ہوں گی (یعنی مردوں کے مقابلہ میں عورتیں جہنم میں زیادہ جائیں گی۔'' ''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب میں نے جنت کو دیکھا تو اس میں بیشتر فقراء کو پایا اور جہنم میں دیکھا تو اس میں زیادہ عورتوں کو پایا۔'' (بخاری شریف)

فائدہ: بکثرت احادیث پاک میں یہ وارد ہوا ہے کہ آپ ﷺ نے جہنم کو جب متعدد موقع پر دیکھا تو جہنم میں عورتوں کو زیادہ پایا۔ مردوں کے مقابلہ میں عورتیں جہنم میں زائد نظر آئیں ایسا کیوں ......؟ احادیث پاک میں آپ ﷺ سے خود اسکی وجہ منقول ہوئی ہے کہ جہنم میں زائد ہونے کی وجہ انکی زبان کی بے احتیاطی ہے۔ لعن طعن کرنا، کوسنا، زہر آلود گفتگو کرنا، برا بھلا جس طرح جس کو چاہے کہہ دینا۔ طعنہ دینے میں یا کوسنے میں کسی کا کوئی لحاظ نہ کرنا۔ اور شوہر کی ناشکری کرنا، ماضی میں خواہ شوہر کی جانب سے کھانے، کپڑے اور دیگر خواہش کے امور میں کتنی ہی رعایت کی گئی ہو مگر کبھی کوئی اختلاف ہو جائے، لڑائی کی نوبت آجائے تو کہہ دیتی ہیں کیا دیا۔ کبھی چین و سکھ کی زندگی کو نہیں پایا۔ پیاری ماؤں اور بہنو! ہرگز منہ سے ایسا جملہ نہ نکالو۔ یہ شیطانی جملہ غضب خداوندی کا باعث اور جہنم میں ڈالنے والا ہے۔

عورتوں کے زیادہ جہنم میں جانے کی وجہ

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے زیادہ عورتوں کو جہنم میں دیکھا ہے۔ لوگوں نے کہا یہ کس وجہ سے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ناشکری کی وجہ سے۔ پوچھا گیا خدا کی ناشکری کی وجہ سے؟ آپ ﷺ نے فرمایا شوہر کی ناشکری کی

وجہ سے۔ان کے احسان کی ناشکری کرتی ہیں کہ تم پوری زندگی احسان کرتے رہو، پھر تم سے کوئی (ناراضگی والی) بات ہو جائے تو کہہ دیں گی کہ میں نے ان سے کبھی کوئی بھلائی نہیں دیکھی۔"

(بخاری شریف)

فائدہ: متعدد احادیث پاک میں آپ ﷺ سے یہ منقول ہے کہ آپ ﷺ نے جہنم کو دیکھا تو اس میں اکثر امراء اور زیادہ تر عورتوں کو پایا۔ اسکا سبب آپ ﷺ نے خود بیان فرمایا کہ اکثر عورتیں شوہر کی ناشکری کرتی ہیں اور شوہر کے احسان کو ذرا سی بات پر بھول جاتی ہیں۔ یعنی ناشکری اور احسان فراموشی کا مادہ ان میں زیادہ ہوتا ہے۔

اے پیاری ماؤں اور بہنو! ان دونوں چیزوں سے توبہ کرلو۔ اللہ پاک نے جیسا شوہر مقدر کیا ہے۔ اگر اس سے تکلیف یا پریشانی ہو تو صبر اور شکر کی زندگی گزار لو۔ ساری خواہشات دنیا میں پوری نہیں ہوتیں۔ اور شوہر کی جانب سے جو مل جائے اسکی قدر کرو۔ کبھی بھولے سے بھی نہ کہو کہ ہم کو کیا ملا، ہم کو آرام نہیں پہنچا، بلکہ یہ کہو کہ اللہ پاک کا شکر ہے جو کچھ ملا، جو کچھ اللہ تبارک وتعالیٰ نے دیا سب ٹھیک ہے۔ اے اللہ! تیرا شکر۔ شوہر سے کہو جو آپ نے دیا بہتر دیا، ہمیں اعتراف ہے، قدر ہے، تاکہ کل جہنم میں جانے کا باعث نہ ہو۔

عورتیں جہنم میں جانے سے کیسے بچیں گی؟

"حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول پاک ﷺ کیساتھ عید کے دن تھا۔ آپ نے بلا اذان واقامت کے خطبہ سے قبل نماز پڑھی۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ٹیک لگائے ہوئے (وعظ میں) خدا سے تقویٰ کا حکم دیا اور اسکی طاعت کی جانب رغبت دلائی۔ لوگوں کو نصیحت کی۔ پھر عورتوں کی جانب تشریف لے گئے انکو وعظ ونصیحت فرماتے ہوئے فرمایا تم صدقہ خیرات کرو۔ اسلئے کہ تم جہنم میں زائد جلنے والی ہو۔ عورتوں کے بیچ سے ایک ضعیف کمزور اٹھی جس کے گال پچکے ہوئے تھے۔ اس نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ کس وجہ سے، آپ نے فرمایا اس وجہ سے کہ تم عورتیں شکایت بہت کرتی ہو اور شوہروں کی ناشکری بہت کرتی ہو۔ پس عورتیں اپنے زیوروں کو صدقہ کرنے لگیں اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں کان کے

بندے اور انگوٹھیاں ڈالنے لگیں۔"

فائدہ......اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ عورت کی ناشکری کی تلافی، یا وہ امور جن کی وجہ سے جہنم کا استحقاق ہو جاتا ہے، صدقہ وخیرات سے اسکی تلافی ہوسکتی ہے۔ یقیناً صدقہ وخیرات ان عظیم ترین نیکیوں اور اعمالِ صالحہ میں سے ہیں جن کی وجہ سے جہنم سے چھٹکارا اور نجات مل سکتی ہے۔ ہر ایک عمل کی خاصیت ہوتی ہے یعنی اس عمل کا بعض چیزوں پر خاص اثر پڑتا ہے چنانچہ لاحول ولاقوۃ کی کثرت سے رنج کا دور ہونا۔ استغفار سے روزی میں برکت۔ حسن سلوک سے عمر میں برکت۔ سورۂ ملک سوتے وقت پڑھنے سے عذاب قبر سے نجات۔ چاشت سے روزی میں برکت۔ درود پاک کی کثرت سے قیامت میں آپ ﷺ کا قرب۔

اسی طرح صدقہ خیرات سے غضب خداوندی کا ٹھنڈا ہونا، اور جہنم سے نجات ملنا اور آنے والی بلاؤں کا دور ہونا وابستہ ہے۔ اسی لئے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپ ﷺ نے اہتمام سے فرمایا ایک کھجور کی گھٹلی ہی سہی خیرات کر کے جہنم کی آگ سے بچو۔ آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ دو رکعت نماز پڑھکر آگ سے بچو۔ یقیناً نماز اہم ترین عبادات میں سے ہے۔ اسکا ثواب بہت ہے مگر صدقہ خیرات کو بلاؤں، مصائب اور جہنم سے نجات میں ایک خاص اثر ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے: صدقہ خیرات ۷۰ ستر بلاؤں اور مصائب کو دور کرتا ہے۔ اس میں کم درجہ جزام اور برص ہے۔ (جامع صغیر)

ایک حدیث میں ہے کہ صدقہ گناہوں کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جیسے پانی آگ کو۔ ایک حدیث میں ہے کہ صدقہ خدا کے غصہ اور غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے (ترغیب)

ایک حدیث میں ہے کہ صدقہ جہنم سے حجاب ہے۔ (ترغیب)

اسی وجہ سے آپ ﷺ نے عورتوں کو جہنم سے خلاصی کیلئے صدقہ خیرات کرنے کی ترغیب دی ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کے زمانے کی عورتوں نے اسے سمجھا اسلئے انہوں نے اپنے زیورات تک راہ خدا میں خرچ کر دیئے۔

ہمارے ماحول میں عورتوں کا مزاج بالکل صدقہ خیرات کا نہیں ہے۔ شیطان کہاں چاہتا ہے کہ عورتیں جہنم سے چھٹکارا پائیں اسلئے انکو صدقہ وخیرات کرنے نہیں دیتا۔ صدقہ کی کوئی مقدار

متعین نہیں۔ جو بھی ہو سکے جتنا بھی ہو سکے برابر کرتی رہے۔ اپنا کپڑا جوڑا وغیرہ اچھی حالت میں ہو کسی کو دیدیا۔ اپنے پاس نہ ہو تو شوہر سے مانگ کر کسی کو دیدیا۔ آج کچھ ہو سکے صدقہ کرلو۔ کل جہنم سے بچ جاؤ گی اور جنت کے مزے لوٹو گی۔

ننانوے عورتوں میں سے ایک عورت جنت میں جائے گی

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ ننانوے عورتوں میں سے ایک عورت جنت میں جائے گی اور باقی جہنم میں۔'' (بحوالہ کنز العمال)

فائدہ...... اللہ اللہ خدا کی پناہ کس قدر عورتیں جہنم میں جائیں گی۔ بڑی عبرت کی بات ہے۔ اس کی معقول وجہ یہ ہے کہ سیدھی سادھی کمزور عقل اور شریعت کے امور میں مضبوط نہ ہونے کہ وجہ سے عورتیں شیطان کے جال اور اس کے مکر وفریب میں (جس سے وہ جہنم کا شکار کرتا ہے) زیادہ پھنس جاتی ہیں۔ نفس کے حظ اور مزے میں گرفتار ہو کر گناہ میں مبتلا رہتی ہیں۔ گناہ کا احساس نہیں ہوتا اس لئے توبہ استغفار بھی صدق دل سے نہیں کرتیں۔ عموماً نیکیوں کے مقابلے میں گناہ کی باتیں زیادہ سرزد ہوتی ہیں۔ عورتوں کے ماحول میں جو گناہ رائج ہیں، ان میں سے کچھ کا ہم ذکر کرتے ہیں، تاکہ خوش نصیب عورتیں ان اعمال وامور سے جو جہنم میں لے جانے والے ہیں، بچ سکیں۔

۱۔ مزاروں پر جانا اور وہاں دھاگے چھلے باندھنا۔

۲۔ مزاروں پر جانا اور ان سے مرادوں کو مانگنا۔ یہ دونوں گناہ ہی نہیں بلکہ شرک بھی ہیں۔

۳۔ عرس اور مزارات مقدسہ پر جانا وغیرہ وغیرہ۔ حدیث پاک میں ایسی عورتوں پر لعنت کی گئی ہے۔

۴۔ فال کھلوانا: تعویذ گنڈے والوں کے پاس جا کر فال کھلواتی ہیں کہ گھر میں برکت نہیں، شوہر ناراض رہتے ہیں، دکان نہیں چلتی، طبیعت خراب رہتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ جو سراسر ناجائز اور حرام ہے۔ ان جاہل تعویذ گنڈے کرنے والوں کو کہاں غیب کا علم، صرف لوگوں کو ٹھگنے کے لئے واہی تباہی غلط سلط باتیں بتادیتے ہیں۔

۵۔ ہر پریشانی اور نقصان میں جنات وآسیب وغیرہ کا اثر جاننا۔ اور اس کے دفاع کے لئے واہی تباہی، تعویذ گنڈے والوں کے پاس جانا اور ان سے خلاف شرع تعویذ وغیرہ حاصل کرنا۔

۶۔ بلاوجہ جادو، سحر، کرتب، ٹوٹکا، واہی تباہی عقیدہ رکھنا۔ خدانخواستہ واقعی آسیب وسحر کا اثر ہوتو کسی صالح نیک آدمی سے جو اس فن سے واقف ہو، اس سے تحقیق کروائے پھر قرآن وحدیث میں جو دعائیں ہیں، ان سے شفاء حاصل کرے، یا کسی صالح آدمی سے مشروع تعویذ لے۔ واہی اور غلط تعویذات اور عملیات میں پڑ کر اپنا عقیدہ فاسد نہ کرے اور ایمان نہ کھوئے۔ عموماً عورتیں تعویذ گنڈے میں پڑ کر ایمان وعقیدہ فاسد کر بیٹھتی ہیں۔

۷۔ عورتیں عموماً قریبی رشتہ داروں سے کسی مخالفت اور باہم تنازع کی بنیاد پر کینہ بہت رکھتی ہیں۔ سلسلہ کلام وگفتگو اور ملاقات اور ملنا جلنا سب چھوڑ دیتی ہیں۔ حالانکہ نفسانی وجہ سے کسی مؤمن سے تین دن سے زائد سلام وکلام کو ترک کر دینا ناجائز ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کسی آدمی کے لئے یہ حلال نہیں کہ اپنے بھائی سے تین دن سے زائد ترک تعلق رکھے کہ اگر ملاقات ہو جائے تو اس سے اعراض کرے اور وہ اس سے اعراض کرے اور ان میں بہتر وہ ہے جو پہلے سلام کرے۔ (بخاری)

۸۔ لعن طعن کوسنا وغیرہ بہت کرتی ہیں۔ ذرا سی معمولی بات پر بھی لعن طعن لڑائی جھگڑا شروع کر دیتی ہیں، حتیٰ کہ اپنی اولاد تک کو کوستی رہتی ہیں، جو ناجائز ہے۔ منع کرنے پر باز بھی نہیں آتیں اور کہتی ہیں کہ دل جلتا ہے تو کہنا پڑتا ہے۔ اس گناہ کی وجہ سے جہنم میں جلنا پڑے تو کیا جواب ہوگا۔

۹۔ اکثر عورتیں تارک صلوٰۃ ہیں۔ کبھی بچوں کا بہانہ، کبھی اور بہانے تراشتی رہتی ہیں۔ کچھ عورتیں پڑھتی ہیں تو وقت کا لحاظ نہیں کرتیں۔ کام دھام میں لگی رہتی ہیں۔ جب فارغ ہوتی ہیں تب پڑھتی ہیں۔ بڑی بُری بات ہے، تمام کام سے پہلے نماز پڑھنی چاہیئے۔ اول وقت میں نماز پڑھنے کی فضیلت ہے۔ اذان ہوتے ہی نماز کی عادت ڈالیں۔ دیر کرنے سے بسا اوقات مکروہ اور قضا کا وقت ہو جاتا ہے۔

۱۰۔ عموماً عورتوں کو دیکھا گیا ہے کہ فجر کی نماز پڑھتی ہی نہیں۔ یا پڑھتی ہیں تو قضا پڑھتی

ہیں۔ رات کو دیر سے سوتی ہیں اور صبح دیر گئے جاگتی ہیں۔ یہاں تک کہ سورج نکل آتا ہے، تب اٹھتی ہیں۔ کس قدر افسوس کی بات ہے۔ حدیث پاک میں ہے اس وقت اٹھنے والے کے کان میں شیطان پیشاب کر دیتا ہے۔ کچھ عورتیں تو ایسی ہیں کہ دیر سے اٹھتی ہیں اور نماز ایسے وقت میں پڑھتی ہیں کہ سورج کے نکلنے کا وقت ہوتا ہے۔ اکثر عورتیں صبح کے وقت میں نماز کے وقت ہونے اور نہ ہونے کا خیال نہیں کرتیں۔ بس پڑھ لیتی ہیں، خواہ نماز فاسد ہو یا صحیح، اس سے مطلب نہیں۔

۱۱۔ عموماً عورتیں زیورات کی وجہ سے صاحب نصاب ہوتی ہیں۔ چونکہ نصاب اس دور میں اکثر پورا ہو جاتا ہے اور زیورات اس مقدار یا اس سے زائد ضرور ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود زیوروں کی زکوٰۃ نہیں نکالتیں۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ اکثر ان کے ہاتھ میں نقد روپیہ نہیں ہوتا۔ یہ عذر شرعاً معتبر نہیں۔ اس اہم فریضے کی ادائیگی کے لئے یا تو شوہر سے مانگ لیں یا ان سے کہہ دیں کہ وہ اتنی رقم زکوٰۃ کی مد میں نکال دیں۔ جس طرح اور چیز حسب ضرورت مانگ کر پوری کر لیتی ہیں اسی طرح یہ شرعی ضرورت بھی تقاضہ اور مطالبہ کر کے پورا کر لیا کریں۔ اگر شوہر دھیان نہ دے تو اس فرض کو ادا کرنے کے لئے اور گناہ سے بچنے کے لئے کچھ زیوروں کو فروخت کر کے زکوٰۃ ادا کر دیں۔ یا زیورات کی مقدار نصاب سے کم کر لیں۔ یا بیٹی وغیرہ کو دے دیں۔ یا فروخت کر کے اپنی ضرورت پر خرچ کر لیں۔

۱۲۔ مال یا زیور کی وجہ سے عورتوں پر صاحب نصاب ہونے سے قربانی کا ایک حصہ فرض ہو جاتا ہے۔ اس کوتاہی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان کے ہاتھ میں نقد روپیہ نہیں ہوتا۔ اس سے نہ زکوٰۃ نہ قربانی ساقط ہوتی ہے۔ یا تو شوہر سے مطالبہ کر کے اپنے نام کی قربانی کرائے یا پھر زیور کی کچھ مقدار فروخت کر کے قربانی کرے۔ اسی طرح ہمیشہ کرنا ہوگا۔ یہاں تک کہ نصاب سے کم ہو جائے۔

مسئلہ..... اگر زکوٰۃ، صدقہ فطر اور قربانی کی صورت نہیں بن پاتی ہے۔ ادھر کسی مصلحت اور آئندہ وقتی ضرورت کی وجہ سے زیور کا رکھنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے تو پھر یہ حیلہ کرے کہ تمام چاندی کو سونا بنائے۔ سونے پر زکوٰۃ اس وقت تک واجب نہیں ہوتی جب تک کہ ساڑھے سات تولہ نہ ہو جائے۔ اس طرح یہ فرائض ان کے ذمہ واجب نہ ہونگے اور گناہ سے بچ جائیں گی۔ مزید اس قسم

کے مسائل کسی اچھے عالم سے پوچھ لیا کریں۔ یا مسائل کی کتاب میں دیکھ لیا کریں۔

۱۳۔حیض ماہواری اور استحاضہ جو حیض کے علاوہ خون ہوتا ہے۔ اِس کے متعلق مسائل نہ جاننے کی وجہ سے بڑی کوتاہی ہوتی ہے۔ حیض کے علاوہ استحاضہ (بیماری کی وجہ سے) کا جو خون نکلتا ہے، اس میں اکثر عورتیں نماز نہیں پڑھتی ہیں۔ استحاضہ میں بھی ماہواری کے خون کی طرح نماز چھوڑ دیتی ہیں۔ اس طرح کتنی فرض نمازوں کی تارک ہو جاتی ہیں۔ حالانکہ حیض ماہواری کے علاوہ اگر کسی وجہ سے خون نکلے تو اس سے نماز ساقط نہیں ہوتی پڑھنی پڑتی ہے۔ اس کے مسائل بھی باریک ہیں۔ بہشتی زیور میں دیکھ کر عمل کریں یا کسی عالم سے معلوم کر لیا کریں۔ اس میں شرمائیں نہیں۔ یہ شرم جہنم میں جانے کا سبب ہے۔

۱۴۔عورتیں غسل جنابت میں اکثر تاخیر کر دیتی ہیں۔ یہاں تک کہ نماز قضا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اگر رات میں کسی وجہ سے ناپاک ہو گئیں، غسل کی ضرورت پڑ گئی تو علی الصباح غسل کر کے صبح کی نماز نہیں پڑھتی ہیں بلکہ دن چڑھے غسل کرتی ہیں۔ اور کسی بھی نماز کو قضا کر دینا، وقت پر نہ پڑھنا گناہ کبیرہ ہے۔ غسل کی ضرورت پر علی الصباح غسل کر کے صبح کی نماز کو وقت پر پڑھ لے۔ غسل کا انتظام رکھنا واجب ہے۔ اس وقت ٹھنڈے پانی سے نقصان دیتا ہو تو گرم پانی کا انتظام رکھنا واجب ہے تا کہ وقت پر نماز کی ادائیگی ہو جائے۔

۱۵۔عموماً جب چند عورتیں جمع ہو جاتی ہیں تو ایک دوسرے کی غیبت، چغلی، شکایت، بے جا اور نامناسب بات کرتی ہیں۔ جو گناہ کی بات ہے۔ کسی کے متعلق ایسی بات جو اس کے سامنے نہ کہہ سکے، پیٹھ پیچھے ذکر کرنا غیبت ہے۔ عموماً غیبت کا احساس نہیں ہوتا۔ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ قرآن پاک میں اپنے مردار بھائی کا گوشت کھانا قرار دیا ہے۔ ماں کے ساتھ زنا کرنے سے بھی بدتر گناہ ہے۔ عورتوں کو چاہیئے کہ اپنی مجلس میں غیبت، چغلی، شکایت کی باتیں نہ کریں اور نہ ہونے دیں۔ کوئی دوسری عورت کرے تو اٹھ جائے۔ ان امور سے بہت زیادہ احتیاط کرے کہ یہ جہنم کے اعمال ہیں۔

۱۶۔لڑنے اور جھگڑنے کا مادہ عورتوں میں بہت زائد ہوتا ہے۔ ذرا سی معمولی بات کا بتنگڑ بنا کر لڑنے لگ جاتی ہیں۔ لڑنا جھگڑنا اچھی بات نہیں۔ چاہیئے کہ برداشت کریں۔

۱۷۔ شوہر جس کی ماتحتی اور نگرانی میں زندگی وابستہ ہے۔ جس کا اکرام اس کے ذمہ واجب ہے۔ اس سے بھی منہ پھلا لیتی ہیں۔ اور سوال جواب ہی نہیں بلکہ جھگڑنے لگ جاتی ہیں۔ حالانکہ شوہر اگر نامناسب بات بھی کہہ دے تب بھی جھگڑنا نہیں چاہیئے، سن کر برداشت کرے، ہاں سنجیدگی اور ادب واکرام سے یہ کہہ دے کہ آپ کا یہ کہنا مناسب نہیں۔ آپ کی بات بظاہر صحیح نہیں۔ ویسے آپ کی بات تسلیم ہے مگر میری رائے یہ ہے۔ اس طرح بات نہیں بڑھے گی، ایک دوسرے کے دل میں عناد پیدا نہیں ہوگا۔ شوہر کے دل میں بھی اکرام اور لحاظ ہوگا۔ اور باہمی تعلقات کی خوشگواری بھی باقی رہے گی۔

۱۸۔ اکثر عورتوں کو دیکھا گیا ہے کہ شروع عمر اور جوانی میں نماز نہیں پڑھا کرتیں ہیں۔ عمر کا ایک حصہ گزرنے کے بعد نماز پڑھتی ہیں۔ ایسا ماحول جہالت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ نماز تو بالغ ہونے سے پہلے شروع کر دینا لازم ہے۔ اور بالغ ہونے کے بعد سے تو فوراً نماز کا پڑھنا فرض ہو جاتا ہے۔ اگر پہلے سے عادت نہیں ہوگی تو بلوغ کے بعد بھی پڑھنے کی عادت نہیں رہے گی۔

۱۹۔ وہ عورتیں جو نماز کی پابند ہوتی ہیں۔ وہ سفر کے موقع پر نمازوں کو چھوڑ دیتی ہیں یا قضا کر دیتی ہیں۔ سفر میں نماز کا وقت آجاتا ہے تو پڑھتی ہی نہیں۔ خیال رہے نماز کا قضا کرنا درست نہیں۔ پردہ کا لحاظ کر کے وضو کر لیں۔ گاڑیوں پر لیٹرین میں وضو بخوبی کیا جا سکتا ہے۔ بلا کسی شدید عذر کے قضا کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

۲۰۔ عورتوں میں بخل بہت ہوتا ہے۔ کپڑے وغیرہ رکھے رہتی ہیں۔ مگر کسی ضرورت مند فقیر، مسکین، سائل کو اپنی چیز نہیں دیتیں۔ حسب موقع وسعت کی رعایت کرتے ہوئے صدقہ خیرات کرتے رہنا چاہیئے۔ ایسا نہ کرنا بخل ہے۔ جو جہنم کے اعمال اور اسباب میں سے ہے۔

۲۱۔ اگر غلطی اور کسی کی حق تلفی ہو جائے تو اسے معاف نہیں کراتیں، شرم کرتی ہیں۔ کسی انسان کو تم سے تکلیف پہنچی، اس کی حق تلفی ہوئی تو فوراً زبان سے معافی مانگ لو۔ تاکہ کل قیامت میں نہ پھنسو۔

۲۲۔ کوئی گناہ یا اللہ کی نافرمانی ہونے پر نہ ندامت کا احساس ہوتا ہے اور نہ استغفار اور صلوٰۃ توبہ پڑھ کر اللہ سے معافی کی طلب گار ہوتی ہیں۔ یاد رکھیئے......! کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو

فوراً توبہ کیجئے تاکہ کل قیامت کے دن اس کی سزا سے بچاؤ ہوسکے۔ کیونکہ کبیرہ گناہوں پر توبہ نہ ہونے کی وجہ سے جہنم کا استحقاق ہوجاتا ہے۔ (بحوالہ جنتی عورت)

دعا کیجئے اللہ تعالیٰ ہم سب کو جہنم سے بچنے والے اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔
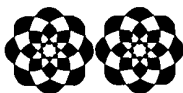
مضمون نمبر ۷

جہنم سے نجات خوفِ خدا کے ذریعے ملتی ہے

قرآن وحدیث میں کثرت سے وارد ہے کہ خوف خدا سے رونے پر جہنم سے نجات ملتی ہے چونکہ جہنم کے خوف سے رونا بھی اللہ کے خوف سے رونا ہے یہ اللہ کے عذاب وعتاب کے خوف سے ہے اور خدا تعالیٰ سے اس کی رحمت سے اس کی قرب سے اور اس کی جنت سے دوری کی وجہ سے رونا ہے۔ ذیل میں اس کے متعلق چند احادیث وغیرہ بیان کی جاتی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: **لا یلج النار رجل بکی من خشیۃ اللہ حتی یعود اللبن فی الضرع** (نسائی ترمذی)

''جہنم میں وہ آدمی داخل نہیں ہوگا جو خوف خدا سے روئے یہاں تک کہ دودھ تھن میں لوٹ جائے''۔

(فائدہ) یعنی جس طرح دودھ کا تھن میں واپس جانا ناممکن ہے اسی طرح خوف خدا سے رونے والے کا دوزخ میں داخل ہونا بھی مشکل ہے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ دو آنکھیں ایسی ہیں کہ ان کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی ایک وہ آنکھ جو آدھی رات کو خوف خدا سے روئی۔ دوسری وہ جو فی سبیل اللہ پہرہ دیتے ہوئے جاگتی رہی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس آنکھ پر جہنم حرام ہے جس نے کتاب اللہ کے ساتھ جاگ کر گزاری (یعنی تلاوت وغیرہ کرتا رہا) اس آنکھ پر آگ حرام ہے جو خوف خدا سے بہہ پڑی، اس آنکھ پر جہنم حرام ہے جو اللہ کی حرام کردہ اشیاء کو دیکھنے سے بند رہی یا اللہ کی راہ میں پھوڑ دی گئی۔

حضرت ابن مسعودؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس

مؤمن بندے کی آنکھ سے خوف خدا سے آنسو بہہ پڑیں چاہے وہ مکھی کے سر کے برابر بھی ہوں پھر وہ رخسار تک جا پہنچیں تو اللہ تعالیٰ اسے دوزخ پر حرام کر دیتے ہیں۔

حضرت زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ میں کس طرح جہنم سے بچ سکتا ہوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی آنکھوں کے آنسوؤں سے' کیونکہ جو آنکھ اللہ کے خوف سے رو پڑی اس کو جہنم کی آگ کبھی نہیں چھوئے گی۔

رسول اللہ ﷺ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس بندے کی آنکھیں خوف خدا سے بھر جائیں اللہ تعالیٰ اس کے جسم کو جہنم پر حرام کر دیتے ہیں پھر اگر وہ اس کے رخسار پر بھی بہہ پڑے تو اس کے چہرہ کو نہ کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ ذلت' اور اگر کوئی بندہ جماعتوں میں سے کسی جماعت میں رو پڑے تو اللہ عزوجل اس بندے کے رونے کی خاطر اس جماعت کو جہنم سے نجات دیدیں گے۔ ہر عمل اور وزن کا ثواب ہے لیکن آنسو کا ثواب کا کوئی حدوحساب نہیں یہ تو جہنم کے دریاؤں کو بجھا کے رکھ دیتا ہے۔

حضرت زاذان فرماتے ہیں ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ جو جہنم کے خوف سے رویا اللہ اس کو جہنم سے پناہ دیدیتے ہیں' اور جو جنت کے شوق سے رویا اس کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کریں گے۔

حضرت عبدالواحد بن زیدؒ فرماتے تھے اے بھائیو تم شوق خدا سے کیوں نہیں روتے؟ کیا تمہیں معلوم نہیں جو اپنے سردار کے شوق میں روئے اسے وہ اپنے دیدار سے محروم نہیں کرتا۔ اے بھائیو تم خوف جہنم سے کیوں نہیں روتے؟ کیا تمہیں معلوم نہیں جو خوف جہنم سے رویا اسے اللہ تعالیٰ جہنم سے پناہ دیں گے۔

حضرت فرقد سبخیؒ کہتے ہیں میں نے کسی کتاب میں پڑھا ہے جنت کے شوق میں رونے والے کے لیے اپنے رب کے سامنے خود جنت شفاعت کرتی ہے اور کہتی ہے کہ جیسے یہ میرے لیے رویا ہے اسے اسی طرح جنت میں داخل بھی فرما دے۔ اور جہنم بھی اس کے لیے اپنے رب سے پناہ مانگتی اور کہتی ہے اے رب اسے مجھ سے پناہ میں رکھیئے جیسا اس نے مجھ سے پناہ مانگی اور مجھ میں داخلے کے خوف سے رو پڑا۔

خوف خدا کی طاقت

حضرت عبدالرحمان بن سمرہؓ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے رات کو ایک خواب دیکھا جس کا ایک حصہ یہ بھی تھا کہ (آپ ﷺ فرماتے ہیں) میں نے اپنی امت کے ایک مرد کو جہنم کے کنارے پر دیکھا جس کے پاس خوف خدا آیا اور اس کو جہنم سے بچا کر لے گیا' اسی طرح اپنی امت کے دوسرے مرد کو دیکھا جو جہنم میں گرنے لگا تھا تو اس کے پاس اس کے علاوہ آنسو آئے جو خوف خدا سے بہے تھے انہوں نے (بھی) اسے آگ سے نکال لیا۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ" اے ایمان والو! اپنے نفسوں کو اپنے خاندان کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں۔" اس وقت آپ ﷺ کے سامنے ایک سیاہ فام آدمی بیٹھا ہوا تھا جو بلبلاتے ہوئے رو پڑا تو جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا۔ یہ آپ کے سامنے رونے والا کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا حبشہ کا آدمی ہے اور آپ ﷺ نے اس کی اچھی تعریف فرمائی۔ تو جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا بلاشبہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں مجھے میری عزت' میرے جلال اور میرے عرش پر میرے بلند ہونے کی قسم دنیا میں میرے بندے کی کوئی آنکھ میرے خوف سے نہیں روتی مگر جنت میں اس کا ہنسنا (خوش ہونا) بہت کثرت سے ہوگا۔ (بحوالہ جہنم کے خوفناک مناظر)

دعا کیجئے اللہ تعالیٰ ہم سب کو جہنم میں لے جانے والے اعمال کرنے سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

مضمون نمبر ۸

جہنم کی گھاٹی سے پہلے میدانِ حشر کے پانچ سوال

ترمذی شریف میں عدی ابن حاتمؓ سے ایک حدیث شریف مروی ہے کہ رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر شخص سے براہ راست بات کرینگے، درمیان میں کوئی ترجمان اور واسطہ نہ ہوگا اس وقت جب آدمی اپنی دائیں طرف دیکھے گا تو اپنی ان نیکیوں کو دیکھے گا جو اس نے دنیا میں کی ہیں اور جب بائیں طرف مڑ کر دیکھے گا تو ان گناہوں کو دیکھے گا جو اس نے دنیا میں کر رکھے ہیں، اور سامنے کی طرف جب نگاہ اٹھا کر دیکھے گا تو جہنم کی آگ نظر آئیگی۔

ایسی کشمکش کی حالت میں جب تک پانچ سوالات کے جوابات نہ دیں گے اس وقت تک اللہ کے دربار میں اپنے قدموں کو ہلا بھی نہیں سکتے اور یہ سوالات بھی نہایت سنگین ہوں گے، جنہیں حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ نے ترتیب وار بیان فرمایا ہے۔

پہلا سوال: عمر کہاں گزاری؟

سب سے پہلا سوال عمر کے بارے میں کیا جائے گا کہ تم نے اپنی عمر عزیز کس طریقے سے گزاری؟ پوری زندگی میں عمر کا کتنا حصہ نیکیوں میں گزارا ہے اور کتنا معصیت میں گنوایا ہے؟ اس لئے کہ انسان کی عمر اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان کے لئے ایک متعین وقت ہے، جیسا کہ مدارس، اسکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں میں امتحان کے سوالات کے جوابات لکھنے کے لئے تین، چار گھنٹے کا وقت دیا جاتا ہے، اگر اس وقت کو کام میں لا کر تمام سوالات کے جوابات بہترین انداز سے لکھ دیئے جائیں گے تو امتحان دینے والے کو اعلیٰ درجے کی کامیابی ہوگی، تو اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہم کو بھی کچھ سوالات کے جوابات لکھنے کے لئے عمر عزیز کا وقت دیا ہے۔ کسی کو پچاس

سال کسی کو ساٹھ سال اور کسی کو ستر سال۔ یہ وقت اللہ تعالیٰ کے یہاں سے کیئے گئے سوالات کے جوابات کی تیاری کے لئے دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے ذریعے سے جتنے بھی احکام ہمارے اوپر لازم کیئے ہیں گویا وہ سب کے سب سوالات ہیں اور ان کے تمام احکام کو عملی جامہ پہنانا سوالات کے جوابات ہیں۔ جس طرح ایک طالب علم امتحان گاہ میں سوالات کے جوابات لکھنے کا اہتمام کرتا ہے اور وقت ضائع کرنے سے اجتناب کرتا ہے اسی طرح تمام انسانوں کو اپنی عمر عزیز میں سے کوئی وقت ضائع نہیں کرنا چاہیئے اور ایک ایک گھڑی کو قیمتی سمجھ کر اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کا اہتمام کرنا لازم ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سب سے پہلا سوال یہ ہوگا کہ اپنی عمر عزیز کو تم نے کہاں گنوایا ہے؟

دوسرا سوال: جوانی کو کہاں صرف کیا؟

دوسرا سوال جوانی سے متعلق ہوگا کہ تم نے اپنی جوانی کو کہاں صرف کیا؟ جوانی سے متعلق خاص طور پر اس لئے سوال کیا جائے گا کہ انسان جوانی کی حالت میں ہر کام صحیح طریقے سے کرسکتا ہے اس لئے کہ جوانی، تندرستی اور قوت کا زمانہ ہوتا ہے اور قوت اور تندرستی دونوں چیزیں اس دنیا کے اندر ایسی نعمت ہیں جن کا کوئی بدل نہیں ہے، بڑے بڑے ہسپتالوں میں جا کر دیکھ لیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ دنیا میں سب سے قیمتی چیز تندرستی ہی نظر آئیگی، آدمی صحت و تندرستی کے لئے اپنی حسب گنجائش دور دراز شہروں کا اور ملکوں کا سفر کرتے ہیں، ہزاروں لاکھوں روپیہ خرچ کر ڈالتے ہیں صرف ایک چیز یعنی تندرستی اور صحت کو حاصل کرنے کے لئے اسی طرح جوانی کی قوت کتنی بڑی قیمتی چیز ہے، ہر بوڑھے اور کمزور کو معلوم ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ اتنی بڑی نعمت عطا فرمائی ہے۔ اس زمانے میں ہر طریقہ سے عبادت کرنا آسان ہوتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جوانی کی قیمتی نعمت کے بارے میں سوال کرے گا کہ تم نے اس کو کہاں صرف کیا؟ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے حدیث کے اس ٹکڑے کے متعلق لکھتے ہیں کہ

مطالبہ کی دوسری چیز حدیث بالا میں یہ ارشاد فرمائی گئی کہ جوانی کی قوت کس چیز میں خرچ کی گئی۔ کیا اللہ کی رضا اور خوشنودی کے کاموں میں؟ اس کی عبادت میں؟ مظلوموں کی حمایت میں؟ ضعیفوں اور اپاہجوں کی اعانت میں؟ یا فسق و فجور میں، عیاشی اور آوارگی میں؟ بے بسوں پر ظلم کرنے میں؟ ناحق کی مدد کرنے میں؟ ناپاک دنیا کے کمانے؟ یا دین و دنیا دونوں جگہ کام نہ آنے والے فضول مشغلوں میں؟

اس کا جواب ایسی عدالت میں دینا ہوگا جہاں نہ تو کوئی وکالت چل سکتی ہے، نہ جھوٹ، فریب اور لسّانی کام آسکتی ہے۔ جہاں کی خفیہ پولیس ہر وقت، ہر آن آدمی کے ساتھ رہتی ہے اور یہی نہیں بلکہ خود آدمی کے وہ اعضاء جن سے یہ حرکات کی ہیں وہ خود اپنے خلاف گواہی دیں گے اور جرائم کا اقرار کریں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے!''ہم ان کے مونہوں پر مہر لگادیں گے (تا کہ لغو اعذار نہ گھڑیں) اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے اس چیز کی جو کچھ یہ کیا کرتے تھے۔ (سورہ یٰسین)

یعنی ہاتھ خود بول اٹھے گا کہ مجھ سے کس کس پر ظلم کیا گیا، کیا کیا ناجائز حرکات مجھ سے صادر کرائی گئیں۔ پاؤں خود گواہی دے گا کہ مجھے کیسی کیسی ناجائز مجلسوں میں لے جایا گیا۔ دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:''اور جس دن اللہ کے دشمن دوزخ کی طرف جمع کیئے جائیں گے پھر ان کو (ایک جگہ چلتے چلتے) روک دیا جائے گا (تا کہ سب ایک جگہ اکٹھے ہو جائیں) یہاں تک کہ جب سب دوزخ کے قریب آجائیں گے (اور حساب شروع ہوگا) تو ان کے کان اور آنکھیں اور کھال ان کے اوپر ان کے اعمال کی گواہی دیں گی، اور وہ لوگ اپنے ان اعضاء سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی؟ وہ اعضا کہیں گے ہم کو اس (قادر) نے بولنے کی طاقت دی جس نے ہر چیز کو گویائی عطا فرمائی، اور اسی نے تم کو اول مرتبہ پیدا کیا تھا اور اسی کے پاس اب (دوبارہ زندہ کر کے) لائے گئے ہو (آگے حق تعالیٰ شانہ تنبیہ فرماتے ہیں) اور تم اس بات سے تو اپنے آپ کو چھپا ہی نہ سکتے تھے کہ تم پر تمہارے کان اور آنکھیں اور کھالیں گواہی دیں گے (اور ظاہر ہے کہ آدمی جو جو حرکتیں کرتا ہے اس کے آنکھ کان وغیرہ تو اس کو دیکھتے ہی ہیں، ان سے کیسے چھپا کر کوئی شخص کوئی کام کر سکتا ہے) لیکن تم اس گمان میں رہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے بہت

سے اعمال کی خبر بھی نہیں (کہ جو چاہو کر گزرو کون روک سکتا ہے؟) اور تمہارے اس گمان نے جو تم نے اپنے رب کے ساتھ کر رکھا تھا (کہ اس کو خبر بھی نہیں ہے) تم کو برباد کر دیا پس تم خسارہ میں پڑ گئے۔ (سورۂ حم سجدہ)

اور احادیث میں بہت سی روایات ان گواہیوں کے بارے میں آئی ہیں۔ایک حدیث میں ہے کہ! حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے حضور نے تبسم فرمایا جس سے دندان مبارک ظاہر ہو گئے پھر حضور ﷺ نے فرمایا۔ جانتے ہو میں کیوں ہنسا؟ صحابہؓ نے لاعلمی ظاہر کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بندہ قیامت کے دن اپنے مولیٰ سے یوں کہے گا یا اللہ تو نے مجھ پر ظلم سے امان دے رکھی ہے ارشاد ہوگا بالکل تو بندہ کہے گا یا اللہ میں اپنے خلاف کسی دوسرے کی گواہی معتبر نہیں مانتا ارشاد ہوگا کہ اچھا تجھی کو تیرے نفس پر گواہ بناتے ہیں ۔اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے بدن کے اعضاء سے پوچھا جائے گا، اور جب وہ اپنے سارے اعمال گنوا دیں گے تو منہ کی مہر ہٹا دی جائے گی۔ تو وہ اپنے اعضاء سے کہے گا کم بختو! تمہارا ناس ہو، تمہارے ہی لئے تو میں یہ چیزیں کرتا تھا (یعنی ان حرکتوں کی لذتیں تم کو ہی تو ملتی تھیں، تم ہی اپنے خلاف گواہی دینے لگے، مگر اعضاء بھی مجبور ہیں کہ اس دن کوئی چیز خلاف حق بات نہ کہہ سکے گی)

ایک اور حدیث میں ہے کہ آدمی کے اعضاء میں سب سے پہلے بائیں ران بولے گی کہ اس سے کیا کیا حرکتیں ہوئی اور اس کے بعد دوسرے اعضاء بولیں گے۔غرض ہر عضو اپنے کئے ہوئے نیک اور بد اعمال گنوا دے گا۔اسی وجہ سے ایک اور حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ سبحان اللہ، الحمد للہ وغیرہ کو انگلیوں پر گنا کرو، اس لئے کہ قیامت کے دن ان اعضاء کو گویائی عطا ہوگی اور ان سے باز پرس ہوگی یعنی جہاں یہ اعضاء اپنے گناہ گنوائیں گے وہاں بہت سے نیک کام بھی تو گنوائیں گے، جہاں ہاتھ بری حرکات، ظلم وستم اور ناجائز افعال بتائیں گے وہاں اللہ تعالیٰ کا پاک نام اس سے گننا، صدقات کا دینا، نیک اعمال میں ہاتھ کو مشغول رکھنا بھی تو بتائیں گے۔غرض یہ مضمون اپنی تفصیل کے اعتبار سے بہت طویل ہے لیکن مختصر یہ ہے کہ ان اعضاء کو جوانی کے زور میں ظلم وستم اور ناجائز حرکات سے بچانے کی بہت ضرورت ہے۔آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ

جوانی جنون کا ایک شعبہ ہے اور عورتیں شیطان کا جال ہیں یعنی آدمی اپنے جنون کی وجہ سے اس جال میں پھنس جاتا ہے، ہر جمعہ کو خطبہ میں یہ الفاظ سنے جاتے ہیں، اس وقت جوانی کے نشے میں ذرا بھی اس کا خیال ہم لوگوں کو نہیں ہوتا کہ اس کی جواب دہی کرنی پڑی گی ہم اس کی قوت کو گناہوں میں اور دنیا کمانے میں ضائع کر رہے ہیں حالانکہ جوانی اس لئے ہے کہ اس کی قوت کو ایسے کام میں خرچ کیا جائے جو مرنے کے بعد کام آئے۔ خوش قسمت ہیں وہ نوجوان جو اللہ کے کام میں ہر وقت منہمک رہتے ہیں اور گناہوں سے دور رہتے ہیں۔

(بحوالہ فضائل صدقات)

تیسرا سوال: مال کہاں سے حاصل کیا؟

تیسرا سوال مال کے بارے میں ہوگا کہ مال تم نے کہاں سے حاصل کیا؟ ہم نے جو رسول (ﷺ) کے ذریعے حلال کا راستہ بتلایا اس سے مال حاصل کیا ہے یا حرام کے راستے سے حاصل کیا ہے؟

چوتھا سوال: مال کہاں خرچ کیا؟

چوتھا سوال بھی مال کے بارے میں ہوگا کہ جو مال اور دولت ہم نے تم کو دی تھی تم نے اس کو کہاں خرچ کیا؟ جائز کاموں میں خرچ کیا یا ناجائز امور میں خرچ کیا ہے؟ اور یہ بھی سوال ہوگا کہ تم نے اس مال کو ناجائز چیزوں میں کیوں خرچ کیا؟ فضول خرچی کیوں کی؟ اس طرح ہر انداز سے سوال ہوگا۔

پانچواں سوال: علم پر کتنا عمل کیا؟

ہر مسلمان مرد وعورت پر ضرورت کے مطابق علم سیکھنا فرض ہے اس کے بارے میں سوال ہوگا کہ ہم نے جو علم تم کو عطا کیا ہے اس کے مطابق تم نے کتنا عمل کیا ہے؟ یہ پانچ سوالات ہیں جب تک ان تمام کے جوابات نہ دے گا اپنی جگہ سے ہلنے کی بھی اجازت نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان سوالات کے جوابات کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

مزید وضاحت

ذیل میں میدانِ حشر کے پانچ سوالوں سے متعلق ذیل کا مضمون ایک مفید مضمون ہے، معمولی ردّوبدل کے ساتھ استفادۂ عام کے لئے نقل کیا جاتا ہے ملاحظہ فرمائیے:

بہت جلد وہ دن آنے والا ہے جب ہم اور آپ حشر کے میدان میں کھڑے ہوں گے اور ان سوالوں کے جوابات دے رہے ہوں گے، کس قدر خوش نصیب ہے وہ شخص جو اس زندگی میں ان سوالوں کے صحیح جوابات تیار کر رہا ہے، اور ان سوالوں کو سامنے رکھتے ہوئے شعور کی زندگی گزار رہا ہے۔ زندگی آپ کو بھی ملی ہے، جوانی کی نعمت سے آپ بھی نوازے گئے ہیں، مال و دولت کے آپ بھی مالک ہیں، مال آپ بھی خرچ کر رہے ہیں، آپ کو بھی بہت کچھ علم حاصل ہے، اور آپ بھی عمل کر رہے ہیں سوچیے! آپ کیا جوابات تیار کر رہے ہیں، اور کل خدا کو خوش اور مطمئن کرنے کے لئے کیا کچھ کر رہے ہیں؟

اصل زندگی آخرت ہی کی زندگی ہے...... دنیا کی زندگی بہت مختصر، اور فانی ہے۔ آخرت کی زندگی ہمیشہ رہنے والی ہے، وہاں کا سکھ بھی ہمیشہ کا ہے اور وہاں کا دکھ بھی دائمی ہے۔ دنیا کی اس قلیل زندگی میں آپ کے رب نے آپ کو مہلت اور موقع دے رکھا ہے کہ آپ اپنی کوششوں سے اپنے لئے آخرت کی جیسی زندگی چاہیں بنالیں...... ہمیشہ کا سکھ بھی آپ اپنے لئے فراہم کر سکتے ہیں اور ہمیشہ کا دکھ بھی آپ ہی کے اعمال کا نتیجہ ہوگا۔ آپ ہر لمحہ دنیا کی زندگی سے دور اور آخرت کے انجام سے قریب ہو رہے ہیں، اور آپ کو شعور ہو یا نہ ہو، آپ کی زندگی ان پانچ سوالوں کا جواب تیار کر رہی ہے۔ یہ جوابات خدا کے فضل سے آپ کو حسنِ انجام سے ہمکنار بھی کر سکتے ہیں اور یہی جوابات آپ کو خدا کے غضب میں گرفتار کر سکتے ہیں۔

مسئلہ آپ کی اپنی زندگی کا ہے، نہ محض عقلی طور پر حل کر لینے کا یہ مسئلہ ہے نہ اس کا تعلق کسی اور سے ہے، آپ سے اور صرف آپ سے اس کا تعلق ہے، اور صرف آپ ہی کو اسے حل کرنا ہے، کوئی دوسرا اس کے حل کرنے میں اپنا سب کچھ کھپا دے تب بھی آپ کے ہاتھ نہ آئے گا، اور اگر آپ اپنے مسئلہ کو صحیح صحیح حل کرنا چاہیں تو دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی آپ کی راہ میں

رکاوٹ نہیں بن سکتی۔ آپ کا ذاتی اور شخصی مسئلہ ہے، آپ ہی اس کے ذمہ دار ہیں اور آپ ہی کو اپنے کیے کا اچھا یا برا انجام دیکھنا ہے۔ آپ اس پر سوچنے کی زحمت اٹھائیں یا نہ اٹھائیں آپ کی زندگی بہر حال ان سوالات کے جوابات تیار کر رہی ہے اور اپنے وقت پر یہ جوابات بہر حال پیش ہوں گے۔

پھر معاملہ اس خدا سے ہے، جس کے علم سے کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں۔ آسمان کی فضائیں ہوں، یا زمین کی تہیں، پہاڑوں کی چٹانوں کے سینے ہوں، یا سمندر کی اتھاہ گہرائیاں، جہاں کہیں جو کچھ ہو رہا ہے، اس کے علم میں ہو رہا ہے۔ وہ عادل و حکیم ہے، اس کے یہاں کسی کے ساتھ ناانصافی ہرگز نہیں ہو سکتی۔ آپ نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی تو یقیناً اس کا صلہ آپ کے سامنے آئے گا اور ذرہ بھر برائی کی ہوگی تو لازماً اس کا بدلہ آپ کو بھگتنا پڑے گا۔ نہ آپ اس کی گرفت سے بچ کر کہیں بھاگ سکتے ہیں، نہ اُسے دھوکا دے سکتے ہیں، نہ غلط بیانی یا چرب زبانی سے اُسے مطمئن کر سکتے ہیں، نہ دنیا میں واپسی کا امکان ہے، نہ مزید مہلت ہی مل سکتی ہے، نہ خدا کے فیصلے کو چیلنج کیا جا سکتا ہے...... حشر کا فیصلہ اٹل ہے، سنجیدگی سے سوچیے کہ آپ کیا فیصلہ چاہتے ہیں...... آج ہی آپ کو موقع حاصل ہے، آج آپ دار العمل میں ہیں...... کل دار الحساب میں ہوں گے اور عمل کی مہلت ہمیشہ کے لئے ختم ہو چکی گی۔

کیا آپ کو کبھی اس سوال نے لرزایا، کہ آپ نے مال کہاں خرچ کیا، بظاہر یہ کتنا معمولی سا سوال ہے مگر یہ ہرگز معمولی سوال نہیں ہے، اس سوال پر آپ کی آخرت بننے اور بگڑنے کا مدار ہے، اس وقت ہم صرف اسی ایک سوال پر غور کرنا چاہتے ہیں، اچھے اچھے دیندار اور باشعور افراد بھی اکثر اس سوال کی اہمیت کو محسوس نہیں کرتے، اور انہیں یہ حقیقت لرزہ براندام نہیں کرتی کہ ہم جس طرح اور جن کاموں میں اپنا مال خرچ کر رہے ہیں، اس کے بارے میں کل خدا کے حضور کھڑے ہو کر ہمیں خدا کو جواب دینا ہے۔

آپ پابندی سے زکوٰۃ دیتے ہیں، صدقہ وخیرات میں بھی خرچ کرتے ہیں اور کبھی تنگ دلی اور بخل کا مظاہرہ نہیں کرتے لیکن یہ بھی اطمینان کر لیجئے کہ آپ جہاں جہاں اور جس طرح خرچ کر رہے ہیں، ٹھیک ٹھیک خدا کی مرضی کے مطابق کر رہے ہیں یا نہیں، کہیں ایسا تو نہیں ہے، کہ دین

کی ضرورت اور خدا کی مرضی کچھ اور ہو اور آپ کا طرزِ عمل کچھ اور ہو۔

آپ نے حج کا فریضہ ادا کرلیا، اور خدا نے آپ کو اتنا دیا ہے کہ بار بار آپ نفلی حج کریں، اس میں کیا شک ہے کہ بیت اللہ کی حاضری مومن کے لئے بہت بڑی سعادت ہے۔ آپ بار بار اس سعادت سے بہرہ ور ہو رہے ہیں...... آپ کے پڑوس میں ایک بیوہ ہے جو نانِ شبینہ کو محتاج ہے، محلّہ ہی میں ایک دق کا مریض ہے جس کے کئی بچے ہیں، خستہ حال، فاقوں کے مارے، تعلیم و مذہب سے محروم، آپ کی بستی میں کتنے ہی نوجوان واہی تباہی گھوم رہے ہیں، نہ اُن کے روزگار کا کوئی بندوبست ہے، نہ ان کی تعلیم و تربیت کا، ان کی آوارگی اور بے راہ روی نہ صرف معاشرے کے لئے وبالِ جان ہے بلکہ ان کا وجود اسلام کے لئے بھی بدنامی کا باعث ہے، دق کے اس مریض نے آپ کو متوجہ بھی کیا، بیوہ نے بھی اپنی خستہ حالی آپ کو بتائی، نوجوان کی بے راہ روی سے بھی آپ کو روشناس کرایا گیا...... لیکن آپ نے کوئی نوٹس نہ لیا...... آپ کو تو یہ دھن ہے کہ بیت اللہ کی زیارت کر آئیں۔ برسات کی رات تھی، امجد شاہ کو آپ نے اپنے گھر سے نکال دیا، اس کی بیوی نے آپ سے گڑگڑا کر التجا کی کہ دو ماہ کی مہلت دے دیجئے وہ آپ کا مکان خالی کردیں گے، لیکن آپ نے زبردستی دھکے دے کر اُسے نکال دیا، اُس کے سات معصوم بچے بھی سہم سہم کر آپ سے درخواست کرتے رہے مگر آپ نے ایک نہ سنی، ان مظلوموں نے پیڑ کے نیچے بارش میں رات گزاری اور دوسرے دن آپ نے وہ مکان مدرسہ کے لئے وقف کردیا۔ آپ کو دھن تھی کہ جلد از جلد زندگی ہی میں یہ کام کر جاؤں۔ آپ کی بستی میں سیلاب آیا، لوگوں کے گھر اجڑ گئے، لوگ دانے دانے کو محتاج ہو گئے۔ پریشان حالی سے لوگ پریشان ہو گئے، آپ ان کی مدد کر سکتے تھے، فاقہ مست بھوکے بچوں کے لئے کھانے پینے کا انتظام کر سکتے تھے، ان خانہ خراب لوگوں کے لئے چھپروں کا انتظام کر سکتے تھے۔ سیلاب کے مارے سسکتے مریضوں کی دوا دارو کا انتظام بھی کر سکتے تھے۔ آپ کو متوجہ بھی کیا گیا، لیکن آپ نے ایک سن کر نہ دی اور یہ جواب دے کر لوگوں کو مطمئن کرنا چاہا کہ آپ کے سامنے بہت بڑا کام ہے، آپ کئی لاکھ دینی کتابیں چھاپنا چاہتے ہیں کہ اسلام کی تبلیغ کا کام ہو سکے۔ آپ کے ادارے میں کتنے ہی ملازم مالی پریشانی سے تنگ آ کر خودکشی کرنا چاہتے ہیں، کتنوں کی ضرورتیں پوری نہیں ہوئیں تو وہ مجرمانہ زندگی گزارنے پر مجبور ہو گئے ہیں...... انہوں نے آپ کو

اپنی خستہ حالی اور پریشانی کا حال سنانا چاہا، تو آپ نے جھڑک دیا، لیکن اخبارات میں خبریں شائع ہوئیں کہ آپ پبلک کے لئے مسافر خانہ کھول رہے ہیں تاکہ مسافروں کو تکلیف نہ ہو۔

آپ کی زندگی کی یہ چند جھلکیاں ہیں، خدارا غور کیجئے! کہ کل جب خدا آپ سے پوچھے گا کہ تو نے مال کہاں کہاں خرچ کیا تو آپ اپنا یہ طرزِ عمل بتا کر واقعی خدا کو خوش کر سکیں گے کہ آپ نے اپنا مال واقعی صحیح مصارف میں خرچ کیا، کیا آپ مطمئن ہیں کہ آپ نے دین کے تقاضوں کے مطابق خرچ کیا اور آپ کا یہ صدقہ وخیرات خدا کے یہاں قبول ہوگا؟

آپ کا کام صرف یہی نہیں ہے کہ آپ راہِ خدا میں خرچ کریں، یہ بھی آپ ہی کی ذمہ داری ہے کہ صحیح مصارف میں خرچ کریں، دین کا جہاں جہاں تقاضا ہو وہاں خرچ کریں...... بے شک مال آپ کا ہے، لیکن آپ اگر خدا کی راہ میں خرچ کر کے خدا سے صلہ چاہتے ہیں تو خدا کے دین سے یہ بھی معلوم کیجئے کہ میں کہاں صرف کروں اور کس طرح صرف کروں اپنے ذوق کی تسکین اور اپنے نفس وقلب کے اطمینان کے لئے خرچ کر رہے ہیں، تو خدا سے صلے کی طلب نہ کیجئے۔ خدا سے صلہ تو اُسی شخص کو مل سکتا ہے جو خدا کی مرضی کے مطابق خرچ کرے، دین کے بتائے ہوئے مصارف میں صرف کرے، اور دین کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق خرچ کرے، اور خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے لرزتے رہیں کہ آپ نے واقعی جہاں جہاں خرچ کیا ہے اور جس جس انداز میں خرچ کیا ہے اس سے دین کا منشأ بھی پورا ہوا یا نہیں، اور خدا کا جو حکم تھا، وہ بھی پورا ہو سکا یا نہیں: **والذین یؤتون مآ اٰتوا وّقلوبهم وجلة انهم الٰی ربهم راجعون** ٥ ''اور وہ دیتے ہیں جو کچھ بھی دیتے ہیں اور دل ان کے اس خیال سے کانپتے رہتے ہیں کہ ہم کو اپنے رب کی طرف پلٹنا ہے''۔ (المؤمنون۔٦٠)

حضرت عائشہؓ نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ! کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص چوری، زنا اور شراب نوشی کرتے ہوئے اللہ سے ڈرے؟ فرمایا نہیں اے صدیق کی بیٹی! اس سے مراد وہ شخص ہے جو نماز پڑھتا ہے، روزے رکھتا ہے زکوٰۃ دیتا ہے اور پھر خدائے عزّ وجل سے ڈرتا رہتا ہے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو قیامت کے دن کے ان پانچ سوالوں کے جوابات کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

مضمون نمبر ۹

جہنم میں کون لوگ جائیں گے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ چار قسم کے لوگوں کے علاوہ کسی کو جہنم میں باقی نہیں رکھا جائے گا ان میں کوئی خیر نہیں ہوگی یہ بات انہوں نے اس فرمان خداوندی کی روشنی میں فرمائی؛

قالوا لم نک من المصلین ولم نک نطعم المسکین . وکنا نخوض مع الخائضین وکنا نکذب بیوم الدین . (المدثر : ۴۳ . ۴۵)

(ترجمہ) (۱) ہم نہ تو نماز پڑھا کرتے تھے (۲) اور نہ غریب کو (جس کا حق واجب تھا) کھانا کھلایا کرتے تھے (۳) اور (جولوگ دین حق کے ابطال کے مشغلہ میں رہتے تھے ان) مشغلہ میں رہنے والوں کے ساتھ ہم بھی (اس) مشغلہ (ابطال دین) میں رہا کرتے تھے (۴) اور قیامت کے دن کو جھٹلایا کرتے تھے۔

حضرت حارثہ بن وہبؓ سے مروی ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں جنتیوں کا نہ بتلاؤں (پھر آپ ﷺ نے فرمایا' ہر کمزور یا کمزور کر دیا جانے والا اگر وہ اللہ تعالیٰ پر (کسی معاملہ میں) قسم اٹھاوے تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم کو پورا فرمادیں' کیا میں تمہیں دوزخیوں کا نہ بتلاؤں؟ (پھر آپ ﷺ نے فرمایا ہر طاقتور تکبر کی چال چلنے والا متکبر۔ (بخاری مسلم)

اللہ تعالیٰ فرماتے الیس فی جہنم مثوی للمتکبرین (الزمر: ۶۰)

(ترجمہ) کیا ان متکبرین کا ٹھکانہ جہنم میں نہیں ہے؟ (یعنی متکبرین کا ٹھکانہ جہنم میں ہے)

آپ ﷺ نے فرمایا کہ متکبرین کو روز قیامت چیونٹیوں کی طرح اٹھایا جائے گا (پھر انہیں جہنم میں (اس) قید خانہ کی طرف ہانکا جائے گا جس کا نام بولس ہے جس کے اوپر تمام آگوں سے

بڑی آگ ہے ان پر ہر جگہ سے ذلت چھائی ہوئی ہوگی۔

اس لئے کہ تکبر کی سزا رسوائی اور ذلت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **فالیوم تجزون عذاب الھون بما کنتم تستکبرون فی الارض بغیر الحق** (الاحقاف:۲۰)

(ترجمہ) سو آج تم کو ذلت کی سزا دی جائے گی (چنانچہ سزا کے لئے آگ ہے اور ذلت میں سے یہ ملامت اور پھٹکار ہے) اس وجہ سے کہ تم دنیا میں ناحق تکبر کیا کرتے تھے (یہاں تکبر سے مراد ایسا تکبر ہے جو ایمان سے باز رکھے کیونکہ دائمی عذاب اسی کے ساتھ خاص ہے)

ایک صحیح حدیث ہے جسے حضور ﷺ اللہ تعالیٰ سے حکایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **الکبریاء ردائی والعظمۃ ازاری فمن نازعنی واحد منھما عذبتہ بناری**

غرور میری چادر ہے اور عظمت میرا پردہ ہے پس جس کسی نے ان میں سے کوئی ایک بھی مجھ سے چھیننے کی کوشش کی تو میں اسے جہنم میں ڈال دوں گا۔

حضرت ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جنت اور جہنم نے آپس میں احتجاج کیا تو جہنم نے کہا مجھ میں مغرور اور ظالم لوگ داخل کئے جائیں گے۔ جنت نے کہا میرے اندر کمزور اور ان کے (دنیا میں) کم درجہ لوگوں کے سوا کوئی نہیں ہوگا۔ (تو) اللہ تعالیٰ (بطور فیصلہ) جنت سے فرمائیں گے تو میری رحمت ہے اپنے بندوں میں سے میں جسے چاہوں گا تیرے ساتھ نوازوں گا اور جہنم سے فرمایا تو میرا عذاب ہے میں تیرے ساتھ عذاب دوں گا اپنے بندوں میں سے جسے چاہوں گا۔ اور تم میں سے ہر ایک کو اس (کی مقدار کے مطابق) بھرنا ہے اور دوزخ پُر نہیں ہوگی حتی کہ اللہ تعالیٰ اپنا قدم مبارک اس پر رکھیں گے تو وہ عرض کرے گی بس بس اس وقت وہ بھر جائے گی اور اس کا ایک حصہ دوسرے میں سکڑ جائے گا اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں کسی پر ظلم نہیں کریں گے اور جنت کے متعلق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ (اسے پر کرنے کے لئے) ایک اور مخلوق پیدا کرکے (پُر کر) دیں گے۔

(فائدہ) امام احمدؒ نے حضرت ابو سعید خدریؓ کے واسطہ سے حضور ﷺ سے مذکورہ حدیث اس طرح روایت فرمائی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنت اور جہنم نے (رب کے سامنے) فخر کیا تو

جہنم نے کہا اے میرے پروردگار میرے اندر ظالم، متکبر، بادشاہ اور چوہدری داخل ہوں گے۔ اور جنت نے کہا اے میرے پروردگار میرے اندر کمزور، غریب، اور مسکین داخل ہوں گے۔ (مسند احمد)

متکبروں کے جہنم میں، کمزوروں کے جنت میں جانے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کو ناپسندیدہ چیزوں سے اور دوزخ کو خواہشات کے پردہ میں چھپایا ہے کہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **فاما من طغى و اٰثر الحياة الدنيا فا ن الجحيم هى المأوٰى و امامن خاف مقام ربه و نهى النفس عن الهوىٰ. فان الجنة هى المأوٰى** (النازعات: ۳۷-۴۱)

(ترجمہ) جس شخص نے (حق سے) سرکشی کی ہوگی اور (آخرت کا منکر ہو کر اس پر) دنیوی زندگی کو ترجیح دی ہوگی سو دوزخ اس کا ٹھکانہ ہوگا۔ اور جو شخص (دنیا میں) اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا ہوگا (کہ قیامت اور آخرت اور حساب کتاب پر اس کا ایمان مکمل ہو) اور نفس کو (حرام) خواہش سے روکا (یعنی اعتقاد صحیح کے ساتھ عمل صالح بھی کیا ہوگا) سو اس کا ٹھکانہ جنت ہوگا۔

پس جنہوں نے اپنی نفسانی خواہشات قربان کر کے نفس کشی کی اور جنت والے اعمال کئے وہ خدا کے سامنے اپنے آپ کو ضعیف اور ناتواں سمجھتے رہے وہ جنت میں داخل ہو گئے۔ اور جنہوں نے نفسانی خواہش کو مدنظر رکھ کر خدا کے سامنے تکبر کیا اور اعمال بد میں مبتلا رہے وہ جہنم کا ایندھن بن گئے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے جنت اور جہنم کو پیدا کیا تو جبرائیل علیہ السلام کو جنت کی طرف روانہ کیا اور فرمایا جنت کو بھی دیکھو اور جو کچھ میں نے جنتیوں کے لئے تیار کیا ہے اسے بھی دیکھو۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ پس وہ جنت میں آئے اور اسے دیکھا اور اسے بھی جو جنت والوں کے لئے تیار فرمایا تھا۔ پھر وہ اللہ جل شانہ کے پاس لوٹ گئے اور عرض کیا مجھے آپ کے غلبہ اور طاقت کی قسم (جنت کے بارے میں) کوئی بھی نہیں سنے گا مگر وہ اس میں داخل ہو جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا تو وہ مکروہات میں چھپا دی گئی اور فرمایا اب جنت کی طرف جاؤ اور دیکھو ہم نے جنت والوں کے لئے کیا تیار کیا ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں پس وہ جنت کی طرف لوٹ آئے تو وہ مکروہات میں ڈھکی ہوئی تھی تو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ گئے اور

عرض کیا مجھے آپ کے غلبۂ قدرت کی قسم میں ڈرتا ہوں کہ اب تو اس میں کوئی ایک بھی داخل نہ ہو سکے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب جہنم کی طرف جاؤ اور دیکھو میں نے جہنم والوں کے لئے کیا تیار کیا ہے (جب اسے جا کر دیکھیں گے) تو وہ اوپر نیچے اپنے آپ پر چڑھی ہوئی تھی تو وہ اللہ عز شانہ کی طرف لوٹ آئے اور عرض کیا مجھے آپ کے غلبۂ قدرت کی قسم جو بھی اس کا سنے گا کوئی اس میں داخل نہ ہوگا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق حکم فرمایا کہ خواہشات میں چھپ جاؤ اور حضرت جبرائیل سے فرمایا کہ اب جاؤ جب وہ لوٹے تو (دیکھ کر) عرض کیا کہ آپ کے غلبہ قدرت کی قسم اب تو ڈر لگتا ہے کہ کوئی ایک بھی اس سے نجات نہ پا سکے گا بلکہ اس میں داخل ہو جائے گا۔ (مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی)

(فائدہ) اس حدیث میں اور حضرت حارثہ بن وہب کی سابقہ حدیث وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تندرستی، طاقتوری، دولتمندی، دنیاوی خواہشات میں مصروفیت تکبر اور مخلوق پر بڑائی جتلانا ان سب کا مجموعہ عام طور پر خدا تعالیٰ کے سامنے سرکشی کا سبب بنتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا **فامامن طغی و اثر الحیا ۃ الدنیا فان الجحیم ھی المأوٰی.**

(النازعات: ۳۷-۳۹)

جس نے سرکشی اختیار کی اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی تو اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔

اور کمزور بدن، مال کی کمی کی وجہ سے دنیا میں کمزوری دکھانے والے غلبۂ طاقت کے باوجود مؤمن ہیں تو یہ سب فلاح کا سبب بنتے ہیں اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ "**من العصمۃ ان لاتجد**" گناہ سے حفاظت کا (ایک) سبب یہ ہے کہ آدمی کے پاس (ذرائع گناہ کی) فراوانی نہ ہو۔

ابو عامر اشعریؓ فرماتے ہیں کی ایک آدمی نے حضرت رسول اکرم ﷺ سے اہل دوزخ کے متعلق سوال کیا (کہ دوزخی کون ہے؟) تو آپ ﷺ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ تم نے بہت بڑی بات پوچھی۔ ہر بخیل قعبری (جہنم میں جائے گا) اس نے عرض کیا اے رسول اللہ ﷺ قعبری کون ہے؟ آپ نے فرمایا اپنے ساتھ رہن سہن کرنے والوں پر بخل کرنے والا اپنے اہل خانہ پر بخل کرنے والا اپنے ہم نشین پر بخل کرنے والا۔ پھر اس نے پوچھا اے رسول اللہ ﷺ جنتی کون ہے؟ تو بھی آپ ﷺ نے فرمایا تو نے بڑی بات کے متعلق سوال کیا (پھر فرمایا) ہر ضعیف تارک دنیا (جنت والا ہے)

حضرت عیاض بن حمار سے مروی ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا:
اہل جنت تین قسم کے لوگ ہیں۔ ا۔ صاحب سلطنت عادل خیرات کرنے والا ۲۔ بہت مہربان ہر رشتہ دار کے لئے نرم دل۔ ۳۔ ہر حرام اور مکروہ کام سے رکنے والا' عیالدار بوقت ضرورت ہاتھ پھیلانے سے بچنے والا۔ اور اہل جہنم پانچ قسم کے لوگ ہیں۔ ا۔ (ہر موٹا تازہ جو اپنی بزدلی کی بنا پر کمزور (بنا پھرتا) ہو لوگوں کے پیچھے پیچھے چلتا ہو۔ نہ بیوی بچوں کا خواہش مند ہو نہ رزق کی جستجو کرتا ہو، ۲۔ وہ خیانتی جس کی کوئی تمنا ادھوری نہ رہتی ہو اگر اسے موقع مل جائے تو وہ خیانت کر ہی ڈالے۔ ۳۔ وہ آدمی جو تیرے اہل عیال اور مال کے متعلق صبح شام تجھے دھوکہ دیتا رہے۔ اسی طرح آپ نے ۴۔ کنجوسی۔ جھوٹ۔ ۵۔ بدخلقی کا بھی ذکر فرمایا۔ (صحیح مسلم شریف)

(فائدہ) دوزخیوں کی پہلی قسم باقی اقسام سے زیادہ بری ہے کیونکہ ان کے پیش نظر دنیا اور آخرت کی طرف کے کچھ مقاصد نہیں ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ جیسے ہو پس پیٹ اور فرج کی آگ بجھے اس کے لئے یا تو یہ لوگوں کے پیچھے چلتے ہوئے ان کے غلام بن جاتے ہیں یا ان کے آگے پیچھے چکر لگانے والے منگتے بن جاتے ہیں پھر اپنی مکاری اور عیاری سے پیٹ اور فرج کے لئے مکروہ عزائم پورے کرتے ہیں۔ ۲۔ دوزخیوں کی دوسری قسم میں وہ خیانتی داخل ہیں جو موقع پاتے ہی چھوٹی موٹی ہر قسم کی خیانت کرتے اور اسے غنیمت سمجھتے ہیں اس خیانت میں ناپ تول میں کمی بھی شامل ہے اسی طرح یتیموں کے اموال' اوقاف کے اموال' مدارس کے اموال اور دیگر اموال جن کا کسی کو وکیل بنایا جاتا ہے ان میں بھی وہ خیانت کر ڈالتے ہیں چاہے یہ امانتیں معمولی ہوں یا غیر معمولی یہ سب نفاق کی خصلتوں میں سے ہیں اس میں عمومی طور پر یہ خیانت بھی شامل ہے جو آدمی چوری چھپے حرام چیزوں کا ارتکاب کر کے بظاہر پرہیز گار بنتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول کے احکام میں خیانت میں مبتلا ہو جائے۔ ۳۔ تیسری قسم میں وہ دھوکہ باز ہیں جس کی صبح شام کی عادت لوگوں کو ان کے اموال اور اہل وعیال میں دھوکہ دینا ہے جبکہ دھوکہ بازی منافقوں کے اوصاف میں سے ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس برائی سے موصوف فرمایا۔ (دھوکہ) کا معنی خیر کو ظاہر کر کے دکھانا اور شر کو پس پردہ رکھنا تاکہ اس کے ذریعہ لوگوں کے اموال (اپنے) اہل وعیال تک پہنچ سکیں اور اس تدبیر سے اپنے لئے (ناجائز طور پر) منافع حاصل کر سکیں جبکہ یہ فریب اور دھوکہ بازی میں

شامل ہے اور حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: **من غش فليس منا . والمكر والخداع في النار.**

(ترجمہ) جس نے دھوکہ بازی کی وہ ہم (گروہِ مسلمانان) میں سے نہیں ہے۔ فریب اور دھوکہ بازی جہنم میں ان (دھوکہ بازوں) کے ساتھ جائیں گے۔

۴۔ چوتھی قسم میں جھوٹا اور کنجوس ہے، یہ جھوٹ اور کنجوسی دونوں حرص اور لالچ سے پیدا ہوتے ہیں۔ ایک روایت میں شیطان نے کہا ابن آدم مجھ پر ہرگز غالب نہیں ہوگا (یہ) حرام طریقہ سے مال حاصل کرے گا یا اسے غلط مد میں خرچ کرے گا یا حق کی جگہ پر خرچ کرنے سے روک لے گا۔

۵۔ نہایت بدخلق بھی دوزخی ہوگا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا **ان من شر الناس منزلة عندالله يوم القيامة من تركه الناس اتقاء فحشه.** **(بخاری و مسلم)**

(ترجمہ) روز قیامت اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوگوں میں بدترین درجہ میں وہ آدمی ہوگا جسے لوگوں نے اس کی بدخلقی سے بچنے کے لئے چھوڑ دیا تھا (بخاری و مسلم) اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اکرام ﷺ نے ارشاد فرمایا **ان الله يبغض الفاحش البذيّ**

(الترمذی)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ بدخلقی اور بے ہودہ خرافات بکنے والے سے بغض فرماتے ہیں۔

فائدہ مسند احمد میں گذشتہ حدیث کے ہم معنی ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ (آدمی کو اللہ تعالیٰ کے سامنے) شریر ہونے کے لئے اتنا کافی ہے کہ وہ بدخلق، خرافات بکنے والا، کنجوس اور بزدل ہو۔ خرافات بکنے والے کا مطلب یہ ہے کہ جب بھی اس کے سامنے آئے تو گالم گلوچ اور غلیظ باتوں سے اس کا استقبال کرے اور انہیں سے اس کی تواضع کرے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: میرے سامنے وہ تین قسم کے لوگ پیش کئے گئے جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے اور وہ تین بھی جو سب سے پہلے جہنم میں داخل ہوں گے۔ پس وہ تین جو سب سے پہلے جنت میں جائیں گے۔ (۱)

شہید (۲) مملوک غلام جسے دنیا کی غلامی خدا کی عبادت سے نہ روکے (۳) غریب عیالدار دستِ سوال نہ پھیلانے والا۔ اور وہ تین جو سب سے پہلے دوزخ میں جائیں گے ان میں سے ایک وہ سربراہ (جو اپنے ظلم سے رعایا پر) مسلط ہو۔ دوسرا وہ مالدار جو اپنے مال میں سے اللہ کا حق (زکوٰۃ وغیرہ) ادا نہ کرے۔ تیسرا وہ غریب جو اپنے پاس کچھ نہ ہونے کے باوجود اتراتا ہو۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ریاکار مجاہد، قاری اور سخی کے متعلق فرمایا کہ: یہ وہ لوگ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ روز قیامت آگ کو ایندھن دیں گے۔ (مسلم شریف)

(فائدہ) ریاکاروں کو سب سے پہلے جہنم کا ایندھن اس لئے بنایا جائے گا کیونکہ ریا شرکِ اصغر ہے اور جو گناہ شرک سے متعلق ہوں گے وہ دیگر گناہوں سے عذاب میں بھی زیادہ ہیں اس لئے ان کو دوسرے گناہ گاروں سے قبل جہنم میں بطور ایندھن ڈالا جائے گا۔

ایک حدیث میں وارد ہے کہ فاسق قراء کو مشرکین سے بھی پہلے جہنم میں ڈالا جائے گا جیسا کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: جہنم کے فرشتے بت پرستوں سے پہلے فاسق فاجر قراء کی طرف لپکیں گے، تو وہ کہیں گے بت پرستوں سے قبل ہمیں جہنم میں ڈالنے کی پہل کی جارہی ہے؟ تو انہیں کہا جائے گا واقف ناواقف کی طرح نہیں ہوتا۔ (طبرانی، ابونعیم) (اس لئے پہلے تمہیں جہنم میں ڈالا جارہا ہے)

(فائدہ) ''روز قیامت جہنم کا آنا اور گردن نکال کر گفتگو کرنا'' کے عنوان کے تحت بہت سی احادیث ذکر کی گئی ہیں کہ جہنم سے ایک گردن نکلے گی اور ہولناک باتیں کرے گی اور مخلوقات کی صفوں سے مشرکین اور تصویر کشی کرنے والوں کو چن کر جہنم میں ڈال دے گی۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جس نے کسی کا ناحق خون کیا اسے باقی لوگوں سے پانچ سو برس پہلے دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ حضرت ابن عباسؓ وغیرہ فرماتے ہیں کہ یہ سب کچھ اعمالناموں کی تقسیم اور حساب کتاب کی ترازو قائم کرنے سے پہلے ہوگا۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''یہ سب تمام لوگوں کے حساب کتاب سے پہلے ہوگا'' (بحوالہ جہنم کے خوفناک مناظر)

دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کی جہنم اور جہنم میں لے جانے والے اعمال سے حفاظت فرمائے، آمین یارب العالمین۔

مضمون نمبر ۱۰

جہنم میں عمل نہ کرنے والوں کی مختلف سزائیں

حضرت اسامہ بن زیدؓ سے مروی ہے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ''قیامت کے روز ایک شخص کو لایا جائے گا اور دوزخ کی آگ میں ڈال دیا جائے گا اس کے پیٹ کی آنتیں باہر آجائیں گی اور وہ ان کو اس طرح گھسیٹتا پھرے گا جس طرح گدھا پن چکی میں چکر لگاتا ہے اس کے ارگرد دوزخی جمع ہو کر کہیں گے کہ فلانے! تمہیں کیا ہوا ہے؟ کیا تم اچھی باتوں کا حکم نہیں دیتے تھے اور بری باتوں سے روکتے نہیں تھے؟ وہ کہے گا کہ کیوں نہیں! میں اچھی باتوں کا حکم دیا کرتا تھا لیکن خود نہیں کرتا تھا اور بری باتوں سے منع کیا کرتا تھا لیکن خود ان سے نہیں رکتا تھا''۔

(بخاری و مسلم)

(ف) اللہ اکبر! یہ حدیث کتنی زبردست ہے، اس میں کیسی ہولناک خبر دی گئی ہے جس سے شانے کا گوشت حرکت کرنے لگتا ہے اور اس کی ہولناکی و دہشت سے ان لوگوں کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہونے لگتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، اور اس کے عذاب سے خوف کھاتے ہیں۔

''اصلاح معاشرہ اور اسلام'' کے مصنفؒ اس حدیث کی تشریح کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ:
میرا ارادہ تھا کہ میں اس حدیث مبارکہ پر کچھ نہ لکھوں اور اس کی شرح نہ کروں اس لئے کہ وہ خود نہایت واضح اور کھلی ہوئی ہے، اور اس سے بلاغتِ نبوی ﷺ ظاہر ہو رہی ہے اور ایسی زبردست حجت و دلیل کی نشاندہی ہو رہی ہے جس کے ہوتے ہوئے کسی شرح کی ضرورت نہیں، اور اس کے سامنے زبانیں گنگ ہو جاتی ہیں، اور اس کے بیان کرنے سے پہلے قلم ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں، لیکن بہر حال بعض لوگوں کی وجہ سے تفصیل و شرح کرنا ہی پڑتی ہے۔

ہم واعظوں کی جماعت اگر چہ اچھائی اور نیکی اور نیکو کاروں کو پسند کرتے ہیں، اور فساد اور مفسدوں کو ناپسند کرتے ہیں لیکن اپنے فرائض ادا کرنے میں مقصر ہیں، اور ہماری بات میں اثر نہیں اور ہمارا کلام بے فائدہ ہے، سامعین کے دل میں نہیں اترتا، اور لوگوں کے نفوس کو اچھائیوں کی طرف بہت ہی کم مائل کرتا ہے اس لئے کہ ہمارا کلام خواہ سچ کیوں نہ ہو تب بھی اس میں کچھ نہ کچھ باطل کی آمیزش ہوتی ہے اور اس سے اللہ کی رضا مقصود نہیں ہوتی، ہم لوگوں کو اللہ کے راستے میں جہاد کا حکم دیتے ہیں لیکن ہم خود بزدل ہوتے ہیں، دوسروں کو اللہ کے راستے میں خرچ کرنے پر ابھارتے ہیں لیکن ہم خود بخیل ہوتے ہیں، عبادت کی دعوت دیتے ہیں لیکن خود سست ہوتے ہیں، دوسروں کو اللہ کی نافرمانی اور مصیبت سے ڈراتے ہیں لیکن اس معاملے میں ہم خود کمزور ہوتے ہیں، شیطان ہم پر حکمرانی کرتا ہے، اور خواہشاتِ نفس ہم پر غالب آتی ہیں اور ہم شہوات وخواہشات کی پیروی کرتے ہیں، اور مکروہ حرام چیزوں کے بارے میں تساہل سے کام لیتے ہیں اور بہت سے واجبات ومستحبات ہم سے چھوٹ جاتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ نیکی کی طاقت اللہ تعالیٰ ہی عطا فرماتے ہیں۔

لہٰذا اے علماءِ دین! اور انبیاء علیہم السلام کے ورثاء اور شریعت کے حاملین اور قوانین اور احکامات کا استنباط کرنے والو! آپ لوگ اس عظیم حدیث مبارکہ سے کیوں غافل ہیں! یا آپ لوگ اس پر ایمان رکھتے ہیں لیکن اس کے باوجود آپ کے اعمال قول کے مطابق نہیں ہیں؟ یا آپ لوگ اس کے منکر ہیں حالانکہ یہ بالکل صحیح بات ہے اور قرآنِ کریم میں اس کے شواہد نہایت واضح اور جلی طور سے مذکور ہیں:

یٰآیھا الذین اٰمنوا لم تقولون مالا تفعلون کَبُرَ مقتاً عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون. (الصف۔۲:۳)

”اے ایمان والو! ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں، اللہ کے نزدیک یہ بات بہت ناراضی کی ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں“۔

یاد رکھئے! اگر اور لوگوں کے لئے صرف برائی سے بچنا اور اچھے کام کرنا ضروری ہے تو آپ پر اس کے ساتھ ساتھ اچھی باتوں کا حکم دینا اور بری باتوں سے روکنا بھی لازم ہے، اس لئے کہ جو

جانتا ہے وہ اس شخص کے برابر نہیں ہوسکتا جو نہیں جانتا، اور جو شخص علم میں تو آگے بڑھتا جائے لیکن عمل میں آگے نہ بڑھے تو وہ اللہ تعالیٰ سے دور ہی ہوتا جائے گا، اور جو شخص دوسروں کو اچھی باتوں کی تعلیم دے اور خود اپنے آپ کو بھلا دے اس کی مثال اس چراغ کی سی ہے جو لوگوں کو تو روشنی بہم پہنچاتا ہے لیکن اپنے آپ کو جلا ڈالتا ہے۔

حضرت امام غزالیؒ نے ایسے لوگوں کی کئی مثالیں پیش کی ہیں جو دوسروں کو وعظ نصیحت کرتے ہیں لیکن اپنی بات سے خود عبرت حاصل نہیں کرتے اور دوسروں کو تعلیم دیتے ہیں لیکن خود عمل نہیں کرتے، ایسے لوگوں کی مثال اس رجسٹر کی طرح ہے جو دوسروں کو فائدہ پہنچاتا ہے لیکن وہ خود علم سے خالی ہوتا ہے اور تیز کرنے والے آلے کی سی ہے جو دوسرے کی دھار تیز کرسکتا ہے لیکن خود کسی چیز کو کاٹ نہیں سکتا، اور اس سوئی کی طرح ہے جو خود ننگی رہتی ہے اور دوسروں کو لباس پہناتی ہے۔

جنتیوں کی ایک جماعت دوزخیوں کی ایک جماعت کے پاس جا کر ان سے کہے گی کہ تمہیں کیا ہو گیا تم لوگ یہاں کیسے پہنچے؟ بخدا ہم تو تمہاری بتلائی ہوئی باتوں پر عمل کی وجہ سے جنت میں پہنچے ہیں؟ وہ کہیں گے کہ ہم زبان سے تو کہتے تھے لیکن خود عمل نہیں کرتے تھے، اس طرح کچھ دوزخ والے ایک بے عمل عالم کے پاس اکٹھا ہو کر اس سے کہیں گے کہ آپ دوزخ میں کس طرح داخل ہو گئے، آپ تو اچھی باتوں کا حکم دیتے تھے اور بری باتوں سے روکتے تھے؟ وہ کہے گا کہ میں تمہیں اچھی باتوں کا حکم دیا کرتا تھا خود ان پر عمل نہیں کرتا تھا، اور میں تمہیں بری باتوں سے روکتا تھا لیکن خود ان کا ارتکاب کیا کرتا تھا، اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو اس بات پر درجِ ذیل آیت مبارکہ میں عتاب فرمایا ہے کہ **"اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم وانتم تتلون الکتٰب افلا تعقلون"**

"کیا تم دوسرے لوگوں کو تو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے کو بھول جاتے ہو درانحالیکہ تم کتابِ (الٰہی) پڑھتے رہتے ہو سو کیا تم عقل سے کام (ہی) نہیں لیتے۔"

وہ واعظین و مقررین جن کی وجہ سے منبر حرکت میں آجاتے ہیں اور وہ ہزاروں کے مجمعوں میں کھڑے ہو کر زوردار اور لچھے دار خطاب کرتے ہیں جو بہادری و شجاعت سے لبریز اور

حکمت و دانائی کی باتوں سے پُر ہوتے ہیں اور فصاحت و بلاغت میں ممتاز، اور جلال و جمال میں یکتا ہوتے ہیں، قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان سے اس کے بارے میں دریافت فرمائیں گے اور اللہ تعالیٰ دلوں کا حال بخوبی جاننے کے باوجود ان سے پوچھیں گے تم نے یہ زوردار وعظ اور فصیح و بلیغ تقریریں کیوں کی تھیں؟......

اسراء و معراج والی رات نبی کریم ﷺ کا گزر ایسے لوگوں پر ہوا جن کے ہونٹ قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے اور جیسے ہی ان کے ہونٹ کاٹ دیئے جاتے دوبارہ پھر ویسے ہی ہو جاتے، آپ نے ان کے بارے میں دریافت فرمایا تو آپ کو بتلایا گیا کہ یہ آپ کی امت کے وہ خطیب و واعظ ہیں جو دوسروں کو نصیحت کرتے تھے خود اس پر عمل نہیں کرتے تھے۔

انہی لوگوں میں وہ مقررین بھی داخل ہیں جو جنگوں کو چھڑواتے اور جذبات کو بھڑکاتے اور لوگوں میں کسی کے محاسن اور کسی کی برائیاں ذکر کر کے عداوت پیدا کرتے ہیں، بدکاروں کی تعریف کرتے ہیں اور نیکوکاروں کی مذمت بیان کرتے ہیں، بدعت کی دعوت دیتے ہیں اور سنت سے روکتے ہیں، اور ظالموں کے کرتوتوں کی حمایت کرتے ہیں اور فرعون اور ظالموں کو اللہ تعالیٰ کے نبیوں اور مقرب فرشتوں کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں اور کاش اگر ایسا اس لئے ہوتا کہ وہ کسی باطل کو حق سمجھ بیٹھے ہوں اور غلطی اور جھوٹ کو سچ اور درست سمجھ رہے ہوں تو بھی ٹھیک تھا، لیکن یہ بات ہرگز نہیں ہے بلکہ وہ مکاری، دجل، نفاق، جھوٹ، ملمع سازی، بہتان اور دھوکہ دہی کے لئے ایسا کرتے ہیں علماء سو (برے علماء) درحقیقت یہی ہیں جن کی مذمت وارد ہوئی ہے، اور بہت سی آیات و احادیث اور ضرب الامثال میں ان سے بچایا گیا ہے، اسی نوع سے متعلق نبی کریم ﷺ کا درج ذیل فرمان مبارک بھی ہے کہ علم اس لئے حاصل نہ کرو کہ اس کے ذریعہ سے علماء سے فخر و مباہاۃ کرو، اور نہ اس لئے کہ اس کے ذریعے بے وقوفوں سے مقابلہ و مباحثہ کرو اور اس کی وجہ سے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر سکو، جو شخص ایسا کرے گا وہ دوزخ میں جائے گا۔

نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے دجال کی بنسبت غیر دجال سے تم پر زیادہ خوف و خطرہ ہے، پوچھا گیا کہ وہ کون ہیں؟ فرمایا کہ وہ ائمہ جو گمراہ کرنے والے ہوں اور آپ ﷺ ہی سے مروی ہے کہ جو شخص علم میں آگے بڑھتا جائے لیکن ہدایت میں آگے نہ بڑھے وہ اللہ تعالیٰ سے دوری میں

آگے بڑھتا چلا جائے گا۔

حضرت عمرؓ سے مروی ہے فرمایا کہ مجھے اس امت پر سب سے زیادہ جس شخص سے خطرہ ہے وہ علم رکھنے والا منافق ہے، پوچھا گیا کہ منافق علم رکھنے والا کیسے ہوگا؟ فرمایا کہ زبانی عالم ہوگا دل اور عمل کے لحاظ سے جاہل ہوگا، اور حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ تم ان لوگوں میں سے مت بنو جو علماء کا علم اور حکماء کی ظریف باتوں کو یاد رکھتے ہیں لیکن عمل میں بے وقوفوں کی طرح ہوتے ہیں اور حضرت حسنؒ ہی فرماتے ہیں کہ علماء کے لئے سزا ہی یہ ہے کہ دل مردہ ہو جائے اور دل کا مردہ ہونا یہ کہ وہ آخرت والے عمل سے دنیا طلب کرے۔

اور بخدا انہی کی طرح بلکہ ان سے زیادہ دین اور معاشرہ کو نقصان پہنچانے والے اخبارات ورسائل میں لکھنے والے وہ حضرات ہیں جو ان لوگوں کے سامنے جو انہیں نہیں جانتے زبردست مصلح بن کر آتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ وہ سچے اور مخلص وطن پرست ہیں، اور علماء و مجددین اور ہلاکت و تباہی سے بچانے والے لیڈر و قائد ہیں، حالانکہ درحقیقت وہ مادہ اور موقع پرست ہوتے ہیں وہ صرف اور صرف اپنی دکان چمکانا چاہتے ہیں اور مختلف قسم کے پڑھنے والوں کے دل اپنے پرچے کی طرف مائل کرنا چاہتے ہیں۔

لہٰذا اگر بدباطن قسم کے لوگ اسلام کے محاسن یا نبی کریم ﷺ کی سیرت مبارکہ، یا صحبت، تعلیم، حکومت اور قوم کی اصلاح کے سلسلہ میں یہ لوگ کچھ لکھتے ہیں تو یہ صرف اور صرف عیاری اور چالبازی ہوتی ہے اور مختلف قسم کے پڑھنے والوں اور خریداروں کی رغبت و پسند کا پہچاننا ہی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''اور کچھ لوگ ایسے (بھی) ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ اور روزِ آخرت پر، حالانکہ وہ (بالکل ہی) ایمان والے نہیں، دھوکہ دینا چاہتے ہیں اللہ کو اور ایمان والوں کو، حالانکہ (فی الواقع) دھوکہ کسی کو بھی نہیں دیتے بجز اپنی ذات کے اور اس کا بھی احساس نہیں رکھتے''۔ (سورۂ بقرہ)

اس لئے ہمیں سب سے زیادہ اپنی نفس کی اصلاح اور پھر ان لوگوں کی اصلاح کی ضرورت ہے جو ہم سے خصوصی تعلق رکھتے ہوں، نیک صالح افراد ہی سے عمدہ صالح معاشرہ وجود میں آتا ہے، اور جو شخص خود اپنی اصلاح نہ کر سکے وہ دوسرے کی اصلاح بدرجہ اولی نہ کر سکے گا، اور جو شخص اپنی

اصلاح سے ابتدا کرے گا اپنے نفس کو گمراہی وسرکشی سے روکے گا اور سیدھے راستے پر چلائے گا وہی کامیاب، حکیم ودانا اور نیک مصلح ہوگا، ارشاد ہے کہ

''وہ یقیناً بامراد ہوگیا جس نے اپنی جان کو پاک کرلیا اور وہ یقیناً نامراد ہوا جس نے اس کو دبا دیا''۔ (سورۂ شمس)

لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ہم اپنے فریضے کو چھوڑ دیں اور اچھی باتوں کا حکم دینے اور بری باتوں سے منع کرنے سے رک جائیں اور دوہرے گنہگار ہوں اور جانتے بوجھتے دو غلطیوں میں گرفتار ہوجائیں، اور اگر ہم ہاتھ چھوڑ کر بیٹھ گئے اور یہ سمجھنے لگے کہ تبلیغ کا کام فرضِ کفایہ ہے اور ہم میں سے بعض لوگ یہ کہنے لگیں کہ تبلیغ تو فلاں کا کام ہے میرا کام نہیں ہے، اور میں نہ اس کی اہلیت رکھتا ہوں نہ اتنی معلومات، میں تو بہت گنہگار ہوں، پس مجھے کون وعظ ونصیحت کرے گا؟ اور کون مجھے صحیح راستہ بتلائے گا؟ وعظ وارشاد کا تو خود میں زیادہ محتاج ہوں، اگر ہم نے ایسا کرلیا تو پھر تو تمام احکام معطل ہوجائیں گے اور لوگ ممنوع چیزوں کا ارتکاب کرنے لگیں گے، اور سب کے سب اللہ تعالیٰ کے درجِ ذیل فرمان کے مستحق بن جائیں گے جس کا مفہوم ہے کہ

''بنی اسرائیل میں سے جنہوں نے کفر اختیار کیا ان پر لعنت ہوئی داؤدؑ اور عیسیٰ ابن مریمؑ کی زبان سے یہ اس لئے کہ انہوں نے (برابر) نافرمانی کی اور حد سے آگے نکل جاتے تھے جو برائی انہوں نے اختیار کر رکھی تھی اس سے باز نہ آئے تھے کیسا بے جا تھا جو کچھ وہ کر رہے تھے۔''

(سورۂ مائدہ)

انسان کو اپنے آپ کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیئے اور اپنے مقام ومرتبہ کو معمولی سمجھ کر کسی برائی کو ہوتا دیکھ کر خاموش نہیں رہنا چاہیئے، اور نہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت ہوتا دیکھ کر ہاتھ یا زبان سے نکیر کی قدرت رکھتے ہوئے اس پر راضی رہنا چاہیئے بلکہ اپنے فرض کو ادا کرنا چاہیئے، رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے آپ کو حقیر نہ سمجھے، صحابہؓ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم میں سے کوئی شخص اپنے آپ کو حقیر کس طرح سمجھتا ہے؟ فرمایا اس طرح کہ وہ یہ سمجھے کہ اسے بات کرنا چاہیئے پھر بھی کچھ نہ کہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس سے فرمائیں گے کہ تمہیں فلاں فلاں چیز کے بارے میں لب کشائی سے کس چیز نے روک دیا تھا؟ وہ کہے گا لوگوں کے خوف

وڈرنے، فرمائیں گے کہ تم مجھ سے ڈرنے کے سب سے زیادہ حقدار تھے۔

جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے بولنے والی زبان اور لکھنے والا قلم دیا ہوا سے وعظ وارشاد اور اصلاح کرنا چاہیئے، اور اس پر اپنے اڑگرد کے لوگوں کی اصلاح اس شخص کی بنسبت زیادہ عائد ہوتی ہے جو کمزور وناتواں و بے زبان مومن ہو، اور یہ تو متفقہ بات ہے کہ جس شخص کو جس کام کے لئے پیدا کیا جاتا ہے اسے اس کی توفیق دے دی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ ﷺ کو تمام امتوں اور اگلوں پچھلوں پر جو فوقیت وفضیلت عطا فرمائی ہے اور مسلمان کا سب سے بڑا جو فریضہ اور سب سے اہم ذمہ داری ہے وہ ہے اچھی باتوں کا حکم دینا اور بری باتوں سے روکنا قولاً بھی فعلاً وعملاً بھی، قلماً بھی اور لساناً بھی اور انجام کار اللہ کے دستِ قدرت ہی میں ہے۔

ایک عورت نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! لوگوں میں سب سے بہتر کون ہے؟ فرمایا کہ وہ شخص جو اور لوگوں کی بنسبت اللہ سے زیادہ ڈرنے والا ہو، اور خوب صلہ رحمی کرنے والا ہو، اور خوب اچھی باتوں کا علم دینے والا اور بری باتوں سے روکنے والا ہو، ارشادِ خداوندی ہے کہ

''اور ایمان والے اور ایمان والیاں ایک دوسرے کے (دینی) رفیق ہیں نیک باتوں کا (آپس میں) حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے رہتے ہیں اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے رہتے ہیں، اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ ان پر ضرور رحمت کرے گا بے شک اللہ بڑا اختیار والا ہے بڑا حکمت والا ہے''۔ (سورۂ توبہ)

حدیث شریف میں آتا ہے کوئی شخص ایسا نہیں جو کسی قوم میں ہو وہاں رہ کر گناہ کرتا ہے وہ ان کو بدلنے کی قدرت بھی رکھتے ہوں لیکن پھر بھی ان کو نہ بدلیں تو اللہ تعالیٰ ان کو مرنے سے پہلے عذاب دے گا۔

الحمد للہ ہم میں سے ہر شخص بول سکتا ہے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی طاقت رکھتا ہے، اور اللہ کی کتاب اور رسول ﷺ کی سنت ہمارے پاس ہے ہمیں بولنے کی آزادی حاصل ہے، ہم جس طرح چاہیں لکھ سکتے ہیں، جس طرح چاہیں وعظ ونصیحت کر سکتے ہیں، البتہ ہمیں ضرورت اس بات کی ہے ہم ان امراض کو پہچانیں جس کا علاج اور دوا ضروری ہے، اور ہم ان دواؤں کو پہچانیں جو

مرض کی بیخ کنی کرنے والی ہیں اور نفع بخش ارشادات کو جانیں اور سچی بات تو یہ ہے کہ ہمیں سب سے پہلے خود عمل کرنے کی ضرورت ہے، ہر چیز سے پہلے بھی اور ہر معاملے میں بھی ہر چیز کے بعد بھی، اللہ جل شانہٗ کا ارشاد پاک ہے کہ ''اور میں نہیں چاہتا کہ تمہارے برخلاف ان کاموں کو کروں جن سے تمہیں روکتا ہوں، میں تو بس اصلاح ہی چاہتا ہوں جہاں تک میں کرسکوں، اور مجھے جو کچھ توفیق ہوتی ہے اللہ ہی کی طرف سے، اس پر بھروسہ رکھتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔'' (سورۂ ہود) (چیدہ چیدہ از اصلاحِ معاشرہ اور اسلام)

جہنم میں سونے چاندی کے برتن استعمال کرنے والوں کی سزا

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے سونے یا چاندی کے برتن میں یا کسی ایسے برتن میں کچھ کھایا، پیا جس میں سونے یا چاندی کا حصہ ہو وہ اپنے پیٹ میں دوزخ کی آگ بھرتا ہے۔

جہنم میں فوٹو گرافر کی سزا

رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ سخت عذاب والے تصویر بنانے والے ہیں اور ارشاد فرمایا ہے کہ ہر تصویر بنانے والا دوزخ میں ہوگا۔ اس کی بنائی ہوئی ہر تصویر کے بدلے ایک جان بنادی جائے گی جو اس کو دوزخ میں عذاب دے گی۔

اس روایت کے بعد حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اگر تجھے تصویر بنانی ہی ہو تو درخت اور بے روح چیز کی تصویر بنالے۔ (بخاری شریف)

جہنم میں خودکشی کرنے والے کی سزا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے پہاڑ سے گر کر خودکشی کر لی تو وہ دوزخ کی آگ میں ہوگا۔ اس میں ہمیشہ ہمیشہ (چڑھتا اور گرتا) رہے گا، اور جس نے زہر پی کر خودکشی کر لی تو اس کا زہر اس کے ہاتھوں میں ہوگا۔ جس کو دوزخ کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ پیتا رہے گا اور جس نے کسی لوہے کی چیز سے خودکشی کر لی تو اس کی وہ لوہے کی چیز اس کے ہاتھ میں ہوگی جس کو ہمیشہ ہمیشہ دوزخ کی آگ میں اپنے پیٹ میں گھونپتا رہے گا۔ (مشکوٰۃ شریف)

جہنم میں مغرور کی سزا

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تکبر کرنے والے چیونٹیوں کے برابر جسموں میں اٹھائے جائیں گے، جن کی صورتیں انسانوں کی ہوں گی، ان کو ہر طرف سے ذلت گھیر لے گی، (پھر فرمایا) وہ دوزخ کے جیل خانے کی طرف ہنکائے جائیں گے، اس جیل خانہ کا نام بولس ہے ان پر آگوں کو جلانے والی آگ چڑھی ہو گی اور ان کو طینۃ الخبال یعنی دوزخیوں کے جسموں کا نچوڑ پلایا جائے گا۔ (بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

جہنم میں ریا کار عابدوں کی سزا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جبُّ الحزن (غم کے کنویں) سے پناہ مانگو، صحابہؓ نے عرض کی کہ جبُّ الحزن کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ دوزخ میں ایک گڑھا ہے جس سے روزانہ خود دوزخ چار سو مرتبہ پناہ چاہتا ہے۔ عرض کیا گیا اس میں کون جائے گا؟ فرمایا اپنے اعمال کا دکھلاوا کرنے والے عابد جائیں گے۔ (الترغیب والترھیب)

ابن ماجہ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض عبادت گزاروں میں وہ بھی ہیں جو (ظالم) امراء کے پاس جاتے ہیں، یعنی خوشامد اور چاپلوسی کے لئے ان کے پاس حاضر ہوتے ہیں۔

جہنم میں شراب یا نشہ والی چیز پینے والے کی سزا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے رب عزوجل نے قسم کھائی ہے کہ مجھے اپنی عزت کی قسم ہے، میرے بندوں میں سے جو بھی بندہ شراب کا کوئی گھونٹ پئے گا تو اس کو اتنی ہی پیپ پلاؤں گا، اور جو بندہ میرے ڈر سے شراب چھوڑے گا اس کو مقدس حوضوں سے پلاؤں گا۔ (مشکوٰۃ شریف)

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ خدا نے اپنے ذمہ عہد کر لیا ہے جو کوئی نشہ دار چیز پئے گا قیامت کے دن ضرور اس کو طینۃ الخبال میں سے پلائے گا۔ صحابۂ کرامؓ نے عرض کیا "طینۃ الخبال" کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ دوزخیوں کا پسینہ یا فرمایا دوزخیوں کے جسموں کا نچوڑ۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کی عادت شراب پینے کی تھی اور وہ اسی حال میں مر گیا، تو اللہ تعالیٰ اس کو "نہر الغوطہ" سے پلائیں گے۔ عرض کیا گیا کہ "نہر الغوطہ" کیا ہے؟ ارشاد فرمایا ایک نہر ہے جو زنا کار عورتوں کی شرمگاہوں سے جاری ہو گی۔ (مسلم شریف)

دعا کیجئے اللہ تعالیٰ ہم سب کو جہنم والے اعمال سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

مضمون نمبر ۱۱

جہنم میں ملنے والے دردناک عذاب کے مستحق افراد

حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے ''تین قسم کے آدمی ایسے ہوں گے جن سے قیامت کے روز اللہ تعالیٰ نہ ان سے گفتگو فرمائیں گے نہ ان کی طرف نظرِ رحمت فرمائیں گے نہ ان کا تزکیہ وصفائی فرمائیں گے اور ان کے لئے دردناک قسم کا عذاب ہوگا، ایک وہ شخص جو جنگل بیابان میں ضرورت سے زائد پانی کا مالک ہو اور مسافر کو اس میں سے نہ دے، اور ایک وہ شخص جو عصر کے بعد کسی شخص کے ہاتھ کوئی سامان بیچے اور اللہ کی قسم کھا کر یہ کہے کہ میں نے اتنے اتنے میں یہ چیز لی تھی اور خریدار اس کے اس جھوٹ پر یقین کرلے، اور ایک وہ شخص جو کسی کے ہاتھ پر محض دنیا کے لئے بیعت کرے، اگر وہ شخص اسے دنیاوی مال ومنفعت دے دے تو اس کے ساتھ وفاءِ عہد کرلے اور اگر نہ دے تو عہد شکنی کرے۔ (بخاری شریف)

اس حدیث مبارکہ میں ان لوگوں کو دردناک عذاب اور پاکیزہ نہ کرنے کی وعید بیان کی ہے جو اللہ تعالیٰ کے عذابوں میں سے سخت ترین عذاب ہوگا، ان لوگوں کی طرف اللہ تعالیٰ نظرِ رحمت نہ فرمائیں گے اور ان لوگوں سے سوائے درجِ ذیل تخاطب کے اور کوئی کلام نہ فرمائیں گے، جس کا مفہوم ہے کہ ''کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی کہ جس میں جس کو سمجھنا ہوتا سمجھ لیتا اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی پہنچا تھا، سو مزہ چکھو کہ ظالموں کا (یہاں) کوئی مددگار نہیں۔ (سورۂ فاطر)

اور فرمائیں گے کہ ''آج ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جائے گا، آج کچھ ظلم نہ ہوگا، اللہ بہت جلد حساب لے ڈالنے والا ہے''۔ (المؤمن۔۱۷)

نیز ارشاد ہوگا کہ ''اور اس روز وزن (ہونا) برحق ہے، جس کسی کا وزن بھاری ہوگا وہی لوگ (پورے) کامیاب ہوں گے، اور جس کا وزن ہلکا ہوگا سو وہی لوگ ہوں گے جنہوں نے

(خود) اپنے کو نقصان میں کر رکھا ہے بہ سبب اس کے کہ ہماری نشانیوں کے ساتھ ناانصافی کرتے تھے۔ (سورۂ اعراف)

وضاحت! مندرجہ بالا حدیث مبارکہ میں جن تین آدمیوں کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ تین آدمی یہ ہیں کہ بخیل، دھوکہ باز اور عہد شکنی کرنے والا، یاد رکھیئے بخیل شخص اللہ جل شانہٗ اور جنت سے دور اور دوزخ کے قریب ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

"اور اللہ کسی اترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتا (وہ لوگ ایسے ہیں) جو خود بھی بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کی تعلیم دیتے رہتے ہیں اور جو کوئی روگردانی اختیار کرے گا تو اللہ تعالیٰ تو (سرتاسر) بے نیاز ہے"۔ (سورۂ حدید)

بخل کی سزا کے مختلف درجات ہیں، جو ایک دوسرے سے زیادہ تکلیف دہ ہوں گے، اور اس بخل کا جائے قرار اور اصل جگہ جہنم کے درمیان ایک درخت ہے جو شخص بھی اس کی کسی ٹہنی کو پکڑے گا تو اس کے ذریعہ جس جگہ کے عذاب کا مستحق ہوگا وہاں جا لٹکے گا، بخل کی مذمت کے سلسلہ میں بہت سی آیات مبارکہ اور احادیثِ شریفہ وارد ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

"اور جس نے بخل کیا اور بے پرواہی برتی اور اچھی بات کو جھٹلایا سو ہم اس کے لئے مصیبت کی چیز آسان کردیں گے اور اس کا مال اس کے کچھ کام نہ آئے گا جب وہ برباد ہونے لگے گا"۔ (سورۃ اللیل)

اور سورۂ محمد میں ہے کہ "ہاں تم لوگ ایسے ہو کہ تمہیں بلایا جاتا ہے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے، سو تم میں سے بعض وہ ہیں جو بخل کرتے ہیں اور جو کوئی بخل کرتا ہے وہ (درحقیقت) خود اپنے سے بخل کرتا ہے، اور اللہ تو کسی کا محتاج نہیں، بلکہ تم (سب اس کے) محتاج ہو اور اگر تم روگردانی کروگے تو (اللہ) تمہاری جگہ دوسری قوم پیدا کردے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے"۔

(سورۂ محمد)

اور رسول اکرم ﷺ کا فرمانِ مبارک ہے کہ "تم بخل سے بچو اس لئے کہ تم سے پہلے کے لوگ کنجوسی ہی کی وجہ سے ہلاک ہوئے ہیں ان کی کنجوس طبیعتوں نے انہیں بخل کا حکم دیا اور انہوں نے بخل کیا، اور انہیں قطع رحمی کا حکم دیا اور انہوں نے قطعی رحمی کی، اور انہیں گندی باتوں کا حکم

دیا اور انہوں نے گندی باتیں کیں"۔

نیز فرمایا کہ "کسی مؤمن میں دو خصلتیں جمع نہیں ہوسکتیں بخل اور بداخلاقی"۔

اور فرمایا کہ۔" انسان میں سب سے بدترین چیز غم انگیز شدت بخل اور دل ہلانے والی بزدلی ہے"۔

نیز فرمایا ہے کہ "انسان بوڑھا ہوتا رہتا ہے لیکن اس کی دو خصلتیں جوان ہوتی رہتی ہیں مال کی حرص ولالچ اور عمر کی حرص"۔

عربوں میں بخل کو نہایت بری خصلت اور بداخلاقی شمار کیا جاتا تھا اور کسی کی ملامت کے لئے بخل سے زیادہ قابلِ مذمت کوئی اور چیز نہ تھی، بخل کی مذمت قباحت بیان کرنے کے سلسلے میں عربوں سے بے شمار اشعار اور پر مغز جملے مروی ہیں کچھ اشعار کا ترجمہ پیشِ خدمت ہے ملاحظہ فرمایئے

جب دنیا (مال ودولت) تمہارے پاس آئے تو اس میں بخل نہ کرنا' اس لئے کہ خرچ کرنا اور لٹانا اسے کم نہیں کرتا۔ اور اگر وہ تم سے منہ موڑ لے تو اچھا یہ ہے کہ تم بھی اس کے بارے میں سخاوت سے کام لو' اس لئے کہ جب پیسہ چلا جائے تو اس کی جگہ حمد وثناء لے لیتی ہے۔

اور ایک شاعر کہتا ہے کہ بخل کا حکم دینے والی سے میں نے کہا کہ ذرا رک جاؤ۔ اس لئے کہ جب تک میں زندہ ہوں بخل قطعاً نہیں کرسکتا۔ میں لوگوں کو سخیوں اور شریفوں کا بھائی بنا ہوا دیکھتا ہوں، لیکن مجھے دنیا میں بخیل کا کوئی دوست نظر نہیں آتا۔

اور کسی شاعر نے بخیل کی زبانی کہا ہے جس کا ترجمہ ہے کہ جب میرے پاس کھانے کی کوئی چیز آجائے تو اس سلسلہ میں مجھ پر نہ والدین کے کوئی حقوق ہیں نہ کوئی عہد وپیمان ہے۔ اس لئے کہ روئے زمین پر سب سے برا دسترخوان وہ ہے کہ جس پر کھانا رکھا ہوا اور وہاں جھمگٹا لگا ہو۔

سب سے زیادہ خبیث النفس، کمینہ خصلت اور بخیل وہ شخص ہے جس کے پاس اس کی حاجت وضرورت سے زائد پانی موجود ہو اور وہ جنگل میں ایسی جگہ ہو جہاں اس کے علاوہ اور کسی کے پاس پانی نہ ہو اور وہ شخص کسی مسافر کو پانی دینے سے انکار کردے، ہوسکتا ہے کہ وہ یہ عذر پیش کرے کہ پانی دور دراز سے خرید کر لانا پڑتا ہے ختم ہوجائے گا تو میں کیا کروں گا؟ اور دوسری جگہ

سے لانے کی مشقت اور خریداری کا بوجھ کیسے برداشت کروں گا؟ حالانکہ اصل صورت حال یہ ہے کہ اگر اس کے پاس کوئی ایسا پیاسا آئے جس کی جان کا پیاس کی وجہ سے ضائع ہونے کا خوف ہوتو اس کو پانی پلانا اس پر فرض ہے، اور اگر وہ اسے پانی نہ دے تو اس سے زبردستی لیا جائے گا چاہے اس سلسلہ میں اس سے لڑنا کیوں نہ پڑے۔

یہ بات احادیث سے ثابت ہے کہ صحابہ کرامؓ نے ایک جنگ کے موقع پر پانی نہ ملنے کی صورت میں ایک مشرک عورت کے مشکیزے سے پانی پیا تھا، وہاں اور کہیں پانی موجود نہ تھا اس لئے زبردستی اس سے پانی لیا اور اس کے عوض اس کو پیسے دیئے، نبی کریم ﷺ بھی اس جنگ میں صحابہؓ کے ساتھ تھے، آپ نے انہیں اس عورت کے اکرام کا حکم دیا تھا، لیکن اگر کسی کے پاس پانی کا کنواں یا چشمہ ہو تو اس کے پاس کسی ضرورت مند انسان یا حیوان کو اس سے منع کرنے کا کوئی عذر نہیں ہے، اور امام احمد و ابوداؤد نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ''سب مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں پانی، گھانس اور آگ''۔

فقہاء کرام لکھتے ہیں کہ کسی کنویں کے مالک کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ دوسرے کی کھیتی کو پانی دے، اور نہ یہ کہ جہاں پانی ہے وہاں تک جانوروں کو آنے کی اجازت دے مگر یہ کہ پانی جانوروں کو پہنچانا مشکل ہو اور جانوروں کے پانی کے پاس آنے اور کنویں کے قریب آکر رکنے سے اس کو نقصان نہ پہنچتا ہو تو پھر جانوروں کو آنے دینا چاہیئے منع نہیں کرنا چاہیئے، اور اگر کوئی شخص مسلمانوں کے لئے کنواں، تالاب وغیرہ وقف کردے تو دوسروں کی طرح اسے بھی اس سے فائدہ اٹھانا جائز ہے، یہ جو وعید وارد ہوئی ہے یہ اس شخص کے بارے میں ہے جو ضرورت سے زائد پانی میں بخل کرے، اور یہ وعید اس وقت ہے جب اس پانی سے مالک کو دوسرے کو پانی دینے سے نقصان نہ پہنچتا ہو اور اس کے کام میں حرج و نقصان نہ ہوتا ہے۔

محمد بن ابی بکر دمشقی ''کفایۃ الاخبار'' میں لکھتے ہیں کہ دوسروں کو پانی دینے کے واجب ہونے کے لئے کچھ شروط ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱)۔ وہ پانی اس کے حاجت و ضرورت سے زائد ہو، اگر فالتو نہ ہو تو اس کا دوسرے کو دینا واجب نہیں بلکہ وہ اپنی ضرورت مقدم رکھے گا۔

(۲) جانوروں والے کو اس معنیٰ کر اس کی حاجت ہو کہ وہاں کسی اور جگہ عام مباح پانی موجود نہ ہو۔

(۳) وہاں سبزہ و گھانس وغیرہ موجود ہو جس کا چرنا اس وقت ممکن ہو جب پینے کو پانی ملے۔

(۴) پانی کنویں، چشمے یا تالاب وغیرہ میں اپنی جگہ پر ہو اور اس کے استعمال کے بعد بھی باقی بچے، لیکن اگر کوئی شخص پانی اپنے برتن میں لے لے تو ایسی صورت میں اس پانی کا کسی دوسرے کو کھیتی باڑی یا جانوروں کو پلانے کے لئے دینا لازم نہیں ہوتا، صحیح قول یہی ہے، اور اگر جانوروں کو پلانا واجب ہو تو جانوروں کو چشمے یا کنویں کے پاس آنے کی اس شرط کے ساتھ اجازت دی جائے گی کہ اس سے پانی کے مالک کی کھیتی یا جانوروں وغیرہ کو نقصان نہ پہنچتا ہو، لیکن اگر دوسروں کے جانوروں کے پانی پینے کے لئے آنے سے مالک کو نقصان پہنچتا ہو تو اسے یہ حق ہے کہ پانی سے روک دے ان کے چرواہے ان کے لئے پانی کا بندوبست کریں گے، یہ علامہ ماوردی کا قول ہے۔

لیکن جن صورتوں میں پانی کے مالک پر یہ لازم ہو جائے کہ وہ پانی پینے دے تو کیا ایسی صورت میں اس کے لئے یہ جائز ہے کہ فالتو پانی کے عوض کوئی چیز لے لے جیسے کہ کسی مضطر کو کھانا کھلانے پر پیسے لینا؟ اس کے بارے میں دو قول ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ عوض لینا درست نہیں اس لئے کہ صحیح حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ضرورت سے زائد فالتو پانی کے بیچنے سے منع فرمایا ہے، اس لئے اگر فالتو پانی کا دینا کسی پر واجب نہ ہو تو اس کے لئے اس کا بیچنا درست ہے، خواہ وزن کر کے بیچے یا ماپ کر، البتہ جانوروں کے پانی پینے کے بدلے یا کھیتی کو سیراب کرنے کا عوض درست نہیں ہے اس لئے کہ ان صورتوں میں پانی کی مقدار مجہول ہے اور اس میں دھوکہ بھی ہے، واللہ اعلم۔

لیکن وہ چشمے اور نہریں اور ٹیوب ویل جن سے پائپ کے ذریعے لوگوں کے کھیتوں، گھروں، کارخانوں وغیرہ کو پانی پہنچایا جاتا ہے اس کے بدلے میں پیسے اور عوض لینا جائز ہے اور یہ پانی کے پہنچانے کا عوض شمار ہوگا، اور اس قسم کے پانی کو شہروں اور بستیوں میں لوگوں سے روکنے کا وہ حکم نہیں ہے جو مسافر کے پانی سے روکنے کا حکم ہے، حکومت کو چاہیئے کہ جس طریقے سے بھی ہو اپنی رعایا کے لئے پانی مہیا کرے، اور کھیتی باڑی اور جانوروں کے فارم وغیرہ جو دنیاوی زندگی کی اساس

اور حاجت اصلیہ میں داخل ہیں ان کے لئے لوگوں کی امداد کرے، جس کے لئے نہریں کھودنا پڑیں گی، بیراج قائم کرنا ہوں گے، کنویں کھودنا ہوں گے، اور پانی کی نالیوں اور پائپوں وغیرہ کی اصلاح و دیکھ بھال کرنا ہوگی تا کہ جس پانی پر دنیاوی زندگی کی بقاء موقوف ہے وہ ہر شخص کو آسانی سے مل سکے۔

یاد رکھئے! دین کسی ایسی چیز میں رکاوٹ نہیں بنتا جس سے قوم کو فائدہ پہنچے اور ہر چیز جس سے لوگوں کو فوری فائدہ پہنچے یا مستقبل میں فائدے کی امید ہو، صحت کے لئے مفید ہو، اقتصادی اعتبار سے فائدہ بخش ہو یا آخرت کے اعتبار سے، ایسے کسی کام سے دین نہیں روکتا، اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ ایسے وضو خانوں کی اصلاح کی شدید ضرورت ہے جہاں صحت مند بھی آتے ہیں اور بیمار بھی، اور شرعاً اور طبی لحاظ سے بھی یہ درست نہیں ہے کہ ایسی جگہوں پر وہ کام کیے جائیں جن کا ارتکاب بعض جاہل وضو کرنے والے کرتے ہیں، مثلاً پانی کے حوض میں تھوکنا، ناک سنکنا، غبار آلود ہاتھوں پاؤں کو حوض میں ڈالنا، بلکہ بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض جاہل قسم کے لوگ گندگی و نجاست لگے ہوئے یا زخمی ہاتھ پاؤں کو بھی حوض میں ڈال دیتے ہیں، اس سے بچنا ضروری ہے۔

لیکن اگر تالاب وغیرہ سے پانی استعمال کیا جائے تو اس میں اسراف نہیں شمار ہوگا اس لئے کہ وہ مستعمل پانی دوبارہ اس میں شامل ہو جاتا ہے، لیکن شیخ بجیرمی نے اس کی تردید کی ہے اور کہا ہے کہ اس کی اجازت نہیں ہے، اور ابورجاء کہتے ہیں کہ وضو کرنے والے کو منہ کا نکلا ہوا پانی تالاب میں نہیں ڈالنا چاہیئے اس لئے کہ یہ حرکت قابلِ نفرت ہے، یہ بات ہم نے اس لے ذکر کردی کہ اس سے وہ لوگ مطمئن ہو جائیں جو صرف اس بات کو مانتے ہیں جس کو فقہاء نے صریح عبارت کے ساتھ تصریح کی ہو۔

اور اسی طرح جہنم کے عذاب کا مستحق وہ شخص بھی ہے کہ جو شخص اپنا سامان بیچنے اور کاروبار چمکانے کے لئے جھوٹی قسمیں کھاتا ہے اور ہر بات پر قسم کھاتا ہے ایسا شخص نہایت دھوکہ باز ہے، رسول اکرم ﷺ نے اس سے ایمان کامل کی نفی کی ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ **''من غشنا فليس منا''** (جو شخص ہمیں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں) دھوکہ باز اور مکار جہنم میں جائیں گے جیسے کہ بدعتی اور گمراہ لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کا حرہ نامی جگہ سے گزر ہوا، ایک آدمی کو دیکھا کہ بیچنے کے لئے دودھ لئے چلا جا رہا ہے، حضرت ابو ہریرہؓ نے جب وہ دودھ دیکھا تو اس میں پانی کی آمیزش پائی تو اس سے فرمایا کہ یہ بتلاؤ کہ قیامت کے روز جب تم سے یہ کہا جائے گا کہ دودھ کو پانی سے الگ کرو تو پھر تم کیا کرو گے؟ اور رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم سے پہلے گزری ہوئی امتوں میں سے ایک شخص نے شراب لی اور ہر مشکیزے میں آدھا پانی ملا کر شراب کو فروخت کر دیا، پیسے اکٹھا کر کے رکھے تو ایک لومڑی آئی اور پیسوں کا تھیلا اٹھا کر بھاگ کر کشتی کے بادبان کے ڈنڈے پر چڑھ گئی، اور تھیلے میں سے دینار نکال کر ایک کشتی میں پھینکنے لگی اور ایک سمندر کے پانی میں اس طرح اس تھیلے کے سارے دینار پھینک دیئے۔

آپ ہی بتلایئے کہ جب کسی چیز میں ملاوٹ کرنے کا یہ حال اور سزا ہے اور اس شخص کے ساتھ یہ برتاؤ ہے جو ایسا کام کرتا ہے جسے خرید و فروخت کے اتار چڑھاؤ کو جاننے والے اور سمجھدار شخص پہچان سکتے ہیں تو پھر اس شخص کا کیا حال ہوگا کہ جو خراب ہی چیز بیچے یا چیز اچھی بیچے لیکن قیمت زیادہ وصول کرے اور خریدنے والے کو بہت زیادہ تفاوت کے ساتھ یا کھلا دھوکہ دے کر بیچے، یا اس سے کہے کہ بخدا مجھے اس چیز کے اتنے اتنے پیسے مل رہے تھے، یا میں نے اتنے پیسوں میں اسے خریدا ہے حالانکہ اس بات میں وہ جھوٹا ہو اور اس نے جھوٹی قسم کھائی ہو، دنیا کے لئے دین کو فروخت کر دیا ہو اور اللہ جل شانہ کے نام کو چند دنیاوی ٹکوں کی خاطر بیچ دیا ہو، یہ وہ شخص ہے جس کے لئے آخرت میں کچھ بھی نہ ہوگا، ایسا شخص دنیا میں بھی ذلیل ہو جاتا ہے، لوگ اس پر بھروسہ نہیں کرتے۔

ذرا سوچیئے جب صورتِ حال یہ ہے تو دلالوں کا کیا حال ہوگا جو اپنی قسم کے بل بوتے پر کاروبار کرتے ہیں اور دھوکہ اور فریب کے سوا کچھ نہیں کماتے، بازاروں اور منڈیوں میں چیختے چلاتے اور جھوٹ و فریب سے کام لیتے ہیں اور جھوٹی قسم کھانے کی مطلق کوئی پرواہ نہیں کرتے، صبح و شام حیلہ سازی و مکاری کے لئے منصوبہ بندی کرتے رہتے ہیں اور خرید و فروخت میں تاجروں کو دھوکہ دیا کرتے ہیں، ان کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ سودا مکمل ہو جائے اور خریدنے اور بیچنے والوں سے دونوں طرف سے کمیشن لے لیں انہیں اس کی قطعاً کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ کس کو نقصان ہوا اور

کس کو فائدہ، انہیں تو اپنی جیب گرم کرنے سے سروکار ہوتا ہے۔

جھوٹی قسم کھانا نہ عصر کے بعد جائز ہے نہ زوال کے بعد، البتہ عصر کے بعد جھوٹی قسم کھانے کا گناہ دوسرے اوقات سے زیادہ اس لئے بڑھ جاتا ہے کہ یہ وہ وقت ہوتا ہے جس میں دن ورات کے فرشتوں کا اجتماع ہوتا ہے، یا یہ وہ وقت ہوتا ہے جس میں لوگ اپنے گھروں کو لوٹتے ہیں، اور کام کاج ختم کرتے ہیں اس وقت جھوٹی قسم کھا کر بیچنے والا یہ چاہتا ہے کہ کل تک کون مال رکھے چلو ابھی بیچ دوں، یا اس کو روکنے اس کے خراب ہونے کا خدشہ ہوتا ہے اس لئے جھوٹی قسم کھاتا ہے، اور یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس نے اتنے اتنے پیسوں میں خریدا ہے، یا اس سے یہ چیز اتنے دام میں مانگی گئی تھی لیکن اس نے نہ دی اس بات سے خریدار دھوکہ میں آجاتا ہے اور عیب دار چیز یا اصل قیمت سے زائد پر جھوٹی قسم یا غلط بات سے دھوکہ میں آکر خرید لیتا ہے اور جھوٹے دھوکہ باز فروخت کنندہ کی بات کی تصدیق کر بیٹھتا ہے، مؤمن تو صاف دل ہوتا ہے وہ سچ بولتا ہے اور دوسرے کو سچا ہی سمجھتا ہے۔

دھوکہ بازی کے بہت سے طریقے ہیں، بہت سے حاکم دوسروں کو غلط راستہ بتلاتے ہیں اور سچے نیک گواہ پر جرح کرتے ہیں، اور صاحبِ حق کو اپنی آواز یا دوسری حرکات وسکنات سے ڈراتے ہیں، رشوت کھاتے ہیں اور غلط فیصلے کرتے ہیں، صحیح بات امر حق کو دبادیتے ہیں، اور اسٹامپ اور لکھی ہوئی تحریر میں اضافہ کر دیتے ہیں اور اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں، اور اپنی غلط رائے ٹھونس دیتے ہیں، ایسا حاکم وقاضی ان حاکموں اور قاضیوں میں کا ایک ہے جو دوزخ میں جائیں گے، ان لوگوں میں سے ایک ہے جس نے حق بات جاننے کے باوجود صحیح فیصلہ نہیں کیا، بعض قاضی ایسے ہوتے ہیں جنہیں نہ صحیح بات کا علم ہوتا ہے نہ ان میں اس کے سمجھنے اور اس تک پہنچنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔

دنیا میں بہت سے ایسے عالم بھی موجود ہیں جو دھوکہ بازی سے کام لیتے ہیں، اور اپنی تقریروں، تحریروں، درس، وعظ، فتویٰ وافتاء میں اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دیتے ہیں، لوگوں کو اچھی بات کا حکم دیتے ہیں لیکن خود وہ اسے اچھا نہیں سمجھتے یا اسے برا سمجھتے ہیں اور دوسروں کو برائی سے روکتے ہیں حالانکہ وہ خود برائی کرتے اور گناہوں کے رائج کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں، اپنی کسی ذاتی غرض اور

فائدہ اور حکام وسر براہوں کے یہاں مقام بنانے اور مال داروں کا دل اپنی طرف مائل کرنے کے لئے وہ اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام قرار دے دیتے ہیں اور حرام کردہ چیزوں کو حلال قرار کر دیتے ہیں، عوام کو گمراہ کرتے ہیں، اور جھوٹ اور غلط بیانی کے ذریعے لوگوں کو اپنے ارد گرد جمع کرتے ہیں اور لوگوں پر یہ جتلاتے ہیں کہ وہ ہمیشہ ان کے لئے کوشاں ہیں، ان کے فائدے کے متمنی اور ان کی طرف سے مدافعت کرنے والے ہیں، حالانکہ حقیقت میں وہ ان کو دھوکہ دے رہے ہوتے ہیں، ان کو بے وقوف بناتے ہوتے ہیں، ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جب وہ تقریر کریں تو لوگ تالیاں بجائیں اور جب وہ بات کریں خوب غور سے سنیں، اللہ سب بھیدوں کو جانتا اور حقیقت سے واقف ہے۔

تجارت میں خیانت ودھوکہ بازی جیسا کہ پہلے گزرا ہے اور یہ خرید وفروخت کرنے والوں میں متعارف ہے، آج ہماری حالت یہ ہوگئی ہے کہ ہم ایک دوسرے کو متہم کر رہے ہیں، اور مخلص و سچے شخص کو خائن اور دیانتدار کو دھوکہ باز سمجھتے ہیں، سچا شخص ہماری نظر میں جھوٹا ہوتا ہے اور امانتدار کو ہم یا مکار سمجھتے ہیں یا مغفل و بے قوف، اس پر ہم کسی معاملہ میں بھی اعتماد نہیں کرتے۔

لیکن وہ دھوکہ باز شخص جس کی شناخت اور ذلت ورسوائی کے لئے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ایک جھنڈا لگوادیں گے اور یہ کہا جائے گا یہ فلاں بن فلاں شخص نے جو غداری کی تھی اس کی نشانی ہے، ایسا خبیث جو سچا مؤمن نہیں ہوتا جو جھوٹی قسم کھاتا ہے، حملہ آور درندہ ہوتا ہے، اور قاتل اژدھا، اس کی باتیں میٹھی ہوتی ہیں، ظاہری شکل وصورت بھی اچھی معلوم ہوتی ہے، اس کا ظاہر نرم ہوتا ہے اور رہن سہن بظاہر اچھا ہوتا ہے لیکن اس کا دل خبیث اور باطن گندہ اور وہ در پردہ شریر ہوتا ہے، اس کی صحبت ورفاقت وقتی ہوتی ہے اپنے محسن کے ساتھ غلط برتاؤ کرتا ہے، اپنے اوپر کسی کا احسان نہیں مانتا، جب تک آپ کا محتاج ہے آپ کے ساتھ مجاملہ (ظاہری اچھا برتاؤ) کرتا رہے گا، وہ آپ کے ساتھ ظاہری حسن سلوک کرے گا اور اندر سے دھوکہ دے گا، بظاہر صلہ رحمی کرے گا اندر اندر قطع رحمی کرے گا، آپ اس کے اخلاق کو بادِ نسیم سے زیادہ اچھا محسوس کریں گے اور اس کے الفاظ کو تسنیم سے زیادہ شیریں، لیکن در حقیقت وہ بتکلف آپ کے ساتھ لطیف بنا تھا اور اس نے آپکو خوش کرنے کے لئے مصنوعی باتیں کی تھیں اور آپ کی بات غور سے اس لئے سنی تھی تا کہ آپ اس پر بھروسہ کریں اس کی

طرف مائل ہوں اور پھر وہ آپ پر ایسا حملہ آور ہو جیسا پھاڑ کھانے والا شیر حملہ آور ہوتا ہے، جب اس کے ہاتھ موقع لگ جائے گا تو وہ آپ کے بارے میں کسی رشتہ داری و تعلق کا خیال نہیں رکھے گا، نہ آپ کے تعلق وصحبت کا اسے کوئی پاس ہوگا اور نہ آپ کے کسی احسان کا شکر گزار ہوگا۔

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں، تین آدمی ایسے ہیں جن سے قیامت کے روز میں خود جھگڑوں گا کہ ایک وہ شخص جس نے میرا نام لے کر عہد کیا اور پھر غدر کیا، دھوکہ دیا اور ایک وہ شخص جس نے میرا نام لے کسی آزاد شخص کو غلام ظاہر کر کے فروخت کر کے اس کے پیسے کھائے، اور ایک وہ شخص جس نے کسی مزدور کو اجرت پر لیا اس سے مزدوری پوری لے لی لیکن اس کی اجرت نہ دی۔

اگر آپ ان تین آدمیوں کی حقیقت پر غور کریں تو یہ تینوں دھوکہ باز اور غدار ہیں، پہلا شخص اپنے عمل کے ذریعے غدر کرتا ہے، اور دوسرا شخص اپنے اس دوست کے ساتھ جو اس کے ساتھ اٹھے بیٹھے یا اس ساتھی کے ساتھ جو اس کا رفیقِ سفر بنے اور جب اس کو موقع ملے تو اس آزاد شخص کو غلام بنا لے یا اس کو غلام ظاہر کر کے بیچ کر اس کے پیسے کھا جائے، اور تیسرا شخص اپنے اس مزدور وملازم کے ساتھ غداری کرتا ہے جس نے اس کی ضرورت پوری کر دی، اس کا کام کاج کیا، اس کی گھر کی ضرورت پوری کی، اس کے کام میں اس کا ہاتھ بٹایا لیکن یہ اس کی اجرت ہضم کر لیتا ہے، اس کا حق اس کو نہیں دیتا اس پر ظلم کرتا ہے، اور جب اپنا کام نکل گیا تو اسے دھکے دے کر بھگا دیتا ہے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس مزدور وملازم پر چوری کا الزام لگا دیتا ہے، یا کام میں کوتاہی اور گڑبڑ کا الزام دھر دیتا ہے، اس کے نام پر دھبّہ لگاتا ہے، اس کے بارے میں ایسی بات مشہور کر دیتا ہے جس سے وہ بدنام ہو جائے، اسے سست و کاہل، خائن و چور قرار دیتا ہے، ہمارے معاشرے میں مزدور اور مالکوں کے درمیان بدمعاملگی بہت بڑھ گئی ہے، وفاداری واخلاص مفقود ہے، رحم اور چشم پوشی کا نام نہیں رہا، جو شخص مکاری کاشت کرے گا وہ فقر وفاقہ ہی کاٹے گا، اور جو شخص خاردار قتاد کا درخت بوئے گا اسے کانٹے ہی پھل میں ملیں گے یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ دیکھ رہے ہیں۔

اس سے بڑھ کر نقصان دہ غدر کیا ہوگا کہ کسی بادشاہ یا حاکم کی اطاعت اس لئے کی جائے

کہ وہ غدار کو دیتا ہو اس لئے وہ اس کا شکر گزار بنتا ہو اور اس کی تعریف کرتا ہو، اور اچھے الفاظ سے یاد کرتا ہو، اور اگر وہ حاکم یا بادشاہ اسے نہ دے تو وہ اسے برا بھلا کہے اور اس کی طرف ظلم وزیادتی کی نسبت کرے خواہ وہ عدل وانصاف میں حضرت عمر بن خطابؓ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جیسا کیوں نہ ہو، لیکن چونکہ اس کو نہ دیا گیا اس لئے اس کی طرف الزام تراشی پر اتر آئے، اور اس میں عیب ونقص نکالنے لگے خواہ وہ چاند سورج کی طرح کامل ومکمل کیوں نہ ہو لیکن جب اسے اپنا مطلوب مل جائے اور اس کی حاجت پوری ہو جائے تو پھر ٹھیک ٹھاک ہو جاتا ہے اور سب لوگ عافیت میں ہو جاتے ہیں، لیکن اگر اس سے کسی واجب، فریضے اور حق کا مطالبہ کیا جائے یا اسے کسی غلط بات سے روکا جائے اور اس کی حاجت روائی پر کوئی اس کی امداد نہ کرے تو وہ تنگ دل ہو جاتا ہے، اُف اُف کرنے لگتا ہے اور رنج والم کا اظہار کرتا ہے، اور مظلوم بن جاتا ہے، اور یہ کہنے لگتا ہے کہ حکومت ظالم ہے، سخت احکامات ہیں اور ناقابلِ برداشت ظلم ہے، اور ایسی سختی ہو رہی ہے جو برداشت نہ کی جا سکے، پھر اگر اس کے پاس طاقت وقوت ہو تو مقابلہ پر اتر آتا ہے اور ضعیف وکمزور ہو تو روتا اور چیختا چلاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا فرمانِ مبارک ہے کہ اگر اسے حاکم وامام دے تو اس کے ساتھ وفاداری کرتا ہے اور اگر نہ دے تو بغاوت اور عہد شکنی کرتا ہے، یہ فرمان جتنا ان شاعروں اور اخبار نویسوں پر صادق آتا ہے جن کی زبانوں اور قلموں کو شیطان نے تیز دھار والی قینچیاں اور ٹکڑے ٹکڑے کر دینے والی تلوار بنا دیا ہے ان سے زیادہ کسی اور پر نہ صادق آتا ہے نہ منطبق ہوتا ہے، یہ وہ لوگ ہیں جن سے مخلوقِ خدا کی عزت وآبرو کے پارہ پارہ کرنے، اور بادشاہوں کے تخت پلٹنے، اور بہادروں کی گردنیں اڑانے کے لئے شیطان کدالوں اور پھاوڑوں کا کام لیتا ہے، اگر ان کو خوش کر دیا جائے اور ان کی جیبوں کو مال ودولت سے بھر دیا جائے تو یہ لوگ کمترین شخص کو بڑے سے بڑا آدمی بنا دیتے ہیں، اور بخیل کو سخی، اور جابر وسرکش کو حلیم وبردبار، اور اگر ان کو اپنی پسندیدہ چیزیں نہ ملیں اور ان کی ضروریات اور تقاضے پورے نہ ہوں تو یہ بڑے سے بڑے آدمیوں کو بھی معمولی وحقیر اور عظیم المرتبت کو کمتر وذلیل بنا دیتے ہیں اور صاحبِ قدرت کا مذاق اڑاتے ہیں، واقعی یہ لوگ اس قابل ہیں کہ قیامت کے روز اللہ جل شانہٗ ان کی طرف نظرِ رحمت فرمائے اور نہ ان سے گفتگو کرے اور ان

کو دردناک عذاب دے، ایک عربی شاعر کہتا ہے جس کا ترجمہ ہے کہ

میں صحافیوں کے قلم میں آسمانی وحی اور شیطان کا فتنہ و آزمائش دیکھتا ہوں۔ عزت و کرامت پر یہ لوگ ہمیشہ ظلم و تعدی کرتے ہیں، اور یہ لوگ ادیان و مذاہب کی حرمت کے پاسبان ہیں۔ بسا اوقات اپنی بیوقوفی سے یہ لوگ معمولی سے آدمی کو چڑھا دیتے ہیں، اور کتنی ہی مرتبہ یہ لوگ عظیم المرتبہ شخص کو گرا دیتے ہیں اور کتنی ہی مرتبہ ایک روپیہ کے بدلے اپنے ضمیر کو بیچ دیتے ہیں اور اس پیسے کی وجہ سے دولت و منصب کے بتوں کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ ان کے دل ان کی جیبوں میں ہوتے ہیں جب ان کے جیبوں کو بھر دیا جائے تو یہ بادشاہ کے مددگار و معاون بن جاتے ہیں اور اگر ان کی جیبیں بادشاہ کے انعام و احسان سے خالی ہوں تو اس پر خائن و بزدل ہونے کا الزام دھرتے ہیں اور خطا کاروں کی قصداً تصویب کرتے ہیں اور عنوان کی ملمع سازی بہت بڑی مصیبت ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ''اور ان میں ایسے بھی ہیں جو آپ پر صدقات کے بارے میں طعن کرتے ہیں لیکن اگر انہیں ان میں سے دیا جاتا ہے تو راضی ہو جاتے ہیں اور اگر انہیں ان میں سے نہیں ملتا تو بس ناراض ہو جاتے ہیں، کاش! یہ اس پر راضی ہوتے جو کچھ انہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے دیا تھا اور کہتے کہ ہم کو اللہ کافی ہے، اللہ ہم کو اپنے فضل سے اور اس کے رسول ﷺ (بھی اور) دے دیں گے، ہم تو اللہ ہی کی طرف راغب ہیں''۔ (سورۂ توبہ)

(جستہ جستہ از اصلاح معاشرہ اور اسلام)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان مذکورہ تینوں بری خصلتوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، جو کہ جہنم کے دردناک عذاب کی مستحق بنانے والی ہیں، آمین یارب العالمین۔

مضمون نمبر ۱۲

جہنم سے اہل ایمان کو نکالنے کا حکم

" حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (حق تعالیٰ شانہ کی جانب سے ارشاد ہوگا) اس شخص کو دوزخ سے نکال لو جس نے لا الہ الا اللہ کا اقرار کیا اور اس کے دل میں جو کے برابر خیر تھی۔ (یعنی ایمان تھا چنانچہ ایسے تمام لوگوں کو نکال لیا جائے گا، پھر حکم ہوگا کہ ہر اس شخص کو نکال لو جو لا الہ الا اللہ کا قائل تھا اور اس کے دل میں گندم کے دانے کے برابر خیر تھی (پھر حکم ہوگا کہ اس شخص کو دوزخ سے نکال لو جو لا الہ الا اللہ کا قائل تھا اور اس کے دل میں جوار کے دانے کے برابر خیر تھی"

تشریح: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ طویل حدیث، حدیثِ شفاعت کا ایک حصہ ہے، جب دوزخی، دوزخ میں اور جنتی جنت میں چلے جائیں گے اور کچھ اہل توحید گناہ گار بھی دوزخ میں ہونگے، اب اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ان گناہ گاروں کو دوزخ سے نکالنے کا ارادہ فرمائیں گے تو ان کے حق میں شفاعت کی اجازت دیں گے۔ آنحضرت ﷺ انبیاء کرام علیہم السلام' ملائکہ عظام' صدّیقین' شہدا اور اہل ایمان اپنے اپنے مراتب کے مطابق شفاعت فرمائیں گے اور حق تعالیٰ شانہ کی جانب سے حدیں مقرر کر دی جائیں گی مثلاً جس شخص کے دل میں دینار کے وزن کا ایمان ہو اس کو نکال لو جس کے دل میں نصف دینار کے برابر ایمان ہو اس کو نکال لو۔ اسی طرح علی الترتیب احکامات صادر ہوں گے' یہاں تک کہ آخر میں فرمایا جائے گا کہ جس شخص کے دل میں رائی کے دانے سے ادنی مرتبے کا بھی ایمان ہو اس کو نکال لو۔ یہ حکم فرشتوں کو ہوگا۔ آخر میں فرشتے عرض کریں گے کہ:" ربنا لم نذر فیھا خیرا " "اے پروردگار! ہم نے دوزخ میں کسی صاحب خیر کو یعنی صاحب ایمان کو نہیں چھوڑا۔

تب حق تعالیٰ شانہ فرمائیں گے: "**شفعت الملائکة و شفع النبیون وشفع المؤمنون ولم یبق الا ارحم الراحمین**" فرشتوں نے بھی شفاعت کرلی، نبیوں نے بھی شفاعت کرلی، اہل ایمان بھی شفاعت کر چکے اب صرف ارحم الراحمین باقی ہیں۔

یہ فرما کہ اللہ تعالیٰ دوزخ سے ایک مٹھی بھریں گے (اور بعض احادیث میں تین مٹھیوں کا ذکر آتا ہے) پس اس مٹھی کے ذریعہ ایسے لوگوں کو دوزخ سے نکالیں گے جنہوں نے کبھی خیر کا کام نہیں کیا۔ غالباً درجات ایمان کے لئے کچھ علامات ہوں گی جن کے ذریعے فرشتے اہل ایمان کے درجات کو پہچان پہچان کر نکالتے رہیں گے۔ چنانچہ بعض احادیث میں ہے کہ آثار سجود کے ذریعے ان کو پہچانیں گے اور جن لوگوں میں فرشتوں کو ایمان کی کوئی علامت نظر نہیں آئے گی ان کو حق تعالیٰ شانہ بذات خود نکالیں گے۔ واللہ اعلم

''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ فرمائیں گے کہ اس شخص کو دوزخ سے نکال لو جس نے مجھے (ایمان کے ساتھ) کسی دن یاد کیا، یا کسی مقام میں مجھ سے ڈرا''

مضمون نمبر۱۳۳

جہنم کا بلانا مال جمع کرنے والوں کو

سورۂ معارج میں ارشاد فرمایا کہ تدعو من ادبر وتولّی ط وجمع فاوعٰی ط
"جہنم اس شخص کو (خود) بلائے گی جس نے (دنیا میں حق سے) پیٹھ پھیری ہوگی اور (طاعت سے) بے رخی کی ہوگی اور (مال) جمع کیا ہوگا پھر اٹھا اٹھا رکھا ہوگا"۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ جس طرح جانور دانہ تلاش کر کے چگتا ہے اسی طرح دوزخ میدان حشر سے ان لوگوں کو دیکھ بھال کر چن لے گا جن کا دوزخ میں جانا مقدر ہو گیا ہوگا۔

اس آیت مبارکہ میں مال جمع کرنے والوں کا ذکر ہے۔ حضرت قتادہؓ اس کی تفسیر میں فرماتے تھے کہ جس نے مال جمع کرنے میں حلال وحرام کا خیال نہ رکھا اور فرمانِ خداوندی کے باوجود خرچ نہ کرتا تھا وہ شخص مراد ہے۔

حضرت عبداللہ بن عکیم اس آیت کے خوف کی وجہ سے کبھی تھیلی کا منہ ہی بند نہ کرتے تھے۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے تھے کہ اے ابن آدم! تو خدا کی وعید سنتا ہے اور پھر مال سمیٹتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دنیا اس کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہیں ہے اور اس کا مال ہے جس کا کوئی مال نہیں اور دنیا کے لئے وہ جمع کرتا ہے جس کے پاس کچھ بھی عقل نہ ہو۔

بیہقیؒ نے شعب الایمان میں مرفوع حدیث مبارکہ نقل کی ہے جب مرنے والا مر جاتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ اس نے آخرت میں کیا بھیجا ہے اور انسان کہتے ہیں کہ اس نے دنیا میں کیا چھوڑا ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن دوزخ سے ایک گردن نکلے گی جس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے دیکھتی ہوگی اور دو کان ہوں گے، جن سے سنتی ہوگی اور ایک زبان ہوگی

جس سے بولتی ہوگی وہ کہے گی۔ میں تین شخصوں پر مسلط کی گئی ہوں (۱)۔ ہر سرکش ضدی پر (۲)۔ ہر اُس شخص پر جس نے اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود ٹھہرایا (۳)۔ تصویر بنانے والے پر۔

دعا کیجئے اللہ تعالیٰ ہم سب کی جہنم اور جہنم کے عذابات سے حفاظت فرمائے، آمین یارب العالمین۔

كل عام وأنتم بخير

مضمون نمبر ۱۴۱

جہنم میں جس شخص کو سب سے کم عذاب ہوگا وہ کون ہے

''حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک دوزخیوں میں سب سے ہلکا عذاب اس شخص کو ہوگا' جس کے پاؤں کے تلوؤں کے اس حصے میں' جو زمین سے نہیں لگتا' آگ کے دو شعلے ہوں گے' جن کی وجہ سے اس کا دماغ اس طرح ابلتا ہوگا' جس طرح ہنڈیا ابلتی ہے''۔

تشریح: جیسے کہ صحیح بخاری اور حدیث کی دوسری کتابوں میں آیا ہے' یہ ابو طالب ہوں گے' جن کو تمام اہل دوزخ میں سب سے ہلکا عذاب ہوگا کہ ان کو آگ کے جوتے پہنائے جائیں گے جس کی گرمی سے اس کا دماغ ہنڈیا کی طرح ابلتا ہوگا۔ اس حدیث سے دوزخ کے عذاب کی شدت کا کچھ اندازہ ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھیں۔

اللھم انا نعوذبک من عذاب جھنم، ونعوذبک عذاب القبر، ونعوذبک من فتنة المسیح الدجال، ونعوذبک من فتنة المحیا والممات، اللھم انا نعوذبک من المأثم و المغرم.

''اے اللہ! ہم تیری پناہ چاہتے ہیں دوزخ کے عذاب سے' اور ہم تیری پناہ چاہتے ہیں قبر کے عذاب سے' اور ہم تیری پناہ چاہتے ہیں مسیح دجال کے فتنے سے' اور ہم تیری پناہ چاہتے ہیں زندگی اور موت کے فتنے سے' اے اللہ! ہم تیری پناہ چاہتے ہیں گناہ سے اور تاوان سے''۔

مضمون نمبر ۱۵

جہنم میں لے جانے والے چند اعمال

حضرت ثابت بن الضحاکؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص دینِ اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب کی قصداً جھوٹی قسم اٹھاتا ہے تو وہ ویسا ہی ہو جائے گا جیسا اس نے کہا، اور جو شخص اپنے آپ کو کسی چیز سے قتل کرے گا قیامت کے روز اسے اسی سے عذاب دیا جائے گا، اور جس چیز کا انسان مالک نہ ہو اس میں نذر نہیں ہوتی اور مؤمن پر لعنت بھیجنا ایسا ہے جیسا اسے قتل کرنا۔ (بخاری و مسلم)

فائدہ: جب جاہل شخص غصہ ہو جائے اور اپنے مدمقابل کو حجت و دلیل سے مطمئن کر کے اپنے حق کو ثابت نہ کر سکے اس پر انکار کی وجہ سے قسم آ رہی ہو یا دوسرا گواہ نہ ہونے کی وجہ سے اسے قسم اٹھانا پڑے تو وہ سچی قسم کھا لیتا ہے اور قسم کھانے میں بہت غلو اور مبالغہ کرتا ہے اور کہتا ہے: بخدا ایسا ہوا تھا یا بخدا اس طرح کی کوئی بات نہیں ہوئی، اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک شخص جھوٹا ہوتا ہے اور اسے یہ ڈر ہوتا ہے کہ حق ظاہر ہو جائے گا اور صحیح بات سامنے آ جائے گی اور وہ یہ دیکھتا ہے کہ وہ اپنے مدمقابل کو مطمئن نہیں کر سکا، یا اپنی جھوٹی قسم سے حاکم کی تشفی نہ کر سکا تو وہ بتوں کی قسم کھاتا ہے، اور اللہ کے نبیوں اور رسولوں کے نام کی قسم کھاتا ہے اور جھوٹ اور شرک دونوں کو جمع کر لیتا ہے۔

اور چور کی داڑھی میں تنکہ ہوتا ہے، ساتھ بیٹھنے والوں میں بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جب وہ بات کرتے ہیں تو ان کی بات جھٹلائی جاتی ہے، اور حکم دیتے ہیں تو ان کی نافرمانی کی جاتی ہے تو وہ یہ کہتا ہے کہ اگر اس نے ایسا نہ کیا فلاں فلاں چیز کو چھوڑا تو وہ یہودی یا نصرانی مجوسی ہے، اور جو اسے جھٹلائے یا اس کی نفسانی خواہشات اور بے تکی باتوں کی تکذیب کرے تو اسے سزا دیتا ہے، ایسا شخص خواہ اپنی بات میں سچا کیوں نہ ہو تب بھی وہ گناہگار ہوگا اور اس قسم کی وجہ سے کافر

ہو جائے گا، ایسے شخص کو جلد از جلد توبہ کرنا چاہیئے اور اسلام میں دوبارہ داخل ہونا چاہیئے ،لہٰذا شہادتین پڑھے، اللہ سے توبہ واستغفار کرے اور اس گناہ کی معافی مانگے۔

ایسی قسم اٹھانے والے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ کیا وہ واقعۃً کافر ہوگا یا صرف گناہگار ہوگا، اور کیا اس پر کفارہ واجب ہوگا یا صرف توبہ کافی ہوگی؟ اور اس پر یہ ضروری ہوگا کہ کلمۂ لا الہ الا اللہ پڑھے جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے، جو شخص (بتوں) لات وعزیٰ کی قسم کھائے اسے چاہیئے کہ لا الہ الا اللہ کہے، ابن المنذر کہتے ہیں، جو شخص یہ کہے: اگر میں نے ایسا کیا تو میں کافر ہوں اور پھر وہ کام کرلے تو ایسے شخص کے بارے میں اختلاف ہے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، ابو ہریرہؓ، عطاء، قتادہ اور جمہور فقہاء یہ کہتے ہیں کہ اس پر کفارہ نہیں آئے گا اور وہ کافر بھی نہ ہوگا الا یہ کہ اس کے دل میں بھی یہ بات ہو، اور اوزاعی، ثوری، حنفیہ، احمد، اسحاق یہ کہتے ہیں کہ یہ قسم ہے اور اس پر کفارہ آئے گا، ابن المنذر کہتے ہیں کہ پہلا مذہب صحیح ہے، اور بعض حنفیہ یہ کہتے ہیں اگر اسے یہ معلوم ہو کہ اس قسم میں حانث ہونے سے کافر ہو جائے گا تو وہ کافر ہو جائے گا اس لئے کہ وہ اس کام کو کر کے خود ہی کفر پر راضی ہوا ہے۔

بعض شافعیہ یہ کہتے ہیں کہ حدیث کے ظاہری الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ جھوٹا ہوگا تو اس پر کافر ہونے کا حکم لگا دیا جائے گا لیکن اس مسئلہ میں تحقیق یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے اگر وہ اس مذکورہ چیز کی تعظیم کرنا چاہتا ہے تو کافر ہو جائے گا اور اگر قسم کو اس پر مطلق کرنا چاہتا ہے تو دیکھا جائے گا کہ کیا اس نے یہ ارادہ کیا ہے کہ وہ اس کفر کے ساتھ متصف ہو جائے اگر کیا ہے تو پھر وہ کافر ہو جائے گا اس لئے کہ کفر تو کفر ہی ہے اور اگر اس کا مقصد تھا اس سے دور ہونا تو کافر نہیں ہوگا لیکن آیا، ایسی قسم اٹھانا حرام ہے یا مکروہ تنزیہی؟ مشہور ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے۔

صحیحین کی شرح اور شوکانی کی نیل الاوطار میں اس مسئلہ کی مزید تفصیل لکھی ہے لہٰذا اگر آپ اس پر اور تحقیق دیکھنا چاہتے ہیں تو اس کا مطالعہ کر لیجئے گا۔

بعض لوگ قسم اٹھاتے وقت یہ کہتے ہیں کہ اگر تم نے ایسا کام نہ کیا تو وہ گدھا، کتا یا خنزیر ہے یا وہ اگر ایسا نہ کرسکا تو وہ گندگی، جو ہڑ یا غلاظت ہے اور پھر دوسرے کو اس کے کرنے پر مجبور کر کے اپنا ارادہ اس پر مسلط کرنا چاہتا ہے لیکن وہ اس سے عاجز آجاتا ہے اور قسم میں ذکر کی ہوئی چیز

کے مشابہ بن جاتا ہے، اگر وہ اس کام کو کرلے تو ایسا کرنا غیر محمود ہے اور اگر چھوڑ دے تو یہ اپنی قسم کے مطابق خنزیر و بندروں کی طرح بن جاتا ہے۔

(بحوالہ اصلاح معاشرہ اور اسلام)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جہنم والے تمام بُرے اعمال سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

اللہ اللہ اللہ

مضمون نمبر ۱۶

جہنم سے سب سے آخر میں نکلنے والے کا قصہ

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس شخص کو پہچانتا ہوں، جو سب سے آخر میں دوزخ سے نکلے گا' یہ ایسا شخص ہوگا جو رینگتے ہوئے دوزخ سے نکلے گا۔ پس وہ کہے گا کہ اے پروردگار سب لوگ اپنی اپنی منازل حاصل کر چکے ہیں۔ اس سے کہا جائے گا کہ جنت کی طرف جاؤ اور جنت میں داخل ہو جاؤ۔ وہ جنت میں داخل ہونے کے لئے جائے گا تو لوگوں کو پائے گا کہ وہ اپنی اپنی منازل حاصل کر چکے ہیں' واپس آ کر کہے گا کہ اے پروردگار! لوگ تو ساری جگہیں لے چکے ہیں (اور اب وہاں گنجائش ہی نہیں) اس سے کہا جائے گا کہ تجھے وہ زمانہ یاد ہے جس میں تو رہا کرتا تھا؟ عرض کرے گا' جی ہاں! کہا جائے گا تمنا کر! (اور مانگ کیا مانگتا ہے؟) وہ (اپنے حوصلہ کے مطابق) تمنائیں کرے گا۔ پس اس سے کہا جائے گا تو نے جتنی تمنائیں کی وہ تجھے دی جاتی ہے' وہ سن کر کہے گا کہ آپ مالک الملک ہو کر مجھ سے مذاق کرتے ہیں؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول ﷺ کو دیکھا کہ آپ (اس کا فقرہ کو بیان فرما کر) ہنسے یہاں تک کہ آپ کی کچلیاں ظاہر ہو گئیں''۔

تشریح: اس شخص کا قصہ یہاں مختصراً نقل ہوا ہے' صحیح بخاری و مسلم کی حدیث میں بہت مفصل ہے۔ اس شخص کا یہ کہنا کہ ''مالک الملک ہو کر مجھ سے مذاق کرتا ہے'' رحمت الٰہی پر ناز اور فرطِ مسرت کی وجہ سے ہوگا۔ وہ بے چارا یہ سمجھے گا کہ جنت تو ساری بھری پڑی ہے وہاں اتنی گنجائش کہاں کہ اتنا بڑا حصہ اس کو دے دیا جائے۔ پھر شاید یہ وجہ بھی ہو کہ وہ اتنی بڑی جنت کو اپنی حیثیت سے بہت زیادہ سمجھے۔ بہر حال یہ ادنیٰ جنتی کے ساتھ حق تعالیٰ شانہ کی رحمت و عنایت ہوگی۔

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور دیگر اکابر حق تعالیٰ شانہ کی عنایتوں اور رحمتوں کا کون تصور کر سکتا ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس شخص کو پہچانتا ہوں جو سب سے آخر میں دوزخ سے نکلے گا اور سب سے آخر میں جنت میں داخل ہوگا۔ ایک آدمی کو لایا جائے گا' حق تعالیٰ شانہ فرشتوں سے فرمائیں گے کہ اس کے صغیرہ گناہوں کے بارے میں سوال کرو اور اس کے کبیرہ گناہ چھپا رکھو' چنانچہ اس سے کہا جائے گا کہ تم نے فلاں فلاں دن فلاں فلاں گناہ کئے تھے اور فلاں فلاں دن فلاں فلاں گناہ کئے تھے؟ (یہ تمام گناہ جتانے کے بعد) اس سے کہا جائے گا کہ تجھ سے ہر برائی کی جگہ نیکی دی جاتی ہے۔ وہ (رحمت الٰہی کی فراوانی کو دیکھ کر) بول اٹھے گا کہ یا اللہ! میں نے اور بہت سے گناہ کئے تھے جو یہاں نظر نہیں آرہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ (اس کو بیان فرما کر) ہنس رہے ہیں یہاں تک کہ آپ ﷺ کی کچلیاں ظاہر ہوگئیں''۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اہل توحید میں سے کچھ لوگوں کو دوزخ میں عذاب دیا جائے گا یہاں تک کہ وہ جل کر کوئلے ہو جائیں گے۔ پھر رحمت ان کی دستگیری فرمائے گی۔ پس ان کو نکالا جائے گا اور جنت کے دروازوں پر ڈالا جائے گا' اہل ایمان ان پر پانی ڈالیں گے، پس وہ ایسے اگیں گے جیسے سیلاب کے کوڑے میں دانے اگتے ہیں' پھر وہ جنت میں داخل کئے جائیں گے''۔

تشریح: جنت کے دروازے پر آب حیات کی نہر ہوگی جس میں جہنم سے کوئلہ بن کر نکلنے والوں کو غسل دیا جائے گا۔ اس سے دوزخ کے تمام اثرات دھل جائیں گے اور ان پر جھٹ پٹ تروتازگی کے آثار نمودار ہو جائیں گے۔ یہ حضرات پاک صاف ہو کر جنت میں داخل ہوں گے۔

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال دیا جائے گا حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو اس بات میں شک ہو وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پڑھ لے کہ: ''بے شک اللہ تعالیٰ کسی کا ایک ذرہ حق بھی نہیں مارتا''

تشریح: مطلب یہ ہے کہ اگر کسی میں ذرہ برابر ایمان ہو تو حق تعالیٰ اس کو بھی ضائع نہیں فرمائیں گے بلکہ اس کی برکت سے اس شخص کو دوزخ سے نجات عطا فرمائیں گے۔

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ دو آدمی جو دوزخ میں داخل ہونگے ان کی چیخ و پکار سخت ہو جائے گی۔ رب تبارک و تعالیٰ فرشتوں کو حکم فرمائے گا کہ ان دونوں کو نکال لو' جب ان کو نکال لیا جائے گا تو حق تعالیٰ شانہ ان سے فرمائیں گے کہ تم کس وجہ سے اس قدر چیخ رہے تھے۔ وہ عرض کریں گے کہ ہم نے ایسا اس لئے کیا کہ تا کہ آپ ہم پر رحم فرمائیں، حق تعالیٰ شانہ فرمائیں گے کہ میری رحمت تمہارے لئے یہی ہے کہ تم واپس جا کر اپنے آپ کو دوزخ میں وہیں ڈال دو جہاں تم پہلے تھے چنانچہ وہ دونوں چلے جائیں گے۔ ان میں سے ایک تو اپنے آپ کو دوزخ میں ڈال دے گا۔ اللہ تعالیٰ دوزخ کو اس کے حق میں ٹھنڈی اور سلامتی والی بنا دیں گے اور دوسرا شخص کھڑا رہے گا۔ اپنے آپ کو دوزخ میں نہیں ڈالے گا۔ حق تعالیٰ شانہ اس سے فرمائیں گے کہ تو اپنے آپ کو دوزخ میں کیوں نہیں ڈالتا کہ جس طرح تیرے رفیق نے کیا۔ وہ عرض کرے گا الٰہی! میں (تیری رحمت سے) یہ امید رکھتا ہوں کہ جب آپ نے ایک بار مجھے دوزخ سے نکال لیا تو دوبارہ اس میں نہیں ڈالیں گے۔ حق تعالیٰ شانہ عم نوالہ فرمائیں گے جا! تجھ سے تیری امید کے موافق معاملہ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دونوں کو بیک وقت جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔''

تشریح: حق تعالیٰ شانہ کا یہ ارشاد کہ ''میری رحمت تمہارے حق میں یہی ہے کہ تم اپنے آپ کو دوزخ میں ڈال دو'' بطور امتحان و آزمائش کے ہوگا' کبھی رحمت بصورت قہر ہوتی' دیکھنے والوں کو اس سے دھوکہ ہو جاتا ہے' دنیا میں جو مصائب و تکالیف بندۂ مؤمن پر آتی ہیں وہ حق تعالیٰ شانہ کی عنایت و رحمت ہیں، مگر ظاہر بینوں کو اس رحمت و عنایت کا ادراک مشکل ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس کبھی قہر الٰہی نعمتوں کی صورت میں نازل ہوتا ہے، یہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے استدراج ہوتا ہے مگر ظاہر بین ایسے شخص کو مورد نعمت سمجھتے ہیں۔

ان دو شخصوں میں سے ایک نے تفویض و تسلیم کا راستہ اپنایا' اور حق تعالیٰ شانہ نے اپنی قدرت سے اس کے حق میں نار کو گلزار کر دیا۔ دوسرے نے حق تعالیٰ شانہ کی رحمت کا دامن تھاما' اور

حق تعالیٰ نے اس سے اس کے گمان کے مطابق معاملہ فرمایا۔

''حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کے کچھ لوگوں کو میری شفاعت پر دوزخ سے نکالا جائے گا، ان کا نام جہنمی رکھا جائے گا''۔

تشریح: ان حضرات کا نام ''جہنمی'' تجویز کیا جانا ان کی تحقیر و تذلیل کے لئے نہیں ہوگا بلکہ حق تعالیٰ شانہ کے احسان عظیم کی یاددہانی اور اس پر شکر مزید کے لئے ہوگا' جیسا کہ دوسری حدیث میں ان کو ''عتقاء الرحمٰن'' کہا جائے گا یعنی ''رحمٰن کے آزاد کردہ'' گویا یہ لوگ اصل مستحق تو جہنم ہی کے تھے مگر رحمتِ خداوندی نے انکی دستگیری فرمائی اور اپنے محبوب ﷺ کی شفاعت سے ان کو دوزخ سے رہائی عطا فرمادی۔ پس رحمت خداوندی کا ان کی طرف متوجہ ہو جانا ان کے لئے سب سے بڑا اعزاز ہوگا۔

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں نے جہنم جیسی چیز نہیں دیکھی جس سے بھاگنے والے سو رہے ہوں، اور نہ جنت جیسی دیکھی، جس کے طالب سو رہے ہوں''۔

تشریح: یہ حدیث سند کے اعتبار سے کمزور ہے مگر مضمون صحیح ہے، یعنی دوزخ ایسی خوفناک چیز ہے کہ اگر اس کا منظر ہم پر کھل جائے تو نیند اڑ جائے اور جنت ایسی دولت عظمیٰ ہے کہ اگر اس کی حقیقت کھل جائے تو اس کے شوق میں راتوں کی نیند حرام ہو جائے' اس لئے جہنم سے بھاگنے والوں اور جنت کا اشتیاق رکھنے والوں کے میٹھی نیند سونے پر جتنے بھی تعجب کا اظہار کیا جائے کم ہے۔

(بحوالہ دنیا کی حقیقت)

مضمون نمبر ۱۷

جہنم سے دور رکھنے والے اعمال

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ
”جس نے جہاد میں ایک دن روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کے چہرہ کو ستّر سال (کے سفر) کے برابر دوزخ سے دور کر دیں گے“۔ (بخاری شریف)

فائدہ:۔ حضرت عمرو بن عبسہؓ، حضرت ابوامامہؓ، حضرت عبداللہ بن سفیان ازدیؓ کی روایت میں ستّر سال کی بجائے سو سال کا ذکر ہے اور حضرت ابوامامہؓ کی روایت میں ستّر سال کی بجائے سو سال کا ذکر ہے اور حضرت ابوامامہؓ نے مزید یہ بھی ذکر کیا کہ یہ مسافت تیز رو گھوڑے کی رفتار کے ساتھ سو سال کے سفر کی ہو۔ (نسائی شریف)

اور حضرت معاذ بن انسؓ نے حضرت ابوامامہؓ کی روایت کے مطابق حدیث مبارکہ نقل کر کے آگے فی غیر رمضان کے الفاظ بھی بیان کئے ہیں۔

یعنی مجاہد کا یہ روزہ اگر غیر رمضان کا ہو تو اس کا یہ ثواب ہے، اور اگر کسی مجاہد نے رمضان المبارک میں روزہ رکھا تو کم از کم ستّر گنا اس روزے کا ثواب مزید بڑھ جائے گا گویا کہ اس کا رمضان کا روزہ جہنم سے (۷۰۰۰) سات ہزار سال دور کر دے گا، اور یہاں فضیلت میں اول درجہ میں مجاہد مراد ہیں پھر اللہ کی راہ میں دوسری قسم کی محنت کرنے والے۔

حضرت عتبہ بن عبدؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ
”جو شخص اللہ کی راہ (جہاد وغیرہ میں) ایک دن کا روزہ رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کو جہنم سے اتنا دور کر دیں گے جتنا ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کے درمیان فاصلہ ہے اور جس نے ایک دن کا نفلی روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کو جہنم سے آسمان و زمین کے درمیانی فاصلہ کے برابر دور کر دیں گے“۔

(مجمع الزوائد)

فائدہ: روایات میں آتا ہے کہ آسمان وزمین کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے اسی طرح سے ہر آسمان سے دوسرے آسمان تک کے درمیان اور ہر زمین سے دوسری زمین تک کے درمیان کا فاصلہ ہے اور اتنا ہی ہر زمین کی اور ہر آسمان کی چوڑائی ہے مجاہد کے ایک روزے کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

پانچ سو سال کا آسمان وزمین کے درمیان کا سفر اللہ کو معلوم ہے کس اعتبار سے ہے دنیاوی اعتبار سے پانچ سو سال کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

جس نے اللہ کی رضا کے لئے ایک دن کا روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کو جہنم سے اتنا دور کر دیں گے جس طرح کوئی کوا اپنے بچپن سے اڑا ہو اور (اڑتے اڑتے) بوڑھا ہو کر مر گیا۔ (مسند احمد)

فائدہ:۔ حدیث میں کوے کی مثال اس کی درازیٔ عمر کی وجہ سے دی گئی ہے حیوانات کی معلومات کی کتب میں اس کی عمر تقریباً دو اڑھائی سو سال لکھی ہے۔

یہ تو ایک نفلی روزے کی وجہ سے آدمی جہنم سے دور ہوا اور جو شخص نفلی اور فرض روزے رکھتا ہو وہ دوزخ سے کتنا دور ہوگا۔ ہاں اگر اس نے ان روزوں کے ثواب کو گناہوں کے ساتھ اور مخلوق خدا کی حق تلفی کے ساتھ ضائع کر دیا تو بہت بڑی محرومی ہوگی۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اکرم ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا کہ

''جس شخص نے جہاد میں ایک دن نگہبانی کا کام سرانجام دیا اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان سات خندقیں حائل کر دیں گے، ہر خندق ساتوں آسمان اور ساتوں زمینوں کی وسعت کے برابر ہوگی''۔ (مجمع الزوائد)

حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

''جس شخص کے قدم جہاد میں غبار آلود ہوئے اللہ تعالیٰ اس کو جہنم سے تیز رفتار سوار کے ایک ہزار سال چلنے کے برابر دور کر دیں گے''۔ (مسند احمد)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

''جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو کھانا کھلائے حتیٰ کہ اس کو سیر کرا دے اور اس کو پانی پلائے

حتیٰ کہ اس کی پیاس بجھا دے، اللہ تعالیٰ اس کو جہنم سے سات خندقیں دور کر دیں گے ہر دو خندقوں کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہوگا''۔ (ترغیب وترہیب)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

''جس نے وضو کیا اور وضو بھی اچھی طرح سے کیا اور اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کی اور ثواب کی نیت سے کی تو اس کو دوزخ سے ستر سال (کی مسافت کے برابر) دور کر دیا جائے گا''۔

(ابوداؤد شریف)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

''جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ایک دن کا اعتکاف کیا اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں حائل کر دیں گے (ان میں سے ہر خندق) آسمان کے دونوں کناروں سے زیادہ وسیع ہوگی''۔

فائدہ: یہ نفلی اعتکاف کا ثواب ہے جو کئی دن کا اعتکاف بیٹھے اور وہ ماہِ رمضان میں اور اس کے آخری عشرہ میں واجبی اعتکاف بیٹھے تو اس کا ثواب اس سے کہیں زیادہ ہے۔ مردوں کے لئے اعتکاف کی جگہ مسجد ہے اور خواتین کے لئے ان کے گھر میں کوئی مخصوص جگہ جہاں دوسروں سے ملنا ملانا نہ ہو یا کم ہو۔ (بحوالہ جہنم کے خوفناک مناظر)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جہنم سے دور کرنے والے ان اعمال کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

مضمون نمبر ۱۸

جہنم سے بچنے کی چند دعائیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح صحابہؓ کو قرآن کی سورت سکھاتے تھے اسی طرح یہ دعائے سکھاتے تھے اللھم انی اعوذُ بک من عذابِ جهنّمَ وَ اعوذُبکَ من عذابِ القبرِ وَ اعوذ بکَ من فتنةِ المسیحِ الدّجالِ وَاعوذُبکَ من المحیا وَ المماتِ۔ (الترغیب والترہیب)

۲۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دعا کرتے تھے: ربّنَا اتنا فی الدّنیَا حسنةً وّ فی الاخرةِ حسنةً وّ قنَا عذابَ النّارِ

(مشکوٰۃ شریف)

۳۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی "مسلم" رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتلایا تھا کہ مغرب کی نماز سے فارغ ہو کر کسی سے بات کرنے سے پہلے سات مرتبہ اللھمَّ اجرنی منَ النّارِ کہا کرو اگر اس کو کہہ لوگے اور اسی رات میں مرجاؤ گے تو دوزخ سے تمہاری خلاصی کردی جائے گی اور جب صبح کی نماز پڑھ چکو اور اس کو اسی طرح (۷ مرتبہ کسی سے بولنے سے پہلے) کہہ لوگے اور اسی دن مرجاؤ گے تو دوزخ سے تمہاری خلاصی ضرور کردی جائے گی۔ (بحوالہ الترغیب والترہیب)

۴۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص تین مرتبہ خدا سے جنت کا سوال کرے تو جنت اس کے لیے خدا سے دعا کرتی ہے کہ اللھمَّ ادخلهُ الجنةَ (اے اللہ! اس کو جنت میں داخل کردے) اور جو شخص تین مرتبہ دوزخ سے پناہ چاہے تو دوزخ اس کے لیے خدا سے دعا کرتا ہے کہ اللھمَّ اجرهُ من النّارِ (اے اللہ! اس کو دوزخ سے بچا۔) (بحوالہ ترمذی شریف)

جہنم سے حفاظت کی چند اور دعائیں

(۱) سبحانک فقنا عذابَ النّارِ. ربّنا انک من تدخلِ النّارَ فقد اخزیته' وَ ما للظّالمینَ من انصارِ. ربّنا انّنا سمعنَا منَا دیًا ینادی للایمانِ ان اٰمنُوا بربّکم فاٰمنّا ربّنَا فاغفِر لنَا ذُنوبنَا وَ کفّرعنّا سیّاتنَا وَ تو فنا معَ الاَبرارِ. ربّنا وَ اٰتنا مَا وَعدتنَا علیٰ رسلکَ وَلا تخزنَا یومَ القیامةِ انکَ لا تخلفُ المیعادَ.

(سورۃ آل عمران۔۱۹۱تا۱۹۴)

(ترجمہ)(اے ہمارے پروردگار) آپ ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا لیجیے۔اے ہمارے پروردگار بے شک آپ جس کو دوزخ میں داخل کریں اس کو واقعی رسوا ہی کر دیا اور ایسے (کفار) ناانصافوں کا ساتھ دینے والا کوئی نہیں۔اے ہمارے رب ہم نے ایک پکارنے والے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) سے سنا کہ وہ ایمان لانے کے لیے اعلان کرر ہے ہیں کہ تم اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ سو ہم ایمان لے آئے۔اے ہمارے پروردگار پھر ہمارے گناہوں کو بھی معاف فرما دیجیے اور ہماری بدیوں کو ہم سے زائل کر دیجیے اور ہم کو نیک لوگوں کے ساتھ موت دیجیے جس کا ہم سے ان پیغمبروں کی معرفت آپ نے وعدہ فرمایا ہے اور ہمیں قیامت کے روز رسوا نہ کیجئے۔یقیناً آپ وعدہ خلافی نہیں کرتے۔

(۲) ربّنَا انّنا اٰمنّا فاغفِر لنَا ذُنوبنَا وَ قنَا عذابَ النّار

(سورۃ آل عمران۔آیت ۱۶)

(ترجمہ) اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لائے پس آپ ہمارے گناہ معاف کر دیجیے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا لیجئے۔

(۳) ربّنَا اصرِف عنّا عذابَ جهنّم انّ عذابها کانَ غرامًا. انّها سائت مستقرّاوَ مقامًا. (سورۃ فرقان ۶۵۔۶۶)

(ترجمہ) اے ہمارے پروردگار ہم سے جہنم کا عذاب دور کیجئے کیونکہ اس کا عذاب پوری تباہی ہے، بیشک وہ بُرا ٹھکانا اور برا مقام ہے۔

(۴)ربّنا وسعتَ کلَّ شیءٍ رحمۃً وَ علمًا فاغفرْ للّذین تابوا وَ اتّبعوا سبیلکَ وَ قِهِم عذابَ الجحیمِ. (سورۂ مؤمن۔۷)

(۵)اللھمَ اغفرلنا وَارحمنا وَارضَ عنّا وَتقبّلْ منَّا وَ ادْخلنَا الجنۃَ وَ نجّنامنَ النّارِ وَاصلح لنا شا ننا کلّه' (ابن ابی شیبہ۔کنزالعمال)

(ترجمہ)اے اللہ! ہمیں بخش دے' ہم پر رحم فرما' ہم سے راضی ہو جا' ہمارے (اعمال صالحہ) کو قبول فرما' ہمیں جنت میں داخل فرما دوزخ سے نجات عطا فرما اور ہمارے تمام امور کی اصلاح فرما۔

(٦) اللّھمَّ انّا نسئلکَ موجباتِ رَحمتکَ وَ عذائمَ مغفرتِکَ وَ الغنیمۃَ من کلّ برِّ 'وَ السّلامۃَ من کلِ شرِّ وَ الفوزَ بالجنۃِ وَ النّجاۃَ منَ النّارِ

(مستدرک حاکم' کنزالعمال)

(ترجمہ)اے اللہ! ہم سوال کرتے ہیں تیری رحمت کے اسباب کا' تیری بخشش کے سامان کا' حصہ ہر نیکی کا' ہر قسم کے شر سے سلامتی کا' جنت کی کامیابی کا اور دوزخ سے نجات کا۔

(۷)اللّھمَ احسِن عاقِبتنَا فی الامور کلھا وَ اجرنَامن خزیِ الدّنیَا وَ عذابِ الآخرۃِ

(مسند احمد)

(ترجمہ)اے اللہ! تمام امور میں ہمارا انجام بخیر فرما اور ہمیں دنیا کی ذلت اور آخرت کے عذاب سے نجات عطا فرما۔

(۸) اللھمَّ انّی اعوذبکَ من فتنۃِ القبرِ وَ من الدّجالِ .وَ من فتنۃِ المحییٰ وَ المماتِ وَ من حرّ جھنّم (السنن الکبریٰ)

(ترجمہ)اے اللہ! میں پناہ لیتا ہوں آپ کے ساتھ قبر کے عذاب سے' دجال کے فتنے سے' جینے اور مرنے کے فتنے سے اور دوزخ کی آگ سے۔

(۹)اللّھمَّ رب جبریلَ وَ میکائیلَ وَ اسرافیلَ وَ محمّد نعوذبکَ منّ النَّارِ۔

(طبرانی کبیر)

(ترجمہ) اے اللہ! جبریل' میکائیل' اسرافیل اور محمد کے پروردگار۔ ہم آپ کے ساتھ جہنم سے پناہ طلب کرتے ہیں۔

(۱۰) اللھمَّ انّی اسئلکَ العافیۃَ فی الدّنیَا وَ الاخرۃِ

(کنز العمال)

(ترجمہ) اے اللہ! میں آپ سے دنیا اور آخرت میں (ہر عذاب سے) سلامتی طلب کرتا ہوں.

(۱۱) اللھمَّ اجرنیُ منَ النّارِ وَوَیل اھلِ النّا رِ

(کنز العمال)

(ترجمہ) اے اللہ! مجھے جہنم سے اور جہنم کے عذاب سے محفوظ فرما۔

(۱۲) / ھمَّ الیکَ لا الیَ النّارِ وَ اھلَ بیتِی

(کنز العمال' طبرانی کبیر)

(۱۳) اللھمَّ انّی اسئلکَ بوجھکَ الکریمِ وَ امرکَ العظیمِ ان تجیرنی منَ النّارِ وَ الکفرِ وَ الفقرِ. (مسند الفردوس کنز العمال)

(ترجمہ) اے اللہ! میں آپ سے آپ کے عزت والے چہرے اور امر عظیم (یعنی حکمرانی) کے واسطے سے التجا کرتا ہوں کہ مجھے دوزخ' کفر اور محتاجی سے محفوظ فرما دیں۔

(۱۴) اللھمَّ انّی اسئلکَ بنعمتکَ السّابغۃِ علیَّ وَ بلائکَ الحسنِ الّذیُ ابتلیتنِی بہٖ وَ فضلکَ العظیمِ الّذیُ اَفضلتَ علیَّ ان تد خلنِی الجنۃَ بمنّکَ وَ فضلکَ وَ رحمتکَ. (مسند الفردوس' کنز العمال)

(ترجمہ) اے اللہ! آپ کی مجھ پر کامل نعمت کے وسیلہ سے اور آپ کے بہترین امتحان کے وسیلہ سے جس کے ساتھ آپ نے میرا امتحان لیا اور آپ کے فضل عظیم کے واسطہ سے جس کے ساتھ آپ نے مجھ پر احسان فرمایا آپ اپنے احسان فضل اور مہربانی سے مجھے جنت میں داخل فرما دیجئے۔

سب کے آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی دعا بیان کی جاتی ہے جو بہت سی

دعاؤں کی جامع ہے اور بہت ہی مفید ہے، ملاحظہ فرمائیے:

(۵۱)اللّٰھمَّ انتَ الاوّل لا شیءَ قبلکَ وَ انتَ الآخر لا شیءَ بعدکَ اعوذبکَ من شرّ کلِّ دابّةٍ ناصیتھَا بیدکَ وَ اعوذبکَ منَ الاثمِ وَ الکسلِ وَ من عذابِ النَّارِ وَ من عذابِ القبرِ وَ من فتنةِ الغنیٰ وَ فتنةِ الفقرِ وَ اعوذبکَ منَ المأثمِ وَ المغرمِ اللھمَّ نقِ قلبِی منَ الخطایَا کمَا نقیتَ الثّوبَ الابیضَ منَ الدّنسِ اللّٰھمَّ بعّد بینِی وَ بینَ خطیئتِیُ کمَا بعّدتَ بینَ المشرقِ وَ المغربِ ھذا مَا سالَ محمّدٌ ربّہ' اللّٰھمَّ انّی اسالکَ خیرَ المسأُلةِ وَ خیرَ الدّعاءِ وَ خیرَ النّجاحِ وَ خیرَ العملِ وَ خیرَ الثوابِ وَ خیرَ الحیاتِ وَ خیرَ المماتِ ثبتنی وَ ثقِل موازِینِی وَ حقّق ایمانی وَارفَع درجتِی وَ تقبّلْ صلاتِی وَاغفِر خطیئتِی وَ اسأَلکَ الدّرجاتِ العلیٰ منَ الجنّةِ آمینَ' اللّٰھمَّ انّی اسأَلکَ فواتِح الخیرِ وَ خواتمَہ' وَ جوامعہ' وَ اوّلہ' وَ آخرہ' وَ ظاھرہ' وَ باطنہ' وَ الدّرجاتِ العلیٰ منَ الجنّةِ آمینَ' اللّٰھمَّ نجّنِی منَ النارِ وَ مغفرةً باللّیلِ وَ النّھارِ وَ المنزلَ الصّالحَ منَ الجنّةِ آمینَ' اللّٰھمَّ انّی اسأَلکَ خلاصًا منَ النّارِ سالمًا وَ ادخلنِی الجنّة آمینَ' اللّٰھمَّ انّی اسالکَ ان تبارکَ لِی فی نفسِی وَ فی سمعِی وَ فی بصرِی وَ فی روحِی وَ فی خَلقِی وَ فی خُلُقِی وَ فی اھلِی وَ فی محیایَ وَ مماتِی' اللّٰھمَّ وَ تقبّل حسناتِی وَ اسالکَ الدّرجاتِ العلیٰ منَ الجنّةِ آمینَ

(طبرانی کبیر' مستدرک حاکم)

(ترجمہ) اے اللہ! آپ اول ہیں آپ سے پہلے کوئی شئی نہیں اور آپ آخر ہیں آپ کے بعد کوئی شئی نہیں۔ میں آپ کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں ہر اس جانور کے شر سے جس کا کنٹرول آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اور آپ کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں گناہ اور سستی سے، عذاب دوزخ سے' عذاب قبر سے، دولتمندی کے فتنہ سے' غربت کے فتنہ سے اور آپ سے پناہ لیتا ہوں دکھ اور عذاب سے۔ اے اللہ! میرے دل کو خطاؤں سے اس طرح صاف کر دے جس طرح آپ نے سفید کپڑے کو میل سے صاف کیا ہے۔ اے اللہ! میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اتنا فاصلہ

کردیں جتنا مشرق اور مغرب کے درمیان فاصلہ کیا ہے۔ یہ وہ دعا ہے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے رب سے کی ہے۔ اے اللہ! میں آپ سے بہترین سوال، بہترین دعا، بہترین کامیابی بہترین عمل، بہترین اجر، بہترین زندگی اور نیک موت کا سوال کرتا ہوں آپ مجھے ثابت قدم رکھئے میرے نیک اعمال قبول فرما لیجئے، میرا مرتبہ بلند کر دیجئے، میری نماز قبول فرما لیجئے، میرے گناہ معاف کر دیجئے۔ میں آپ سے جنت میں بلند درجات طلب کرتا ہوں آمین۔ اے اللہ! میں آپ سے خیر کی مبادیات اور اس کی انتہائیں، اس کے مجموعہ جات، اس کے اول آخر باطن کو طلب کرتا ہوں اور جنت میں بلند درجات کا سوال کرتا ہوں آمین۔ اے اللہ! مجھے دوزخ سے نجات، رات میں اور دن میں بخشش اور جنت میں بہتر مقام عطا فرما آمین۔ اے اللہ! میں آپ سے صحیح سالم خلاصی چاہتا ہوں آپ مجھے جنت میں باامن داخل فرما دیجئے۔ اے اللہ! میری بصارت میں، میری روح میں، میری خلقت میں، میرے اخلاق میں، میرے گھرانے میں، میری زندگی میں اور میری موت میں برکت عطا فرما۔ اے اللہ! میری نیکیوں کو قبول فرما۔ اور میں آپ سے جنت میں بلند مراتب کا طلبگار ہوں۔ آمین

ایک حدیث میں ہے حضرت ابو امامہ فرماتے ہیں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی بندہ نماز پڑھتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ سے جنت کی طلب نہیں کرتا تو جنت کہتی ہے افسوس ہے کیا اس کے لیے ضروری نہیں تھا کہ یہ اللہ سے جنت طلب کرتا اور جب وہ جہنم سے پناہ طلب نہیں کرتا تو جہنم کہتی ہے افسوس! کیا اس کے لیے ضروری نہیں تھا کہ یہ اللہ کے ساتھ جہنم سے پناہ مانگتا۔ (مسند الفردوس حدیث نمبر ۱۱۴۱، کنز العمال)

(چیدہ چیدہ از جہنم کے خوفناک مناظر)

دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان دعاؤں کے اہتمام کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

مضمون نمبر ۱۹

جہنم سے حفاظت کے چند وظائف

وظیفۂ اول

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من سأل الله الجنة ثلاث مرات. قالت الجنة. اللهم ادخله الجنة ومن استجار من النار ثلاث مرات .قالت النار. اللهم اجره من النار.

(امام نسائی۔احمد وابن ماجہ وابن حبان والحاکم)

(ترجمہ) جس نے اللہ تعالیٰ سے تین مرتبہ جنت کو طلب کیا تو جنت عرض کرتی ہے کہ اے اللہ! اسے جنت میں داخل فرمادیجئے اور جس نے تین مرتبہ جہنم سے پناہ مانگی تو جہنم کہتی ہے کہ اے اللہ اسے جہنم سے محفوظ فرمادیجئے۔

وظیفۂ دوم

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من قال حين يصبح. لا اله الا الله و الله اكبر. اعتق رقبة من النار

(ابن عساکر' کنز العمال)

(ترجمہ) جس نے صبح کرتے ہی (لا اله الا الله و الله اكبر) کہا اللہ تعالیٰ اس کی گردن جہنم سے آزاد کردیتے ہیں۔

وظیفۂ سوم

حضرت حسن بن علی فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **ما من عبد صلى صلوٰة**

الصبح ثم جلس یذکر الله عزوجل حتی تطلع الشمس الا کان له حجابا من النار وسترا (کنزل العمال ص۱۵۰ ج۲)

(ترجمہ) جو بندہ صبح کی نماز پڑھتا ہے پھر اللہ عزوجل کا ذکر کرنے بیٹھ جاتا ہے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے تو یہ (ذکر) اس (بندہ) کے لیے جہنم سے پردہ اور رکاوٹ بن جاتا ہے (یعنی وہ اس کی برکت سے جہنم سے محفوظ ہو جائے گا)

وظیفۂ چہارم

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: من قال حین یصبح او حین یمسی (اللهم انی اصبحت اشهدک و اشهد حملة عرشک وملائکتک و جمیع خلقک انک انت اللّٰه الذی لا اله الا انت وان محمد اعبدک ورسولک) اعتق اللّٰه ربعه من النار .فمن قالها مرتین اعتق اللّٰه نصفه.فمن قالها ثلاثا اعتق اللّٰه ثلث ارباعه .فان قالها اربعا اعتق من النار.

(ابوداؤد کنزل العمال)

(ترجمہ) جس نے صبح کرتے وقت یا شام کرتے وقت یہ (وظیفہ) پڑھا: اَللّٰھُمَّ اِنِّی اصبحتُ اشھدُ کَ وَ اشھدُ حملةَ عرشکَ وملائکتِکَ و جمیعِ خَلقکَ انکَ انتَ اللّٰہ الذی لَا الٰہَ الّا انت وَانَّ محمّدً اعبدکَ وَرَسولکَ . تو اللہ تعالیٰ پڑھنے والے کا چوتھائی جسم دوزخ سے آزاد کر دیتے ہیں اور جس نے اسے دو مرتبہ پڑھا اس کا آدھا جسم اور جس نے اسے تین مرتبہ پڑھا اس کے جسم کے تین حصے آزاد فرما دیتے ہیں، اور جس نے اس کلمہ کو چار مرتبہ پڑھا اس کو مکمل طور پر دوزخ سے آزاد کر دیتے ہیں۔

فائدہ...... مذکورہ وظیفہ کا ترجمہ یہ ہے اے اللہ! میں نے ابتدا کی آپ کو گواہ بناتے ہوئے اور آپ کے عرش کے اٹھانے والے فرشتوں اور تیرے (باقی) فرشتوں اور تیری ساری مخلوق کو (بھی) گواہ بناتے ہوئے کہ آپ ہی اللہ ہیں آپ کے سوا کوئی معبود نہیں بس آپ ہی معبود ہیں اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے بندے اور آپ کے رسول ہیں۔

وظیفۂ پنجم

حضرت حارث تیمیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت خاتم المرسلین (صلوات اللہ وسلامہ علیہ الی یوم الدین) نے ارشاد فرمایا: اذا صليت الصبح فقل قبل ان تكلم احد امن الناس. اللهم اجرني من النار. فانك ان مت من يومك ذلك كتب الله لك جوارا من النار. واذا صليت المغرب فقل قبل ان تكلم احدامن الناس. اللهم اجرني من النار. سبع مرات فانك ان مت من ليلتك يكتب الله لك جوارامن النار.

(مسند احمد، ابوداود، ترمذی، کنز العمال)

(ترجمہ) جب تو صبح کی نماز پڑھ لے تو کسی سے گفتگو کرنے سے پہلے یہ (کلمات) کہہ ''اللّٰهمَّ اجرني منَ النَّارِ'' اگر تو اپنے اسی دن میں وفات پا گیا تو اللہ تعالیٰ تیرے لیے جہنم سے آزادی کا حکم دیدیں گے اور جب تو مغرب کی نماز پڑھ لے تو کسی سے گفتگو کرنے سے پہلے یہ (کلمات) سات مرتبہ کہہ ''اللّٰهمَّ اجرني منَ النَّارِ'' پس اگر تو اس رات میں انتقال کر گیا تو اللہ تعالیٰ تیرے لیے جہنم سے آزادی کا پروانہ) لکھ دیں گے۔

(بحوالہ از جہنم کے خوفناک مناظر)

مضمون نمبر۲۰

جہنم سے بچنے کے لئے اورادِ مسنونہ صبح وشام

حضرت مسلم بن حارثؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو خصوصیت کے ساتھ تلقین فرمائی کہ جب تم مغرب کی نماز ختم کرو تو کسی سے بات کرنے سے پہلے سات دفعہ یہ دعا کرو ؛ اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِی مِنَ النَّارِ ترجمہ: اے اللہ مجھے دوزخ سے پناہ دے۔

تم نے مغرب کے بعد اگر یہ دعا کی اور اسی رات میں تم کو موت آگئی تو دوزخ سے تمہارے بچاؤ کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اور اسی طرح جب تم صبح کی نماز پڑھو تو کسی آدمی سے بات کرنے سے پہلے سات دفعہ اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کرو اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِی مِنَ النَّارِ ۔ اگر اس دن تمہاری موت مقدر ہوگی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم کو بچانے کا حکم ہو جائے گا۔

(سنن ابن ماجہ۔ زاد المعاد)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص ہر دن کی صبح اور ہر رات کی شام کو تین تین بار یہ دعا پڑھے :

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِی لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ.

ترجمہ: اللہ کے نام (ہم نے صبح کی یا شام کی) جس کے نام کے ساتھ آسمان یا زمین میں کوئی چیز نقصان نہیں دے سکتی اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

وہ اس دن اور رات ہر بلا سے محفوظ و مامون رہے گا' اور تین بار یہ دعا مانگے :

أعوذُ بِكَلِمَاتِ التَّآمَّاتِ كُلِّهَا مِنْ شَرِّ مَا خلقَ

ترجمہ: میں اللہ کے کلماتِ تامہ کی پناہ لیتا ہوں اس کی ہر مخلوق کے شر سے۔ (الادب المفرد۔ ابن حبان حاکم)

نماز فجر کے بعد اور رات میں

۱۔ سورۂ فاتحہ ایک مرتبہ، آیۃ الکرسی ایک مرتبہ۔

شَهِدَ اللهُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُو الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ سے ......فَاِنَّ اللهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ تک ایک مرتبہ

۲۔ سورۂ فاتحہ اور آیۃ الکرسی اور اس کے ساتھ والی آیتیں پانچوں نمازوں کے بعد پڑھ لیا کرے تو جنت اس کا ٹھکانہ ہو اور حظیرۃ القدس میں رہے۔ اللہ تعالیٰ روزانہ اس کو ستر مرتبہ نظر رحمت سے دیکھیں اور ستر حاجتیں اس کی پوری فرمادیں یعنی اسکی مغفرت ہے۔

۳۔ تین مرتبہ رَضِيْتُ بِاللهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ (ﷺ) نَبِيًّا وَّرَسُوْلًا۔

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ کو رب ماننے اور اسلام کو دین ماننے پر اور محمد ﷺ کو نبی ماننے پر راضی ہوں۔

فضیلت: اس کے تین مرتبہ پڑھ لینے سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اتنا انعام دیں گے کہ اس کا پڑھنے والا راضی ہو جائے گا۔ (حصن حصین)

۴۔ حضرت عبداللہ بن خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا شام کو اور صبح کو (یعنی دن شروع ہونے پر اور رات شروع ہونے پر) تم قل ھُوَ اللہ احد اور قل اعوذ بربّ الفلق اور قل اعوذ برب الناس تین بار پڑھ لیا کرو یہ ہر چیز کے لئے کافی ہے۔

فَسُبْحٰنَ اللهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ . يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ. (از صحاح ستہ)

ترجمہ: سو تم اللہ کی پاکی بیان کرو شام کے وقت اور صبح کے وقت اور تمام آسمانوں اور زمین میں اسی کے لئے حمد ہے اور زوال کے بعد بھی اور ظہر کے وقت بھی، وہ جاندار کو بے جان سے اور بے جان کو جاندار سے باہر لاتا ہے اور زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد زندہ کرتا ہے، اور اسی طرح تم اٹھائے جاؤ گے۔

فضیلت: رات کو پڑھے تو دن کے تمام اذکار و اوراد کی کمی پوری کردی جاتی ہے، اور صبح کو

پڑھے تورات کے اورادواذ کار کی کمی پوری کر دی جاتی ہے۔ (صحاح ستہ)

عبداللہ بن غنام بیاضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو بندہ صبح ہونے پر اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کرے

اَللّٰھُمَّ مَا اَصْبَحَ بِی مِنْ نِّعْمَۃٍ اَوْ بِاَحَدٍ مِّنْ خَلقِکَ فَمِنْکَ وَحْدَکَ لَا شَرِیکَ لَکَ لَکَ الْحَمدُ وَلَکَ الشُّکْرُ. (معارف الحدیث)

ترجمہ: اے اللہ اس صبح کے وقت جو بھی کوئی نعمت مجھ پر یا کسی بھی دوسری مخلوق پر ہے وہ صرف تیری ہی طرف سے ہے تو تنہا ہے تیرا کوئی شریک نہیں تیرے ہی لئے حمد ہے اور تیرے ہی لئے شکر ہے۔

اور اس نے اس دن کی ساری نعمتوں کا شکر ادا کر دیا اور جس نے شام ہونے پر اللہ تعالیٰ کے حضور میں اسی طرح عرض کیا تو اس نے پوری رات کی نعمتوں کا شکر ادا کر دیا۔ (معارف الحدیث)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے ذکر اور دعا کے وہ کلمے تعلیم فرمادیجئے، جن کو میں صبح و شام پڑھ لیا کروں آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے یوں عرض کیا کرو۔

اَللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ رَبَّ کُلِّ شَیْءٍ وَّمَلِیکَہٗ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ نَفْسِی وَشَرِّ الشَّیْطَانِ وَشِرْکِہٖ.

ترجمہ: اے اللہ! پیدا کرنے والے آسمانوں اور زمین کے غائب اور حاضر کے جاننے والے آپ ہر شئی کے پروردگار اور اس کے مالک ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ سے پناہ چاہتا ہوں اپنے نفس کے شر سے اور شیطان کے شر سے اور اس کے شرک سے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر تم اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرو صبح کو اور شام کو اور سونے کے لئے بستر پر لیٹتے وقت۔ (سنن ابی داؤد)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھ سے فرمایا اے معاذ مجھے تجھ سے محبت ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے بھی آپ سے محبت ہے۔ آپ نے فرمایا تو (اس محبت ہی کی بنا پر میں تجھ سے کہتا ہوں کہ) ہر نماز کے بعد اللہ تعالیٰ سے

یہ دعا ضرور کیا کرو اور کبھی اسے نہ چھوڑو۔

رَبِّ اَعِنِّی عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ

اے میرے پروردگار! میری مدد فرما اور مجھے توفیق دے اپنے ذکر کی، اپنے شکر کی اور اپنی اچھی عبادت کی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسی دعا تعلیم فرمادیجئے جو میں اپنی نماز میں مانگا کروں تو آپ نے ارشاد فرمایا یوں عرض کیا کرو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّی ظَلَمْتُ نَفْسِی ظُلْماً کَثِیراً وَّلَا یَغْفِرُ الذُّنُوبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِکَ وَارْحَمْنِی اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔ (بخاری)

ترجمہ: اے اللہ میں نے اپنے نفس پر بہت ظلم کیا اور اس میں شک نہیں کہ تیرے سوا گناہوں کو کوئی بخش نہیں سکتا پس تو اپنی طرف سے خاص بخشش سے مجھ کو بخش دے اور مجھ پر رحم فرمادے۔ بے شک تو ہی بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔

تسبیحات شام وسحر

تسبیح فاطمہ

مسند امام احمد میں حضرت ام سلمہؓ سے ایک روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ کلمات اپنی صاحب زادی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سکھائے جب وہ ایک غلام طلب کرنے کے لئے حاضر ہوئیں تو آپ نے فرمایا سوتے وقت تم ۳۳ بار سبحان اللہ۔ ۳۳ بار الحمد للہ۔ اور ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھ لیا کرو اور ایک بار کہو لآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیرٌ۔

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لئے ملک ہے اور اسی کے لئے سب تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

افراد امت کے لئے مستحب ہے کہ ہر نماز کے بعد یہ کہا کریں۔ اور سو کی گنتی پوری کرنے

کے لئے ایک بار مذکورہ دعا پڑھ لیا کریں۔ (زادالمعاد)

جس نے نماز فجر و مغرب کے بعد اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے کوئی بات کرنے سے پہلے دس مرتبہ پڑھا:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ.

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لئے ملک ہے اور اسی کے لئے سب تعریف ہے اسی کے ہاتھ خیر ہے وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اسی کے لئے یہ ورد نیکیوں کو قائم کرنے بدیوں کو مٹانے اور درجات کی بلندی کے لئے عظیم تاثیر رکھتا ہے۔ (مدارج النبوۃ۔ زادالمعاد)

بحمد اللہ تعالیٰ

مراجع و مصادر

تفسیرِ مظہری..........................حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ

تفسیرِ عثمانی..........................حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ

معارف القرآن..........................حضرت مفتی شفیع عثمانیؒ

بخاری شریف..........................محمد اسماعیل البخاریؒ

مسلم شریف..........................ابی الحسن بن الحجاج القشیریؒ

ترمذی شریف..........................ابی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ

ابو داؤد..........................ابی داؤد سلیمان بن الاشعث السجستانیؒ

ابن ماجہ..........................ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ القزوینیؒ

مشکوٰۃ شریف..........................ابو محمد الحسنین بن مسعودؒ

الادب المفرد..........................حضرت امام بخاریؒ

ریاض الصالحین..........................حضرت امام نوویؒ

معارف الحدیث..........................حضرت مولانا منظور احمد نعمانیؒ

مظاہرِ حق جدید..........................حضرت نواب محمد قطب الدینؒ

حجۃ اللہ البالغہ..........................حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

تنبیہ الغافلین..........................حضرت ابو لیث سمرقندیؒ

احیاء العلوم..........................حضرت امام غزالیؒ

آداب المعاشرت..........حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

آدابِ انسانیت..........حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

آدابِ زندگی..........حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

بہشتی زیور..........حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

التبلیغ..........حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

مخزن اخلاق..........حضرت مولانا رحمت اللہ سبحانیؒ

خطباتِ حکیم الاسلام..........حضرت قاری طیب صاحبؒ

فضائل صدقات..........حضرت مولانا زکریا صاحبؒ

فضائل اعمال..........حضرت مولانا زکریا صاحبؒ

مجالسِ مفتی اعظمؒ..........حضرت مفتی شفیع عثمانیؒ

خطبات حکیم الامت..........مولانا اشرف اعلی تھانویؒ

ملفوظات حکیم الامت..........مولانا اشرف علی تھانویؒ

خطباتِ اکابر..........ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ

خطباتِ مدنی..........مولانا حسین احمد مدنیؒ

خطبات حضرت لاہوریؒ..........حضرت لاہوریؒ

آپ کے مسائل اوران کا حل..........حضرت مولانا یوسف لدھیانوی شہیدؒ

اصلاح معاشرہ اوراسلام..........حضرت مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہیدؒ

اسلام اورتربیتِ اولاد..........حضرت مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختیار شہیدؒ

اصلاحی مواعظ..........حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

حقوق الوالدین..........حضرت مولانا عاشق الٰہیؒ

خطباتِ علی میاں..........حضرت ابوالحسن علی ندویؒ

خطباتِ مسیح الامۃ..........حضرت مولانا مسیح اللہ خانؒ

خطبات جمیل..........حضرت مولانا طارق جمیل صاحب

رسول اللہ ﷺ کی نصیحتیں..........................حضرت مولانا عاشق الٰہی بلند شہریؒ

زبان کی حفاظت..........................حضرت مولانا عاشق الٰہی بلند شہریؒ

کام کی باتیں..........................حضرت مولانا عاشق الٰہیؒ

نورستان..........................جناب حکیم سعید شہیدؒ

دنیا کی حقیقت..........................مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

مرنے کے بعد کیا ہوگا؟..........................مولانا عاشق الٰہی بلند شہریؒ

اللہ میری توبہ..........................جناب عالم فقری صاحب

موت کا منظر..........................جناب خواجہ اسلام صاحب

خطبات حرم..........................ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ صاحب

اصلاحی خطبات..........................حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب

خطباتِ فقیر..........................حضرت مولانا ذوالفقار نقشبندی صاحب

ندائے منبر ومحراب..........................حضرت مولانا اسلم شیخوپوری صاحب

جہنم کے خوفناک مناظر..........................مولانا امداد اللہ انور صاحب

سفرنامہ آخرت..........................جناب طالب ہاشمی صاحب

عالم برزخ کے عبرت انگیز واقعات..........................حافظ مومن خان عثمانی صاحب

جہنم کی ہولناکیاں..........................مترجم محمد خالد صاحب

قیامت کے ہولناک مناظر..........................مولانا امداد اللہ انور صاحب

صدائے منبر..........................حضرت مفتی محمد امین صاحب

اخلاق النبی..........................ڈاکٹر محمد احمد قمر مختار صاحب

مرد اور چاردیواری..........................اہلیہ لیاقت علی بیگ

اصلاحی مقالات..........................مولانا عاشق الٰہی بلند شہریؒ

محسنِ انسانیت اور انسانی حقوق..........................ڈاکٹر حافظ محمد ثانی

قرآن کیا کہتا ہے..........................جناب خالد خان خلجی

قرآن کا پیغام..........مولانا شہاب الدین ندوی
قوت القلوب..........شیخ ابو طالب محمد بن عطیہ حارثی المکی
دینی دسترخوان..........حضرت مولانا عبدالقیوم مہاجر مدنی
اصلاحی مضامین..........حضرت مولانا عبدالقادر صاحبؒ
کامیاب زندگی کے راز..........محمد ہارون معاویہ
حلال وحرام کے احکام..........حضرت مولانا فتح صاحب لکھنویؒ
خلق خیر الخلائق..........جناب طالب ہاشمی
اللہ میری توبہ..........جناب عالم فقری صاحب
گناہوں کے نقصانات اور ان کا علاج..........امام ابن قیم جوزیؒ
اصلاحی نصاب..........حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
خطباتِ حرم..........ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ صاحب
خطبات نعمانی..........حضرت مولانا منظور احمد نعمانیؒ
الدین القیم..........مولانا سید منظر احسن گیلانیؒ
دنیا کی حقیقت..........حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی
گلزار سنت..........حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب شہیدؒ
دین وشریعت..........مولانا منظور احمد نعمانیؒ
اسلام اور جدید دور کے مسائل..........مولانا محمد تقی امین
قرآنی افادات..........حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ
اسلامی آداب زندگی..........امام غزالیؒ
اسلام، مسلمان اور تہذیب جدید..........جناب موسیٰ بھٹو صاحب
حسن گفتار..........جناب طالب ہاشمی صاحب
بہار مضامین..........جناب شارق دہلوی صاحب
اسلاف کی یادیں..........حضرت مولانا مفتی اسد اللہ عمر نعمانیؒ

حسنت جمیع خصالہ.........جناب طالب ہاشمی

خلاصۃ القرآن.........مولانا محمد اسلیم شیخوپوری صاحب

اصلاحِ انقلابِ امت.........حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

پیغام اسلام اقوام عالم کے نام.........حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ

آسان نیکیاں.........حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب

جواہرات علمیہ.........ابواحمد حافظ محمد سلیمان صاحب

منتخب احادیث.........حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ

تبلیغ دین.........حضرت امام غزالیؒ

شرعی پردہ کیوں اور کیسے.........مولانا محمد حسن صدیقی صاحب

مسلمانوں کے حقوق.........حضرت مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ

زبان کی آفتیں.........مولانا ابوسجاد صدیق احمد

اللہ سے شرم کیجئے.........مفتی محمد سلیمان منصور پوری

گلزار سنت.........حضرت مولانا سید اصغر حسنؒ

مخزنِ اخلاق.........مولانا حمد اللہ سبحانی

منتخب احادیث.........مولانا امداد اللہ انور

کرامات اولیاء.........حضرت امام عبداللہ یافعی یمنیؒ

بدنظری کا علاج.........جناب محمد ہاشم صاحب

مثالی نوجوان.........محمد ہارون معاویہ

اسلام کا نظام حیات.........جناب فیض الرحمٰن قاسمی صاحب

آدابِ زندگی.........جناب محمد یوسف اصلاحی صاحب

حقوق العباد.........جناب اوصاف علی صاحب

مؤلف کی چند دیگر کتب

ناشر: دارالاشاعت کراچی

میرپور خاص میں ملنے کا پتہ:۔ مکتبہ یوسفیہ دکان نمبر 303 بلدیہ شاپنگ سینٹر میرپور خاص